فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد
فتاویٰ عالمگیری
اردو جدید
مترجم
مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
تسہیل وعنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فَقِیہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

جلد سوم

مترجم
مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالےٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل و عنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب العتاق
- کتاب الایمان
- کتاب الحدود
- کتاب السرقہ
- کتاب السیر
- کتاب اللقیط
- کتاب اللقطہ
- کتاب الاباق
- کتاب المفقود

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبیداللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب العتاق

اِس میں سات ابواب ہیں

باب : ①

عتاق کی تفسیر شرعی اور اِس کے رکن وحکم وانواع وشرط وسبب والفاظ کے بیان میں اور ملک وغیرہ کے سبب سے عتق واقع ہونے کے بیان میں

عتق کی تفسیر شرعی:

عتق ایسی قوت حکمیہ ہے کہ جس موقع پر واقع ہوتی ہے اس میں لیاقت مالک ہونے کی اور اہلیت ولایات وشہادات کی پیدا کر دیتی ہے کذانی محیط السرخسی۔ حتیٰ کہ وہ اس عتق کی وجہ سے غیروں پر تصرف کرنے اور غیروں کا تصرف اپنی ذات سے دور کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اعتاق کا رکن وحکم:

اعتاق کا رکن ہر ایسا لفظ ہے جو عتق پر فی الجملہ دلالت کرے یا اس کے قائم مقام ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور اعتاق کا حکم یہ ہے کہ رقیق کی گردن سے دنیا میں مالک کی ملکیت اور رقیت زائل ہو جاتی ہے اور اگر مالک نے اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کیا ہو تو عاقبت میں بڑا ثواب پاتا ہے۔ یہ محیط میں ہے۔

اعتاق کی اقسام:

اعتاق کی چار قسمیں ہیں: ① واجب' ② مستحب' ③ مباح' ④ حرام۔ پس واجب وہ اعتاق ہے جو کفارۂ قتل وظہار وقسم وافطار میں ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ قتل وظہار وافطار (عمداروزہ توڑنا) کی صورت میں اگر بردہ آزاد کرنے کی قدرت ہو تو اس پر یہی واجب ہوگا اور قسم کی صورت میں باوجود قدرت کے تخییر کے ساتھ واجب ہے یعنی چاہے بردہ آزاد کرے یا دوسرے طور پر کفارہ ادا کرے اور مستحب وہ اعتاق ہے جو بدوں اس پر واجب ہونے کے اس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کیا ہے اور مباح وہ اعتاق ہے جو اس نے بدوں نیت کے آزاد کیا ہو اور حرام وہ اعتاق ہے جو اس نے شیطان کی راہ پر آزاد کیا ہو کذانی بحرالرائق پس اگر کسی نے شیطان یابت کے واسطے اپنا غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا مگر یہ شخص کافر کہلائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اعتاق کی شرائط:

اعتاق کی شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا خود آزاد' بالغ' عاقل' مالک ہو جو اپنی ملک سے اس کا مالک ہے یہ نہایہ میں ہے۔ پس نابالغ اور مجنون آزاد کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اگر ان دونوں نے ایسی حالت کی طرف عتق کی اضافت کی

مثلاً یوں کہا میں نے اس کو نابالغی کی حالت میں آزاد کیا ہے یا جنون کی حالت میں آزاد کیا ہے حالانکہ اس کا جنون معہود ہے تو غلام آزاد نہ ہوگا اسی طرح اگر نابالغی یا جنون کی حالت میں کہا کہ جس وقت میں بالغ ہوں یا مجھے (افاقہ) ہو تو یہ غلام آزاد ہے تو عتق منعقد نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ اگر اعتاق کو ایسی حالت کی جانب مضاف کیا جس کا واقع ہو جانا معلوم ہے حالانکہ وہ ایسی حالت میں آزاد کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا تھا تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اپنے جنون کی حالت میں اس غلام کو آزاد کیا ہے حالانکہ اس کا جنون معلوم نہیں ہوا تو اس کے قول کی تصدیق نہیں ہوگی۔ یہ بدائع میں ہے اور جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہو جاتا ہے تو وہ افاقہ کی حالت میں عاقل قرار دیا جائے گا اور جنون کی حالت میں مجنون یہ بحرالرائق میں ہے اور جو شخص باکراہ آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے آزاد کیا یا نشہ کے مست نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔ یہ بدائع میں ہے اور عتق کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ آزاد کرنے والا معتوہ نہ ہو اور مدہوش نہ ہو اور اس کو برسام کی بیماری نہ ہو اور نہ ایسا شخص ہو جس پر بدون نشہ کے بیہوشی طاری ہوئی ہو اور سویا ہوا نہ ہو چنانچہ ان لوگوں میں سے کسی کا آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے کہا میں نے اپنے غلام کو سونے کی حالت میں آزاد کیا ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی پیدائش سے پہلے یا غلام کی پیدائش سے پہلے غلام کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور آزاد کرنے والے کا بطوع خود آزاد کرنا ہمارے نزدیک آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور نیز اس کا قصد کرنے والا ہونا بھی بالاجماع شرط نہیں ہے حتیٰ کے اگر اس نے ہزل و دل لگی سے بدون قصد آزاد کیا تو صحیح ہوگا اور اسی طرح عمداً ہونا بھی شرط نہیں ہے حتیٰ کہ بھولے سے آزاد کرنے والے کا اعتاق صحیح ہوگا اور اسی طرح اعتاق میں شرط خیار نہ ہونا بھی شرط نہیں ہے خواہ اعتاق بعوض یا بغیر عوض ہو بشرطیکہ خیار مولیٰ کے واسطے ہو حتیٰ کہ عتق واقع ہوگا اور شرط باطل ہوگی اور اگر خیار غلام کے واسطے ہو تو اس کے خیار شرط سے خالی ہونا اعتاق صحیح ہونے کی شرط ہے حتیٰ کہ اگر غلام نے ایسی حالت میں عقد رد کر دیا تو فسخ ہو جائے گا اور اسی طرح آزاد کرنے والے کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے پس کافر کی طرف سے آزاد کرنا صحیح ہے لیکن اگر مرتد نے آزاد کیا ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فی الحال نافذ نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا اور اگر مرتدہ عورت نے آزاد کیا تو بالاتفاق نافذ ہوگا اور اسی طرح آزاد کرنے والے کا تندرست ہونا شرط نہیں ہے پس اگر ایسے مریض نے آزاد کیا جو اسی مرض میں مر گیا تو عتق صحیح ہے لیکن مریض کا آزاد کرنا اس کے ایک تہائی ترکہ سے اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح زبان سے کلام کرنا بھی شرط نہیں ہے پس اگر اعتاق اس طرح تحریر کر دیا جو مثبت ہے یا اس طرح اشارہ کیا جس سے اعتاق سمجھا جاتا ہے تو یہ آزاد ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگر غلام نے اپنے مولیٰ سے کہا کہ میں آزاد ہوں حالانکہ مولیٰ بیمار پڑا ہے پس مولیٰ نے اپنا سر ہلایا یعنی ہاں کہا تو غلام آزاد نہ ہوگا۔ یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں اس کا ایک غلام ہے اس شخص سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام آزاد کیا ہے؟ پس اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں تو یہ غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ شخص زبان سے کہنے پر قادر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ آزاد کرنے والا یہ جانتا ہو کہ یہ میرا مملوک ہے چنانچہ اگر غاصب نے مالک سے کہا کہ یہ غلام آزاد کر دے پس اس نے آزاد کر دیا حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ میرا یہ غلام تھا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور مالک اس غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح بائع نے مشتری سے کہا کہ تو یہ غلام آزاد کر دے اور مبیع کی طرف اشارہ کیا پس مشتری نے اس کو آزاد کر دیا اور یہ نہ جانا کہ میرا غلام ہے تو اس کا آزاد کرنا صحیح ہوگا اور یہ امر مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اور مشتری کے

ذمہ ثمن لازم ہوگا یہ کشف کبیر میں ہے کذا فی بحر الرائق۔

اعتاق کی شرطوں میں سے ایک نیت ہے:

شیخ ابوبکرؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو کہہ کُل عبیدی احرار (میرے سب غلام آزاد ہیں) پس اس نے یہ لفظ کہا حالانکہ وہ عربی نہیں سمجھتا ہے تو اس کے سب غلام آزاد ہو جائیں گے اور میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کے غلام آزاد نہ ہوں گے۔ اگر اس سے کہا کہ تو کہہ: انت حریس (تو آزاد ہے) اس نے کہا حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ اس لفظ سے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ محکمہ قضا میں آزاد ہو جائے گا لیکن فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ آزاد نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اعتاق کی شرطوں میں سے ایک نیت ہے مگر یہ اعتاق کی دو قسموں یعنی صریح و کنایہ میں سے فقط کنایہ میں شرط ہے۔ یہ بدائع میں ہے۔ اور عتق کا سبب جو اس کا ثابت کرنے والا ہے وہ کبھی نسب کا دعویٰ ہوتا ہے اور کبھی نسبی ناتے دار میں نفس ملکیت ہوتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے سامنے ایک شخص کی حریت کا اقرار کیا تو یہ عتق کا سبب ہو سکتا ہے چنانچہ اس شخص غلام کو اگر کبھی اس شخص نے خریدا یا کسی طور سے اس کا مالک ہوا تو آزاد ہو جائے گا اور کبھی دارالحرب میں داخل ہونا سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر حربی نے ایک مسلمان غلام خریدا اور اس کو دارالحرب میں لے گیا اور یہ حال معلوم نہ ہوا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ غلام آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس کا قبضہ غلام سے زائل ہو گیا بایں طور کہ غلام اپنے حربی مالک کے پاس سے دارالاسلام میں بھاگ آیا تو وہ آزاد ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

عتق کے الفاظ تین اقسام کے ہوتے ہیں:

اگر حربی کا غلام مسلمان ہو گیا مگر دارالاسلام میں نکل نہ آیا تو وہ آزاد نہ ہوگا اگر اس کا مالک بھی مسلمان ہو گیا ہو پھر اہل اسلام نے اس ملک کو فتح کر لیا تو اس کا غلام اس کا غلام رہے گا اور اگر حربی کا غلام مسلمان ہو گیا پھر اس کے مولیٰ نے دارالحرب میں اس کو کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کے قبضہ سے پہلے وہ غلام آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر کسی ذمی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حربی دارالحرب کو لوٹ گیا اور دارالاسلام میں اپنی اُم ولد چھوڑ گیا یا ایسا غلام مدبر چھوڑا جس کو اس نے دارالاسلام میں مدبر کیا ہے تو ان دونوں کے آزاد ہو جانے کا حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور عتق کے الفاظ تین اقسام کے ہوتے ہیں ایک صریح دوم جو صریح کے ساتھ ملحق ہیں سوم کنایہ پھر جاننا چاہئے کہ صریح مثل حریت و عتق و ولاء وغیرہ الفاظ کے ہیں اور جو اُن سے مشتق ہوں وہ بھی صریح ہیں اور ایسے الفاظ سے جو عتق ہو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔ پس اگر ایسے الفاظ سے اپنے مملوک کا وصف کیا یا خبر دی یا پکارا مثلاً اپنے غلام یا باندی سے کہا کہ تو حر ہے یا معتق ہے یا محرر ہے یا عتیق ہے یا کہا کہ قد حررتک یعنی میں نے تجھے آزاد کیا ہے یا قد اعتقتك یعنی میں نے تجھے آزاد کیا ہے یا یوں کہا کہ اے حر یا اے عتیق یا اے مولیٰ یا کہا کہ یہ میرا مولیٰ ہے تو سب صورتوں میں آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے ان الفاظ میں دعویٰ کیا کہ میری مراد عتق نہ تھی تو محکمہ قضاء میں اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ حاوی قدسی میں ہے۔

اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری یہ مراد ہے کہ یہ شخص پہلے حر تھا پس اگر یہ غلام جہاد میں قید ہو کر آیا ہے تو از روئے دیانت اس کے قول کی تصدیق ہوگی مگر محکمہ قضا میں تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس غلام کی پیدائش یہیں کی ہو تو کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر غلام سے کہا کہ تو اس کام سے حر ہے یا کہا کہ تو آج کے دن اس کام سے حر ہے تو قضاء آزاد ہو جائے گا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے غلام سے کہا کہ انت حر البتہ یعنی تو البتہ آزاد ہے۔ لیکن یہ شخص ہنوز البتہ کا لفظ نہ کہنے پایا تھا کہ غلام مذکور مر گیا تو وہ

غلام مرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے گواہ کر لیئے کہ میرے غلام کا نام حر ہے پھر اس کو اے حر کہہ کر پکارا تو آزاد نہ ہو گا۔ یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اور اگر اس لفظ سے اس کی مراد انشائے عتق ہو تو آزاد ہو جائے گا۔ یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر اس کو فارسی میں پکارا کہ اے آزاد تو آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد اس کا نام رکھا پھر آزاد کہہ کر پکارا تو آزاد نہ ہو گا لیکن اگر عربی میں یا حُر کہہ کر پکارا تو آزاد ہو جائے گا' یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا غلام کسی شہر کو بھیجا اور اس سے کہا کہ جب کوئی آدمی تیرے سامنے پڑے اور تیرا قصد کرے تو کہنا کہ میں حر ہوں پھر ایک شخص اس سے معترض ہوا اور غلام نے کہا کہ میں حر ہوں پس اگر مولیٰ نے بھیجنے کے وقت اس سے کہا ہو کہ میں نے تیرا نام حر رکھا ہے اور کوئی تیرا قصد کرے تو اس سے کہنا کہ میں حر ہوں تو غلام مذکور آزاد نہ ہو گا اور اگر مولیٰ نے اس سے یہ نہ کہا کہ میں نے تیرا نام حر رکھا ہے بلکہ یہی کہا کہ جب کوئی تیری طرف قصد کرے تو تو کہنا کہ میں حر ہوں پھر غلام نے اپنی طرف قصد کرنے والے سے کہا کہ میں حر ہوں تو قضاءً آزاد ہو جائے گا اور جب تک غلام نے یہ نہیں کہا ہے کہ میں آزاد ہوں تب تک آزاد نہ ہو گا جیسے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو کہہ کہ میں آزاد ہوں تو جب تک یہ نہ کہے کہ میں آزاد ہوں تب تک آزاد نہ ہو گا اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میرے غلام سے کہہ کہ تو آزاد شدہ ہے یا کہا کہ وہ آزاد ہے تو فی الحال آزاد ہو جائے گا اور اگر ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے غلام سے کہہ کہ تو آزاد ہے تو آزاد نہ ہو گا جب تک کہ یہ مامور اس سے اس طرح نہ کہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک آدمی سے کہا کہ اے سالم تو آزاد ہے پھر یہ آدمی اس کا دوسرا غلام نکلا......؟

اگر اپنے غلام سالم نام کو پکارا کہ اے سالم پس مرزوق نے جواب دیا کہ جی پس مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے حالانکہ اس کی نیت نہ تھی تو وہی آزاد ہو جائے گا جس نے جواب دیا ہے اور اگر مولیٰ نے اس صورت میں کہا کہ میں نے سالم کی نیت کی تھی تو حکم قضاء میں دونوں آزاد ہو جائیں گے مگر فیما بینہ وبین اللّٰہ تعالیٰ خاصۃً وہی آزاد ہو گا جس کی نیت کی تھی اور اگر ایک آدمی سے کہا کہ اے سالم تو آزاد ہے پھر یہ آدمی اس کا دوسرا غلام نکلا یا کسی غیر کا غلام نکلا تو سالم آزاد ہو گا یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے شخص[1] سے کہا کہ کیا یہ آزاد نہیں ہے اور اپنے غلام کی طرف اشارہ کیا تو قضاءً وہ آزاد ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ (انت حرۃ و انت ضمیر مؤنث مخاطبہ کی ہے اور حرۃ صیغہ مؤنث ہے) یا باندی سے کہا کہ انت حر (انت ضمیر مذکر خطاب اور حر صیغہ مذکر) تو غلام مذکور یا باندی مذکورہ آزاد ہو جائے گی یہ محیط و فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ العتاق علیک یعنی تجھ پر عتاق وارد ہوا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا آزاد کرنا مجھ پر واجب ہے تو آزاد نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا آزاد کرنا واجب ہے تو آزاد نہ ہو گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ انت عتیق یعنی تو عتق ہے تو آزاد ہو جائے گا اگرچہ نیت نہ کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غلام سے کہا کہ انت حر اولا یعنی تو آزاد ہے یا نہیں ہے تو بالاجماع آزاد نہ ہو گا۔ یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ انت اعتق من فلان اور فلان کے لفظ سے اپنا دوسرا غلام مراد لیا اور اس کلام سے اس کی مراد یہ ہے کہ تو فلاں مذکور سے پہلے سے میری ملک میں ہے یعنی اعتق سے پرانے کے معنی مراد لیے تو حکم قضا میں اس کے قول کی تصدیق نہ ہو گی بلکہ غلام مذکور آزاد ہو جائے گا لیکن فیما بینہ و بین اللّٰہ تعالیٰ اگر اس کی یہی مراد تھی تو سچا ہو گا اور اگر کہا کہ انت اعتق من ھذا فی ملکی اوقال فی السن یعنی تو میری ملک میں بہ نسبت اس غلام کے پرانا ہے یا سن میں اس سے پرانا ہے تو کسی طرح آزاد نہ ہو گا اور اسی

---

[1] کیا یہ آزاد نہیں ہے یعنی ہے بنظر محاورہ اور نیت کا حال خدا تعالیٰ جانتا ہے۔

طرح اگر کہا کہ تو عتیق السن ہے (پرانا عمر میں ہے) تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ انت حر (تو حر ہے) یعنی حسن میں یکتا ہے تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ انت عتیق (تو آزاد ہے) اور دعویٰ کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ میری ملک میں پرانا ہے تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر ایک شخص نے غلام کہا کہ تجھے[1] اللہ تعالیٰ نے آزاد کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اگرچہ اس نے آزادی کی نیت نہ کی ہو اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا تو حر السن ہے یا حر الحسن ہے یا جمال و حسن میں حر الوجہ (چہرہ) ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو اپنے اخلاق میں حر النفس ہے تو آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اجناس میں مذکور ہے کہ اگر غلام سے کہا کہ اے حر النفس تو قضاءً آزاد ہو جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص کا غلام ہے جس پر قصاص لازم آنے کی وجہ سے مولیٰ کو اس کا خون حلال ہو گیا ہے پس مولیٰ نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا پھر دعویٰ کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ میں نے تجھے خون کے مواخذہ سے آزاد کیا تو حکم قضا میں یہ کلام رقیت سے آزاد کرنے پر محمول ہوگا (یعنی آزاد ہو جائے گا) اور باوجود اس کے اس پر عفو کرنا بھی لازم ہوگا کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے اس لئے کہ یہ اس کی نیت تھی اور اگر یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قتل سے آزاد کرنے کی نیت کی تھی تو عفو کرنا اس پر لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے خون کے قصاص سے اس کو خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد کیا ہے تو جو اس نے کہا ہے اسی پر محمول کیا جائے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا نسب حر ہے یا کہا کہ تیری اصل حر ہے پس اگر یہ معلوم ہو کہ وہ سبی (جہاد کا گرفتار شدہ) ہے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ گرفتار شدہ ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ تیرے ماں و باپ آزاد ہیں تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اس کی پیدائش کے بعد آزاد کئے گئے ہوں۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اور اس غلام کا ایک بیٹا ہے پس مولیٰ نے کہا کہ تیرا بیٹا آزاد ہے تو بیٹا آزاد ہے اور باپ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تیرا بیٹا آزاد کا بیٹا ہے تو باپ آزاد ہوگا اور بیٹا آزاد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عربیت سے ''مخصوص'' مسائل کا بیان:

قال المترجم اب ایسے مسائل کا بیان ہوتا ہے جو ایک گونہ عربیت سے متعلق ہیں پس ان کو اصل زبان عربی کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہئے قال اور اگر عتق کو ایسے جزو بدن کی طرف مضاف کیا جس سے تمام بدن سے تعبیر کی جاتی ہے مثلاً کہا کہ تیرا سر یا تیری گردن یا تیری زبان آزاد ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اگر ایسے جزو بدن کی طرف مضاف کیا جس سے تمام بدن سے تعبیر نہیں کی جاتی ہے تو آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم فرج عرب کی زبان میں وہ جسم کہ جس کو شرمگاہ خواہ مرد کا ہو یا عورت کا ہو اور ذکر خاص مرد کا آلۂ تناسل اور قبل خاص عورت کا جسم اگلا پس اب سننا چاہئے کہ کتاب میں فرمایا کہ اگر باندی یا غلام سے کہا کہ تیری فرج آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا بخلاف لفظ ذکر کے اور یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے اور اگر باندی سے کہا کہ تیری فرج جماع سے آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ قضاءً آزاد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دبر[2] (یعنی جماع کئے جانے ست) یا است کی طرف اگر مضاف کیا تو اصح یہ ہے کہ آزاد ہو جائے گا کذا فی النھر الفائق اور بعض نے فرمایا یہ آزاد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر کہا کہ تیری عتق (گردن) آزاد ہے تو بعض نے فرمایا کہ جیسے رقبی کہنے سے آزاد ہوتا ہے اسی طرح عتق کہنے سے بھی

---

[1] قال المترجم قولہ اعتقک اللہ تعالیٰ جب دعا کے موقع پر ہو تو انشائی عتق نہیں ہے اور اختلاف سے اسی طرف اشارہ ہے۔ [2] اقول ظاہر لوجہ یہ ہے کہ کفار دار الحرب میں سب رقیق ہیں اگرچہ مملوک مقبوض نہ ہوں ہکذا قالوا فافہم۔ [3] قال دبر پاخانہ کا مقام اور است مقعد چوتڑ و کون سب اور کبھی فقط چوتڑ مراد ہوتے ہیں اور کبھی کون فقط۔

آزاد ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ عتق اگرچہ بدن بمعنی گردن ہے لیکن آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ رقبہ بول کر تمام بدن کی تعبیر کرنا مستعمل ہے اور عتق سے تمام بدن کی تعبیر کا استعمال نہیں ہے جیسے دبر کا ایسا استعمال نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا منہ آزاد کا منہ ہے یا تیرا بدن آزاد کا بدن ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تیرا سر مثل آزاد کے سر کے ہے یا تیرا منہ مثل آزاد کے منہ کے ہے یا تیرا بدن مثل آزاد کے بدن کے ہے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرا آزاد چہرا ہے یا تیرا بدن آزاد بدن ہے تو آزاد ہو جائے گا اسی طرح اگر کہا کہ تیری فرج آزاد فرج ہے تو باندی آزاد ہو جائے گی کذا فی السراج الوہاج قلت اور اگر غلام سے کہا تو وہ بھی آزاد ہوگا فتامل فیہ اور اگر کہا تو مثل آزاد کے ہے تو بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا یہ مجمع و کافی میں ہے اور اگر کہا کہ اہل بلخ کے غلام آزاد ہیں یا کہا کہ اہل بغداد کے غلام آزاد ہیں مگر اس نے اپنے غلاموں کی نیت نہ کی حالانکہ وہ بھی بغداد کا رہنے والا ہے یا کہا کہ اہل بغداد کا ہر غلام آزاد ہے یا کہا کہ ہر غلام[1] جو زمین پر ہے یا ہر غلام جو دنیا میں ہے آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کے غلام آزاد نہ ہوں گے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آزاد ہو جائیں گے مگر فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے اور اگر ایسی صورت میں یوں کہا کہ ہر غلام جو اس کوچہ میں ہے آزاد ہے حالانکہ اس کا غلام بھی اس کوچہ میں ہے یا کہا کہ ہر غلام جو جامع مسجد میں ہے تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر کہا کہ ہر غلام جو اس دار میں ہے آزاد ہے حالانکہ اس کے غلام بھی اس دار میں ہیں تو بالاتفاق اس کے غلام آزاد جائیں گے اور اگر کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سب آزاد ہیں تو بالاتفاق اس کے غلام آزاد نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ آزاد ہو جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایک آزاد عورت سے کہا کہ تو ایسی ہی آزاد ہے اور ایسے کے لفظ سے اپنی باندی کی طرف اشارہ کیا اور مراد لیا تو اس کی باندی آزاد ہو جائے گی اور اگر اس نے پھر دعویٰ کیا کہ میری مراد اعتاق نہ تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو آزاد ہے جیسے یہ عورت حالانکہ یہ عورت کسی دوسرے شخص کی باندی ہے تو اس کی باندی آزاد ہو جائے گی۔ یہ جامع الجوامع سے تاتارخانیہ میں نقل ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا تو ایسی ہے جیسی یہ عورت حالانکہ یہ عورت ایک آزاد عورت ہے تو اس کی باندی آزاد نہ ہوگی الا جب کہ اس عتق کی نیت کی ہو اور اسی طرح اگر کسی آزاد عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے جیسی یہ عورت اور یہ عورت اس کی باندی ہے تو اس کی باندی آزاد نہ ہو جائے گی الا اس صورت میں کہ اس کے عتق کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مملوک کے سلے ہوئے کپڑے کو کہا کہ یہ آزاد کی سلائی ہے یا مملوک کے چوپایہ کو کہا کہ یہ آزاد کا چوپایہ ہے یا مملوک کی چال کو کہا کہ یہ آزاد کی چال ہے یا مملوک کی باتوں کو کہا کہ یہ آزاد کی باتیں ہیں تو بدوں نیت کے آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قال المترجم ہماری زبان میں قولہ یہ آزاد کا چوپایہ ہے آزاد ہونا اظہر ہی فافہم ایک شخص نے کہا کہ آزاد ہے پس اس سے پوچھا گیا کہ تیری کیا مراد تھی اس نے کہا کہ میرا غلام تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ملحق بصریح الفاظ کا بیان:

مالک نے کہا کہ میں نے تیرا نفس تیرے واسطے ہبہ کیا یا تیرا نفس تجھے ہبہ کیا یا تیرے نفس کو تیرے ہاتھ فروخت کیا تو مملوک اس کلام سے آزاد ہو جائے گا خواہ غلام قبول کرے یا نہ کرے خواہ مولیٰ نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ حاوی قدسی میں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیری گردن تیرے واسطے ہبہ کر دی پس غلام نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو آزاد ہو جائے گا کذا فی

---

[1] اقوال یہ اختلاف اصول میں معروف ہے اسی واسطے میں نے کل ترجمہ سب نہیں کیا تاکہ اختلاف اصول جاری رہے فافہم۔

المحیط اور یہی اصح ہے۔ یہ ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ میں نے تیرا نفس تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا تو یہ غلام کے قبول[1] پر موقوف ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرا نفس تجھے صدقہ دے دیا تو آزاد ہو جائے گا خواہ عتق کی نیت ہو یا نہ ہو خواہ غلام نے قبول کیا یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ میں نے تیرا عتق تجھے ہبہ کیا اور دعویٰ کیا کہ میری مراد عتق سے اعراض تھی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں چنانچہ ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو مولیٰ فلاں کا ہے (یعنی اپنا نام نہ لیا) یا کہا کہ فلاں عتیق ہے تو قضاءً آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ تجھے فلاں نے آزاد کیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کنایاتِ عتق کا بیان:

مثلاً غلام سے کہا کہ لا ملك لی علیك یعنی میری تجھ پر ملک نہیں ہے قال المترجم ہماری زبان میں آزاد ہونا اظہر ہے اور کنایہ نہ ہوگا بخلاف زبان عرب کے کہ قابو میں چلتا ہے تو بھی ایسا کہتے ہیں یا کہا کہ لا سبیل لی علیك میرے واسطے تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے یا کہا کہ قد خرجت عن ملکی تو میرے ملک سے باہر ہو گیا یا خلیت سبیلك میں نے تیری راہ خالی کر دی (یعنی خود مختار کر دیا) پس اگر اس سے حریت کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گا اور اگر یہ نیت نہ کی تو آزاد نہ ہوگا۔ یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ میرے واسطے تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے سوائے ولاء[(1)] کے تو قضاءً آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری مراد عتق نہ تھی تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میرے واسطے تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے سوائے راہ موالات کے تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہے ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ میرا رق تجھ پر نہیں ہے پس اگر عتق کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گا ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے تو امام رحمۃ اللہ کے قول کے موافق آزاد نہ ہوگا اگرچہ عتق کی نیت کی ہو اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے کر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا اگرچہ اس نے عتق کی نیت کی اور اور صاحبینؒ سے مروی ہے کہ وہ آزاد ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنے غلام سے کہا کہ تو لوجہ اللہ تعالیٰ ہے تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو لوجہ اللہ تعالیٰ کر دیا خواہ صحت میں کہا یا مرض میں یا وصیت میں اور کہا کہ میں نے عتق کی نیت نہیں کی یا کچھ بیان نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو یہ غلام فروخت کیا جائے گا اور اگر عتق کی نیت کی ہو تو آزاد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کا غلام ہے تو بلا خلاف وہ آزاد نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنے غلام یا باندی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں پس اگر آزادی کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر اپنی باندی سے کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور مراد عتق تھی تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی ہے اور مراد عتق ہے تو ہمارے نزدیک آزاد نہ ہوگی۔ یہ بدائع میں ہے اور اگر باندی سے کہا کہ تیری فرج مجھ پر حرام ہے اور عتق کی نیت کی تو آزاد نہ ہوگی اور اگر اپنے غلام سے بطور ہجاء یوں کہا کہ تو حر ہے پس اگر عتق کی نیت ہو تو آزاد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ لا سلطان لی علیك یعنی مجھے تجھ پر کچھ غلبہ حاصل نہیں ہے یا کہا کہ جہاں

---

[1] قال المترجم پس اگر غلام نے قبول کیا تو فی الحال آزاد ہو جائے گا اور معاوضہ اس پر قرضہ ہوگا۔

(1) اس واسطے کہ یہ عتق کے استعمال میں حقیقت ہو گیا ہے یہی عرف معروف ہے۔

جا ہے چلا جایا کہا کہ جدھر جی چاہے توجہ کر تو وہ آزاد نہ ہوگا اگر چہ نیت کی ہو اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا تو بائنہ ہے یا تو مجھ سے بائنہ ہوگئی یا میں نے تجھے حرام کیا یا تو خلیہ ہے یا بریہ ہے یا کہا کہ تو اختیار کر پس باندی نے کہا میں نے اختیار کیا یا کہا کہ تو نکل یا استبراء کر پس اس نے ایسا ہی کیا تو ہمارے نزدیک آزاد نہ ہوگی اگر چہ مالک نے عتق کی نیت کی ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تو میری باندی نہیں ہے یا کہا کہ میرا تجھ پر کوئی حق نہیں ہے تو آزاد نہ ہوگی اگر چہ عتق کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور طلاق کا لفظ خواہ صریح لفظ ہو یا بکنایہ ہو باندی آزاد نہ ہوگی اگر چہ عتق کی نیت کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے یا کہا کہ تو اختیار کر تو نیت (مولیٰ کی) پر موقوف ہے اور (کذا فی النسخة الحاضرة) اگر غلام سے کہا کہ تیرا امر آزادی تیرے ہاتھ میں ہے یا کہا کہ میں نے تیرا عتق تیرے ہاتھ میں کر دیا یا کہا کہ تو عتق کو اختیار کر یا کہا کہ میں نے عتق کے مقدمہ میں تجھے اختیار دیا یا تیرے عتق میں تجھے مختار کیا تو اس سب میں نیت کی کچھ حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ یہ صریح ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ غلام عتق اختیار کرے مگر یہ اختیار مولیٰ کی طرف سے اسی مجلس تک کے واسطے ہوگا کہ اگر غلام نے اسی مجلس میں عتق اختیار کیا تو آزاد ہوگا ورنہ نہیں یہ بدائع میں ہے۔

ایک مرد کے پاس ایک باندی اس کی ملک میں ہے پس اس کی بیوی نے اس باندی کے معاملہ میں شوہر کو کچھ ملامت کی پس شوہر نے بیوی سے کہا کہ اس کے کام کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے پس بیوی نے اس کو آزاد کر دیا پس اگر شوہر نے اس کلام سے اس کے عتق کے کام میں نیت کی ہو تو باندی مذکورہ آزاد ہو جائے گی ورنہ نہیں اس واسطے یہ اختیار معاملہ بیع کے واسطے ہوگا یعنی بیع کر دے لیکن اگر اس طرح کہا کہ اس باندی کے حق میں جو تو کرے وہ جائز ہے تو یہ آزاد کرنے وغیرہ سب کے واسطے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تو اپنے نفس کو آزاد کر دے پس باندی نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو یہ باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ اپنے نفس کے معاملہ میں جو تو چاہے وہ کر پس اگر غلام نے مجلس سے اٹھنے سے پہلے اپنے نفس کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر اپنے نفس کو آزاد کرنے سے پہلے اُٹھ کھڑا ہوا تو بعد مجلس سے کھڑے ہو جانے کے اپنے نفس کو آزاد نہیں کر سکتا ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ ایسی صورت میں جس کو چاہے اپنے نفس کو ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یا صدقہ میں دیدے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو غیر مملوک ہے تو اس کی طرف سے یہ عتق نہ ہوگا لیکن اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کے ملک کا دعویٰ کرے اور اگر وہ غلام مر گیا تو بوجہ ولاء کے اس کا وارث بھی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر اس کے بعد غلام مذکور نے کہا کہ میں اس کا مملوک ہوں اور اس نے غلام کے قول کی تصدیق کی تو غلام اس کا مملوک ہوگا یہ ابراہیم نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا باندی سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے پس اگر مملوک مذکور اس کے فرزند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی سن اس کا ایسا ہو کہ اس مدعی کا بیٹا یا بیٹی ہو سکے اور وہ مجہول النسب بھی ہو کہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کس کا نطفہ ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا خواہ غلام اعجمی جلیب ہو یعنی غیر ملک سے لایا گیا ہو یا وہیں کی پیدائش ہو اور اگر مملوک مذکور اس کے فرزند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن اس کا نسب معروف ہو تو بالاتفاق مملوک مذکور آزاد ہو جائے گا مگر نسب ثابت نہ ہوگا اسی طرح اگر مملوک مذکور اس کے فرزند ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو بھی نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق مملوک آزاد ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ زاد میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے حالانکہ اتنی بڑی عمر کا آدمی ایسے شخص کی اولاد میں نہیں ہوسکتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا:

اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے یا اپنی باندی سے کہا یہ میری ماں ہے اور مملوک نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ فرزندی کے دعوئی میں بھی بدون تصدیق مملوک کے نسب ثابت نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ مملوک کی تصدیق شرط نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا[1] باپ ہے حالانکہ اتنی بڑی عمر کا آدمی ایسے شخص کی اولاد میں نہیں ہوسکتا ہے (مثلاً برابر عمر ہے یا مالک بہ نسبت غلام زیادہ سن رکھتا ہے) تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر طفل صغیر سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو بعض نے فرمایا کہ اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالا جماع آزاد نہ ہوگا۔ یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا چچا ہے تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ آزاد ہو جائے گا اور صحیح یہ ہے کہ آزاد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا چچا ہے یا ماموں ہے تو آزاد ہو جائے گا اور یہی مختار ہے انتہی اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے یا باندی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ مسئلہ اتفاقی ہے کہ آزاد نہ ہوگا اور یہی اظہر ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے یا میری بہن ہے تو ظاہر الراوایہ میں آزاد نہ ہوگا اور یہی روایت اصل ہے لیکن اگر نیت ہو تو آزاد ہو جائے گا یہ غایہ سروجی میں ہے اور اگر کہا کہ یہ میرا پدری بھائی ہے یا مادری بھائی ہے تو آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر غیر کے غلام سے کہا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے پھر اس کو خرید اتو آزاد ہو جائے گا لیکن نسب ثابت نہ ہوگا۔ یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ یہ عورت میری خالہ یا پھوپھی زنا سے ہے تو آزاد ہو جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ میرا بیٹا یا بھائی یا بہن زنا سے ہے تو بھی آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اے بیٹے یا اے بھائی تو آزاد نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الکافی اور یہی ظاہر ہے لیکن تحفہ میں مذکور ہے کہ اگر نیت کی ہو تو آزاد ہو جائے گا یہ غایہ سروجی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے بیٹے یا باندی سے کہا کہ اے میری بیٹی تو آزاد نہ ہو جائے گی اگر چہ عتق کی نیت ہو جیسے اگر کہا کہ اے بیٹے یا اے بیٹی تو آزاد نہیں ہوتی ہے یعنی فقط اے بیٹا یا اے بیٹی بدون اپنی طرف اضافت کرنے کے کہا تو نہیں آزاد ہوتی ہے اگر چہ نیت عتق کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ نوادر بن رستم میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر غلام سے کہا کہ اے میرے باپ یا اے میرے دادا یا اے میرے چچا یا اے میرے ماموں یا باندی سے کہا کہ اے میری پھوپھی یا اے میری خالہ یا اے میری بہن تو ان سب صورتوں میں آزاد نہ ہوگا اور تحفۃ الفقہاء میں اس قدر عبارت زائد کی ہے کہ لیکن اگر نیت کی ہو تو آزاد ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔

شیخ ابو القاسم صفار سے منقول ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی باندی چراغ لا کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی پس مولیٰ نے اس سے کہا کہ اے پری چہرہ میں چراغ لے کر کیا کروں کہ تیرا چہرہ خود چراغ سے زیادہ روشن ہے تو ایسی کہ میں تیرا

---

[1] قال المترجم یہاں اور اس کے مثال میں باپ یا بیٹے کے دعوئی کرنے سے مراد یہ تھی کہ دعوئی کرے نہ یوں کہ مثل رواج کے بڑے کو باپ یا چھوٹے کو بیٹا کہہ دیتے ہیں اور واضح رہے کہ مالک کے دعوئی کرنے میں یہ قید نہیں لگائی کہ مالک مجہول النسب ہو وہذا ہو الظاہر فلیتد بر۔

غلام ہوں تو شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب مہربانی کے کلمات قرار دیے جائیں گے اور باندی آزاد نہ ہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ مولیٰ نے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو امام محمدؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے سردار یا اے میرے سردار یا اپنی باندی سے کہا کہ اے سردار یا اے میری سردار پس اگر ان صورتوں میں عتق کی نیت کی ہو تو بلا خلاف عتق ثابت ہو جائے گا اور اگر عتق کی نیت نہ کی ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک مختار یہ ہے کہ آزاد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ اے آزاد مرد یا باندی سے کہا کہ اے آزاد عورت یا باندی سے کہا اے میری کدبانو یا اے کدبانو پس اگر عتق کی نیت کی تو آزاد ہوگا اور اس میں کچھ اختلاف نہیں اور اگر عتق کی نیت نہ ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث کا مختار یہ ہے کہ آزاد نہ ہوگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے زاد مرد یعنی بدون الف کے زاد فقط کہا تو فقیہ ابوبکر رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا اگرچہ عتق کی نیت کی ہو یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ تم لوگ آزاد ہو سوائے فلاں وفلاں وفلاں کے تو یہ سب غلام آزاد ہو جائیں گے:

اگر اپنی باندی سے کہا کہ اے مولیٰ زادہ تو وہ آزاد نہ ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا اے نیم آزاد (یعنی نصف آزاد) تو یہ قول بمنزلہ اس کلام کے ہے کہ غلام سے کہا کہ تیرا نصف حصہ آزاد ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ جب تک تو غلام تھا تب تک میں تیرے عذاب میں گرفتار تھا اب کہ تو نہیں ہے تب بھی تیرے عذاب میں گرفتار ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ کلام اس کی طرف سے غلام کے عتق کا اقرار ہے پس قضاءً غلام آزاد ہو جائے گا۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا تو مجھ سے زیادہ آزاد ہے پس اگر عتق کی نیت کی ہو تو آزاد ہو جائے گا ورنہ نہیں ایک غلام نے اپنے مولیٰ سے کہا کہ میری آزادی پیدا کریں مولیٰ نے کہا کہ تیری آزادی میں نے پیدا کی اور نیت عتق نہ کی تو آزاد نہ ہوگا قلت (قال المترجم سقوط فی الاصل) قضاءً آزاد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ اے میرے مالک تو بلا نیت آزاد نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنا غلام آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں تیرے باپ کا مولیٰ ہوں کہ تیرے باپ نے میرے باپ و ماں کو آزاد کیا ہے تو زید مذکور عمرو کا غلام نہ ہوگا اور اسی طرح اگر زید نے کہا کہ میں تیرے باپ کا مولیٰ ہوں اور یہ نہ کہا کہ مجھے تیرے باپ نے آزاد کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور زید حر ہوگا اگر زید نے کہا کہ میں تیرے باپ کا مولیٰ ہوں اور مجھے تیرے باپ نے آزاد کیا ہے پس اگر عمرو نے باپ کے آزاد کرنے سے انکار کیا تو زید اس کا مملوک ہوگا لیکن اگر زید گواہ لائے کہ عمرو کے باپ نے اس کو آزاد کیا ہے تو زید کے گواہ مقبول ہوں گے اور وہ آزاد ہو گا۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور غلام کے پاس مال ہے تو یہ مال مولیٰ کا ہوگا سوائے اتنے کپڑے کے جو غلام کی ستر پوشی کرے اور یہ بھی مولیٰ کے اختیار میں ہے کہ کپڑوں میں سے جو کپڑا چاہے دیدے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ تم لوگ آزاد ہو سوائے[1] فلاں وفلاں وفلاں کے تو یہ سب غلام آزاد ہو جائیں گے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

قال المترجم اس وجہ سے کہ مستثنیٰ منہ کے ساتھ حکم حریت متعلق ہوا پس استثناء کارآمد نہ ہوگا و قیل الاستثناء باطل فتدبر۔

ایک شخص کے پانچ غلام ہیں پس اس نے کہا کہ دس میرے مملوکوں میں سے آزاد ہیں الا ایک تو سب آزاد ہوں گے اور اگر کہا کہ میرے مملوک دسوں آزاد ہیں الا واحد تو چار آزاد ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مرد آزاد کرنا چاہے تو چاہئے کہ غلام

[1] انہی تینوں غلاموں کو استثناء کیا۔

آزاد کرے اور عورت کو چاہئے کہ باندی آزاد کرے یہ مستحب ہے تاکہ مقابلہ اعضاء ٹھیک مستحق ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ قال المترجم حدیث شریف میں یہ مضمون ہے کہ جو شخص بندہ آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو بمقابلہ اعضائے بندہ کے آتش دوزخ سے آزاد فرماتا ہے پس استحباب مسئلہ مذکور بر بنائے حدیث موصوف ہے فافہم اور یہ مستحب ہے کہ جب آدمی سات برس کسی بندہ سے خدمت لے لے تو اس کو آزاد کر دے یا کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے کہ شاید وہ آزاد کر دے یہ تاتارخانیہ میں حجۃ سے منقول ہے اور مستحب ہے کہ آزاد کرنے والا بندہ کو ایک عتاق نامہ لکھ کر اس پر ثقہ لوگوں کی گواہی کرا دے تاکہ غلام کے حق میں مضبوطی رہے اور باہم اختلاف اور انکار[1] سے حفاظت ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل : ①

ملک وغیرہ کی وجہ سے آزاد ہونے کے بیان میں

جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک[2] ہو۔ وہ اس کی طرف سے فوراً آزاد ہو جائے گا خواہ یہ مالک صغیر یا کبیر ہو (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) عاقل ہو یا مجنون ہو یہ غایۃ البیان میں ہے اور ذی رحم محرم سے ہر ایسا قرابت دار مراد ہے جس سے نکاح ہمیشہ کے واسطے حرام ہو پس رحم عبارت ہے قرابت سے اور محرم عبارت ہے حرمت مناکحت سے پس اگر محرم بلا رحم کا مالک ہوا تو وہ آزاد نہ ہوگا مثلاً اپنے پسر کی زوجہ یا باپ کی زوجہ یا چچا کی بیٹی کا جو اس کی رضاعی بہن ہے مالک ہوا تو کوئی آزاد نہ ہو جائی گی اسی طرح اگر رحم ہو مگر محرم نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے مثلاً ماموں یا چچا کی اولاد کا مالک ہوا تو وہ آزاد نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کوئی ایسے آدمی کا مالک ہوا جو بسبب رضاعت یا مصاہرت کے اُس پر دائمی حرام ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر بیوی و مرد میں سے کوئی دوسری کا مالک ہوا تو اس کی طرف سے آزاد نہ ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور مالک خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو دار الاسلام میں اس حکم کے واسطے کچھ فرق نہ ہوگا اور اسی طرح جس ذی رحم محرم کا مالک ہوا ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور چونکہ یہ حکم دار الاسلام میں ہے لہٰذا اگر دار الحرب میں کوئی حربی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ اس کی طرف سے آزاد نہیں ہو جائے گا۔ یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر کوئی حربی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو کر امان لے کر دار الاسلام میں آیا تو مملوک مذکور اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مملوک نے اپنی اولاد کو خرید ا (اس واسطے کہ وہ در واقع مالک نہ ہو) تو وہ آزاد نہیں ہو جائے گا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اگر غلام ماذون نے ایسا مملوک خریدا جو اس کے مالک کا ذی رحم محرم ہے اور اس پر اس قدر قرضہ نہیں ہے جو بالکل محیط ہو تو مولیٰ کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر قرضہ محیط ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کا بیٹا خریدا تو بالاتفاق آزاد نہ ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں حجۃ سے منقول ہے اور اگر مکاتب نے ایسے لوگوں کو خریدا جن کی فروخت کا مجاز نہیں ہے جیسے والدین و اولاد وغیرہ پھر مولیٰ نے ان کو آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائیں گے یہ مضمرات میں ہے اور جو شخص غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہے اگر اس نے موکل کا ذی رحم محرم خریدا تو وہ (اس وجہ سے کہ بیع بحق وکیل نافذ ہوگی) آزاد نہ ہو جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور ایک شخص نے اپنے پسر کے واسطے اپنے مرض الموت میں ہزار درہم کا اقرار کیا اور اس شخص کا سوائے اس کے

---

[1] قال المترجم یہ لفظ شامل تر ہے خواہ انکار از جانب آزاد کنندہ ہو یا اس کے وارث کی طرف سے ہو۔
[2] قال المترجم واضح ہو کہ ملک سے مراد حقیقی موثر عتق ہے۔

کوئی وارث نہیں ہے اور کچھ مال بھی نہ چھوڑا سوائے ایک مملوک کے کہ وہ اس پسر کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اور اس مملوک کی قیمت اسی قدر ہے جس قدر قرضہ کا میت نے اپنے پسر کے واسطے اقرار کیا ہے تو محمدؒ نے فرمایا کہ مملوک آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ مرض میں جو اقرار ہو وہ گویا وصیت ہے پس جب پسر مذکور اس کا مالک ہوا تو وہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اقرار مذکور حالت صحت میں واقع ہوا ہو تو مملوک مذکور آزاد نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ وارث مذکور اس کا مالک نہیں ہوا بدین وجہ کہ قرضہ مذکور کی میت کے ترکہ کو محیط ہے اور اس بیان سے یہ فائدہ ثابت ہوا کہ جب ترکہ میں وارث کا قرضہ ہو تو وہ وارث کے ترکہ کے مالک ہونے سے مانع ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایسی باندی خریدی جو اس کے باپ کے نطفہ سے پیٹ سے ہے حالانکہ وہ باندی اس کے باپ کے سوائے کسی غیر کی ملک ہے تو خرید جائز ہوگی اور جو اس کے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہوگا اور باندی آزاد نہ ہوگی اور جب تک وضع حمل نہ ہو تب تک اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے کہ اس کی بیع جائز نہ ہوگی اور بعد وضع حمل کے اس کو فروخت کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر بچہ جننے کے وقت اپنی باندی سے کہا کہ تو حرہ ہے:

اگر حاملہ باندی کو آزاد کیا تو اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا اور اگر فقط حمل کو آزاد کیا تو بدون باندی کے فقط حمل آزاد ہوگا اگر کسی قدر مال پر حمل کو آزاد کیا تو حمل آزاد ہوگا اور مال واجب نہ ہوگا اور عتق کے وقت حمل موجود ہونا اسی طرح دریافت ہو سکتا ہے کہ وقت عتق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر وقت عتق سے چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنی تو آزاد نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ حمل میں جوڑ یا دو بچہ ہوں کہ پہلا بچہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا پھر دوسرا چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا یا یہ باندی طلاق یا وفات کی عدت میں ہو پس وقت فراق سے دو برس سے کم میں بچہ جنی پس اگرچہ وقت اعتاق سے چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی ہو بہر حال اس صورت میں حمل آزاد ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ باندی کا بچہ جو اس کے مولیٰ سے ہو آزاد ہے اور جو اس کے شوہر سے پیدا ہو وہ اس کے مولیٰ کا مملوک ہے بخلاف مغرور کے بچہ کے کہ اس کو فریب دیا گیا ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ ماں کا تابع ہو اور آزاد عورت کا بچہ ہر حال میں آزاد ہوتا ہے اس واسطے کہ عورت کا پلہ بھاری ہے پس حریت کے وصف میں عورت کا تابع ہوگا جیسے کہ مملوکیت و مرقوقیت[1] و تدبیر و امومیۃ الولد و کتابت میں یہ وصف بچہ کو ماں کا ملتا[2] ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر بچہ جننے کے وقت اپنی باندی سے کہا کہ تو حرہ ہے اور حالت یہ ہے کہ تھوڑا بچہ باہر نکل چکا ہے پس اگر نصف سے کم نکلا ہو تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو آزاد نہ ہوگا اور ہشامؒ اور معلیؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی حاملہ باندی سے درحالیکہ اس کا بچہ کچھ نکل چکا ہے کہا کہ تو آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر سوائے سر کے نصف بدن خارج ہوا ہے تو وہ مملوک ہوگا اور اگر سر کی جانب سے نصف بدن خارج ہوا ہے تو وہ آزاد ہوگا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مع سر کے نصف خارج ہوا ہے تو آزاد ہے یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر باندی سے کہا کہ بڑا بچہ جو تیرے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہے پس اس کے جوڑ یا دو بچہ پیدا ہوئے تو جو پہلے نکلا وہ بڑا ہے وہی آزاد ہوگا اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ علقہ یا مضغہ (خون کا لوتھڑا) جو تیرے پیٹ میں ہے آزاد ہے تو جو اس کے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص نے غیر کی باندی کو آزاد کیا پھر مولیٰ نے بعد باندی کے بچہ پیدا ہونے کے عتق کی اجازت دی تو بچہ آزاد نہ ہوگا اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میرا ہر مملوک سوائے تیرے آزاد ہے تو باندی کا حمل آزاد نہ ہوگا ایک شخص نے اپنی حاملہ باندی سے

---

[1] مرقوقیت محض رقیق غلام ہونا تدبیر مدبر کرنا امومیت یعنی ام ولد ہونا۔ [2] اگر ماں مملوک الغیر ہے تو بچہ مملوک و مرقوق ہوگا اور مدبرہ ہے تو مدبر علی ہذا۔

حالت صحت میں کہا کہ تو یا جو تیرے پیٹ میں ہے آزاد ہے پس دوسرے دن باندی مذکورہ کے ایک مردہ بچہ پیدا ہو جس کی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو بقیاس قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے باندی آزاد ہو گی اور اگر خود بچہ پیدا نہ ہوا بلکہ کسی آدمی نے دوسرے روز اس کے پیٹ میں صدمہ پہنچایا جس سے مردہ جنین پیٹ سے گر گیا جس کی خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو مولیٰ کو اختیار ہو گا پس اگر اس نے ماں کو آزاد کیا تو اس کے آزاد ہونے سے بچہ بھی[1] آزاد ہو گا اور اگر باندی مذکورہ حاملہ نہ ہو تو خود آزاد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنی حاملہ باندی سے کہا کہ تو یا جو تیرے پیٹ میں ہے آزاد ہے پھر قبل اس کے کہ مولیٰ بیان کرے یعنی کسی کو معین کرے کہ دونوں میں سے کون آزاد ہے مر گیا پھر کسی آدمی نے باندی کے پیٹ میں صدمہ پہنچایا کہ جس سے جنین مردہ جس کی خلقت ظاہر ہو گئی تھی گر گیا تو فرمایا کہ مجرم پر اس جنین کے واسطے غرہ آزاد کا جرمانہ واجب ہو گا اور نصف باندی آزاد ہو گی اور نصف کے واسطے سعایت کرے گی اور جنین پر کچھ سعایت نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر حربی نے اپنے غلام حربی کو دارالحرب میں آزاد کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا اعتاق نافذ نہ ہو گا اور اس میں صاحبینؒ کا خلاف ہے اور اگر حربی نے اپنے مسلمان غلام کو دارالحرب میں آزاد کیا تو بالاتفاق اعتاق نافذ ہو گا اور اس کی ولاء اس حربی کو ملے گی اور اگر حربی مر گیا یا قتل کیا گیا یا مسلمان کے ہاتھ میں قید ہو گیا تو اس کا مکاتب آزاد نہ ہو گا اور بدل کتابت اس کے وارثوں کو ملے گا جب کہ خود مر گیا ہے ایک شخص ہندوستان میں گیا یعنی دارالحرب میں گیا پھر وہ دارالاسلام میں آیا اور اس کے ساتھ ایک ہندو آیا جو کہتا تھا کہ میں اس کا غلام ہوں پھر یہ ہندو مسلمان ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہندو مذکور دارالحرب سے مسلمان کے ساتھ بدون اکراہ و زبردستی کے دارالاسلام میں چلا آیا ہے تو وہ آزاد ہو گا اور اس کا یہ قول کہ میں اس کا غلام ہوں باطل ہو گا اور اگر مسلمان اس کو زبردستی باکراہ نکال لایا ہے تو وہ مسلمان کا غلام ہو گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ حربی نے اگر اپنا مسلمان غلام بیع کے واسطے پیش کیا تو وہ آزاد ہو گا اگرچہ اس کو فروخت نہ کیا ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ شرح مجمع میں لکھا ہے۔

باب : ②

معتق البعض کے بیان میں

یعنی جس کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہے اور اگر اپنے غلام میں سے کچھ آزاد کیا خواہ یہ حصہ معین ہو یعنی معلوم ہو مثلاً چوتھائی وغیرہ یا ایسا نہ ہو جیسے غلام سے کہا کہ تجھ میں سے کچھ یا بعض وغیرہ یا تیرا کوئی جزو یا پارہ آزاد ہے گو فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ غیر معلوم کی صورت میں مولیٰ کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا کہ کس قدر مراد ہے بہر حال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تھوڑا آزاد کرنے سے سب آزاد نہ ہو گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سب آزاد ہو جائے گا پھر امام کے نزدیک ایسا غلام اپنی باقی قیمت کے واسطے اپنے مولیٰ کو دینے کے لئے سعایت کرے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور مضمرات میں لکھا ہوا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے انتہی اور اگر کہا کہ تیرا ایک سہم آزاد ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہو گا اس طرح اگر سہم کی جگہ شئی کا لفظ کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے اور معتق البعض مثل مکاتب کے ہوتا ہے کہ جب تک وہ معاوضہ جو اس پر ادا کرنا چاہئے ہے ادا نہ کرے تب تک اس کی آزادی موقوف رہتی ہے لیکن جو کچھ کمائے اس کا وہی مستحق ہوتا ہے اور مولیٰ کا اس پر قبضہ نہیں رہتا ہے اور نہ خدمت لینے

---

[1] قال المترجم فائدہ یہ ہے کہ مولیٰ کے بیان پر پہلے بھی موقوف تھا اب بھی موقوف ہے اور در صورت بچہ جنین مستبین الخلقہ کے آزادی پر اجنبی مجرم کو جرم کا جرمانہ کس حساب سے پڑے گا یا مملوک کے حساب سے فافہم۔

کا استحقاق ہے اور رقیت کامل رہتی ہے کذا فی النہر الفائق اور خود وارث نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہو سکتا ہے اور اس کی گواہی بھی جائز نہیں ہے اور دو عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کر کے ان کو جمع نہیں کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور بدون اجازت مولیٰ کے نکاح نہیں کر سکتا اور نہ کچھ ہبہ یا صدقہ دے سکتا ہے الا بہت خفیف چیز اور کسی کی طرف سے کفالت نہیں کر سکتا ہے اور کسی کو قرض نہیں دے سکتا ہے مگر اس میں اور مکاتب میں اتنا فرق ہے کہ اگر معتق البعض اپنے معاوضہ ادا کرنے سے عاجز ہوا تو وہ رقیق نہیں کیا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ الا جس قدر ازاد ہونے کو باقی ہے اس کو سعایت کر کے ادا کرے آزاد ہونا چاہئے یا مولیٰ باقی بھی آزاد کر دے اور جب کل ملک زائل ہو جائے گی تب وہ سب آزاد ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔

تنگدستی اور خوشحالی میں حکم کی نوعیت بدل جاتی ہے:

اگر ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا پس اگر شریک خوشحال ہو تو دوسرے شریک کو جس نے نہیں آزاد کیا ہے اختیار ہے کہ چاہے خود بھی آزاد کر دے اور چاہے شریک سے اپنے حصہ کا تاوان لے اور چاہے غلام مذکور سے اپنے حصہ کی سعایت کرا دے یہ ہدایہ میں ہے اور جب دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ غلام آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے حصہ غلام کو فروخت کرے یا ہبہ کرے یا مہر قرار دے اس واسطے کہ یہ غلام بمنزلہ مکاتب کے ہے یہ مبسوط امام سرخسی میں ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ دوسرے شریک کو جس نے آزاد نہیں کیا ہے پانچ طرح کا اختیار ہوگا جب کہ آزاد کرنے والا شریک[1] خوشحال ہو پس چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے اور چاہے مکاتب کر دے اور چاہے اُس سے سعایت کرا دے اور چاہے آزاد کنندہ شریک سے تاوان لے اور چاہے اپنا حصہ مدبر کر دے لیکن اگر مدبر کر دیا تو اس کا حصہ مدبر ہو جائے گا مگر غلام پر فی الحال اس کے واسطے سعایت واجب ہوگی پس آزاد ہو جائے گا اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو مدبر کر کے یہ قید لگا دے کہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا کذا فی غایۃ السروجی اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو تو بھی یہی حکم ہے مگر یہ اختیار نہ ہوگا کہ شریک سے تاوان لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جس شریک نے آزاد نہیں کیا ہے اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسی حال پر چھوڑ دے اور کچھ نہ کرے یہ بدائع میں ہے اور جس شریک نے آزاد نہیں کیا ہے اس کے اختیار کرنے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً شریک سے کہے کہ میں نے یہ اختیار کیا کہ تجھ سے تاوان لوں یا یوں کہے کہ مجھے میرا حق دیدے بالجملہ زبان سے جس طرح مشعر ہو اختیار کرے اور اگر فقط دل سے کوئی امر اختیار کیا تو یہ کچھ چیز نہیں ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر شریک نے اپنا حصہ بھی آزاد کر دیا یا مکاتب یا مدبر کر دیا یا غلام سے اپنے حصہ کی سعایت کرا لی تو غلام کی ولاء ان دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اس نے آزاد کنندہ شریک سے تاوان لے لیا تو غلام کی ولاء فقط اُسی شریک کی ہوگی جس نے آزاد کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور سعایت لینے والا آزاد کنندہ سے جو غلام نے ادا کیا ہے بالاجماع واپس نہیں لے سکتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور جب آزاد کرنے والے نے شریک کو تاوان دے دیا تو اس کو اختیار ہے چاہے باقی غلام کو آزاد کرے یا مدبر کرے یا مکاتب کرے یا اس سے سعایت کرا دے یہ بدائع میں ہے۔

اگر شریک نے آزاد کرنے والے کو تاوان سے بری کر دیا تو اس کو اختیار ہوگا چاہے غلام کی جانب رجوع کرے اور اس کی ولاء اسی آزاد کنندہ کے واسطے ہوگی اور جو شریک کہ ساکت رہا ہے اس کا غلام سے سعایت کرانے کا استحقاق باطل ہو گیا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر شریک نے جس نے آزاد نہیں کیا ہے آزاد کرنے والے کے ہاتھ اپنا حصہ فروخت کیا یا بعوض ہبہ کیا تو قیاساً مثل تضمین[2]

---

[1] قال المترجم اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہے چاہے خود بھی آزاد کرلے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے۔

[2] ضمان لے لینے کے طور پر جواز قیاس ہے۔

کے جائز ہوگا مگر استحساناً نہیں جائز یہ نہایہ میں ہے اور جب ساکت نے شریک آزاد کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا درحالیکہ شریک مذکور خوشحال ہے پھر چاہا کہ اس سے رجوع کر کے غلام سے سعایت کرا دے تو جب تک شریک مذکور نے تاوان دینا قبول نہیں کیا ہے یا قاضی حاکم نے اس کا حکم نہیں دیا ہے تب تک رجوع کر سکتا ہے اور یہ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ جب شریک ساکت نے تاوان لینا اختیار کیا تو پھر اس کو سعایت کرانے کو اختیار کرنا جائز نہ ہوگا اور اس میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور اگر غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو پھر اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ شریک تو انگر سے تاوان لینا اختیار کرے خواہ غلام اس سعایت پر راضی ہوا ہو یا نہ ہوا اور یہ حکم سب روایتوں کے موافق ہے کذا فی المحیط لیکن اگر غلام مر جائے تو حکم اختیار بدل سکتا ہے یہ عتابیہ میں ہے اور واضح رہے کہ اختیار کرنا خواہ سلطان کے روبرو ہو یا کسی دوسرے کے روبرو ہو بہر حال یکساں ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے پھر اگر آزاد کنندہ نے غلام سے وہ مال جو اس پر تاوان لازم آیا تھا واپس لیا پھر ساکت کو اس پر حوالہ کر دیا اور وکیل کیا کہ اس سے سعایت یا باقتضاء حق وصول کرے تو یہ جائز ہے اور پوری ولاء معتق یعنی آزاد کنندہ کی ہوگی اور اگر اس نے کچھ اختیار نہ کیا یہاں تک کہ اس کو مجروح کر دیا تو غلام کے واسطے اس پر ارش واجب ہوگا اور اس کا جنایت کر دینا اس کی طرف سے سعایت کا اختیار کرنا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس سے کچھ مال غصب کر لیا جس سے غلام کی نصف قیمت ادا ہو سکتی ہے یا غلام نے اس کو قرض دیا یا اس کے ہاتھ بیع کی تو یہ مال غلام کا اس پر ہوگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے اور یسار یعنی آسودہ حال ہونے میں اس امر کا اعتبار ہے کہ شریک کے حصہ کی مقدار قیمت کا مالک ہو یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور عیون میں مذکور ہے کہ مختار یہ ہے کہ آسودہ حال وہ ہے جو وقت عتق کے ایسی چیز کا مالک ہو جو آزاد شدہ کی نصف قیمت کے مساوی ہو سوائے[1] منزل و خادم و متاع بیت و تن کے کپڑوں کے یہ کافی میں ہے۔

ضمانت و سعایت کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بروزِ اعتاق تھی:

اگر زید و عمرو دو آدمیوں کے درمیان دو غلام مشترک ہوں کہ ایک کی قیمت ہزار درہم اور دوسرے کی قیمت دو ہزار درہم ہوں پھر ایک شریک نے مثلاً زید نے دونوں میں سے اپنا حصہ آزاد کیا اور زید کے پاس ہزار درہم ہیں تو وہ معسر یعنی تنگدست قرار دیا جائے گا یہ ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے اور اگر اس کے پاس ہزار سے کم ہوں تو ان دونوں میں سے جس کی قیمت کہ تھی اس کا ضامن ہوگا اور اگر زید و عمرو کے درمیان ایک غلام ہزار درہم قیمت کا مشترک ہے اور زید و خالد کے درمیان ایک غلام پانچ سو درہم قیمت کا مشترک ہے پھر زید نے دونوں میں سے اپنا حصہ آزاد کرا دیا اور زید کے پاس پانچ سو درہم ہیں تو وہ معسر قرار دیا جائے گا اور اگر زید کے پاس پانچ سو درہم سے کم ہوں تو وہ پانچ سو درہم والے غلام کے شریک کے حق میں موسر قرار دیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور ضمانت و سعایت کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بروز اعتاق تھی چنانچہ اگر روز اعتاق کی قیمت معلوم ہو پھر اس کی قیمت بڑھ گئی یا گھٹ گئی یا باندی تھی کہ اس کے بچہ پیدا ہوا تو ان امور کی طرف التفات نہ کیا جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر وہ بروز اعتاق صحیح ہو پھر وہ اندھا ہو گیا تو اس کی نصف قیمت صحیح کی واجب ہوگی اور اگر بروز عتق اس کی آنکھ میں سپیدی ہو پھر اس کی آنکھ کی سپیدی کھل گئی اور آنکھ روشن ہو گئی تو اس کی نصف قیمت اندھی ہونے کی حالت کی واجب ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اسی طرح آزاد کنندہ کا یسار و عسار بھی اُسی روز کا معتبر ہے جس روز اس نے آزاد کیا ہے حتیٰ کہ اگر موسر ہونے کی حالت میں آزاد کیا پھر وہ معسر ہو گیا تو تاوان[2] دینے کا حق باطل نہ ہوگا اور اگر اس نے اعسار کی حالت میں آزاد کیا پھر وہ موسر ہو گیا تو شریک ساکت کو تاوان

[1] سوائے ضروریات کے فاضل بقدر نصف قیمت ہو۔ [2] اوپقال شریک ساکت کا تاوان لینے کا حق باطل نہ ہوگا۔

لینے کا حق ثابت نہ ہوگا اور اگر روز عتق کے غلام کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا پس اگر غلام قائم ہو تو فی الحال اس کی قیمت اندازہ کی جائے گی اور اگر تلف ہو چکا ہے تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ اعتاق اس اختلاف پر سابق ہے تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا۔ خواہ غلام قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر دونوں نے وقت و قیمت میں اختلاف کیا چنانچہ آزاد کنندہ نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں روز آزاد کیا اور اس کی قیمت یہ تھی اور شریک ساکت نے کہا کہ تو نے اس کو فی الحال آزاد کیا ہے اور اس کی قیمت دو سو درہم ہے تو فی الحال آزاد کئے جانے کا حکم دیا جائے گا اور اسی طرح اگر شریک ساکت اور خود غلام نے قیمت غلام میں اختلاف کیا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شریک ساکت و شریک آزاد کنندہ کے وارثوں میں غلام کی قیمت میں اختلاف واقع ہوا تو ویسا ہی حکم ہوگا جیسا خود شریک ساکت و آزاد کنندہ کے درمیان قیمت غلام میں اختلاف کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے یسار و عسار میں اختلاف کیا تو نظر کریں کہ اگر دونوں کا اختلاف در حال اعتاق ہو تو قول آزاد کنندہ کا اور گواہ دوسرے کے مقبول ہوں گے یہ بدائع میں ہے۔

عتق مقدم ہو جانے کے بعد دونوں نے یسار و عسار میں اختلاف کیا تو؟

اگر عتق مقدم ہو جانے کے بعد دونوں نے یسار و عسار میں اختلاف کیا پس اگر ایسی مدت گذری ہو کہ جس میں یسار و عسار بدلا جا سکتا ہے تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسی مدت ہو کہ بدل نہیں سکتا ہے تو فی الحال کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر آزاد کنندہ کا فی الحال موسر ہونا معلوم ہوا تو اختلاف کے کچھ معنی نہیں ہیں اور اگر نہ معلوم ہوا تو آزاد کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے معتق البعض[1] اگر مکاتب کیا گیا پس اگر اس کو درہموں یا دیناروں پر مکاتب کیا پس اگر مکاتبت بقدر اس کی قیمت کے ہو تو جائز ہے اور اگر اس کی قیمت سے کم پر مکاتب کیا تو بھی جائز ہے اور اگر اس کی قیمت سے زیادہ پر مکاتب کیا پس اگر زیادتی اسی قدر ہو کہ لوگ اپنے انداز میں اس قدر خسارہ اٹھا لیتے ہیں تو بھی جائز ہے اور اگر اس قدر زیادتی ہو کہ ایسے معاملہ میں لوگوں کے انداز سے بڑھ گئی ہے تو اس میں سے زیادتی طرح دے دی جائے گی اور اگر کتابت عروض (اسباب) پر ہو تو قلیل و کثیر سب طرح جائز ہے اور اگر حیوان پر ہو تو بھی جائز یہ بدائع میں ہے۔ اگر غلام کو عروض پر مکاتب کیا اور وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو جن عروض کے ادا کرنے کا اس نے التزام کیا تھا وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے اور وہ اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا کہ قبل کتابت کے تھا اور اس شریک ساکت کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ شریک آزاد کنندہ سے کچھ ضمان لے سکے یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام آزاد کرنے والے کا شریک طفل یا مجنون ہو جس کا باپ یا دادا یا وصی موجود ہے تو اس کے ولی یا وصی کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کنندہ سے اس کے حصہ کا تاوان لے اور چاہے غلام سے سعایت کرانا اختیار کرے اور چاہے اس کو مکاتب کرے مگر اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ غلام مذکور کو آزاد کرے یا مدبر کرے اور اسی طرح اگر شریک مکاتب ہو یا ایسا ماذون التجارۃ ہو کہ اس پر قرضہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو بھی تضمین و سعایت و مکاتب کرنے کا اختیار ہوگا اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور اگر غلام ماذون پر قرضہ نہ ہو تو اختیار اس کے مولیٰ کو حاصل ہوگا پس اگر شریک ساکت نے غلام سے سعایت کرائی اختیار کی تو در صورت یہ کہ شریک طفل یا مجنون ہو تو ولاء انہی دونوں کو حاصل ہوگی اور در صورت یہ کہ مکاتب یا ماذون ہو تو ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر طفل کا باپ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی ہو مگر ان کا وصی ہو اور یہ غلام ایسا ہے کہ صغیر مذکور نے اس کو ماں کی میراث میں پایا ہے تو امام احمدؒ نے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی ہے اور حاکم ابو محمدؒ سے منقول ہے کہ

---

[1] دو شریکوں میں سے ایک نے جس کا بعض حصہ آزاد کیا ہے اور باقی شریک نے اپنا حصہ مکاتب کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاد فقیہ ابو بکر بلخیؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اس کی ماں کا وصی ہو اور کوئی اس کا وصی نہ ہو تو اس وصی کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے تاوان لے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اگرچہ سعایت کرانا کتابت کے معنی میں ہے مگر وصی مادر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو مکاتب کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر صغیر و مجنون کا کوئی ولی و وصی نہ ہو پس اگر وہاں کوئی حاکم شرعی ہو تو حاکم ایسے شخص کو مقرر کرے گا جو ان کے واسطے ان امور تضمین و استسعاء و مکاتبت (تضمین تاوان لینا استسعاء کمائی کرانا مکاتبت نوشتہ لکھ دینا) میں سے جو بہتر ہے اختیار کرے اور اگر وہاں کوئی حاکم نہ ہو تو امر موقوف رہے گا یہاں تک کہ طفل بالغ ہو اور مجنون کو افاقہ حاصل ہو پھر یہ دونوں خود ہی پانچوں اختیارات میں سے جو چاہیں گے اختیار کریں گے یہ بدائع میں ہے اور اگر شریک ساکت کے کوئی امر اختیار کرنے سے پہلے غلام مر گیا اور شریک آزاد کنندہ موسر ہے پس شریک ساکت نے اس سے ضمان لینا اختیار کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت کے موافق اس کو یہ اختیار حاصل ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا کہ اگر غلام مر گیا اور بعد آزاد ہونے کے جو اس نے کمائی کی وہ چھوڑی تو شریک ساکت کو بلا خلاف یہ اختیار ہے کہ شریک آزاد کنندہ سے تاوان لے لیکن غلام کی کمائی میں سے سعایت لے سکتا ہے یا نہیں اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور عامہ مشائخؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرف امام محمدؒ نے اصل میں اشارہ فرمایا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ شریک ساکت کے کوئی امر اختیار کرنے سے پہلے غلام مر گیا اور شریک آزاد کنندہ موسر ہے اور اگر شریک آزاد کنندہ معسر ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اگر غلام کے بعد آزاد ہونے کی کمائی موجود ہو تو بلا خلاف شریک ساکت کو اس میں سے سعایت لینے کا اختیار ہوگا اور اگر ایسا کچھ مال نہ ہو جس کو غلام مذکور نے بعد آزادی کے کمایا ہے تو مال سعایت غلام کی گردن پر قرضہ باقی رہے گا (قال المترجم ظاہر ایہ احکام دنیا میں صحیح ہیں آخرت میں وہ مقروض نہ رہے گا تامل فیہ) یہاں تک کہ غلام کا کچھ مال ظاہر ہو یا کوئی شخص احسان کر کے غلام پر جو قرضہ ہے ادا کر دے یا خود ساکت اس کو بری کر دے یہ محیط میں ہے۔

اگر شریکِ ساکت مر گیا تو اُسکے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اعتاق اختیار کریں، تضمین یا سعایت:

اگر شریک آزاد کنندہ نے تاوان دیا تو جس قدر اس نے تاوان دیا ہے وہ غلام کے ترکہ میں سے لے لے گا اگر اس کا کچھ ترکہ ہو اور اگر نہ ہو تو وہ غلام پر قرضہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر غلام نے ایسا مال چھوڑا جس میں سے کچھ اس نے قبل آزادی کے کمایا اور کچھ بعد آزادی کے پس جو اس نے قبل آزاد ہونے کے کمایا ہے وہ دونوں مولاؤں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور جو اس نے بعد آزاد ہونے کے کمایا ہے وہ غلام کا ترکہ ہوگا وہ ساکت لے لے گا یا اگر آزاد کنندہ نے تاوان دے دیا ہو تو آزاد کنندہ لے لے گا اور بعد حق بھرے لینے کے اگر کچھ باقی رہا تو وہ آزاد کنندہ کو میراث ملے گا اور اگر دونوں شریکوں نے اس میں اختلاف کیا چنانچہ ایک نے کہا کہ یہ وہ مال ہے جو اس نے قبل عتق کے کمایا ہے اور یہ سب ہمارے درمیان میں مشترک ہے اور دوسرے نے کہا کہ بعد عتق کے کمایا ہے تو وہ بمنزلہ بعد عتق کے کمائے ہوئے کے قرار دیا جائے گا اور جو شخص دونوں میں سے تاریخ سابق (یعنی عتق سے تاریخ سابق بیان کرے) کا مدعی ہوگا اس کا قول قبول نہ ہوگا الا بحجت یہ مبسوط میں ہے اور اگر شریک ساکت مر گیا تو اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اعتاق اختیار کریں یا تضمین یا سعایت یہ محیط سرخسی میں ہے پس اگر وارثوں نے آزاد کنندہ سے ضمان لے لی تو پوری ولاء آزاد کنندہ کو ملے گی اور اگر وارثوں نے اپنا حصہ آزاد کر دینا یا غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو ان کے حصہ کی میراث میت کے وارثوں میں سے مذکروں کو ملے گی نہ مؤنثوں کو اور اگر بعضوں نے سعایت کو اختیار کیا اور بعضوں نے ضمان لیا تو ہر ایک کو ان میں سے وہی ملے گا جو اس نے اختیار کیا ہے اور حسن نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ وارثوں کو ایسے تفرق کا اختیار نہیں

ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ چاہیں ضمان لینے پر اتفاق کریں یا سعایت کرانے پر اتفاق کریں اور یہی اصح ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر آزادکنندہ مرگیا پس اگر اس نے اپنی صحت میں آزاد کیا ہو تو بلا خلاف اس کے ترکہ میں سے غلام کی نصف قیمت لے لی جائے گی اور اگر حالت مرض (یعنی مرض الموت) میں آزاد کیا ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا تا کہ اس کے ترکہ سے کچھ لیا جائے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے۔

غلام مذکور اپنے مولی کے واسطے (جس نے آزاد نہیں کیا ہے) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سعایت کرے گا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو جن میں سے ایک نے اپنا حصہ غلام آزاد کیا پھر شریک ساکت نے چاہا کہ اپنے حصہ میں سے نصف کی ضمان آزادکنندہ سے لے اور نصف کے واسطے غلام سے سعایت کرادے تو آیا یہ اختیار اس کو ہے یا نہیں تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کو یہ اختیار ہے اور کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے ایسا ہی زیادات کی کتاب الغصب میں ذکر فرمایا ہے یہ ظہیریہ میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہے اس کو ایک نے آزاد کیا حالانکہ وہ معسر ہے یہاں تک کہ غلام پر سعایت واجب ہوئی پھر اس نے سعایت کرنے سے انکار کیا تو وہ غلام معتق بمنزلہ ایسے آزاد کے ہے جس پر قرضہ ہو یہاں تک کہ قرضہ کو ادا کرے اور اس کے حق میں حکم یہ دیا جائے گا اگر وہ سمجھ دار ہے اور اپنے ہاتھ سے کام کرسکتا ہے یا اس کا کوئی کام معروف ہے جیسے تجارتی وغیرہ تو وہ کسی کو اجرت پر دیا جائے گا اور اس کی اجرت لے کر اجرت سے اس کا قرضہ دیا جائے گا اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ ایک غلام صغیر دو آدمیوں میں مشترک ہے اس کو ایک شریک نے آزاد کیا درحالیکہ وہ معسر ہے پس دوسرے نے اس کو اجرت پر دینا چاہا پس اگر غلام سمجھدار ہو اور وہ اس پر راضی ہوا تو یہ مواجرہ غلام پر جاری ہوگا اور یہ اجرت اس شریک کو ملے گی جس نے آزاد نہیں کیا ہے اور یہ اس کے حق میں محسوب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے آزاد کیا تو اس پر تاوان واجب نہ ہوگا ہاں ظاہر الروایہ کے موافق اس کو غلام سے سعایت کرانے کا اختیار حاصل ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے نصف کے مضارب نے اگر ہزار درہم سے جو راس المال ہے غلام خریدے جس میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درہم ہے پس ان دونوں کو رب المال نے آزاد کردیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور مضارب کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ موسر ہو یا معسر ہو یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک غلام ایک کثیر جماعت کے درمیان مشترک ہو کہ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ کا غلام آزاد کیا......؟

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دو غلام دو شخصوں میں مشترک ہیں اور ایک نے کہا کہ ان میں سے ایک غلام آزاد ہے حالانکہ کہنے والا شریک فقیر ہے پھر وہ غنی ہو گیا پھر اس نے عتق کے واسطے ایک کو معین (کلام عتق کا اعتبار نہ کیا بلکہ وقت تعین کے تو نگر ہو جانا معتبر رکھا) کردیا تو بعد عتق کے اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر وہ کسی کو عتق کے واسطے معین کرنے سے پہلے مرگیا حالانکہ وہ قبل موت کے غنی ہو گیا تھا تو دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت کی چوتھائی کا ضامن (جو اس کے ترکہ سے وصول ہوگی) ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیمت وہ معتبر ہوگی جو اس کے کلام عتق کہنے کے روز تھی کذا فی الایضاح اور اگر ایک غلام ایک جماعت کے درمیان مشترک ہو کہ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ کا غلام آزاد کیا اور باقی شریکوں میں سے بعض نے اپنے حصہ کی سعایت کرانی اختیار کی اور بعض نے آزاد کرنا اختیار کیا اور بعض نے آزادکنندہ سے ضمان لینی پسند کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر ایک کو وہ ملے گا جو اس

نے اپنے حصہ کی بابت اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ایک غلام تین آدمیوں میں مشترک ہے کہ ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا پھر اس کے بعد دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا تو تیسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اوّل آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی ضمانت لے اگر وہ موسر ہو یا چاہے آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کر دے یا سعایت کرا دے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے آزاد کنندہ سے تاوان لے اگرچہ وہ موسر ہو پس اگر اس نے اوّل آزاد کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا تو اوّل کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے اور چاہے سعایت کرا دے اور یہ اختیار اس کو حاصل نہ ہوگا کہ دوسرے آزاد کنندہ سے تاوان لے یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک شریک نے آزاد کیا اور ساتھ ہی دوسرے نے اس کو مکاتب اور تیسرے نے اسی وقت مدبر کیا تو ان میں سے کسی شریک کو دوسرے سے رجوع کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ایک نے پہلے اس کو مدبر کیا پھر دوسرے نے اس کو آزاد کیا پھر تیسرے نے اس کو مکاتب کیا تو مدبر کرنے والے کو آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت لینے کے لئے رجوع کرنے کا اختیار حاصل ہوگا اور مکاتب کرنے والا کسی سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر پہلے نے مدبر دوسرے نے مکاتب اور پھر تیسرے نے آزاد کیا تو مدبر کرنے والے و آزاد کرنے والے کا حکم وہی ہے جو مذکور ہوا ہے اور رہا مکاتب کرنے والا پس اگر غلام مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو جائے تو آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت لے لے گا اور اگر پہلے نے مکاتب کیا پھر دوسرے نے اس کو مدبر کیا اور پھر تیسرے نے آزاد کیا پس اگر غلام ادائے کتابت سے عاجز نہ ہوا تو مکاتب کنندہ کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اس پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر عاجز ہوا تو مدبر کرنے والے سے تہائی قیمت لے گا نہ آزاد کنندہ سے لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک غلام تین آدمیوں میں مشترک ہو پس اس کو ایک نے مدبر کیا پھر دوسرے نے اس کو آزاد کیا اور یہ دونوں موسر ہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدبر کنندہ کی تدبیر اس کے حصہ ہی تک رہے گی اور دوسرے کا آزاد کرنا صحیح ہے پھر ساکت کو اختیار ہوگا کہ مدبر کنندہ سے تہائی قیمت غلام کی ضمانت لے اور آزاد کنندہ سے تاوان نہیں لے سکتا ہے اور اگر چاہے تو غلام سے اس کی تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور اگر چاہے تو اس کو آزاد کر دے۔ جب مدبر کنندہ نے تاوان دے دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ غلام سے یہ مال تاوان لے لے پس غلام مذکور اس قدر مال کے لئے اس کے واسطے سعایت کرے گا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے اور اگر مدبر کنندہ معسر ہو تو تیسرے ساکت کو غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا نہ تاوان لینے کا۔ پھر جب ساکت نے مدبر کنندہ سے تاوان لینا اختیار کیا اور لے لیا تو غلام کی دو تہائی ولاء مدبر کنندہ کی ہوگی اور ایک تہائی آزاد کنندہ کی ہوگی اور اگر اس نے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی تو اس کی ولاء ان تینوں میں تین تہائی ہوگی۔ یہ غایۃ البیان میں ہے۔

مدبر کنندہ کے اختیار کا بیان:

مدبر کنندہ کو بھی اختیار ہے کہ جس نے آزاد کیا ہے اس سے غلام کی تہائی قیمت لے بایں صفت کہ ایسے غلام کی درصورت یہ کہ مدبر ہو کیا قیمت ہے جو ہو اس کی تہائی قیمت لے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ جس قدر اس نے ساکت کو اس کے حصہ کی قیمت تاوان دی ہے وہ آزاد کنندہ سے تاوان لے اور اس غلام کی ولاء مدبر کنندہ اور آزاد کنندہ کے درمیان تین تہائی اس طرح ہوگی کہ دو تہائی مدبر کنندہ کی اور ایک تہائی آزاد کنندہ کی ہوگی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے اور مدبر کنندہ کو اختیار ہے چاہے اپنے حصہ کو جس کو مدبر کیا ہے آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اور اگر اس نے اپنے اختیار سے یہ امر اختیار کیا کہ آزاد کنندہ سے تاوان لے تو آزاد کنندہ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ غلام سے اس حصہ کی بابت سعایت کرا دے یہ بدائع میں ہے۔ اگر آزاد کنندہ معسر ہو تو مدبر کنندہ کو تضمین کا اختیار نہ ہوگا ہاں غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر ساکت نے مدبر

کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لیا پھر تیسرے شریک نے اس کو آزاد کر دیا تو مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے غلام کی دو تہائی قیمت تاوان لے جس میں سے ایک تہائی قیمت غلام کی مدبر ہونے کے ساتھ جو قیمت ہو اس میں سے ہوگی اور ایک تہائی محض غلام ہونے کے ساتھ جو قیمت ہے اس میں سے ہوگی یہ نہایہ میں تمرتاشی سے منقول ہے اور واضح رہے کہ محض غلام کی جو قیمت ہو اس کی تہائی غلام مدبر کی قیمت ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ محض غلام کی نصف قیمت ہوتی ہے اور اسی طرف صدر الشہیدؒ نے میل کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ایک غلام تین رہط (رہط جماعت کم از دہ اور یہاں نفر مراد ہے ۱۲) میں مشترک ہو پھر ایک رہط نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے اور دوسرے نے مدبر کیا اور تیسرے نے مکاتب کیا اور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول کون ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کنندہ کا آزاد کرنا نافذ ہوگا اور کسی پر اس کی ضمان نہیں ہو سکتی ہے اور مدبر کنندہ کا مدبر کرنا بھی اپنے حصہ میں نافذ ہوگا اور اس کو اختیار حاصل ہوگا چاہے غلام سے تہائی قیمت غلام مدبر کے واسطے سعایت کرا دے یا استحساناً آزاد کنندہ سے ششم حصہ قیمت (یعنی غلام مدبر کی قیمت کا ششم حصہ ۱۲) غلام تاوان لے اور ششم حصہ قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرا دے اور رہا مکاتب کرنے والا پس اگر غلام اپنی کتابت پر رہا اور مال کتابت اس نے ادا کیا تو خیر اور اس کی ولاء اُن سب میں تین تہائی مشترک ہوگی اور اگر غلام ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو مکاتب کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ و مدبر کنندہ ہر دو فریق سے اپنے حصہ کی بابت نصف نصف قیمت لے لے گا بشرطیکہ دونوں موسر ہوں اور یہ دونوں جو کچھ تاوان دیں وہ غلام سے واپس لے سکتے ہیں اور اس غلام کی ولاء انہیں دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی یہ مبسوط میں ہے

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عتق وتدبیر کا حکم:

مکاتب کنندہ درصورت عجز غلام چاہے تو اپنا حصہ بھی آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہ ینابیع میں ہے اور اگر غلام پانچ رہط نفر میں مشترک ہو پس ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا اور دوسرے نے اس کو تدبیر کیا اور تیسرے نے اپنا حصہ مکاتب کیا اور چہارم نے اپنا حصہ فروخت کیا اور ثمن وصول کر لیا اور پانچویں نے اپنے حصہ پر کسی عورت سے نکاح کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اوّل کون ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بقول امام اعظمؒ کے عتق و تدبیر کا حکم وہی ہے جو ہم نے اوّل صورت میں بیان کیا ہے فقط فرق یہ ہے کہ تضمین یا سعایت کرانا اوّل صورت میں تہائی کی بابت ہوگا اور یہاں پانچویں حصہ میں ہوگا اور رہی بیع پس اگر باہم اتفاق کیا کہ یہ بیع بعد عتق تدبیر کے واقع ہوئی یا بائع نے کہا کہ قبل عتق کے تھی اور غلام اس کے قبضہ میں ہے اور مشتری نے کہا کہ بعد عتق کے واقع ہوئی ہے تو بیع باطل ہوگی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ قبل عتق و تدبیر کے واقع ہوئی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے بیع توڑ دے اور چاہے عقد بیع کو پورا کر دے اور اپنا حصہ خواہ آزاد کر دے یا اس سے سعایت کرا لے پس اس کی ولاء اس مشتری کی ہوگی اور چاہے آزاد کنندہ مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ دونوں موسر ہوں پھر دونوں اس مال تاوان کو غلام سے واپس لیں گے اور رہی عورت پس اگر دونوں نے باہم اتفاق کیا کہ تزوج بعد عتق و تدبیر کے واقع ہوا ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور عورت کے واسطے اس کے شوہر پر غلام کے پانچویں حصہ کی قیمت واجب ہوگی اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ تزوج قبل عتق و تدبیر کے واقع ہوا ہے تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے مسمّی یعنی غلام مذکور کا حصہ ترک کر کے شوہر سے اس کے پانچویں حصہ کی قیمت تاوان لے اور چاہے اجازت دے کر اپنا حصہ آزاد کر دے یا غلام سے اس کے پانچویں حصہ کی قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور پانچویں حصہ غلام کی ولاء عورت کی ہوگی اور چاہے تو آزاد کنندہ و مدبر کنندہ دونوں سے پانچویں حصہ غلام کی قیمت نصفا نصف تاوان لے پھر اگر کچھ زیادتی ہو تو عورت مذکورہ دوبارہ زیادت کے بچی مجھی جائے گی بخلاف مشتری کے اور رہا حصہ

مکاتب کنندہ تو اس کی وہی حالت ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے کہ اگر غلام نے بدل کتابت اس کو ادا کر دیا تو اس کی جانب سے آزاد ہو جائے گا اور اگر عاجز رہا تو اس کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ و مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت نصفا نصف تاوان لے بشرطیکہ دونوں موسر ہوں اور اگر غلام میں کوئی چھٹا حصہ کا شریک ایسا ہو کہ جس نے اپنے حصہ صغیر فرزند کو ہبہ کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے قبل عتق کے ایسا کیا یا بعد عتق کے تو اس میں اس فرزند کے باپ کا قول قبول ہوگا پس اگر اس نے کہا کہ بعد عتق کے ہبہ واقع ہوا تو باطل ہے اور اگر اس نے کہا کہ قبل عتق کے واقع ہوا تو ہبہ جائز ہے پھر اس طفل صغیر کا باپ اپنے فرزند کے قائم مقام اس حصہ میں قرار دیا جائے گا کہ وہ تصرف کر سکتا ہے جیسے فرزند اپنے بالغ ہونے پر تصرف کرتا چنانچہ باپ کو ضمان لینے یا غلام سے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا لیکن یہ اختیار نہ ہوگا کہ حصہ مذکور آزاد کر دے پس اگر آزاد کنندہ و مدبر کنندہ دونوں موسر ہوں تو پدر مذکور ہر ایک سے ششم حصہ کی قیمت نصف لے لے گا اور چاہے تو غلام سے ششم حصہ قیمت کے واسطے اپنے فرزند کے لئے سعایت کرا لے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مملوک تین آدمیوں میں مشترک ہو کہ ان میں سے ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا ششم حصہ ہے پس آدھے و تہائی کے شریکوں نے اپنا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو ششم حصہ والے کے حصہ کے نصف نصف دونوں ضامن ہوں گے اور نصف حصہ والے کی نصف ولاء بسبب اپنے حصے کے اور چھٹے حصہ کی نصف بسبب تاوان دینے کے ہوگی اور تہائی والے کی تہائی ولاء بسبب اس کے حصہ کے اور ششم حصہ کی نصف ولاء بسبب تاوان دینے کے ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے فرزند کا معہ[1] دوسرے مرد کے بوجہ خرید یا صدقہ یا وصیت یا میراث کے مالک ہوا تو باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا خواہ دوسرا شریک یہ جانتا ہو کہ وہ میرے شریک کا بیٹا ہے یا نہ جانتا ہو اور باپ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن بھی نہ ہوگا یہ عینی شرح کنز میں ہے خواہ باپ موسر ہو یا معسر ہو یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہے اور باپ کے شریک کو اختیار ہوگا چاہے اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام سے اپنے حصہ کی بابت سعایت کرا دے اور اس کے سوائے اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سوائے صورت میراث کے اور وجوہ ملک میں باپ شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ موسر ہو اور اگر معسر ہوگا تو ابن مذکور شریک مذکور کے حصہ کے واسطے سعایت کرے گا یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ اگر باپ اور اجنبی دونوں نے میراث میں پایا ہو تو باپ ضامن نہ ہوگا اور یہی حکم ہر ایسے قریب میں ہے جو بسبب قرابت رحم کے خود آزاد ہو جاتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ابتداءً اجنبی نے نصف پسر کو خرید ا پھر اس کے (یعنی پسر کے ۱۲) باپ نے نصف باقی کو خریدا اور باپ موسر ہے تو اجنبی کو اختیار حاصل ہوگا چاہے باپ سے تاوان لے اور چاہے پسر سے اس کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذافی الھدایۃ اور چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنا نصف غلام فروخت کیا یا ہبہ کیا اور یہ فروخت و ہبہ اس غلام کی کسی ذی رحم محرم کے ساتھ ہے تو جس شخص کی طرف سے یہ غلام خود بخود بسبب ذی رحم قرابت ہونے کے آزاد ہو گیا ہے وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا خواہ شریک کو یہ امر معلوم ہو یا نہ ہو ہاں غلام اس شریک کے حصہ کے واسطے سعایت کرے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

شریک موسر ہوں یا معسر یا ایک موسر اور دوسرا معسر ہے تو حکم:

ہمارے اصحاب نے اجماع کیا ہے کہ اگر دو شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ غلام کسی قریب ذی رحم کے ہاتھ فروخت

---

[1] زید کا مالک زید کا باپ اور عمرو ایک مرد ہوا یعنی باپ و عمرو دونوں مالک ہوئے ۱۲۔

کیا تو شریک دیگر کو یہ اختیار ہوگا کہ اس مشتری سے اپنے حصہ کی بابت تاوان لے بشرطیکہ وہ موسر ہو اور اس کو بائع سے تاوان لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ غایہ سروجی میں ہے اور غلام مذکور سعایت کرے گا اگر وہ معسر (مشری) ہو اس پر اجماع ہے یہ ینابیع میں ہے۔ دو بھائیوں نے اپنے باپ کی میراث میں ایک غلام پایا پھر ایک نے ان دونوں میں سے کہا کہ یہ میرا بھائی از جانب پدر ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو اقرار کنندہ دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا ہاں غلام مذکور اس کے حصہ کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس نے کہا کہ یہ میرا بھائی از جانب مادر ہے حالانکہ اس کا کوئی بھائی معروف از جانب مادر نہیں ہے تو دوسرے کے حصہ کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک باندی جو زید اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے۔ زید نے آزاد کر دی پھر وہ بچہ جنی تو شریک کو اختیار ہوگا کہ زید سے اپنے حصہ کی وہ قیمت لے جو آزاد کرنے کے روز تھی اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو شریک باندی میں سے ایک نے باندی کے پیٹ میں جو ہے آزاد کیا پھر جو وہ جوڑیا یا دو بچے جنے مگر دونوں مردے تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر زندہ توام (توام دو جڑیا بچے ۱۲) جنی تو ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دو شریک باندی میں سے ایک نے باندی کو آزاد کیا حالانکہ وہ حاملہ تھی پھر دوسرے نے جو اس کے پیٹ میں ہے وہ آزاد کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے جس نے باندی کو آزاد کیا ہے باندی کی نصف قیمت تاوان لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور جو فعل اس نے کیا ہے وہ اس کی طرف سے اختیار سعایت ہو جائے گا اور اگر دونوں نے جو باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر دونوں میں سے ایک نے باندی کو آزاد کیا اور وہ موسر ہے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ شریک آزاد کنندہ سے باندی کی نصف قیمت تاوان لے اگر چاہے اور حمل بنی آدم میں نقصان شمار کیا جاتا ہے پس جس نے باندی کو آزاد کیا ہے وہ حاملہ باندی کی نصف قیمت تاوان دے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام کے دو شریکوں میں سے ایک نے غلام کی آزادی کو دوسرے روز فلاں کے کسی فعل پر معلق کیا مثلاً یوں کہا کہ اگر کل کے روز زید دار میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے اور دوسرے شریک نے اس کے برعکس کیا یعنی اگر کل کے روز زید دار میں داخل نہ ہوا تو تو آزاد ہے پھر کل کا روز گزر گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ زید دار میں گیا تھا یا نہیں گیا تھا تو نصف غلام آزاد ہو جائے گا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ان دونوں شریکوں کے لئے سعایت کرے گا جس کو دونوں نصفا نصف تقسیم کر لیں گے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ہے خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا ایک موسر اور دوسرا معسر ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے بشرطیکہ دونوں معسر ہوں یہ عینی شرح کنز میں ہے۔ دو غلام دو شخصوں کے درمیان مشترک ہیں مثلاً زید و بکر کے درمیان دو غلام مشترک ہیں پس زید نے ایک غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر فلاں اس دار میں آج کے روز داخل نہ ہوا اور بکر نے دوسرے غلام سے کہا کہ اگر فلاں اس دار میں آج کے روز داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر وہ دن گذر گیا اور دونوں نے اتفاق کیا کہ ہم کو نہیں معلوم کہ فلاں مذکور داخل ہوا تھا یا نہیں تو ان دونوں غلاموں میں سے ہر ایک کا چوتھائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا جو دونوں مولاؤں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے قیاس قول پر یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جو دونوں مولاؤں میں نصفا نصف ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر دو شریکوں میں سے ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں امروز داخل ہوا تو تو آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ اگر تو اس دار میں امروز داخل نہ ہوا تو تو آزاد ہے پھر یہ دن گزر گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ داخل ہوا یا نہیں داخل ہوا تو اس کا نصف آزاد ہو جائے گا اور نصف کے واسطے سعایت کرے گا جو دونوں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہوگی۔ یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے خواہ دونوں شریک موسر (خوشحال) یا معسر (تنگدست) ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر غلام دو شریکوں میں مشترک ہے

کہ ایک نے اس کے عتق کی قسم کھائی کہ وہ دار میں داخل ہوا اور دوسرے نے اس کے عتق کی قسم کھائی کہ وہ نہیں داخل ہوا تو نصف غلام آزاد ہو گیا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا جو دونوں میں مشترک ہو گی خواہ وہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھے کل کے روز گذشتہ کو تیرا حصہ خریدا ہو تو یہ غلام آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے گذشتہ کل کے روز اپنا حصہ تیرے ہاتھ فروخت نہیں کیا ہے تو یہ آزاد ہے تو غلام آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ گمان کرتا ہے کہ دوسرا حانث ہے پس مدعی بیع سے کہا جائے گا کہ تو اپنے گواہ قائم کر پس اگر اس نے گواہ قائم کئے تو بیع ہونے اور ثمن کی ڈگری کر دی جائے گی اور مشتری کی طرف سے غلام بغیر سعایت آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے مشتری سے قسم لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار ہو گا پس اگر مشتری نے قسم کھانے سے نکول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے قسم کھائی تو غلام مذکور مملوک رقیق نہ چھوڑا جائے گا مگر امام اعظمؒ کے نزدیک بعد اس کے منکر کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لئے سعی کرے گا خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا مدعی بیع موسر ہو یا معسر ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دونوں معسر ہوں یا مدعی بیع معسر ہو تو ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونوں موسر ہوں یا مدعی بیع موسر ہو تو غلام سعایت نہ کرے گا چنانچہ روایت ابوحفص میں مذکور ہے کہ مدعی بیع کے واسطے غلام سعایت نہ کرے گا خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں یا ایک موسر ہو اور دوسرا معسر ہو اور یہ بالا جماع ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب منکر خرید نے قسم کھائی تو اس کو اختیار ہو گا کہ بائع سے قسم لے اگر وہ موسر ہے پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو اس کے ذمہ موجب نکول (یعنی تاوان) لازم ہو گا اور اگر وہ قسم کھا گیا تو سعایت کا حکم وہی ہو گا جو ہم نے بیان کر دیا ہے اور قاضی کو بدوں درخواست منکر خرید کے بائع سے قسم لینے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر بائع نے کہا کہ اگر میں اپنا حصہ اس غلام میں سے تیرے ہاتھ فروخت کر چکا ہوں تو یہ آزاد ہے اور مشتری نے کہا کہ اگر تو اس میں سے اپنا حصہ میرے ہاتھ نہیں فروخت کر چکا ہے تو یہ آزاد ہے تو مدعی خرید کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے گواہ قائم کرے پس اگر اس نے گواہ قائم کئے تو غلام رقیق قرار دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو فقیہ ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ وہ قسم کھانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لیکن اگر قسم کھا لے تو بیع نہ کیا جائے گا اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو بیع ثابت نہ ہو گی پس غلام مذکور امام اعظمؒ کے نزدیک اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے گا جو دونوں میں مشترک ہو گی خواہ دونوں موسر ہوں یا معسر ہوں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر دونوں معسر ہوں تو دونوں کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر دونوں موسر ہوں یا مدعی خرید موسر ہو تو مدعی خرید کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لئے سعایت کرے گا اور اگر دونوں شریکوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ خریدا ہے اگر میں نے نہ خریدا ہو تو یہ آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ فروخت نہیں کیا بلکہ میں نے تیرا حصہ تجھ سے خریدا ہے اگر میں نے اس کو فروخت کیا ہو تو یہ آزاد ہے تو دونوں کو قاضی حکم دے گا کہ اپنے اپنے گواہ لائیں پس اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو ظاہر ہوا کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی قسم میں سچا ہے اور غلام مذکور دونوں کے درمیان مشترک رقیق باقی رہے گا اور اگر فقط ایک نے گواہ قائم کئے تو پورا غلام اس کا رقیق ہو گا اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے گواہ قائم نہ کئے تو قاضی دونوں (میں سے کسی سے) سے قسم نہ لے گا لیکن اگر قسم لی تو جائز ہے پس اگر دونوں نے قسم سے نکول کیا تو غلام مذکور دونوں کے درمیان مشترک رقیق رہ جائے گا جیسا کہ دونوں کے گواہ قائم کرنے کی صورت میں ہوا تھا اور دونوں میں سے جو نکول کرے گا اس کے ذمہ دوسرے کا دعویٰ ثابت ہو گا پس جو قسم کھا گیا ہے غلام اس کی ملک ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو غلام مذکور سعایت سے خارج ہو کر آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط جامع کبیر حصیری میں ہے

دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس غلام کو مارا تو وہ آزاد ہے.......:

جامع کبیر میں لکھا ہے کہ دو شریکوں میں سے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس غلام کو مارا جو میرے تیرے درمیان مشترک ہے تو وہ آزاد ہے پھر اس کو مارا حتیٰ کہ اس کا حصہ (قسم کھانے والے کا حصہ) آزاد ہو گیا تو مارنے والے کے حصہ کا قسم کھانے والا ضامن ہوگا بشرطیکہ موسر ہو یہ غایۃ البیان میں ہے۔ دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس غلام کو مارا تو وہ آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ اگر میں نے اس کو آج نہ مارا تو وہ آزاد ہے پھر اس نے غلام کو مارا تو پہلا قسم کھانے والا مارنے والے کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ ہر مملوک جس کا میں آئندہ مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر وہ دوسرے کے ساتھ مشترک کسی مملوک کا مالک ہوا تو آزاد (مملوک) نہ ہوگا پھر اگر اس نے اپنے شریک کا حصہ بھی خرید لیا تو اب آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے اپنے حصہ پہلے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر شریک کا حصہ خود خریدا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی مملوک معین سے کہا کہ جب میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اس کا نصف خریدا پھر فروخت کیا پھر باقی نصف خریدا تو آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے پس ایک نے کہا کہ میرے شریک نے اس کو سال بھر ہوا کہ آزاد کر دیا ہے اور خود میں نے اس کو آج کے روز آزاد کیا ہے اور اس کے شریک نے کہا کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا ہاں آج تو نے اس کو آزاد کیا ہے پس تو مجھے میرے حصہ نصف کی ضمان دے تو جس نے زعم کیا کہ شریک نے سال بھر سے آزاد کیا ہے اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اس کو کل کے روز گذشتہ میں آزاد کیا ہے اور میرے شریک نے سال بھر سے اس کو آزاد کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے اپنے آزاد کرنے کا اقرار نہ کیا لیکن گواہ قائم کیے کہ اس نے کل کے روز گذشتہ میں آزاد کیا ہے تو وہ اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میرے شریک نے اس غلام کو ایک مہینہ سے آزاد کیا ہے اور میں نے دو دن سے تو وہ ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے اپنے اوپر ضمان کا اقرار نہیں کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں (مردوں میں) میں مشترک ہے کہ ایک نے کہا کہ یہ میرے شریک کی ام ولد ہے اور اس کے شریک نے اُس سے انکار کیا تو وہ ایک روز تک موقوف رہے گی یعنی خدمت نہ کرے گی اور ایک روز منکر کے واسطے خدمت کرے گی اور منکر کے واسطے اس پر سعایت کرنی واجب نہ ہوگی اور جو شریک مقر رہا ہے اس کے واسطے باندی مذکور پر کوئی راہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور اس کی نصف ولاء اور نصف کمائی منکر کے واسطے ہوگی اور باقی نصف موقوف رہے گی اور اس کا نفقہ خود اس کی کمائی سے ہوگا اور اگر کمائی نہ ہو تو نصف نفقہ منکر پر ہوگا اور وہ مقر کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور اگر منکر مر گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بوجہ اقرار مقر کے وہ آزاد ہو جائے گی اور منکر کے حصہ کے لئے اس کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی اور اگر دونوں شریکوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ یہ دوسرے شریک کی ام ولد ہے اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو یہ باندی موقوف رہے گی اور کسی شریک کے واسطے دوسرے شریک پر کوئی راہ نہ ہوگی اور نیز باندی پر بھی کوئی راہ (یعنی تاوان ۱۲) نہ ہوگی پھر اگر کوئی ایک مر گیا تو وہ آزاد ہو جائے گی اور اس کی ولاء موقوف رہے گی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر ایک شریک نے کہا کہ آزاد کیا میں نے اس غلام کو اور تو نے یا اس کے برعکس کیا (یعنی تو نے اور میں نے) یا کہا کہ ہم دونوں نے اس غلام کو آزاد کیا پس اگر دوسرے شریک نے اس کی تصدیق کی تو وہ دونوں کی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر تکذیب کی تو وہ اوّل کی طرف سے آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے پر اعتاق (اعتاق آزاد کرنا ۱۲) کی شہادت دی مثلاً غلام دو شریکوں میں مشترک تھا پس ایک نے دوسرے پر شہادت

دی تو اس کا اقرار اپنی ذات پر جائز ہوگا دوسرے پر جائز نہ ہوگا اور شہادت دینے والے کا حصہ آزاد نہ ہوگا اور وہ اپنے شریک کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرے گا جو دونوں شریکوں کے درمیان مشترک ہوگی خواہ دونوں خوشحال ہوں یا دونوں تنگدست ہوں یہ امام اعظمؒ کا قول ہے پھر اگر اس کے بعد دونوں میں سے ہر ایک نے غلام کی سعایت کرانے سے پہلے اپنا حصہ آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ نصیب منکر اپنی ملک پر ہے اور ایسا ہی شہادت دینے والے کا بھی حصہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی ملک میں ہے اس واسطے کہ اعتاق اس کے نزدیک متجزی ہوتا ہے پس جب دونوں نے اس کو آزاد کیا تو دونوں کا آزاد کرنا جائز ہو گیا اور اس کی ولاء ان دونوں میں مشترک ہوگی۔ اسی طرح اگر غلام نے سعایت کر کے اپنی قیمت ادا کر دی تو بھی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ اپنے شریک پر گواہی دی کہ اس نے سعایت وصول پائی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی گواہی جائز نہ ہوگی:

جب دونوں کے واسطے سعایت واجب ہوئی اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے پر شہادت دی کہ اس نے غلام سے سعایت پوری بھر پائی ہے تو اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر ایک نے اپنا حصہ سعایت وصول پانے کے بعد دوسرے پر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ سعایت وصول پایا ہے تو شہادت قبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کسی دوسرے گواہ کے ساتھ اپنے شریک پر گواہی دی کہ اس نے سعایت وصول پائی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی گواہی جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کے واسطے شریک پر غصب مال یا جراحت بدن یا کسی اور ایسی چیز کی جس کی وجہ سے اس پر مال واجب ہو گواہی دی تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر شہادت دی اور دوسرے نے انکار کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لی جائے گی اور جب دونوں نے قسم کھالی تو امام اعظمؒ کے نزدیک غلام مذکور ہر ایک کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لئے سعایت کرے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک حالت تنگدستی و خوشحالی میں کوئی فرق نہ ہوگا کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہے کذا فی المضمرات اور اس کی ولاء ان دونوں کے واسطے ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دونوں نے اعتراف کیا کہ ہم نے اس کو ایک ساتھ آزاد کیا ہے یا آگے پیچھے آزاد کیا ہے تو واجب ہے کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کے واسطے ضامن نہ ہو بشرطیکہ دونوں موسر ہوں اور غلام بھی سعایت نہ کرے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے اعتراف کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو واجب ہے کہ منکر سے قسم لی جائے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک غلام تین نفر کے درمیان مشترک ہو جن میں سے دو نفر نے تیسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے اور اس تیسرے نے جس پر گواہی دی گئی ہے انکار کیا تو غلام مذکور ان تینوں کے واسطے سعایت کرے گا جو باہم ان میں تین تہائی[1] مشترک ہوگی اور اگر کسی نے غلام کی سعایت میں سے کچھ وصول کیا تو باقی دو کو اختیار ہوگا کہ اس میں سے اپنا دو تہائی حصہ اس سے واپس کریں جو باہم نصفا نصف تقسیم کر لیں گے یہ محیط میں ہے اور اگر شریک تین ہوں پس ہر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو گواہی نامقبول ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر تین شریکوں میں سے ایک نے باقی دونوں میں سے ایک پر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے اور شریک دیگر نے شاہد اوّل پر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو قاضی دونوں میں سے کسی پر آزاد کرنے کا حکم نہ دے گا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] جب کہ سب مساوی شریک ہوں۔

اگر شریکوں میں سے دو شریکوں نے تیسرے پر گواہی دی:

اگر (تین شریکوں میں سے) دو شریکوں نے تیسرے پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ سعایت غلام سے وصول پایا ہے تو دونوں کی گواہی جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اس نے سب مال ہم دونوں سے وکیل ہو کر غلام سے وصول کیا ہے تو دونوں کی گواہی اس پر جائز نہ ہوگی لیکن غلام ان دونوں کے حصہ سعایت سے بری ہو جائے گا اور جس شریک پر گواہی دی ہے وہ اپنا حصہ غلام سے وصول کرے گا اور اس میں باقی دونوں شریک جنہوں نے گواہی دی تھی بٹائی کی شرکت نہیں کر سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہے پھر دو گواہوں نے ان دونوں میں سے خاص ایک پر زید یا عمرو پر یہ گواہی دی کہ اس نے باندی کو آزاد کیا ہے اور باندی نے اس کی تکذیب کی مگر باندی نے دوسرے شریک پر دعویٰ کیا کہ اس نے آزاد کیا ہے مگر اس نے انکار کیا اور قاضی کے سامنے قسم کھا گیا کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا ہے تو باندی مذکورہ گواہان مذکور کی گواہی سے آزاد ہو جائے گی اگرچہ باندی کی طرف سے دعویٰ نہیں پایا گیا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زید و عمرو کے درمیان باندی مشترک ہو پھر ان دونوں میں سے ایک کے دو بیٹوں نے دوسرے شریک پر گواہی دی کہ اس نے اس باندی کو آزاد کیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہوگی اور اگر دونوں نے اپنے باپ پر گواہی دی کہ اس نے آزاد کیا ہے تو گواہی جائز ہوگی پس اگر ان گواہوں کا باپ موسر یعنی خوشحال ہو پھر باندی مذکورہ مر گئی اور اس نے کچھ مال چھوڑا اور حال یہ ہے کہ بعد عتق کے اس کے ایک بچہ بھی ہوا ہے پھر شریک نے چاہا کہ اس بچہ سے سعایت کرا دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے جیسے اس بچہ کی ماں کی زندگی میں تھا کہ اس کو اس بچہ سے سعایت کرانے کی کوئی راہ نہ تھی ایسے ہی بعد موت اس کی ماں کے بھی یہی رہے گا درصورتیکہ اس کی ماں نے مال چھوڑا ہے لیکن اس کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے شریک موسر سے تاوان لے جیسے کہ باندی کی زندگی میں یہ اختیار تھا پھر شریک ضامن جو کچھ تاوان دے گا وہ اس باندی کے ترکہ میں سے لے لے گا جیسے اس کی زندگی کی صورت میں بھی واپس لے سکتا تھا پھر جو کچھ مال اس کے ترکہ میں سے باقی رہے گا وہ اس کے پسر کی میراث ہوگا اور اگر باندی مذکورہ نے کچھ مال نہ چھوڑا ہو تو شریک ضامن مال تاوان کو اس کے پسر سے لے لے گا اور اگر باندی مذکورہ مری نہ ہو اور شریک نے یہ اختیار کیا کہ باندی مذکورہ سے سعایت کرا دے تو اس سعایت میں یہ باندی بمنزلہ مکاتبہ کے ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر گواہوں نے شریک (خواہ تنہا ہو) پر یوں گواہی دی کہ اس نے یوں اقرار کیا ہے کہ بائع اس غلام کو مدبر کر چکا ہے:

اگر غلام دو مردوں میں مشترک ہو پھر دو گواہوں نے ان میں سے ایک معین شریک پر گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا ہے اور یہ شریک موسر ہے تو قاضی اس غلام کے آزاد ہونے کا حکم دے گا اور اس کے شریک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ کی بابت اس سے تاوان لے یہ محیط میں ہے۔ مگر شریک ضامن اس مال تاوان کو غلام سے واپس لے گا اور غلام کی پوری ولاء اسی کی ہوگی اگرچہ وہ اپنا حصہ آزاد کرنے سے منکر ہوا ہو یہ مبسوط میں ہے اور اگر گواہوں نے شریک معین پر یوں گواہی دی ہو کہ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ غلام حرالاصل (اصلی آزاد ہوا) ہے تو قاضی اس کی آزادی کا حکم دے گا مگر مقر مذکور کی ولاء اس آزاد شدہ پر ثابت نہ ہوگی اور شریک دیگر کو اس مقر سے تاوان لینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ جس نے اس کو فروخت کیا تھا اس نے قبل فروخت کے اس کو آزاد کیا تھا تو یہ غلام اس مشہود علیہ شریک کے مال سے

آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اس کی ولاء موقوف رہے گی اس واسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو اس کی اپنی ذات سے دور کرتا ہے اس لئے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے اس کو آزاد نہیں کیا تھا بلکہ مشتری کے اقرار سے آزاد ہوا ہے پس اس کی ولاء مشتری کی ہو گی اور مشتری کہتا ہے کہ بائع نے اس کو آزاد کیا پس ولاء اس کی ہوگی لہٰذا اس کی ولاء توقف میں رہے گی یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کی تصدیق کی طرف رجوع کرے پس ولاء اسی کی ہو جائے گی اور اگر گواہوں نے شریک (خواہ شریک ہو یا تنہا ہو یہ جواب بہرحال جاری ہے) پر یوں گواہی دی کہ اس نے یوں اقرار کیا ہے کہ بائع اس غلام کو مدبر کر چکا ہے یا باندی تھی کہ اس کی نسبت یوں اقرار کیا ہے کہ بائع اس کو قبل بیع کے ام ولد بنا چکا ہے تو خواہ غلام ہو یا باندی ہو اس کی ملک سے خارج ہو جائے گا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے اور ان دونوں مملوکوں میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ بائع مر جائے پھر جب بائع مر گیا تو دونوں (یعنی باندی مرد غلام) آزاد ہو جائیں گے بشرطیکہ مدبر اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر ان دونوں پر کسی نے جنایت کی تو ایسی ہے جیسے مملوک پر جنایت کی یہ اس وقت تک ہے کہ جب تک بائع زندہ رہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ان دونوں کی جنایت موقوف رہے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دونوں شریکوں میں سے ایک نے اقرار (نافذ کا) کیا کہ میرے عتق شریک نے عتق (غلام) کا نافذ کا اقرار کیا ہے تو اس پر حرام ہوگا کہ پھر غلام سے خدمات غلامی لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام تین آدمیوں میں مشترک ہو جن میں سے ایک غائب ہو گیا پھر دو حاضروں نے اس غائب پر گواہی دی کہ اس نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو ان دونوں حاضروں اور غلاموں کے درمیان روک کر دی جائے گی پھر جب غائب مذکور آ جائے گا تو غلام سے کہا جائے گا کہ اپنے گواہوں کا اعادہ کرے پھر جب اس نے اپنے گواہ بمقابلۂ غائب مذکور کے اس پر قائم کئے تو غائب کے حصہ کے آزاد ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر دو گواہوں نے دو شریکوں میں سے ایک شریک پر یہ گواہی دی کہ اس کے شریک غائب نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی گواہی قبول نہ ہوگی کذا فی الظہیریہ لیکن غلام اور اس شریک کے درمیان روک کر دی جائے گی تا کہ اس سے خدمات غلامی نہ لے سکے یہاں تک کہ شریک غائب حاضر آئے اور یہ استحسان ہے پھر جب غائب مذکور حاضر ہوگا تو اس پر گواہی کا اعادہ کرنا ضروری ہے تاکہ حکم آزادی ثابت ہو اور اگر دونوں شریک غائب ہوں پھر دونوں میں سے ایک معین شریک پر گواہ قائم ہوئے کہ اس نے اپنا حصہ اس غلام میں سے آزاد کیا ہے تو بدون اس کے کہ کوئی خصومت از قبیل قذف (یعنی غلام پر کسی نے قذف کا دعویٰ کیا ۱۲) و جنایت وغیرہ کسی وجہ سے ہو ایسی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر اس قبیل سے کوئی خصومت پائی گئی تو ایسی گواہی مقبول ہوگی جبکہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس کے ہر دو مولاؤں نے اس کو آزاد کر دیا ہے یا دونوں میں سے ایک نے اس کو آزاد کیا اور دوسرے نے اس سے اپنا حصہ سعایت وصول کر لیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک غلام تین شریکوں میں مشترک ہوا کہ ان میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنا حصہ ہزار درہم پر آزاد کیا ہے اور غلام نے کہا کہ اس نے مفت آزاد کیا ہے اور باقی دو شریکوں نے گواہی دی کہ اس نے ہزار درہم پر آزاد کیا ہے تو ان کی گواہی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر ہر دو شریک کے باپوں یا بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو بھی جائز ہے۔ اگر ان شریکوں میں سے بعض نے غلام مشترک کو آزاد کیا اور اس غلام کے قبضہ میں بہت مال ہے جس کو اس نے خود کمایا ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کب (یعنی قبل عتق کے یا بعد عتق کے) کمایا ہے (قال ظاہراً نکہ قسم سے قول قبول ہوگا واللہ اعلم) اور اس مال کی بابت شریکوں اور غلام میں جھگڑا ہوا چنانچہ شریکوں نے کہا کہ اس نے یہ مال قبل عتق کے کمایا ہے اور غلام نے کہا کہ میں نے بعد عتق کے کمایا ہے تو قول غلام کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باب : ③

دو غلاموں میں سے ایک کے عتق کے بیان میں

قال المترجم یعنی اسطرح کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے بدون تعین کے فافہم جب مجہول کی طرف عتق مضاف کیا جائے تو صحیح ہے اور مولیٰ کے واسطے اختیار تعیین حاصل ہوگا جس کو چاہے معین کرے خواہ اس نے یوں کہا ہو کہ تم دونوں میں کا ایک آزاد ہے یا یوں کہا ہو کہ آزاد یا وہ آزاد ہے یا اس نے نام لیا ہو کہ سالم آزاد ہے یا غانم یا ایضاح میں ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ آزاد ہے ورنہ وہ تو یہ کہنا مثل اس قول کے ہے کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر دونوں غلاموں نے حاکم کے پاس نالش کی تو مولیٰ کو حاکم مذکور بیان کرنے پر مجبور کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں نے حاکم کے پاس مخاصمہ نہ کیا اور مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کا عتق بطور تعیین اختیار کر لیا تو اختیار کرتے ہی اس پر عتق واقع ہوگا اور قبل اس طرح اختیار کرنے کے جب تک خیار مولیٰ باقی رہے گا تب تک وہ مثل (یعنی احکام میں) دو غلاموں کے ہوں گے اور یہ بنا بر اصل امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور قبل اختیار کرنے کے مولیٰ کو روا ہے کہ ان دونوں سے خدمت لے اور نیز روا ہے کہ دونوں کو کرایہ پر دے یا ان سے کمائی کرائے اور کرایہ و کمائی مولیٰ کی ہوگی اور اگر قبل اختیار مولیٰ کے ان دونوں پر جنایت کی گئی پس اگر جنایت از جانب مولیٰ ہو پس اگر قتل نفس سے کم ہو مثلاً اس نے غلاموں کے ہاتھ کو قطع کیا تو مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا خواہ دونوں کا ہاتھ ایک ساتھ کاٹا ہو یا آگے پیچھے اور اگر جنایت قتل نفس ہو بس اگر مولیٰ نے آگے پیچھے دونوں کو قتل کیا تو پہلا غلام ہوگا یعنی اس نے غلام کو قتل کیا اور دوسرا آزاد ہونے کے واسطے متعین ہو گیا پھر جب اس کو قتل کیا تو آزاد کو قتل کیا پس مولیٰ پر دیت واجب ہوگی جو وارثان غلام کو ملے گی اور مولیٰ کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر دونوں کو ایک ساتھ ایک ضرب واحد سے قتل کیا تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کے وارثوں کو اس کی نصف دیت دیدے اور اگر جنایت از جانب اجنبی ہو پس اگر قتل نفس سے کم ہو مثلاً کسی اجنبی نے ہر ایک غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اس اجنبی پر غلام کے ہاتھ کا ارش واجب ہوگا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کی نصف قیمت اور یہ ارش ان کے مولیٰ کا ہوگا خواہ اجنبی مذکور نے آگے پیچھے قطع کیا ہو یا ایک ساتھ کاٹا ہو اور اگر جنایت قتل نفس ہو تو قاتل یا ایک ہوگا یا دو ہوں گے پس اگر قاتل ایک ہو تو اگر اس نے معاً دونوں کو قتل کیا تو قاتل پر دونوں میں سے ہر ایک کی نصف قیمت واجب ہوگی اور یہ مولیٰ کی ہوگی اور نیز قاتل پر ہر ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور یہ دونوں کے وارثوں کی ہوگی اور اگر قاتل نے دونوں کے آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر اوّل مقتول کی قیمت اس کے مولیٰ کے واسطے واجب ہوگی اور دوسرے مقتول کی دیت اس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی۔ اور اگر قاتل دو ہوں اور ہر ایک نے ایک ایک کو قتل کیا پس اگر ہر ایک کا قتل کرنا ایک ساتھ واقع ہوا تو ہر ایک قاتل پر قیمت کامل واجب جس میں سے نصف وارثان مقتولان کو اور نصف مولائے مقتولان کی ہوگی اور اگر قاتلوں کا قتل کرنا آگے پیچھے واقع ہوا تو قاتل اوّل پر اپنے مقتول کی قیمت کامل اس کے مولیٰ کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل دوم پر اپنے مقتول کی دیت اس کے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر مولیٰ کے اختیار کرنے سے پہلے دونوں باندیوں سے شبہ میں وطی کی گئی تو دونوں باندیوں کا

عقر واجب ہوگا:

اگر اس نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک حرہ ہے پھر دونوں میں سے ہر ایک کے ایک بچہ پیدا ہوا یا دونوں میں سے ایک کے ایک بچہ پیدا ہوا تو جس باندی کا عتق مولیٰ اختیار کرے گا اس کا بچہ آزاد ہوگا اور اگر دونوں باندیاں ایک ساتھ مر گئیں یا دونوں ایک ساتھ قتل کی گئیں تو مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ ان بچوں میں سے جس کے حق میں چاہے عتق اختیار کر کے واقع کرے مگر جس بچہ کو عتق کے واسطے متعین کرے گا اس کو اپنی مادر مقتول کے جرم قتل کے معاوضہ میں سے کچھ ارث نہ ملے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر دونوں باندیوں کی زندگی میں ایک کا بچہ مر گیا تو اس پر التفات نہ کیا جائے گا بخلاف اس کے اگر دونوں باندیوں کی موت کے بعد کسی کا بچہ مر گیا تو التفات ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مولیٰ کے اختیار کرنے سے پہلے دونوں باندیوں سے شبہ میں وطی کی گئی تو دونوں باندیوں کا عقر[1] واجب ہوگا اور یہ دونوں عقر مولیٰ کو ملیں گے یہ بدائع میں ہے اور اگر مولیٰ کے اختیار کرنے سے پہلے ان میں سے ایک باندی نے کوئی جنایت کی پھر مولیٰ نے جنایت کا حال معلوم کرنے کے بعد اسی باندی پر عتق واقع کرنا اختیار کیا تو مولیٰ اس جنایت کا اختیار[2] کرنے والا ہوگا اور اگر قبل بیان کے مولیٰ مر گیا تو ہر ایک باندی میں سے اس کا نصف آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے لیے مولیٰ کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی اور جس باندی نے جنایت کی ہے مولیٰ پر اپنے مال سے اس کی قیمت واجب ہوگی جیسے کہ اگر اس نے جنایت کا حال معلوم ہونے سے پہلے اسی کو آزاد کر دیا جس نے جنایت کی ہے تو یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں کو اس نے ایک ہی صفقہ میں بیع کر دیا تو یہ بیع دونوں کی باطل ہوگی یہ ایضاح میں ہے اور اگر دونوں کو ایک ہی صفقہ میں بیع کر دیا اور دونوں کو مشتری کے سپرد کر دیا یا پھر دونوں کو مشتری نے آزاد کیا تو بائع بیان پر مجبور کیا جائے گا کہ کس کو اس نے مراد لیا ہے پھر جب بائع نے دونوں میں سے کسی ایک میں عتق کو معین کیا تو ملک فاسد دوسرے کے حق میں متعین ہوگی اور دوسرا مشتری کی طرف سے بقیمت آزاد ہوگا اور اگر بائع مذکور قبل بیان کرنے کے مر گیا تو اس کے وارثوں سے کہا جائے گا کہ تم لوگ[ل] بیان کرو جب انھوں نے کسی ایک کو عتق کے واسطے متعین کیا تو دوسرا مشتری کی طرف سے بقیمت آزاد ہو جائے گا اور دونوں غلاموں میں عتق شائع نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مشتری نے آزاد نہ کیا یہاں تک کہ بائع مر گیا تو عتق دونوں میں منقسم ہوگا یہاں تک کہ قاضی بیع فسخ کر دے پھر جب بیع کو فسخ کر دیا تو عتق منقسم ہوگا اور دونوں میں سے نصف نصف آزاد ہو جائے گا اور اگر مالک نے قبل اختیار کرنے کے کہ کون دونوں میں سے آزاد ہونے کے واسطے متعین ہوا ہے اس نے دونوں کو ہبہ کیا یا صدقہ میں دے دیا یا دونوں پر کسی عورت سے نکاح کیا تو مجبور کیا جائے گا کہ کسی ایک میں عتق اختیار کرے پس دوسرے کا ہبہ وصدقہ ومہر قرار دینا جائز ہوگا اور اگر مولیٰ کسی ایک میں عتق معین کرنے سے پہلے مر گیا تو دونوں کا ہبہ وصدقہ باطل ہو جائے گا اور مہر مقرر کرنا بھی باطل ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں کو اہل حرب یعنی کافر جو مسلمانوں سے لڑائی کرتے ہیں گرفتار کر لیے گئے تو مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے کسی ایک میں عتق کو متعین کرے پس دوسرا اہل حرب کی ملک (بظاہر) ہوگا اور اگر مولیٰ نے کسی ایک میں عتق معین نہ کیا یہاں تک کہ خود مر گیا تو اہل حرب کی ملکیت دونوں میں سے باطل ہوگی اس واسطے کہ حریت دونوں میں شائع ہو گئی ہے اور اگر دونوں کو کسی نے حربی سے خرید کیا تو

ل مولیٰ کی موت کے بعد وارثوں سے تعیین کرائی جائے گی اور یہ نہ ہوگا کہ ایک عتق دونوں میں پھیل جائے کہ جس سے ہر ایک کا نصف آزاد ہو جائے اور مشتری کا عتق وخرید صحیح نہ ہو وغیر ذالک من المفاسد ۱۲۔

(۱) خواہ وطی کنندہ ایک ہو یا ہر ایک کے ساتھ علیحدہ ہو ۱۲۔ (۲) اس کا جرمانہ اپنے ذمہ لیا ۱۲۔

مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس میں چاہے عتق کو معین کرے پس دوسرے کو مشتری مذکور اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے گا۔

اگر اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک حرہ ہو پھر اس نے ان دونوں میں سے ایک سے وطی کی اور وہ حامل نہ ہوئی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسری آزاد نہ ہو جائے گی:

اگر اہل حرب سے کسی نے ایک کو خرید کیا اور مولیٰ نے اسی کا عتق اختیار کیا تو آزاد ہو جائے گا اور خرید باطل ہو جائیگی اور اگر مولیٰ نے اس کو جس کو خرید کیا ہے ثمن کے عوض خرید لیا تو دوسرا آزاد ہو جائیگا اور اگر اہل حرب نے ایک کو قید کیا تو آزاد نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مولیٰ نے ایک کو کافر سے خرید کیا تو دوسرا آزاد ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی صحت میں دو مملوک سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا پھر اس نے عتق کو ان میں سے ایک کی طرف راجع کیا تو یہی غلام مولیٰ کے تمام مال سے آزاد ہو جائے گا اگر چہ اس کی قیمت تہائی مال مولیٰ سے زائد ہو یہ شرح طحاوی میں ہے۔ بیان تین طرح کا ہوتا ہے۔ نص و دلالت و ضرورت۔ نص کی مثال یہ ہے کہ مولیٰ نے ایک معین سے کہا کہ میں نے تجھے مراد لیا یا نیت کی یا ارادہ کیا تھا اس لفظ سے جو میں نے ذکر کیا تھا یا میں نے اختیار کیا یا کہا کہ تو حرہے اس لفظ سے جو میں نے کہا تھا یا اس لفظ سے جو میں نے ذکر کیا تھا یا اس اعتاق سے یا میں نے عتق سابق سے تجھے آزاد کیا ہے اور مثل اس کے اور الفاظ جو اس معنی میں ہوں اور اگر یوں کہا کہ تو حر ہے یا میں نے تجھے آزاد کیا اور یہ نہ کہا کہ لفظ مذکور یا عتق سابق پس اگر اس سے عتق جدید مراد لیا ہے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے یہ غلام بسبب عتق جدید کے اور وہ سبب لفظ سابق کے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے جدید عتق مراد نہیں لیا بلکہ وہی مراد لیا جو مجھ پر بسبب میرے قول (تم میں سے ایک حر ہے) کے لازم آیا ہے تو قضاءً بھی اس کی تصدیق ہوگی اور اس کا قول کہ میں نے تجھے آزاد کیا اس پر محمول ہوگا کہ اس نے عتق اختیار کیا یعنی گویا یوں کہا کہ میں نے تیرا عتق اختیار کیا اور دلالت کی صورت یہ ہے کہ مولیٰ دونوں میں سے ایک کو اپنی ملک سے نکال دے بسبب بیع کے یا بایں طور کہ دونوں میں سے ایک کو رہن کر دے یا ایک کو اجارہ دیدے یا مکاتب کر دے یا مدبر کر دے یا باندی ہو اور اس کو ام ولد بنادے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کو فروخت کیا بطور قطعی یا اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کیا یا بطور بیع فاسد فروخت کیا خواہ اس پر قبض نہیں کیا یا سپرد کر دیا یا چکایا یا ایک کے دینے کی وصیت کر دی یا ایک پر نکاح کر دیا یا ایک[1] آزادی پر قسم کھائی تو یہ سب دوسرے کے حق میں عتق کا اختیار کرنا ہے بطور دلالت یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک حرہ ہے پھر اس نے ان دونوں میں سے ایک سے وطی کی اور وہ حاملہ نہ ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دوسری آزاد[2] نہ ہو جائے گی اور اگر وہ حاملہ ہو گئی تو دوسری بالاتفاق آزاد ہو جائیگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ ان دونوں سے اس کو وطی کرنا امام علیہ الرحمۃ کے مذہب کے موافق حلال ہے مگر اس کا فتویٰ نہ دیا جائے گا (احتیاطاً) یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر اس نے ایک سے خدمت لی تو یہ امر بالاتفاق سب[3] کے نزدیک اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور بیان بضرورت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قبل اختیار کرنے کے دونوں میں

(۱) مثلاً کہا جائے کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا یہ غلام آزاد ہے۔ (۲) متعین نہ ہوگی۔ (۳) جس سے خدمت لی اس کے سوائے دوسری کا عتق معین نہ ہو جائے گا۔

سے ایک مر گیا تو بہ ضرورت دوسرا آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک قتل کیا گیا خواہ اس کو مولیٰ نے قتل کیا یا کسی دوسرے نے اس کو قتل کیا یہی حکم ہے فرق اسقدر ہے اگر مولیٰ نے قتل کیا ہو تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اجنبی نے قتل کیا تو اس پر غلام مقتول کی قیمت مولیٰ کے واسطے واجب ہوگی اور اگر ایسی صورت میں مولیٰ نے مقتول کا عتق اختیار کیا تو زندہ سے عتق مرتفع نہ ہوگا بلکہ وہ ضرور آزاد ہوگا لیکن مقتول کی قیمت اس صورت میں مقتول کے وارثوں کو ملے گی اور اگر دونوں میں سے ایک کا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرا آزاد نہ ہوگا خواہ مولیٰ نے اس کا ہاتھ کاٹا ہو یا کسی اجنبی نے قطع کیا ہو اور اگر اجنبی نے ان میں سے ایک کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مولیٰ نے عتق کو بیان کیا پس اگر جس پر جنایت واقع ہوئی ہے اس کے سوائے دوسرے کے حق میں عتق اختیار کیا تو بلاشبہ ارش جنایت مولیٰ کو ملے گا اور اگر اس نے اس غلام کا عتق اختیار کیا جس پر جنایت واقع ہوئی ہو تو قدوریؒ نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ اس صورت میں بھی ارش جنایت مولیٰ کا ہوگا اور جس پر جنایت واقع ہوئی ہو اس کو کچھ ارش نہ ملے گا اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ ارش [1] اس غلام کا ہوگا جس پر جنایت واقع ہوئی ہے اور ایسا ہی قاضی نے درصورتیکہ مولیٰ نے خود ہاتھ کاٹا اور عتق اسی غلام کا جس پر جنایت واقع ہوئی اختیار کیا ہے بیان فرمایا کہ آزاد آدمیوں کے ہاتھ کاٹنے کا ارش جس قدر ہوتا ہے وہ واجب ہوگا اور وہ سب غلام کو ملے گا [2] اور اگر غیر مجنی علیہ یعنی دوسرے غلام کا عتق اختیار کیا تو مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر دو غلاموں کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ ان دونوں میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو باندیوں کی نسبت کہا کہ ان دونوں میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر دونوں میں سے ایک آدمی مر گیا تو جو باقی ہے وہ حریت یا استیلاد کے واسطے متعین نہیں ہو جائیگا۔ یہ ایضاح میں ہے۔

اگر کسی شخص کے تین غلام ہوں پس اس نے کہا کہ آزاد ہے اور یا تو اوّل آزاد ہو جائے گا :

اگر مولیٰ نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے حالانکہ ایک غلام کے سوائے اس کا کوئی غلام نہیں ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا پھر اگر مولیٰ نے کہا کہ میرا ایک اور غلام ہے اور میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ وہ گواہ قائم کرے کہ میرا دوسرا غلام بھی ہے اور مابینہ و بین اللہ تعالیٰ عز وجل اس کی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میرے غلام میں کا ایک آزاد ہے یا میرے غلاموں میں کا ایک آزاد ہے حالانکہ ایک غلام کے سوائے اس کا کوئی غلام نہیں ہے تو یہی غلام آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولیٰ نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پس اس سے کہا گیا کہ تو نے ان میں سے کس کو مراد لیا ہے پس اس نے کہا کہ میں نے اس غلام کو مراد نہیں لیا ہے تو دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا پھر اگر اس کے بعد اس نے اس دوسرے کی نسبت بھی کہا کہ میں نے اس کو مراد نہیں لیا تھا تو پہلا بھی آزاد ہو جائے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے تین غلام ہوں پس اس نے کہا کہ وہ غلام آزاد ہے اور یا یہ اور یہ تو تیسرا آزاد ہو جائے گا اور اوّل دونوں کی نسبت اس کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا کہ ان میں سے کسی کی نسبت عتق اختیار کرے اور اگر یوں کہا کہ یہ آزاد ہے اور یہ یا یہ تو اوّل آزاد ہو جائے گا اور پچھلے دونوں کی نسبت اس کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر ایک غلام ایک آزاد کے ساتھ مختلط [ل] ہو گیا مثلاً ایک شخص کا ایک غلام تھا کہ وہ ایک آزاد کے ساتھ مختلط ہو گیا پھر دونوں میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں آزاد ہوں اور مولیٰ کہتا

ل قولہ مختلط ہو گیا اس کی بہت صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً زید نے اندھیری رات میں دو غلاموں کو کوٹھری میں بند کر کے پھر دیر کے بعد ایک کا ہاتھ پکڑ کے اس کو آزاد کر دیا اور بعد چھوڑ کر چلا گیا پھر صبح کو ہر ایک مدعی ہوا کہ میرا ہاتھ پکڑا تھا۔

(۱) جس کا عتق مولیٰ نے اختیار کیا ہے۔ (۲) تمہ قولہ قاضی علیہ الرحمۃ۔

ہے کہ تم میں سے ایک میرا غلام ہے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لے تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ آزاد ہے پس اگر مولیٰ نے ایک کی نسبت قسم کھالی اور دوسرے کی نسبت قسم سے انکار کیا تو جس کی نسبت قسم سے انکار کیا وہ آزاد ہوگا نہ دوسرا اور اگر اس ان دونوں کی نسبت قسم سے انکار کیا تو دونوں حر ہیں اور اگر دونوں کی نسبت قسم کھالی تو امر مختلف ہو گیا پس قاضی باحتیاط حکم کرے گا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا نصف مفت آزاد کرے گا اور نصف بعوض نصف قیمت کے آزاد کرے گا (حکم دے گا ۱۲) اور اسی طرح اگر تین غلام ہوں تو ان تینوں میں سے ہر ایک میں سے تہائی آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اسی طرح اگر دس ہوں تو ان میں بھی یہی اعتبار ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام کے ساتھ ایسی چیز جمع کی جس پر عتق ہی واقع نہیں ہوتا ہے جیسے چوپایہ و دیوار وغیرہ اور کہا کہ میرا غلام آزاد ہے یا یہ چیز یا کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا غلام آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

خواہ اس نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام اور غیر کے غلام دونوں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے تو بالاجماع اس کا غلام آزاد نہ ہو جائے گا الا اس صورت میں کہ اس کی نیت میں اپنے غلام کا عتق ہو اور اسی طرح اگر باندی زندہ و باندی مردہ میں جمع کر کے یوں کہا کہ تو آزاد ہے یا یہ یا یوں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو اس کی باندی آزاد نہ ہوگی اور اگر اپنے غلام و آزاد کے درمیان جمع کر کے یوں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو اس کا غلام آزاد نہ ہو جائے گا الا اس صورت میں کہ نیت ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ میرے مملوکوں میں سے ایک باندی اور ایک غلام آزاد ہے اور اس نے بیان نہ کیا (کہ کس کو مراد لیا ہے) یہاں تک کہ مر گیا اور اس کے دو غلام اور ایک باندی ہے تو باندی آزاد ہو جائے گی اور ہر دو غلام میں سے ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنے باقی نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس کے تین غلام اور ایک باندی ہو تو باندی آزاد ہو جائیگی اور غلاموں میں سے ہر ایک میں سے ایک تہائی آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس کے تین غلام اور تین باندیاں ہوں تو ہر ایک باندی اور ہر ایک غلام میں سے اس کا تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنے باقی کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس کے تین غلام اور دو باندیاں ہوں تو ہر باندی میں سے نصف آزاد ہوگی اور باقی نصف کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گی اور ہر غلام میں سے ایک تہائی آزاد ہو جائے گا اور باقی دو تہائی کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور اسی قیاس پر اس جنس کے مسائل کو بھی استخراج کرنا چاہئے یہ محیط میں ہے اور اگر اس نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے حالانکہ اس کی نیت میں کوئی معین نہیں ہے۔ پھر قبل بیان کے مر گیا تو ہر ایک میں سے نصف آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا یہ بدائع میں ہے اور مولیٰ کا وارث بیان کے حق میں قائم مقام مولیٰ کا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مرد کے تین غلام ہیں ان میں سے دو غلام اس کے روبرو گئے پس اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان دونوں میں سے ایک باہر نکل آیا اور تیسرا غلام داخل ہوا پس اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو جب تک مولیٰ زندہ ہے اس کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا پس اگر بیان کیا اور کہا کہ میں نے کلام اوّل سے وہ غلام مراد لیا تھا جو اندر رہ گیا تھا تو وہی آزاد ہو جائے گا اور دوسرا کلام باطل ہو گیا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے کلام اوّل سے اس کا عتق مراد لیا تھا جو باہر نکل آیا تھا تو کلام اوّل سے وہ غلام آزاد ہو جائے گا جو باہر نکل آیا تھا پھر مولیٰ کو حکم دیا جائے گا کہ دوسرے کلام کی مراد بیان کرے اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے پہلے کلام کی مراد بیان کرنے سے شروع کیا ہو اور اگر دوسرے کلام کی مراد بیان کرنی شروع کی اور کہا کہ میں نے دوسرے کلام سے اس غلام کا عتق مراد لیا تھا جو اندر رہ گیا تھا تو کلام اوّل سے وہ غلام

آزاد ہو جائے گا جو باہر نکل آیا تھا اور ایجاب اوّل باطل نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے دوسرے کلام سے وہ غلام مراد لیا ہے جو اندر داخل ہوا ہے تو جو داخل ہوا ہے وہ آزاد ہو جائے گا اور کلام اوّل کے بیان کے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے کچھ بیان نہ کیا اور ان میں سے ایک مر گیا تو موت بھی بیان ہے پس اگر نکل آنے والا مرا ہو تو جو اندر رہ گیا ہے وہ با یجاب اوّل آزاد ہو جائے گا اور دوسرا ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر وہ غلام مر گیا جو اندر رہ گیا ہے تو باہر نکلنے والا با یجاب اوّل آزاد ہو جائے گا اور داخل ہونے والا با یجاب دوم آزاد ہو جائے گا اور اگر وہ غلام مر گیا جو پیچھے داخل ہوا ہے تو ایجاب اوّل کے حق میں وہ مختار کیا جائے گا پس اگر اس نے باہر نکلنے والے کو مراد لیا تو جو اندر رہ گیا ہے وہ با یجاب دوم آزاد ہو جائے گا اور اگر وہ مراد لیا جو اندر رہ گیا تو ایجاب دوم باطل ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی نہیں مرا بلکہ مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو عتق ان سب میں باعتبار احوال کے شائع ہو جائے گا۔

ہر ایک شخص کے تین غلام سالم غانم و مبارک ہیں پس اس نے اپنی صحت میں کہا کہ سالم حر ہے یا سالم و غانم دونوں حر ہیں یا سالم و غانم و مبارک سب آزاد ہیں:

باہر نکلنے والے سے نصف اور جو اندر داخل ہوا ہے اس میں سے نصف اور جو موجود رہا ہے اس میں سے تین چوتھائی آزاد ہو جائے گا اور اگر مولیٰ سے یہ فعل اس کے مرض الموت میں صادر ہوا پس اگر مولیٰ کی ملک میں مال اس قدر ہو کہ اس کی تہائی سے قدر آزاد شدہ برآمد ہو یعنی ایک رقبہ کامل اور تین چوتھائی حصہ رقبہ بر بنائے قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسفؒ یا اس کی تہائی سے برآمد نہ ہو لیکن اس کے وارثوں نے اجازت دے دی تو حکم یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اگر مولیٰ کا کچھ مال سوائے ان غلاموں کے نہ ہو اور وارثوں نے اجازت بھی نہ دی تو بقدر تہائی کے ان سب میں بطریق مذکورہ بالا تقسیم کر دیا جائے گا اور اس کی توضیح یوں ہے کہ باہر نکلنے والے کا حق بقدر نصف کے اور داخل ہونے والے کا حق بھی اسی قدر اور جو اندر رہ گیا ہے اس کا حق بقدر تین چوتھائی کے ہے پس ایسا عدد چاہیے کہ اس کا نصف و ربع برآمد ہو اور یہ کم سے کم چار ہے پس حق خارج شوندہ دو سہم اور حق ثابت شوندہ تین سہم اور حق داخل شوندہ دو سہم پس جملہ سہام عتق سات تک پہنچے پس مولیٰ کے تہائی مال کے سات حصے کیے جائیں گے اور جب تہائی مال کے سات حصے ہوئے تو دو تہائی مال کے چودہ حصے ہوئے اور یہی سہام سعایت ہیں اور پورے مال کے اکیس حصہ ہوئے اور یہ مفروض ہے کہ اس کا بدل یہی ترین غلام ہیں پس ہر غلام کے سات حصے ہوئے پس جو غلام باہر نکل آیا تھا اس کے سات حصوں میں سے دو حصہ آزاد ہوں گے اور اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور نیز داخل شوندہ بھی دو سہام کے آزاد ہونے کے بعد اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور جو غلام اندر ہی رہا تھا اس میں سے تین حصے آزاد ہو کر چار حصوں کے واسطے سعایت کرے گا پس سہام وصایا[1] کا مجموعہ سات ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ چودہ ہوا پس تہائی دو تہائی ظاہر ہوا کہ ٹھیک ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص کے تین غلام سالم غانم و مبارک ہیں پس اس نے اپنی صحت میں کہا کہ سالم حر ہے یا سالم و غانم دونوں حر ہیں یا سالم و غانم و مبارک سب آزاد ہیں پس اگر اس نے اپنے بیان میں خالی سالم پر عتق واقع کیا تو سالم تنہا آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے غانم پر عتق واقع کیا تو سالم بھی اس کے ساتھ آزاد ہو گا اور اگر مبارک پر عتق واقع کیا تو یہ سب آزاد ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح اگر اس نے کہا ہو کہ اور نصف غانم اور تہائی مبارک آزاد[2] ہے اس واسطے کہ اصابت کے واسطے (حاصل کرنا پالینا) ایک ہی حالت ہے اور محروم ہونے کے واسطے کئی احوال ہیں اور اگر اس نے مرض میں ایسا کہا پس اگر اس کا کچھ مال سوائے ان کے ہوئے حتیٰ کہ ایک

---

[1] قال سہام وصایا اس وجہ سے کہ مریض کا آزاد کرنا باطل ہوتا ہے لا بقدر ایک تہائی جو بطور وصیت دیا جاتا ہے لہٰذا ایسا فرمایا ۱۲۔ [2] تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے الخ ۱۲

رقبہ کامل اور پانچ چھٹے حصے ایک رقبہ کے اس کے تہائی مال سے برآمد ہوں تو حکم ایسا ہی ہے۔اگر اس کا کچھ مال سوائے ان کے نہ ہوا اور وارثوں نے اجازت دے دی تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو یہ غلام اس کے تہائی مال میں بقدر اپنے اپنے حقوق کے شریک کیے جائیں گے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت کے تہائی مال کے چھ حصے کیے جائیں کیونکہ ہم کو نصف و تہائی کی حاجت ہے۔پس سالم چھ کا اور غانم اس کے نصف یعنی تین (۳) کا اور مبارک اس کے تہائی یعنی دو (۲) کا شریک کیا جائے گا جس کا مجموعہ گیارہ (۱۱) ہے پس تہائی مال کے گیارہ حصہ کیے جائیں گے اور باقی دو تہائی مال کے اس کے دو چند بائیس حصہ ہوں گے پس تمام مال کے (۳۳) حصہ ہوئے اور کل مال (۳) غلام ہیں پس ہر غلام کے (۱۱) حصے ہوئے پس سالم میں سے (۶) حصہ آزاد ہوں گے اور پانچ (۵) حصے کے واسطے سعایت کرے گا اور غانم میں سے تین (۳) حصے آزاد ہوں گے اور آٹھ حصوں کے واسطے سعایت کرے گا اور مبارک میں سے دو (۲) حصے آزاد ہوں گے اور (۹) حصوں کے واسطے سعایت کرے گا پس سہام وصایا کا مجموعہ (۱۱) ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ اس کا دو چند (۲۲) پس تہائی و دو تہائی ٹھیک برآمد ہوئی اور اگر اس نے کہا کہ سالم آزاد ہے یا غانم و سالم دونوں آزاد ہیں یا مبارک و سالم آزاد ہیں تو اس کو اختیار ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ عتق ان تینوں میں سے جس پر چاہے واقع کرے تو اس نے جس پر عتق واقع کیا اس ایجاب میں جو جو شامل[1] ہوگا وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر وہ قبل بیان مرگیا تو پورا سالم آزاد ہوگا اور باقی دونوں میں سے ہر ایک میں سے ایک تہائی آزاد ہوگا اور اگر اس نے مرض میں ایسا کہا اور حال یہ ہے کہ اس کا مال اس قدر ہے کہ ایک رقبہ اور دو تہائی رقبہ اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے یا نہیں نکلتا ہے مگر وارثوں نے اس عتق کی اجازت دے دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو کل مال کی تہائی میں یہ سب غلام بقدر اپنے اپنے حقوق کے مشترک ہوں گے پس سالم کا حق پورے رقبہ کا ہوا اور غانم و مبارک ہر ایک کا حق تہائی رقبہ کا ہے اور کم سے کم ایسا عدد جس کی تہائی برآمد ہو (۳) ہے پس حق سالم (۳) ہوا اور باقی ہر ایک کا حق ایک ایک ہوا پس مجموعہ سہام عتق (۵) ہوا پس یہ تہائی مال کے حصص ہوئے پس پورے مال کے (۱۵) حصے ہوئے پس ہر رقبہ کے (۵) حصے ہوئے از انجملہ سالم میں سے (۳) آزاد اور دو کے واسطے سعایت کرے گا اور غانم و مبارک ہر ایک میں سے ایک حصہ آزاد اور چار حصوں کے واسطے سعایت کرے گا پس سہام عتق کا مجموعہ (۵) ہوا اور سہام سعایت کا مجموعہ (۱۰) ہوا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ سالم آزاد ہے یا غانم و سالم یا مبارک و سالم تو یا کے بعد ہر جگہ خبر مقدر ہوگی اور یہ سب ایجابات مختلفہ ہوں گے اور ایجابات مختلفہ میں کلمہ یا موجب تخییر ہوتا ہے پس سالم ہر حال میں آزاد ہو جائے گا اور مبارک و غانم میں سے ہر ایک ایک حال میں آزاد اور دو حال میں غیر آزاد ہوں گے پس سالم اور باقی دونوں میں سے ایک تہائی حصے آزاد ہوں گے اور بعض نے کہا کہ سالم ثانیاً مبتدا و آخر المعطوف علیہ ہے پس وہ اس سے آزاد نہ ہوگا اور باقی دونوں متعین لیکن قبل عطف کے جواز عتق مانع عتق ہے اور اگر یوں کہا کہ سالم آزاد ہے یا سالم و غانم یا سالم و مبارک تو سب آزاد ہو جائیں گے اس واسطے کہ یا لغو ہو گیا بسبب اتحاد اسم و خبر کے لیکن وہ مثل سکوت کے ہے کہ مانع عطف نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم یہاں مذکور ہے وہ صاحبینؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک غانم و مبارک آزاد نہ ہوں گے لیکن اول اصح ہے (یعنی بالاجماع سب کا قول ہے) اور اگر اس نے سالم و غانم سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے یا سالم تو سالم میں سے تین چوتھائی آزاد ہوگا اور غانم سے ایک چوتھائی اور اگر کہا کہ سالم آزاد ہے یا غانم یا سالم تو ہر ایک میں سے نصف نصف آزاد ہوگا اس واسطے کہ سوم عین اول ہے پس اس کا ذکر لغو ہوا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

---

[1] مثلاً اس نے مبارک کی آزادی اختیار کی تو مبارک کے ساتھ سالم بھی آزاد ہوگا۱۲۔

اگراس کے دو غلام ہوں پس اس نے کہا کہ سالم آزاد ہے یا سالم و غانم آزاد ہیں پھر بدون بیان کے مر گیا تو پورا سالم و نصف غانم آزاد ہو جائے گا:

ایک شخص کے چار غلام ہیں سالم' غانم' فرقد' مبارک' ان سب کی قیمت برابر ہے پس اس نے اپنی صحت میں کہا کہ سالم و غانم آزاد ہیں یا غانم و فرقد آزاد ہیں یا فرقد و مبارک آزاد ہیں تو تینوں ایجابات صحیح ہیں پس مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا۔ چنانچہ جس ایجاب کو اس نے اختیار کیا اس ایجاب میں جتنے شامل ہیں سب آزاد ہوں گے اور باقی باطل ہوئے اور اگر مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو سالم میں سے ایک تہائی حصہ آزاد ہوگا اور دو تہائی کے واسطے سعایت کرے گا اور یہی حال مبارک کا ہے اور رہا غانم پس وہ دو حال میں آزاد ہوگا اس واسطے کہ وہ دو ایجابوں اوّل و دوم میں داخل ہے پس اس میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہوں گے اور ایک تہائی کے واسطے سعایت کرے گا اور یہی حال فرقد کا ہے اس واسطے کہ وہ ایجاب دوم و سوم دونوں میں داخل ہے اور احوال اصابت[1] بنا بر روایت اس کتاب کے احوال متفرقہ قرار دیے جاتے ہیں پس اصابت ایجاب دوم علیحدہ ہے اور اصابت ایجاب سوم علیحدہ معتبر ہے۔ اگر یہ قول مرض میں اس نے کہا اور یہ غلام اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہیں یا برآمد نہیں ہوتے ہیں کہ وارثوں نے اجازت دے دی تو حکم ایسا ہی ہے اور اگر برآمد نہ ہوئے اور وارثوں نے اجازت بھی نہ دی تو تہائی مال ان سب پر بقدر ان کے استحقاق کے تقسیم ہوگا پس سالم و مبارک میں سے ہر ایک کا حق ایک سہم ہے اور غانم و فرقد میں سے ہر ایک کا حق دو سہم ہے اور اگر ایک شخص نے اپنے تین غلاموں کو جن کی قیمت برابر ہے کہا کہ سالم آزاد ہے یا غانم آزاد ہے یا غانم و مبارک آزاد ہیں تو وہ مختار ہوگا جس ایجاب کو اس نے اختیار کیا جو غلام اس ایجاب میں شامل ہے وہ آزاد ہوگا اور اگر وہ بیان سے پہلے مر گیا تو سالم میں سے ایک تہائی اور مبارک میں سے ایک تہائی اور غانم میں سے دو تہائی آزاد ہوگی۔ اگر اس میت کا کچھ مال سوائے ان غلاموں کے نہ ہو اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو اس کا تہائی مال ان سب غلاموں پر بقدر ان کے حقوق تقسیم ہوگا اور اگر اس نے دو غلاموں کو کہا کہ سالم آزاد ہے یا مبارک آزاد ہے یا دونوں آزاد ہیں اور قبل بیان کے مر گیا تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی آزاد ہو جائے گا اور اگر سوائے ان کے اس کا کچھ مال نہ ہو تو میت کا تہائی مال ان دونوں میں نصفا نصف ہوگا یعنی ہر ایک میں سے تہائی حصہ آزاد ہوگا اور اگر اس نے تین غلاموں سے کہا کہ سالم آزاد ہے یا غانم آزاد ہے یا مبارک و غانم و سالم آزاد ہیں تو اس کو اختیار ہوگا جس ایجاب کو اس نے اختیار کیا جس غلام کو یہ ایجاب شامل ہے وہ آزاد ہوگا اور وہ قبل بیان کے مر گیا تو مبارک سے ایک تہائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور سالم و غانم ہر ایک میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہوگا اور اگر اس کا کچھ مال سوائے ان کے نہ ہو اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال ان سب میں بقدر ان کے حقوق کے تقسیم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر اس کے دو غلام ہوں پس اس نے کہا کہ سالم آزاد ہے یا سالم و غانم آزاد ہیں پھر بدون بیان کے مر گیا تو پورا سالم و نصف غانم آزاد ہو جائے گا اگر یہ قول اُس نے مرض میں کہا اور ان دونوں کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو اس کے تہائی مال میں دونوں بقدر اپنے اپنے حقوق کے شریک کئے جائیں گے پس سالم کا حق پورے رقبہ کا ہے اور حق غانم اس کے نصف میں ہے پس حق سالم دو سہام ہوئے اور حق غانم ایک سہم ہے پس کل تین سہام ہوئے اور یہی تہائی مال ہے پس کل مال کے نو حصص ہوئے کہ ہر رقبہ کے مقابلہ میں ساڑھے چار حصہ ہوئے پس سالم میں سے دو حصے آزاد ہوئے اور ڈھائی حصوں کے واسطے وہ سعایت کرے گا اور غانم میں سے ایک سہم آزاد ہوگا اور وہ ساڑھے تین سہام کے

[1] اصابت پہنچانا یہاں مراد یہ ہے کہ ہر ایک ایجاب سے جس قدر جس غلام کو پہنچا ۱۲۔

واسطے سعایت کرے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر سالم و غانم کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ تم میں سے ایک غلام رہے پھر غلام و مبارک کو جمع کر کے کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ تم میں سے ایک غلام رہے پھر مر گیا تو اس کا اختیار اوّل باطل ہو گیا:

اگر اس نے تین غلاموں سے کہا کہ تو آزاد ہے یا تم دونوں(۱) میں سے ایک آزاد ہے یا تم سب(۲) میں سے ایک آزاد ہے اور بیان سے پہلے مر گیا تو اوّل سے چار نویں حصے آزاد ہوں گے اور باقی دونوں میں سے ہر ایک سے ڈھائی نویں حصے آزاد ہوں گے اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے اور اسی ایک اور دوسرے سے کہا کہ یا تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے اور پھر سب سے کہا کہ تم سب میں سے ایک آزاد ہے تو اوّل میں سے ساڑھے پانچ نویں حصہ آزاد ہوں گے اور ڈھائی نویں حصے دوسرے میں سے آزاد ہوں گے اور تیسرے میں سے ایک نواں حصہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے ایک دوسرے غلام سے کہا یا تم سب میں سے ایک آزاد ہے تو اوّل دوم میں سے ہر ایک میں سے چار نویں حصے اور تیسرے میں سے ایک نواں حصہ آزاد ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ اے سالم آزاد ہے یا تو اے غانم آزاد ہے یا اے مبارک آزاد ہے تو وہ مختار ہوگا اور اگر اس نے غانم و سالم کو جمع کر کے کہا کہ تم میں سے ایک ہے تو دونوں میں سے ایک درمیان سے نکل گیا اور عتق درمیان مبارک اور درمیان ان دونوں میں سے ایک کے دائر رہا کہ ان میں سے جس کے حق میں چاہے بیان کرے اور اگر قبل بیان کے مر گیا تو نصف مبارک میں سے آزاد ہوگا اور باقی نصف درمیان سالم و غانم کے مشترک ہوگا کہ ہر ایک میں سے چہارم آزاد ہوگا کیونکہ دونوں مساوی ہیں اور جامع میں مذکور ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ تم دونوں میں سے ایک غلام ہے لغو ہے اور اگر اس نے یہ نہ کہا کہ تم میں سے ایک غلام ہے بلکہ یوں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مدبر ہے تو ان دونوں میں سے ایک مدبر ہو جائے گا اور قطعی عتق ان دونوں میں سے ایک اور مبارک کے درمیان دائر رہے گا پس اگر وہ قبل بیان کے مر گیا تو نصف مبارک آزاد ہو جائے گا اور اپنے نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور سالم و غانم ہر ایک میں سے چوتھائی آزاد ہو جائے گا بایجاب قطع اور ہر ایک میں سے نصف مدبر ہو جائے گا اور اس کا اعتبار میت کے تہائی مال سے ہوگا اور اگر مولا سے میت کا کچھ اور مال ہو کہ تہائی سے برآمد ہوں تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی آزاد ہوگا کہ جس میں سے ایک چوتھائی بسبب قطعی کے اور نصف بسبب تدبیر کے اور ایک چہارم کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور اگر اس کا کچھ مال نہ ہو تو ایک تہائی مال ان دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور چونکہ مال میت وقت موت کے دو رقبہ ہیں پس اس میں سے تہائی مال دو تہائی رقبہ ہوا جو ان دونوں میں مشترک ہوا پس ہر ایک کے واسطے ایک تہائی رقبہ ہوگا پس حساب میں ضرورت ایسے عدد کی ہے کہ اس کی تہائی و چوتھائی نکلتی ہو اور کمتر ایسا عدد (۱۲) ہے پس ہم نے ہر غلام کے بارہ حصے کیے جس میں مبارک میں سے نصف یعنی چھ حصہ آزاد ہوئے بسبب ایجاب قطعی عتق کے اور وہ اپنے چھ حصوں یعنی نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور سالم و غانم ہر ایک میں سے ایک چہارم بسبب ایجاب قطعی کے آزاد ہوا یعنی تین تین سہام اور ایک تہائی بسبب مدبر ہونے کے اور وہ چار سہام ہوئے اور ہر ایک اپنے پانچ سہام کے واسطے سعایت کرے گا پس سہام وصایا آٹھ ہوئے اور سہام سعایت (۱۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی اور اگر اس نے سالم و غانم کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ تم میں سے ایک غلام رہے پھر غلام و مبارک کو جمع کر کے کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ

(۱) یعنی دوم، سوم ۱۲۔ (۲) اُن تینوں غلاموں کو ۱۲۔

تم میں سے ایک غلام رہے پھر مرگیا تو اس کا اختیار اوّل باطل ہو گیا تو آزاد کرنا درمیان سالم و دونوں میں سے ایک کے دائر ہو گا تو سالم کے حصہ میں نصف عتق آیا اور باقی نصف باقی دونوں میں نصفا نصف ہو گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔

اگر اس نے سالم و غانم سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے یا سالم آزاد ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ کسی پر واقع کرنا اختیار کر:

اگر اس نے چار غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر اس نے سالم و غانم سے کہا کہ تم میں سے ایک غلام ہے پھر غانم و فرقد سے کہا کہ تم میں سے ایک غلام ہے پھر فرقد و مبارک سے کہا کہ تم میں سے ایک غلام ہے پھر قبل بیان کے مرگیا تو اخیر کا اختیار کرنا پہلے اختیارات کا ناسخ ہے اور فرقد و مبارک دونوں میں سے ایک اس درمیان سے خارج ہو گیا اور عتق درمیان سالم و غانم و باقی دونوں میں سے ایک کے دائر ہوا پس تہائی سالم اور تہائی غانم اور چھٹا حصہ فرقد و چھٹا مبارک کا آزاد ہوا اور ہر غلام کے چھ حصہ ہوئے اور اگر اپنی صحت میں اپنی بیوی اور اپنے غلام سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا وہ آزاد ہے اور یہ عورت غیر مدخولہ ہے اور وہ بلا بیان کے مرگیا تو غلام میں سے نصف آزاد ہو گیا اور اپنے نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور عورت کو پورا مہر اور میراث ملے گی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کہ کافی میں ہے اور اگر اس نے سالم و غانم سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے یا سالم آزاد ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ کسی پر واقع کرنا اختیار کر پس اگر اس نے ایجاب اوّل کو اختیار کیا تو دوبارہ اس کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا پس اگر قبل بیان کے مرگیا تو سالم میں سے تین چوتھائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور غانم سے ایک چوتھائی حصہ آزاد ہو گا اور اگر قبل بیان کے مرگیا اور اس کا کچھ مال سوائے ان غلاموں کے نہیں ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے حق کے حساب سے اس کے تہائی مال میں شریک کیے جائیں گے اور ان میں سے ایک کا حق تین چوتھائی کا ہے اور دوسرے کا ایک چوتھائی کا پس ہم نے ہر چوتھائی کا ایک سہم مقرر کیا پس ایک کے حق کے (۳) سہام اور دوسرے کے حق کا ایک سہم ہوا پس جملہ (۴) سہام ہوئے اور یہ تہائی مال ہے پس کل مال کے بارہ سہام ہوئے پس ہر رقبہ کے چھ ۶ سہام ہوئے پس سالم میں سے (۳) آزاد ہوں گے اور تین سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور غانم میں سے ایک سہم آزاد ہو گا اور پانچ سہام کے واسطے سعایت کرے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

ایک مرد نے کہا کہ میں نے اپنا غلام قدیم الصحبت آزاد کیا تو اس میں مشائخ نے تکلم کیا ہے:

اگر مولیٰ نے صیغۂ عتاق کو دو غلاموں میں سے ایک معین کی طرف مضاف کیا پھر بھول گیا تو اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے ایک قبل بیان کے آزاد ہے اور اس کے متعلق احکام دو طرح کے ہیں ایک طرح کے وہ جو حیات مولیٰ میں متعلق ہیں اور دوم وہ کہ اس کی موت کے بعد متعلق ہیں پس ہم اوّل کا بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے اپنی دو باندیوں میں سے ایک معین کو آزاد کر دیا پھر اس کو بھول گیا یا دس باندیوں میں سے ایک معین کو آزاد کر کے اس کو بھول گیا تو مولیٰ کو منع کر دیا جائے گا کہ ان میں سے کسی سے وطی نہ کرے اور نہ ان میں سے کسی سے خدمت لے اور تحری دل و گمان غالب سے ایک کو نکال کر باقی کسی سے وطی کرنا حلال نہیں ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ ان[1] سب سے عقد نکاح باندھ لے تو ان میں سے جو آزاد ہے وہ بسبب عقد نکاح کے اس پر حلال ہو جائے گی اور جو مملوکہ ہیں وہ مملوکہ ہونے کی وجہ سے حلال رہیں گی اور اگر کسی نے مبہم طور پر دو غلاموں سے ایک کو آزاد کیا

---

[1] تا کہ سب کی وطی حلال ہو جائے ۱۲۔

اور یہ دونوں غلام مولیٰ کو قاضی کے پاس لے گئے اور اس سے بیان کی درخواست کی اور قاضی اس کو حکم دے گا کہ بیان کرے اور اگر اس نے بیان سے انکار کیا تو قاضی اس کو بیان کرنے کے واسطے قید کرے گا ایسا ہی شیخ کرخی نے ذکر فرمایا ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں ہی آزاد ہوں حالانکہ اس کے پاس گواہ نہیں ہیں اور مولیٰ نے اس سے انکار کیا اور دونوں نے اُس کی قسم طلب کی تو قاضی ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے مولیٰ سے قسم لے گا کہ باللہ عزوجل میں نے اس کو آزاد نہیں کیا ہے پھر اگر مولیٰ نے ان دونوں کی قسم سے انکار کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر دونوں کے واسطے قسم کھا گیا تو مولیٰ کو بیان کرنے کا حکم دیا جائے گا اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ جب بعد آزاد کرنے کے جہالت پیدا ہو گئی ہو اور مولیٰ کو یاد نہ آئے تو مولیٰ بیان کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا پھر واضح ہو کہ ایسی حالت میں بیان دو طرح کا ہوتا ہے نص یا دلالت یا ضرورت پس نص کی یہ صورت ہے کہ مولیٰ ان دونوں میں سے ایک معین سے کہہ دے کہ یہی ہے جس کو میں نے آزاد کیا تھا اور بھول گیا تھا اور دلالت و ضرورت کی صورت یہ ہے کہ فعل یا قول اس سے ایسا صادر ہو کہ جو بیان پر دلالت کرے مثلاً دونوں میں سے ایک کے ساتھ کوئی ایسا تصرف کرے کہ بدون ملک کے اس کی صحت نہیں ہو سکتی جیسے بیع و ہبہ و صدقہ و وصیت و اعتاق و اجارہ و رہن و کتابت و تدبیر و استیلاد جبکہ دونوں باندیاں ہوں اور اگر دس باندیوں میں سے ایک آزاد ہو پھر مولیٰ نے ان میں سے ایک سے وطی کی تو جس سے وطی کی ہے یہ تو رقیت کے واسطے متعین ہو جائے گی اور یہ بھی بدلالت یا ضرورت متعین ہو جائے گا کہ آزاد شدہ ان باقیوں میں ہے پس بیان صریح یا دلالت سے متعین ہو سکتی ہے اور اسی طرح اگر اس نے دوسری و تیسری سے وطی شروع کی یہاں تک کہ نو تک نوبت پہنچی تو جو باقی رہی ہے یعنی دسویں وہ عتق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور حسن یہ ہے کہ ان میں سے کسی سے وطی نہ کرے اور اگر وطی کی تو حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کر دیا ہے اور اگر قبل بیان کے ان میں سے کوئی ایک مر گئی تو احسن یہ ہے کہ قبل بیان کے ان باقیوں سے وطی نہ کرے اور قبل بیان کے وطی کی تو جائز ہے اور اگر دو ہوں پھر ایک مر گئی تو جو باقی رہی ہے وہ عتق کے واسطے متعین نہ ہو جائے گی ہاں اس کا عتق بیان پر موقوف رہے گا خواہ بیان صریح ہو یا بدلالت اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میری مملوک ہے اور ان دونوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا تو دوسری باندی بدلالت یا بضرورت عتق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اگر دس غلام ہوں ان سب کو ایک صفقہ میں فروخت کیا تو سب کی بیع فسخ ہو جائے گی اور اگر تنہا فروخت کیا تو نو تک کی بیع جائز ہوتی جائے گی اور دسواں واسطے عتق کے متعین ہوگا۔ دس آدمیوں میں سے ہر ایک کی ایک باندی ہے پس ان میں سے ایک نے ایک باندی اپنی آزاد کر دی اور بطور معین وہ معلوم نہیں ہوتی ہے تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنی اپنی باندی سے وطی کرے اور مالکوں کے مانند اس میں تصرف کرے اور اگر یہ سب باندیاں ان میں سے ایک کی ملک میں آگئیں تو ایسا ہوگا کہ گویا یہ سب اسی کی ملک میں تھیں جن میں سے اس نے ایک کو آزاد کیا پھر اس کو بھول گیا اور دوم آنکہ مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو دونوں میں سے ہر ایک میں سے اس کا نصف حصہ آزاد ہو جائے گا اور اپنے نصف کے واسطے سعایت کرے گا یعنی اپنی نصف قیمت کے واسطے مولائے میت کے وارثوں کے لئے سعایت کرے گا یہ بدائع میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ میں نے اپنا غلام قدیم الصحبت آزاد کیا تو اس میں مشائخ نے تکلم کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ قدیم الصحبت وہ ہے جس کی صحبت کو ایک سال گذر گیا ہو یہ تجنیس و مزید میں ہے۔ اگر باندی سے کہا کہ تو آزاد ہے یا تیرا حمل۔ پھر ولادت کے بعد مولیٰ مر گیا تو بچہ آزاد ہوگا اور باندی مذکورہ میں سے نصف حصہ آزاد ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر اپنی باندی سے کہا کہ اوّل بچہ جو تو جنے گی اگر لڑکا ہو تو تو آزاد ہے پس وہ باندی ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اوّل کون جنی ہے باوجودیکہ باندی اور اس کا مولیٰ دونوں ان دونوں بچوں کی ولادت پر اتفاق کرتے ہیں تو نصف

باندی اور نصف لڑکی آزاد ہوگی اور لڑکا غلام رہے گا اور اگر باندی نے دعویٰ کیا کہ اوّل لڑکا ہی پیدا ہوا ہے اور یہ لڑکی صغیرہ ہے پس مولیٰ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ نہیں بلکہ لڑکی اوّل ہوئی ہے تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور مولیٰ سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی پس اگر مولیٰ قسم کھا گیا تو ان میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا لیکن اگر باندی اس کے بعد گواہ قائم کرے کہ وہ پہلے لڑکا ہی جنی ہے تو حکم آزادی دیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے قسم کھانے سے نکول کیا تو باندی اور لڑکی دونوں آزاد ہو جائیں گی اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ اوّل لڑکا ہی ہوا ہے تو باندی و لڑکی آزاد ہوگی اور لڑکا رقیق رہے گا اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ اوّل لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کوئی آزاد نہ ہوگی اور اگر باندی نے دعویٰ کیا کہ اوّل غلام ہی پیدا ہوا اور لڑکی نے باوجودیکہ وہ کبیرہ ہوگئی ہے کچھ دعویٰ نہ کیا نہ تو مولیٰ سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم کھالی تو کچھ ثابت نہ ہوگا اور اگر اس نے نکول کیا تو باندی آزاد ہو جائے گی نہ دختر اور اگر لڑکی نے دعویٰ کیا درحالیکہ وہ کبیرہ ہے کہ اوّل لڑکا پیدا ہوا ہے اور باندی نے دعویٰ نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں لڑکی ہی آزاد ہوگی نہ اس کی ماں یہ کافی میں ہے۔

اگر باندی سے کہا کہ پہلا بچہ جس کو تو جنے گی اور وہ لڑکا ہوگا تو وہ آزاد ہے اور اگر لڑکی ہو تو تو آزاد ہے پس وہ دو لڑکے اور دو لڑکیاں جنی پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلا بچہ لڑکا ہوا ہے تو وہ آزاد ہوگا اور باقی سب مملوک رہیں گے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوّل وہ لڑکی جنی ہے تو یہ لڑکی رقیقہ رہے گی اور باقی سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔ اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ ان میں سے اوّل کون پیدا ہوا ہے تو باندی میں سے نصف حصہ آزاد ہوگا اور دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک کا تین چوتھائی حصہ آزاد ہو جائے گا اور ایک چوتھائی (قیمت ۱۲) کے واسطے سعایت کرے گا اور دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کا چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور اگر باندی و مولیٰ نے اتفاق کیا کہ یہ لڑکا پہلے ہوا ہے تو یہی آزاد ہوگا جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور باقی سب رقیق رہیں گے اور اگر دونوں نے کسی پسر کے حق میں اختلاف کیا تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا مگر مولیٰ سے اس کے علم پر بھی قسم لی جائے گی کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ باندی اس کو پہلے جنی ہے اور اگر باندی سے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہوا تو تو حرہ ہے اگر لڑکی ہوئی تو وہ حرہ ہے پھر اس کا حمل ایک لڑکا اور ایک لڑکی نکلی تو کوئی آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ الیٰ آخرہ تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اس نے یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو تو تُو حرہ ہے اور اگر لڑکی ہو تو وہ حرہ ہے تو صورت مذکورہ میں لڑکی و لڑکا آزاد ہو جائے گا اور اگر باندی سے کہا کہ اگر اوّل بچہ کہ تو اس کو جنے گی لڑکا ہو تو تو آزادہ ہے اور اگر لڑکی ہو تو وہ آزادہ ہے پھر ان دونوں کو جنی پس اگر معلوم ہے جائے کہ اوّل وہ لڑکا جنی ہے تو باندی مع لڑکی کے آزاد ہو جائے گی اور لڑکا رقیق ہوگا اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پہلے وہ لڑکی جنی تو یہ لڑکی آزاد ہو جائے گی اور باندی مع لڑکا دونوں رقیق رہیں گے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو مگر باندی و مولیٰ نے کسی امر پر اتفاق کیا تو اسی کے موافق حکم ہوگا اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو لڑکا رقیق رہے گا اور لڑکی آزاد ہوگی اور نصف باندی آزادہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر باندی نے غلام پہلے پیدا ہونے کا دعویٰ کیا تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو جنی ایک لڑکا پھر ایک لڑکی تو تو آزاد ہے اور اگر تو جنی ایک لڑکی پھر ایک لڑکا تو لڑکا آزاد ہے۔ پھر ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی پس اگر پہلے لڑکا جنی تو باندی آزاد ہو جائے گی اور لڑکا و لڑکی دونوں رقیق ہوں گے اور اگر پہلے لڑکی جنی تو لڑکا آزاد ہو جائے گا اور باندی و لڑکی دونوں رقیق رہیں گی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے کون پہلے پیدا ہوا ہے اور دونوں نے اتفاق کیا کہ ہم اس کو نہیں جانتے ہیں تو لڑکی رقیقہ ہوگی اور لڑکا و باندی ہر ایک میں سے نصف حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی نصف قیمت کے

واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو مولیٰ سے اس کے علم پر قسم کے ساتھ مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ وہ لڑکا و لڑکی ایک ایک جنی ہو اور اگر وہ دو لڑکے اور دو لڑکیاں جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہو پس اگر پہلے دو لڑکے جنی پھر دو لڑکیاں تو باندی آزاد ہو جائے گی اور اس کی آزادی سے دوسری لڑکی بھی آزاد ہوگی اور دونوں لڑکے اور پہلی لڑکی سب رقیق باقی رہیں گے اور اگر وہ پہلے ایک لڑکا جنی پھر دو لڑکیاں پھر ایک لڑکا تو باندی اور دوسری لڑکی دونوں آزاد ہو جائیں گی اور دوسرا لڑکا اپنی ماں کے آزاد ہونے سے آزاد ہوگا اور اگر ایک لڑکا پہلے جنی پھر لڑکی جنی پھر ایک لڑکا جنی پھر ایک لڑکی جنی تو باندی اور دوسرا لڑکا اور دوسری لڑکی بسبب آزادی اپنی ماں کے آزاد ہو جائیں گے اور پہلا لڑکا اور پہلی لڑکی رقیق رہ جائیں گے اور اگر وہ پہلے دو لڑکیاں جنی پھر دو لڑکے جنی تو پہلے لڑکا فقط آزاد ہوگا اور باقی سب رقیق رہیں گے اور اسی طرح اگر وہ پہلے ایک لڑکی جنی پھر دو لڑکے پھر ایک لڑکی تو بھی فقط پہلا لڑکا آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر وہ پہلے ایک لڑکی جنی پھر ایک لڑکا پھر ایک لڑکی پھر ایک لڑکا تو فقط پہلا لڑکا آزاد ہو گا اور اگر تقدیم و تاخیر کچھ معلوم نہ ہو پس اگر سب نے اتفاق کیا کہ یہ معلوم نہیں کہ اوّل کون پیدا ہوا ہے تو ہر واحد اولاد میں سے چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور باندی یعنی ان کی ماں سے نصف حصہ آزاد ہوگا اور باقی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور اگر سب نے اختلاف کیا تو مولیٰ سے اس کے علم پر قسم لے کر اسی کا قول قبول کیا جائے گا یہ بدائع میں ہے۔

مسئلہ مذکور میں ہمارے اصحاب میں سے بعض نے جواب کتاب کی تصحیح میں تکلف کیا:

اگر باندی سے کہا کہ اوّل بچہ کہ جس کو تو جنے گی وہ آزاد ہے پس وہ پہلے ایک مردہ بچہ جنی پھر ایک زندہ جنی تو زندہ آزاد ہو گا اور اگر باوجود اس کے یوں کہا کہ تو آزاد ہے تو وہ مردہ بچہ کے ساتھ آزاد ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ جو تم دونوں میں سے ایک کے پیٹ میں ہے آزاد ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس پر چاہے عتق واقع کرے پس اگر کسی مرد نے ان دونوں میں سے ایک کے پیٹ میں ایسا مارا کہ وہ مردہ بچہ وقت تکلم عتق سے چھ مہینے سے کم میں ڈال گئی تو وہ رقیق ہوگا اور دوسرا واسطے عتق کے متعین ہوگا اور اگر ہر ایک باندی کے پیٹ میں ایک ایک مرد نے ایسا مارا کہ وقت تکلم عتق سے چھ مہینے سے کم میں ہر ایک مردہ بچہ ڈال گئی تو ہر ایک کے بچہ کے واسطے اس جنایت کنندہ پر وہ واجب ہوگا جو باندی کے جنین کے واسطے واجب ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اس نے تین باندیوں سے کہا کہ جو کچھ اس[1] باندی کے پیٹ میں موجود ہے وہ حر ہے اور جو کچھ اس[2] باندی کے پیٹ میں ہے یا جو کچھ اس[3] باندی کے پیٹ میں تو جو کچھ پہلی باندی کے پیٹ میں ہے وہ آزاد ہو گا اور دونوں باقیوں کے حق میں مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ جس ایک پر چاہے عتق واقع کرے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میری باندی کے پیٹ میں جو ہے وہ لڑکا ہے تو اس طفل کو آزاد کرو اور اگر لڑکی ہو تو اس کو آزاد کرو پھر وہ مر گیا پھر وہ باندی ایک لڑکا و ایک لڑکی دونوں جنی تو وصی پر واجب ہے کہ ان دونوں کو آزاد کرے مگر اس کے تہائی[ا] مال سے آزاد کرے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر اوّل بچہ جو تو جنے گی وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہے اور اگر لڑکی پھر لڑکا ہو تو وہ دونوں آزاد ہیں پھر وہ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں جنی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان میں سے اوّل کون ہے تو باندی اور اس کے پسر ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہوگا اور دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک سے چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور باقی تین چوتھائی قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گی اور شیخ ابو عصمہ نے فرمایا کہ یہ غلط

[ا] تہائی الخ اس لئے کہ میت کی وصیت اس کے ادائے قرضہ کے بعد تہائی سے نافذ ہوتی ہے الا آنکہ زائد کے لئے ورثہ اجازت دیں جن کی اجازت معتبر ہو۔

(۱) اوّل ۱۲۔ (۲) دوسری ۱۲۔ (۳) تیسری ۱۲۔

ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کا تین چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی ایک چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی قال المترجم بعض نسخوں میں یہ عبارت بھی زائد موجود ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے بعض نے جواب کتاب کی تصحیح میں تکلف کیا اور کہا کہ دونوں لڑکیوں میں سے ایک مقصود بعتق ہے ایک حالت میں پس باوجود اس امر کے جانب معیت ان دونوں میں اعتبار نہ کی جائے گی اور جب کہ معیت کا اعتبار ساقط ہوا تو دونوں میں ایک لڑکی فی الحال دون حال آزاد ہوگی پس اس میں سے نصف حصہ آزاد ہوگا لہٰذا یہی نصف حصہ ان دونوں میں مشترک رہا پس ہر ایک میں سے چوتھائی حصہ آزاد ہوا۔ مگر اس صورت میں یہ مسئلہ مسائل متقدمہ سے تخریج میں مخالف ہوگا پس اصح وہی ہے جو شیخ ابو عصمہ نے فرمایا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام سالم کو آزاد کیا ہے اور سالم کو وہ پہچانتے ہیں اور اس مشہود علیہ کا ایک ہی غلام سالم نام ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا:

اگر دو مردوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے[1] تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے اس پر گواہی دی کہ اس نے اپنی دو باندیوں میں سے ایک آزاد کی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اگرچہ اس میں دعویٰ شرط نہیں ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ دونوں گواہوں نے گواہی دی ہو کہ اس نے اپنی صحت میں اپنے دو غلاموں میں سے ایک غلام کو آزاد کیا ہے۔ اگر دونوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے مرض الموت میں دو غلاموں میں سے ایک آزاد کیا ہے یا اپنی صحت یا مرض میں دو میں سے ایک کو مدبر کیا ہے اور یہ گواہی اس شخص کی حالت مرض میں یا بعد وفات کے ادا کی ہے تو استحساناً مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے اس کے مرنے کے بعد گواہی دی کہ اس نے اپنی صحت میں کہا تھا کہ دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو بعض نے کہا کہ گواہی قبول نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ قبول ہوگی کذا فی الهداية اور اصح یہ ہے کہ گواہی قبول ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اس نے ان دونوں میں سے ایک معین کو آزاد کیا تھا مگر ہم اسکو بھول گئے ہیں تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے اپنے غلام کو آزاد کیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام سالم کو آزاد کیا ہے اور سالم کو وہ پہچانتے ہیں اور اس مشہود علیہ کا ایک ہی غلام سالم نام کا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے دو غلام سالم نام کے ہوں اور مولیٰ اس عتق سے منکر ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک غلام کے عتق کی گواہی دی اور ان کی گواہی پر اس کے آزاد ہونے کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا پس دونوں نے اس کی قیمت اس کے مولیٰ کو تاوان دی پھر ان دونوں کی گواہی کے بعد اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے مولیٰ نے اس کو آزاد کیا تھا تو بالاتفاق ہر دو گواہان سابق سے تاوان ساقط نہ ہوگا اور اگر پچھلے دونوں گواہوں نے صریح کہا کہ پہلے دونوں گواہوں کی گواہی سے پہلے غلام کے مولیٰ نے اس کو آزاد کیا تھا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور جو کچھ پہلے گواہوں نے تاوان دیا ہے اس کو واپس نہ لے سکیں گے یہ کافی میں ہے۔

ایک شخص کے چار غلام ہیں دو گورے ہیں اور دو کالے ہیں پس مولیٰ نے کہا کہ یہ دونوں گورے آزاد ہیں یا یہ دونوں کالے یا عتق کی اضافت وقت کی جانب کر کے کہا......:

---

(۱) یعنی مبہم ۱۲۔

جامع میں ہے کہ اگر ایک مرد نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جب کل کا روز آ جائے تو تم میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک آج ہی کے روز مر گیا یا مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ بقبضہ کرا دیا پھر کل کا روز ہوا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا اور اگر مولیٰ نے کل کا روز آنے سے پہلے کہا کہ میں نے اختیار کیا کہ جب کل کا روز آئے تو خاص اس غلام پر عتق واقع ہو تو یہ باطل ہے اور نیز جامع میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا پھر کل کا روز آنے سے پہلے اس کو خرید لیا پھر کل کا روز ہوا تو ان میں سے ایک آزاد ہو گیا مگر بیان کا اختیار مولیٰ کو ہوگا اور اگر اس نے ایک کو فروخت کر کے پھر کل کا روز ہونے سے پہلے خرید لیا پھر دوسرے کو فروخت کر دیا مگر اس کو خرید انہیں تھا یہاں تک کہ کل کا روز آ گیا تو جو غلام کل کا روز ہونے پر اس کی ملک میں ہے وہ آزاد ہو جائے گا اور بیع کرنے سے اس کی قسم باطل نہ ہوگی اور اگر ایک میں سے نصف فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو جو غلام پورا اُس کی ملک میں ہے وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے دونوں میں نصف نصف فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو دونوں میں سے ایک آزاد ہو گیا مگر بیان کا اختیار مولیٰ[1] کو ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص کے چار غلام ہیں دو گورے ہیں اور دو کالے ہیں پس مولیٰ نے کہا کہ یہ دونوں گورے آزاد ہیں یا یہ دونوں کالے یا عتق کی اضافت وقت کی جانب کر کے کہا کہ یہ دونوں گورے آزاد ہیں یا یہ دونوں کالے جب کل کا روز آئے پھر کل کا روز ہونے سے پہلے دونوں گورے غلاموں میں سے ایک مر گیا یا مولیٰ نے اس کو فروخت کر دیا پھر کل کا روز ہوا تو دونوں کالے غلام آزاد ہو جائیں گے اور مولیٰ کو کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اگر گوروں میں سے ایک اور کالوں میں سے ایک مر گیا تو کل کا روز آنے پر مولیٰ کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر دونوں گورے مر گئے تو دونوں کالے آزاد ہو جائیں گے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

ایک نے دو غلام اور ایک آزاد ان تینوں کے مجموعہ کو کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں تو دو کے لفظ میں سے ایک بجانب آزاد راجع کیا جائے گا:

اگر یوں کہا کہ ھذا حر ھذا تو دونوں غلام آزاد ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ ھذا ھذا حر تو دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ او ھذا حر ھذا ان دخل الدار تو پہلا فی الحال آزاد ہو جائے گا اور دوسرا وقت شرط پائی جانے کے آزاد ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے جب کہ کل کا روز ہو تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے۔ پھر کل کا روز ہوا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا یا مولیٰ نے اس کو فروخت کر دیا تو باقی آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک میں سے کوئی حصہ فروخت کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے دو غلام اور ایک آزاد ان تینوں کے مجموعہ کو کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں تو دو کے لفظ میں سے ایک بجانب آزاد راجع کیا جائے گا اور ایک بجانب غلام پس دونوں غلاموں میں سے فقط ایک آزاد ہوگا گویا اس نے یوں کہا کہ دونوں غلاموں میں سے ایک آزاد ہے پس اس کو حکم دیا جائے گا کہ بیان کرے کہ ان دونوں میں سے کون مراد ہے پس اگر مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو دونوں میں سے ہر ایک کا نصف حصہ آزاد ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

---

[1] جس کے حق میں بیان کرے گا اس کا بیع کرنا باطل ہو جائے گا ۱۲۔ [2] ہذا حر یعنی یہ آزاد ہے یہ ایسی عبارت میں دونوں اشارہ علیحدہ مستقل معتبر ہونے تو ضرور ہے کہ اخیر کی خبر یہ کہ آزاد ہے بخلاف ہذا ہذا حر کے کہ اول مہمل ہے اور دوم آزاد ہوگا اور قولہ ان دخل الخ نے یہ شرط صرف اخیر والے سے ملحق ہے ۱۲۔

باب : ④

عتق کے ساتھ قسم کھانے کے بیان میں

ایک شخص نے کہا کہ جب میں اس دار میں داخل ہوں تو ہر مملوک میرا جس روز ایسا ہوا وہ آزاد ہے حالانکہ اس روز اس کا کوئی مملوک نہیں ہے پس اس نے ایک مملوک خرید لیا پھر وہ داخل ہوا تو آزاد ہو جائے گا۔ اگر قسم کھانے کے روز اس کی ملک میں کوئی غلام ہو اور وہ برابر اس کی ملک میں باقی رہا یہاں تک کہ وہ دار مذکور میں داخل ہوا تو آزاد ہو جائے گا خواہ رات میں داخل ہوا ہو یا دن میں اور اگر اس نے جس روز ایسا ہوا کا لفظ نہ کہا ہو تو جس غلام کا وہ بعد قسم کے مالک ہوا ہے آزاد نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر اس غلام کو دار میں داخل ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو قسم بیکار ہو جائے گی اور اگر وہ دار میں داخل نہ ہوا یہاں تک کہ اس کو دوبارہ خرید لیا پھر دار میں داخل ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ زوال ملک کی وجہ سے قسم مختل نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ خالد بن صبیح نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مرد نے کہا کہ ہر بار جبکہ میں اس دار میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے۔ حالانکہ اس کے چند غلام ہیں پس وہ شخص اس دار میں چار مرتبہ داخل ہوا تو اس پر ہر بار کے داخل ہونے کے لئے ایک غلام آزاد کرنا واجب ہوا کہ یہ عتق جس غلام پر چاہے واقع کرے ایک بعد دوسرے کے چار آزاد کرے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو تو آزاد ہے پھر اس کو آزاد کر دیا پھر وہ مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے قید کر کے لائی گئی اور یہی شخص اس کا مالک ہوا پھر یہ باندی اس دار میں داخل ہوئی تو ہمارے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگی یہ ینابیع میں ہے۔ اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں آج کے روز داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر دن گزر جانے کے بعد اس غلام نے دعویٰ کیا کہ میں اس دار میں داخل ہوا تھا پس مولیٰ نے انکار کیا تو قول مولیٰ کا قبول ہوگا اور اگر غلام سے کہا کہ اس دار میں داخل ہو تو تو آزاد ہے تو یہ بمنزلہٗ اس کلام کے ہے کہ جب تو اس دار میں داخل ہو تو تو آزاد ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر مولیٰ نے کہا کہ اوّل غلام جو میرے پاس آئے وہ آزاد ہے پس اوّل اس کے پاس ایک غلام مردہ داخل کیا گیا پھر زندہ تو زندہ آزاد ہوگا:

اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دونوں گھروں میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر ان گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اس کو فروخت کر دیا پھر وہ ان گھروں میں سے ایک میں داخل ہوا پھر اس کو خرید کیا پھر وہ دوسرے گھر میں بھی داخل ہوا تو ہمارے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے اگر تو نے فلاں سے کلام کیا۔ تو دار میں داخل ہونے کے وقت بھی اعتبار قیام ملک کا ہوگا۔ یہ بدائع میں ہے۔ امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر مولیٰ نے کہا کہ اوّل غلام جو میرے پاس آئے وہ آزاد ہے پس اوّل اس کے پاس ایک غلام مردہ داخل کیا گیا پھر زندہ تو زندہ آزاد ہوگا اور اس میں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا پس بعض مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر دو غلام ایک ساتھ اس کے پاس داخل کئے گئے تو ان میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا پھر اگر ان کے بعد کوئی غلام تنہا اس کے پاس داخل کیا گیا تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنے غلام سالم سے کہا کہ تو آزاد ہے

اگر تو اس دار میں داخل ہوا نہیں بلکہ غانم یعنی اپنے دوسرے غلام کا نام لیا تو دوسرا بدون دخول دار کے آزاد نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ ہر عورت میری کہ جو اس دار میں داخل ہو تو وہ طالقہ ہے اور میرے غلاموں میں سے ایک غلام آزاد ہے پھر اس کی دو عورتیں داخل ہوئیں تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور غلام ایک ہی آزاد ہوگا اور اس کو اختیار رہوگا کہ جس غلام کو چاہے معین کرے اور اگر اس نے کہا کہ ہر بار کہ داخل ہوئی میری کوئی عورت اس دار میں تو وہ طالقہ ہے اور ایک غلام میرے غلاموں میں سے آزاد ہے پس دو عورتیں داخل ہوئیں یا ایک ہی عورت دومرتبہ داخل ہوئی تو دونوں عورتیں طالقہ ہو جائیں گی اور دو غلام آزاد ہوں گے ایک شخص کی باندیاں ہیں اور ان کے اولاد ہے اور اس کے غلام بھی ہیں پس اس نے کہا کہ ہر باندی میری جو اس دار میں داخل ہو تو وہ آزاد ہے اور اس کا بیٹا اور ایک غلام میرے غلاموں میں سے آزاد ہے۔ پس سب باندیاں داخل ہوئیں تو سب آزاد ہو جائیں گی اور ان کی اولاد بھی آزاد ہوگی اور ایک غلام آزاد ہوگا مگر واضح رہے کہ ہر باندی کا فقط ایک بیٹا آزاد ہوگا اور اگر یہ غلام ان باندیوں کے شوہر ہوں پس اس نے کہا کہ ہر باندی میری جو اس دار میں داخل ہو تو وہ آزاد ہے اور اس کا شوہر اور اس کا بچہ پھر سب باندیاں داخل ہوئیں تو سب آزاد ہو جائیں گی اور ان کے شوہر اور ان کی اولاد بھی آزاد ہوگی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میری کوئی باندی اس دار میں داخل ہوئی تو یہ اور اس کا شوہر اور اس کا بچہ اور ایک غلام میرے غلاموں میں سے آزاد ہے پھر سب باندیاں داخل ہوئیں تو سب آزاد ہوں گی اور ان کے شوہر و اولاد بھی آزاد ہوگی اور ہر باندی کے مقابلہ میں ایک ایک غلام آزاد ہوگا اور شرح کرخی میں لکھا ہے کہ اگر مولیٰ نے کہا کہ ہر بار کہ داخل ہوا میں اس دار میں اور میں نے فلاں سے کلام کیا یا فلاں کے ساتھ کلام کیا تو میرے غلاموں میں سے ایک غلام آزاد ہے پھر وہ کئی بار دار میں داخل ہوا اور فلاں سے اس نے ایک ہی بار کلام کیا تو فقط ایک ہی غلام آزاد ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

ایک مرد کی دو باندیاں ہیں پس اس نے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی اس دار میں داخل ہوئی تو یہ آزاد ہے......:

اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو اس دار میں داخل ہو یا اُس دار میں تو جس دار میں داخل ہوگا آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ اس دار میں داخل ہوا اور اس دار میں تو جب تک دونوں میں داخل نہ ہوا آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو آج کے روز آزاد ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوا تو جب تک آج اس دار میں داخل نہ ہوا آزاد نہ ہوگا۔ یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ اس کو میں نے خرید کیا جب میں اس دار میں داخل ہو گیا تو وہ آزاد ہے تو یہ قسم انہی غلاموں کے حق میں ہوگی جس کو بعد میں دار مذکور میں داخل ہونے کے خرید کرے یہ ایضاح میں ہے ایک غلام نے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے یا اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر وہ پہلے دار میں داخل ہوا تو اس کا غلام آزاد ہوگا اور فلاں سے کلام کرنے کا انتظار نہ کیا جائے گا اور اگر پہلے فلاں سے کلام کیا تو بیوی طالقہ ہو جائے گی اور دار میں داخل ہونے کا انتظار نہ کیا جائے گا پس جب ان دونوں شرطوں میں سے کوئی پائی گئی اور اس کا حکم مترتب ہو گیا تو دوسری باطل ہوگی اور اگر دونوں شرطیں ایک ساتھ پائی گئیں تو دونوں جزاؤں میں سے ایک نازل ہوگی مگر تعین کا اختیار اس کو حاصل ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ ایک مرد کی دو باندیاں ہیں پس اس نے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی اس دار میں داخل ہوئی تو وہ آزاد ہے پھر اس نے ایک کو فروخت کر دیا پھر وہ دار میں داخل ہوئی پھر جو اس کے پاس باقی ہے وہ داخل ہوئی تو یہ آزاد نہ ہوگی اور اگر مبیعہ کے داخل ہونے سے پہلے جو اس کے پاس ہے وہ داخل

ہوئی تو یہ آزاد ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ایک مرد نے کہا: ان دخلت الدار ان کلمت فلانا و اذا کلمت و متی کلمت او اذا قدم فلان فعبدی حر تو کیا حکم ہے؟

ایک مرد نے کہا کہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو میری بیوی طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو یہ دو قسمیں قرار دی جائیں گی پس جس قسم کی شرط پائی جائے گی اس کی جزا نازل ہوگی اور اگر اس نے اس کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دیا تو یہ استثناء ان دونوں قسموں (۱) کی طرف راجع ہوگا اور اسی طرح اگر فلاں کی مشیت (۲) پر معلق کیا تو بھی فلاں کی مشیت ان دونوں قسموں کی طرف راجع ہوگی پس اگر فلاں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو دونوں قسمیں باطل ہو جائیں گی اور اسی طرح اگر ان دونوں میں سے ایک کو اس نے نہ چاہا تو بھی دونوں باطل ہو جائیں گی۔ اگر فلاں نے مجلس میں چاہا تو دونوں قسمیں صحیح ہو جائیں گی پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے فلاں سے کلام کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر دار مذکور میں داخل ہوا تو بیوی طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو میری بیوی طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے تو بدون دخول دار کے کچھ جزا واقع نہ ہوگی اور اگر دار میں داخل ہوا تو دونوں جزائیں واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر اس نے جزا کو مقدم کیا بایں طور کہ میری بیوی طالقہ ہے اور مجھ پر میرا غلام آزاد ہے اگر میں دار میں داخل ہوا یا شرط کو وسط میں بیان کیا بایں طور کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں دار میں داخل ہوا اور میرا غلام آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو میری بیوی طالقہ ہے اور مجھ پر پیدل حج کرنا واجب ہے اور میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا اور اس شخص کی کچھ نیت نہیں کی ہے تو پیدل حج کرنا اور بیوی پر طلاق معلق بدخول دار ہوگی اور غلام کا عتق معلق بکلام فلاں ہوگا اور اگر کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں دار میں داخل ہوا اور میرا غلام آزاد ہے انشاء اللہ تو یہ ایک ہی قسم ہوگی اور استثناء مذکور پوری قسم سے متعلق ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فلاں (۳) یعنی اگر فلاں نے چاہا تو بھی یہی حکم ہے ایک مرد نے کہا کہ (۴) ان دخلت الدار ان کلمت فلانا و اذا کلمت او متی کلمت او اذا قدم فلان فعبدی حر (۵) اور اس شخص کی کچھ نیت نہیں ہے تو قسم یوں ہوگی کہ بعد فلاں سے کلام کرنے یا بعد فلاں کے آجانے کے دار مذکور میں داخل ہو چنانچہ اگر پہلے داخل ہو کر پھر فلاں سے کلام کیا تو غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کلام کر کے پھر داخل ہوا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر جزا کو دونوں شرطوں پر مقدم کیا یعنی کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں دار میں داخل ہوا۔ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو شرط ہے کہ بعد کلام کے دار مذکور میں داخل ہونا پایا جائے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا میرا ہر مملوک مذکر آزاد ہے اُسکی ایک باندی حاملہ ہے پھر اُسکے نرینہ بچہ پیدا ہوا تو آزاد نہ ہوگا:

اگر اس نے اپنے اس قول سے کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو تو آزاد ہے یہ نیت کی کہ دخول دار مقدم ہو اور وہی شرط انعقاد ہو اور کلام بفلاں مؤخر ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور اسی طرح تقدیم جزاء کی صورت میں اگر اس نے ایسی نیت کی یعنی کلام متاخر ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی لیکن اگر اس نیت میں اس کے حق میں کوئی نفع ہو بایں طور پر کہ مثلاً اس نیت سے اس کے حق میں تخفیف ہو تو بسبب تہمت کے قضاءً اس کی نیت رد کر دی جائے گی (۶) اور اگر اس نے دو گھروں کے واسطے کہا کہ میں اس دار میں داخل ہوا اگر میں اس دار دیگر میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے تو حانث ہونے کی شرط دوسرے دار میں داخل ہونا ہوگی

---

(۱) یعنی دونوں باطل ہوں گی ۱۲۔ (۲) یعنی اگر فلاں چاہے ۱۲۔ (۳) جس وقت آیا فلاں ۱۲۔ (۴) اگر میں دار میں داخل ہوا اگر میں نے فلاں سے کلام کیا ۱۲۔ (۵) تو میرا غلام آزاد ہے ۱۲۔ (۶) یعنی تصدیق نہ ہوگی ۱۲۔

پس اگر وہ پہلے دار میں اولاً داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرے دار میں داخل ہونے کے بعد داخل ہوا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے ایک ہی دار کے حق میں کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو تو آزاد ہے پھر اس میں ایک بار داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا خواہ جزا مقدم ہو یا موخر ہو یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر اس نے جزا کو وسط میں بیان کیا بایں طور کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا یا کہا کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے اگر فلاں شخص آیا تو قسم کا انعقاد اس امر پر ہوگا کہ فعل اوّل واقع ہو پھر فعل ثانی پایا جائے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا ہر مملوک مذکر آزاد ہے اور اس کی ایک باندی حاملہ ہے پھر اس کے نرینہ بچہ پیدا ہوا تو آزاد نہ ہوگا اگرچہ وقت قسم سے چھ مہینہ سے کم میں جنی ہو یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے کہا کہ ہر میرا مملوک کہ جس کا میں مالک ہوں آئندہ زمانہ میں وہ آزاد ہے الا ان مملوکوں کا اوسط۔ پھر اس نے کوئی غلام خریدا تو اسی وقت آزاد ہو جائے گا پھر اگر اس نے دوسرا خریدا تو آزاد نہ[1] ہوگا پھر اس نے نہ خریدا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا پھر اگر تیسرا خریدا تو ان دونوں میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے پھر اگر وہ چوتھے غلام کا مالک ہوگا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا اسی طرح جب آٹھویں غلام کا مالک ہوگا تو چوتھا آزاد ہو جائے گا اور علی ہذا القیاس کذا فی شرح تلخیص الجامع الکبیر و حاصل آنکہ جب وہ عدد غلام جفت خریدے گا تو جو غلام نصف اوّل میں واقع ہوگا وہ فی الحال آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ اس کا اوسط ہونا مقصود نہیں ہے اور جو غلام نصف ثانی میں واقع ہوگا اس کا حکم موقوف رہے گا حتیٰ کہ اگر اس نے چھ غلام خریدے ایک بعد دوسرے کے تو اوّل کے تین غلام آزاد ہو جائیں گے اور باقیوں کا حکم موقوف رہے گا پھر اگر اس نے چوتھا خریدا تو چوتھا آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ جو اس سے متاخر ہے وہ مثل مقدم کے ہے پس مستثنیٰ ہوگا اور اگر وہ مر گیا حالانکہ چھ غلام کا مالک ہوا تھا تو سب آزاد ہو جائیں گے اور اگر طاق عدد کا مالک ہوا تو سوائے درمیانی کے سب آزاد ہو جائیں گے اور یہ ذکر نہیں فرمایا کہ وقت خرید سے آزاد ہوں گے یا وقت موت کے کچھ پہلے سے اور فقیہ ابو جعفر نے شیخ ابو بکر بن ابو سعید سے ذکر کیا کہ برقیاس قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے موت سے بلا فصل پہلے سے آزاد ہوں گے اور امام اعظمؒ کے قول پر وقت خرید سے آزاد ہوں گے اور بعض نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ بالاتفاق عتق انہی غلاموں پر مقصود رہے گا اس واسطے کہ استثناء سے خارج ہونے کی شرط یہ تھی کہ صفت و وسطیت منتفی ہوئے اور یہ جب منتفی ہوگی کہ اس کے بعد کوئی غلام خریدے پس حکم اسی پر مقصود رہا اور اگر ایک غلام کا مالک ہوا پھر دوسرے غلام کا مالک ہوا پھر دو غلاموں کا ایک بارگی مالک ہوا تو سب آزاد ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ ہر غلام جس کو میں خریدوں وہ آزاد ہے الا ان میں کا اوّل پھر اس نے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اس کے ماسوائے سب آزاد ہو جائیں گے چاہے جس طرح ان کو خریدے اور اگر اولاً دو خریدے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر اس نے یوں کہا ہو کہ الا ان میں کا آخر پھر اس نے ایک غلام خریدا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر دوسرا خریدا تو آزاد نہ ہوگا پھر اگر تیسرا خریدا تو دوسرا آزاد ہو جائے گا علی ہذا القیاس اور اگر ایک غلام خریدا پھر دو غلام خریدے تو سب آزاد ہو جائیں گے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا کہ ہر مملوک جس کا میں مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور اس کا ایک مملوک موجود ہے پھر اس نے ایک مملوک خریدا تو آزاد وہی ہوگا جو اس کی ملک میں تھا اور جو بعد قسم کے خریدا ہے وہ آزاد نہ ہوگا لیکن اگر اس نے اس کی بھی نیت کی ہو تو یہ بھی آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ جو میری ملک میں تھا اس کے عتق کی میں نے نیت نہیں کی تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ

---

[1] نہ ہوگا کیونکہ شاید یہ اوسط ہو پھر موت کے بعد معلوم ہوا کہ اوسط نہ تھا ۱۲۔

شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ ہر مملوک جس کا میں اس ساعت مالک ہوں وہ آزاد ہے تو یہ قسم انہی مملوک کے حق میں ہوگی جو پہلے سے اس کی ملک میں موجود ہیں اور جن کا وہ اس ساعت بطور جدید مالک ہوگا وہ آزاد نہ ہوں گے اگر اس نے لفظ ساعت سے وہ معنی مراد لئے جو منجم مراد لیتے ہیں تو ساعت تک جو مملوک اس کے ملک میں آئیں ان کو بھی آزادوں میں داخل کر سکتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو سابق[1] سے اس کی ملک میں ہیں اُن سے عتق کو پھیر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ میں اس کا سر ماہ مالک ہوں وہ آزاد ہے تو اس کے جس مملوک پر سر ماہ آجائے اور وہ چاند رات اور اس دن میں اس کا مالک ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ قسم اس جدید مملوک کے حق میں ہوگی جس کا وہ چاند رات اور اس کے دن میں مالک ہو جائے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ہر مملوک جس کا میں کل کے روز مالک ہوں وہ آزاد ہے اور کچھ نیت نہیں کی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو اس کی ملک میں فی الحال ہیں اور جن کا کل تک مالک ہو اور جن کا کل مالک ہو سب آزاد ہو جائیں گے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ فقط وہی آزاد ہوں گے جن کا وہ بسبب جدید کل کے روز مالک ہو جائے اور اگر کہا کہ ہر مملوک جس کا میں جمعہ کے روز مالک ہوں وہ آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہی آزاد ہوں گے جو جمعہ کے روز جدید اس کی ملک میں آئیں اور اگر کہا کہ میرا ہر مملوک جمعہ کے روز آزاد ہے تو ان میں وہ مملوک بھی داخل ہوں گے جو اس کی ملک میں فی الحال موجود ہیں کہ وہ جمعہ کے روز آزاد ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ میں اس کا مالک ہوں پس وہ آزاد ہے جبکہ کل کے روز آئے تو یہ قسم بالا جماع انہی مملوکوں پر واقع ہوگی جو فی الحال اس کی ملک میں ہیں اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ میں اس کا مالک ہوں تا تیس ۳۰ سال پس وہ آزاد ہے تو اس میں وہ شامل ہوں گے جس کا وقت قسم سے تیس ۳۰ سال تک جدید مالک ہو جائے اور وہ شامل نہ ہوں گے جن کا وہ پہلے سے وقت قسم سے مالک ہو۔ علیٰ ہذا اگر کہا کہ ایک سال تک یا ہمیشہ تک یا موت تک تو بھی یہی حکم ہے کہ وقت قسم سے آئندہ اس مدت تک جن کا مالک ہو وہ آزاد ہوں گے۔ نہ وہ جن کا اوّل سے وقت قسم کے مالک تھا اور اگر اس نے کہا کہ سال تک کہنے سے میری مراد یہ تھی کہ جو میری ملک میں ایک سال تک باقی رہے تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر فیما بینہ و بین اللہ اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ ہر مملوک کہ میں اس کا مالک ہوں وہ بعد کل کے روز کے آزاد ہے یا کہا کہ میرا مملوک بعد کل کے روز کے آزاد ہے اور اس کا ایک مملوک ہے پھر دوسرا اس کی ملک میں آیا پھر کل کے روز بعد کا وقت آیا تو وہی آزاد ہوگا جو وقت قسم کے اس کی ملک میں تھا نہ وہ جس کا وہ بعد قسم کے مالک ہوا ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ ہر مملوک کہ جس کا میں مالک ہوں یا کہا کہ میرا مملوک پس وہ بعد میری موت کے آزاد ہے اور اس کا ایک مملوک ہے پھر اس نے ایک غلام خرید کیا تو جو وقت قسم کے اس کی ملک تھا وہ مدبر ہو گیا اور دوسرا جو بعد قسم کے اس کی ملک میں آیا ہے وہ مدبر نہ ہوگا اور اگر وہ مر گیا تو دونوں اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائیں گے یہ ہدایہ میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے نیت شمول تمام کی تو یہ قسم سب کو شامل ہوگی کیونکہ اس نے ایسی نیت بیان کی جس سے اس کے نفس پر سختی بڑھتی ہے پس اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ ہر غلام جس کو میں خریدوں تو وہ آزاد ہے تا سال بھر اس نے ایک غلام خرید اتو وہ آزاد نہ ہوگا یہاں تک کہ وقت خرید سے اس پر ایک سال گذر جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے آج یا کل تو آزاد نہ ہوگا جب تک کل کا روز نہ آئے الاّ اُس صورت میں کہ اس کے مولیٰ نے آج یا کل کہنے سے آج کے روز آزاد ہونے کی نیت کی ہو پس آج ہی آزاد ہو جائے

---

[1] حاصل جواب یوں ہے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ میری یہ مراد تھی کہ نجومی ساعت کے اندر جو میری ملک میں آ جانے پس وہ آزاد ہے ۱۲۔

گا اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے آج کل تو آج ہی آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے کل آج تو کل کے روز آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ صبح غد احراکل کے روز تو صبح کرے گا درحالیکہ آزاد ہوگا یا صبح غدا تشرب الماء حرا تو صبح کرے گا کل کے روز در حالیکہ پانی پیے گا آزاد تو کل کے روز آزاد ہو جائے گا اگر چہ اس نے پانی نہ پیا اسی[1] طرح اگر کہا کہ کھڑا ہوگا یا بیٹھے گا آزاد تو بھی فی الحال آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے گذشتہ کل کے روز حالانکہ وہ اس مملوک کا آج ہی مالک ہوا ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو آزاد ہے قبل از آنکہ میں نے تجھے خرید کیا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ ہر بار کہ جب کوئی دن گذرے تو تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر وہ دن گذر گئے تو دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر فلاں اس دار میں کل کے روز داخل نہ ہوا ہو اور میری بیوی طالقہ ہے اگر وہ داخل ہوا ہو اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ آیا داخل ہوا تھا یا نہیں تو عتق و طلاق دونوں واقع ہوں گی اس واسطے کہ اس نے اوّل قسم میں دخول دار کا اقرار کیا اور اس کو قسم سے موکد کیا پس اس کی طرف سے طلاق کا اقرار ہوگا اور دوسری قسم میں دخول سے انکار کیا اور اس کو قسم سے موکد کیا پس اس کی طرف سے اقرار یقین ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے موت فلاں وفلاں سے پھر ان دونوں میں سے ایک شخص اس گفتگو سے ایک مہینہ پر مر گیا تو غلام آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے قبل فطر و اضحیٰ کے ایک مہینہ تو اوّل رمضان میں آزاد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ جامع میں مذکور ہے کہ اگر غلام ماذون یا مکاتب نے کہا کہ ہر مملوک جس کا میں مالک ہوں آئندہ زمانہ میں تو وہ آزاد ہے پھر وہ خود آزاد ہونے کے بعد ایک مملوک کا مالک ہوا تو آزاد نہ ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور ایسا ہی اختلاف ہے اگر کہا کہ ہر مملوک جس کو میں خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر بعد اپنے آزاد ہونے کے خرید کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے یوں کہا کہ جب میں آزاد ہو جاؤں پھر جس مملوک کا میں مالک ہوں وہ آزاد ہے یا جب میں آزاد ہو جاؤں پھر جس مملوک کو میں خرید کروں وہ آزاد ہے پھر بعد میں آزاد ہونے کے وہ ایک مملوک کا مالک ہوا یا بعد آزادی کے خرید کیا تو بالاجماع وہ آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر حربی نے کہا کہ ہر مملوک جس کا میں آئندہ زمانہ میں مالک ہوں وہ آزاد ہے پھر دارالاسلام میں آ کر مسلمان ہو گیا اور ایک غلام خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اگر کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو ہر مملوک جس کا میں مالک ہوں وہ آزاد ہے پھر مسلمان ہوا اور اس نے ایک غلام خریدا تو بالاجماع آزاد ہو جائے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر ایک شخص نے ایک حرہ سے کہا کہ جب میں تیرا مالک ہوں تو آزاد ہے پھر یہ عورت مرتد ہو کر دارالحرب میں چلی گئی اور وہاں سے جہاد میں قید ہو کر آئی جس کو اس شخص نے خرید کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگی اور اگر کہا کہ جب تو مرتد ہو کر پھر قید ہو کر دارالحرب سے آئے اور میں تجھے خرید کروں تو تو آزاد ہے پھر ایسا ہی واقع ہوا تو وہ بالاجماع آزاد ہو جائے گی یہ سراج وہاج میں ہے۔

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے غلاموں میں سے تو جس کی آزادی چاہے اس کو آزاد کر دے پھر مخاطب نے ایک ساتھ سب کی آزادی چاہی تو سوائے ایک کے سب آزاد ہو جائیں گے:

[1] از انخ کیونکہ اس محاورہ سے اس کی حالت مقصود ہوتی ہے یعنی تیری یہ حالت آزادی ہوگی ۱۲۔

اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو چاہے تو مجلس ہی میں اس کے چاہنے سے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ فلاں چاہے تو فلاں کی مجلس ہی میں چاہنے سے آزاد ہوگا اگر فلاں مذکور اس مجلس میں موجود ہو ورنہ فلاں کی مجلس علم[1] میں چاہنے سے آزاد ہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اگر کہا کہ تو آزاد ہے اگر فلاں نے نہ چاہا پس اگر فلاں نے اپنی مجلس علم میں کہا کہ میں نے چاہا تو یہ غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو آزاد ہو جائے گا لیکن میں نہیں چاہتا ہوں اس کہنے سے نہ آزاد ہوگا کیونکہ اس کو اسی مجلس میں چاہنے کا اختیار باقی ہے بلکہ اس طرح پر نہ چاہے کہ اس سے اعراض کر کے دوسرے کام میں مشغول ہو کر اس مجلس کو باطل کر دے یہ بدائع میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ تو آزاد ہے اگر میں چاہوں پس اگر اس نے آخر عمر تک نہ چاہا تو آزاد نہ ہوگا اور یہ نہ چاہنا اسی مجلس تک مقصود نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں نہ چاہوں تو(1) دو صورتیں ہیں اگر اس نے کہا کہ میں نے چاہا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا تو بھی واقع نہ ہوگا اس واسطے کہ موت تک اس کو اس کے چاہنے کا اختیار ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ پھر جب مر گیا تو نہ چاہنا متحقق ہو جائے گا تو اس کی موت سے پہلے بلافصل آزاد ہوگا مگر تہائی مال[2] سے اعتبار کیا جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنی باندیوں میں سے ایک سے کہا کہ تو آزاد ہے اور فلانہ اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنی آزادی چاہی تو آزاد نہ ہوگی۔

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے غلاموں میں سے تو جس کی آزادی چاہے اس کو آزاد کر دے پھر مخاطب نے ایک ساتھ سب کی آزادی چاہی تو سوائے ایک کے سب آزاد ہو جائیں گے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اس کے نکال لینے کا اختیار مولیٰ کو ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سب آزاد ہو جائیں گے یہ مسئلہ ایسا ہی روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے اور روایت ابو حفص میں مذکور ہے کہ پھر مامور(2) نے ان سب کو ایک ساتھ آزاد کر دیا تو سوائے ایک کے سب آزاد ہو جائیں گے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک یہی روایت صحیح ہے اس واسطے کہ مامور کی مشیت پر اعتاق(3) معلق ہے نہ عتق(4)۔ اگر کہا کہ میرے غلاموں میں سے جس کا عتق تو چاہے وہ آزاد ہے پس اس نے ان سب کا عتق ایکبارگی چاہا تو بھی مثل مذکورہ بالا اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک سوائے ایک کے سب آزاد ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک سب آزاد ہوں گے اور اگر کہا کہ میرے غلاموں میں سے جو اپنا عتق چاہے اس کو آزاد کر دے پس اس نے سب کو ایکبارگی آزاد کر دیا تو بالاجماع آزاد ہو جائیں گے۔ اگر اس نے اپنی دو باندیوں سے کہا کہ تم دونوں آزاد ہو اگر تم چاہو پھر ایک نے ان میں سے چاہا تو یہ باطل ہے اور اگر اس نے کہا کہ تم میں سے جو عتق کو چاہے وہ آزاد ہے پس دونوں نے چاہا تو دونوں آزاد ہو جائیں گی اور اگر ایک نے چاہا تو وہی آزاد ہو جائیگی اور اگر دونوں نے چاہا پھر مولیٰ نے کہا کہ میں نے تم میں سے ایک کے چاہنے کو مراد لیا ہے تو براہ دیانت اس کی تصدیق ہوگی قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنے غلام کے عتق کا اختیار تجھے دیا تو پھر اس کو منع نہیں کر سکتا ہے۔ پس اس دوسرے کو اس مجلس تک اختیار رہے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ ان دو غلاموں میں سے جس کو تو چاہے آزاد کر دے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر عتاق بجعل[3] ہو۔ اگر کسی سے اپنی صحت یا مرض میں کہا کہ جب میں مروں تو میرا یہ غلام تو آزاد کر دے اگر چاہے یا کہا کہ جب میں مروں تو میرے اس غلام کے عتق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا کہا کہ میں نے اس غلام کے عتق کا اپنی موت کے بعد اختیار تیرے ہاتھ میں دیا پس اس نے اس امر کو اس سے قبول نہ کیا یہاں تک کہ اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو اس شخص کو اختیار

---

[1] جس جلسہ میں فلاں کو خبر پہنچی اسی جلسہ میں بدون کسی اور کام میں مشغول ہونے کے اگر چاہے تو آزاد ہوگا ۱۲۔ [2] اگر کل غلام اس کے تہائی مال سے برآمد ہوا تو آزاد ہو گیا ورنہ بقدر کی سعایت کرے گا ۱۲۔ [3] جعل وہ مال جو بمقابلہ فعل آزاد کرنے کے ٹھہر گیا ۱۲۔

(1) تو بھی مقصود بر مجلس نہیں ہے ۱۲۔ (2) مخاطب ۱۲۔ (3) آزاد کرنا ۱۲۔ (4) نہ آزاد ہونا ۱۲۔

ہوگا کہ اس کے بعد مولیٰ کے تہائی مال سے اس کو آزاد کر دے اور اگر کہا کہ یہ میرا غلام بعد میری موت کے آزاد ہے تو چاہے پس اگر اس کی موت کے بعد اس نے چاہا تو غلام آزاد ہوگا پھر اگر بعد موت مولیٰ کے مجلس سے یہ شخص بدون کچھ کہنے کے کھڑا ہوگیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے چاہا تو وصیت واجب ہوئی (۱) اور غلام مذکور آزاد نہ ہوگا جب تک کہ اس کو وارث لوگ یا وصی یا قاضی آزاد نہ کرے اور مولیٰ مذکور نے اپنی حیات میں جس کے چاہنے پر رکھا تھا اس کو منع کر دیا تو ممانعت (۲) جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ جب کل کا روز آئے تو تو آزاد ہے اگر تو چاہے تو چاہنے کا اختیار کل کی فجر طلوع ہونے کے بعد سے ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پس اگر اس نے فی الحال چاہا تو آزاد نہ ہوگا جب تک کہ کل کے روز نہ چاہے اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہے کل کے روز تو اس کو فی الحال مشیت کا اختیار ہے پس اگر اس نے فی الحال چاہا تو کل کے روز آزاد ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔

اصل میں مذکور ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ: انت حر متی ماشئت او اذا ماشئت و کلما شئت (۳) پھر غلام نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں پھر مولیٰ نے اس کو فروخت کر دیا پھر اس کو خرید کیا پھر غلام نے عتق چاہا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ انت حر حیث شئت (۴) پھر غلام مجلس سے کھڑا ہو گیا تو عتق باطل ہو گیا اور اگر کہا کہ انت حر کیف شئت (۵) تو امام اعظمؒ کے نزدیک بدون چاہنے کے آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

باب : ۵

عتق بجُعل کے بیان میں

(یعنی عتق پر اجرت و عوض مقرر کیا بمقابلہ فعل کے، فافہم)

اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے بعوض ہزار درہم کے پس غلام نے کہا کہ میں نے نصف میں قبول کیا یعنی اپنے نفس کی آزادی کو نصف کے عوض قبول کیا تو یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں:

ایک شخص نے اپنا غلام مال پر آزاد کیا اور اس نے قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا مثلاً کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درہم پر یا بہزار درہم یا بر اینکہ تو مجھے ہزار درہم دے بر اینکہ تو مجھے ہزار درہم ادا کرے یا بر اینکہ تو مجھے ہزار درہم عطا کر دے یا بر اینکہ تجھ پر میرے ہزار درہم ہیں یا ہزار درہم پر کہ ان کو تو مجھے ادا کرے یا کہا کہ میں نے تیرا نفس تیرے ہاتھ اتنے پر فروخت کیا یا میں نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا بر اینکہ تو مجھے اس قدر معاوضہ دے تو یہ سب صحیح ہے اور جو کچھ غلام کے ذمہ شرط کیا ہے وہ اس پر قرضہ ہے گا حتیٰ کہ غلام کی طرف سے مولیٰ کے لئے اس کی کفالت صحیح ہے اور جیسے اس مال کی کفالت صحیح ہے ویسے ہی یہ بھی روا ہے کہ مولیٰ اس کے عوض جو چاہے ہاتھوں ہاتھ بدل لے مگر اس کے ادھار میں خیر[۲] نہیں ہے اور غلام کا قبول کرنا ضرور ہے پس اگر وہ مجلس ایجاب میں حاضر ہو تو اسی مجلس تک اس کے قبول کا اعتبار ہے اور اگر غائب ہو تو اس کی مجلس علم[۱] کا اعتبار ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ کل میں غلام قبول کرے

۱؎ قال المترجم مراد یہ ہے کہ مثل کتابت کے نہیں ہے بلکہ غلام بہر حال آزاد ہے خواہ یہ معاوضہ ادا کرے یا نہ کرے کبھی رقیق نہیں گنا جا سکتا ہے ہاں جو معاوضہ ٹھہرا ہو وہ غلام پر قرضہ ہے ۱۲۔ ۲؎ اطلاق لفظ عدم خیر سے اصح یہ ہے کہ مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے اور قیل لاغیر ذلک من الاقوال ۱۲۔

(۱) یہ توکیل ہے ۱۲۔ (۲) اس وجہ سے کہ توکیل ہے ۱۲۔ (۳) تو آزاد ہے جس وقت تو چاہے جب تو ہر بار کہ تو چاہے ۱۲۔ (۴) تو آزاد ہے جہاں تو چاہے ۱۲۔ (۵) تو آزاد ہے بہر کیف کہ تو چاہے ۱۲۔

چنانچہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے بعوض ہزار درہم کے پس غلام نے کہا کہ میں نے نصف میں قبول کیا یعنی اپنے نفس کی آزادی کو نصف کے عوض قبول کیا تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے بلکہ پورا غلام بعوض پورے مال کے آزاد ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اس کی اولاد اس کے مولیٰ کی ہوگی۔ یہ بدائع میں ہے اور اگر حیوان یا کپڑا ان کی جنس غرض وحمار وہ ہروی و مروی وغیرہ بیان کرنے کے بعد اس کو عوض قرار دیا ہو تو غلام کے ذمہ ان میں سے اوسط درجہ کا اسی جنس کا لازم آئے گا اور اگر غلام اس اوسط کی قیمت لایا تو بنا بر مشہور کے مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر جنس کا بیان نہ کیا گیا ہو مثلاً غلام سے کہا کہ تجھ پر ایک حیوان یا کپڑا یا چوپایہ ہے اور غلام نے اس کو قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا مگر غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی اور اگر غلام نے جو چیز قرار پائی تھی وہ ادا کر دی یعنی حیوان یا کپڑا وغیرہ پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا پس اگر عقد میں وہ غیر معین تھا یعنی حیوان یا کپڑا نہ تھا بلکہ جنس بیان کر کے اسی جنس کا اوسط درجہ کا دیا تھا تو غلام پر اس کے مثل دینا لازم ہوگا اور اگر معین ٹھہرا ہو مثلاً کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام یا اس کپڑے پر آزاد کیا یا میں نے تجھے تیرے ہاتھ اس باندی پر فروخت کیا اور غلام اس کو قبول کر کے آزاد ہو گیا اور عوض کو مولیٰ کے سپرد کیا پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام سے اس کی ذات کی قیمت لے لے گا اور اگر مال عوض کی جنس یا مقدار میں اختلاف واقع ہوا کہ مولیٰ نے کہا کہ میں نے تجھے غلام پر آزاد کیا ہے اور غلام مذکور نے کہا کہ کُرِّ گیہوں پر یا ہزار درہم پر آزاد کیا ہے یا مولیٰ نے کہا کہ ہزار درہم پر اور غلام نے کہا کہ سو درہم پر تو قسم سے غلام کا قول قبول ہوگا اور اسی طرح اگر غلام نے اصل مال سے انکار کیا یعنی سرے سے کچھ مال نہیں ٹھہرا ہے تو بھی قسم سے قول اس کا اور گواہ مولیٰ کے قبول ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے تجھے کل کے روز ہزار درہم پر آزاد کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو قسم سے مولیٰ کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے مولیٰ سے کہا کہ مجھے ہزار درہم پر آزاد کر دے پس مولیٰ نے اس کا نصف حصہ آزاد کر دیا تو نصف مفت میں آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درہم کے عوض آزاد کر دے پس مولیٰ نے نصف آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک[1] نصف بعوض پانچ سو درہم کے آزاد ہوگا۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ تو آزاد ہے بعوض ہزار درہم کے اور اس نے قبول کیا تو اس کا نصف[2] حصہ بعوض پانچ سو درہم کے آزاد ہوگا لیکن اگر دوسرے نے اجازت دے دی تو ہزار درہم دونوں میں مشترک ہوں گے۔ یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا حصہ بعوض ہزار درہم کے آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا تو غلام پر ہزار درہم آزاد کنندہ کے واسطے لازم آئیں گے اور اس میں اس کا شریک مشارک نہ ہوگا اور اگر ایک نے کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے پھر غلام نے کمائی کر کے اس کو ہزار درہم ادا کیے تو اس کا حصہ آزاد ہو گیا اور دوسرے کو اس مال میں شرکت کرنے کا اختیار ہے اس واسطے کہ اس نے یہ مال حالتِ رقیت میں کمایا ہے پس اگر شریک نے حصہ بانٹ لیا تو آزاد کنندہ غلام سے واپس نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ غلام نے جو شرط کی تھی اس کو ادا کر دیا اور اگر اس نے یوں کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو میرا حصہ آزاد ہے تو شریک سے جو دوسرے شریک نے لے لیا ہے اس قدر غلام سے واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو ہزار درہم پر آزاد ہے پھر قبل اس کے کہ غلام

---

[1] جس مجلس میں آگاہ ہوا۔ [2] صاحبینؒ کے نزدیک کل آزاد ہوگا۔ [3] بشرطیکہ دونوں مساوی شریک ہوں۔

(۱) یعنی اگر فلاں چاہے۔ (۲) جس وقت آیا فلاں۔ (۴) اگر میں دار میں داخل ہوا اگر میں نے فلاں سے کلام کیا۔ (۵) تو میرا غلام آزاد ہے۔ (۶) یعنی تصدیق نہ ہوگی۔

قبول کرے کہا کہ تو سو دینار پر آزاد ہے پس غلام نے کہا کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا اور دونوں مال اس پر لازم آئیں گے اور یہ اس وقت ہے کہ غلام نے کہا ہو کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا یا آنکہ اس نے فقط یوں کہا کہ میں نے قبول کیا اور اگر کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک مال درہم یا دینار کو قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ ادا کر دے مجھے ہزار درہم تو تو آزاد ہے تو جب تک ہزار درہم ادا نہ کرے تب تک آزاد نہ ہوگا:

اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو غلام مفت آزاد ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ ادا کر دے مجھے ہزار درہم تو تو آزاد ہے تو جب تک ہزار درہم ادا نہ کرے تب تک آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درہم ادا کر دے پس تو آزاد ہے تو فی الحال آزاد ہو جائے گا۔ یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو آزاد ہے تو فی الحال آزاد ہو جائے گا خواہ ادا کیے یا نہ کیے ہوں یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھ پر ہزار درہم ہیں تو فی الحال آزاد ہو جائے گا اور ہزار درہم اس پر واجب نہ ہوں گے خواہ اس نے قبول کیا یا نہ کیا۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا اور ہزار درہم لازم آئیں گے اور اگر نہ قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کر دے اور تو آزاد ہے یا میری طرف سے یہ لفظ نہ کہا یا یوں کہاں کہ جب تو نے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا تو تو آزاد ہے تو صحیح ہے اور غلام کا لفظ راجع بوسط ہوگا یعنی اوسط درجہ کا غلام آزاد کر دے اور یہ غلام ماذون التجارۃ ہو جائے گا پھر اگر اس نے ادنیٰ درجہ یا اعلیٰ درجہ کا غلام آزاد کیا تو نہیں جائز ہے۔ پس اگر اس نے اوسط درجہ کا غلام آزاد کیا تو دونوں بلا سعایت آزاد ہو جائیں گے بشرطیکہ اس نے حالت صحت میں کہا ہو اور اگر حالت مرض[1] میں کہا ہو اور ان دونوں کے سوائے اس کا کچھ مال نہ ہو تو ایک تہائی ان دونوں کے درمیان موافق ان کے سہام کے تقسیم ہوگی پس اگر مامور کی قیمت ساٹھ دینار ہوں اور دوسرے کی قیمت چالیس دینار ہوں تو مامور کا دو تہائی حصہ بلا سعایت آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ وہ بعوض ہے پس وہ وصیت نہ ہوگی اور ایک تہائی بلا عوض ہے پس مال میت تہائی حصہ اس مامور کا اور پورا غلام وسط ہے کہ مجموعہ اس کا ساٹھ دینار ہوئے وہ ان دونوں میں دونوں کے حقوق کے موافق تقسیم ہوگا جس میں سے تہائی مامور کا حصہ یعنی چھ درہم و دو تہائی حصہ درہم ہوا پس اس قدر بلا سعایت آزاد ہو جائے گا اور باقی تیرہ درہم ایک تہائی حصہ درہم کے واسطے سعایت کرے گا اور غلام اوسط سے تیرہ ۱۳ درہم و ایک تہائی حصہ درہم بلا سعایت آزاد ہوگا اور باقی چھبیس ۲۶ دو تہائی حصہ درہم کے واسطے سعایت کرے گا پس سہام وصیت میں ہوئے اور سہام سعایت چالیس ہوئے پس تہائی و دو تہائی ٹھیک برآمد ہوئی۔ اگر غلام وسط کی قیمت مثل سہام مامور کے یا زیادہ ہو تو پورا غلام مامور بلا سعایت آزاد ہو جائے گا اور بدل مذکور یعنی غلام وسط تہائی سے آزاد ہوگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے میری موت کے بعد ایک غلام آزاد کر دے اور تو آزاد ہے تو یہ صورت سابق دونوں یکساں ہیں فرق یہ ہے کہ اگر اس صورت میں درمیانی درجہ کا غلام آزاد کیا تو مامور آزاد نہ ہوگا الا باعتاق وارث یا وصی یا قاضی اور صورت سابق میں جب مامور نے اوسط درجہ کا غلام آزاد کر دیا تو بدون کسی کے آزاد کے آزاد کرنے کے خود آزاد ہو جائے گا اور اگر مولیٰ کی موت کے بعد وارثوں نے غلام مامور سے کہا کہ تو غلام آزاد کر ورنہ ہم تجھ کو فروخت کر دیں گے تو ان کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا لیکن قاضی اس غلام مامور کو

---

(۱) یعنی مرض الموت ۱۲۔

تین روز یا زیادہ کی مہلت موافق اپنی رائے کے دے گا یہ کافی میں ہے پھر جس مدت کے قاضی نے اس کو مہلت دی ہے اگر اس مدت میں اس نے ایک غلام وسط آزاد کیا تو قاضی مامور کو آزاد کرے گا ورنہ اس کو وارثوں کو دے دے گا اور اس کی بیع کی اس کو اجازت دے دے گا اور ابطال وصیت کا حکم دے دے گا اور اگر مولیٰ نے اپنے وارثوں سے کہا ہو کہ جب میری موت کے بعد یہ ایک غلام آزاد کر دے تو اس کو آزاد کرو تو یہ صورت اور جب کہ یوں کہا کہ جب تو میری موت کے بعد ایک غلام آزاد کر دے تو تو آزاد ہے دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام نے اپنے مولیٰ سے کہا کہ فروخت کر دے میرے ہاتھ میرا نفس اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا:

ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ میں نے فروخت کیا تیرا نفس تیرے ہاتھ اور یہ ہزار درہم جو تیرے ہاتھ میں ہیں بعوض ہزار درہم کے تو فرمایا کہ وہ آزاد ہے اور جو غلام کے ہاتھ میں ہے وہ مولیٰ لے لے گا اور اس پر کچھ اور واجب نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے غلام نے اس سے کہا کہ فروخت کر دے میرے ہاتھ میرا نفس اور یہ ہزار درہم بعوض سو درہم کے تو مولیٰ پورے ہزار درہم لے لے گا اور غلام مفت آزاد ہو جائے گا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ فروخت کیا میں نے تیرا نفس تیرے ہاتھ اور یہ سو دینار بعوض ہزار درہم کے اور غلام نے اس کو قبول کیا اور غلام کی قیمت سو دینار کے برابر ہے تو ہزار درہم میں سے پانچ سو درہم بمقابلہ غلام کے اور پانچ سو بمقابلہ دیناروں کے ہوں گے پس اگر قبل افتراق کے غلام نے ہزار درہم دے دے تو یہ دینار غلام کے ہوں گے اور غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر قبل ادا[1] کرنے کے دونوں جدا ہو گئے تو ہزار میں سے دیناروں کا حصہ باطل ہو گیا یعنی بیع صرف باطل ہوئی پس دینار مولیٰ کے ہوئے اور پانچ سو درہم جس کے عوض غلام آزاد ہو گیا وہ غلام پر قرضہ رہے۔ ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر غلام نے اپنے مولیٰ سے کہا کہ فروخت کر دے میرے ہاتھ میرا نفس اور مولیٰ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے گا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اپنے غلام کو آزاد کیا بعوض ایسے مال کے کہ اس کو کسی اجنبی پر رکھا اور اجنبی نے اس کو قبول کیا تو مال اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنے غلام کو اپنی طرف سے بعوض ایسے ہزار درہم کے آزاد کر دے کہ وہ مجھ پر ہیں پس اس نے آزاد کر دیا تو اس مرد پر مال لازم نہ آئے گا اور اگر ادا کر دیا تو بھی اس کو واپس کر لینے کا استحقاق ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ کسی آدمی نے اپنے غلام کو شراب (خمر) یا سور پر آزاد کر دیا تو قبول کرنے سے آزاد ہو جائے گا اور مسمّی کی قیمت لازم ہوگی اور اگر قبل وصول خمر کے دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو شیخین کے نزدیک غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک شراب کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ادا کیے تو تو آزاد ہے یا ہرگاہ کہ تو نے ادا کیے تو یہ صحیح ہے اور اسی مجلس تک مقصود نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درہم ادا کیے تو تو آزاد ہے تو یہ مجلس ہی تک مقصود ہے اور ان سب صورتوں میں غلام ماذون التجارۃ ہو جائے گا اور جب اس نے مال ادا کیا تو آزاد ہو جائے گا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے یہ مال قبل اس کلام مولیٰ کے کمایا ہے تو غلام آزاد ہوا اور مال سب مولیٰ کا ہوگا اور غلام کے ذمہ دوسرے ہزار درہم واجب ہوں گے اور اگر ایسا مال ہے کہ اس نے بعد اس کلام کے کمایا ہے تو غلام آزاد ہوگا اور وقت آزاد ہونے تک جو کچھ کمائی ہے وہ مولیٰ کی ہوگی او ہزار درہم

(۱) یعنی کہ مولیٰ کے قبضہ کرنے کے ۱۲۔

معاوضہ میں سے غلام پر کچھ نہ ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور قبل ادا کرنے کے مولیٰ کو اس کے فروخت کا اختیار ہے اور اگر اس نے بدل میں سے کچھ ادا کرنا چاہا تو مولیٰ نے اس کے قبول پر مجبور کیا جائے گا لیکن غلام آزاد نہ ہوگا جب تک کہ کل ادا نہ کرے اور اگر مولیٰ نے اس کو کل سے یا بعض سے بری کیا تو بری نہ ہوگا ور آزاد نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔

غلام نے اگر مال حاضر کیا بایںطور کہ مولیٰ اور مال کے درمیان سے روک اُٹھا دی کہ مولیٰ اس کے قبضہ پر قادر ہے تو حاکم مولیٰ کو مجبور کرے گا اور اس کو بمنزلہ قابض کے قرار دے گا اور غلام کے آزاد ہونے کا حکم دے دے گا خواہ مولیٰ نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ تبیین میں ہے اور اگر مولیٰ نے اجنبی سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر وہ اجنبی ہزار درہم لایا اور مولیٰ کے سامنے رکھے تو مولیٰ اس کو قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے قسم کھائی ہو کہ ہزار مذکور پر قبضہ نہیں کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مولیٰ نے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پھر غلام نے مولیٰ سے کہا کہ تو بجائے اس کے مجھ سے سو دینار لے لے پس مولیٰ نے لے لئے تو غلام آزاد نہ ہوگا الا آنکہ مولیٰ نے اس کی درخواست مذکور کے وقت کہا ہو کہ اگر تو نے مجھے یہ ادا کیے تو تو آزاد ہے تو بسبب اس دوسری قسم کے آزاد ہو جائے گا جیسے کہ اگر مولیٰ نے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو تُو آزاد ہے پھر کہا کہ اگر تو مجھے پانچ سو درہم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس اس نے پانچ سو درہم ادا کر دیئے تو بسبب دوسری قسم کے آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مولیٰ مر گیا تو غلام مذکور رقیق ہوگا کہ غلام مع اس کی کمائی کے مولیٰ کی میراث ہوگا اس واسطے کہ غلام اور جو کچھ اس نے کمایا ہے مولیٰ کی ملک ہے اور اس کمال میں سے غلام کی طرف سے ادا نہ کیا جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درہم ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے پھر اس غلام کو فروخت کیا پھر مولیٰ نے اس کو خرید کیا یا بسبب عیب یا خیار رویت یا خیار شرط کے مولیٰ کو واپس دیا گیا پھر غلام مذکور ہزار درہم لایا تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے قبول کر لئے تو غلام آزاد ہو جائے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس غلام نے کسی سے ہزار درہم قرض لے کر مولیٰ کو دے دیئے تو غلام آزاد ہو گیا اور قرض خواہ مذکور مولیٰ سے رجوع کر کے اپنے ہزار درہم وصول کر لے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے فلاں چیز اسباب میں سے دے دے تو تو آزاد ہے پس غلام نے یہ چیز دے دی تو آزاد ہو جائے گا لیکن جاننا چاہئے کہ اگر یہ چیز ایسی ہو کہ صورت کتابت میں بدل کتابت ہو سکتی ہے تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا[1] جائے گا اور اگر صورت کتابت میں بدل کتابت ہونے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا لیکن اگر اس نے قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تو نے مجھے ایک کپڑا ادا کر دیا یا کہا کہ اگر تو نے مجھے درا ہم ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے پس غلام نے ایک کپڑا لا کر دے دیا یا تین درہم یا زیادہ لا کر دے دیئے تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور باوجود اس کے اگر اس نے اس کو قبول کر لیا تو شرط پائی جانے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ جب فلاں آئے پس تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پس فلاں آیا اور اس نے ہزار درہم ادا کئے تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا کہ یہ ہزار درہم ایسے ہوں کہ غلام نے فلاں کے آنے سے پہلے کمائے ہیں تو غلام مذکور آزاد تو ہو جائے گا مگر مولیٰ اس سے دوسرے ہزار درہم لے لے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ

---

(۱) ہزار درہم کے ۱۲۔

جب تو نے مجھے ایک غلام دے دیا تو تو آزاد ہے اور یہ نہ بتلایا کہ کس قیمت کا غلام یا کس جنس کا غلام تو یہ جائز ہے اور جب غلام کی طرف سے قبول پایا گیا تو اس کے ذمہ ایک غلام ثابت ہوگا پھر اگر وہ اوسط درجہ کا ایک غلام لایا تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اسی طرح اگر اعلیٰ درجہ کا لایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ادنیٰ درجہ کا لایا تو مجبور نہ کیا جائے گا لیکن اگر مولیٰ نے قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر غلام ایک اوسط درجہ کے غلام کی قیمت لایا تو مولیٰ اس کے قبول پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے اس کو پسند کر کے قبول کر لیا تو غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ایک اوسط درجہ کا غلام دے دیا یا کہا کہ اوسط درجہ کا ایک کر گیہوں دیا تو تو آزاد ہے پھر غلام اعلیٰ درجہ کا غلام یا کر گیہوں لایا تو مولیٰ اس کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر قبول کیا تو غلام آزاد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے سفید تھیلی میں ادا کیے تو آزاد ہے پس غلام نے سوائے سفید کے دوسرے تھیلی میں ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا یہ سراجیہ[1] میں ہے۔

اگر مولیٰ نے کہا کہ میں تجھے اس چیز پر جو اس صندوق میں ہے درہموں سے آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا:

اگر اپنی باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ماہواری سو درہم کے ادا کر دیے تو تو آزاد ہے اور باندی نے قبول کیا تو یہ مکاتبت نہیں ہے اور جب تک اس نے ادا نہیں کیے ہیں تب تک مولیٰ کو اس کے فروخت کر دینے کا اختیار ہے اور اگر باندی نے ایک مہینہ خالی دیا کہ کچھ اور نہیں کیا اور پھر تو آزاد نہ ہوگی اور یہ ابو حفص کی روایت میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اور اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ اگر باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے اس مہینہ میں ہزار درہم ادا کر دیے تو تو آزاد ہے پھر اس نے اس مہینہ میں ادا نہ کیے اور دوسرے مہینہ میں ادا کیے تو آزاد نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں تجھے اس چیز پر جو اس صندوق میں ہے درہموں سے آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اس پر اپنی قیمت واجب ہوگی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ میری و میرے پسر کی ایک سال تک خدمت کر دے تو تو آزاد ہے یا کہا کہ جب تو نے میری اور میرے پسر کی ایک سال خدمت کر دی تو تو آزاد ہے پھر مولیٰ سال گزرنے سے پہلے مر گیا تو غلام آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر پسر مر گیا تو بھی اس کے مرنے سے شرط عتق کی جاتی رہی پھر اس کے بعد وہ آزاد نہ ہوگا وہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تو چار برس میری خدمت کر دے پس غلام نے قبول کر لیا تو آزاد ہو گیا مگر اس پر چار برس اس کی خدمت کرنی واجب ہوگی اور اگر قبل خدمت کر دے پس غلام نے قبول کر لیا تو آزاد ہو گیا۔ مگر اس پر چار برس اس کی خدمت واجب ہوگی اور قبل خدمت کے مولیٰ مر گیا تو خدمت باطل ہو گئی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام پر اپنی قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک سال خدمت کے بعد مولیٰ مرا تو شیخین کے نزدیک غلام پر اس کی تین چوتھائی واجب ہوگی۔ اور اسی طرح اگر غلام مر گیا اور مال چھوڑا تو شیخین کے نزدیک اس میں سے غلام کی قیمت مولیٰ کو ادا کی جائے گی یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو نے ایک سال میری خدمت کر دی تو تو آزاد ہے پس غلام نے ایک سال سے کم خدمت کی یا خدمت کے عوض کوئی مال دے دیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے میری و میری اولاد کی سال بھر کی خدمت کر دی تو تو آزاد ہے پھر سال میں اس کی اولاد میں سے بعض مر گیا تو آزاد نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر وصیت کے وقت اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو نے میرے پسر و دختر کی اس وقت تک خدمت کر دی کہ وہ بے

---

[1] نہ ہوگا کذا فی نسخ اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں آزاد ہوگا کیونکہ تھیلی کی سیاہی و سفیدی میں کچھ فرق نہیں ہے ۱۲۔

پیدا ہو جائیں تو تو آزاد ہے پس اگر دونوں صغیر ہوں تو مراد یہ ہوگی کہ اس وقت تک خدمت کر دے کہ وہ دونوں اور ایک کو پہنچ جائیں اور اگر کبیر ہوں تو اس پر محمول ہوگا کہ دختر کی اس وقت تک خدمت کرے کہ اس کا نکاح ہو جائے اور پسر کی اس وقت تک کہ اس کو ایک باندی کا ثمن حاصل ہو جائے اور اگر دختر کا نکاح ہو گیا اور پسر باقی رہا تو دونوں کی خدمت کرے اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا خواہ دونوں صغیر تھے یا کبیر تھے تو وصیت باطل ہوگئی یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی میں باندی کو آزاد کر دے ہزار درہم پر بدیں شرط کہ مجھے اس کا نکاح کر دے پس مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پھر باندی آزاد شدہ نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو عتق از جانب مولیٰ واقع ہوگا:

اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ادا کر دیئے تو تو آزاد ہے پھر اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اس نے ہزار درہم ادا کئے تو اس کا بچہ اس کے ساتھ آزاد نہ ہوگا اور اگر اس نے ہزار درہم مال مولیٰ سے ادا کئے تو بسبب وجود شرط کے آزاد ہو جائے گی اور مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اس کے مثل اس سے لے لے اور اگر مولیٰ اس قول کے کہنے کے وقت کہ جب تو ہزار درہم ادا کرے تو تو آزاد ہے بیمار ہو پس باندی نے کمائی کر کے مال مذکور ادا کیا پھر مولیٰ اسی مرض سے مر گیا تو قیاساً مولیٰ کے تہائی مال سے آزاد ہوگی اور استحساناً اس کے پورے مال سے آزاد ہوگی اور اگر مولیٰ نے کہا کہ ہر گاہ تو مجھے ہزار درہم ادا کر دے تو تو آزاد ہے پھر قبل ادا کرنے کے مولیٰ مر گیا تو یہ قول باطل ہو گیا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی باندی کو آزاد کر دے ہزار درہم پر بدیں شرط کہ مجھے اس کا نکاح کر دے پس مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پھر باندی آزاد شدہ نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو عتق از جانب مولیٰ واقع ہوگا اور مرد مذکور پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مرد مذکور[1] نے یوں کہا کہ اپنی باندی کو میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ہزار درہم اس کی قیمت اور اس کے مہر مثل پر تقسیم ہوں گے پس جو کچھ اس کی قیمت کے پڑتے میں پڑیں وہ مرد مذکور پر واجب ہوں گے اور جس قدر مہر مثل کے پڑتے میں پڑیں وہ اس سے ساقط ہوں گے اور اگر باندی مذکور نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو ہزار میں سے جو کچھ اس کی قیمت کے پڑتے میں پڑیں وہ اوّل صورت میں ساقط ہوں گے اور دوسری صورت میں مولیٰ کے ہوں گے اور جس قدر مہر مثل کے پڑتے میں پڑیں وہ دونوں صورتوں میں باندی کا مہر ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

اگر اپنی ام ولد کو بدیں شرط آزاد کیا کہ اس کے ساتھ نکاح کر لے پس ام ولد نے قبول کیا تو آزاد ہو جائے گی پھر اگر مولیٰ سے اپنا نکاح کرنے سے انکار کیا تو اس پر سعایت واجب نہ ہوگی اور اگر باندی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ اس کے ساتھ نکاح کر لے پھر اس نے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا تو باندی پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھے ہزار درہم پر آزاد کیا بدیں شرط کہ تو دس درہم پر مجھے اپنے نکاح میں لے لے پس اس نے قبول کیا پھر اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا تو اس پر ہزار درہم واجب ہوں گے اور اگر اس کی قیمت ہزار سے زیادہ ہوں تو پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا بدیں شرط کو تو مجھے اپنے نکاح میں لے اور ہزار درہم میرا مہر دے پس اس نے قبول کیا پھر نکاح کر لینے سے انکار کیا تو آزاد ہو جائے گا اور اس پر اپنی قیمت کے واسطے

---

(۱) جس سے کہا نہ تھا ۱۲۔

سعایت واجب ہوگی اور اگر عورت سے سو درہم پر نکاح کر لیا اور وہ راضی ہوگئی تو غلام مذکور پر سعایت واجب نہ ہوگی اور اگر غلام نے اس سے ہزار درہم پر نکاح کرنے کو کہا مگر عورت نے انکار کیا تو بھی غلام پر سعایت لازم نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جب تم دونوں ہزار درہم ادا کردو تو تم آزاد ہو۔ تو دونوں کے ادا کرنے کا اعتبار ہے۔ اگر ایک نے سب مال اپنے پاس سے ادا کیا بایں طور کہ کہا کہ پانچ سو درہم میری طرف سے اور پانچ سو درہم بطور احسان کے اپنے ساتھی کی طرف سے دیتا ہوں تو آزاد نہ ہوں گے لیکن اگر اس نے کہا کہ پانچ سو درہم میری طرف سے اور پانچ سو درہم میرے ساتھی نے بھیجے ہیں تو اس وقت دونوں آزاد ہو جائیں گے۔ اگر کسی اجنبی نے ہزار درہم ادا کئے تو یہ دونوں آزاد نہ ہوں گے الا آنکہ یوں کہے کہ میں ان دونوں کی آزادی کے واسطے ہزار درہم دیتا ہوں یا کہا کہ بدیں شرط کہ وہ دونوں آزاد ہیں تو مولیٰ کے قبول کر لینے سے وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اس ادا کرنے والے کو یہ اختیار ہوگا کہ مولیٰ سے یہ مال لے لے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے تو جب تک دونوں اس مجلس میں قبول نہ کریں تب تک کوئی آزاد نہ ہوگا پس اگر دونوں نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ کھڑے ہوگئے تو ایجاب مذکور باطل ہوگیا اور اگر دونوں میں سے ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر دونوں نے قبول کیا مگر اس طرح کہ ہر ایک نے کہا کہ بعوض پانچ سو درہم کے میں نے قبول کیا تو دونوں میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا میں نے بعوض ہزار درہم کے قبول کیا یا ہزار درہم کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ میں نے ہزار درہم کے عوض قبول کیا تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ تو بیان کر پس جب اس نے ان دونوں میں سے ایک کا عتق بیان کیا تو وہ آزاد ہوگا اور اس پر ہزار درہم لازم آئیں گے اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو یہ رقبہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہوگا پس ہر ایک میں سے نصف آزاد ہوگا بعوض پانچ سو درہم کے اور باقی نصف (۱) کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ایک مرد نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے پس دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا پھر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض پانچ سو کے آزاد ہے پس دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو پہلا ایجاب صحیح ہوا اور دوسرا باطل ہے اور جب کلام اوّل صحیح ہوا تو جب تک مولیٰ زندہ ہے بیان کے واسطے اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جب وہ قبل بیان کے مرگیا تو عتق ان دونوں میں شائع ہوگیا اور مال بھی عتق کی تبعیت میں شائع ہو جائے گا پس ہر ایک کا نصف حصہ بعوض پانچ سو درہم کے آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے پس ہنوز ان دونوں نے قبول نہ کیا تھا کہ اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بعوض سو دینار کے آزاد ہے پھر دونوں نے قبول کیا تو دونوں ایجاب صحیح ہوں گے اور جب دونوں صحیح ہوئے اور دونوں نے قبول کیا تو ان کا قبول ان دونوں کلاموں کی طرف راجع کیا جائے گا اور مولیٰ کو اختیار دیا جائے گا چاہے دونوں پر بعوض ہر دو مال (۲) کے عتق واقع کرے اور چاہے دونوں میں سے ایک پر بعوض دونوں مالوں کے عتق واقع کرے اور بیان مولیٰ کے اور پر جس کو چاہے بیان کرے اور اگر قبل بیان کے مرگیا تو ہر ایک کا تین چوتھائی حصہ بعوض نصف دونوں مالوں کے آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر اپنے غلام معین سے کہا کہ تو ہزار درہم پر آزاد ہے پھر قبل اس کے وہ قبول کرے اس کو اور ایک دوسرے اپنے غلام کو جمع کر کے کہا کہ تم میں ایک بعوض سو دینار کے آزاد ہے پس دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے ہر دو کلام کو

---

(۱) اپنی نصف قیمت ۱۲۔ (۲) ہزار درہم و سو دینار ۱۲

اوّل غلام معین کی طرف راجع کرے اور وہ بعوض ہر دو مال کے آزاد ہوگا اور چاہے ہر دو غلام میں سے ایک غلام کو دوسرے غلام کی طرف راجع کرے اور معین مذکور بعوض ہزار درہم کے اور غیر معین بعوض سو دینار کے آزاد ہوگا اور اگر قبل بیان کے مولیٰ مر گیا تو معین مذکور پورا آزاد ہوگا اور غیر معین میں سے نصف حصہ بعوض پچاس دینار کے آزاد ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ معین وغیر معین کی شناخت ہو اور اگر معلوم نہ ہو اور ہر ایک نے دونوں میں سے دعویٰ کیا کہ میں ہی اوّل معین ہوں تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی حصہ بعوض ہر دو مال کے نصف کے آزاد ہوگا یعنی ہزار درہم کا نصف سو دینار کا نصف ہر ایک پر واجب ہوگا اور ہر ایک اپنی چوتھائی کی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے اور دوسرا بعوض پانچ سو درہم کے آزاد ہے پس اگر دونوں نے ساتھ کہا کہ ہم نے قبول کیا یا ہر ایک نے کہا کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا یا ہر ایک نے کہا کہ میں نے ہر دو مال میں سے زیادہ کے عوض قبول کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے پس دونوں میں سے ہر ایک کے ذمہ پانچ سو درہم لازم آئیں گے اور اگر دونوں میں سے ایک نے زیادہ مال اور دوسرے نے کم مال کے عوض قبول کیا تو وہی آزاد ہوگا جس نے دونوں مالوں میں سے زیادہ کے عوض قبول کیا ہے پس اس پر پانچ سو درہم [1] لازم آئیں گے کذا فی البدائع اور اگر دونوں نے ہر دو مال میں سے کم کے عوض قبول کیا تو کوئی آزاد نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے اور دوسرا بعوض دو ہزار درہم کے آزاد ہے پس ایک نے کہا کہ میں نے قبول کیا یعنی مطلقاً [1] کہا یا یوں کہا کہ میں نے دو ہزار درہم کے عوض قبول کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ بعوض ہزار درہم کے قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر ہر دو مال از روی جنس کے مختلف ہوں مثلاً کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے اور دوسرا بعوض سو دینار کے آزاد ہے پس ایک نے قبول کیا اس طرح کہ میں نے بعوض ہزار درہم کے قبول کیا تو آزاد نہ ہوگا اور اگر اس نے مطلقاً کہا کہ میں نے قبول کیا یا کہا کہ میں نے دونوں مالوں کے عوض قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا اور غلام کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے اپنے ذمہ لازم کرے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے اور دوسرا مفت آزاد ہے پس دونوں نے ایک ساتھ قبول کیا تو دونوں مفت آزاد ہو جائیں گے اور اگر ایک نے بعوض ہزار درہم کے قبول کیا تو مولیٰ سے کہا جائے گا کہ تو نے جو ایجاب بغیر بدل کیا ہے اس کو ان میں سے ایک کی طرف راجع کر پس اگر اس نے قبول کرنے والے کے سوائے دوسرے کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو گیا اور قبول کنندہ بعوض ہزار درہم کے آزاد ہوا اور اگر اس نے قبول کرنے والے کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو گیا اور دوسرا بعوض بدل ہزار درہم کے آزاد ہوگا بشرطیکہ وہ اسی مجلس میں قبول کرے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے کسی نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ نے جو ایجاب مفت ہے ان میں سے ایک کی طرف راجع کیا تو وہ مفت آزاد ہو جائے گا اور دوسرا معاوضہ سے آزاد ہوگا بشرطیکہ اس نے مجلس میں قبول کیا ہو ورنہ آزاد نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو جس نے قبول کیا ہے وہ سب آزاد ہو جائے گا اور اس پر پانچ سو درہم لازم ہوں گے اور دوسرے کا نصف حصہ آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے پس دونوں نے قبول کیا پھر کہا کہ تم میں

---

[1] مطلقاً یعنی بلاتعین کسی مقدار کے قبول کر لیا ۱۲۔

سے ایک مفت آزاد ہے تو ایجاب اوّل صحیح ہوا:

اگر دونوں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے اور دوسرا بعوض سو دینار کے پس دونوں نے ساتھ ہی قبول کیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور ان پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک مفت آزاد ہے تم میں سے ایک بعوض سو دینار کے آزاد ہے پس دونوں نے قبول کیا تو دونوں میں سے ایک مفت آزاد ہو جائے گا اور مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے معین کرے اور دوسرا ایجاب باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار درہم کے آزاد ہے پس دونوں نے قبول کیا پھر کہا کہ تم میں سے ایک مفت آزاد ہے تو ایجاب اوّل صحیح ہوا اور مولیٰ مختار ہوگا کہ جس کو چاہے معین کرے اور دوسرا ایجاب باطل ہے اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک بعوض ہزار کے آزاد ہے تم میں سے ایک مفت آزاد ہے پس دونوں نے قبول کیا تو مفت آزاد ہو جائیں گے اور کسی پر کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ جس پر بدل واجب ہوا وہ مجہول ہے یہ کافی میں ہے اور اپنے دو غلاموں سے کہا کہ اے میمون تو آزاد ہے اسی مبارک ہزار درہم پر تو یہ مال اخیر پر واجب ہوگا اور اگر کہا کہ اے مبارک میں نے تجھے مکاتب کیا ہزار درہم پر اے میمون تو یہ کتابت اوّل پر ہوگی اس واسطے کہ دوسرے کی ندا کرنے سے پہلے جملہ تمام ہو گیا ہے۔ ایک شخص کے تین غلام ہیں پس اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے سو درہم پر اور دوسرا دو سو درہم پر اور تیسرا تین سو درہم پر پھر ان سب نے سو میں قبول کیا اور مولیٰ قبل بیان کے مر گیا اور یہ امر اس کی صحت میں واقع ہوا تھا تو سب آزاد ہو جائیں گے مگر ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت اور سو کی تہائی کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر سب نے دو سو میں قبول کیا تو ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت اور دو سو کی تہائی کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر انھوں نے فقط تین سو میں قبول کیا تو ہر ایک تہائی حصہ آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی قیمت اور سو درہم کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر دو غلاموں میں سے ایک سے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار میں سے اپنے[1] حصہ پر کہ جب ہزار تجھ پر اور دوسرے کی قیمت پر تقسیم کیے جائیں پس اس نے قبول کیا تو آزاد ہوگا اور شیخین کے نزدیک اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ہزار سے زیادہ نہ ملے گی۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے بعد میری موت کے ہزار درہم کے عوض تو قبول کرنا۔ اس کی موت کے بعد ہوگا اور جب اس نے بعد موت مولیٰ کے قبول کیا تو آزاد نہ ہو جائے گا جب تک وارث یا وصی آزاد نہ کرے یا وارث کے انکار پر قاضی آزاد کرے اور یہی اصح ہے اور اس کی ولاء میت[2] کی ہوگی اور اگر وارث نے اس کو کفارہ میت سے آزاد کیا تو کفارہ سے آزاد نہ ہوگا۔ بلکہ میت کی طرف سے آزاد ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ وصی کا اس غلام کا آزاد کرنا تحقیقاً صحیح ہے یعنی خالص بلا تعلیق آزاد کر دے اور تعلیقاً نہیں صحیح ہے چنانچہ اگر یوں کہا کہ جب تو اس دار میں داخل ہو تو آزاد ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور وارث اس کو تحقیقاً و تعلیقاً دونوں طرح آزاد کر سکتا ہے چنانچہ اگر کہا کہ جب تو اس دار میں داخل ہو تو آزاد ہے تو صحیح ہے اور دار میں داخل ہونے پر آزاد ہو جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ جب میں مرا تو تو ہزار پر آزاد ہے یا کہا کہ جب تو نے بعد میری موت کے ہزار درہم مجھے ادا کیے تو تو آزاد ہے پس اس نے مولیٰ کی موت کے بعد ہزار درہم اس کے وارث کو دیے تو وہ اعتاق کا مستحق ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد ایک حج میری طرف سے کر اور تو آزاد ہے اور اس کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو مولیٰ کی طرف سے ایک حج وسط ادا کرے پھر وارث اس کو آزاد کر دیں گا اور وہ اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریں گا۔ اور اگر باوجود اس کے میت نے کسی کے واسطے اپنے تہائی

---

[1] یعنی ہزار اس پر اور دوسرے کی قیمت دونوں قیمتوں پر تقسیم کیے جائیں جو کچھ اس کے پڑتے ہیں وہی اس کا حصہ ہے ۱۲۔

[2] یعنی یہ آزاد کرنا اسی میت کی جانب منسوب ہوگا ۱۲۔

مال کی وصیت کی ہو تو یہ تہائی اس موصی لہ[1] اور غلام کے درمیان چار حصے ہو گی جس میں سے تین حصہ غلام کو ملیں گے اور باقی ایک حصہ کی واسطے موصی لہ کے لیے سعایت کریں گا اور کل کی دو تہائی کی واسطے وارثوں کے لئے سعایت کریں گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد میرے وصی لہ کو ایک حج کی قیمت دے کہ وہ میری طرف سے اس سے حج ادا کرے اور تو آزاد ہے تو درمیانی درجہ کے حج کی قیمت رکھی جائے گی یعنی اس کلام سے مراد یہ ہو گی ار جب اس نے درمیانی درجہ کی قیمت ادا کر دی تو اس کا اعتاق واجب ہوا اور عتق کا نافذ کرنا حج ادا ہونے تک موقوف نہ رہے گا اور جب وہ آزاد ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر درمیانی حج کی قیمت اس کی قیمت کے برابر زیادہ ہو تو اس پر سعایت واجب نہ ہو گی۔ پھر وصی مذکور میت کی طرف سے اس قیمت سے تہائی سے حج کرا دیں گا۔ جہاں سے ہو سکے اور اگر باوجود اس کے اس نے کسی کے واسطے تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو تو دو تہائی قیمت رج وارثوں کی اور تہائی درمیان موصی لہ اور رج کے چار حصے ہو گی جس میں سے تین حصہ حج کے واسطے اور ایک حصہ موصی لہ کو دیا جائے گا اور اگر حج کی قیمت غلام کی دو تہائی قیمت ہو تو تہائی غلام خود غلام کے واسطے وصیت بھی ہو گیا پس یہ تہائی اس غلام اور موصی لہ حج کے درمیان چار حصہ ہو گی جس میں سے ایک حصہ غلام کو وصیت میں ملے گا کہ جو آزاد ہو جائے گا اور ایک حصہ موصی لہ کو ملے گا اور دو حصے حج کے واسطے ہوں گے جہاں سے پہنچ سکے یعنی غلام موصی لہ اور رج کے حصص کے واسطے سعایت کر کے ادا کرے گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میرے وصی کو ایک حج کی قیمت دے پھر جب تو نے دی اور میری طرف سے حج ادا کر دیا گیا تو تو آزاد ہے تو ایسی صورت میں حج ہو جانے تک اس کی تنفیذ عتق موقوف رہے گی اور اگر غلام حج وسط کی قیمت لایا تو وصی اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور جب اس نے ادا کر دی اور رج ہو گیا تو عتق کا نافذ کرنا واجب ہوا اور جب وہ آزاد ہو گیا تو وارثوں کے واسطے اپنی دو تہائی قیمت کے لیے سعایت کرے گا خواہ حج کی قیمت کم[2] ہو یا زیادہ ہوا اور جو کچھ غلام نے وصی کو دیا ہے اس میں سے وارث لوگ کچھ نہیں لے سکتے ہیں اور قبل حج کے اس سے سعایت نہیں کرا سکتے ہیں اور اگر باوجود اس کے میت نے کسی کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو جو کچھ غلام نے ادا کیا ہے وصی اس سے حج کرا دے گا پھر غلام کو آزاد کر دیں گا پھر غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے وارثوں کے لیے اور تہائی کو چوتھائی قیمت کے واسطے موصی لہ کے لیے سعایت کریں گا یہ کافی میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ بعد میری موت کے میری طرف سے ایک حج کرا اور تو آزاد ہے پھر مولیٰ شوال میں مر گیا پس غلام نے حج کے واسطے جانا چاہا تو وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سال اس کو منع کریں بلکہ آئندہ سال تک تاخیر کرے پس غلام مذکور دو تہائی خدمت سے اس کا حق پورا کر دیں گا پھر اپنی ایک تہائی سے حج ادا کریں گا چنانچہ اگر مولیٰ حج کو جانے کے وقت چار مہینہ پہلے مر گیا اور رج کی آمد و رفت کی مسافت دو مہینہ ہے تو چار مہینہ وارثوں کی خدمت کریں گا اور دو مہینہ حج کے واسطے صرف کریں گا تا کہ تہائی و دو تہائی ٹھیک ہو جائے اور اگر مولیٰ شوال میں مرا اور وارثوں نے غلام سے کہا کہ تو حج کو جا ورنہ ہم تجھ کو فروخت کرتے ہیں پس وہ نہ گیا تو وصیت بدون اس کی رضامندی کے باطل نہ ہو گی اور اگر مولیٰ نے کہا کہ تو اسی سال میری طرف سے حج کر دے اور تو آزاد ہے پھر مولیٰ شوال میں مر گیا تو وارثوں کو اختیار ہے کہ بسبب اپنے دو تہائی حق خدمت کے اس کو اس سال جانے سے منع کریں پھر جب انھوں نے اس کو روکا اور وقت گذر گیا تو اس کی وصیت باطل ہو گئی بسبب شرط عتق جاتے رہنے کے یعنی اسی سال حج کر دینا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ میری موت کے بعد پانچوں برس حج کر دے اور تو آزاد ہے تو وہ برابر وارثوں کی خدمت کرتا

---

[1] موصی لہ وہ شخص جس کے واسطے وصیت کی گئی ہو ۱۲۔

[2] حج کی قیمت سے مراد یہ ہے کہ جس قدر خرچ سے حج وہاں سے ممکن ہے اور اس کو حج کی قیمت مجاز معروف ہے اور تنفیذ کی معنی نافذ و پورا کرنا ۱۲۔

رہے گا یہاں تک کہ یہ سال آئے پھر جب یہ سال آیا تو جا کر حج کرے اور بعد فراغ کے اس کا اعتاق واجب ہوا پس بعد آزادی کے وہ وارثوں کے لیے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریں گا اور اگر غلام سے کہا کہ تجھے ہزار درہم ادا کر دے میں اس سے حج کروں گا پس تو آزاد ہے تو آزاد ہونا ادائے ہزار درہم پر موقوف ہوگا نہ ادائے حج پر بخلاف اس کے اگر کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درہم ادا کیے جس سے میں نے حج کر لیا تو تو آزاد ہے تو جب تک حج نہ کر لے گا تب تک آزاد نہ ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ فقیہ ابو جعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو میری طرف سے ایک روزہ رکھ اور تو آزاد ہے یا کہا کہ میری طرف سے دو رکعت نماز پڑھ اور تو آزاد ہے تو فرمایا کہ غلام آزاد ہو گیا خواہ اس نے روزہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ جب تم کو میرے فلاں غلام نے میری موت کے بعد ایک کر گیہوں ادا کر دیے تو وہ آزاد ہے یا کہا کہ تو اس کو آزاد کر پھر غلام مذکور ردی ایک کر گیہوں لایا اور وارث نے قبول کر لیے تو آزاد[1] نہ ہوگا اور اگر درمیانی درجہ کے لایا تو بھی آزاد نہ ہوگا جب تک وارث یا وصی یا قاضی آزاد نہ کرے یہ کافی میں ہے۔

باب : ⑥

تدبیر کے بیان میں

قال المترجم مراد تدبیر سے یہ ہے کہ غلام کی آزادی کو اپنی موت کے بعد پر معلق کرنا یعنی بعد مرنے کے آزاد ہے و لفہ جعہ الیالمعدتہ۔ تدبیر دو نوع پر ہے مطلق و مقید تدبیر مطلق یہ ہے کہ غلام کا عتق فقط اپنی موت پر معلق کیا بدون انضمام کسی دوسری چیز کے کذا فی الہدایہ مثلاً کہا کہ تو مدبر[(۱)] ہے اور اس کے واسطے چند الفاظ ہیں کہ کبھی بصریح لفظ ہوتا ہے مثلاً کہا کہ تو مدبر ہے یا میں نے تجھے مدبر کیا اور کبھی بلفظ تحریر و اعتاق[(۲)] ہوتا ہے جیسے کہا کہ تو حر ہی بعد میری موت کے یا میں نے تجھے محرر کیا بعد اپنی موت کے یا تو معتق یا عتق ہے بعد میری موت کے اور کبھی بلفظ یمین[2] ہوتا ہے مثلاً کہا کہ اگر میں[3] مر گیا تو تو آزاد ہے یا کہا کہ جب میں مر گیا یا ہرگاہ کہ میں مر گیا یا کہا کہ اگر میرے واسطے حادثہ واقع ہوا یا ہرگاہ میرے واسطے حادثہ واقع ہوا تو تو آزاد ہے اور اس طرح اگر ان الفاظ میں بجائے موت کے لفظ وفات یا ہلاک ذکر کیا تو بھی یہی حال ہے اور کبھی بہ لفظ وصیت ہوتی ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ غلام کے واسطے اس کے نفس کی وصیت کرے یا اس کے رقبہ کی یا اس کی عتق یعنی گردن کی یا ایسی وصیت کی کہ منجملہ اس کے وہ اپنے رقبہ کل کا یا بعض کا مستحق ہوا مثلاً کہا کہ میں نے تیرے واسطے وصیت کی تیرے نفس کی یا تیرے رقبہ کی یا تیری گردن کی یا اور ایسا لفظ کہا کہ جس سے تمام بدن سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس طرح اگر اس سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے تہائی مال[4] کی وصیت کی تو یہ بھی تدبیر ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو آزاد ہوگا اور اگر ایک جزو کی وصیت کی

---

[1] قولہ آزاد نہ ہوگا یعنی مستحق عتق نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام کا مرجع وسط ہے اور اس پر اعتراض کیا گیا کہ جب وصف درمیانی صریح مذکور نہیں ہے تو حکم اس سے متعلق نہ ہوگا اور جواب دیا گیا کہ اطلاق کو تصریح کے ساتھ ملایا گیا جہاں اسی طرف مرجع ہے اور اس کو تامل سے دیکھنا چاہئے کیونکہ اصل تو اس کے خلاف ہے ۱۲۔ [2] بطور قسم کے اپنے اوپر ایک امر لازم کر لینا خواہ بلفظ قسم ہو یا نہ ہو ۱۲۔ [3] اعتراض ہو کہ حرج (اگر) تو شکوک پر داخل ہوتا ہے اور موت یقینی ہے جواب یہاں وقت خاص پر یقین نہیں علاوہ اس کے مراد صرف صورت مسئلہ ہے ۱۲۔ [4] وجہ یہ ہے کہ مستحق مال بعد آزادی کے ہوگا بدیں حیثیت کہ اس کی ملک ہے پس اگر یہی کلام مالی ہو تو تہائی کا مستحق ہو کر آزاد ہوگا ورنہ اگر تہائی سے برآمد ہو تو کل اور زیادہ میں بقدر زیادت مال پائے گا اور آزاد بھی نہ ہوگا ۱۲۔

(۱) میرے پیچھے آزاد شدہ ہے یعنی موت کے بعد ۱۲۔ (۲) میرے پیچھے آزاد شدہ ہے یعنی موت کے بعد ۱۲۔

تو نہیں یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تقدیر ہے بعد میری موت کے تو فی الحال سے مدبر ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا پس تو بعد میری موت کے حر ہے یا میری موت کے پیچھے حر ہے یا میری موت میں یا میری موت کے ساتھ حر ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مدبر مطلق کا حکم یہ ہے کہ جب تک مولیٰ زندہ ہے اس کا بیع و ہبہ نہیں جائز ہے اور نہ اس کو مہر قرار دے کر نکاح جائز ہے اور نہ اس کا صدقہ دینا اور نہ رہن کرنا جائز ہے اور اس کا آزاد کر دینا یا مکاتب کر دینا جائز ہے۔ یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر مدبر مطلق کو فروخت کیا اور قاضی نے جواز بیع کا حکم دے دیا تو اس کی قضا نافذ ہو جائے گی اور یہ حکم قضاءً مدبر کرنے کا فسخ کرنا قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر بعد بیع کے کسی وجہ سے وہ کبھی اس کی ملک میں آ گیا۔ تو بعد اس کی موت کے آزاد نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور مولیٰ کو اس سے خدمت لینے اور اس کو مزدوری پر دینے کا اختیار ہے اور اگر باندی کو مدبرہ مطلقہ کیا تو اس سے وطی کر سکتا ہے اور اس کا جس مرد سے چاہے نکاح کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے اور غلام کی کمائیاں اور مدبرہ کا مہر اور ارش[1] سب مولیٰ کا ہوگا یہ نیا بیع میں ہے اور جب مولیٰ مر گیا تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہوگا حتیٰ کہ اگر مولیٰ کا کچھ مال سوائے اس مدبر کے نہ ہو تو اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریں گا یہ کافی میں ہے اور اگر مولیٰ پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کے تمام مال کو مع رقبہ اس مدبر کے محیط ہو تو قرض خواہاں مولیٰ کے واسطے مدبر مذکور اپنی تمام قیمت کے لیے سعی کریں گا یہ غایۃ البیان میں ہے اور مدبر کی ولاء اسی کی ہوگی جس نے اس کو مدبر کیا ہے اور اس سے منتقل نہ ہوگی اگرچہ یہ غلام دوسرے کی طرف سے آزاد ہو گیا ہو اور اس کی صورت یہ کہ مدبرہ باندی دو شریکوں میں مشترک ہے پھر اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور اس کے نسب کا ایک شریک نے دعوے کیا چنانچہ اس سے اس بچہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اس نے اپنے شریک کو تاوان دے دیا پھر یہ ام ولد اس کے شریک کی موت کے بعد آزاد ہو گئی تو اس کی ولاء ان دونوں شریکوں کی ہوگی اور اسی طرح اگر ایک غلام مدبر دو شریکوں میں مشترک تھا پس اس کو ایک نے آزاد کر دیا اور وہ مالدار ہے پس اس نے شریک کو تاوان دیا تو اس کی ولاء نہ بدلے گی بلکہ دونوں کی ہوگی یہ ایضاح میں ہے۔

تدبیر مقید کا بیان:

تدبیر مقید اس طرح ہے کہ اپنے غلام کا عتق اپنی موت پر معلق کرے مگر موصوف بصفتے یا موت اور کسی اور شرط پر معلق کرے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض میں مر جاؤں یا اپنے اس سفر میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے یا مثل اس کے کوئی صفت بیان کی جس میں احتمال ہے کہ اس کی موت اس صفت کے ساتھ ہوگی یا نہ ہوگی یا بات کے ساتھ کوئی ایسی شرط ذکر کی جس کے واقع ہونے اور نہ ہونے کا احتمال ہے تو ایسی تدبیر سے وہ مدبر مقید ہوگا یہ جامع میں ہے۔ مدبر مقید کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ اس صفت یا شرط کے ساتھ مرا تو مثل مطلق کے آزاد ہو جائے گا اور مولیٰ کو اپنی زندگی میں اختیار ہے کہ ایسے مدبر مقید کے ساتھ تمام طرح تصرفات بیع و تملیک وغیرہ عمل میں لائے یہ سراج وہاج میں ہے جس نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مولیٰ نے کہا کہ اگر میں مر گیا اور دفن کیا گیا یا غسل دیا گیا یا کفن دیا گیا تو تو آزاد ہے تو یہ مدبر نہیں ہے اور اگر وہ مر گیا در حالیکہ یہ اس کی ملک میں تھا تو اس کے حق میں مستحب ہے کہ تہائی مال سے آزاد کیا جائے یہ نیا بیع میں ہے اور منجملہ تدبیر مقید کے یہ ہے کہ اگر میں ایک سال ختم ہونے پر مر گیا یا اس سال تک مر گیا تو تو آزاد ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اتنی مدت کی قید لگائی کہ ایسے شخص کے اتنی مدت تک جینے کا احتمال نہیں ہے مثلاً ساٹھ برس کے مولیٰ نے کہا کہ اگر میں سو برس کے بعد مرا تو تُو آزاد ہے تو حسن بن زیاد کے نزدیک یہ مدبر مطلق ہے اور یہی مختار

---

[1] وہ جرمانہ جو کسی کے عضو کے کاٹنے کے مقابلہ میں لازم ہوتا ہے ۱۲۔

ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے جس دن میں مروں اور اس نے دن ہی دن میں مرنے کی نیت نہیں کی تو مدبر مطلق ہوگا اور اگر یہ نیت کی کہ دن میں مروں نہ رات میں تو مدبر مقید ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے قبل میری موت کے ایک مہینہ پھر مہینہ گذرا پس وہ مر گیا تو بالاجماع آزاد ہو جائے گا لیکن شیخ ابوبکر اسکاف کے نزدیک تہائی سے آزاد ہوگا اور فقیہ ابو القاسم نے کہا کہ تمام مال سے آزاد ہوگا اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے اور فقیہ ابوالیلیثؒ نے فرمایا کہ یہی غیاثیہ میں ہے اور اگر مہینہ گذرنے سے پہلے مر گیا تو آزاد نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے ایک روز بعد تو یہ مدبر نہ ہوگا اور مولیٰ کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار ہے اور اگر مولیٰ ایسی حالت میں مرا کہ یہ غلام اس کی ملک میں تھا تو ایک روز کے بعد اس کے تہائی مال سے گذار ہوگا اور بدون وارث کے آزاد کرنے کے آزاد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

استحساناً وارثوں کو اس کے آزاد کر دینے کا حکم کیا جائے گا۔ یہ تہذیب میں ہے اور اگر کہا کہ تو میری موت اور فلاں کی موت کے بعد آزاد ہے یا کہا کہ بعد موت فلاں میری موت کے تو آزاد ہے تو یہ فی الحال مدبر مطلق نہ ہوگا پس اگر فلاں پہلے مر گیا اور ہنوز وہ غلام اس مولیٰ کی ملک میں ہے تو اب مطلق مدبر ہو جائے گا اور اگر مولیٰ قبل موت فلاں کے مر گیا تو وہ مدبر نہ ہوگا اور وارثوں کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ انت حر الساقی بعد موتی تو بعد موتی کے آزاد ہوگا[1]۔ یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ کسی کو بعد میری موت کے تجھ پر کوئی راہ نہ ہوگی تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ مدبر ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حسنؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کہا کہ تو فلاں کی طرف سے مدبر ہے تو وہ اس مولیٰ کی طرف سے مدبر ہوگا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے رقبہ کی تیرے واسطے وصیت کر دی پس غلام نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ مدبر ہو گیا اور اس کا رد کر دینا کچھ نہیں[2] یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک بعد میری موت کے آزاد ہے اور اس کے واسطے سو درہم کی وصیت ہے پھر وہ مر گیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور سو درہم کی وصیت دونوں کے واسطے نصفا نصف ہوگی اور اگر کہا کہ تم دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے سو درہم کی وصیت مذکورہ میں سو درہم کی وصیت باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں میں سے ایک غلام ہے پس اس کے حق میں وصیت[1] صحیح نہ ہوگی۔ یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوا تو مدبر ہے پھر اس کے حصہ کا مالک ہوا تو مدبر نہ ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک شخص نے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اگر تو نے شراب نہ پی پھر مولیٰ کی موت کے بعد چھ مہینہ تک اس نے شراب نہ پی پھر شراب پی لی اور ہنوز آزاد نہیں ہوا تھا تو عتق باطل ہو گیا:

اگر کسی باندی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خریدا تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا کہا کہ اگر میں نے تجھے خریدا پھر میں

---

[1] اعتراض کیا گیا کہ ہر ایک کے واسطے سو درہم کی وصیت مقتضی ہے کہ دونوں آزاد ہوں پھر ایک کی آزادی بوجہ مدبر ہونے کے اور دوسرے کی آزادی بمقتضائے وصیت کے کیوں نہیں ٹھہرائی جواب یہ کہ حق جان بطور اقتضاء کے مقدر ہوتا ہے وہ ضرورت ہے اور یہاں کچھ ضرورت نہیں علاوہ اس کے اس میں ذاتی خسارہ ہے فتأمل فیہ ۱۲۔

(۱) تو آزاد ہے اس دم بعد موت میری کے ۱۲۔ (۲) اس واسطے کہ حقیقت وصیت میں ہے ۱۲۔

مر گیا تو تو آزاد ہے پھر اس کو خریدا تو وہ مدبرہ ہو جائے گی۔ پھر اگر اس کو آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر جہاد میں قید ہو کر آئی اور اس شخص نے اس کو خریدا تو اب مدبرہ نہ ہو گی چنانچہ اگر مولیٰ مر گیا تو آزاد نہ ہو جائے گی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر کسی باندی سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوا تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے پھر اس کے بچہ پیدا ہوا پھر اس شخص نے اس کو خریدا تو باندی مدبرہ ہو جائے گی نہ اس کا بچہ اور اگر مولیٰ نے کہا کہ تو قبل مدبر ہونے کے بچہ جنی ہے اور باندی نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کے بعد تو مولیٰ کا قول اس کے علم پر قسم لے کر مقبول ہو گا اور گواہ باندی کے قبول ہوں گے اور گواہ باندی کے قبول ہوں گے اور اگر دو باندیوں سے کہا کہ میں تم دونوں کا مالک ہوا تو تم میری موت کے مہینہ بھر بعد آزاد ہو پھر ایک کا مالک ہوا اور وہ اس کے پاس بچہ جنی پھر دوسری کا مالک ہوا تو اس کی موت کے بعد دونوں آزاد ہو جائیں گی اور پہلی باندی کا بچہ رقیق رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر غلام سے کہا کہ تو بعد میری فلاں سے کلام کرنے کے اور بعد میری موت کے آزاد ہے پس اس نے فلاں سے کلام کر لیا تو مدبر ہو جائے گا اور اس طرح اگر کہا کہ جب تو نے فلاں سے کلام کیا تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے پس اس نے فلاں سے کلام کیا تو مدبر ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اگر تو نے شراب نہ پی پھر مولیٰ کی موت کے بعد چھ مہینہ تک اس نے شراب نہ پی پھر شراب پی لی اور ہنوز آزاد نہیں ہوا تھا تو عتق باطل ہو گیا اور اگر مولیٰ کی موت کے بعد شراب پینے سے پہلے قاضی کے یہاں مرافعہ کیا گیا اور قاضی نے اس کے آزاد ہونے کا حکم نافذ کر دیا پھر اس نے شراب پی تو پھر وہ رقیق نہیں کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے بعد میری موت کے اگر تو نے اس دم چاہا پس غلام نے اسی دم چاہا تو مولیٰ کی موت کے بعد وہ تہائی سے آزاد ہو گا اور اگر مرد مذکور نے یہ مراد لی ہے کہ اس دم یعنی موت کے بعد تو غلام کو چاہنے کا اختیار نہ ہو گا یہاں تک کہ مولیٰ مر جائے پھر جب مولیٰ مرا اور اس کے مرنے کے وقت غلام نے چاہا تو بدون مدبر ہونے کے وہ تہائی مال سے آزاد ہو گا یہ ینابیع میں ہے۔ اور شیخ ابوبکر رازی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ بدون وارث کے یا وصی کے آزاد کرنے آزاد نہ ہو گا اور حاکمؒ نے بھی اپنے مختصر میں اسی پر جزم کیا ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ پھر بنا بر ظاہر جواب کے مولیٰ کی موت کے بعد غلام کا چاہنا اسی مجلس میں معتبر ہو گا۔ یہ عایہ سروجی میں ہے۔

اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو نے چاہا بعد میری موت کے پھر مولیٰ مر گیا اور جس مجلس میں غلام کو مولیٰ کی موت کا علم ہوا ہے اس سے اُٹھ کھڑا ہوا یا دوسرا کام شروع کر دیا تو اس سے کوئی بات جو غلام کے اختیار میں دی گئی ہے باطل نہ ہو گی یعنی ہنوز اس کو چاہنے کا اختیار رہے گا باطل نہ ہو گا۔ یہ بدائع میں ہے۔

اگر کسی دوسرے سے کہا کہ میرے غلام کو مدبر کر دے پس مامور نے اس کو آزاد کر دیا تو نہیں صحیح ہے اور اگر کسی نے ایک طفل سے کہا کہ تیرا جی چاہے میرے غلام کو مدبر کر دے پس اس نے مدبر کر دیا تو جائز ہے خواہ طفل سمجھ دار ہو یا نہ ہو یعنی جانتا ہو کہ مدبر کرنے سے ایسا حکم ہو جاتا ہے یا نہیں۔ یہ محیط میں ہے اور اگر دو شخصوں سے کہا کہ تم میرا غلام مدبر کر دو پس ایک نے اس کو مدبر کر دیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ میرے غلام کے مدبر کرنے کا کام تم دونوں کے حوالہ ہے پس ایک نے اس کو مدبر کیا تو نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ تم آزاد کرو بعد میری موت کے میرے غلام کو انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ وہ بعد میری موت کے آزاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استحساناً استثناء صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور زیادات میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو ہزار درہم پر مدبر کیا اور اس نے قبول کیا تو وہ مدبر ہو جائے گا اور اس پر کچھ واجب نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں

ہے۔ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے کہ ان میں سے ایک نے اس کو مدبر کیا اور دوسرا ساکت رہا تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے فقط مدبر کنندہ کا حصہ مدبر ہوگا اور شریک ساکت کو اپنے حصہ کی بابت پانچ طرح کا خیار ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ مالدار ہو اور وہ اختیارات یہ ہیں کہ چاہے اپنا حصہ وہ بھی مدبر کر دے پس وہ مدبر دونوں میں مشترک ہوگا پس اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو اس کا حصہ اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا اور غلام مذکور دوسرے کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لیے سعایت کریں گا لیکن اگر دوسرا ابھی قبل وصول سعایت کے مر گیا تو سعایت باطل ہو جائے گی اور چاہے آزاد کر دے پس اگر اس نے آزاد کر دیا تو عتق صحیح ہوگا اور مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت غلام مدبر کے حساب سے لے لے اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور آزاد کنندہ کو اختیار ہوگا کہ جو اس نے تاوان دیا ہے وہ غلام سے لے لے اور خواہ مدبر کنندہ آزاد کر دے اور خواہ غلام سے سعایت کرا لے اور چاہے شریک ساکت غلام سے سعایت کرا دے پس جب وہ سعایت کر کے نصف قیمت ادا کر دیں گا تو آزاد ہو جائے گا پھر مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کرا دے پس جب اس کی سعایت بھی ادا کر دی تو پورا آزاد ہوگا اور اگر مدبر کنندہ مال سعایت لینے سے پہلے مر گیا تو سعایت باطل ہو گئی اور اس کا حصہ غلام ان کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا اور چاہے اس کو یوں ہی چھوڑ دے پھر جب وہ مر گیا تو اس کا حصہ میراث ہوگا کہ اس کے وارثوں کو ملے گا پس اس کے وارثوں کو اس حصہ کی بابت عتق و سعایت وغیرہ کا خیار حاصل ہوگا اور اگر مدبر کنندہ مر گیا تو اس کا نصف حصہ اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا۔شریک[1] ساکت کو اختیار ہوگا کہ غلام سے اپنے حصہ کی نصف قیمت غلام کی سعایت کرا دے اور جب وہ ادا کر کے پورا آزاد ہو گیا تو اس کی ولاء ان دونوں میں شریک ہوگی اور چاہے شریک ساکت دوسرے مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ وہ مالدار ہو تو اس کی پوری ولاء مدبر کنندہ کی ہوگی اور مدبر کنندہ کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس نے تاوان دیا ہے وہ غلام مذکور سے لے لے اور اگر اس نے نہ لیا یہاں تک کہ مر گیا تو اس کا نصف اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا اور وارثوں کے واسطے غلام مذکور اپنی نصف قیمت کا مل کی بمقابلہ حصہ دیگر کے سعایت کریں گا اور اگر مدبر کنندہ تنگدست ہو تو شریک ساکت کو اس مدبر کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور باقی چار طرح کا خیار حاصل رہے گا یعنی چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے چاہے مدبر کرے چاہے غلام سے سعایت کرا دے چاہے یوں ہی چھوڑ دے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہے دونوں نے ساتھ ہی اس کو مدبر کر دیا چنانچہ ہر ایک نے کہا کہ میں نے تجھ کو مدبر کیا یا تجھ میں سے میرا حصہ مدبر ہے یا جب میں مروں تو تو آزاد ہے یا جب میں مروں تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا کہا کہ میری موت کے بعد آزاد ہے اور دونوں کے کلام ایک ساتھ ہی زبان سے نکلے تو یہ غلام دونوں کا مدبر ہو گیا۔یہ شرح طحاویؒ میں ہے۔

ایک مدبرہ باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونوں میں سے کسی نے اِس بچہ کا دعویٰ نہ کیا تو وہ بھی مثل اپنی ماں کے دونوں کے مدبر ہوگا:

پھر جب ایک مر گیا تو اس کا حصہ اس کے تہائی سے آزاد ہوگا اور دوسرے کو اختیار حاصل ہوا چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے چاہے مکاتب کر دے اور چاہے سعایت کرا دے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو اسی حال پر چھوڑ دے اور اگر دوسرا ابھی قبل وصول

[1] واضح ہو کہ شریک ساکت کا مال سعایت محض غلام کی نصف قیمت ہوگی اور ایک مدبر کنندہ کی نصف قیمت بحساب غلام مدبر کی قیمت کے ہوگی پس دونوں میں فرق ہوگا ۱۲۔

سعایت[ا] کے مرگیا تو سعایت باطل ہوگئی اور اس کا حصہ بھی آزاد ہوگیا بشرطیکہ اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر دونوں نے کہا کہ جب ہم دونوں مریں تو تو آزاد ہے یا تو ہم دونوں کی موت کے بعد آزاد ہے اور دونوں کے کلام ساتھ ہی زبان سے نکلے تو وہ مدبر نہ ہوگا الا آنکہ دونوں میں سے ایک پہلے مر جائے تو جو زندہ رہا ہے اس کا حصہ مدبر ہو جائے گا اور جو مر گیا اس کا حصہ اس کے وارثوں کی میراث ہوگا تو جو زندہ رہا ہے اس کا حصہ مدبر ہو جائے گا اور جو مر گیا اس کا حصہ اس کے وارثوں کی میراث ہوگا پس وارثوں کو اختیارات حاصل ہوں گے چاہیں اپنا حصہ آزاد کر دیں اور چاہیں مدبر اور چاہیں مکاتب کریں اور چاہیں سعایت کرا دیں اور چاہیں شریک مدبر کنندہ سے تاوان لیں اگر وہ مالدار ہو اور جب دوسرا بھی مرے گا تو اس کا حصہ اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا۔ایک مدبرہ باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونوں میں سے کسی نے اس بچہ کا دعویٰ نہ کیا تو وہ بھی مثل اپنی ماں کے دونوں کے مدبر ہوگا اور اگر دونوں میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا تو استحساناً اس سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور نصف باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور باقی نصف اپنے حال پر دوسرے شریک کی مدبرہ رہے گی اور مدعی اس کا نصف عقر دوسرے شریک کو تاوان دے گا اور بچہ کی مدبر ہونے کے حساب سے قیمت دے گا اور باندی کی نصف قیمت نہ دے گا پھر اگر مدعی پہلے مر گیا تو اس کا نصف حصہ مفت آزاد ہو گیا اور شریک کے واسطے وہ کچھ ضامن[۲] نہ ہوگا اور باندی مذکورہ اس شریک کے نصف حصہ کے لیے اپنی نصف قیمت کی سعایت کرے گی مگر بے حساب مدبرہ ہونے کے اور اس حکم میں اتفاق ہے پھر اگر وصول سعایت سے پہلے دوسرا بھی مر گیا تو سعایت باطل ہوئی اور باندی پوری آزاد ہو جائے گی بشرطیکہ اس کے مال کی تہائی سے اس کا حصہ نصف برآمد ہوتا ہو یہ امام اعظمؒ کا قیاس ہے اور اگر شریک غیر مدعی[۱] پہلے مرا تو اس کے تہائی مال سے اس کا حصہ آزاد ہوگا اور امام اعظمؒ کے قول میں شریک مدعی کے واسطے سعایت نہ کرے گی کذانی البدائع۔اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا یہاں تک کہ اس کے دوسرا بچہ پیدا ہوا اور اس کے نسب کا دعویٰ دوسرے شریک نے کیا تو استحساناً ثابت ہوگا اور وہ بچہ کی قیمت اپنے شریک کو تاوان نہ دے گا یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اس وجہ سے کہ یہ شریک کی ام ولد کا بچہ ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ام ولد کے بچہ کی کچھ قیمت نہیں ہوتی ہے مگر باندی کے نصف عقر کا ضامن ہوگا اور اگر شریک اول ہے تو نے اس بچہ کے نسب کا بھی دعویٰ کیا تو اس کی نصف قیمت کا بے حساب مدبر ہونے کے ضامن ہوگا اور اس پر دوسری وطی کی بابت نصف عقر دیگر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ایک مدبرہ دو شخصوں میں مشترک ہے اس کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے اس کے نسب کا ساتھ ہے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور یہ باندی دونوں کی ام ولد ہو جائے گی اور مدبر ہونا باطل ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔ایک مرد نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ میرا فلاں غلام بعد میری موت کے آزاد ہے اور اس سے کسی نے اس کو نہیں سنا پھر وہ مر گیا پھر جو وصیت نامہ میں پایا گیا ہے اس سے وارثوں نے انکار کیا تو غلام مذکور مملوک رہے گا اس واسطے کہ وارثوں نے اس کے آزاد کرنے سے انکار کیا اور اگر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ وارث لوگ جانتے ہیں تو وارثوں سے ان کے علم پر قسم لے کر انہیں کا قول قبول کیا جائے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر کسی نے جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد وہ چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو بچہ مدبر ہوگا اور اگر اس سے زیادہ میں جنی تو مدبر نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

[ا] قولہ وصول سعایت یہ مجاز متعارف ہے معنی یہ کہ جو اس کما کر دینا اس کے ذمہ ٹھہرا ہے اس کے وصول ہو جانے سے پہلے ۱۲۔

(۱) جس نے بچہ کے نسب کا دعویٰ نہیں کیا ہے ۱۲۔

اگر وہ جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس کو فروخت [(۱)] نہ کرے گا اور ہبہ نہ کرے گا اور مہر قرار نہیں دے گا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایسی باندی دو بچہ جنی ایک چھ سے کم میں اور دوسرا چھ مہینہ سے ایک [1] روز زائد میں تو یہ دونوں مدبر ہوں گی۔ ینابیع میں ہے۔

اگر ماں نے بدلِ کتابت ادا نہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ مر گیا تو بچہ بسبب مدبر ہونے کے آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں اپنے حال پر مکاتبہ رہے گی:

اگر کسی نے جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا پھر اس باندی کو مکاتب کر دیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو وہ مدبر ہو گا کہ مولیٰ کی طرف سے بالقصد مدبر کیا ہوا ہے اور اپنی ماں کی طرف سے بالتبع وہ بھی ظل کتابت ہو گا پس اگر اس کی ماں نے بدل کتابت مولیٰ کو ادا کر دیا تو دونوں بحکم کتابت آزاد ہو جائیں گے اور اگر ماں نے بدل کتابت ادا نہ کیا یہاں تک کہ مولیٰ مر گیا تو بچہ بسبب مدبر ہونے کے آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں اپنے حال پر مکاتبہ رہے گی اور اگر مولیٰ نہیں مرا بلکہ اس کی ماں مر گئی تو بچہ اپنی ماں کی قسطوں [2] پر مال سعایت ادا کرتا رہے گا اور اگر اس کے بعد مولیٰ مر گیا اور یہ بچہ اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو مدبر ہونے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا اور بدل کتابت سے بری ہو جائے گا اور اگر اس کے تہائی مال سے برآمد نہ ہوتا ہو تو جس قدر اس کے تہائی مال سے نکلتا ہو اس قدر بوجہ مدبر ہونے کے آزاد ہو جائے گا اور اپنے باقی رقبہ کے واسطے اس پر سعایت لازم ہو گی۔ بجہت مدبر ہونے کے پھر اس کے بعد اس کو اختیار دیا جائے گا چاہے کتابت کو اختیار کرے اور اس کو پورا کرے اور چاہے مدبر ہونے کی جہت سے سعایت کو پورا کرے اگرچہ بدل کتابت زیادہ ہو اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اگر ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہو اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس کو ایک نے مدبر کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد چھ مہینہ سے کم میں وہ بچہ جنی تو اس مدبر کنندہ کا حصہ مدبر ہو گا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یعنی مدبر کنندہ ہی کا فقط حصہ مدبر ہوا امام اعظمؒ کا قول ہے اور شریک ساکت کو اپنے حصہ کی بابت پانچ اختیارات حاصل ہوں گے بشرطیکہ مدبر کنندہ مالدار [3] ہو اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ [4] میں بچہ ہوا تو اس کا حصہ مدبر نہ ہو گا۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے ایک نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے وہ میری موت کے بعد آزاد ہے اور دوسرے نے باندی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے پھر اس گفتگو کے بعد چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو پورا بچہ ان دونوں میں مشترک مدبر ہو جائے گا اور اس کی بابت دونوں میں سے کوئی دوسرے کے لیے ضامن نہیں ہو سکتا ہے اور رہی باندی تو جس نے باندی کو مدبر نہیں کیا ہے اس کو امام اعظمؒ کے نزدیک باندی کی بابت پانچ قسم کے اختیارات حاصل ہوں گے بشرطیکہ مدبر کنندہ مالدار ہو اور اگر اس گفتگو سے چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس نے باندی کو مدبر کیا ہے اس کا نصف حصہ باندی مدبر ہو گیا اور اس کی جمعیت میں نصف بچہ بھی مدبر ہو گیا اور دوسرے شریک کو اختیارات حاصل ہوئے

---

[1] اس میں ایک یوم کی قید اتفاقی ہے اور مراد یہ ہے کہ مدت حمل چھ ماہ کمتر سے بھی کم میں جنی جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ دونوں بچہ ایک ہی حمل سے توام ہیں اور دو چھ ماہ سے کم ہے اگرچہ ایک ہی روز کی کمی ہو ۱۲۔ [2] قسطوں پر یعنی جس میعاد سے اس کی ماں کی بسطن ٹھہری تھیں ۱۲۔ [3] ورنہ چار طرح کے اختیارات حاصل ہوں گے چنانچہ سابق میں گذرے ۱۲۔ [4] قال فی الاصل وان جارت لاکثر من ستۃ اشہر الخ اس عبارت میں سمجھنے والے کے اعتماد پر سہولت فرمائی کیونکہ زیادہ ہونا ضروری انحصار نہیں ہے بلکہ اگر کم نہ ہو بلکہ پورے چھ ماہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے ۱۲۔

(۱) یعنی ایسے تصرفات نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔

پھر اگر دوسرے شریک ساکت نے اس کے بعد مدبر کنندہ سے اپنے حصہ باندی کا تاوان لینا اختیار کیا تو مدبر کنندہ پر بچہ کی طرف سے کچھ تاوان دینا لازم نہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک ساکت نے باندی سے اپنے حصہ کی بابت سعایت لینی چاہی تو پھر وہ بچہ سے سعایت نہیں کرا سکتا ہے اگر چہ نصف بچہ بھی مدبر ہو گیا ہے اور وجہ یہ ہے کہ بچہ تبعاً مدبر ہو گیا ہے پس جیسے تدبیر میں تابع ہوا ہے ویسے ہی سعایت میں بھی اپنی ماں کے تابع ہوگا یعنی ماں کی سعایت وہی اس کی سعایت ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک باندی حاملہ دو شریکوں میں مشترک ہو پس ایک نے جو اس کے پیٹ میں ہے مدبر کیا اور دوسرے نے باندی کو آزاد کر دیا تو مدبر کنندہ کو آزاد کنندہ سے باندی کی نصف قیمت تاوان لینے کا اختیار ہے مگر مدبر کنندہ کو حمل کی بابت تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ ینابیع میں ہے۔

نابالغ آدمی کا اپنے غلام کو مدبر کرنا نہیں صحیح ہے خواہ فی الحال مدبر کردے خواہ معلق بہ بلوغ خود چنانچہ اگر نابالغ نے کہا کہ جب میں بالغ ہوں تو تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو نہیں صحیح ہے اور اسی طرح مجنون و معتوہ غالب کہ ان کی تدبیر بھی نہیں صحیح ہے اور جو شخص نشہ میں ہو اس کا مدبر کرنا صحیح ہے اور اسی طرح جو شخص مجبور کیا گیا اور اس نے مدبر کیا تو صحیح ہے اور مکاتب نے اگر اپنی کمائی کے مملوک کو مدبر کیا تو نہیں صحیح ہے اور اس طرح غلام ماذون التجارۃ نے اگر مدبر کیا تو نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو مدبر کیا پھر اس کی عقل جاتی رہی تو تدبیر اپنے حال پر صحیح رہے گی بخلاف اس کے اگر غلام کے رقبہ کی کسی کے واسطے وصیت کر دی پھر مجنون ہو گیا پھر مر گیا تو وصیت باطل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ذمی نے اپنے غلام کو مدبر کیا پھر غلام مسلمان ہو گیا تو بسعایت آزاد ہو جائے گا اور اگر سعایت سے فارغ ہونے سے پہلے مولیٰ مر گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور سعایت باطل ہوگی اور اگر مولیٰ نے اس سے اس کی قیمت سے زیادہ مال پر بدون حکم قاضی صلح کر لی اور غلام عاجز آیا تو بقدر زیادتی کے صلح لوٹ جائے گی اور بقدر اپنی قیمت کے سعایت کرے گا۔ حربی ہمارے ملک میں امان لے کر داخل ہوا پس اس نے غلام کو مدبر کیا پھر حربی دارالحرب سے قید کر کے لایا گیا تو مدبر مذکور آزاد کیا جائے گا اور اگر دارالحرب میں مدبر کیا اور ہمارے یہاں امان لے کر داخل ہوا پھر غلام یہاں مسلمان ہو گیا تو حربی مذکور اس کے بیع کرنے پر مجبور کیا جائے گا غلام مدبر مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا کافران حربی اس کو قید کر لے گئے پھر مسلمانوں نے اس کو پکڑا اور لے آئے اور وہ مسلمان ہو گیا تو وہ اپنے مولائے سابق کر دیا جائے گا اور مدبر ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے یا مدبر ہے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ بیان کرے پس اگر اس نے کہا کہ میں نے آزاد ہونا مراد لیا ہے تو غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ مدبر ہونا مراد لیا ہے تو مدبر ہو جائے گا اور اگر قبل بیان کے مر گیا اور صحت میں اس نے یہ قول کہا تھا تو نصف غلام اس کے تمام مال سے مفت آزاد ہو جائے گا اور نصف بوجہ مدبر ہونے کے آزاد ہوگا اگر اس کے متائی مال سے برآمد ہو اور اگر اس کے سوائے اس کا کچھ اور مال نہ ہو تو نصف مفت آزاد ہوگا اور باقی نصف کی دو تہائی کے واسطے سعایت کرے گا یعنی کل کی ایک تہائی کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر دو غلام ہوں اور اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد یا مدبر ہے اور قبل بیان کے مر گیا اور ان دونوں کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور یہ قول حالت صحت میں کہا ہے تو ہر ایک غلام کا چہارم حصہ مفت تمام مال سے آزاد ہوگا اور ایک چہارم بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر حال میں سعایت کرے گا اور اگر اس نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں آزاد ہو یا مدبر ہو اور باقی صورت وہی ہوئی جو مذکور ہوئی ہے تو ہر ایک کا نصف حصہ بوجہ عتق قطعی کے اور نصف بوجہ تدبیر کے آزاد ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ قول مذکور اس نے صحت میں کہا ہو اور اگر مرض میں کہا ہو تو فقط تہائی مال سے اس کا اعتبار کیا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر اپنی صحت میں اپنے غلام اور ایک مدبر سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر اور دوسرا آزاد ہے اور ان دونوں کے سوائے اس کا کچھ مال نہیں ہے اور قبل بیان کے مر گیا تو جو محض غلام ہے وہ کل مال سے اور مدبر تہائی مال سے آزاد ہوں گے اور اگر اس کے برعکس یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد اور دوسرا مدبر ہے تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ خبر دینا ہے مقدم و موخر بیان میں ہونا یکساں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر ایک کا نصف حصہ کل مال سے اور باقی نصف حصہ بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور دیگر تو مدبر ہے یعنی یوں کہا کہ والآخر المدبر توقن[1] آزاد ہوگا اور مدبر بحال خود مدبر رہے گا اور یہ بالاتفاق ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور باقی دونوں میں سے ایک مدبر ہے تو نصف عتق قطعی کا مستحق قن (غلام محض) ہوگا:

اگر اپنے دو مدبر غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان دونوں مدبروں میں سے ایک باہر نکل گیا اور ایک موجود رہا اور اس کا ایک تیسرا غلام آیا پس اس نے اس مدبر موجود اور اس غلام سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مدبر ہے تو جو مدبر باہر نکل گیا ہے وہ اسی وقت سے آزاد ہو گیا جس وقت اس نے یہ کہا تھا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور جو اس کے پاس رہ گیا تھا وہ ویسا ہی مدبر رہا جو غلام داخل ہوا تھا وہ غلام رہا اس میں سے کچھ آزاد نہ ہوگا اور اگر اپنی صحت میں اپنے دو مدبروں اور ایک قن سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہے اور دونوں باقی میں سے ایک آزاد ہے اور قبل بیان کے مر گیا تو قن میں سے نصف بطور عتق قطعی آزاد ہوگا اور باقی نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور نصف عتق دونوں مدبر میں شریک ہوگا پس ہر مدبر میں سے چہارم حصہ بسبب عتق قطعی کے کل مال سے آزاد ہوگا اور تین چوتھائی بوجہ تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اور اس طرح اگر برعکس یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور باقی دونوں میں سے ایک مدبر ہے تو نصف عتق قطعی کا مستحق قن ہوگا اور نصف عتق دونوں مدبروں کے درمیان ہر ایک کے واسطے چہارم چہارم ہوگا اور یہ زیادات کی روایت ہے اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہی صحیح ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر تینوں سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہے اور دونوں باقی آزاد ہیں تو قن کل آزاد ہو جائے گا اور ہر دو مدبر میں سے نصف بعتق قطعی آزاد ہوگا اور اگر عتق کو مقدم کر کے یوں کہا کہ تم میں سے ایک آزاد اور دونوں باقی مدبر ہیں تو ہر ایک کا تہائی اس اعتاق سے آزاد ہوگا اور اگر اس نے ایک مدبر اور دو قن سے کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہے اور دونوں باقی آزاد ہیں۔ تو دونوں قن مال سے آزاد ہوں گے اور پہلا جملہ خبر یہ قرار دیا[2] جائے گا۔ اور اگر کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے اور باقی دونوں مدبر ہیں تو ہر ایک کی تہائی بسبب اعتاق کے آزاد ہو جائے گی اور ہر ایک کی دو تہائی بسبب تدبیر کے تہائی مال سے آزاد ہوگی اور اسی طرح اگر سب محض غلام ہوں اور اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور دونوں باقی مدبیر ہیں تو بھی ہر ایک کا تہائی حصہ کل مال سے بسبب اعتاق کے آزاد ہو جائے گا اور باقی دو تہائی حصہ تہائی مال سے بسبب تدبیر کے آزاد ہوگا اور اگر برعکس یوں کہا کہ تم میں سے ایک مدبر ہے اور باقی دونوں آزاد ہیں تو ہر ایک کی دو تہائی کل مال سے آزاد ہوگی اور باقی تہائی مال سے بسبب تدبیر کے آزاد ہو

---

[1] قن یعنی غلام محض اور مدبر جس کے واسطے بعد موت کے یا کسی وقت پر آزادی کا قول کہا ہو ۱۲۔

[2] تم میں سے ایک مدبر ہے اور جملہ انشائیہ قرار دیا جائے گا ۱۲۔

گی یہ کافی میں ہے۔

اگر اس نے تین غلاموں سے جن میں سے ایک مدبر ہے کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں یا دو مدبر ہیں اور قبل بیان کے مر گیا اور یہ قول اس نے حالت صحت میں کہا ہے تو ہر ایک میں سے ایک تہائی حصہ بسبب ایجاب قطعی کے آزاد ہو گا اور مدبر میں سے دو تہائی حصہ جیسا مدبر ویسا ہی رہے گا اور ہر دو غلام میں سے چہارم حصہ مدبر ہو جائے گا پس اگر اس کا کچھ مال ہو جس کی تہائی میں سے ایک رقبہ اور چھٹا حصہ رقبہ برآمد ہو تو مدبر معروف پورا آزاد ہو جائے گا اور ہر دو غلام میں سے ہر ایک کے تین چھٹے حصے اور نصف چھٹا حصہ آزاد ہو گا یعنی ایک تہائی بسبب عتق قطعی کے اور ایک چہارم بسبب مدبر ہونے کے قال المترجم یعنی بارہ حصوں میں سے سات حصے آزاد ہوں گے اور اگر اس کا کچھ اور مال نہ ہو تو اس کا تہائی مال ان غلاموں پر بے حساب ان کے سہام کے تقسیم ہو گا اور مدبر معروف کا حق دو تہائی ہے اور ہر دو غلام کا حق نصف ہے اور کم سے کم ایسا عدد جس کا نصف و ثابت نکلتا ہے (٦) ہے اور مدبر معروف کا حق (٤) اور ہر دو غلام کا حق (٣) ہے پس سہام وصیت کا مبلغ سات ہوا یہ تہائی مال رکھا گیا پس کل مال کے (٢١) سہام ہوئے پس ہر غلام کی دو تہائی (٧) ہوئے اس واسطے کہ عتق قطعی کی منہائی کے بعد ہر غلام میں دو تہائی رہی ہے اور جب دو تہائی سات ہوئی تو کل غلام کے ساڑھے دس ہوئے پس کسر واقع ہوئی لہٰذا ہم نے دو چند کر دیا تو ہر غلام میں کے (٢١) سہام ہوئے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ مدبر معروف میں سے بسبب عتق قطعی کے ایک تہائی یعنی سات سہام آزاد ہوئے اور بسبب تدبیر کے بعد دو چند کریں گے اس میں (٨) سہام آزاد ہوئے پس وہ (٦) سہام کے واسطے سعایت کریں گا یعنی (١٥) سہام مجموعہ آزاد ہوئے اور باقی (٢١) میں سے (٦) رہے جن کے واسطے سعایت کریں گا اور ہر ایک غلام میں سے بسبب عتق قطعی کے تہائی یعنی سات سہام آزاد ہوئے اور بسبب تدبیر کے بعد نصف کے ہر ایک سے (٣) سہام آزاد ہوئے پس جملہ (١٠) سہام نکال کر باقی (١١) سہام کے واسطے ہر ایک سعایت کریں گا۔ پس جملہ سہام وصیت (١٤) ہوئے اور سہام سعایت (٢٨) ہوئے پس تخریج ٹھیک ہوئی اور اگر مولیٰ قبل بیان کے مر گیا پھر غلاموں میں سے ایک مر گیا تو دیکھا جائے کہ اگر مدبر معروف مر گیا تو وہ اپنی وصیت کا آٹھوں حصہ کا پورا لے لینے والا ہو گیا اور چھ حصے جو اس پر سعایت کے تھے وہ تلف ہو گئے اور یہ ڈوب جانا وارثوں کی حق تلفی اور جو موصی لہ ہیں ان کی حق تلفی مشترک ہوئی اور یہ اس طرح ہو گا کہ باقی ان سہاموں پر تقسیم ہو جو ڈوب جانے سے پہلے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ وارثوں کا حق (٢٨) سہام تھا اور ہر دو غلام باقی کا حق (٦) سہام کہ جملہ (٣٤) سہام ہوئے پس ہر دو غلام باقی میں سے ہر ایک کی دو تہائی (١٧) ہوئے جس میں سے ہر ایک میں سے بسبب تدبیر کے (٣) سہام آزاد ہوئے اور باقی (١٤) سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور مدبر معروف اپنا حق پورا لے چکا ہے یعنی سہام وصیت کے (٨) سہام پس جملہ سہام وصیت (١٤) ہوئے اور سہام سعایت (٢٨) ہوئے اور تہائی دو تہائی ٹھیک ہو گئی پس تخریج مستقیم ہے اور اگر مدبر معروف نہیں مرا بلکہ ہر دو غلام میں سے کوئی مر گیا تو وہ اپنی وصیت کے (٣) سہام پورے لے گیا اور جو اس پر سعایت تھی وہ ڈوب گئی اور یہ نقصان وارثوں دونوں باقیوں پر مشترک ہو گا چنانچہ باقی حق دار وارثان (٢٨) اور حق مدبر معروف (٨) اور حق غلام باقی (٣) پر تقسیم ہو گا پس جملہ سہام (٢٩) ہوئے پس دو ثلث ہر ایک غلام باقی اور مدبر و قن ساڑھے انیس ہوئے از انجملہ مدبر کے (٨) سہام نکل گئے اور باقی ساڑھے گیارہ سہام کے واسطے سعایت کریں گا اور غلام زندہ کے (٣) سہام نکل گئے اور باقی ساڑھے سولہ سہام کے لیے سعایت کرے گا اور غلام میت اپنے (٣) سہام وصیت لے گیا ہے لہٰذا مبلغ سہام وصیت (١٤) ہوئے اور مبلغ سہام سعایت (٢٨) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی اور اگر ہر دو غلام مر گئے اور مدبر رہ گیا دونوں اپنے سہام وصیت پورے (٢) سہام لے گئے اور دونوں پر جو سہام سعایت تھے ڈوب گئے پس یہ حق تلفی کل پر ہو

گئی پس باقی سہام وارثان (۲۸) اور حق مدبر (۸) پر تقسیم ہوں گے پس جملہ سہام (۲۶) ہوئے پس دوثلث رقبہ مدبر (۳۲) رہے ازانجملہ (۸) سہام وصیت مدبر آزاد ہوئے اور باقی (۲۸) سہام کے واسطے سعایت کریں گا اور چونکہ ہر دو غلام مردہ اپنا حصہ لے چکے ہیں یعنی (۶) سہام لہٰذا جملہ سہام وصیت (۱۴) ہوئے اور سہام سعایت (۲۸) ہیں پس تہائی دو تہائی ٹھیک نکلی و تخریج مستقیم ہوئی اور اگر مولیٰ نہ مرا بلکہ غلاموں میں سے ایک مر گیا پھر اس کے بعد مولیٰ مرا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر مدبر قبل موت مولیٰ کے مر گیا تو عتق قطعی میں اس کی مزاحمت باطل ہوئی اور عتق قطعی ہر دو باقی میں رہے گا اور جب مولیٰ مر گیا تو وہ ان دونوں میں شائع ہو گیا کہ جس سے نصف ہر ایک کا بایجاب قطعی آزاد ہو گیا اور ہر ایک کا چوتھائی حصہ بسبب تدبیر کے مدبر ہو گیا پس اگر مولیٰ کا کچھ مال زائد ہو کہ اس کی تہائی سے نصف رقبہ برآمد ہوتا ہو تو ہر ایک میں سے تین چوتھائی حصہ آزاد ہو جائے گا ازانجملہ نصف بسبب عتق قطعی کے اور چہارم بسبب تدبیر کے اور ہر ایک اپنی چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر اس کا کچھ اور مال نہ ہو تو ایک تہائی ان دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اس کا مال وقت موت کے رقبہ واحدہ ہے پس تہائی مال تہائی رقبہ ہو گا جو دونوں میں نصفا نصف ہو گا چنانچہ ہر ایک میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہو گا جس میں[1] سے نصف رقبہ بسبب عتق قطعی کے اور چھٹا حصہ بسبب مدبر ہونے کے اور ہر ایک اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر مدبر نہیں مرا بلکہ ہر دو غلام میں سے ایک مر گیا پھر مولیٰ مر گیا تو غلام میت کی مزاحمت دور ہو گئی اور عتق قطعی اس غلام باقی اور مدبر معروف کے درمیان رہا کہ ہر ایک کا نصف حصہ بسبب عتق قطعی کے آزاد ہو جائے گا اور ہر ایک کا نصف باقی مدبر ہوا چنانچہ اگر مولیٰ کا مال کچھ زائد ہو کہ اس میں سے تہائی ایک رقبہ ہوتا ہو تو دونوں آزاد ہو جائے گے اور اگر نہ ہو تو تہائی حق میت ان دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہو گی چنانچہ ہر ایک میں سے دو تہائی حصہ آزاد ہو گا اور ایک تہائی کے واسطے سعایت کرے گا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

مندرجہ ذیل صورت میں سہام کی تقسیم:

اگر مولیٰ نے کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں یا مدبر ہیں اور یہ اس نے مرض میں کہا تو اس کا کلام ان دونوں کے حق میں تہائی سے معتبر ہو گا پس تہائی ان سب پر بقدر ان کے سہام کے تقسیم ہو گی پس مدبر معروف کا حق تمام رقبہ کا ہے جس کے (۶) سہام مفروضہ ہیں اور حق ہر دو غلام بحکم تدبیر کے نصف یعنی (۳) میں اور بحکم عتق قطعی دو تہائی یعنی (۴) میں ہے پس سہام وصیت ہر دو غلام سات ہوئے اور سہام وصیت مدبر (۶) ہوئے جن کا مجموعہ کل (۱۳) سہام وصیت ہوئے اور یہ تہائی مال ہوا پس کل مال کے (۳۹) سہام ہوئے پس ہر غلام کے (۱۳) سہام ہوئے جن میں سے مدبر میں سے (۶) سہام آزاد ہوئے اور (۷) سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور ہر دو غلام میں سے سات سہام یعنی ہر ایک سے ساڑھے تین سہام آزاد ہوئے تو ہر ایک ساڑھے نو سہام کے لیے سعایت کرے گا پس جملہ سہام وصیت (۱۳) اور سہام سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج تہائی و دو تہائی مستقیم ہے۔ اور اگر مدبر موت مولیٰ کے مر گیا تو اس پر سعایت باطل ہو گئی اور خسارہ کل پر ہوا ہے اور اس کی صورت یہ ہو گی کہ باقی ہر دو غلام کی مقدار سہام (۷) پر اور مقدار سہام وارثوں (۲۶) پر تقسیم ہو گی پس جملہ (۳۳) ہوئے کہ ہر غلام کے جملہ ساڑھے سولہ سہام ہوئے پس ہر ایک میں سے ساڑھے تین آزاد اور باقی (۱۳) کے واسطے سعایت کرے گا اور مدبر میت اپنے سہام وصیت لے چکا ہے لہٰذا جملہ سہام وصیت (۱۳) اور سہام سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہے اور اگر ہر دو غلام میں سے ایک مر گیا تو اس پر کی سعایت ڈوب گئی اور

---

(۱) کیونکہ ایک آزاد کر دیا ہے ۱۲۔

ڈوبنا سب پر رہا بایں طور کہ باقی مقدار حق سہام وارثاں (۲۶) پر اور مقدار حق سہام غلام باقی ساڑھے تین اور مقدار حق سہام مدبر (۶) پر تقسیم ہو پس جملہ ساڑھے پینتیس سہام ہوئے پس ہر ایک کے مقابلہ میں (۱۷) سہام اور تین چوتھائی حصہ سہام ہوا جس میں سے مدبر سے (۶) سہام آزاد ہوئے اور باقی گیارہ سہام اور تین چوتھائی سہم کے واسطے سعایت کرے گا اور غلام میں سے ساڑھے تین سہام آزاد ہوئے اور باقی (۱۴) سہام و چوتھائی سہم کے واسطے سعایت کرے گا اور چونکہ غلام مردہ اپنا حق وصیت لے چکا ہے لہٰذا مبلغ سہام وصیت (۱۳) ہوا اور مبلغ سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم[1] ہوئی اور اگر دونوں غلام مر گئے اور مدبر رہ گیا تو سعایت جو دونوں پر تھی ڈوب گئی پس باقی حق سہام وارثان (۲۶) پر اور سہام مدبر چھ پر تقسیم ہو گئی کہ جس کے جملہ (۳۲) سہام ہوئے جس میں سے مدبر کے (۶) سہام آزاد ہوں گے اور باقی (۲۶) سہام کے واسطے سعایت کرے گا اور چونکہ ہر دو غلام میت اپنے سہام وصیت پا چکے ہیں لہٰذا مبلغ سہام وصیت (۱۳) اور مبلغ سہام سعایت (۲۶) ہوئے پس تخریج مستقیم ہوئی اور اگر مدبر مع ایک غلام کے مر گیا تو ان پر جو کچھ سعایت تھی وہ ڈوب گئی تو باقی حق وارثان (۲۶) اور حق غلام باقی ساڑھے تین مجموعہ ۲/۱ ۲۹ پر تقسیم ہو گی از انجملہ ساڑھے تین سہام غلام میں سے آزاد ہوں گے اور باقی (۲۶) کے واسطے سعایت کرے گا اور چونکہ مدبر اور غلام میت نے اپنا اپنا حصہ لے لیا ہے یعنی ساڑھے نو سہام پس جملہ سہام وصیت (۱۳) ہوئے اور سہام سعایت (۲۶) میں پس تخریج مستقیم ہوئی اور اگر مدبر قبل موت مولیٰ کے مر گیا تو عتق قطعی میں اس کی مزاحمت جاتی رہی اور ایک رقبہ کامل اور نصف رقبہ باقی دونوں غلاموں میں رہا پس اگر مولیٰ کا اس قدر مال ہو کہ اس کی تہائی سے ڈیڑھ رقبہ برآمد ہوتا ہو تو ہر غلام میں سے تین چوتھائی بوجہ عتق قطعی کے آزاد ہو جائے گا اور اپنی چوتھائی کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور اگر اس کا کچھ اور مال نہ ہو تو اس کا تہائی مال یعنی دو تہائی رقبہ ان دونوں میں مشترک ہوگا پس ہر ایک میں سے تہائی رقبہ آزاد ہو جائے گا اور اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر مولیٰ سے پہلے ایک غلام مر گیا تو اس کی مزاحمت عتق قطعی میں سے باطل ہو گئی اور ایجاب قطعی درمیان غلام اور مدبر کے رہا ہر ایک کے واسطے نصف رقبہ پہنچا اور نصف غلام باقی بھی مدبر ہو گیا پس اگر مولیٰ کا اس قدر مال ہو کہ اس کی تہائی سے یہ دونوں بقدر مملوکیت برآمد ہوئے ہوں تو دونوں مفت بلا سعایت آزاد ہو جائے گے اور اگر اس کا کچھ اور مال نہ ہو تو اس کا تہائی مال یعنی دو تہائی رقبہ ان دونوں کو مشترک پہنچے گا جس طرح کہ ہم نے بیان کیا ہے اور اگر اس نے اپنی صحت میں کہا کہ تم سب آزاد ہو یا مدبر ہو اور قبل بیان کے مر گیا تو اس کا یہ قول کہ تم سب آزاد ہو ان سب کے حق میں صحیح ہے اور اس کا یہ قول کہ یا تم سب مدبر ہو اس کے مدبر معروف کے حق میں لغو ہوا اور ہر دو غلام کے حق میں صحیح ہے گویا اس نے کہا کہ یہ دونوں غلام مدبر میں پس نسب ایجاب قطعی کے ڈیڑھ رقبہ آزاد ہوا جو ان سب میں مشترک ہوگا کہ ہر ایک میں سے نصف رقبہ آزاد ہوگا اور نسب ایجاب ثانی کے ایک رقبہ مدبر ہوا جو ہر دو غلام میں مشترک ہوگا کہ ہر ایک میں سے نصف مدبر ہو جائے گا اور مدبر معروف کا نصف مدبر رہا اور اگر مولیٰ کا اور مال ہو کہ جس کی تہائی سے نصف رقبہ ایک رقبہ کامل برآمد ہوتا ہو تو سب آزاد ہو جائے گے اور اگر کچھ اور مال نہ ہو تو اس کا تہائی مال تقسیم کیا جائے گا اور وقت موت کے اس کا تہائی مال ڈیڑھ رقبہ ہے پس اس کی تہائی نصف رقبہ ہوا جو ان سب میں مساوی تقسیم ہوگا پس ہر ایک کے حصہ میں چھٹا حصہ رقبہ کا پہنچا پس جملہ دو تہائی رقبہ ہر ایک میں سے آزاد ہوگا اس طرح کہ نصف بایجاب قطعی اور چھٹا حصہ بسبب تدبیر کے آزاد ہوگا اور باقی ایک تہائی کے واسطے ہر ایک سعایت کرے گا اور اگر ایجاب مذکور حالت مرض میں واقع ہوا ہو تو تہائی مال سے سب اسی طرح[(1)] آزاد ہوں گے جیسے ہم نے بیان کر دیا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تم میں سے ہر ایک آزاد ہے یا تم

---

[1] مستقیم ہوئی یعنی ٹھیک اتری کیونکہ امتحان سے دریافت کر لیا گیا مزاحمت یعنی خالی اس کو ملنے میں مزاحم ہوگا ۱۲۔

سب مدبر ہو تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ تم سب آزاد ہو یا تم سب مدبر ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ و یہ و یہ سب مدبر ہیں تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ یا تم سب مدبر ہو۔ اور اگر ان میں سے کوئی مدبر نہ ہو اور اس نے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ و یہ و یہ مدبر ہیں ایجاب صحیح ہیں پس ہر دو کلام میں سے ہر ایک کے مقتضی کا نصف ثابت ہوگا چنانچہ ہر ایک میں سے نصف بایجاب قطعی آزاد ہو جائے گا اور باقی نصف ہر ایک کا مدبر بھی ہوگا اور تدبیر کا اعتبار تہائی میں سے ہوگا اور اگر ایجاب بحالت مرض واقع ہوا تو سب تہائی مال سے آزاد ہوں گے جس قدر آزاد ہو سکیں جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور اگر ان میں سے ایک مدبر ہو اور اس نے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا تم میں سے ایک مدبر ہے تو یہ سب کلام باطل ہے اس واسطے کہ قولہ تم میں سے ایک مدبر ہے لغو ہی اور رہا ایجاب اوّل وہ ایجاب نے حال دو دن حال ہے پس شک کے ساتھ ایجاب نہ ہوگا اور اگر کہا کہ ہر ایک تم میں سے آزاد ہے یا مدبر ہے تو ہر دو کلام حق مدبر میں باطل ہیں اور ہر دو غلام کے حق میں صحیح (۲) ہیں اس واسطے کہ اس نے ہر فرد کے حق میں علیحدہ ایجاب کیا ہے گویا اس نے ہر ایک کے واسطے کہا کہ تو آزاد ہے یا مدبر ہے پس مدبر کے حق میں باطل ہوگا اور ہر ایک غلام کے حق میں صحیح ہو گا پس ہر کلام کے مقتضا کا نصف ثابت ہوگا پس ہر ایک غلام میں سے نصف بایجاب قطعی ثابت ہوگا اور نصف ہر ایک کا مدبر ہو جائے گا اور تدبیر کا اعتبار تہائی سے ہوگا اور اگر قول مذکور مرض میں صادر ہوا تو تہائی سے سب آزاد ہوں گے اور اسی طرح حساب لگایا جائے گا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے اور مدبر اسی کو کہا جو معروف مدبر ہے یا یہ ہے یا یہ ہے اور قبل بیان کے مر گیا تو سب مدبر ہو جائیں گے اس واسطے کہ ہر دو ایجاب میں سے التزام ہے اور دلالت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس نے تدبیر کو اختیار کیا ہے اور دلالت اس طرح ہے کہ اس نے ثانی و ثالث کو اوّل تدبیر پر عطف کیا ہے پس اختیار ثابت ہوا اس واسطے کہ عطف مقتضی مشارکت ہے درمیان معطوف علیہ کے ایسے وصف میں جو بیان ہوا ہے اور صفت تدبیر میں مشارکت ثابت نہ ہوگی الا ایسی صورت میں کہ معطوف علیہ میں ایجاب میں اس کا تدبیر کا اختیار کرنا اعتبار کیا جائے اور اگر ان غلاموں میں کوئی مدبر نہ ہو پس اس نے کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے یا یہ ہے سب مدبر ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ تم سب آزاد ہو یا یہ مدبر ہے اور یہ تو ایجاب اوّل باطل ہو گیا اور جس غلام کو تدبیر شامل ہے اور دوسرا جو اس پر عطف ہے دونوں مدبر ہو جائے گے اور تیسرا قن باقی رہے گا اور وجہ یہ ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اگر اس نے کہا کہ تم سب آزاد ہو اور یہ دونوں مدبر ہیں حالانکہ ان میں کوئی غلام پہلا مدبر نہ تھا تو دونوں ایجاب ثابت ہوں گے پس ایجاب اول سے ڈیڑھ رقبہ آزاد ہوگا جو ان سب میں مشترک ہوگا اور دوسرے ایجاب سے ایک رقبہ کا مدبر ہونا ثابت ہوگا مگر خاص انھیں دونوں کے حق میں جن کی طرف تدبیر کی نسبت کی ہے اور اس تدبیر کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر اپنے تین غلاموں سے کہا کہ تم آزاد ہو یا یہ اور یہ دونوں مدبر ہیں تو ہر ایجاب (۳) کی تہائی [1] ثابت ہوگی اور یہ عامہ مشائخ کا قول ہے پس کلام اوّل سے ایک رقبہ کا عتق ثابت ہوگا جو ان سب میں مشترک ہوگا اور دوسرے کلام سے تہائی عتق ثابت ہوگا جو فقط اسی کے واسطے ہوگا جس کی طرف اشارہ کیا ہے پس اس کے واسطے دو تہائی رقبہ کا عتق ثابت ہوگا اور تیسرے کلام سے دو تہائی رقبہ کی تدبیر انھیں دونوں کے واسطے جن کی طرف اشارہ کیا ہے ثابت ہوگی پس ان میں سے ہر ایک کا تہائی حصہ مدبر بھی ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔

---

[1] تہائی میں سے جو کچھ جس کے پڑتے ہیں پڑے اس قدر آزاد ہوگا اور باقی کے واسطے سعایت کرے گا۱۲۔

(۱) فیض اعتاق ۱۲۔ (۲) تہائی میں سے جو کچھ جس کے پڑتے ہیں پڑے اس قدر آزاد ہوگا اور باقی کے واسطے سعایت کرے گا۱۲۔ (۳) مقتضائے ہر ایجاب میں سے تہائی ثابت ہوگی ۱۲۔

پس اگر اس کا کچھ اور مال ہو کہ جس کی تہائی سے دو تہائی رقبہ نکلتا ہو تو ہر ایک میں سے دو تہائی آزاد ہو جائے گی اور اپنی ایک تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور اگر کچھ اور مال نہ ہو تو وقت موت کے جس قدر مال اس کا تھا اس کی ایک تہائی دونوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور موت کے وقت اس کا مال ایک رقبہ کامل اور ایک رقبہ کی دو تہائی تھا پس اس کی تہائی یعنی پانچ نویں۔ (بجائے ساتویں، نویں) حصے ان دونوں میں تقسیم ہوں گے کہ ہر ایک کو دو ساتویں حصے اور نصف ساتواں حصہ پہنچے گا اور ہر ایک اپنے تین ساتویں حصے اور نصف ساتویں حصے کے واسطے سعایت کرے گا اور مفرد اپنے تہائی کے واسطے سعایت کرے گا پس مجموعہ سہام وصیت پانچ ہوئے اور جملہ سہام سعایت دس ہوئے کہ تہائی و دو تہائی ٹھیک رہے پس تخریج مستقیم ہے شرح زیادات عتابی میں ہے۔

باب : ۷

استیلاء کے بیان میں

استیلاء یہ ہے کہ باندی اپنے مولیٰ مملوکہ تامہ اپنے مولیٰ سے بچہ جنی خواہ ملک وقت علوق تحقیقی ہو یا تقدیری ھکذا قیل و اللہ تعالٰی اعلم بالصواب ۔ جب باندی اپنے مولیٰ سے بچہ جنی تو وہ اس کی ام ولد ہو گئی ۔ خواہ بچہ زندہ جنی یا مردہ یا ساقط ہو گیا ایسا کہ جس کی پوری خلقت ظاہر ہو گئی تھی یا کچھ خلقت جبکہ اقرار کیا کہ یہ میرا نطفہ ہے تو باندی کے ام ولد ہو جانے کے واسطے یہ بچہ بمنزلہ زندہ کامل الخلقت جننے کے ہے اور اگر ایسا پیٹ ساقط ہوا کہ اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہیں ہوا ہے مثلاً لوتھڑا یا تھکا خون کا یا ٹکڑا ساقط ہوا اور مولیٰ نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے تو اس سے باندی اس کی ام ولد نہ ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ ام ولد کی بیع جائز نہیں ہے اور اس طرح ہر ایسا تصرف روا نہیں ہے جس سے حق جو بسبب استیلاد کے باندی کے واسطے ثابت ہوا ہے باطل ہوتا جیسے ہبہ و صدقہ و وصیت و رہن کوئی جائز نہیں ہے اور جو تصرف کہ موجب بطلان حق مذکور نہ ہو وہ جائز ہے جیسے اجارہ پر دینا اور خدمت لینا اور کوئی کمائی کرانا اور کرایہ پر چلانا اور خود اس سے وطی کرنا یا استمتاع[1] کرنا روا ہے اور اُجرت و کمائی و کرایہ مولیٰ کا ہوگا اور اگر کسی نے اس سے شبہ سے وطی کی تو اس کا عقر مولیٰ کا ہوگا اور اگر مولیٰ نے کسی سے اس کا نکاح کر دیا تو مہر مولیٰ کا ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک قاضی نے ام ولد کی بیع کے جواز کا حکم دے دیا تو قضاءً نافذ نہ ہوگی بلکہ دوسرے قاضی پر موقوف رہے گی اگر دوسرے قاضی نے اس کی قضا کو بحال رکھا تو نافذ ہوگی اور اگر باطل کر دیا تو باطل ہو گئی یہ ذخیرہ میں ہے اور مولیٰ کو اختیار ہے کہ کسی سے اس کا نکاح کر دے مگر جب اس سے ایک حیض سے استبراء نہ کرا لے تب تک نکاح کر دینا نہیں چاہیے یہ بدائع میں ہے اور اگر بدون استبراء کے اس کا نکاح کر دیا پھر وہ چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو یہ بچہ مولیٰ کا ہوگا اور نکاح فاسد ہے اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوا اور اگر مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب شوہر ہی سے ثابت رہے گا اگر مولیٰ کے دعویٰ کی وجہ سے وہ آزاد ہو گیا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولیٰ نے اس کا نکاح کر دیا اور نکاح سے اس کے بچہ ہوا تو بچہ بھی اپنی ماں کے حکم میں ہوگا کہ مولیٰ کو اس کی بیع و ہبہ و رہن وغیرہ جائز نہیں ہے اور وہ کسی کے واسطے سعایت نہ کریں گا اور مولیٰ کے مرنے پر اس کے کل مال سے آزاد ہو جائے گا ہاں مولیٰ کو اس سے خدمت لینا اور اس کا اجارہ پر دینا وغیرہ جائز ہے لیکن اگر بچہ لڑکی ہو تو مولیٰ کو اس سے استمتاع جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے اور اگر نکاح فاسد واقع ہوا ہو تو حق احکام میں یہ نکاح فاسد ملحق بہ نکاح صحیح کیا جائے گا۔

---

[1] استمتاع اس سے تمتع حاصل کرنا ۱۲۔

فتح القدیر میں ہے۔اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا پھر مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ نسب غلام ہی ثابت ہوگا لیکن مولیٰ کے اقرار کی وجہ سے یہ بچہ آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور جب ام ولد کا مولیٰ مرا تو وہ آزاد ہو جائے گی خواہ مولیٰ نے اس کو کسی مرد سے بیاہ دیا ہو یا نہ بیاہا ہو اور نیز اس کا عتق تمام مال سے معتبر ہوگا پس آزاد ہو جائے گی خواہ تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور اس پر سعایت مولیٰ کے وارث یا مولیٰ کے قرض خواہ کسی کے واسطے کسی طرح واجب نہ ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے اور یہ احکام ام ولد کے واسطے بہر حال ثابت ہوں گے خواہ مولیٰ حقیقتاً مر گیا یا حکماً مر گیا بایں طور کہ مرتد ہوا اور دار الحرب میں چلا گیا اسی طرح اگر حربی امان لیکر دار الاسلام میں آیا اور یہاں کوئی باندی خریدی اور اس کو ام[1] ولد بنایا پھر دار الحرب کو چلا گیا پھر جہاد میں قید ہوا تو یہ باندی آزاد ہو جائے گی۔یہ بدائع میں ہے۔

امّ ولد کا عتق تبکرار ملک تسکر ہوگا جیسے عتق محارم:

جب ام ولد مولیٰ کے مرنے سے آزاد ہوئی تو اس وقت جو کچھ مال اس کے پاس ہے وہ مولیٰ کا ہوگا الا آنکہ مولیٰ نے اس کے واسطے اس مال کی وصیت کر دی ہو یہ بحر الرائق میں قاضی خان سے منقول ہے اور ام ولد کا عتق تبکرار ملک تسکر ہوگا جیسے عتق محارم اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ام ولد کو اس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور مولیٰ نے اس کو خریدا تو پھر ام ولد ہوگی یعنی اس کا ام ولد ہونا عود کرے گا اور اس طرح اگر ذی رحم محرم کا کسی طور سے مالک ہوا اور وہ اس کی طرف سے آزاد ہو گیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا پھر اس نے خریدا تو آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح دوبارہ سہ بارہ جتنی دفعہ واقع ہوئے یہی حکم ہے اور یہی حکم ام ولد میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہوگئی تو اس کے مولیٰ پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر اس نے انکار کیا تو قاضی اس باندی کو اس کی ولایت سے نکال دے گا بایں طور کہ اس کی قیمت اندازہ کر کے اس باندی پر اقساط مقرر کر دے گا اور یہ مکاتبہ ہو جائے گی مگر فرق اس قدر ہے کہ یہ عورت دوبارہ رقیق نہ کی جائے گی اگرچہ اپنے آپ کو عاجز کر دے اور اگر اسلام پیش کرنے کے وقت نصرانی مذکور مسلمان ہو گیا ہو تو عورت اپنے حال پر اس کی ام ولد رہے گی۔بخلاف اس کے کہ اگر اس وقت کے بعد مسلمان ہو گیا تو ایسا نہ ہوگا اور اگر اس کا مولاے نصرانی مر گیا تو آزاد ہو جائے گی اور اس کے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قاضی نے اس پر قیمت دینے کا حکم دیا ہو پھر وہ مر گئی اور اس کا ایک بچہ ہے جس کو وہ حالت سعایت میں جنی ہے تو کچھ اس پر واجب ہے وہ اس کا بچہ سعایت کر کے ادا کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر زید کی باندی کے عمرو سے ایک بچہ پیدا ہوا بنکاح یا بوطی شبہ پھر عمرو اس باندی کا مالک ہوا تو بچہ کا عمرو سے نسب ثابت ہوگا اور یہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر حاملہ باندی کی نسبت مولیٰ نے اقرار کیا کہ اِس کا حمل مجھ سے ہے تو وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی:

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک اس کی ام ولد اس وقت سے ہو جائے گی جب سے اس کا مالک ہوا ہے نہ اس وقت سے کہ جب سے بچہ کا نطفہ قرار پایا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر زنا سے کسی باندی سے استیلاء کیا پھر اس کا مالک ہو گیا تو استحساناً اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہے۔یہ ذخیرہ میں ہے مگر بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں کے فروخت کا اس کو اختیار ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر زید نے کہا کہ میں نے اس باندی سے نکاح کیا اور یہ مجھ سے بچہ جنی ہے اور یہ بات

---

[1] قولہ ام ولد بنایا یعنی اس سے وطی کی جس سے اس کے بچہ ہوا۔

صرف اس کے قول سے معلوم ہوتی ہے اور مولیٰ جس کی وہ باندی ہے اس سے انکار کرتا ہے تو یہ بات ثابت نہ ہوگی پھر جب زید اس باندی کا مالک ہو جائے گا تو باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہے اور اگر اپنی صحت میں اقرار کیا کہ میری اس باندی کی مجھ سے اولاد ہوئی ہے تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک اس کی ام ولد ہو جائے گی اور تمام مال سے آزاد ہوگی خواہ اس کے ہاتھ بچہ موجود ہو یا نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنے مرض میں اپنی باندی سے کہا کہ تو مجھ سے جنی ہے پس اگر اس وقت اس کو حمل ہو یا اس کے ساتھ بچہ موجود ہو تو یہ باندی اس کے کل مال سے آزاد ہوگی ورنہ تہائی مال سے آزاد ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر حاملہ باندی کی نسبت مولیٰ نے اقرار کیا کہ اس کا حمل مجھ سے ہے تو وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ اگر یہ حاملہ ہو تو اس کا حمل مجھ سے ہے پھر اس کے بچہ پیدا ہوا یا وہ پیٹ میں ڈال گئی جس کی پوری خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی اور مولیٰ نے اس کا اقرار کیا تو باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی بشرطیکہ چھ مہینہ سے کم میں پیدا ہوا ہو اور اگر مولیٰ نے ولادت سے انکار کیا پھر ولادت پر ایک قابلہ نے گواہی دی تو جائز ہے اور مولیٰ سے بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر باندی چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو بچہ مولیٰ کو لازم نہ ہوگا اور نہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ اس باندی کا حمل مجھ سے ہے یا کہا کہ جو اس کے پیٹ میں ہے بچہ وہ میرا ہے پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ ریاح تھی بچہ نہ تھا پس باندی نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی تو اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر کہا کہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ میرا ہے اور حمل و ولد کا نام نہ لیا پھر کہا کہ اس کے پیٹ میں ریاح تھی پس باندی نے اس کی تصدیق کی تو اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر باندی نے تکذیب کی اور کہا کہ نہیں بلکہ بچہ تھا اور وہ ساقط ہو گیا اور اس کی خلقت ظاہر ہوگئی تھی تو قول باندی کا قبول ہوگا اور مولیٰ کی ام ولد ہوگی۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مرد نے اقرار کیا کہ میری یہ باندی مجھ سے حاملہ ہے پھر دو برس سے زیادہ میں اس کے بچہ پیدا ہوا اور ایک عورت نے ولادت پر گواہی دی اور باندی نے دعویٰ کیا کہ یہ بچہ وہی حمل ہے اور مولیٰ نے وہی حمل ہونے سے انکار کیا تو باندی اس کی ام ولد ہوگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ وہی حمل ہے اور یہ میرا ہے حالانکہ اقرار سے دو برس بعد جنی ہے تو یہ بچہ مولیٰ کی اولاد سے ہوگا اور مولیٰ کا یہ قول کہ یہ وہی حمل ہے تعود باطل[1] قرار دیا جائے گا اور اگر ایک مرد پر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے اپنی اس باندی کی نسبت کہا کہ یہ مجھ سے جنی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس باندی کی نسبت کہا کہ وہ مجھ سے حاملہ ہے تو وہ اس کی ام ولد ہوگی کہ البتہ دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے اور اسی طرح اگر ایک نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ مجھ سے پسر جنی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ یہ مجھ سے دختر جنی ہے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ دونوں گواہوں کی گواہی میں اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ باندی اس کی ام ولد ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو تو وہ میرے نطفہ سے ہے اور اگر لڑکی ہو تو مجھ سے نہیں ہے تو بچہ کا نسب اس سے بہر حال ثابت ہوگا خواہ لڑکی جنی یا لڑکا اور اگر کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو مجھ سے ہے تو دو سال[(1)] پھر وہ چھ مہینے سے کم میں جنی تو بچہ کا نسب اس[(2)] سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں جنی تو نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور وقت مقرر کرنا باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] یعنی مدار ثبوت نسل یہ قول ہوگا کہ یہ میرا ہے نہ آنکہ یہ وہی حمل ہے ہے پس خلاصہ آنکہ ام ولد ہونا اقرار جدید سے ہے نہ اقرار قدیم سے ۱۲۔

(۱) یعنی مدت کثیر زائد دو برس سے ۱۲۔ (۲) اگر مولیٰ نے دعویٰ کیا تو اس کے اقرار پر آزاد ہو جائے گا مگر نسب ثابت نہ ہوگا ۱۲۔

اگر ایک باندی خریدی جس کے تین اولاد ہیں پھر ان میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا پس اگر یہ سب ایک ہی بطن[1] سے پیدا ہوئے ہوں تو سب اس سے ثابت ہوگا اور مختلف بطنوں سے پیدا ہوئے ہوں تو فقط اسی کا نسب اس سے ثابت ہوگا جس کا دعویٰ کیا ہے اور باقی دونوں رقیق رہیں گے کہ چاہے ان کو فروخت کردے اور اگر اس کی ملک میں یہ اولاد پیدا ہوئی ہو مثلاً ایک شخص کی باندی تین اولاد مختلف بطنوں سے جنی پس اگر مولیٰ نے سب سے چھوٹے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اسی کا نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور باقی دونوں رقیق ہیں چاہے ان کو فروخت کردے اور یہ بالاتفاق ہے اور اگر اس نے سب سے بڑے کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس کا نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور باقی دونوں اپنی ماں کے تابع بمنزلہ اپنی ماں کے ہوں گے کہ ان کو فروخت نہیں کرسکتا ہے مگر مولیٰ سے انکار نسب ثابت نہ ہوگا۔ یہ مبسوط میں ہے ایک مرد کی ایک باندی ہے کہ اس سے وطی کرتا ہے اور ہر بار عزل[2] کر لیتا ہے پھر یہ باندی کہیں غائب ہوئی یعنی ایک زمانہ تک اس کے حضور سے غائب رہی پھر لوٹ آئی اور وقت غائب ہونے سے چھ مہینے پر بچہ جنی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسے شخص کی طرف گئی تھی جو اس سے متہم تھا اور مولیٰ کا غالب گمان یہ ہے کہ اس باندی نے مجبور کیا ہے تو مولیٰ کو اس کے بچہ کی نفی کر دینے کی گنجائش ہے کہ یہ میرا نہیں ہے اور اگر اس کا فجور ظاہر نہ ہوا اور مولیٰ کی غالب رائے یہ ہے کہ عفیفہ ہے تو مولیٰ کو اس کے بچہ کا نفی کرنا نہ چاہیے اور چاہیے کہ گواہ کردے کہ یہ میری ام ولد ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کی موت کے بعد اس کا بچہ رقیق بنایا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی باندی نے کسی مرد کو دھوکا دیا اور کہا کہ میں حرہ ہوں پس اس نے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر باندی کے مولیٰ نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو مولیٰ کے واسطے ثمن باندی کے ملنے اور اولاد کی قیمت ملنے اور وطی کنندہ سے عقر ملنے کا حکم دیا جائے گا:

اگر اپنی باندی سے وطی کرتا ہے اور عزل نہیں کرتا ہے اور اس کو محفوظ[3] کر لیا ہے پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو دیانت کی راہ سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ مولیٰ کو روا نہیں ہے کہ اس بچہ کو فروخت کرے اور اس پر واجب ہے کہ اعتراف کرے کہ یہ میرا ہے اور اگر اس سے عزل کرتا ہو اور اس کو محفوظ نہ کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک مولیٰ کو روا ہے کہ اس کے بچہ کی نفی کرے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی کی ام ولد اس پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہوگئی بایں طور کہ مولیٰ کے پسر نے اس ام ولد سے وطی کرلی یا باپ نے وطی کرلی یا مولیٰ نے اس کی دختر یا ماں سے وطی کرلی پھر چھ مہینہ سے زیادہ کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو بعد تحریم کے جو بچہ اس کا ہوا ہے بدون مولیٰ کے دعویٰ کے اس کا نسب مولیٰ سے ثابت نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہو جائے گا اس واسطے کہ حرام ہو جانے سے ملک زائل نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی باندی نے کسی مرد کو دھوکا دیا اور کہا کہ میں حرہ ہوں پس اس نے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر باندی کے مولیٰ نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو مولیٰ کے واسطے ثمن باندی کے ملنے اور اولاد کی قیمت ملنے اور وطی کنندہ سے عقر ملنے کا حکم دیا جائے گا پھر جب وہ آزاد ہو جائے گی تو اولاد کا باپ اس سے اولاد کی قیمت واپس لے گا اور اگر اولاد کے باپ نے نصف باندی اس کے مولیٰ سے خریدی تو اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس کی نصف قیمت اس کے مولیٰ ☆☆ کو تاوان بھی دے دے گا۔ یہ مبسوط میں ہے۔

زید نے بکر کی ام ولد کو عمرو سے خریدا اور زید کو اس کا علم نہیں ہے پھر زید سے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بکر نے اس کا دعویٰ کیا اور اس کے واسطے حکم ہو گیا تو زید بکر کے واسطے بچہ کی قیمت بسبب دھوکے کے واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے

---

[1] ایک ہی دفعہ کے حمل سے پیدا ہوئے ہوں ۱۲۔ [2] وقت انزال کے نکال کر باہر انزال کرتا ہے ۱۲۔ [3] کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اس پر نہیں پہنچ سکتا ہے ۱۲۔

ایسے غلام کی نسبت کہا کہ یہ[1] میرا لڑکا ہے کہ ایسی عمر کا بیٹا ایسے شخص کے نہیں ہو سکتا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی طرف سے آزاد ہو گیا اور آیا اس کی ماں اس کی ام ولد ہو گی یا نہیں تو اصح یہ ہے کہ اقرار اس کی ماں کے ام ولد ہونے کا اقرار ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر اپنے باپ کے تصرف وطی میں آئی ہوئی باندی سے استیلاء کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو گا یہ قنیہ میں ہے۔

اگر باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور باپ نے اس کا دعویٰ کیا تو باپ سے اس کا نسب ثابت ہو گا اور یہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی خواہ بیٹے نے اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو خواہ باپ نے شبہ کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور باپ پر اس باندی کی قیمت واجب ہو گی مگر عقر اور بچہ کی قیمت نہیں واجب ہو گی یہ کافی میں ہے اور اس استیلاد کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ باندی وقت علوق سے تا وقت دعویٰ نسب پسر کی ملک میں ہو اور باپ اس وقت سے اہلیت دعویٰ بھی رکھتا ہو۔ چنانچہ اگر بیٹے نے باندی کو فروخت کر دیا پھر خریدا یا اس کو واپس دی گئی اور وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں جنی پس باپ نے دعویٰ کیا تو صحیح نہ ہو گا اور اس صورت میں کہ بیٹا اس کے دعویٰ کی تصدیق کرے جیسے کوئی اجنبی دعویٰ کرے اور بیٹا تصدیق کرے تو بھی یہی حکم ہے اور تیرا اگر باپ کافر ہو پھر مسلمان ہو گیا یا غلام ہو پھر آزاد ہو گیا یا مجنون ہو پھر اس کو افاقہ ہو گیا پھر وقت اسلام یا عتق یا افاقہ سے چھ مہینے سے کم میں تا وقت دعویٰ وہ جنی پس اس نے دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ باپ کو اہلیت دعویٰ حاصل نہ تھی لیکن اگر بیٹا تصدیق کرے تو نسب ثابت ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ پس اگر بیٹے نے تصدیق کر لی تو بچہ کا نسب اس کے باپ سے ثابت ہو گا مگر باپ اس باندی کا مالک نہ ہو گا اور یہ بچہ اس کے پسر یعنی باندی کے مولیٰ کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ اس کے زعم کے موافق وہ اپنے بھائی کا مالک ہوا یہ تبیین میں ہے اور اگر معتوہ نے اپنے افاقہ کے وقت دعویٰ کیا حالانکہ وہ وقت افاقہ[2] سے چھ مہینے سے کم میں جنی ہے تو قیاساً نہیں صحیح ہے اس واسطے کہ علوق کے وقت وہ اہلیت نہیں رکھتا تھا اور استحساناً صحیح ہے اس واسطے کہ عتہ مبطل حق و ولایت نہیں ہے بلکہ بجز از[(1)] عمل ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر پسر نے اپنی باندی اپنے باپ کے نکاح میں دے دی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو باندی اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور باپ پر اس بچہ کی قیمت کچھ نہ ہو گی ہاں اس پر مہر واجب ہو گا اور بچہ آزاد ہو گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر باندی مذکورہ پسر کی مدبرہ یا ام ولد ہو کہ قیمت سے باپ کی ملک میں منتقل نہ ہو سکتی ہو تو باپ کا دعویٰ کرنا باطل ہو گا یہ کفایہ میں ہے اور دادا نے اگر سگے پوتے کی باندی سے وطی کی پھر اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہو گا اگر باپ موجود ہو اس واسطے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کی ولایت منقطع ہے پھر جب باپ مر گیا اور اس کے بعد دادا نے دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو گا اور اسی طرح اگر باپ موجود ہو مگر ایسا ہو کہ اس کی ولایت کچھ نہیں ہے جیسے غلام یا کافر و مجنون وغیرہ ہو تو ولایت دادا کی ثابت ہے پس اس کا دعویٰ نسب صحیح ہو گا اور اگر باپ کی ولایت عود کیا مثلاً دادا کے دعویٰ سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا یا آزاد کر دیا گیا یا افاقہ ہو گیا تو پھر دادا کا دعویٰ قبول نہ ہو گا اور اگر باپ مرتد ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا دعویٰ نسب غلام سے موقوف رہے گا پس اگر باپ مسلمان ہو گیا تو دادا کا دعویٰ صحیح نہ ہوا اور اگر حالت ردت پر مرا یا دار الحرب میں چلا گیا اور اس کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دے دیا گیا تو دادا کا دعویٰ صحیح ہو جائے گا اور اگر مولیٰ نے باندی کو فروخت کیا اور وہ حاملہ ہے پھر دوبارہ خرید لینے سے اس کی ملک میں واپس آئی یا

---

[1] مثلاً پچاس برس کا غلام ہے اور مولیٰ پچپن برس کا ہے یا چالیس برس کا ہے ۱۲۔ [2] جس وقت افاقہ ہوا اس وقت سے شمار کیا گیا تو چھ مہینے سے کم ہوئے تھے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ برابر اس کو افاقہ رہا پھر چھ مہینے سے کم گذرے تھے کہ بچہ ہوا فافہم ۱۲۔

(1) کہ معاملات و ولایت کے کاربند نہیں ہو سکتا ہے ۱۲۔

بسبب عیب یا خیار شرط یا فساد بیع کے اس کو واپس دی گئی اور وقت بیع سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو دادا کا یا باپ کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا الا آنکہ بیٹا یا پوتا تصدیق کرے تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور باندی بقیمت اس کی ام ولد ہو گی مگر بچہ مفت آزاد ہوگا یہ خاتیہ البیان میں ہے۔ اور اگر اپنی بیوی یا باپ یا دادا کی باندی سے وطی کی اور وہ بچہ جنی اور بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر اس کے ذمہ سے حد زنا بشبہ ساقط کی جائے گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میرے واسطے اس کے مولیٰ نے حلال کر دی تو نسب ثابت نہ ہوگا الا آنکہ حلال کر دینے کے دعویٰ میں مولیٰ تصدیق کرے اور اس امر کی تصدیق کرے کہ بچہ اسی کا ہے پس اگر دونوں باتوں کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور اگر مولیٰ نے تکذیب کی پھر کبھی کسی وقت اس باندی کا مالک ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب کی باندی سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور اس کا دعویٰ کیا پس اگر مکاتب نے تصدیق کی تو نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا اور مولیٰ پر اس باندی کا عقر اور اس بچہ کی قیمت واجب ہو گی اور باندی اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور اگر مکاتب نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور یہ بچہ جس کے نسب کا مولیٰ نے دعویٰ کیا ہے اور بسبب انکار مکاتب کے مولیٰ سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوا ہے اگر کبھی مولیٰ اس بچہ کا مالک ہوا تو ملک کے وقت مولیٰ سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور مبسوط میں مذکور ہے کہ درصورت تصدیق مکاتب کے اگر مولیٰ اس باندی کا کبھی مالک ہوا تو یہ اس کی ام ولد ہو جائے گی یہ نہایہ میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی باندی کو مکاتب کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا[1] جس کا نسب معروف نہیں ہے پس مولیٰ نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو مولیٰ سے اس کا نسب ثابت ہوگا خواہ مکاتبہ اس کی تصدیق کرے یا تکذیب اور خواہ وقت کتابت سے چھ مہینہ پر جنی ہو یا کم میں یا زیادہ میں بہرحال نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا جبکہ وہ دعویٰ کرے اور بچہ آزاد ہوگا اور مولیٰ پر اس کی بابت کچھ ضمان بھی واجب نہ ہو گی پھر اگر مکاتبہ مذکورہ وقت کتابت سے چھ مہینہ سے زیادہ پر جنی ہو تو مولیٰ پر اس کا عقر واجب ہوگا پھر مکاتبہ کو اختیار ہے چاہے اپنی کتابت پر رہے اور چاہے عاجز بن کر ام ولد ہو جائے یہ بدائع میں ہے۔ اور ماذون میں مذکور ہے کہ غلام ماذون نے اگر ایک باندی خریدی اور اس کے بچہ ہو پس ماذون نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب اس سے ثابت ہوگا اور اگر مجور ہو تو ثابت نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ شبہ[(1)] کا دعویٰ کرے۔ یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہو پس دونوں کی ملک میں وہ حاملہ ہوئی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک نے اِسکا دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور پوری باندی اِسکی ام ولد ہو جائیگی:

اگر ایسی باندی خریدی جو اس سے ایک بچہ جنی ہے مع اس بچہ کے اور مع باندی کی ایک دختر کے جو کسی دوسرے مرد سے پیدا ہوئی ہے خریدی تو باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس کو اس باندی کے فروخت کا اختیار نہ رہے گا ہاں اس کی دختر کو جو دوسرے مرد سے ہوئی تھی فروخت کر سکتا ہے اور اگر اس ام ولد کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے دیا اور اس سے ایک بچہ جنی تو اس کو اس بچہ کے فروخت کا بھی اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے ان سب کو آزاد کر دیا اور پھر بعد ان کے مرتد ہو جانے اور مقید کر کے لائے جانے کے ان کو خرید کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے تھیں ویسے ہی عود کریں گی کہ باندی اور اس کی دوسری دختر اخیرہ کے

---

[1] یہ مکاتبہ کسی مرد کے نکاح میں نہیں ہے ۱۲۔

(1) وطی بشبہ واقع ہوئی ۱۲۔

فروخت کا مختار نہ ہوگا اور پہلی دختر کو فروخت کر سکتا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ باندی کو نہیں فروخت کر سکتا ہے اور ہر دو دختر کو فروخت کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہو پس دونوں کی ملک میں وہ حاملہ ہوئی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور ایک نے اس کا دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور پوری باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی یعنی نصف قیمت شریک کو تاوان دے دے گا خواہ یہ مدعی تنگ حال ہو یا مالدار ہو اور نصف عقر کا بھی ضامن ہوگا اور قیمت ولد میں کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں نے ساتھ ہی اس کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں کا ولد قرار دیا جائے گا اور باندی دونوں کی ام ولد ہو گی ایک روز ایک کی خدمت کرے گی اور دوسرے روز دوسرے کی اور کوئی شریک دوسرے کے واسطے اس باندی کی قیمت میں سے کچھ ضامن نہ ہوگا ہاں ہر ایک دوسرے کے واسطے نصف عقر کا ضامن ہوگا تو وہ قصاص[ل] ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور یہ بچہ ان دونوں میں سے ہر ایک پسر کی کامل میراث پائے گا مگر یہ دونوں اس سے ایک باپ کی کامل میراث پائیں گے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اس باندی کو ایک نے آزاد کر دیا یا مر گیا تو بالاتفاق کل باندی آزاد ہو جائے گی اور اس پر سعایت بھی لازم نہ آئے گی اور آزاد کنندہ پر امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان بھی لازم نہ ہوگی۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں سے ایک کا نواں حصہ ہے اور دوسرے کا نو دسواں حصہ ہے پھر وہ ایک بچہ جنی اور دونوں نے ساتھ ہی اس کا دعویٰ کیا تو وہ دونوں کا پسر ہوگا اور ہر ایک کا پورا پسر ہوگا پھر اگر وہ مر گیا تو دونوں اس کے وارث ہوں گے اس طرح کہ ہر ایک کو نصف میراث پدر ملے گی اور اگر اس نے کوئی جنایت کی تو دونوں کی روگار برادری اس کے جرم کے جرمانہ کو نصف نصف ادا کرے گی اور اگر باندی نے جنایت کی تو دسویں حصہ کے مالک پر اور باقی والے پر باقی جرمانہ واجب ہوگا اور اسی طرح اس باندی کی ولاء بھی اسی حساب سے دونوں کی ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک باندی تین یا چار یا پانچ میں مشترک ہو اور اس کے بچہ کا ان سب نے ساتھ ہی دعویٰ کیا تو اس کا نسب ان سب سے ثابت ہوگا اور باندی ان سب کی ام ولد ہو جائے گی۔ یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اگر چہ ان سب کے حصص مختلف ہوں مثلاً ایک کا چھٹا حصہ اور دوسرے کا چوتھائی اور تیسرے کا تہائی اور باقی چوتھے کا ہو بہر حال اس کے بچہ کا نسب ان سب سے برابر ثابت ہوگا یعنی ہر ایک کا پورا بیٹا ہوگا اور باندی میں سے ہر ایک کے حصہ کے قدر باندی اس کی ام ولد ہوگی اور متعدی بحصہٗ شریک نہ ہوگی حتیٰ کہ اس کی خدمت و کمائی و حاصلات ان سب میں بقدر ان کے حصص کے ہر ایک کو ملے گی یہ بدائع میں ہے ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہے اس کے دو بچہ ایک ہی پیٹ[1] سے ہوئے (یعنی جڑواں) پس دونوں میں سے ایک نے بڑے کا یعنی جو پہلے پیدا ہوا ہے دعویٰ کیا اور دوسرے نے چھوٹے کا دعویٰ کیا تو دونوں بڑے کے مدعی ہوں گے اور اگر دونوں دو بطن سے پیدا ہوئے (یعنی جڑواں نہ ہوئے) تو بڑا اس کے مدعی کا ہوگا اور باندی اسی کی ام ولد ہو جائے گی۔ اور اس کا مدعی باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر شریک کو تاوان دے گا اور بچہ کی قیمت میں کچھ تاوان نہ دے گا۔ اس واسطے کہ اس کا علوق آزادی کے ساتھ ہوا ہے اور دو چھوٹے بچہ کا نسب اس کے مدعی سے استحساناً ثابت ہوگا مگر وہ بچہ کی تمام قیمت کا شریک اوّل کے واسطے ضامن ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اور اگر ایک باندی دو مردوں میں شریک ہو پس ایک نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر لڑکا ہو تو وہ مجھ سے ہے اور اگر لڑکی ہو تو مجھ سے نہیں ہے اور دوسرے نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر لڑکی ہو تو وہ میرا نطفہ ہے اور اگر لڑکا ہو تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اور آنکہ یہ دونوں کلام ان دونوں کے

ل اولاً بدلا ہو جائے گا نہ دوہ دے نہ وہ ۱۲۔

(۱) جوڑا پیدا ہوئے آگے پیچھے ۱۲۔

ساتھ ہی صادر ہوئے اور اس صورت میں اس بطن سے جو پیدا ہوا وہ ان دونوں کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور اگر کسی سے ان دونوں سے پہلے کلام صادر ہوا تو جو پیدا ہوا اور وہ اسی کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو بشرطیکہ ان دونوں کلاموں سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا اور اگر کلام اوّل سے چھ مہینے پر اور کلام ثانی سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو وہ دوسرے کا ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور اگر دونوں کلاموں سے چھ مہینے پر پیدا ہوا تو اس کا نسب ان دونوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہوگا الاّ آنکہ دعویٰ از سرِ نو پایا جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر دو شریکوں کی مملوکہ مشترک باندی دونوں کے مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے پر بچہ جنی پس ایک شریک نے باندی کا دعویٰ کیا کہ یہ میری دختر ہے اور دوسرے شریک نے اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور حال یہ ہے کہ ہر ایک نے جس کے نسب کا دعویٰ کیا ہے ایسا بچہ اس کے پیدا ہو سکتا ہے اور دونوں کلام ساتھ ہی خارج ہوئے تو بچہ کی دعوت لی ہوگی اس واسطے کہ وہ باندی کی دعوت کے لیے اسبق ہے از راہ تقدیر بدیں وجہ کہ بچہ کے نسب کی دعوت استیلاء دی ہے اور باندی کے نسب کا دعویٰ دعوت تحریر ہے اور دعوت استیلاد مستند ہے اور دعویٰ تحریر مقتصر بقدر ضرورت ہوتا ہے پس بچہ کے نسب کا دعویٰ مستند ہوگا پس اس کے مدعی پر باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر دوسرے کے واسطے واجب ہوگا اور یہ نہ ہوگا کہ چونکہ مدعی نسب کنیز نے اس کی تحریر کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ میری دختر ہے لہٰذا بچہ کا مدعی تاوان سے بری ہو جائے اور اگر باندی دونوں کی مملوکہ ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی تو ہر ایک شریک کا دعویٰ صحیح ہوگا کیونکہ کسی کے دعویٰ کا کوئی مرجح نہیں ہے اس واسطے کہ دونوں کی دعوت اس صورت میں دعویٰ[1] تحریر ہے پس کسی کو دوسرے پر سبقت نہ ہوگی پس بچہ کا نسب اس کے مدعی سے اور باندی کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہوگا پھر مدعی ولد اپنے شریک کو بابت ولد کے کچھ تاوان نہ دے گا اور اس پر اتفاق ہے اور باندی کے مدعی پر باندی کی بابت بھی امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ تاوان نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اس دعویٰ میں ایسا ہوا کہ گویا اس نے شریک کی ام ولد کو آزاد کر دیا اور ام ولد کی رقیت امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ متقوم نہیں ہوئی ہے یعنی قیمت دار ہونے میں داخل نہیں ہے اور مدعی ولد پر کچھ عقر واجب نہ ہوگا اور اگر باندی دونوں کی ملک میں آنے کے وقت سے چھ مہینہ پر ایک لڑکی جنی پھر یہ لڑکی اپنے وقت پر ایک لڑکی جنی پھر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک لڑکی کا دعویٰ کیا تو ہر دو دعویٰ صحیح ہوں گے اور دختر اوّل کے مدعی پر باندی کی نصف قیمت اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگی لیکن اگر یہ باندی قبل ایسے دعویٰ کے واقع ہونے کے قتل کی گئی تو ایسی صورت میں اوّل دختر کا مدعی اپنے شریک کے واسطے اصل باندی یعنی دختر اول[2] کی ماں کی کچھ قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور نیز اس پر دختر اوّل کی کچھ قیمت جس کے نسب کا دعویٰ کرتا ہے واجب نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور دوسری دختر کے مدعی پر اوّل[3] کے واسطے تمام عقر واجب ہوگا۔ اور اگر ہر دو کی مملوکہ ہونے سے چھ مہینے سے کم میں لڑکی جنی پھر یہ لڑکی اپنے وقت پر ایک لڑکی جنی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو معتبر دوسری ہے دختر کے نسب کا دعویٰ ہوگا اور پہلی دختر کا دعویٰ نسب صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ دختر دوم کا دعویٰ نسب مدعی استیلاد ہے پس بسبب استفلو کے مقدم ہے اور دعویٰ دختر اوّل دعویٰ تحریر ہے اس واسطے کہ اس کا علوق ان دونوں کی ملک میں نہ تھا اور دوسری دختر کا مدعی اپنے شریک کے واسطے دختر اوّل کی نصف قیمت اور نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دختر اوّل کے مدعی پر اپنے شریک کے واسطے اس کی ماں کی بابت کچھ تاوان واجب نہ

---

[1] دعویٰ تحریر یہ ہے کہ باندی پر اس کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا حالانکہ اسے علوق اس کی ملک میں نہ تھا اور دعویٰ استیلاء آنکہ جس کے ولد ہونے کا مدعی اس کا علوق ممکن ہے کہ اس کی ملک میں ہوا ہو والکلام المفصل نے باب نے نے النسب فی المجلد الثالث ان شیعت فارجع منا ک ۱۲۔ [2] دختر اوّل کی ماں اور دوسری دختر کی نانی ۱۲۔ [3] قولہ دختر اوّل کے واسطے اور نہ کہا کہ اس کے مدعی کے واسطے اس واسطے کہ وہ دختر آزاد ہے ۱۲۔

ہوگا جیسا کہ پہلی صورت مذکورہ بالا میں واجب ہوا تھا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہے اس کے ایک ہی بطن سے دو بچہ پیدا ہوئے ایک زندہ اور دوسرا مردہ......:

☆ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہے پس خالد سے اس کے بچہ پیدا ہوا اور خالد نے کہا کہ تم دونوں نے میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا پس ہر دو شریک میں سے ایک نے مثلاً زید نے اس کی تصدیق کی اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم نے اس کو تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا تو نصف باندی ام ولد موقوف رہے گی اور وہ کسی کی خدمت نہ کرے گی اور باقی نصف اس کی رقیق ہوگی جو تزویج کا مقر ہے یعنی زید کی مگر خالد کو اس باندی سے وطی حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ زید و خالد نے باہم نصف باندی کی بابت نکاح میں اتفاق کیا ہے اور اس قدر مفید حلت نہیں ہے اور نصف بچہ حصہ مقر بیع یعنی عمرو کا نصف حصہ دار آزاد ہوگا اور باقی نصف کے واسطے سعایت کرے گا اور جو مقر نکاح ہے اس کو خالد سے تاوان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ وہ مقر بیع سے تاوان لے سکتا ہے اور خالد پر اس کا عقر کامل واجب ہوگا جو زید و عمرو دونوں میں مشترک ہوگا پس مقر بیع یعنی عمرو اس میں سے نصف عقر بطریق ثمن لے لے گا اور عقر نکاح یعنی زید باقی نصف کو بطریق مہر لے لے گا اور مقر بیع سے کہا جائے گا کہ تو اس کو اسی جہت سے لے[1] لے جس کا تو مدعی ہے اور اگر خالد مر گیا تو باندی مقر نکاح ایسی زید کے واسطے اپنی نصف قیمت کے لیے سعایت کرے گی اور اگر زید و عمرو دونوں نے کہا کہ ہم نے تیرے ہاتھ اس کو فروخت کیا ہے تو خالد ان دونوں کے واسطے اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا ہاں اس کے عقر کا دونوں کے لیے ضامن ہے اور اگر باندی مجہولہ ہو کہ اس کا مولیٰ نہ معلوم^ل ہوتا ہو پس خالد نے کہا کہ تم دونوں نے اس کو میرے نکاح میں دیا ہے اور ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تیرے ہاتھ اس کو فروخت کیا ہے تو باندی اس کی ام ولد ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور خالد پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور آیا عقر کا ضامن ہوگا یا نہیں سو کتاب میں اس کو ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہیں ضامن ہوگا اور خالد نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور زید و عمرو نے بیع کا دعویٰ کیا اور باندی مجہولہ ہے یا زید و عمرو نے کہا کہ تو نے اس کو غصب کر لیا ہے پس خالد نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو تو باندی اس کی ام ولد ہوگی اور اس پر باندی و بچہ دونوں کی قیمت واجب ہوگی اور اگر باندی نے ان سب کے قول کی تصدیق کی تو اس کے قول کی اس کے حق میں تصدیق کی جائے گی چنانچہ وہ رد کر کے زید و عمرو کی رقیق کر دی جائے گی اور اگر خالد نے خرید کا دعویٰ کیا اور جو باندی کا مولیٰ ہے اس نے نکاح کر دینے کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ باندی اسی مقر کی ہے اور اگر یہ معلوم[2] نہ ہو تو بچہ آزاد بھی ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہے اس کے ایک ہی بطن سے دو بچہ پیدا ہوئے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پس دونوں میں سے ایک نے مردہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور زندہ کی نفی کی تو زندہ اور دوسرا مردہ پس دونوں میں سے ایک نے مردہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور زندہ کی نفی کی تو زندہ بھی اس کے ساتھ لازم ہوگا اور بعد اس کے نفی نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر ہر ایک نے مردہ کے نسب کا دعویٰ کیا یا ہر ایک نے ہر دو بچہ کا دعویٰ کیا تو دونوں کا نسب ان دونوں سے ثابت ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باندی زید و اس کے پسر و اس کے پدر ان سب کے درمیان مشترک ہو پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور ان سب نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو زید کا باپ اولیٰ ہے یعنی اسی سے نسب ثابت رکھا جائے گا یہ

ل اگرچہ زید و عمرو مثلاً مدعی ہوں کہ یہ ہماری ہے ۱۲۔

(۱) بطور ثمن بائع سے ۱۲۔ (۲) اگر باندی مجہولہ ہو ۱۲۔

ظہیر یہ میں ہے۔

اگر باندی زید اور اس کے پسر کے درمیان مشترک ہو اور اس کے بچہ کا ان دونوں نے دعویٰ کیا تو استحساناً زید اولیٰ ہے اور زید اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور رہا نصف عقر سو زید اس کے نصف عقر کا اپنے پسر کے واسطے اور پسر اس کے نصف عقر کا زید کے واسطے ضامن ہوگا پس باہم قصاص کریں گے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا ذمی ہو پس مشترکہ باندی کے بچہ کا دونوں نے ساتھ ہی دعویٰ کیا تو مسلمان اولیٰ ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ذمی دعویٰ نسب سے کچھ پہلے مسلمان نہ ہو گیا ہو اور اگر ذمی مسلمان ہو گیا پھر باندی کے بچہ ہوا پھر دونوں نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ حالت میں دونوں یکساں ہیں اور اگر دعویٰ نسب درمیان مرتد و ذمی کے ہو تو بچہ مرتد کا ہوگا اور ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے لیے نصف عقر باندی کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور اگر ایسا جھگڑا درمیان کتابی اور مجوسی کے ہو تو کتابی اولیٰ ہے اور اگر غلام و مکاتب کے درمیان ہو تو مکاتب اولیٰ ہے اور اگر غلام مسلمان اور آزاد کافر کے درمیان ہو تو کافر آزاد اولیٰ ہے اور اگر دونوں میں سے کسی کا دعویٰ نسب مقدم ہوا ہو تو جس نے پہلے دعویٰ کیا ہے وہی اولیٰ ہوگا چاہیے کوئی ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر زید سے کوئی باندی بچہ جنی پھر زید نے اور عمرو نے مل کر اس کو خرید کیا تو وہ زید کی ام ولد ہو جائیگی:

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ دو مردوں نے ایک کی زوجہ خریدی یعنی زید و عمرو دونوں نے زید کی زوجہ کو جو خالد کی باندی ہے خالد سے خرید[1] کیا پھر ایک مہینہ کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو شوہر سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور وہ بچہ کی کچھ قیمت کا ضامن نہ ہو گا۔ اور اگر دو بھائیوں نے ایک حاملہ باندی خریدی پس اس کے بچہ پیدا ہوا پھر ایک نے اس کا دعویٰ نسب کیا تو اس پر بچہ کی نصف قیمت تاوان لازم ہوگی اور[ا] یہ بچہ بسبب قرابت کے اپنے چچا کی طرف سے آزاد نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ دعویٰ نسب مقدم ہو چکا ہے پس حکم مضاف بجانب دعویٰ ہوگا نہ بجانب قرابت کذا فی الظہیر یہ۔ اگر زید سے کوئی باندی بچہ جنی پھر زید نے اور عمرو نے مل کر اس کو خرید کیا تو وہ زید کی ام ولد ہو جائے گی اور زید اس کی نصف قیمت کا عمرو کے واسطے ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ اس طرح اگر زید و عمرو دونوں نے اس کو میراث میں پایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باندی کے ساتھ اس کا بچہ بھی میراث میں پایا جو زید کا پسر ہے اور دوسرا شریک عمرو اس بچہ کا ذی رحم محرم ہوتا ہے تو یہ بچہ ان دونوں سے آزاد ہو جائے گا اور اگر شریک عمرو اس کا ذی رحم محرم نہ ہو بلکہ اجنبی ہو تو حصہ زید اس ولد میں سے آزاد ہو جائے گا اور حصہ عمرو کے واسطے سعایت کرے گا اور اسی طرح اگر دونوں نے اس بچہ کو خریدا یا وہ ان کو ہبہ کیا گیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے خواہ شریک اجنبی کو خرید سے پہلے یہ بات معلوم ہو کہ میرا شریک اس کا باپ ہے یا نہ معلوم ہو زید و عمرو کی مشترکہ باندی خالد سے بچہ جنی پس خالد نے زید سے اس کا حصہ باندی و بچہ خرید کیا حالانکہ زید مالدار ہے تو زید اپنے شریک عمرو کے حصہ باندی کا ضامن ہوگا اور عمرو کو بچہ کی بابت اپنے حصہ میں اختیار ہے چاہے زید سے تاوان لے اور چاہے اس سے سعایت کرا دے اور چاہے آزاد کر دے بر بنائے قول امام اعظمؒ ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

[ا] یہ بچہ یعنی یہ تو دوسرے بھائی کا بھتیجا ہوا پھر کیونکر آزاد نہ ہوا بلکہ نصف قیمت لازم آئی تو جواب دیا کہ قرابت سے پہلے ایک بھائی نے اس کا دعویٰ کیا اور نصف قیمت اس پر لازم ہوئی تب وہ بچہ دعویٰ کے اس کا بیٹا ہوا تب بھائی کا بھتیجا ہوا پس اب آزاد ہوگا و لیکن بے فائدہ ہے کیونکہ نصف قیمت دے چکا اور قرابت سابقہ ظاہر نہیں ہے تا کہ دعویٰ سے پہلے آزاد ہو فافہم ۱۲۔

(۱) پس نکاح ٹوٹ گیا ۱۲۔

ایک باندی دو مردوں میں مشترک ہے دونوں نے اپنی صحت میں کہا کہ یہ باندی ہم میں سے ایک کی ام ولد ہے پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کو حکم دیا جائے گا کہ تو بیان کر اور مردہ کے وارثوں کو یہ حکم نہ دیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ اسی کی ام ولد کر دی جائے گی اور اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ عقر کا ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد ملک کے اس کے ساتھ وطی کا اس نے اقرار نہیں کیا ہے پس احتمال ہے کہ شاید قبل ملک کے بذریعہ نکاح کے اس سے اولاد ہوئی ہو اور اگر اس نے کہا کہ یہ میت کی ام ولد ہے تو آزاد ہو جائے گی خواہ وارثانِ میت اس کے قول کی تصدیق کریں یا نہ کریں اور اس پر زندہ کے واسطے سعایت لازم نہ ہوگی اور نہ وارثانِ میت کے واسطے سعایت کرے گی۔ اور اگر یہ کلام دونوں سے حالت مرض میں صادر ہوا اور وارثانِ میت نے کہا کہ ہمارے مورث نے تجھ کو مراد لیا تھا تو اس کی سماعت نہ ہوگی اور اگر میت کے وارثوں نے کہا کہ ہمارے مورث نے اپنے آپ کو مراد لیا تھا مگر ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو شریک زندہ کے واسطے اس باندی کی نصف قیمت ترکہ میت میں واجب ہوگی اور باندی اس کے تہائی[1] مال سے آزاد ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر دو شریکوں کی ملک میں باندی مشترکہ بچہ جنی اور ہر ایک نے اقرار کیا کہ ہم میں سے ایک کا یہ بچہ ہے یعنی ایک کا نطفہ ہے پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو بچہ آزاد ہوگا اور بیان کرنا زندہ شریک پر ہے پس اگر اس نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور باندی کی نصف قیمت و نصف عقر کا شریک کے واسطے ضامن ہوگا اور اس میں صحت و مرض یکساں ہے پس اگر اس نے صحت میں کہا کہ یہ میرے شریک کا ولد ہے تو اس بچہ کا نسب ان دونوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہوگا اور بچہ مفت آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح باندی بھی مفت آزاد ہو جائے گی اور اگر یہ قول ان دونوں کی طرف سے شریک میت کے مرض میں واقع ہوا ہو پس وارثوں کی ام ولد ہے تو باندی و بچہ دونوں آزاد ہو جائیں گے اور ضمان و سعایت کچھ نہ ہو گی اور اگر وارثوں نے کہا کہ ہمارے مورث نے اقرار کیا کہ یہ میرا ولد ہے مگر ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے ہیں تو باندی اور بچہ دونوں آزاد ہو جائے گے اور وارثوں پر واجب ہوگا کہ میت کے ترکہ سے باندی کی نصف قیمت و نصف عقر شریک زندہ کو تاوان دیں اور باندی مذکورہ پر جو ام ولد میت ہو کر آزاد ہوگئی ہے کسی کے واسطے سعایت واجب نہ ہوگی اور بچہ کا نسب شریک میت سے استحساناً ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

[1] تہائی یعنی میت کا ترکہ دیکھا جائے گا اگر اس قدر ہو کہ باندی اس کی تہائی ہو سکتی ہے تو کل بغیر سعایت آزاد ہوئی اور اگر کل نہ نکلی تو بقدر تہائی کے منہا کر کے باقی وارثوں کو کمائی کر کے ادا کرے لیکن وہ آزاد ہوگی ۱۲۔

کتاب الایمان

اِس میں بارہ ابواب ہیں

باب : ①

یمین کی تفسیر شرعی واس کے رُکن وشرط وحکم کے بیان میں

قال المترجم اور بعض نسخ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ظالموں کے قسم دلانے اور مستحلف (۱) کی نیت کے سوائے حالف کے قسم کھا جانے کے بیان میں۔ قال المترجم یمین قسم ایمان جمع یمین۔ حلف قسم۔ حالف قسم کھانے والا مستحلف قسم لینے والا۔ تحلیف قسم دلانا محلوف جس کو قسم دلائی ہے تعلیق قسم یہ کہ اگر ایسا ہو تو آزاد ہے اور تجیز یہ کہ واللہ میں تجھے ماروں گا کہ وہ کسی امر پر معلق نہیں ہے اور جزاء جو قسم پر قرار دی ہے درصورتیکہ جھوٹی ہو جائے حنث قسم میں جھوٹا ہو جانا مثلاً کہا کہ واللہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا پھر کھایا تو حانث ہو گیا۔ برقسم کو پورا کرنا مثلاً مثال مذکور میں گوشت تا موت نہ کھایا تو بار ہوا فاحفظ الجملة ولترجع الى ترجمة الكتاب شرع میں یمین ایسے عقد سے عبارت ہے کہ اس کے ہاتھ حالف کا عزم کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قوی ہو جائے۔ یہ کفایہ میں ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات کے ساتھ دوم قسم بغیر اللہ تعالیٰ و بغیر صفات اللہ تعالیٰ اور وہ اس طور پر ہے کہ جزاء کو کسی شرط پر معلق کرے یہ کافی میں ہے۔

پھر واضح ہو کہ جو قسم بغیر اللہ تعالیٰ ہو اس میں دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اپنے باپ و دادا وغیرہ یا انبیاء علیہم السلام یا ملائکہ علیہم السلام یا نماز اور روزہ و یا دیگر شرائع اسلام یا کعبہ و حرم و زمزم وغیرہ ایسی چیزوں کے ساتھ ہو تو اُن میں سے کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ دوم آنکہ شرط و جزاء کے طور پر ہو اور یہ قسم منقسم بدو نوع ہے ایک یمین بقرب دوم یمین بغیر قرب پس یمین بقرب[ل] اس طرح ہے کہ مثلاً کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر روزہ یا نماز واجب ہے یا حج یا عمرہ یا ہدی یا عتق رقبہ یا صدقہ یا مثل اس کے واجب ہے اور یمین بغیر قرب اس طرح ہے کہ مثلاً کہا کہ اگر ایسا کروں تو میری بیوی پر طلاق یا میرا غلام آزاد ہے یہ بدائع میں ہے۔

شرطِ صالح سے مراد:

قسم باللہ تعالیٰ کا رکن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک ذکر کرے یا جس صفت سے قسم کھائی ہے وہ صفت قسم میں ذکر کرے اور قسم کے بغیر اللہ تعالیٰ کا رکن یہ ہے کہ شرط صالح و جزائے صالح بیان کرے یہ کافی میں ہے اور شرط صالح سے یہ مراد ہے کہ بالفعل معدوم ہو مگر اس کے وجود کا احتمال و خطر ہو اور جزائے صالح سے یہ مراد ہے کہ شرط پائی جانے پر اس کا پایا جانا یقینی ہو یا بگمان غالب پائی جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جزا مضاف ملک ہو یا بسبب ملک ہو اور یہ شرط ہے کہ جزا ایسی چیز ہو کہ اس کے ساتھ قسم کھائی

ل جزا ایسی چیز مقرر کرے جس سے قربت الٰہی حاصل ہوتی ہے بنظر ثواب نقل من حیث الاصل ۱۲۔

(۱) یعنی قسم لینے والے نے جس ظاہری امر پر قسم دلائی ہے قسم کھانے والا الا یمین اس کے سوائے کچھ اور نیت کر کے قسم کھا گیا ۱۲۔

جاتی ہو حتیٰ کہ اگر ایسی نہ ہو گی تو یہ قسم نہ ہو گی چنانچہ اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو زید میرا وکیل ہے یا میرا غلام ماذون التجارت ہے تو وکالت یا اذن تجارت کو جزا قرار دے کر قسم کھانے سے قسم نہ ہو گی ایسا ہی امام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

قسم باللہ تعالیٰ کے شرائط بہت ہیں از انجملہ قسم کھانے والا عاقل[1] و بالغ ہو پس مجنوں کی قسم نہیں صحیح ہے اور طفل کی قسم بھی نہیں صحیح ہے اگر چہ عاقل ہو۔ از انجملہ یہ کہ مسلمان ہو پس کافر کی قسم نہیں صحیح ہے چنانچہ اگر کافر نے قسم کھائی پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حانث ہوا تو ہمارے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہ ہو گا یہ بدائع میں ہے۔

جس بات پر قسم کھائی ہے اس کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وقت قسم کے اس کا وجود متصور ہو سکتا ہو:

مرتد ہونے سے قسم باطل ہو جاتی ہے پھر اگر اس کے بعد وہ مسلمان ہوا تو قسم کا حکم اس کو لازم نہ ہو گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور آزاد ہونا شرط نہیں ہے پس مملوک کی قسم ہے مگر حانث ہونے سے اس پر فی الحال کفارہ بمال لازم نہ ہو گا اس واسطے اس کی کچھ ملک نہیں ہے ہاں اس پر روزہ دن سے کفارہ واجب ہو گا مگر مولیٰ کو اختیار ہے کہ اس کو روزہ رکھنے سے منع کرے اور اسی طرح ہر ایسے روزہ سے منع کر سکتا ہے جس کے سبب وجوب کا مباشر غلام ہو جیسے نذر کے روزے اور اگر مولیٰ نے اس غلام کو قبل اس کے کہ وہ روزہ سے کفارہ ادا کرے آزاد کر دیا تو اس پر مال سے کفارہ دینا واجب ہو گا اور نیز ہمارے نزدیک بطوع[2] خود ہونا قسم کے واسطے شرط نہیں ہے پس جس پر قسم کھانے کے واسطے اکراہ و زبردستی کی گئی ہو اس کی قسم صحیح ہے اور اسی طرح جد و عمد بھی ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے پس جس نے ہزل سے قسم کھائی یا خطا سے اس کی قسم صحیح ہو جائے گی اور جس بات پر قسم کھائی ہے اس کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وقت قسم کے اس کا وجود متصور ہو سکتا ہو اور یہ انعقاد قسم کی شرط ہے پس جو حقیقۃً مستحیل الوجود ہو اس پر قسم منعقد نہ ہو گی اور اگر متصور الوجود ہونے کے بعد ایسی حالت ہوگئی کہ وہ مستحیل الوجود ہو گیا تو قسم باقی نہ رہے گی اور یہ امام اعظم و امام محمد کا قول ہے اور جو امر کہ حقیقۃً مستحیل الوجود نہیں ہے مگر عادت کی راہ سے مستحیل الوجود ہے تو ہمارے اصحاب ثلثہ نے فرمایا کہ متصور الوجود شرط نہیں ہے چنانچہ جو امر عادت کی راہ سے مستحیل الوجود ہے مگر حقیقت میں مستحیل الوجود نہیں ہے اس پر قسم منعقد ہو جائے گی اور نفس رکن میں یہ شرط ہے کہ استثناء سے خالی ہو مثلاً ایسے الفاظ نہ ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اور الا ان شاء اللہ تعالیٰ اور ماشاء اللہ تعالیٰ اور الا آنکہ مجھے اس کے سوائے اور امر ظاہر ہو کہ قریب بمصلحت ہو اور لا آنکہ میری رائے میں اس کے سوائے دوسرا امر آئے یا اس کے سوائے دوسرا امر مجھے پسند یا یوں کہا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مدد دے یا اللہ تعالیٰ مجھ پر آسان کرے یا کہا کہ بمعونت الٰہی یا تیسیر الٰہی یا مثل اس کے چنانچہ اگر ان میں سے کوئی لفظ اس نے قسم سے ملا کر کہا تو قسم منعقد نہ ہو گی اور اگر جدا کر کے کہا تو قسم منعقد ہو گی اور قسم بغیر اللہ کی صورت میں یعنی جملہ شرطیہ کی صورت میں قسم کھانے والے میں جو شرط جواز طلاق و عتاق کی ہے وہی سب ان دونوں کے ساتھ قسم منعقد ہونے کی شرط ہے اور جو نہیں ہے وہ نہیں ہے اور محلوف علیہ یعنی جس پر قسم کھائی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ ایسا امر ہو کہ زمانہ آئندہ میں ہو پس جو امر موجود ہے اس کی اس پر قسم نہ ہو گی بلکہ تنجیز ہو گی چنانچہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر آسمان

---

[1] قال المترجم جہاں فقہ میں عاقل شرط ہے وہاں یہ مراد ہے کہ وہ اس عقد کے حکم کو جانتا ہو اور معنی عام یعنی فقط دانائی و سمجھ نہیں مراد ہے ۱۲۔ [2] بطوع خود بغیر زبردستی کے جد جو قصداً ہو ہزل جو فضول ہو مستحیل الوجود یعنی جس کا پایا جانا حقیقۃً محال ہو۔ متصور الوجود جس کا تصور ممکن ہو اگر چہ عادت کی راہ سے نہ پایا جائے ۱۲۔

ہمارے اوپر ہو تو طلاق میں الحال واقع ہو جائے گی اور جس کی طلاق یا عتاق کی قسم کھائی ہے اس میں یہ شرط ہے کہ ملک قائم ہونا اضافت بجانب ملک یا بسبب ملک ہو اور نفس رکن میں وہی شرط ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانے میں مذکور ہوئی ہے اور اگر یہ لفظ بھی زیادہ کیا اگر اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے یا بمعونت الٰہی پس اگر اس لفظ سے استثناء کی نیت ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ استثناء کنندہ ہوگا مگر قضاء اس کے یعنی تعلیق نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو قسم ہوتی ہے وہ تین نوع کی ہے غموس ولغو ومنعقدہ پس یمین غموس ایسی قسم ہے کہ کسی چیز کی اثبات یا نفی بزمانہ حال یا ماضی پر عمداً دروغ کے ساتھ ہوئے اور ایسی قسم کھانے والا آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے اس کو چاہیے کہ توبہ و استغفار کرے اور اس پر کفارہ نہیں ہوتا ہے اور قسم لغو یہ ہے کہ کسی چیز پر زمانہ ماضی یا حال میں قسم کھائے درحالیکہ اس کا گمان ہو کہ بات یوں ہی ہے جیسے کہتا ہے حالانکہ امر اس کے برخلاف ہو مثلاً کہے کہ واللہ میں نے ایسا کیا ہے حالانکہ اس نے درواقع نہیں کیا ہے اس کی یاد میں یوں ہی ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے یا کہا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے حالانکہ اس نے ایسا کیا ہے مگر اس کا گمان یوں ہی ہے میں نے نہیں کیا ہے یا دور سے ایک شخص کو دیکھ کر گمان کیا کہ وہ زید ہی ہے پس کہا کہ واللہ وہ زید ہے حالانکہ وہ عمرو تھا یا کسی اور کو دیکھ کر کہا واللہ وہ کوا ہے درحالیکہ اس کے گمان میں وہ کوا ہے لیکن درو واقع وہ چیل تھی تو ایسی قسم میں امید ہے کہ قسم کھانے والا ماخوذ نہ ہو اور قسم زمانہ ماضی میں اگر بدوں قصد ہو تو ہمارے نزدیک دنیا و آخرت میں اس کا کچھ حکم نہیں ہے یعنی لغو ہے اور قسم منعقدہ یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر حانث ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ پھر قسم منعقدہ باعتبار وجوب حفظ کے چار طرح کی ہوتی ہے یعنی واجب ہے حفاظت کرے اور ٹوٹنے نہ پائے یا توڑ دینا مستحب یا واجب ہو پس ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اس میں پورا کرنا واجب ہے اور اس کی یہ صورت ہے جب قسم منعقدا ایسے فعل کے کرنے پر ہو جو طاعت الٰہی ہے کہ اس کے ساتھ مامور ہے یا ایسے فعل کے نہ کرنے پر جو معصیت ہے کہ جس کے نہ کرنے پر مامور ہے تو حفاظت قسم واجب ہے کہ یہ امر اس پر قبل قسم کے فرض تھا اور قسم سے زیادہ تاکید ہوگئی۔ دوم آنکہ اس کی حفاظت جائز نہیں ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ ترک طاعت یا فعل معصیت پر قسم کھائی یعنی طاعت نہ کرے گا اور معصیت کرے گا تو اس کو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور تیسری قسم یہ کہ اس کی حفاظت کرنے و نہ کرنے دونوں میں مختار ہے مگر قسم کا توڑ دینا حفاظت کرنے سے اچھا ہے تو اس میں توڑ دینا مستحب ہے اور چہارم آنکہ اس میں پورا کرنا یا توڑ دینا مساوی ہے پس دونوں باتوں میں مختار ہوگا اور ایسی قسم کی حفاظت اولیٰ ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

وہی قسم بطلاق وعتاق اور اس کے مانند چیزوں کے ساتھ سو ان میں سے جو قسم ایسے امر پر ہو کہ مستقبل میں اس کا وجود ہوئے یا نہ ہوئے تو وہ مثل قسم منعقدہ کے ہے اور جو امر متعلق زمانہ ماضی پر ہے پس اس میں لغو یا غموس تو متحقق نہ ہوگا لیکن جب اس کے برخلاف ہونا معلوم ہو یا کچھ معلوم نہ ہو تو جزاء مثلاً طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ تحقیق وتنجیز ہے یہ ایضاح میں ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر یہ زید نہ ہو تو مجھ پر حج واجب ہے اور وہ زید نہ نکلا حالانکہ اس کو وقت کلام کے زید ہونے میں شک نہ تھا تو اس پر حج واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور جس امر پر قسم کھائی تھی اس کو عمداً کیا یا نسیان سے کیا یا باکراہ کیا تو یہ سب یکساں ہیں اور وہ حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس پر بیہوشی طاری ہوئی یا مجنون ہوا پھر اس نے کیا تو بھی حانث ہو جائے گا۔ یہ سراج وہاج میں ہے اور جو شخص سوتا ہے خواب میں اس کی قسم صحیح نہیں ہے اور یہ اختیار شرح مختار ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا مکروہ تو نہیں ہے لیکن زیادہ قسم کھانے سے کم کھانا بہتر ہے اور قسم بغیر اللہ تعالیٰ بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور عامہ

علماء کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس سے وثیقہ بعود حاصل نہیں ہوتا ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ کافی میں ہے۔

باب : ②

اِن صورتوں کے بیان میں جو قسم ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی

قسم ہوتی ہے بنام اللہ تعالیٰ یا اللہ تعالیٰ کے دوسرے نامائے پاک میں سے کسی نام کے ساتھ جیسے رحمٰن یا رحیم اور اللہ تعالیٰ کے سب نام پاک اس امر میں برابر ہیں خواہ لوگوں میں اس نام سے قسم کا رواج ہو یا نہ ہو اور یہی ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے یا اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی صفت سے جس کے ساتھ قسم کھانے کا لوگوں میں رواج ہو جیسے عزة الله و جلال الله و کبریاء الله اور یہ[1] مشائخ ماوراء النہر کا مختار ہے کذا فی الکافی اور اصح یہ ہے کہ ذکر صفات میں اعتبار رواج کا ہے یہ شرح نقایہ برجندی میں ہے۔ اگر کہا کہ قسم میرے رب کی یا کہا کہ قسم رب العرش کی یا قسم رب العالمین کی تو حالف ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ قسم حق کی میں ایسا نہ کروں گا تو بلا خلاف یہ قسم ہے اور اگر کہا کہ بالحق اللہ میں ایسا نہ کروں گا تو قسم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا: وقوة الله وارادته و مشية و محبته و كلامه تو حالف ہوگا:

اگر کہا کہ وحق اللہ لا افعل کذا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم نہ ہوگی قال المترجم اگر ہماری زبان میں اس کا ترجمہ یوں کیا کہ قسم حق اللہ تعالیٰ کی میں ایسا نہ کروں گا تو قسم ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم اور امام یوسفؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت موافق قول طرفین کے ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر کہا کہ وحرمة اللہ تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہ بمنزلہ وحق اللہ کے ہے یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم وحق اللہ میں واو قسم جارہ ہے لہٰذا اگر اس کا ترجمہ بصریح لفظ قسم ہو تو قسم ہو جائے گی فظر ان الفاظ الباب اکثر ہا تعلیق بالعربیہ اور اگر کہا کہ وعظمة اللہ تعالیٰ یا کہا و کملوته و قدرته تو یہ قسم ہوگی خواہ نیت قسم ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا و جبروت اللہ تو یہ قسم ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کہا کہ وقوة الله وارادته و مشية و محبته و كلامه[2] تو حالف ہوگا۔ یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ وامانة اللہ تو قسم ہوگی اور طحاوی نے ذکر کیا کہ یہ قسم نہ ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت ہے اور اگر کہا کہ وعہد اللہ یا ذات اللہ تو قسم ہوگی اور اگر کہا کہ گواہی دیتا ہوں کہ ایسا نہ کروں گا یا کہا کہ گواہی دیتا ہوں ساتھ اللہ کے کہ ایسا نہ کروں گا یا کہا کہ قسم کھاتا ہوں یا کہا کہ قسم اللہ کی کھاتا ہوں یا کہا کہ حلف کرتا ہوں یا حلف اللہ تعالیٰ کی کرتا ہوں یا عزم کرتا ہوں یا ساتھ اللہ کے عزم کرتا ہوں یا کہا کہ مجھ پر عہد ہے یا مجھ پر عہد اللہ ہے کہ ایسا نہ کروں گا یا کہا کہ مجھ پر ذمة اللہ ہے کہ ایسا نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا کہ مجھ پر یمین ہے یا مجھ پر یمین اللہ ہے یا کہا کہ لعمر[3] اللہ یا کہا کہ مجھ پر نذر اللہ ہے کہ ایسا نہ کروں گا تو یہ قسم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ بسم اللہ میں ایسا نہ کروں گا تو قول مختار میں یہ قسم نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ اس نے قسم کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ بسم اللہ تو قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ وایم اللہ میں ایسا نہ کروں گا تو قسم ہوگی اور اس طرح و ایمن الله

---

[1] قولہ قسم بغیر اللہ تعالیٰ اور مراد اس سے خاص قسم جائز ہے جس کو اوپر بیان کیا ہے یعنی قسم بشرط و جزائے طلاق و عتاق وغیرہ ورنہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے نام کی قسم کو مطلقاً ناجائز فرمایا ہے فافہم ۱۲۔ [2] الگ الگ ہر ایک سے بلفظ واو قسم کھائی چنانچہ کہا کہ وکلام اللہ و ارادة اللہ وغیرہ ذلک ۱۲۔ [3] بلام قسم ۱۲۔

و یمن اللہ تعالیٰ کسر ہمزہ دمن اللہ و من بمیم قاعدہ بہر سہ حرکات واعرابات ثلث یہی حکم رکھتے ہیں۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔
اگر کہا کہ ومیثاق اللہ تو قسم ہوگی یہ کافی میں ہے اور اس طرح اگر کہا کہ مجھ پر یمین اللہ ہے یا کہا کہ مجھ پر میثاق اللہ ہے تو بھی قسم ہوگی یہ ایضاح میں ہے اور اگر کہا کہ الطالب والغالب لا افعل کذا تو یہ قسم ہے مگر یہ رواج اہل بغداد کا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عربی زبان میں کہا کہ باللہ لا افعل کذا یعنی لفظ اللہ کے آخر ہائے ہوز کو ساکن کیا یا نصب دیا یا رفع دیا دیا تو قسم ہوگی حالانکہ اعراب بکسرہ بوجہ جر کے چاہیے تھا اور اگر کہا کہ اللہ افعلن کذا اور ہائے ہوز کو ساکن کیا یا نصب دیا تو یمین نہ ہوگی کیونکہ حرف قسم کوئی نہیں ہے لیکن اگر اعراب جری دے تو قسم ہوگی اس واسطے کہ کسرہ مقتضی ہے کہ سابق میں کوئی حرف جار ہے اور وہ حرف قسم ہے اور اگر کہا کہ بلہ لا افعل کذا تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے نام خدا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اگر اس کو کسرہ کا اعراب دیا اور قسم کا قصد کیا تو قسم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ اللہ تو قسم ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر براءت کی قسم کھائی یعنی کہا کہ میں کعبہ سے بری ہوں اگر میں ایسا کروں تو قسم ہوگی:

اگر کہا کہ اللہ تو قسم ہوگی اور اجناس میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ واللہ ان دخلت الدار یعنی واللہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو قسم ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میں مجوس سے بدتر ہوں اگر ایسا کروں تو یہ قسم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں شریک یہود یا شریک کفار ہوں اگر ایسا کروں تو بھی قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے ایلاء کیا یا میں نے عزم کیا کہ ایسا نہ کروں گا تو یہ قسم ہے یہ ایضاح میں ہے تجرید میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر شرطیہ ایسی بات کہی جس کے ساتھ قسم نہیں کھائی جاتی ہے مثلاً کہا کہ اگر میں کھڑا ہوا یا میں بیٹھا تو تو طالقہ ہے تو قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ جس نے سوائے خدائے تعالیٰ کے دوسرے کی قسم کھائی وہ حالف نہ ہوگا چنانچہ اگر نبی علیہ السلام یا کعبہ کی قسم کھائی تو قسم کھانے والا نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے لیکن اگر اس نے براٗت کی قسم کھائی یعنی کہا کہ میں کعبہ سے بری ہوں اگر میں ایسا کروں تو قسم ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کہا کہ والقرآن یا وقسم تو قسم نہ ہوگی اس کو امام محمدؒ نے مطلقاً ذکر کیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کی قسم کھانا متعارف نہیں ہے پس ایسا ہوگیا کہ وعلم اللہ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ ان کے زمانہ کا عرف ہے اور ہمارے زمانہ میں یہ قسم ہوگی اور ہم اسی کو لیتے ہیں اور ایسا ہی حکم کرتے ہیں اور یہی اعتقاد کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے اور محمد بن مقاتل رازیؒ[1] نے فرمایا کہ اگر قرآن کی قسم کھائی تو قسم ہوگی اور اسی کی ہمارے جمہور مشائخ نے لیا ہے مضمرات میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میں بری از نبی یا قرآن ہوں تو یہ قسم ہوگی یہ کافی میں ہے شیخ عبدالکریم بن محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ میں شفاعت سے بری ہوں اگر ایسا کروں تو فرمایا کہ یہ قسم ہوگی اور ان کے سوائے دوسروں نے کہا کہ یہ قسم نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ایسا کیا تو میں بری ہوں قرآن یا قبلہ یا نماز یا روزہ رمضان سے تو یہ سب قسم ہوں گی اور یہی مختار ہے۔
ایسے ہی توریت وانجیل وزبور سے بریت میں بھی یہی حکم ہے اور ایسا ہے ہر امر شرعی جس کی ساعت کفر ہو یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں مصحف سے بری ہوں تو یہ قسم نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں بری ہوں اس چیز سے جو مصحف میں ہے تو قسم ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کتاب فقہ یا دفتر حساب جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہے اٹھائی اور کہا کہ میں بری اس سے جو اس میں ہے اگر میں ایسا کروں پس یہی فعل کیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا جیسے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے بری ہوں گی قسم کھانے اور حانث ہونے کی صورت میں حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں مغلظہ سے یا جو مغلظہ میں ہے تو قسم نہیں ہے لا

[1] رازی شہر رے کے رہنے والے محمد بن مقاتل حنفی ہیں ان میں محدثین کلام کرتے ہیں اور محمد بن مقاتل ابوالحسن جو بخاریؒ کے استاد ہیں وہ ثقہ ہیں ۱۲۔

اُس صورت میں کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور اُس سے برأت کی نیت کی قسم ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں، مؤمنین سے تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں ان تمیں دنوں یعنی رمضان سے بری ہوں اگر ایسا کروں پس اگر فرضیت اس رمضان سے براءت کی نیت کی ہے تو قسم ہو گی جیسے کہ میں بری ہوں ایمان سے اگر ایسا کروں اور اگر اُس کے اجر و ثواب سے بریت کی قسم نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ امر غیب ہے اور اگر اُس کی کچھ نیت نہ ہو تو بوجہ شک کے حکماً قسم نہ ہو گی مگر احتیاطاً کفارہ دے دے[1] اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں بری ہوں اس حج سے جو میں نے کیا ہے تو یہ قسم نہ ہو گی بخلاف اس کے اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں بری ہوں اُس قرآن سے جس کو میں نے پڑھا ہے تو یہ قسم ہو گی اور اگر کہا کہ میں بری ہوں حج سے اور نماز سے تو قسم ہو گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں اپنے روزہ و نماز سے یا جو میں نے نماز پڑھی ہے اور جو روزے رکھے ہیں تو قسم نہ ہو گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا اسلام سے بیزار یا کافر یا غیر اللہ کا پرستش کرنے والا یا بندگان صلیب سے یا مثل اس کے جس کا اعتقاد کفر ہے ہوں تو استحساناً یہ قسم ہو گی یہ بدائع میں ہے۔

اگر اُس قسم کھانے والے کے نزدیک یہ بات ہو کہ اگر میں ایسا کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا پھر اُس نے شرط مذکور کو کیا تو کافر ہو جائے گا:

چنانچہ اگر اس نے یہ فعل کیا تو اس پر کفارہ لازم ہو گا اور آیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر اس قسم کھانے والے کے نزدیک یہ بات ہو کہ اگر میں ایسا کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا پھر اُس نے شرط مذکور کو کیا تو کافر ہو جائے گا اس وجہ سے کہ ہو کفر پر راضی ہوا اور اُس کا کفارہ[ا] یہ ہو گا کہ کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر اس کے نزدیک یہ بات ہو کہ وہ ایسا کرنے سے کافر نہ ہو جائے گا تو کافر[۲] نہ ہو گا اور یہ اُس وقت ہے کہ جب اُس نے ان الفاظ سے ایسے امر پر قسم کھائی جو زمانہ آئندہ میں ہو گا اور اگر ایسے امر پر جو زمانہ ماضی میں ہوا ہے قسم کھائی مثلاً کہا کہ وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہے اگر اُس نے کل گذرے ہوئے میں ایسا کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ میں ایسا کر چکا ہوں تو بلا شک ہمارے نزدیک اُس پر کفارہ لازم نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ یمین غموس ہے اور آیا کافر ہو جائے گا یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر اس کے نزدیک یہ بات ہے کہ یہ قسم ہے اس کے حانث ہونے سے کافر نہ ہو گا تو کافر نہ ہو گا اور اگر اُس کے نزدیک یہ بات ہو کہ اس طرح قسم کھانے سے کافر ہو جائے گا تو بسبب کفر پر راضی ہونے کے کافر ہو جائے گا اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ایسا کیا حالانکہ خود جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے یا کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا خود جانتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے عامہ مشائخ نے نزدیک کافر ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ بضعته الله لا افعل کذا[۲] تو یہ قسم نہ ہو گی اور اگر کہا کہ و علم الله لا افعل کذا تو ہمارے نزدیک قسم نہ ہو گی اور اگر کہا ورحمة الله لا افعل کذا تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قسم نہ ہو گی اور اگر کہا کہ وعذاب اللہ وغضب اللہ یا کہا ورضاء اللہ ثواب اللہ یا

ا مترجم کہتا ہے کہ یہ اعتراض کا جواب ہے۔ تقریر یہ ہے کہ سابق میں بیان ہوا کہ اس پر کفارہ لازم آئے گا اور کفارہ مسلمان پر لازم آتا ہے تو پھر یہ اختلاف کیوں ہے کہ وہ کافر ہوا یا نہ ہوا جواب یہ ہے کہ یہاں کفارہ سے مراد جو اس کے گناہ کے واسطے مقرر ہے خاص وہ جو بعد قسم کے دینا پڑتا ہے پس یہ کفارہ کفر ہے ۱۲۔ ۲ پس کفارہ قسم ادا کرے گا ۱۲۔

(۱) اگر حانث ہو جائے ۱۲۔ (۲) یہ بابت قسم ۱۲۔

کہا وعبادۃ اللہ تو قسم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جاہلانہ طور پر خلط ملط کھائی گئی قسم کا بیان:

اور اگر کہا کہ اشھد اللہ ان لا الہ الا اللّٰہ تو یہ قسم نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ دوجہ اللہ تو برقول امام اعظم و امام محمدؒ کے قسم نہ ہوگی شیخ ابوشجاع نے امام اعظمؒ سے ایک حکایت نقل کی اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اُن جاہلوں کی قسم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جوارح ذکر کرتے ہیں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ امامؒ نے اس کو قسم نہیں قرار دیا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی قائل نے کہا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اگر ایسا کرے یا کہا کہ اس پر عذاب اللہ ہے یا اس پر اہانۃ اللہ ہے اگر ایسا کرے تو یہ قسم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ ایسا کروں تو مجھ پر غضب اللہ یا سخط اللہ[1] ہے تو حالف نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ وسلطان اللہ لا افعل کذا[2] تو اس صورت مسئلہ میں صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اُس نے سلطان سے قدرت مراد لی ہے تو یہ قسم ہے جیسے قولہ وقدرت اللہ کذا فی المبسوط اور اگر کہا کہ ودین اللہ تو قسم نہ ہوگی و اسی طرح قولہ وطاعۃ اللہ وشریعۃ اللہ بھی قسم نہیں ہے و نیز اگر عرش اللہ وحدود اُس کے قسم کھائی تو حالف نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ و بیت اللہ[3] یا بحجر اسود یا بمشعر حرام یا بصفا یا بمردہ یا بروضہ یا بمنبر یا بصلوۃ یا بصیام یا بحج تو ان سب صورتوں میں حالف نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا و حمد اللہ و عبادۃ اللہ تو قسم نہیں ہے اور اسی طرح اگر آسمانوں یا زمین یا قمر یا ستاروں یا سورج کی قسم کھائی تو حالف[لے] نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر بحق الرسول یا بحق القرآن یا بحق الایمان یا بحق المساجد یا بحق یا بحق الصلوۃ[4] قسم کھائی تو قسم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا بحق محمد علیہ السلام تو قسم نہ ہوگی لیکن حق آنحضرت ﷺ کا بہت ہی بڑا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر ایسا کروں اللہ مجھے عذاب دوزخ میں گرفتار کرے یا جنت سے محروم کرے تو یہ قسم نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ لا الہ الا اللہ البتہ میں ایسا نہ کروں گا[5] تو یہ قسم نہیں ہے الا آنکہ اُس نے قسم کی نیت کی ہو اور اسی طرح سبحان اللہ و اللہ اکبر ضرور میں ایسا کروں گا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اگر ایسا[6] کیا یا جو اس نے مجھ پر فرض کیا ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اگر ایسا کیا تو یہ قسم نہیں ہے یہ ایضاح میں ہے اور اگر کہا کہ ایسا کروں تو میں زانی یا چور یا شراب خوار یا سود خوار ہوں تو یہ قسم نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور ابن سلامؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں نے اپنے اوپر زنار باندھی جیسی زنار نصاریٰ باندھتے ہیں تو فرمایا کہ قسم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں اپنی بیوی کی طلاق کی قسم[7] کھاؤں پھر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے[8] اگر تو چاہے تو اُس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور یہ جو اُس نے اپنی بیوی سے کہا ہے قسم نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جب تجھے کوئی حیض آجائے تو بھی اُس کا غلام آزاد نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو کوئی پروردگار آسمان میں نہیں ہے تو یہ قسم[ع] ہے اور کافر نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ کذاب ہے تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کذب[9] ہے اگر میں ایسا کروں تو بھی قسم ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر نصرانیت کی گواہی دو تو قسم ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ جو میں نے روزہ نماز کیا وہ حق نہ تھا اگر میں ایسا کروں تو یہ قسم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

[لے] احکام قسم ثابت ہوں گے اگرچہ بغیر اللہ قسم کھانے سے گنہگار ہوگا ۱۲۔ [ع] میں کہتا ہوں کہ اہل الظواہر کے قول پر بھی کافر ہونے کا حکم ہونا چاہیے ۱۲۔

(۱) غضب ۱۲۔ (۲) غلبہ ۱۲۔ (۳) قسم بیت اللہ کی ۱۲۔ (۴) نماز ۱۲۔ (۵) ضرور کروں گا ۱۲۔ (۶) یعنی کروں ۱۲۔ (۷) بلکہ تفویض طلاق ہے ۱۲۔ (۸) یعنی تو طالقہ ہے ۱۲۔ (۹) نعوذ باللہ من ذالک ۱۲۔

ماکولات میں استیعاب طعام کا اعتبار نہیں ہے بلکہ فقط قدر معتاد کا اعتبار ہے:

اور اگر کہا کہ اے میرے پروردگار میں تیرا بندہ ہوں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تیرے ملائکہ کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا نہ کروں گا پھر اُس نے یہی فعل کیا تو اُس پر کفارہ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ سے استغفار و توبہ کرے یہ خلاصہ میں ہے ایک دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تیری ضیافت میں آؤں گا پھر ایک تیسرے نے اس حالف سے کہا کہ اور میری ضیافت میں بھی نہ آئے گا اُس نے کہا کہ ہاں تو اُس کے حق میں بھی ہاں کہنے سے حالف ہو جائے گا چنانچہ اگر اوّل یا دوم کی ضیافت میں گیا تو حانث ہو جائے گا اور بقالی میں ہے کہ اگر طعام یا اُس کے مثل اپنے اوپر حرام کر لیا تو یہ قسم اُسی قدر پر ہوگی جس کو عادت کے موافق کھانے کی چیزوں میں کھاتا ہے اور پہننے کی چیزوں میں پہنتا ہے الا آنکہ اُس کی نیت میں اس مضمون کے سوائے کچھ اور ہو اور فرمایا کہ اسی طرح اور اشیاء کے تصرفات میں بھی اسی طرح اعتبار ہے اور فرمایا کہ طعام کا[1] استیعاب کھانے کے ساتھ معتبر نہیں ہے اور اگر کہا کہ مجھے حلال نہیں ہے کہ ایسا کروں[2] پس اگر اپنے اوپر اُس کے حرام کر لینے کی نیت کی تو یہ قسم ہوگی اور اگر کہا کہ یہ کپڑا مجھ پر حرام ہے اگر میں اس کو پہنوں پھر اس کو پہنا اور اُتار نہیں تو قسم میں حانث ہوا۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا تو یہ قسم ہے چنانچہ اگر عورت مذکورہ جماع میں اُس کی مطاوعت کرے گی تو اُس پر کفارہ لازم ہوگا اور نیز اگر مرد نے باکراہ اُس سے جماع کر لیا تو عورت پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر کسی مرد نے کہا کہ وہ مردار کھاتا ہے اگر ایسا کرے تو یہ قسم نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ مردار کو حلال جانتا ہے یا شراب یا سور کو حلال جانتا ہے اگر اُس نے ایسا کیا تو بھی قسم نہ ہوگی حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم ہو جائے گی کیونکہ استحلال حرام کفر ہے لیکن درواقع میں نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو شئے حرام بحرمت ابدی ہے کہ اُس کی حرمت کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی ہے جیسے کفر وغیرہ تو اُن کا استحلال معلق بشرط قسم ہو جائے گا اور جو شے اس طرح حرام ہے کہ کسی حال میں اُس کی حرمت بھی ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار و شراب وغیرہ تو ان کا استحلال معلق بشرط قسم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اور اگر کہا کہ ہر حلال مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے اور پینے کی چیزوں پر قرار دی جائے گی الا آنکہ اُس نے اس کے سوائے نیت کی ہو اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہ فارغ ہوتے ہی حانث ہو جائے اور یہ قسم عورت کو شامل نہ ہوگی الا آنکہ اُس نے نیت کی ہو پس اگر اُس نے عورت کی بھی نیت کی ہو تو اُس سے ایلاء ہو جائے گا اور قسم سے کھانا پینا خارج نہ ہوگا اور یہ سب ظاہر الروایہ کے موافق جواب ہے اور فتویٰ اسی امر پر ہے کہ ایسی قسم سے طلاق بلانیت واقع ہو جائے گی کیونکہ غالب استعمال اُس کا ارادہ[3] طلاق میں ہو گیا ہے اور اسی طرح اگر اُس نے فارسی میں کہا کہ حلال بروئے حرام یا حلال خدا یا حلال اللہ یا حلال المسلمین بروئے حرام تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اُس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر فارسی میں کہا کہ ہر چہ بدست راست گیرم بر من حرام یعنی جو[4] داہنے ہاتھ سے لوں وہ مجھ پر حرام ہے تو بعض نے کہا کہ بلانیت طلاق قرار دیا جائے گا اور یہی مشائخ سمرقند نے اختیار کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مجھے اب تک لوگوں میں اُس کا رواج ظاہر نہیں ہوا ہے پس صحیح یہ ہے کہ جواب میں تفصیل کی جائے کہ اگر اُس

---

۱ پس اگر اس نے تمام طعام ولباس مراد لیا ہے تو قضاءً و دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور اگر خاص مراد لیا ہے تو فقط دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً فافہم ۱۲۔

۲ اس میں اشارہ ہے کہ یہ حکم قضاءً ہوگی ۱۲۔ ۳ ہمارے عرف میں طلاق نہیں ہے ۱۲۔

(۱) ماکولات میں استیعاب طعام کا اعتبار نہیں ہے بلکہ فقط قدر معتاد کا اعتبار ہے ۱۲۔ (۲) حالانکہ ایسا کرنا اس پر مباح یا اس کے مافوق ہے ۱۲۔

نے طلاق کی نیت کی ہو طلاق ہو گی اور بدون دلالت کے احتیاط یہ ہے کہ آدمی اس میں توقف کرے اور خلاف (۱) حق مین کے نہ کرے اور اگر کہا کہ ہر چہ بدست چپ گیرم بر من حرام یعنی جو بائیں ہاتھ میں لوں مجھ پر حرام ہے تو یہ طلاق نہ ہو گی الا نیت کے ساتھ اور اگر کہا ہر چہ بدست گیرم بر من حرام تو بعض نے فرمایا کہ بدوں نیت کے طلاق نہ ہو گی اور بعض نے کہا کہ بلا نیت طلاق ہو گی نیت شرط نہیں ہے اور اگر کہا کہ حلال خدا مجھ پر حرام ہے حالانکہ اُس کی دو بیویاں ہیں تو اظہر قول کے موافق ان میں سے ایک طلاق واقع ہو گی اور تعین کرنے کا اختیار اُس کو ہو گا جس کو چاہے متعین کرے یہ کافی میں ہے۔

اور اگر کہا کہ واللہ کلام نہ کروں گا فلاں سے آج اور کل اور پرسوں تو یہ ایک ہی قسم ہے:

شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ یہ شراب مجھ پر حرام ہے پھر اُس کو پی لیا فرمایا کہ اس میں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ ایک امام نے فرمایا ہے کہ حانث ہو گا اور دوسرے نے فرمایا کہ حانث نہ ہو گا اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر اس نے اس کی حرمت کا ارادہ کیا ہے تو حانث ہو گا اور اُس پر کفارہ لازم آئے گا اور اُس کی کچھ نیت نہ ہو یا اُس نے شراب کے حرام ہونے کی خبر بیان کرنے کی نیت کی ہو تو کفارہ لازم نہ ہو گا اور اسی کو صدر شہیدؒ نے اختیار فرمایا ہے یہ ظہیریہ میں ہے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھانی محتمل تعلیق ہے جیسے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا اور محتمل تاقیت بھی ہے جیسے کہ قسم بغیر اللہ ہے جیسے کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا ایک سال تک پس سال بھر گزرنے پر قسم کی بھی انتہا ہو جائے گی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے کلام نہ کروں گا ایک روز اور ایک روز تو مثل اس کے ہے کہ کہا کہ واللہ تجھ سے دو روز کلام نہ کروں گا یعنی دو روز گزرنے پر قسم منتہی ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اُن دونوں میں بیچ کی رات (۲) بھی داخل ہو گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ تجھ سے کلام نہ کروں گا ایک روز اور دو روز تو مثل اُس کے کہا کہ واللہ تجھ سے تین روز تک کلام نہ کروں گا اور اگر کہا کہ واللہ میں فلاں سے کلام نہ کروں گا آج اور نہ کل اور نہ پرسوں تو اس کو رات میں اس سے کلام کرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ تین قسمیں ہیں اور اگر کہا کہ واللہ کلام نہ کروں گا فلاں سے آج اور کل اور پرسوں تو یہ ایک ہی قسم ہے گویا اُس نے کہا کہ اُس سے تین روز تک کلام نہ کروں گا پس بیچ کی راتیں قسم میں داخل ہوں گی یہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کہا کہ واللہ والرحمٰن میں ایسا نہ کروں گا تو یہ دو قسمیں ہیں چنانچہ اگر ایسا فعل کرنے سے وہ حانث ہوا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے یہ ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے والے نے اگر دو نام ذکر کیے اور دونوں پر بنیاد قسم رکھی پس اگر دوسرا نام صفت اسم اوّل ہو اور دونوں کے درمیان حرف علت ذکر نہ کیا ہو تو باتفاق جملہ روایات پر ایک ہی قسم ہو گی جیسے اللہ الرحمٰن میں ایسا نہ کروں گا اور اگر دوسرا اسم پہلے اسم کی لغت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر اُس نے بیچ میں حرف عطف بیان کر دیا ہے تو ظاہر الروایۃ کے موافق دو قسمیں ہو جائیں گی جیسے کہا کہ واللہ والرحمٰن ایسا نہ کروں گا کذا فی المحیط اور اگر مشائخ اسی ظاہر الروایۃ (۳) پر ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دوسرا اسم پہلے نام کی لغت ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو پس اگر دونوں کے درمیان حرف عطف بیان کیا جیسے واللہ واللہ میں ایسا نہ کروں گا تو ظاہر الروایۃ کے موافق دو قسمیں ہوں گی اور یہی صحیح ہے اور اگر دونوں کے بیچ میں حرف عطف بیان نہ کیا تو بالاتفاق جملہ روایت یہ ایک ہی قسم ہو گی ایسا ہی شیخ الاسلامؒ نے ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے اُس سے دو قسمیں کی نیت کی ہو تو دو قسم ہوں گی پاس اُس کا قول اللہ بخدمت حرف قسم ابتدائی ہو گی اور ایسی قسم صحیح ہے

---

(۱) جس کے نزدیک طلاق ہے ۱۲۔ (۲) یعنی اگر رات میں کیا تو حانث ہو جائے گا ۱۲۔ (۳) یعنی یہی مختار ہوا ان کے نزدیک ۱۲۔

یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ والرحمن ایسا نہ کروں گا پھر کیا اس پر بالاتفاق سب کے نزدیک دو کفارے لازم آئیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے ایک امر پر قسم کھائی کہ اس کو کبھی نہ کروں گا پھر اُس نے اسی امر پر اسی مجلس میں قسم کھائی کہ اس کو کبھی نہ کروں گا پھر کیا تو اُس پر دو کفارے دو قسموں کے واجب ہوں گے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اُس نے دوسری قسم کی نیت کی ہو یا تغلیظ کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر دوسرے کلام سے وہی پہلی قسم کی نیت کی ہو تو اُس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اُس نے حج یا عمرہ یا نماز یا روزہ یا صدقہ کی قسم کھائی ہو اور اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی ہو تو اُس کی نیت کچھ صحیح نہ ہوگی اور اس پر دو کفارہ لازم ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ احسن[1] اُس کا ہے جو ہم نے امامؒ سے سُنا ہے اور اگر اُس نے ایک قسم حج اور دوسری بنام اللہ تعالیٰ کھائی تو حانث ہونے پر اس پر ایک حج و ایک کفارہ لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کہا کہ میں یہودی ہوں اگر ایسا کروں اور میں نصرانی ہوں اگر ایسا کروں تو یہ دو قسمیں ہیں:

تو ازل میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے ایک روز کلام نہ کروں گا واللہ میں تجھ سے ایک مہینہ کلام نہ کروں گا واللہ میں تجھ سے ایک سال کلام نہ کروں گا پھر بعد ساعت کے اُس سے کلام کیا تو اُس پر تین قسموں کی جزا لازم ہوگی اور اگر ایک روز کے بعد کلام کیا تو اُس پر دو قسموں کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر ایک مہینہ کے بعد کلام کیا تو اُس پر ایک ہی قسم ہوگا اور اگر ایک سال کے بعد کلام کیا تو اس پر کچھ نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوں اگر میں نے کل ایسا کیا ہے حالانکہ اُس نے ایسا کیا تھا اور جانتا تھا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار برائے فتویٰ یہ ہے کہ اگر اُس کے زعم میں ہو کہ یہ کفر ہے تو کافر ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے کل ایسا کیا ہو تو میں قرآن سے بری ہوں حالانکہ ایسا کر چکا اور جانتا ہے تو جواب مختار اس میں بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بیزاری کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ایسا کروں تو اللہ و اُس کے رسول سے بری ہوں پھر حانث ہوا تو یہ ایک ہی قسم ہے کہ اُس پر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اگر کہا کہ اگر ایسا کروں تو اللہ تعالیٰ سے بری ہوں اور رسول اللہ سے بری ہوں تو یہ دو قسمیں ہیں کہ حانث ہونے پر اُس پر دو کفارہ لازم آئیں گے اور کہا اگر ایسا کروں تو اللہ تعالیٰ سے بری ہوں اور رسول اللہ سے بری ہوں اور اللہ و رسول مجھ سے بری ہوں پھر حانث ہوا تو اُس پر چار قسم کے کفارے لازم آئیں گے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کہا کہ میں یہودی ہوں اگر ایسا کروں اور میں نصرانی ہوں اگر ایسا کروں تو یہ دو قسمیں ہیں[(1)] اور اگر کہا کہ میں یہودی ہوں نصرانی ہوں اگر ایسا کروں تو یہ ایک ہی قسم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ ایسا کروں تو میں چاروں[2] کتابوں سے بیزار ہوں تو یہ ایک ہی قسم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر ایسا کروں تو میں قرآن و انجیل اور توریت و زبور سے بری ہوں تو حانث ہونے پر ایک ہی کفارہ لازم آئے گا اس لیے کہ یہ ایک ہی قسم ہے اور اگر کہا کہ ایسا کروں تو میں قرآن سے بیزار ہوں اور میں انجیل سے بیزار ہوں اور میں توریت سے بیزار ہوں اور میں زبور سے بیزار ہوں تو یہ چار قسمیں ہیں کہ اگر حانث ہوگا تو اس پر چار کفارے لازم آئیں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں اُس چیز سے جو صحیفوں میں اُتری تو یہ ایک ہی قسم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں بری ہوں ہر آیت سے جو مصحف میں ہے تو بھی ایک ہی قسم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شمس الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ اگر این کار کنم یعنی واللہ اگر یہ کام کروں تو ایسا تو شیخ نے فرمایا کہ

---

[1] ظاہراً کچھ اور بھی اس مسئلہ میں سنا ہوگا واللہ اعلم ۱۲۔ [2] قرآن مجید و انجیل و زبور و توریت ۱۲۔

(۱) دونوں قسمیں علیحدہ ہوں گی ۱۲۔

میرے استاد نے یہ اختیار کیا تھا کہ یہ قسم نہ ہوگی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے ایک نے کہا کہ سوگندم خورم کہ این کار نکنم یعنی قسم کھاؤں یا کھاتا ہوں کہ یہ کام نہ کروں گا تو بعض نے فرمایا کہ قسم ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ سوگندم خورم کہ این کار نہ کنم یعنی قسم کھاتا ہوں کہ یہ کام نہ کروں گا تو قسم ہوگی اس واسطے کہ ایسا کلام تحقیق کے واسطے ذکر کیا جاتا ہے نہ وعدہ کے طور پر جیسے کہا جاتا ہے گواہی میدہم یعنی گواہی دیتا ہوں اور اگر کہا سوگند خورم ابطلاق کہ این کار نکنم تو قسم نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ وعدہ و تخویف ہے اور اگر کہا کہ سوگند کوری[1] تو قسم ہوگی بمنزلہ سوگند بخورم کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ مرا سوگند بطلاق مست کہ شراب نخورم یعنی مجھے قسم بطلاق ہے کہ شراب نہ پیوں گا پھر شراب پی تو اُس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے قسم نہیں کھائی تھی بلکہ یہ جو میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھ پر قسم بطلاق ہے اس واسطے کہہ دیا تھا کہ لوگ مجھے تعرض نہ کریں تو قضاءً اُس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر کہا: مصحف خدا بدست من سوخته اگر این کارکنم؟

اور اگر اُس نے کہا کہ سوگند خوردہ ام یعنی میں نے قسم کھائی ہے اگر سچا ہے تو قسم[(1)] ہوگی اور اگر جھوٹا ہے تو اُس پر کچھ نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ برمن سوگند است کہ این کار نہ کنم پس اگر اسی قدر کہا تو یہ خبر دیتا ہے پس اس کی قسم کھانے کا اقرار قرار دیا جائے گا اور اگر اس سے کچھ زیادہ کہا کہ یوں کہا کہ مجھ پر قسم[2] بطلاق ہے اُس پر طلاق لازم آئے گی اور اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ کلام دروغ کہہ دیا تھا کہ ہم جلیس تعرض نہ کریں یا مثل اس کے کوئی غرض بیان کی تو قضاءً اُس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ باللہ العظیم کہ بزرگ تر اللہ العظیم سے نہیں ہے کہ میں یہ کار نہ کروں گا تو قسم ہوگی جیسے یا اللہ العظیم الاعظم کہنے میں ہوتا ہے اور ایسی زیادات واسطے تاکید کے ہوتی ہیں پس فاصل[(2)] قرار نہ دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ سو گندمی خورم بطلاق تو تطلیقہ نہیں ہے اس واسطے کہ لوگوں میں قسم بطلاق کا اس طرح رواج نہیں ہے اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مرا سوگند خانہ است یعنی مجھے گھر کی قسم ہے تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی اور یہ شرط نہیں ہے کہ خانہ سے اس نے بیوی کی نیت کی ہو اور یہی اصح ہے قال المترجم ہمارے عرف میں قسم نہ ہوگی اور یہی اصح ہے اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ باللہ کہ بزرگ تر اس سے کوئی نام نہیں ہے بزرگ تر اُس سے قسم نہیں ہے یا جو بزرگ تریں نام ہے کہ میں ایسا کروں گا یا نہ کروں گا تو یہ قسم ہے اور قولہ بزرگ تری فاصل قرار نہ دیا جائے گا اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے اس صورت میں دعویٰ کیا کہ میں نے کرنے یا نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ میری مراد یہ تھی کہ باللہ یہ سب قسموں سے بڑی قسم ہے یا میرے نزدیک اس سے بڑھ کر قسم نہیں ہے تو فرمایا کہ اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی اس واسطے کہ اُس نے فعل کا کرنا یا نہ کرنا اس سے ملا دیا ہے اور یہ جو اُس نے دعویٰ کیا کہ کلام مذکور اول پر مقصود ہے یہ خلاف ظاہر ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر کہا کہ مصحف خدا بدست من سوختہ اگر این کار کنم یعنی مصحف خدا میرے ہاتھ میں سوختہ اگر یہ کام کروں تو قسم نہ ہوگی اور اگر کہا کہ ہوا میدی بخدا ادارم نا امیدم اگر این کار کنم تو یہ قسم ہوگی قال المترجم ضرور ہے کہ یوں ہو کہ ہر امیدے[(3)] کہ بخدا ادارم الی آخرہ ورنہ ہمارے عرف میں قسم نہ ہوگی واللہ اعلم اور اگر کہا کہ مسلمانی نہ کردہ ام خدائے را اگر این کار کنم یعنی میں نے خدا کے واسطے اپنے کام میں مسلمانی نہیں کی اگر یہ کام کروں پھر کیا تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر اُس نے اس

---

[1] یہ عرف اس ملک و زمانہ کا ہے ورنہ ہمارے نزدیک مہمل ہے بیشتر از اول ۱۲۔

[2] اگر طلاق کی قسم ہے مثلاً پھر ثابت ہوا تو اس کے اقرار پر اس کی بیوی طالقہ ہوگی اور اصل حال خدا جانے ۱۲۔

(1) کفارہ در صورت حنث ۱۲۔ (2) تاکہ کئی قسمیں ہو جائیں یا قسم ہی نہ ہو ۱۲۔ (3) خدا سے رکھتا ہوں نا امید ہوں اگر یہ کام کروں ۱۲۔

سے یہ مراد لی ہے کہ اُس نے عبادات کی ہیں وہ حق نہیں تھیں تو یہ قسم ہوگی ورنہ نہیں اور اگر کہا کہ ہر چہ مسلمانی کردہ ام بہ کافران[1] دادم اگر ایں کار کنم پھر کیا تو کافر نہ ہوگا اور اُس پر کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ کہ بفلاں[2] سخن نہ گویم یہ یک روز نہ دو[ع] روز تو یہ ایک ہی قسم ہے کہ دو روز گزرنے پر منتہی ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ حرام است با تو سخن گفتن یعنی تجھ سے بات کرنی حرام ہے تو قسم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں جب ہے کہ اُس نے انشاء کی نیت کی ہو اور اگر نہیں تو نہیں فافہم واللہ اعلم اور قاضی علی بن حسین سعدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ پذر[ع]فتم کہ چنین نہ کنم اور کچھ نیت نہیں کی ہے تو فرمایا کہ قسم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور کسی نے کہا کہ پذیرفتم خدا ے را کہ فلاں کار نہ کنم تو یہ قسم ہوگی جیسے کہا کہ میں نے نذر کرلی ہے کہ ایسا نہ کروں گا اور اگر کہا کہ خدا ے را و پیغمبر را پذرفتم کہ فلاں کار نہ کنم تو یہ قسم نہ ہوگی اس واسطے کہ قولہ پیغمبر را پذرفتم یہ قسم نہیں ہے تو جب ذکر اللہ تعالیٰ اور شرط کے درمیان ایسی چیز متخلل ہوگئی جو قسم نہیں ہے تو فاصل ہوگئی پس قسم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر فلاں کام کروں تو آتش پرست سے بدتر ہوں تو فرمایا کہ یہ قسم ہے کہ حانث ہونے پر اس کا کفارہ واجب ہوگا اور اگر کہا کہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) آیات قرآن سے بیزار ہے اگر یہ کام کرے تو یہ ایک ہی قسم ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر من ایں کار کنم مرا مغ خوانیت[ع] وجہو د خوانیت و سنگسار کنیت پھر کیا تو اُس کے ذمہ کچھ لازم نہیں ہے اور اگر کہا کہ ہر چہ مغان مغی کردہ اند و جہودان جہودی کردہ اند در گردن من کہ ایں کار نہ کردہ ام یعنی جو کچھ آتش پرستوں نے آتش پرستی کی ہے اور یہودیوں نے یہودگی کی ہے وہ میری گردن پر کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے حالانکہ اُس نے یہ کام کیا ہے تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں یہ کام کروں تو کافر مجھ پر شرف رکھتا ہے تو قسم نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

عورت نے کہا کہ میں تجھ سے طالقہ ہوں اگر تو شطرنج کھیلا کرے پس شوہر نہ کہا کہ اگر میں شطرنج کھیلا کروں پس عورت نے کہا کہ پھر یہ کیا؟ پس شوہر نے کہا وہی جو تو کہتی ہے......؟

اگر کہا کہ ہزار آتش پرست و بت پرست سے بدتر ہوں اگر ایسا کروں تو یہ قسم[3] ہے یہ محیط میں ہے اور ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو شطرنج کھیلا چھوڑ دے اُس نے کہا کہ اچھا پس عورت نے کہا کہ میں تجھ سے طالقہ ہوں اگر تو شطرنج کھیلا کرے پس شوہر نہ کہا کہ اگر میں شطرنج کھیلا کروں پس عورت نے کہا کہ پھر یہ کیا پس شوہر نے کہا وہی جو تو کہتی ہے پھر اس کے بعد اس نے شطرنج کھیلی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ شیخ نجم الدین عمر نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ ہر چہ بدست راست گرفتم بر من حرام کہ فلاں کار نہ کنم یعنی جو میں نے داہنے ہاتھ سے لیا مجھ پر حرام ہے کہ فلاں کار نہ کروں پھر یہ کام کیا تو فرمایا کہ حانث ہوگا اس واسطے کہ اگر عرف طلاق ہے تو اس قول میں ہے کہ ہر چہ بدست راست گیرم اور اس میں نہیں ہے کہ ہر چہ بدست راست گرفتم یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم اوپر بیان کر دیا گیا کہ ہمارے یہاں بالکل یہ عرف ہے وقد منا الاصل الی ہذا فافہم اور اگر کہا کہ پذرفتم یا خدا کہ از خریدہ تو کہ بیاری نخورم یعنی میں نے خدا سے نذر کرلی ہے کہ تیری خریدی ہوئی چیز سے کہ تو لائے نہ کھاؤں گا تو بعض نے فرمایا ہے کہ اگر نیت کرے گا تو قسم ہوگی اور اصح یہ ہے کہ بدون نیت کے قسم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ل قال المترجم اور اگر یوں کہا کہ بفلاں سخن نہ گویم یک روز دو روز تو دو قسم ہوں گی ۱۲۔ ع میں نے اپنے اوپر لیا ہے کہ ایسا نہ کروں گا پس یہ لفظ بمعنی نذر کرنے کے مستعمل ہے ۱۲۔ س بجائے خوانید کے خوانیت کہا پس اگر خوانید ہوتا تو یہ ترجمہ ہے کہ اگر یہ کام کروں تو مجھے مجوسی کہا الی آخرہ قال المترجم ہمارے عرف میں اگر اس نے خوانید بھی کہا ہو یا کہا کہ مجھے مجوسی کہو اگر یہ کام کروں تو بھی ظاہراً قسم نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲۔

(۱) میں نے کافروں کو دی ۱۲۔ (۲) واللہ کہ فلاں سے بات نہ کروں گا نہ ایک روز نہ دو روز ۱۲۔ (۳) چاہے ہزار کہے یہ ایک ۱۲۔

فصل ☆

ظالموں کے قسم دلانے میں اور حالف کی غیر نیت مستحلف پر قسم کھانے کے بیان میں

فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ سلطان نے ایک شخص کو پکڑا پس اُس سے قسم دلائی کہ بایزد یعنی قسم ایزد[۱] کی پس اُس شخص نے مثل اس کے کہا یعنی اُس نے بھی کہہ لیا کہ قسم بایزد پھر سلطان نے کہا کہ روز آدینہ بیائی یعنی بروز جمعہ تو آئے پس اُس شخص نے مثل اس کے کہہ لیا[۲] پھر وہ جمعہ کے روز نہ آیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا کیونکہ جب اُس نے کہا کہ بایزد اور سکوت کیا اور یہ نہ کہا کہ بایزد کہ اگر ایسا نہ کروں تو یہ ہو تو قسم منعقد نہ ہوئی اور ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ شخص مظلوم کی قسم اُس کی نیت پر ہوتی ہے اور اگر ظالم ہو تو قسم دلانے والے کی نیت پر ہوتی ہے اور اسی کو ہمارے اصحاب نے لیا ہے مثال اوّل[۳] آنکہ ایک شخص[۴] ایک چیز معین کی بیع پر جو اُس کے ہاتھ میں ہے مجبور کیا گیا پس اُس نے قسم کھائی کہ میں نے یہ چیز فلاں کو دے دی اور مراد یہ لی کہ اس سے مبایعت[۵] کی ہے تا کہ مجبور کرنے والے کے خیال میں آئے کہ جو اُس کے ہاتھ میں ہے وہ دوسرے کی ملک میں ہے تا کہ پھر اُس کو اس کے بیع کرنے پر مجبور نہ کرے تو قسم اس کی نیت پر ہوگی اور جو اُس نے قسم کھائی ہے یہ یمین غموس نہ ہوگی نہ حقیقۃً اور نہ معناً اور مثال دوم[۶] آنکہ زید کے مقبوضہ مال معین پر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے تجھ سے سو درہم کی خریدی ہے اور زید نے اُس کے فروخت سے انکار کیا اور عمرو نے اُس سے قسم لی کہ تو قسم کھا کہ واللہ مجھ پر یہ چیز عمرو کو سپرد کرنا واجب نہیں ہے پس زید اسی طرح قسم کھا گیا اور سپرد کرنے سے یہ نیت کی کہ بطور ہبہ یا صدقہ سپرد کرنا واجب نہیں ہے اور یہ نیت نہ کی کہ بطور بیع سپرد کرنا واجب نہیں ہے تو اگر چہ وہ اپنی نیت کی قسم[ل] میں سچا رہا اور حقیقت میں یہ یمین غموس نہ ہوئی اس لیے کہ اُس نے اپنی لفظ سے وہ بات مراد لی جو اُس کی لفظ کے محتملات میں سے ہے لیکن معنی یہ یمین غموس ہے اس واسطے کہ اُس نے اس قسم سے مرد مسلمان کا حق کاٹ دیا پس اُس کی نیت معتبر نہ ہوگی اور شیخ امام زاہد معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ہے اگر اُس نے طلاق یا عتاق کی قسم کی اور قسم کھانے والا ظالم یا مظلوم ہے پس اُس نے خلاف ظاہر نیت کی مثلاً قید سے طلاق یعنی رہائی کی یا فلاں کام سے عتاق یعنی چھٹکارے یا آزادی کی نیت کی یا دروغ خبر دینے کی طلاق یا عتاق کے بارہ میں نیت کی تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ سچا ہوگا حتیٰ کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق وعتاق واقع نہ ہوگا لیکن درصورت یہ کہ وہ مظلوم ہوگا تو اُس پر یمین غموس کا گناہ بھی نہ ہوگا اور درصورت یہ کہ ظالم ہوگا تو اس پر ایسی قسم سے وہ گناہ ہوگا جو یمین غموس میں ہوتا ہے اگر چہ حقیقت میں جو اُس نے نیت کی ہے اس میں سچا ہے امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ یہ جو ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ اگر حالف ظالم ہو تو قسم مستحلف کی نیت پر ہوتی ہے یہ امر واقع شدہ قاضی کے حق میں صحیح ہے اس واسطے کہ واجب یہ یمین کا فریاتم ہے دہرگاہ وہ ظالم ہے تو وہ اپنی قسم میں گناہ گار رہا اگر چہ اُس نے اپنے لفظ کے محتملات میں سے ایک معنی مراد لیے ہیں بدین وجہ کہ اُس نے اس قسم سے غیر پر ظلم کرنے کا مقصود حاصل کیا ہے اور یہ بات امر مستقبل کی قسم میں حاصل نہیں ہے پس اس میں بہر حال حالف کی نیت معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے۔

فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف گذرا پس اُس نے اُس کی تعظیم کے واسطے اُٹھنا چاہا پس اُس نے کہا کہ واللہ کہ نخیزی یعنی واللہ آپ نہ اُٹھیے گا مگر وہ اُٹھ کھڑا ہوا تو گذرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے

ل جو امر واقع ہو چکا اگر مظلوم نے اس میں اس نیت سے قسم کھائی تو ہو سکتا ہے اور جو آئندہ ہو گا اس میں ایسی نیت بیکار ہے ۱۲۔

(۱) خدا کی ۱۲۔ (۲) ظاہرا کہا کہ روز آدینہ بیایم ۱۲۔ (۳) صورت اوّل ۱۲۔ (۴) حالف مظلوم ۱۲ (۵) اگر چیز سپرد نہیں کی ہے ۱۲۔ (۶) دوم صورت ۱۲۔

روایت ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو کل فلاں کے گھر گیا تھا اُس نے کہا کہ ہاں پس پوچھنے والے نے کہا کہ واللہ تو گیا تھا پھر اُس نے کہا کہ ہاں تو یہ قسم ہے وہ قسم کھانے والا ہو گیا اسی طرح اگر نہ جانے کا ذکر کیا ہو پھر کہا کہ واللہ تو نہیں گیا تھا اُس نے کہا کہ ہاں تو بھی یہی حکم ہے اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر تو نے خالد سے کلام کیا تو تیرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے کہا الا تیری اجازت سے تو یہ مجیب (یعنی قسم ہو گی) قرار دیا جائے گا چنانچہ اگر بغیر اجازت زید کے خالد سے کلام کرے گا تو حانث ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ واللہ تو ایسا و ایسا ضرور کرے اور مخاطب سے قسم لینے کی نیت نہ کی اور نہ اپنے اوپر قسم قرار دینے کی تو دونوں میں سے کسی پر کچھ لازم نہ ہو گا درصورت یہ کہ مخاطب نے ایسا و ایسا نہ کیا اور اگر کہنے والے نے اپنی قسم کی نیت کی ہو تو حالف ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا باللہ تو ضرور ایسا و ایسا کرے اور اگر کہا کہ واللہ تو ضرور ایسا و یسا کرے گا اور مخاطب سے قسم لینے کی نیت کی تو یہ اختلاف ہے اور دونوں میں کسی پر کچھ لازم نہ ہو گا ورنہ اگر کچھ نیت نہ ہو گی تو خود حالف ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ واللہ تو ضرور ایسا کرے گا[1] یا کہا کہ واللہ تو ضرور ایسا کرے گا پس عمرو نے کہا کہ ہاں پس اگر زید نے قسم کی نیت کی اور عمرو نے بھی قسم کی نیت کی تو دونوں میں سے ہر ایک حالف ہو جائے گا اور اگر زید نے قسم لینے کی اور عمرو نے حلف کی نیت کی تو حالف ہو گا اور اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ نیت نہ کی تو درصورت یہ کہ اللہ تو ضرور ایسا کرے گا کہا ہے عمرو حالف ہو گا اور درصورت یہ کہ واللہ بولا و قسم کہا ہے خود زید حالف ہو گا اور اگر زید نے قسم لینے کی نیت کی اور عمرو نے یہ نیت کی کہ اس پر قسم نہیں ہے اور ہاں کہنا بایں معنی ہے کہ ایسا ایسا کرنے کا وعدہ کیا بدون قسم کے تو اپنی اپنی نیت پر ہو گا اور دونوں میں سے کسی پر قسم نہ ہو گی یہ خلاصہ و وجیز کردری و محیط سرخسی میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے قسم رکھی کہ تو ضرور ایسا کرے گا یا کہا کہ میں نے اللہ کی قسم رکھی ہے یا کہا کہ میں نے شاہد کیا اللہ کو یا کہا کہ حلف رکھی میں نے اللہ کی کہ تو ضرور ایسا کرے گا خواہ ان سب صورتوں میں یہ کہا کہ تجھ پر یا نہ کہا تو ان سب صورتوں میں قسم کھانے والا زید ہو گا اور عمرو پر قسم نہ ہو گی اور اگر دونوں نے نیت کی ہو تو جواب دینے والا بھی حالف ہو گا یعنی عمرو الا آنکہ زید نے اپنے قول سے فقط استفہام کی نیت کی یعنی کہا تو یہ قسم کھاتا ہے پس اگر زید کی یہ نیت ہو تو زید پر قسم نہ ہو گی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر اللہ کا عہد ہے اگر تو ایسا کرے پس عمرو نے کہا کہ ہاں تو زید پر کچھ نہ ہو گا اگرچہ اُس نے قسم کی نیت کی ہو اور یہ قول زید کا عمرو سے قسم لینے پر ہو۔ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو نے ایسا و یسا کیا ہے اُس نے کہا کہ میں نے نہیں کیا ہے پس مرد نے کہا کہ اگر تو نے کیا ہو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ اگر میں نے کیا ہو تو میں طالقہ ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرد نے اس قول سے اگر تو نے کیا ہے تو تو طالقہ ہے عورت کی قسم کی نیت کی ہو یعنی یہ مراد ہو کہ بھلا کیا اگر تو نے ایسا کیا ہو تو طالقہ تو عورت پر طلاق واقع نہ ہو گی۔ چند فاسق لوگ باہم جمع ہوئے کہ بعض ان میں سے بعض کے ساتھ صفع[ل] کرتے تھے پس ایک نے ان میں سے کہا کہ اب پھر جو کوئی کسی سے صفع کرے تو اُس کی بیوی کو تین طلاق ہیں پس ایک نے ان میں سے فارسی میں کہا کہ بلا یعنی بھلا پھر اسکے بعد ان میں سے ایک نے دوسرے کو صفع کیا اور اُس نے بھی اس کو صفع کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ جس نے بلا کہا ہے اُسکی بیوی طالقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ کلام فاسد ہے قسم نہیں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ مجھ پر پاپیادہ حج واجب ہے اور میرا ہر مملوک آزاد ہے اور میری ہر عورت طالقہ ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پس دوسرے نے کہا کہ مجھ پر مثل اسکے ہے جو تو نے اپنے اوپر قرار دیا ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پھر دوسرا اس دار میں داخل ہوا تو اس پر پاپیادہ حج واجب ہو گا اور طلاق و عتاق کچھ واقع نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ل گدی کی دھپ بازی ۱۲۔

(۱) اگر اُس نے ایسا و یسا نہ کیا تو حانث ہو گا ۱۲۔

ایک شخص اپنے امیر کے ساتھ سفر کو نکلا پس امیر نے اس سے قسم لے لی کہ بدون میری اجازت کے واپس نہ ہو پھر اُس کا کپڑا یا تھیلی گر گئی جس کے لینے کے واسطے وہ واپس ہوا تو حانث نہ ہوگا:

ایک شخص کو سرہنگان سلطان نے قسم دلائی کہ کل کوئی کام نہ کرے جب تک فلاں نہ آجائے پھر اس قسم کھانے والے نے دوسرے روز اپنے موزے پہنے پھر ایک میت کے پاس گیا اور فلاں کے آنے سے پہلے اُس کا سر اُس کی جگہ سے ہٹا دیا تو شیخ محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا پس اُس کی قسم اس کام سے سوائے پر ہوگی۔ ایک شخص اپنے امیر کے ساتھ سفر کو نکلا پس امیر نے اس سے قسم لے لی کہ بدون میری اجازت کے واپس نہ ہو پھر اُس کا کپڑا یا تھیلی گر گئی جس کے لینے کے واسطے وہ واپس ہوا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ ایسی واپسی پر اُس کی قسم نہیں واقع ہوئی تھی ایک مرد چغل خور ہے کہ سلطان سے لگائی بجھائی کر کے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کہ سلطان سے چغلیاں کھاتا ہے اور ناحق جنایات[1] ان سے لی جاتی ہے پس اس نے قسم کھائی کہ اگر میں نے دس درہم سے زیادہ کی بابت کسی کی لگائی بجھائی کی تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کی بیوی نے دس درہم سے زیادہ کی بابت لگائی بجھائی کی تو شیخ الاسلام نجم الدینؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اُس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے سلطان نے ایک مرد سے کہا کہ تیرے پاس فلاں امیر کا مال ہے اُس نے انکار کیا پس سلطان نے اُس سے اُس کی بیوی کی طلاق کی قسم لی کہ تیرے پاس(۱) فلاں امیر کا مال نہیں ہے پس اُس نے قسم کھائی حالانکہ اس مرد حالف کے پاس بہت سا مال تھا جس کو امیر مذکور کی بیوی نے اُس کے پاس بھیجا تھا اور جو اس مال کو لایا تھا اُس نے یہی کہا تھا کہ یہ فلاں امیر کی بیوی کا مال ہے اور حالت یہ تھی کہ اس عورت کا بھی اس قدر مال (یعنی متمول تھی) ہو سکتا ہے تھا۔ پھر عورت مذکورہ نے اقرار کیا کہ یہ مال اُس کے شوہر کا ہے تو اُس سے حالف کی بیوی طالقہ نہ ہوگی تاوقتیکہ حالف اُس کی تصدیق نہ کرے یا بعد دعویٰ صحیحہ کے قاضی بہ گواہی گواہان عادل اس کا حکم نہ دے دے تب البتہ حالف مذکور حانث[2] ہو جائے گا ایک شخص بیس (۲۰) بکریاں ایک شہر سے دوسرے شہر کو فروخت کے واسطے لے گیا اور سب بکریاں دوسرے شہر کے اندر داخل کر دیں لیکن ان میں سے دس بکریاں اپنی دکان پر ظاہر کیں پس خطیرہ کے سردار نے اُس سے قسم لی کہ وہ فقط دس بکریاں لایا ہے اور شہر کے باہر کچھ نہیں چھوڑ آیا ہے پس اُس نے قسم کھائی اور نیت یہ کی کہ فقط دس ہی بکریاں لایا ہوں یعنی بازار میں فقط دس ہی لایا ہوں اور باہر کچھ نہیں چھوڑ آیا ہے یعنی بازار سے باہر تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس نے ایسی بات مراد لی ہے جو اُس کے لفظ سے نکلتی ہے مگر قضاءً اُس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی۔ ایک شخص مر گیا اور اُس نے ایک وارث اور کسی پر اپنا قرضہ چھوڑا پس وارث نے قرضدار سے قرضہ کی بابت مخاصمہ کیا پس قرضدار نے قسم کھائی کہ مدعی کا مجھ پر کچھ نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرضدار کو موت مورث کی خبر نہ تھی تو امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اُس کو موت مورث سے آگاہی تھی تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے کتنے پھل[3] کھائے ہیں اُس نے کہا کہ میں نے پانچ (پانچ بھی دس میں داخل ہیں) پھل کھائے ہیں اور قسم کھا گیا حالانکہ اُس نے دس پھل کھائے تھے تو جھوٹا و حانث نہ ہوگا اور اگر قسم بطلاق و عتاق ہوگی تو طلاق و عتاق واقع نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی سے کہا گیا کہ تو نے یہ غلام کتنے میں خریدا ہے اُس نے کہا کہ سو درہم میں حالانکہ اُس نے دو سو درہم میں خریدا ہے تو جھوٹا نہ ہوگا اور اگر اُس پر طلاق و عتاق کے ساتھ قسم کھائی ہو تو کچھ جزا لازم نہ ہوگی اور یہ نظیر اس کی ہے جو جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس کپڑے کو دس درہم میں نہ خریدوں گا پھر اُس کو بارہ درہم کو خریدا تو قسم میں حانث ہو جائے گا۔ ایک مرد بھاگ کر دوسرے کے مکان میں چھپا پس مالک مکان نے قسم کھائی کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور مراد یہ لی کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے مکان میں وہ کس جگہ ہے تو حانث نہ ہوگا۔ ایک

---

[1] تاوان وڈانڈ ۱۲۔ [2] جھوٹی قسم کھانے کا گنہگار ہوگا ۱۲۔ [3] احتمال ہو کہ اصل میں ثمر یعنی چھوہارے ہوں والمراد واحد ۱۲۔

(۱) اگر تیرے پاس فلاں امیر کا مال ہو تو تیری بیوی طالقہ ہے ۱۲۔

نے سلطان کے قسم دلانے سے قسم کھائی کہ مجھے یہ بات نہیں معلوم ہے پھر اُس کو یاد آئی کہ اُس کو معلوم تھی لیکن وقت قسم کے اُس کو فراموش تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اس لیے کہ وقت قسم کے وہ نہیں جانتا تھا۔ایک نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس رات میں میرے گھر میں شوربا نہیں ہے حالانکہ اُس کے گھر میں شوربا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوربا اس قدر کم تھا کہ اگر اس کو معلوم تھا کہ تو وہ یہ نہ کہتا کہ میرے گھر میں شوربا ہے تو قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر شوربا زیادہ تھا مگر وہ خراب ہو گیا تھا ایسا کہ اُس کو کوئی نہیں کھا سکتا تھا تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ قسم میں ایسا شوربا مراد نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایسا بگڑا تھا کہ بعض اس کو نہیں کھا سکتے تھے اور بعض (فقیر محتاج وغیرہ) کھا سکتے تھے تو وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور ایک شخص نے اپنی بیوی کی زمین میں روئی بوئی پھر قسم کھائی کہ اگر اس زمین کی پیداوار میرے گھر میں داخل ہو تو حلال مجھ پر حرام ہے پھر اس کی عورت یہ روئی اپنے سر پر رکھ کر دُھنیے کو دینے کے واسطے لے چلی اور راہ میں اپنے سر پر رکھے ہوئے اپنے شوہر کے گھر میں داخل ہوئی پھر نکل کر دُھنیے کے یہاں لے گئی تو مرد مذکور اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص کو سلطان نے طلب کیا تا کہ اس کو تہمت میں گرفتار کرے پھر ایک شخص کو پکڑ کر اُس سے کہا کہ تو اُس کے قرضداروں یا اقرباؤں کو بتلا تا کہ اُس کے قرضداروں سے یا اقرباؤں سے مال لے لے پس اُس نے جاننے سے انکار کیا پس اُس سے قسم لی کہ تو اُس کے قرضداروں یا اقرباؤں کو نہیں جانتا ہے حالانکہ اگر وہ بتلا دے تو اس میں مسلمانوں پر ضرر کثیر ہے پس اگر جانتا ہے تو اُس کے قسم کھا لینے کی گنجائش نہیں ہے لیکن حیلہ یہ ہے کہ اس مرد کا نام بیان کرے جس کو سلطان نے طلب کیا ہے مگر اس نام کا دوسرا آدمی ارادہ کر کے قسم کھا لے اور ایسی قسم و حیلہ خصافؒ کے نزدیک صحیح ہے اگرچہ ظاہر الروایات کے موافق نہیں صحیح ہے پس اگر حالف مذکور مظلوم ہوگا تو امام خصاف کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔ طلاق الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر مال کا دعویٰ کیا اور عمرو نے انکار کیا پس قاضی نے عمرو سے قسم لی کہ تجھ پر اس کا اس قدر ایسا مال نہیں ہے پس عمرو نے اپنی آستین کے اندر سے انگلی سے ایک دوسرے شخص کی طرف اشارہ کر کے قسم کھائی کہ اس کا مجھ پر کچھ نہیں ہے تو دیانۃً اُس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً (یہ یمین غموس میں ہے کہ سخت گنہگار ہوگا) یہ خلاصہ میں ہے۔

فصل ☆

کفارہ کے بیان میں

حانث ہونے پر قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ تین چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو تو ایک بردہ آزاد کر دے اور جو بردہ کفارہ ظہار میں جائز ہے وہ یہاں بھی روا ہے یا دس مسکینوں کو لباس دے دے کہ ہر ایک کو ایک کپڑا یا زیادہ دے اور ادنیٰ لباس اس قدر ہے کہ جس میں نماز جائز ہو جاتی ہے[1] یا دس مسکینوں کو کھانا دے اور کفارہ قسم میں کھانا دینا ویسا ہی ہے جیسے کفارہ ظہار میں دیا جاتا ہے یہ فتاویٰ حاوی قدسی میں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ادنیٰ لباس اس قدر ہے کہ اُس کے اکثر بدن کو چھپائے حتیٰ کہ خالی ایک پائجامہ دے دینا کافی نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ان تین چیزوں میں سے کسی کے دینے کی اُس کو قدرت نہ ہوئی تو پے در پے تین روز روزہ رکھے اور یہ تنگدست کا کفارہ ہے اور ادنیٰ کفارہ یسار ہے اور اس کفارہ کے واسطے خوشحالی اسی قدر معتبر ہے کہ اُس کی کفایت سے اس قدر بچتا ہو کہ جس سے کفارہ قسم ادا کر دے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جو منصوص علیہ ہے وہ اُس کی ملک میں نہ ہو اور اگر

---

[1] جس کے پاس کپڑے ہیں اس کی نماز جس قدر سے جائز ہو جاتی ہے اس قدر ضروری ہے ۱۲۔

عین منصوص علیہ اُس کی ملک میں ہو یعنی اُس کی ملک میں کوئی غلام ہے یا دس مسکینوں کا لباس یا کھانا موجود ہو تو اُس کو روزے سے کفارہ دینا کافی نہ ہوگا خواہ اس پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور اگر اُس کی ملک میں عین منصوص علیہ موجود نہ ہو تو اُس وقت تنگی وخوشحالی کا اعتبار ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے پھر واضح ہو کہ تنگی وخوشحالی کا اعتبار ہمارے نزدیک اس وقت ہوگا جب کفارہ دینے کا قصد[1] کرتا ہے۔ چنانچہ اگر قسم سے حانث ہونے کے وقت وہ خوشحال تھا پھر جب کفارہ دینے کا قصد کیا اس وقت تنگدست ہو گیا تو ہمارے نزدیک روزے اُس کے حق میں کافی ہوں گے اور اگر اس کے برعکس ہو تو کافی نہ ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ خوشحالی سے یہاں یہ مراد ہے کہ اُس کے کفاف سے کچھ زائد بچتا ہو تو کفاف کی مقدار یہ ہے کہ رہنے کے مکان سے اور ستر عورت کے قدر کپڑے سے اور روزینہ کھانے سے فاضل رہتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اس کا مال غائب ہو یا لوگوں پر اُس کا قرضہ ہو اور سردست ہو اس قدر نہیں پاتا ہے کہ اُس سے بردہ آزاد کرے یا مسکینوں کو لباس دے یا کھانا دے تو اُس کو روزے رکھنے کافی ہوں گے ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ لوگوں پر قرضہ ہونے کی صورت میں بھی روزے سے جواز کا حکم جو امام محمدؒ نے دیا ہے اُس کی تاویل یہ ہے کہ اُس کا قرضہ تنگدست لوگوں پر ہو جو ادا کرنے پر قادر ہیں اور اگر اس کا قرضہ مالداروں پر ہو کہ اس کے ادا کرنے پر قادر ہیں کہ اگر اُن سے تقاضا کر کے وصول کرے تو کفارہ بیار ادا کرنے پر قادر ہو جائے تو اس کو روزے کافی نہ ہوں گے ایسا ہی امام محمدؒ سے ابن سماعہ نے روایت کی ہے اور ایسا ہی مشائخ نے عورت کے حق میں کہا ہے کہ جب اس پر کفارہ لازم آیا اور اُس کے ہاتھ میں کچھ مال نہیں ہے حالانکہ اُس کا مہر اس کے شوہر پر ہے کہ اگر تقاضا کرے تو وہ ادا کر دے تو عورت کو روزے سے کفارہ دینا روا نہ ہوگا اور اگر ایک شخص کے پاس مال ہو حالانکہ اس پر لوگوں کا قرضہ بھی اُسی قدر ہے کہ جتنا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اس کو یہ قرضہ اس مال سے ادا کرنے کے بعد روزے سے کفارہ روا ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور یہ ظاہر ہے اور قبل قضائے قرضہ (ادائے قرضہ) مذکور کے آیا اُس کو روزے سے کفارہ دینا روا ہے یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کذا فی المحیط اور اصح یہ ہے کہ روزے سے کفارہ دینا اس صورت میں بھی روا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

کپڑے میں قابض کا حال معتبر ہے کہ اگر وہ قابض کے واسطے صالح ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں:

اگر ہر مسکین کو نصف کپڑا دیا یا ایک کپڑا دس مسکینوں کو دیا بہ نیت کفارہ قسم تو لباس سے کفارہ ادا نہ ہوگا اور جب لباس سے کفارہ ادا نہ ہو پس اگر اُس کی قیمت اس قدر ہو کہ جس سے دس مسکینوں کا کھانا دیا جاتا ہے تو کیا کھانے سے اعتبار کر کے کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت کے موافق کافی ہو جائے گا[2] خواہ اُس نے نیت کی ہو کہ یہ کپڑا اطعام کے بدلے[(1)] میں ہے یا یہ نیت نہ کی ہو یہ ظہیریہ میں ہے اور ٹوپی اور موزہ لباس سے کفارہ دینے میں کافی نہیں ہے اور کھانے سے کافی ہے اور کپڑے میں قابض کا حال معتبر ہے کہ اگر وہ قابض کے واسطے صالح ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اوسط درجہ کے لوگوں کے سوائے ہو تو جائز ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ قول اشبہ بالصواب ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ہر مسکین کو ایک عمامہ دیدیا پس اگر اُس قدر کپڑا ہے کہ وہ ایک قمیص یا چادر تک پہنچتا ہے تو لباس سے کفارہ ادا ہو جائے گا ورنہ لباس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا مگر طعام سے کفارہ ہو جائے گا بشرطیکہ اُس کی قیمت اتنی ہو کہ طعام سے کفارہ کے مثل ہو[(2)] یہ مبسوط میں ہے

---

[1] جس وقت اس نے کفارہ دینا چاہا اس وقت دیکھا جائے گا کہ کیا حال ہے نہ اس وقت جب حانث ہوا ہے ۱۲۔

[2] قال المترجم: یہاں اب یہ بیان ہے کہ کپڑا کس درجہ کا ہو ۱۲۔

(۱) اگر کچھ مقدار طعام کو پہنچے ۱۲۔ (۲) قیمت طعام کے برابر ہو ۱۲۔

اور اگر دس مسکینوں کو ایک کپڑا بھاری قیمت کا سب میں مشترک ایسا دیا کہ ان کی اوسط لباس واجبی کی قیمت کے مثل یا زیادہ اس میں سے ہر ایک کے حصے میں پہنچتا ہے تو یہ کپڑا ان کے کفارہ لباس سے کافی نہ ہوگا اس واسطے کہ لباس منصوص علیہ ہے پس وہ اپنے نفس کا بدل نہ ہوگا ہاں غیر کا بدل ہو سکتا ہے چنانچہ اگر اس کپڑے میں سے ہر ایک کے حصہ میں طعام کی قیمت کے مثل قیمت کا حصہ پہنچتا ہو تو طعام سے کفارہ ادا ہو جائے گا اور جیسے اس کے برعکس کہ اگر ہر مسکین کو چہارم صاع گیہوں دیئے جو ایک صاع چھوہارے کے برابر ہیں تو طعام سے کفارہ ادا نہ ہوگا ہاں اگر اس چہارم صاع گیہوں کی قیمت ان کے لباس کی قیمت کے مثل ہو تو لباس سے کفارہ ادا ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے جس پر کفارہ قسم واجب ہے اگر اُس نے ایک پرانا کپڑا مسکین کو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قیمت کے عوض جائز نہیں ہے ولیکن یہ دیکھا جائے گا کہ اگر ایسا ہو کہ اس سے نئے کپڑے کی نصف مدت تک انتفاع حاصل کیا جائے تو نہیں جائز ہے اور جدید کپڑے سے چھ مہینہ انتفاع ہو سکتا ہے اور اُس سے چار مہینے یعنی نصف سے زائد مدت تک تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک ہی مسکین کو دس کپڑے ایک ہی دفعہ دے دیئے تو اُس کے کفارہ کی طرف سے کافی نہ ہوں گے جیسے طعام میں ہوتا ہے اور اگر اُس کو ہر روز کر کے ایک ایک کپڑا دیا یہاں تک کہ دس کپڑے دس روز میں پورے کر دیئے تو کفارہ ادا ہو گیا جیسے طعام میں ہے اور اگر مسکینوں کو غلام یا چوپایہ جس کی قیمت دس مسکینوں کے کپڑے کے برابر ہے دیا تو باعتبار قیمت کے اُس کا کفارہ لباس سے ادا ہو گیا جیسے درہم دینے میں ہوتا ہے اور اگر غلام یا چوپایہ کی قیمت دس مسکینوں کے لباس کے برابر نہ پہنچی مگر دس مسکینوں کے طعام کے برابر پہنچی تو کفارہ طعام سے ادا ہو گیا اور اگر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ یہ کپڑا میرا ہے یا یہ چوپایہ میرا ہے پس بعد ثبوت و حکم قاضی کے اس کو لے لیا تو اُس پر واجب ہوگا کہ از سر نو کفارہ قسم ادا کرے اور اگر زید کی طرف سے عمرو نے زید کے حکم سے دس مسکینوں کو لباس دے دیا تو زید سے کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ عمرو نے زید سے اُس کا ثمن نہ پایا ہو اور اگر عمرو نے بدون حکم زید کے اور بدون رضائے زید کے ایسا کیا تو زید کی طرف سے جائز نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنی قسم کے کفارات میں سے میتوں کے کفنوں میں یا مسجد کی عمارت میں یا میت کے ادائے قرضہ میں یا عتق رقبہ میں دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس میں سے کسی ابن سبیل کو جس کا توشہ مسافرت میں نہیں رہا ہے دے دیا تو جائز ہے اور اگر ایک شخص نے جس پر دو قسموں کا کفارہ ہے واجب ہے دو دو کپڑے دس مسکینوں کو دونوں قسموں کی طرف سے دیئے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول میں اس کی ایک ہی قسم کی طرف سے ادا ہوں گے اور اگر کسی نے ایک مسکین کو اپنے کفارہ قسم میں لباس دیا تھا پھر یہ مسکین مر گیا پس اُس کا ورثہ اُس کو ملا اور اُس نے وہی کپڑا میراث میں پایا یا مسکین کی زندگی میں اُس سے خرید لیا یا مسکین نے اُس کو ہبہ کر دیا تو اُس کا کفارہ مذکور فاسد نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی نے کفارہ قسم میں کھانا دینا اختیار کیا تو وہ دو (۲) نوع پر ہے ایک طعام تملیک اور دوم طعام اباحت پس طعام تملیک اس طرح ہے کہ دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا آٹا یا ستو دے یا ایک صاع جو دے جیسے صدقہ فطر میں مذکور ہے اور اگر اس صورت میں اُس نے دس مسکینوں میں ہر ایک کو چہارم چہارم صاع دیا پس اگر دوبارہ انہیں کو چہارم چہارم صاع دے دیا تو جائز ہو گیا اور اگر دوبارہ ان کو نہ دیا تو از سر نو طعام دے اور اسی طرح اگر کسی نے وصیت کر دی کہ میرے کفارہ قسم میں میری طرف سے دس مسکینوں کو طعام دیا جائے پس وصی نے دس مساکین کو صبح کا کھانا کھلایا پھر یہ مساکین مر گئے قبل اس کے کہ ان کو شام کا کھانا کھلائے تو اس پر لازم آئے گا کہ از سر نو کھانا دے مگر وصی ضامن نہ ہوگا اور ایک شخص نے ایک ہی مسکین کو اپنے کفارہ قسم میں پانچ صاع گیہوں دے دیئے تو کفارہ ادا نہ ہوگا اِلّا آنکہ ایک ہی مسکین کو دس روز میں دے پس تعدد ایام مقام تعدد مساکین قائم ہوگی اور اگر ایک مسکین کو گیہوں دیئے یعنی نصف صاع اور دوسرے کو جو دیئے یعنی نصف صاع اور دوسرے کو جو دیئے یعنی ایک صاع تو ظاہر الروایۃ کے موافق

جائز ہے۔

اگر کسی نے کفارۂ طعام بطور اباحت اختیار کیا تو احناف کے نزدیک روا ہے:

اور اگر کسی نے پانچ مسکینوں کو طعام دیا اور پانچ کو لباس دیا پس اگر اُس نے بطور تملیک[1] دیا تو کفارہ ادا ہوگا اور طعام ولباس دونوں میں سے جو بیش قیمت ہوگا وہ دوسرے کم قیمت کا بدل قرار پائے گا چاہے کوئی ہو اور اگر اُس نے طعام نہ بطور اباحت دیا ہے پس اگر طعام کم قیمت ہوگا بہ نسبت لباس کے تو کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر یہ طعام بیش قیمت ہوگا تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ لباس میں تملیک ہے اور طعام بطور اباحت دیا ہے بطور تملیک اور اباحت میں تملیک نہیں ہے پس جب کہ طعام کم قیمت ہوگا تو لباس کو طعام کا بدل قرار دینا جائز ہوگا اور اگر اُس کے برعکس ہوگا تو نہیں ہو سکے گا اور اگر کسی نے کفارۂ طعام بطور اباحت اختیار کیا تو ہمارے نزدیک روا ہے اور طعام اباحت اس طرح ہے کہ دو وقت صبح وشام یا دو دن صبح کو یا دو دن شام کو یا شام وسحری کو پیٹ بھر کے کھلائے یعنی کہہ دے کہ پیٹ بھر کے کھا لو اور مستحب یہ ہے کہ صبح وشام دونوں وقت روٹی کے ساتھ سالن ہو یعنی جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جائے (روکھی نہ ہو ۱۲) اور اس صورت میں ان کا پیٹ بھر جانا معتبر ہے مقدار طعام معتبر نہیں ہے (قسم اول کے بخلاف) چنانچہ اگر تین روٹیاں دس مسکینوں کے سامنے رکھیں اور اُنھوں نے کھایا کہ سیر ہو گئے تو جائز ہے یہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے اور اگر دس مسکینوں میں سے ایک کا پیٹ بھرا ہوا ہو (پہلے سے ۱۲) تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اگر پیٹ بھرنے سے بھی اُس کے طعام میں سے اس قدر جتنا اوروں نے کھایا ہے کھا لیا تو جائز ہو گیا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ دس مسکینوں کا سیر کر دینا واجب تھا اور یہ نہیں پایا گیا اور اگر دس مسکینوں کو صبح و شام سیر ہو کر کھلا دیا مگر ان میں ایک دودھ چھوڑا یا ہوا بچہ ہے تو جائز نہ ہوا اور اس پر واجب ہے کہ بجائے اس کے ایک دوسرے مسکین کو کھلا دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اور اگر دس مسکینوں کو روکھا بغیر سالن کے کھانا دیا پس اگر روٹی گیہوں کی دی تو جائز ہے اور اگر دوسری چیز ہو تو سالن ضرور ہے اور اگر ان کو روٹی و کھجور یا ستو و کھجور یا کالی ستو کھلائے تو کفارہ ادا ہو گیا بشرطیکہ یہی اس کے اہل وعیال کا کھانا ہو اور اگر اُس نے ایک مسکین کو دس روز تک صبح وشام کھلایا تو کفارہ ادا ہو گیا اگرچہ اُس نے ہر روز کے کھانے میں ایک ہی روٹی کھائی ہو اور اگر اُس نے صبح کو دس مسکینوں کو کھانا دیا پھر شام کو دوسرے دس مسکینوں کو ان کے سوا کھانا کھلایا تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُس نے دس روز تک صبح کو ایک مسکین کو اور شام کو دوسرے مسکین کو کھلایا تو بھی جائز ہے اور اگر اُس نے حصہ ایک مسکین کا دو مسکینوں پر بانٹ دیا تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر صبح کو ایک مسکین کو کھانا کھلایا اور شام کے کھانے کے اُس کو دام دیئے پیسے یا درہم تو کافی ہے اور اسی طرح اگر دس مسکینوں کی صورت میں اُس نے ایسا ہی کیا کہ ان کو صبح کا کھانا کھلا دیا اور ان کے شام کے کھانے کے ان کو پیسے یا درہم دے دیئے تو جائز ہے اور اگر دس مسکینوں کو اُس نے ایک وقت کھانا کھلایا اور پھر اُنہیں کو چہارم چہارم صاع گیہوں دے دیئے تو کفارہ ادا ہو گیا اور ہشام نے بروایت امام محمدؒ فرمایا کہ اگر ایک مسکین کو بیس روز تک صبح کو کھانا کھلایا یا رمضان میں بیس (۲۰) رات اس کو کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا اور اگر کسی نے کفارۂ قسم میں روزے رکھے حالانکہ اس کی ملک میں غلام یا طعام تھا جس کو وہ بھول گیا تھا پھر بعد روزے پورے ہونے کے اس کو یاد آیا تو بالاجماع اس کے کفارہ کے واسطے یہ روزے کافی نہ ہوں گے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی نے پانچ مسکینوں کو کھانا دیا پھر وہ فقیر ہو گیا تو اُس پر واجب ہوگا کہ اگر روزے سے کفارہ ادا کرنا چاہے تو از سرِ نو روزے سے کفارہ ادا کرے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی نے دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو چہارم چہارم صاع گیہوں اپنے کفارۂ قسم میں دیئے پھر یہ لوگ غنی ہو گئے پھر فقیر ہو

---

[1] واضح رہے کہ طعام تملیک یہ ہے کہ ان کی ملک میں کر دیا کہ چاہو جو کرو اور طعام اباحت یہ ہے کہ پیٹ بھر کے کھا لو ۱۲۔

گئے پھر اس نے ان کو چہارم چہارم صاع دیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ کفارہ جائز نہ ہوا جیسے مکاتب کو چہارم صاع دیا پھر وہ عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر دوبارہ مکاتب کیا گیا پھر اُس نے اُس کو چہارم صاع دیا تو یہ کفارہ ادا ہونے کے واسطے نہیں کافی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنی قسموں کے کفارات میں دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو ہزار ہزار من گیہوں ایکبارگی دے دیئے تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ایک ہی قسم کے کفارہ سے جائز ہوں گے یعنی ایک ہی کفارہ ادا ہو گا یہ خلاصہ میں ہے جس پر کفارۂ قسم ہے اگر اُس نے پانچ صاع گیہوں دس مسکینوں کے سامنے رکھے پس اُنھوں نے چھینا جھپٹی کر کے لوٹ لیا تو فقط ایک ہی مسکین[1] کی طرف سے کافی ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور جن لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے ان کو کفارہ دینا بھی جائز نہیں ہے جیسے والدین و اولاد وغیرہ مگر کفارہ ذمی فقیروں کو دینا جائز ہے بخلاف زکوٰۃ کے اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور حربی فقیروں کو دینا بالاجماع نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر مملوک نے باجازت ولی مال سے کفارہ ادا کر دیا تو جائز نہ ہوا:

روزہ کفارہ ایام تشریق میں نہیں روا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر تنگدست نے روزہ سے کفارہ دینا چاہا پس دو روزے رکھ کر تیسرے روز بیمار ہوا کہ اس کو افطار کرنا پڑا تو از سر نو روزے رکھے اسی طرح اگر عورت تین ایام کے اندر حائض ہو گئی تو از سر نو ادا کرے یہ ظہیریہ میں ہے اگر متفرق قسموں کے کفارات لازم آئے پس اُس نے کفاروں کی گنتی پر بردے آزاد کیے کہ ہر قسم کے مقابلہ کوئی رقبہ معین نہیں کیا یا ہر رقبہ کو ان سب کی طرف سے کفارے کی نیت سے آزاد کیا تو استحساناً کفارات ادا ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر ایک کفارہ کی طرف سے بردہ آزاد کیا اور دوسرے سے کھانا دیا اور تیسرے سے کپڑا دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ ان انواع میں سے ہر نوع سے کفارہ مطلقاً ادا ہو جاتا ہے پس ان سب میں حکم یکساں ہوگا اور مملوک جب تک آزاد نہ ہوا اس کا کفارہ روزے سے ہے اور اگر اس کے مولیٰ نے اس کی طرف سے کھانا دیا یا بردہ آزاد کیا یا کپڑا دیا تو کافی نہیں ہے یہ مبسوط[(1)] میں ہے اور اگر مملوک نے باجازت ولی مال سے کفارہ ادا کر دیا تو جائز نہ ہوا یہ سراجیہ میں ہے اور اس حکم میں مکاتب و مدبر دام ولد مثل قن کے ہیں اور جو سعایت کرتا ہو وہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک اسی حکم میں شامل ہے اس واسطے کہ وہ مثل مکاتب کے (نزدیک) ہے۔ اگر کسی (آزاد نے ۱۲) نے کفارے میں دو روزے رکھے پھر تیسرے روز اس کو اس قدر مل گیا کہ طعام یا لباس سے کفارہ ادا کر سکتا ہے تو روزہ جائز نہ ہوگا اور اس پر طعام یا لباس سے کفارہ دینا واجب ہو جائے گا اور اگر تنگدست نے دو روز روزہ رکھ کر تیسرے روز اس قدر پا لیا کہ رقبہ آزاد کر سکتا ہے تو اس پر مال سے کفارہ دینا لازم ہوگا اور اس روز کا روزہ بہتر ہے کہ تمام کرے اور اگر اس نے توڑ دیا تو اس پر قضا لازم نہ ہوگی اور یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

عورت اگر تنگدست ہو اور اس نے روزہ سے کفارہ دینے کا قصد کیا تو اس کے شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو روزے سے منع کرے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر غلام نے کفارہ قسم کے روزے رکھے پھر قبل اس سے فارغ ہونے کے آزاد کر دیا گیا اور اس نے مال پایا تو روزے اس کے کافی نہ ہوں گے اور اگر فقیر نے چھ روزے دو قسموں کے کفارہ میں رکھے تو اس کو کافی ہیں اگر چہ اس نے تین دن کی ہر ایک کے واسطے نیت نہ کی ہو اور اگر اس کے پاس ایک کفارہ کا کھانا ہو پس اس نے ایک کفارے سے روزے رکھ لئے پھر دوسرے کفارہ میں یہ کھانا دیا تو جائز نہ ہوگا اور بعد کفارہ طعام دینے کے اس کو دوبارہ دوسرے کفارہ کے روزے رکھنے لازم آئیں گے اور کسی کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا خواہ زندہ ہو یا مردہ خواہ کفارہ میں ہو یا غیر کفارہ میں جائز نہیں ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی

---

[1] تو مسکینوں کا دینا اس پر باقی رہا ۱۲۔

(1) سزاوار ہوگا ۱۲

میں ہے۔ اگر کسی پر کفارہ قسم واجب ہوا اور اس نے اس قدر نہ پایا کہ بردہ آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دے اور وہ ایسا بڈھا ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور نہ اس سے اس کی کچھ امید ہے پس لوگوں نے چاہا کہ اس کی طرف سے روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے دیں یا وہ مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میرے طرف سے اس طرح ادا کر دیا جائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کی طرف سے کھانا دے دیں[1] اور نہ اس کو کافی ہوگا الا آنکہ وہ خود دس مسکینوں کو کھانا دے دے یا اس کی طرف سے دیا جائے بشرط وصیت اور اگر اس نے وصیت نہ کی اور لوگوں نے خود چاہا کہ اس کی طرف سے کفارہ دے دیں تو دس مسکینوں کے کھانے یا کپڑے سے کم کافی نہ ہوگا اور یہ روا نہیں ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے بردہ آزاد کریں یہ سراج وہاج میں ہے اور ایک مرد نے ایک بردہ اپنے کفارہ قسم میں آزاد کر دیا اور نیت فقط اپنے دل میں کی اور زبان سے کچھ نہ کہا آزاد کر دینے کو تو کافی ہے یہ مبسوط میں ہے اور ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کروں گا پھر بھول گیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تھی یا طلاق کی یا روزہ کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو یاد آئے[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شیخ محمد بن شجاع سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی بطلاق اور یہ اس کو یاد ہے مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس وقت بالغ تھا یا نہ تھا تو فرمایا کہ اس پر حانث ہونے کی جزا کچھ نہ ہوگی جب تک یہ نہ جانے کہ اس وقت وہ بالغ تھا جب قسم کھائی تھی زید نے عمرو کی بیوی کو زنا کی تہمت دی پس عمرو نے کہا کہ وہ بہ طلاق طالقہ ہے اگر آج کے روز اس کا زنا ظاہر نہ ہوا پھر دن گذر گیا اور اس کا زنا ظاہر نہ ہوا تو طلاق واقع ہوگی اور ظاہر ہونے کی یہی صورت ہے کہ چار مرد گواہی دیں یا وہ عورت خود اقرار کرے ایک مرد اپنی بیوی کا کپڑا لے کر رنگریز کے پاس گیا تا کہ وہ رنگ کر دے پس اس کی بیوی نے کہا کہ تو اس واسطے لے گیا کہ اس کو فروخت کر دے پس شوہر کو غصہ آیا اور کہا کہ اگر میں نے اس کو رنگا ہے تو تو طالقہ ہے پھر رنگریز نے اس کے بعد اس کو رنگا تو وہ حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایک شخص پر کفارہ قسم ہے اور وہ اس حالت میں مر گیا یا قتل کیا گیا تو کفارہ مذکور ساقط نہ ہوگا اور کفارۂ ظہار کا بھی یہی حکم ہے ایسا ہی فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ کفارہ ظہار ساقط ہو جائے گا بخلاف کفارۂ یمین کے کہ ساقط نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا تو کافی نہ ہوگا اگر اس کو مسکین سے واپس لے سکتا ہے اس واسطے کہ یہ صدقہ ہوا ہے اور یہ ہدایہ میں ہے اور اس کے متصلات میں مسائل نذر ہیں اور جس کسی نے نذر مطلق[2] کی اس پر اس کا وفا کرنا واجب ہے کذا فی الہدایہ اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر حج یا عمرہ یا نماز یا روزہ یا صدقہ وغیرہ کوئی امر طاعت واجب ہے پھر وہ فعل کیا تو یہ چیز جو اپنے اوپر واجب کر لی ہے ادا کرنی واجب ہوگی اور اس صورت میں ہمارے نزدیک موافق ظاہر الروایۃ کے اس پر کفارہ قسم نہیں واجب ہوگا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جس نے نذر ایسی شرط پر معلق کی جس کا ہونا جانتا ہے جیسے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے مریض کو شفا دے دے یا میرے غائب کو واپس بھیج دے تو پندرہ فقیر کو کھانا کھلاؤں تو ایسی صورت میں کفارہ دے کر اس سے خارج نہیں ہو سکتا ہے کذا فی المبسوط بلکہ بعینہ خود بیان کیا ہے اس پر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر نذر ایسی شرط پر معلق کی جس کا ہونا نہیں جانتا ہے جیسے دار میں داخل ہونا وغیرہ تو ایسی صورت میں اس کو اختیار رہوگا کہ چاہے کفارہ قسم دے یا جو بعینہ التزام کیا ہے وہ دے دے اور مروی ہے کہ امام اعظمؒ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے کہ اس کو اسی طرح کا اختیار حاصل ہوگا

---

[1] پس اگر یاد آیا کہ اللہ کی قسم یا طلاق کی تھی تو اس کا موجب واجب ہوگا اور اگر روزہ کی تھی تو بدوں نذر کے کچھ نہیں ہے ۱۲۔ [2] نذر مطلق جس کے ساتھ کسی دن و مہینہ و جگہ وغیرہ کی قید نہ لگائی جائے ۱۲۔

(۱) یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین ۱۲۔

اور شیخ اسمٰعیل زاہد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور شیخ مؤلف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی یہی مختار ہے کذا فی المبسوط اور یہ تفصیل ہی صحیح ہے اور یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر نماز واجب ہے تو اس پر دو رکعت واجب ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں نماز پڑھوں یا کہا کہ نصف رکعت تو بھی یہی حکم ہے کہ دو رکعت واجب ہوں گی اور اگر کہا کہ تین رکعت تو چار رکعت واجب ہوں گی یہ فتاویٰ حاوی قدسی میں ہے۔

اگر کسی نے کسی خاص جگہ روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے کی نذر کی تو ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے:

اگر نماز بغیر وضو کے نذر کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر نذر کی کہ نماز بغیر قراءت کے یا ننگے پڑھے گا تو اس پر نماز واجب ہوگی اور اگر نذر کی فریضہ ظہر آٹھ رکعتیں پڑھوں یا کہا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے دو سو درہم عطا فرمائے تو دس درہم زکوٰۃ مجھ پر واجب ہے تو اس پر فقط چار رکعتیں ظہر کی اور فقط پانچ درہم زکوٰۃ کے واجب ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے کسی خاص جگہ روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے کی نذر کی تو ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے نماز پڑھ دے یا روزہ رکھ لے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر وقت کی خصوصیت کی چنانچہ کل کے روز نماز پڑھنے کی نذر کی پھر اس نے آج ہی پڑھ دی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ادا ہوگئی اور اگر نذر کی کہ کل کے روز اہم صدقہ کرے گا اور آج کے روز ہی ان کو صدقہ کر دیا تو بالاتفاق کافی ہے یہ حاوی قدسی میں ہے۔ ایک نے اپنے اوپر اس قدر سے زائد نذر میں واجب کر لئے جتنے اس کی ملک میں ہیں تو بقول مختار اس قدر واجب ہوں گے جو اس کی ملک میں ہیں چنانچہ کسی نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر ہزار درہم صدقہ کرنے واجب ہیں حالانکہ اس کی ملک میں فقط سو درہم ہیں تو سو درہم صدقہ کرنے واجب ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر اس کے پاس مال و اسباب سو درہم کا ہو تو فروخت کر کے ان کو صدقہ کر دے اور فقط دس درہم کا ہو تو دس درہم صدقہ کر دے اور اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اس پر کچھ نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ یہ بکری ہدی[1] بھیجوں حالانکہ یہ بکری دوسرے کی ملک ہے تو نذر صحیح نہیں ہے۔ اس پر کچھ لازم نہ ہوگا ہاں اگر اس نے قسم کی نیت کی ہو تو قسم منعقد ہو جائے گی اور در صورت حانث ہونے کے اس پر کفارۂ قسم لازم آئے گا اور اگر کہا کہ واللہ ضرور یہ بکری ہدی بھیجوں گا تو ضرور قسم ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اسی طرح اگر عربی میں کہا لا هدین هذا الشاة یعنی بلاقسم دونوں تاکید بیان کیا تو قسم منعقد ہو جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر ایسی چیز کی نذر کی جو معصیت ہے تو نہیں صحیح ہے اور اگر اس کو کہا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور اگر اپنے فرزند کے ذبح کی نذر کی تو اس پر بکری ذبح کرنی استحساناً لازم ہوگی۔ اگر فرزند قتل کرنے کی نذر کی تو صحیح نہیں ہے اور اگر غلام ذبح کرنے کی نذر کی تو امام محمدؒ کے نزدیک نذر صحیح ہے اور شیخینؒ کے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اگر والد یا والدہ کے ذبح کی نذر کی تو اس میں امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں جن میں سے صحیح یہ ہے کہ ایسی نذر نہیں صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے پوتے کے ذبح کی نذر کی تو امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں جن میں سے ایک روایت میں مذکور ہے کہ اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور یہی اظہر ہے اور اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی پس اگر حج یا عمرہ وغیرہ کی نیت کی تو جو اس نے نیت کی ہے اس پر واجب ہوگا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو اس پر کفارۂ قسم واجب ہوگا اور اگر نذر کے ساتھ کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس پر کفارۂ قسم واجب ہوگا اور اگر نذر کے ساتھ قسم کھائی اور اس کی نیت میں

---

[1] ہدی وہ جانور ہے جو قربانی کے واسطے مکہ بھیجا جاتا ہے ۱۲۔

روزے ہیں اور کسی عدد کی نیت نہیں کی تو حانث ہونے پر اس پر تین[1] روز کے روزے واجب ہوں گے اور اسی طرح اگر صدقہ کی نیت کی اور عدد کی نیت نہیں کی تو اس پر دس مسکینوں کا کھانا ہر مسکین کے واسطے نصف صاع گیہوں واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور ایک شخص نے کہا کہ ہزار درہم از مال میں بدرویشاں داوہ اور اس کے آگے کہنا چاہتا تھا کہ اگر ایسا کروں مگر کسی نے اس کا منہ بند کر لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ احتیاطاً صدقہ کر دے اور اگر اس صورت میں طلاق یا عتاق کی نذر وقسم ہو تو واقع نہ ہوگی ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کفالت مالی یا جانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر ایک پیسہ صدقہ کرنا واجب ہے پھر اس نے مال یا جان کی کفالت کی تو اس پر ایک پیسہ صدقہ دینا واجب ہوگا ایک نے کہا کہ میرا مال فقرائے مکہ پر صدقہ ہے اگر ایسا کروں پھر حانث ہوا اور اس نے فقرائے بلخ یا کسی اور شہر کے فقیروں پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے اور نذر سے نکل گیا اور ایک نے کہا کہ اگر میں نے اس غم سے جس میں ہوں نجات پائی تو مجھ پر واجب ہے کہ دس درہم نکال کر روٹی صدقہ کروں پس اس نے دس درہم کی روٹیاں صدقہ کر دیں یا ان کا ثمن دس درہم صدقہ کر دیئے بہر طور جائز ہے ایک نے کہا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح کر دیا تو ہزار درہم میرے مال سے صدقہ میں ہر مسکین کو ایک درہم اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور ہزار درہم ایک بارگی ایک مسکین کو دے دیئے تو جائز ہے ایک نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے اچھا ہو گیا تو ایک بکری ذبح کروں گا پھر اچھا ہو گیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا الا آنکہ اس طور سے کہے کہ اگر میں اس مرض سے اچھا ہو گیا تو مجھ پر اللہ کے واسطے ایک بکری ذبح کرنی واجب ہے تو ذبح کرنی واجب ہوگی ایک نے کہا کہ اگر میں نے اپنے راس المال سے تجارت کی اور وہ ہزار درہم ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں نفع دیا تو میں اللہ تعالیٰ کے واسطے حج کرنے کے لئے جاؤں گا پھر اس نے تجارت کی اور اس کو کچھ بہت نہیں بڑھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس نذر سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور ایک نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ اپنے قرابت داروں کی ضیافت کروں پھر حانث ہوا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر کذا وکذا کھانا دینا واجب ہے تو اس پر یہ لازم آجائے گا ایک نے کہا کہ میرا مال مساکین کو ہبہ ہے تو یہ نہیں صحیح ہے الا آنکہ صدقہ کی نیت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیوی موافق نصیب کی تو مجھ پر ہر جمعرات کا روزہ اللہ تعالیٰ کے واسطے واجب ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ موافق بیوی وہ ہے کہ جو اس کو نفقہ دے اس نفقہ پر راضی ہو اور جو تمتع اس سے چاہے اس میں اس کو دریغ نہ ہو یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے نذر کی کہ ایک دینار کو غنی لوگوں پر صدقہ کرے تو صحیح نہ ہونی چاہئے اور بعض نے فرمایا کہ اگر ابن السبیل[2] کی نیت ہو تو صحیح ہے جواہر اخلاطی میں ہے ایک نے نذر کی کہ اللہ کے واسطے مجھ پر مسکینوں کا کھانا ہے تو جتنے مسکین اور جس قدر کھانا اس کی نیت ہو اسی قدر واجب ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو دس مسکینوں کا ہر مسکین کے واسطے نصف صاع گیہوں واجب ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر مسکین کا کھانا ہے تو استحساناً اس پر نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جو واجب ہوگا اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر دس مسکینوں کا کھانا اور مقدار طعام بیان نہ کی پھر اس نے پانچ مسکینوں کو کھلا دیا یہ نہیں جائز ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر اس مسکین کو یہ طعام دینا واجب ہے پھر دوسرے مسکین کو یہ طعام دیا تو نذر ادا ہو گئی اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر اس مسکین کو کچھ چیز کھلانا واجب ہے یعنی چیز معین نہ کی تو ضرور ہے کہ اسی مسکین کو کھلائے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر دس مسکینوں کا طعام واجب ہے حالانکہ اس کی نیت یہ نہیں ہے کہ یہ تعداد دس فقیروں کو کھلاؤں بلکہ یہ نیت ہے کہ ایک کو

---

[1] قال المترجم : یہ اس وقت ہے کہ عبارت عربی صیام اس کی نیت میں ہوں اور اگر بلفظ اردو روزے ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر دو روزے واجب ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] یعنی غنی جس کا خرچ وتوشہ بعد میں ہوگا کہ فی الحال وہ مفلس ہے ۱۲۔

اس قدر دوں کہ جو دس کو کافی ہوتا ہے تو ایک کو دینا کافی ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے کچھ کھانا دیناوں کو تو واجب ہے تو جائز ہوگا جب تک کہ دس کو نہ کھلا دے یہ سب منتقی میں مذکور ہے محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ایک نسمہ آزاد کرنا ہے پس ایک اندھا جابر آزاد کیا تو نہیں جائز:

ایک نے ہزار مسکین پر صدقہ کرنے کی نذر کی پھر اس نے جو مقدار ہزار کو دینی اپنے اوپر واجب کر لی تھی وہ ایک ہی کو دے دے تو عہدہ سے نکل[1] جائے گا یہ تاتارخانیہ میں حجہ سے منقول ہے اور اگر درہم معین صدقہ دینے کی نذر کی پھر دوسرا اور درہم نذر میں صدقہ دیا تو ادا ہوگئی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کے رقبہ کو آزاد کروں اور وہ اس کی ملک میں ہے تو اس پر واجب ہے کہ نذر اسی طرح وفا کرے اور اگر وفا نہ کی تو گنہگار رہو گا مگر قاضی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس پر جبر کرے یہ خلاصہ میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ایک نسمہ آزاد کرنا ہے پس ایک اندھا جابر آزاد کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر کہا واللہ میں ایک نسمہ آزاد کروں گا پس اندھا آزاد کیا تو قسم پوری ہوگئی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے ایک جزور ذبح (اونٹ نر یا مادہ) کروں اور اس کا گوشت صدقہ کر دوں پس بجائے اس کے سات بکریاں ذبح کر دیں تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے شیخ عبدالعزیز بن احمد حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے ایک رکعت نماز پڑھی تو مجھ پر اللہ کے واسطے واجب ہوا کہ ایک درہم صدقہ کروں اور اگر میں نے دو رکعت نماز پڑھی تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ دو درہم صدقہ کروں اور اگر میں نے تین رکعت نماز پڑھی تو اللہ کے واسطے مجھ پر تین درہم صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر چار رکعتیں پڑھیں تو اللہ کے واسطے مجھ پر چار درہم صدقہ کرنے واجب ہیں پھر اس نے چار رکعتیں پڑھیں تو فرمایا کہ اس پر[ا] دس درہم صدقہ کرنے واجب ہیں۔

اور عیسیٰ بن ابان اپنے نوادر میں اور ابن سماعہ نے وصایا میں امام محمدؒ سے روایت ذکر کی ہے کہ ایک نے اپنے غلام معین کے آزاد کرنے کی نذر کی اور اُس کو فروخت کیا پس اگر اُس کے خرید لینے پر قادر ہو تو اُس پر واجب ہوگا کہ اس کو خرید کر کے آزاد کر دے اور اگر اُس کے خریدنے پر قادر نہ ہوا اور اُس سے اس معین کا آزاد کرنا ممکن نہ ہو تو اس پر کچھ نہیں واجب ہے مگر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اگر اس کی قیمت یا ثمن صدقہ کر دیا تو کافی نہ ہوا اور امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی نے عربی زبان میں کہا کہ **ان کان مافی یدی دراھم الا ثلثة فجمیع مافی یدی صدقة فی المساکین** یعنی جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اگر دراہم ہوں الا تین تو سب جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے وہ مسکینوں کو صدقہ ہے لینے سوائے تین کے اگر دراہم رہیں تو سب صدقہ ہیں پھر دیکھا گیا تو اس کے ہاتھ میں کل پانچ درہم یا چار درہم ہیں تو اُس پر کچھ صدقہ کرنا لازم[۲] نہ آئے گا اور اگر چھ درہم یا زیادہ ہوں تو اُس پر سب کا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اگر کہا کہ **ان کان فی یدی من الدراھم الاثلثة فجمیع مافی یدی صدقة فی المساکین**۔ یعنی اگر میرے ہاتھ میں درہموں سے ہوں الا تین تو اب جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے مسکینوں پر صدقہ ہے پھر اُس کے ہاتھ میں پانچ یا چار

[ا] قال المترجم اس کی یہ وجہ ہے کہ چار رکعت میں ایک رکعت اور دو رکعت اور تین رکعت بھی داخل ہیں تو سب کا مجموعہ دس درہم ہوئے لیکن یہ محض قیاس ہے اور عرف شائع یہ تھا کہ فقط چار درہم لازم آئیں کیونکہ عرف میں یہی مطلب ہوتا ہے کہ اگر فقط ایک رکعت ہو تو ایک درہم وعلی ہذا تو یہاں چار رکعت کے سوائے کچھ واجب نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

[۲] قال المترجم اگر اردو زبان میں کہا ہو یا فارسی میں تو پانچ ہونے کی صورت میں بھی اس پر کل صدقہ کرنا واجب ہوگا اور چار میں نہیں ۱۲۔

(1) کافی ہوگیا۔

درہم نکلے تو اس پر سب کا صدقہ کرنا لازم ہو گا اور اگر کہا کہ ان کان مافی یدی من الدراھم الاثلثة فجمیع مافی یدی فی المساکین یعنی جو کچھ میرے ہاتھ میں اگر درہموں سے والا تین وہ سب مسکینوں پر صدقہ ہیں پھر اُس کے ہاتھ میں پانچ یا چار نکلے تو اس پر کچھ صدقہ کرنا واجب[1] نہیں ہے اور اگر کہا کہ اگر میرے ہاتھ میں اکثر تین درہم سے ہوں تو یہ مسکینوں کو صدقہ ہیں پس اُس کے ہاتھ میں پانچ یا چار دراہم نکلے تو سب صدقہ کرنے واجب ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ہر دانہ کہ تخم ریزی کی میں نے یا دریا میں پھینک دیا وہ صدقہ ہے پس جو بویا ہے اگر بونے کے روز وہ اس کی ملک تھا تو نذر صحیح ہوگی اور اُس کے مثل دانہ یا اُس کی قیمت صدقہ کر دے گا بخلاف اس کے اگر کہا کہ ہر کپڑا جب کہ میں نے جلایا وہ صدقہ ہے تو ایسا حکم نہ ہو گا اس واسطے کہ جلانے سے وہ باقی نہیں رہا ہے اور اگر میں نے یہ غلام اپنا اجرت پر دیا تو اُس کی اجرت صدقہ ہے پھر اُس کی اجرت خود کھالی تو اس کے مثل صدقہ کر دے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ اس غلام کو فروخت کر دے پھر بحکم مشتری اس کو اجرت پر دے دے پس قسم منحل ہو جائے گی پھر اس کو خرید لے پھر اپنے آپ اجرت پر دے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تیرے گھر میں یہ کپڑا پہنا یا کہا کہ جب تک تیرے پاس ہوں یہ کپڑا پہنا یا یہ زیور پہنا تو یہ ہدیہ ہے تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ اس کو ہبہ کر دے پھر پہنے پس قسم منحل[2] ہو جائے گی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لے یہ عتابیہ میں ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے اپنا یہ غلام فروخت کیا تو اس کی قیمت مسکینوں پر صدقہ ہے پھر اس کو فروخت کیا اور مشتری نے غلام میں کوئی عیب پا کر بائع کو واپس کر دیا اور یہ امر قبل باہمی قبضہ کے واقع ہوا تو بائع پر اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے اور اگر دونوں نے باہم قبضہ کر لیا ہو پھر مشتری نے غلام کو بسبب عیب کے واپس کر دیا اور ثمن درہم یا دینار ہیں تو بائع پر اس کے مثل صدقہ کرنے واجب ہوں گے اور اگر ثمن کوئی اسباب ہو پس اگر مشتری نے بحکم قاضی واپس کیا ہو تو بائع پر کچھ صدقہ واجب نہ ہو گا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرے گا اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا مگر ثمن اس کو نہیں دیا یہاں تک کہ غلام مذکور بسبب کے بحکم قاضی واپس کیا تو بائع پر کچھ صدقہ کرنا واجب نہیں ہے خواہ ثمن درہم و دینار عروض کسی جنس سے ہو اور اگر رد کر دینا بغیر حکم قاضی واقع ہوا ہے تو اس کے مثل صدقہ کر دے اور اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن اسباب ہے اور مشتری کو غلام نہیں سپرد کیا یہاں تک کہ غلام اس کے پاس ہلاک ہو گیا تو ثمن مشتری کو واپس کر دے اور کچھ صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں ہے اور اگر ثمن اس صورت میں درہم و دینار ہوں تو اس کے مثل صدقہ کر دے اور اگر غلام مذکور قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ کے استحقاق میں لے لیا گیا یعنی کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو بعینہٖ ثمن کو واپس کر دے خواہ کسی جنس سے ہو اور اس پر واجب نہیں ہے کہ کچھ صدقہ کرے۔ اگر غلام معین کفارہ سے آزاد کرنے کی نذر کی پھر کفارہ کھانا دے کر ادا کر دیا تو نذر باطل ہو گئی اور اسی طرح اگر نذر کی کہ یہ بدنہ (اونٹ نہ ہو گا) بعوض جزائے صید[3] کے جو اس پر واجب ہے ہدی بھیجوں گا پھر روزے رکھ لئے یا کھانا دے دیا تو نذر باطل ہو گئی اور اسی طرح اگر نذر کی کہ یہ کپڑے کفارہ میں دے دوں گا پھر کھانا دے دیا تو نذر باطل ہو گئی اور اگر اناج کفارہ میں دیا مگر اناج (صورت ہائے مذکورہ میں) اس کی قیمت کو نہیں پہنچتا ہے تو بقدر زیادتی کے صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے ان درہموں کے عوض تیرے ہاتھ کچھ فروخت کیا اس کُر (ایک کُر گیہوں) کے عوض کچھ فروخت کیا تو یہ دونوں صدقہ ہیں پھر ان کے عوض کچھ فروخت کیا تو کُر کو صدقہ کر دے جبکہ قبضہ کرے اور درہموں کا صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں

---

[1] اگر اردو یا فارسی میں کہا ہو تو سب صدقہ کرنے واجب ہوں گے بشرطیکہ اس کے ہاتھ میں پانچ درہم ہوں ۱۲۔ [2] منحل یعنی اتر جائے گی ۱۲۔
[3] یعنی حالت احرام میں کوئی شکار کیا ۱۲۔

ہے اس واسطے کہ ان درہموں کا سبب ملک بیع نہیں ہے الا اس صورت میں کہ یہ درہم بائع کے ہاتھ میں ہوں کہ بلفظ بیع ان کا مالک ہو گیا تو ان کا صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے ان درہموں کے عوض کچھ خرید لیا یا میں نے تجھے یہ درہم ہبہ کئے تو صدقہ ہیں پھر ان درہموں کے عوض کچھ خرید ایا ہبہ کئے درحالیکہ اس کے ہاتھ میں تھے تو اس پر ان کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور اگر سپرد کر دیئے ہوں تو ان کے مثل صدقہ کرنا واجب ہوگا اس واسطے کہ وقت حانث ہونے کے اس کے قبضہ ملک میں تھے حتیٰ کہ اگر وقت خرید کے بائع کے ہاتھ میں ہوں یا وقت ہبہ کے موہوب کے ہاتھ میں ہوں تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام بعوض اُس کُر کے اور بعوض ان ہزار درہم کے خرید کیا تو یہ دونوں مساکین پر صدقہ ہیں پھر ان دونوں کے عوض غلام خریدا تو اس پر ہزار درہم کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور کُر کا صدقہ واجب نہ ہوگا اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے چاہا کہ ایک غلام کسی شخص سے ہزار درہم کو خریدے پس ہزار درہم مالک غلام کو دے دے پھر اس طرح قسم کھائی کہ اگر میں نے یہ غلام ان ہزار درہموں کے عوض خریدا اور انہیں ہزار درہم دیئے ہوئے کی طرف اشارہ کیا تو یہ ہزار درہم مسکینوں پر صدقہ ہیں اور مالک غلام نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام ان درہموں کے عوض فروخت کیا تو یہ درہم مسکینوں پر صدقہ ہیں اور اس نے بھی انہیں درہموں کی طرف اشارہ کیا پھر مالک غلام نے انھیں درہموں کے عوض غلام مذکور کو فروخت کیا تو بائع پر واجب ہے کہ ان درہموں کو صدقہ کرے نہ مشتری پر یہ محیط میں ہے۔

باب : ③

دُخول وسکنیٰ وغیرہ پر قسم کھانے کے بیان میں

اصل یہ ہے کہ قسموں میں جو الفاظ مستعمل ہوں ہمارے نزدیک ان کا مدار عرف پر ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ بیت میں داخل نہ ہوں گا قال المترجم بیت وہ ہے جہاں شب باشی کی عادت ہو پھر وہ شخص مسجد یا بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ یا کعبہ یا حمام یا دہلیز یا ظلہ دروازہ میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دہلیز میں جو حکم مذکور ہوا وہ ایسی دہلیز کے حق میں ہے جو دروازہ سے خارج ہو اور اگر داخل دروازہ ہو اور وہاں شب باشی ہو سکتی ہو تو حانث ہو جائے گا اور صحیح وہی ہے جو کتاب میں مطلقاً مذکور ہے اس واسطے کہ دہلیز میں سونے کی عادت نہیں ہے اگرچہ ممکن ہو خواہ وہ خارج در ہو یا داخل ہو یہ بدائع میں ہے۔ اگر صفہ میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور بعض نے کہا کہ یہ اس وقت ہے کہ نصف چہار دیواری کا ہو جیسے امامون رحمہم اللہ کے وقت میں صفہ ہوتے تھے اور بعض نے کہا کہ یہ جواب علے الاطلاق ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس مسجد میں داخل نہ ہوگا پھر وہ مسجد منہدم ہو گئی اور وہاں گھر بنایا گیا پھر گھر توڑ کر مسجد بنائی گئی پھر وہ داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر قسم کھائی کہ اس مسجد میں داخل نہ ہوگا پھر بعد اس کے منہدم ہو جانے یا بعد وہاں دوسرے مسجد بنائی جانے کے داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اس مسجد میں داخل نہ ہوں گا پھر اس میں پڑوس کے گھر سے ایک ٹکڑا بڑھایا گیا پس وہ اس بڑھائی ہوئی زمین میں داخل ہوتو حانث نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ پڑوسی کے گھر میں اس دار میں داخل نہ ہوگا پھر اس دار میں اور بڑھایا گیا یعنی دوسرے دار کی زمین بڑھائی

گئی اور وہ بڑھتی ہوئی زمین میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ پڑوسی کے گھر میں داخل نہ ہوگا تو ایسی صورت میں بالاجماع حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ مسجد میں داخل نہ ہوگا پھر اس مسجد میں اور بڑھائی گئی اور بڑھائی ہوئی میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس مسجد میں داخل نہ ہوں گا پھر اس میں پڑوس کے گھر سے ایک ٹکڑا بڑھایا گیا پس وہ اس بڑھائی ہوئی زمین میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں قوم کی مسجد میں داخل نہ ہوں گا پھر ایسی صورت مذکورہ میں بڑھائے ہوئے ٹکڑے میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر اس میں زمین بڑھائی گئی اور وہ بڑھتی میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا پھر زمین بڑھائی گئی اور وہ بڑھتی میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان و ظہیریہ میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ مسجد میں داخل نہ ہوں گا پھر اس کی چھت پر کھڑا ہوا تو مختار یہ ہے کہ اس پر کھڑے ہونے سے حانث نہ ہوگا بشرطیکہ قسم کھانے والا عجمی[1] ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر اس کے منہدم اور میدان ہو جانے کے بعد داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر وہ خراب ہو گیا اور وہاں دوسرا دار بنایا گیا پھر اس میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر وہ مسجد یا بستان یا حمام گردانا گیا یا بیت کر دیا گیا پھر داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح بعد حمام وغیرہ کے منہدم ہو جانے کے داخل ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ دار میں داخل نہ ہوں گا پھر ایک منہدم شدہ دار میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دار کا مسجد یا حمام یا بستان بنایا گیا پھر اس میں داخل ہوا تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر دار صغیر تھا کہ اس کو بیت کیا یا راستہ اس کا شارع عام کی طرف نکال دیا یا کسی دوسرے دار کی طرف نکال دیا یا بعد بستان کرنے کے اس کو دار دیگر بنایا یا وہ بحر یا نہر ہو گیا پھر داخل ہوا تو بھی حانث نہ ہوگا اور یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس بیت میں داخل نہ ہوں گا یا بیت میں داخل نہ ہوں گا پھر ایک بیت یا بیت معین کے منہدم ہو جانے کے بعد جب کہ اس میں کوئی عمارت نہ تھی داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرا بیت کر دیا گیا پھر وہ داخل ہوا تو بیت معین میں داخل نہ ہونے کی قسم کی صورت میں حانث نہ ہوگا اور غیر معین کی صورت میں حانث ہو جائے گا اور اگر چھت گر گئی اور دیواریں قائم ہیں پھر داخل ہوا تو معین کی صورت میں حانث ہوگا اور غیر معین کی صورت میں حانث نہ[2] ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا پھر سوار ہو کر یا پیادہ وہ اس میں داخل ہوا یا اس نے کسی کو حکم دیا کہ وہ لاد کر اس کو اس دار میں لے گیا تو حانث ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر وہ جانور جس پر سوار تھا بدک گیا اور اس کے روکے سے نہ رکا حتیٰ کہ اس دار میں داخل ہو گیا تو یہ حانث نہ ہوگا اور یہ محیط میں ہے اور اگر بدون اس کے حکم کے کوئی اس کو لاد کر اندر لے گیا تو حانث نہ ہوگا خواہ اس امر سے دل سے راضی ہو یا نہ راضی ہو اور خواہ اس کی امتناع پر قادر ہو یا نہ ہو یہ عامہ مشائخ کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور خواہ اس کو اس دار کے دروازہ سے لے گیا ہو یا اور طرف سے یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا پھر اس کی دیواروں میں سے کسی دیوار پر کھڑا ہوا تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس کی چھت پر کھڑا ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اماموں رحمہم اللہ کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں چھت پر چڑھنے یا دیوار پر چڑھنے کو دخول دار نہیں کہتے ہیں پس حانث نہ ہوگا کہ مگر وہی صحیح ہے جو کتاب میں مذکور (یعنی اوّل قول ۱۲) ہوا ہے یہ شرح جامع صغیر

---

[1] ظاہر اً مراد یہ ہے کہ یہ واقعہ عجم میں سوائے عرب کے واقع ہوا ہو اور نیز یہ شخص عربی نہ ہو اس واسطے کہ عرف عجم میں چھت کو مسجد نہیں کہتے ہیں پس مراد عرف سے عرف حالف ہے نہ عرف مقام ہے تقریر الکتاب فتامل ۱۲۔ [2] کیونکہ بیت چہار دیواری مع چھت و دروازہ کو بیت کہتے ہیں اور معین جگہ کی قسم نہ تھی ۱۲۔

قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا پھر اس کی چھت پر سے اُترا یا ایسے درخت پر چڑھا کہ اس کی شاخیں اس دار میں ہیں پس ایسی شاخ پر کھڑا ہوا کہ وہاں سے گرے تو اس دار میں گرے تو حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس کی دیوار پر کھڑا ہوا تو بھی یہی حکم ہے شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ دیوار اس دار اور پڑوسی کے مکان میں مشترک ہو تو حانث نہ ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی یا اردو میں قسم کھائی پھر ایسے درخت پر چڑھا کہ اس کی شاخیں اس دار میں یا اس کی دیوار پر کھڑا ہوا یا چھت پر چڑھا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور یہی مختار ہے اس واسطے کہ عجم میں اس کو دخول نہیں شمار کرتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بالا خانہ کا راستہ اگر اپنے نیچے کے مکان سے نہ ہو بلکہ اس کا راستہ دوسرے دار میں سے ہو تو یہ بالا خانہ باعتبار راستہ کے دوسرے دار میں سے شمار ہوگا جس میں سے اس کا راستہ ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم یہ ان کا عرف ہے اور ہماری زبان میں وہ جس دار میں سے حقیقۃً ہے اس میں شمار ہوگا فافہم ' واللہ اعلم اور اگر طاق دروازہ میں بیٹھا یا کھڑا ہوا بایں حالت کہ اگر دروازہ بند کر لیا جائے تو یہ دار سے باہر رہ جائے تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر اس دار کے پاخانہ سر راہ یا ظلۂ سر راہ میں گیا حالانکہ پاخانہ وچھت کا راستہ اسی دار سے ہے تو حانث ہو جائے گا اور اگر طاق دروازہ کے نیچے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑا ہوا پس اگر چوکھٹ ایسی ہو کہ اگر دروازہ بند کر لیا جائے تو باہر رہ جائے تو حانث نہ ہوگا اور اگر دروازہ بند کرنے سے اندر داخل رہے تو حانث ہو جائے گا اور اگر اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک اندر داخل کیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ دار کا داخل و خارج برابر سطح ہو اور اگر داخل کی طرف نیچا ہو اور اس نے اپنا ایک پاؤں اندر داخل کیا تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ ایسی صورت میں اکثر جز و اس کا اندر داخل شدہ ہو جائے گا اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہیں ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ کھڑے کھڑے داخل ہوا اور اگر وہ لیٹ کر داخل ہوا خواہ چت یا پٹ یا کروٹ اور دھنگ کر کچھ اندر داخل ہوا پس اگر اس کا اکثر بدن دار میں داخل ہو گیا ہو تو وہ داخل ہونے والا ہو گیا اگرچہ اس کی پنڈلیاں باہر ہوں ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور اگر اپنا سر داخل کر دیا اور دونوں پاؤں داخل نہ کئے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر خالی ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لے لی تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنا سر اور ایک قدم داخل کیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس دار کے دروازے کی طرف دوڑتا ہوا چلا آیا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر اس دار میں داخل ہو گیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اور اگر ہوا کے جھکورے نے اس کو پھینکا کہ وہ اس دار میں جا پڑا تو اس میں بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا بشرطیکہ رک نہ سکا ہو اور اگر کسی آدمی نے اس کو زبردستی مکان مذکور میں داخل کر دیا پس وہ اس میں سے نکل آیا پھر خود اپنی خوشی سے اس میں داخل ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا الّا راہ گذر (یعنی اس سے گزر جانے کے طور پر ۱۲) کے طور پر تو ابن سماعہ نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر وہ اس میں داخل ہوا اور حالانکہ اس کا ارادہ یہ نہیں ہے کہ وہاں بیٹھے پھر بعد اس طرح داخل ہونے کے اس کی رائے میں ایسا امر ظاہر ہوا کہ وہاں بیٹھنا چاہیے پس بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس دار میں کسی مریض کی عیادت کے واسطے داخل ہوا اور حالت ایسی ہے کہ اس عیادت میں اس کو بیٹھنا چاہئے ہے تو حانث ہو جائے گا (اگر بیٹھ گیا) اور اگر اس ارادہ سے داخل ہوا کہ بیٹھوں گا نہیں پھر اس کی رائے میں یہ مصلحت ظاہر ہوئی ہے کہ بیٹھے پس بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا الّا بطور رہ گذر کے پھر اس میں بیٹھنے کی نیت سے

یا اس میں کسی مریض کی عیادت کی نیت سے یا اس میں کھانا کھانے کی نیت سے داخل ہوا اور وقت قسم کھانے کے اس کی کچھ نیت نہ تھی تو حانث ہو جائے گا لیکن اگر اس میں راہ روی کے طور پر داخل ہوا اور بعد داخل ہونے کے اس کی رائے میں کسی طور سے بیٹھنا مصلحت معلوم ہوا تو بیٹھنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ راہ رو وہ ہے کہ وہاں سے گذر جانے کی نیت سے داخل ہو پس بہ نیت مذکورہ داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا ہاں بغیر اس نیت کے اگر داخل ہو تو حانث ہو جائے گا پھر فرمایا کہ اگر وقت قسم کھانے کے داخل ہونے سے اس کی نیت یہ ہو کہ اس میں نہ رہو گا یعنی سکونت و نزول نہ کروں گا تو ایسی صورت میں اس کو ان سب امور مذکورہ بالا کی گنجائش ہے اور حانث نہ ہوں گا۔ یہ بدائع میں ہے۔

اگر کسی مرد نے کہا کہ اگر میں اِس دار میں داخل ہوں الّا آنکہ میں بھول جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے پس بھولے سے اِس دار میں داخل ہوا پھر یاد کے ساتھ اِس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے داخل نہ ہوں گا پس غیر دروازہ سے اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرا دروازہ پھوڑ اس میں سے داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم میں اسی دروازہ کی تعین کر دی ہو تو دوسرے دروازہ سے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے اور اگر لفظ میں اس کی تعین نہ کی ہو لیکن دل میں نیت یہی ہو تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں یا دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا پھر اس دار کے نیچے سرداب کھودا اور اس میں داخل ہوا یا نیچے کاریز ہے جس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کاریز میں سے کوئی جگہ دار میں کھلی ہوئی ہو پس اگر زیادہ کھلی ہو یعنی اس قدر ہو کہ اہل دار اس کاریز سے اس قدر کشادگی سے انتفاع حاصل کرتے ہوں یعنی پانی لیتے ہوں تو جب اس مقام پر پہنچے گا تو حانث ہو جائے گا اور اگر کم ہو خفیف کہ اہل دار کو اس سے کچھ انتفاع حاصل نہ ہوتا ہو یہ فقط کاریز کی روشنی کے واسطے ہو تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی مرد نے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوں الّا آنکہ میں بھول جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے پس بھولے سے اس دار میں داخل ہوا پھر یاد کے ساتھ اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں اس دار میں داخل ہوں الّا بھولے سے تو میرا غلام آزاد ہے تو یاد کے ساتھ داخل ہونے پر حانث ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوں گا حالانکہ وہ اس میں موجود ہے پھر کئی روز اس میں رہا تو استحساناً حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ اس میں سے نکل کر پھر داخل ہو۔ یہ کافی میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں اس دار میں کوئی بار داخل ہوں الّا آنکہ مجھے فلاں حکم کرے پس فلاں نے اس کو ایک بار حکم کر دیا پس اگر وہ اس بار کے حکم سے داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور نیز بعد اس کے اگر بلا حکم بھی داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اس کی قسم ساقط ہو گئی اور اگر کہا کہ میں اس دار میں کوئی بار داخل ہوا الّا بحکم فلاں تو میرا غلام آزاد ہے پھر فلاں نے اس کو ایک بار داخل ہونے کا حکم دے دیا پھر دوسرے بار بغیر حکم فلاں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اس صورت میں ہر بار اجازت ضروری ہے یہ بدائع میں ہے اور شرح کرخی میں مذکور ہے کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ واللہ تیرے اس دار میں آج کوئی داخل نہ ہوگا تو یہ قسم سوائے مالک مکان کے اوروں پر ہوگی چنانچہ اگر مالک مکان خود داخل ہوا تو قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا اور اگر سوائے اس کے دوسرا آگیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر خود قسم کھانے والا آگیا تو بھی حانث ہو جائے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار کو اپنے قدموں

سے طے نہ کروں گا پھر سوار ہو کر اس میں گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں اپنا قدم نہ رکھوں گا پھر اس میں سوار ہو کر داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ نیت کی کہ حقیقت میں قدم نہ رکھوں گا یعنی پیدل تو اس کی نیت پر ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں جوتا پہن کر یا بغیر جوتا پہنے تو بھی یہی حکم ہے اور یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں دار فلاں میں قدم رکھوں تو میرا غلام آزاد ہے پس اس نے اپنے ایک پاؤں کو اس میں داخل کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق حانث نہ ہوگا۔ یہ محیط میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں حانث ہونا چاہئے واللہ اعلم الا آنکہ روایت کتاب میں یوں ہو کہ اگر میں اپنے دونوں قدم اس میں رکھوں الٰی آخرہ تو ایسا نہ ہوگا فافہم۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ محلہ فلاں میں داخل نہ ہوں گا پھر وہ ایسے دار میں داخل ہوا کہ اس کے دو دروازے ہیں جس میں سے ایک اس محلہ میں اور دوسرا دوسرے محلہ میں ہے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا ایک شخص نے قسم کھائی کہ بلخ میں نہ جاؤں گا تو یہ قسم خاص شہر پر قرار دی جائے گی نہ اس کے گاؤں پر اور اگر قسم کھائی کہ مدینہ[1] بلخ میں داخل نہ ہوں گا تو قسم شہر بلخ اور اس کے ربض (چراگاہ) پر ہوگی اس واسطے کہ ربض بھی مدینہ میں شمار ہوتا ہے اور اگر قسم کھانے والے نے خاصۃ شہر کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر رکھا جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں گاؤں میں نہ جاؤں گا پھر اس گاؤں کی زمین میں گیا تو حانث نہ ہوگا اور قسم مذکور اس گاؤں کی آبادی پر قرار دی جائے گی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں بلد میں نہ جاؤں گا تو یہ قسم خاص اس کی آبادی پر قرار دی جائے گی اس واسطے کہ بلد اسی قدر کا نام ہے جو ربض کے اندر ہے اور اگر قسم کھائی کہ بغداد میں داخل نہ ہوں گا تو اس کے ہر دو جانب میں سے جس جانب سے داخل ہوگا حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ مدینۃ السلام میں داخل نہ ہوگا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ ناحیہ کوفہ سے داخل نہ ہو اس واسطے کہ نام بغداد شامل ہے ہر دو جانب کو اور مدینۃ السلام ایسا نہیں ہے اور اگر قسم کھائی کہ رے میں داخل نہ ہوں گا تو شمس الائمہ سرخسی نے شرح اجارات میں ذکر کیا ہے کہ رے بنا بر ظاہر الروایت کے شہر و اس کے نواح سب کو شامل ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ سمرقند و اوزجند خاص مدینہ کے نام ہیں (یعنی شہر مع ربض) اور سغد و فرغانہ و فارس یہ شہروں مع[2] نواح کے دیہات سب کو شامل ہیں۔ اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فرات میں داخل نہ ہوں گا پس کشتی میں سوار ہو کر فرات سے گذرا یا فرات کے پل سے گذرا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ خاص پانی کے اندر داخل نہ ہو۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ بصرہ میں داخل نہ ہوگا پھر اس کے کسی گاؤں میں گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ بغداد میں داخل نہ ہوگا پھر کشتی میں سوار ہو کر بغداد سے گذرا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں پرگنہ یا فلاں دیہہ میں داخل نہ ہوگا تو اس کی زمین میں جانے سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اگر لفظ کورہ کہا یعنی کورہ میں داخل نہ ہوگا تو کورہ بھی خالی آباد کا نام ہے پس اس کی زمین میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور یہی اظہر ہے اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ بخارا آیا آبادی کا نام ہے یا شامل نواح ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ وہ فقط آبادی کا نام ہے اور شام سودہ ایک ولایت کا نام ہے اور ایسے ہی خراسان اور ایسا ہی ارینہ چنانچہ اگر ان میں سے کسی میں داخل نہ ہونے کی قسم کھائی تو ان میں سے کسی کے گاؤں[(1)] میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا اور اسی طرح ترکستان بھی ولایت کا نام ہے اور یہ محیط میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ اس کوچہ میں داخل نہ ہوگا پھر اس کوچہ کے کسی دار میں چھتوں کی راہ سے داخل ہو گیا اور کوچہ میں قدم نہ رکھا تو فقیہ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ حانث نہ ہونے سے اقرب ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ

---

[1] مدینہ شہر و قصبہ ۱۲۔ [2] مع نواح الغرض اگر وہ مقام عموماً نواح کو بھی شامل ہو تو قسم سب پر ہوگی ورنہ فقط شہر پر ہوگی ۱۲۔

(۲) زمین میں اگر آبادی نہ ہو ۱۲۔

یہ حانث ہو جانے سے قریب تر ہے اور والوالجیہ میں کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا جب کہ وہ کوچہ میں نہیں نکلا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے کوچہ میں نہ جاؤں گا پھر وہ اس کوچہ کی مسجد میں داخل ہو گیا بدوں اس کے کہ اس کوچہ میں داخل ہو تو حانث نہ ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے دار مملوکہ میں داخل نہ ہوں گا پھر ایسے گھر میں داخل ہوا جس کو اس نے دوسرے کو کرایہ پر دے دیا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حانث ہو جائے گا:

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے دار میں داخل نہ ہوگا اور کچھ نیت نہیں کی ہے پھر ایسے دار میں داخل ہوا جس میں فلاں مذکور کرایہ پر یا عاریۃ رہتا ہے تو ناطفی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا اور اگر فلاں مذکور کے مملوکہ دار میں داخل ہوا حالانکہ فلاں اس میں نہیں رہتا ہے تو بھی حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بیت میں داخل نہ ہوگا پھر ایسے بیت میں داخل ہوا کہ جس میں فلاں مذکور کرایہ پر یا عاریۃ رہتا ہے تو حانث ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے دار مملوکہ میں داخل نہ ہوں گا پھر ایسے گھر میں داخل ہوا جس کو اس نے دوسرے کو کرایہ پر دے دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ حانث ہو جائے گا اور اگر قسم سے کہا کہ فلاں کی دُکان میں نہ جاؤں گا پھر اس کی ایسی دُکان میں داخل ہوا جس کو اس نے دوسرے کو کرایہ پر دیا ہے پس اگر فلاں کی کوئی اور دُکان ہو جس میں وہ خود رہتا ہو تو وہ جس دُکان میں داخل ہوا ہے اس کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور اگر فلاں مذکور دُکان میں رہنے سے معروف نہ ہو تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں حالف نے فلاں کی دُکان کہنے سے سکونت مراد نہیں لی ہے بلکہ ملکیت مراد لی ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں فلاں کے دار میں نہ جاؤں گا پھر ایسے گھر میں گیا جو فلاں کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے پس اگر فلاں مذکور اس میں رہتا ہو تو حانث ہو جائے گا اور اگر نہ رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ بیت فلاں میں داخل نہ ہوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس کے دار کے صحن میں گیا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ بیت میں داخل نہ ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ عرف حضرات ائمہ رحمہم اللہ کے دیار کا ہے اور ہمارے عرف میں دار و بیت ایک ہی ہے پس جب صحن دار میں داخل ہوگا تو حانث ہو جائے گا اور اس پر فتویٰ ہے۔ قال المترجم اگر بیت کی تفسیر موافق اس کی تعریف کے ہماری زبان میں کوٹھری ہو اور دار گھر ہو تو ہمارا عرف بھی موافق عرف ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہوگا۔

والحمد للہ علی ذلک و ھذا ھو الاقرب عندی۔ واللہ اعلم۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسے دار میں نہ جاؤں گا جس کو فلاں خرید لے پھر فلاں نے ایک دار خریدا اور حالف کے ہاتھ اُس کو فروخت کر دیا پھر حالف اِس میں گیا تو حانث نہ ہوگا:

ایک شخص ایک منزل کے کسی بیت میں بیٹھا ہے اس واسطے کہ اس کے ماوراء کو دار و منزل کے نام سے بولتے ہیں قال المترجم ھذا انما یکن فی المنزل بیت آخر و الا فلایتھض ھذا الا ستدلال[1] فافھم اور یہ حکم اس وقت ہے کہ قسم بزبان عربی ہو اور اگر قسم بزبان فارسی ہو تو قسم اس منزل اور اس دار پر واقع ہوگی قال المترجم اور ہمارے عرف میں بنا بر تفسیر مذکورہ بالا حکم موافق زبان عربی ہے واللہ اعلم اور اگر اس نے کہا کہ میں نے یہی بیت جس میں بیٹھا تھا مراد لیا تھا یعنی فارسی زبان میں قسم کھا کر یہ دعویٰ کیا

---

[1] استدلال میرے نزدیک یہ ہے کہ جب اس نے کہا کہ یہ مکان تو اشارہ ہے اگر سوائے اس مکان کے جہاں بیٹھا ہے دوسرا الطرف راجع ہو تو ترجیح سے مرجح بلکہ مرجوح ہے پس مراد یہی جگہ ہے کیونکہ یہی امر صحیح ہے ۱۲۔

تو دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی نہ قضاءً اس واسطے کہ فارسی میں لفظ خانہ نام کل کا ہے اور بیت کے واسطے اسم خاص ہوتا ہے جیسے تابخانہ وکاشانہ وزمستانی وغیرہ اور قال المترجم و فیہ نظر[1] فان تابخانہ وغیرہ ذلک ممامن شانہ البیتوتہ ینبغی ان یکون بیتا لابخصوص اسمہ بل بالمعنی الذی ذکرنا وان کان لکل من ذلک اسم خاص ایضاً و ذالک لا یوجب عدم صدق العام علیہ فلیتامل اور یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے کسی بیت معین کی طرف اشارہ نہ کیا اور اگر کسی بیت معین کی طرف اشارہ کیا ہو تو اعتبار اس کے اشارہ کا ہوگا اور ایک شخص نے قسم کھائی کہ ایسے دار میں نہ جاؤں گا جس کو فلاں خرید لے پھر فلاں نے ایک دار خریدا اور حالف کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا پھر حالف اس میں گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر فلاں نے دار خرید کر کے حالف کو ہبہ کر دیا پھر حالف اس میں گیا تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ خرید اوّل کا حکم دوسری خرید سے مرتفع ہو گیا اور ہبہ سے مرتفع نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قال المترجم فلذا کانت الہبۃ بعوض ینبغی ان لا یحنث فانہما فی معنی البیع وفیہ مسامحۃ فافہم اور قسم کھائی کہ دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا اور فلاں کا ایک دار ایسا ہے کہ اس میں رہا کرتا ہے اور دوسرا دار کرایہ پر چلتا ہے تو کرایہ والے گھر میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا بشرطیکہ کوئی دلیل ایسی اس مقام پر نہ ہو کہ اس کی قسم کے عام معنی دونوں کو شامل ہونے پر دلالت کرتی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا پھر فلاں مذکور نے یہ دار کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر حالف اس میں داخل ہوا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور ایک عورت نے قسم کھائی کہ اس کا شوہر اس کے دار میں داخل نہ ہوگا پس اس نے اپنے دار کو فروخت کر دیا پھر اس کا شوہر اس دار میں آیا پس اگر اس نے یہ نیت کی تھی کہ ایسے دار میں داخل نہ ہوگا جس میں وہ رہتی ہو تو بیع کرنے سے قسم باطل نہ ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو قسم اس کے دار مملوکہ پر وارد ہوگی پھر جب اس نے بیع کر دیا تو قسم باقی نہ رہے گی یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اگر قسم کھائی کہ زید کے دار میں داخل نہ ہوں گا پھر زید نے اپنا نصف دار فروخت کیا مگر زید اس میں رہتا ہے پس حالف داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس مکان کو بدل دیا ہو تو شیخینؒ کے نزدیک داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے دار میں داخل نہ ہوں گا پھر فلاں نے اپنا دار فروخت کر دیا اور خود اس مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا گیا پھر حالف مکان مذکور میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور یہ شیخینؒ کا قول ہے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اپنی بیوی کے گھر میں داخل نہ ہوں گا پس عورت نے اپنا گھر کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر حالف نے اس کو مشتری سے کرایہ پر لے لیا پس اگر قسم کھالینا عورت کی طرف سے کسی بات پر ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم بسبب کراہت اسی دار کے ہو تو حانث ہو جائے گا ایک شخص نے فارسی میں قسم کھائی کہ دو[2] دار فلاں داخل نشو والا چیزی شگفت بود پھر اہل دار پر قتل یا ہدم یا آگ لگنے یا موت وغیرہ کی کوئی بلا نازل ہوئی پس حالف داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ دار زید میں داخل نہ ہوگا پس زید نے عمرو سے ایک دار مستعار لیا بدیں غرض کہ اس میں طعام ولیمہ کر دے پھر حالف اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر عمرو اس دار کو خالی کر کے دوسرے مکان میں چلا گیا اور زید کے سپرد کر دیا کہ وہ اپنا اسباب اس میں لے آیا تو پھر حالف کے داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا اور یہ محیط میں ہے۔ ابن رستم کہتے ہیں کہ امام محمدؒ

---

[1] حاصل نظر آنکہ لفظ خانہ جبکہ اعم ہے پس یہی گھر مراد لینا قضاءً بھی ممکن ہے وجہ تامل یہ ہے کہ بدر یہاں عرف پر ہے یہ بحث لغت پر پس عرف مراد لیا جائے ۱۲۔ [2] فلاں کے گھر میں نہ جاؤں گا مگر آنکہ کوئی عجیب بات پیش آئے ۱۲۔

نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک شخص معین کے مشہور دار میں داخل نہ ہونے کی قسم کھائی مثلاً قسم کھائی کہ عمرو[1] بن حریث کے دار میں داخل نہ ہوگا اور کسی دار میں جو ایسا ہی اپنے مالک کے نام سے مشہور ہے جیسے دار حسن بن الصباح وغیرہ لک پھر عمرو بن حریث نے یا حسن بن الصباح وغیرہ نے اس دار کو جو اس کے نام سے منسوب معروف ہے فروخت کر دیا پھر حالف اس دار میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا قال المترجم توضیح آنکہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فقیر محمد خان کے احاطہ میں یا کنواں کے محل میں داخل نہ ہوں گا پھر فقیر محمد خان نے اپنا احاطہ فروخت کر دیا یا کنواں نے یہ محل بیچ ڈالا پھر اس میں قسم کھانے والا داخل ہوا تو بھی حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ ایسے مواضع میں فقیر محمد خان و کنواں وغیرہ کا ذکر فقط شناخت کے واسطے ہے اور منظور وہ جگہ ہے کہ وہاں داخل نہ ہوگا پس جب وہاں داخل ہوگا خواہ وہ فقیر محمد خان یا کنواں کے قبضہ و ملک میں ہو یا نہ ہو بہر حال حانث ہو جائے گا فافہم اور اگر ان داروں میں سے کسی ایسے دار پر قسم کھائی جو کسی نسبت سے معروف نہیں ہے یعنی فقیر محمد خان کا احاطہ کر کے معروف نہیں ہے اگر چہ وہ مکان جس کے اندر داخل نہ ہونے کی قسم کھائی ہے وہ فقیر محمد خان کے ملک ہو پھر فقیر محمد خان کی ملک سے نکل جانے کے بعد اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ حمام میں سر دھونے کے واسطے داخل نہ ہوں گا پھر حمام میں اس غرض سے نہیں بلکہ حمامی وغیرہ کو سلام کرنے کے واسطے داخل ہوا پھر وہاں سے اس نے سر بھی دھو لیا تو حانث نہ ہوگا:

اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا اور فلاں مذکور اپنے باپ کے ساتھ ایک کرایہ کے مکان میں رہتا ہے جس کو اس کے باپ نے کرایہ پر لیا ہے تو حالف اسی مکان میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا قیاساً برین کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے دار میں داخل نہ ہوگا پھر اس فلاں مذکور کی بیوی کے گھر میں جس میں یہ فلاں مذکور بھی رہتا ہے داخل ہوا پس اگر اس شخص کا کوئی اور دار سوائے اس دار کے ایسا نہ ہو کہ جو اس کی طرف منسوب ہو یعنی رہنے و ملک وغیرہ کی اضافت سے منسوب ہو تو حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کے دار میں داخل نہ ہوں گا پھر ایسے دار میں داخل ہوا کہ وہ اس عورت کے شوہر کا ہے اور یہ عورت بھی اس میں رہتی ہے پس اگر اس عورت کا اور کوئی مکان نہ ہو تو حانث ہوگا اگر دوسرا مکان ہو تو حانث نہ ہوگا اور یہ خلاصہ میں ہے۔ نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر قسم کھائی کہ دار فلاں میں داخل نہ ہوں گا پھر اس فلاں کے دار کی ایک دکان میں جس کا دروازہ شارع عام پر ہے داخل ہوا حالانکہ اس دکان کا کوئی دروازہ اس دار میں نہیں ہے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا ایک نے قسم کھائی کہ حمام میں سر دھونے کے واسطے داخل نہ ہوں گا پھر حمام میں اس غرض سے نہیں بلکہ حمامی وغیرہ کو سلام کرنے کے واسطے داخل ہوا پھر وہاں اس نے سر بھی دھو لیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض مشائخ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ حمام میں داخل نہ ہوگا پھر بیت السلخ[(1)] میں داخل ہوا تو قسم میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایک مرد کا ایک دار (احاطہ) ہے اس میں بستان ہے پس زید نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر اس دار کے بستان میں داخل ہوا اور اُس بستان کا دروازہ اسی دار کے گھروں کی طرف ہے اور کوئی دروازہ نہیں ہے اور ایک ہی چہار دیواری اس دار و بستان کو محیط ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ بستان میں داخل ہونے سے زید حانث نہ ہوگا خواہ بستان اس دار سے بڑا ہو یا چھوٹا ہو اور اگر یہ بستان

---

[1] عمرو بن حریث و حسن بن الصباح کے نام سے دو مکان وہاں مشہور ہیں ۱۲۔

(1) جہاں کپڑے اتارتے ہیں ۱۲۔

وسط دار میں واقع ہو اور اس کے گرداگرد اس دار کے بیوت ہوں تو بستان میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں وہی حکم ہے جو امام محمدؒ کا قول ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ بستان میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا اگرچہ بستان وسط دار میں واقع نہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کو اپنے بیت میں داخل کیا تو میری بیوی طالقہ ہے تو یہ قسم اس پر ہوگی کہ فلاں مذکور اس کی اجازت سے داخل ہو اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کو چھوڑ دیا کہ میرے بیت میں داخل ہو تو میری بیوی طالقہ ہے تو یہ قسم اس کے علم پر ہوگی یعنی ہرگاہ جانا اور منع نہ کیا تو اس نے چھوڑ دیا کہ داخل ہو جائے پس حانث ہو جائے گا اور اگر کہا کہ اگر فلاں میرے بیت میں داخل ہو تو میری بیوی طالقہ ہے تو یہ فلاں مذکور کے داخل ہونے پر ہوگی خواہ حالف اس کو اجازت دے یا نہ دے یا جانے یا نہ جانے یعنی اگر وہ کسی حال میں داخل ہوا تو یہ قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میرے[1] اس دار میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے اور یہ دار اسی کا ہے یا دوسرے کا ہے پھر خود اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر اس دار میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے تو اپنے داخل ہونے سے بھی حانث ہو جائے گا خواہ دار مذکور اسی کا ہو یا دوسرے کا ہو اور اگر کسی نے کہا کہ بقسم میں فلاں کو اپنے دار میں داخل ہونے سے منع کروں گا پس اگر اس کو ایک مرتبہ بھی منع کر دیا تو قسم میں سچا ہو گیا پھر اگر دوسری دفعہ اس کو جاتے دیکھا اور نہ منع کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر مالک دار نے اس دار کے پہلو میں ایک بیت خریدا اور بیت کا دروازہ اس دار میں چھوڑ دیا اور اس بیت کا راستہ اسی دار سے کر دیا اور وہ دروازہ جو پہلے اس بیت کا تھا بند کر دیا پھر قسم کھانے والا اس بیت میں بدون دار کے اندر داخل ہونے کے داخل ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ بیت مذکور بھی دار میں سے ہو گیا اور زید نے خالد بن عبداللہ سے کہا کہ اگر خالد بن عبداللہ اس دار میں داخل ہوا تو خالد بن عبداللہ کی بیوی طالقہ ہے پس خالد بن عبداللہ نے کہا کہ تم لوگ مجھ پر اس امر کے گواہ رہو پھر خالد بن عبداللہ اس دار میں داخل ہوا تو اس پر اپنی بیوی کی طلاق لازم ہوگی اور ایک شخص نے کہا کہ میں اس دار میں اور اس حجرہ میں داخل نہ ہوں گا پھر دار سے باہر نکلا پھر دار میں داخل ہوا اور حجرہ میں داخل نہ ہوا تو جب تک حجرہ میں داخل نہ ہو تب تک حانث نہ ہوگا اور یہ قسم ان دونوں میں داخل ہونے پر واقع ہوگی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ زید کے دار میں داخل نہ ہوں گا اور یہ دونوں شخص سفر میں ہیں تو فرمایا کہ یہ قسم چھولداری و خیمہ و قبہ پر اور ہر منزل پر جس میں اُترنا واقع ہو واقع[2] ہوگی۔ لیکن اگر اس نے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی خاص چیز مراد لی تو دیانت کی راہ سے اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور قال المترجم ہمارے عرف کے موافق زید کے حضر کے گھر پر قسم واقع ہوگی اور الا آنکہ یہ لوگ صحرائی ہوں فافہم واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ اس فسطاط (بڑا خیمہ ۱۲) میں داخل نہ ہوں گا حالانکہ یہ فسطاط ایک مقام پر گڑا ہوا ہے پھر وہاں سے اکھاڑ کر دوسرے مقام پر گاڑا گیا پھر اس میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور یہی حکم جو میں قبہ کی صورت میں ہے۔ اسی طرح اگر لکڑی کی سیڑھی یا منبر ہو تو اس میں بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ ان چیزوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے سے ان کے نام میں تغیر و زوال نہیں آتا ہے۔ یہ بدائع میں ہے اور قال خباء بدوؤں کا خیمہ بالوں کا ہوتا ہے فاحفظہ اور اگر قسم کھائی کہ اس خباء میں داخل نہ ہوں گا تو اعتبار اس کی چوبوں و نمدے دونوں کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتبار فقط چوبوں کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتبار[1] فقط نمدے کا ہے پس بنا بر قول ثانی کے اگر نمدا بدل دیا گیا اور چوبیں وہی باقی ہیں پھر

---

[1] اس واسطے کہ خود عرفاً مستثنیٰ ہے ۱۲۔ [2] چنانچہ جس منزل میں زید اترا ہے اگر اس میں داخل ہوا تو حانث ہوگا و کذا فی الخیمہ وغیرہا ۱۲۔

اس میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اس کے برعکس کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور بنا بر تیسرے قول کے اگر نمدا بدل دیا گیا اور چوبیں وہی ہیں تو اس میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے برعکس کیا گیا تو حانث ہو جائے گا اور اصح وہی قول اوّل ہے۔ یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس بیت میں نہ جاؤں گا پھر ایک بیت میں داخل ہوا جس میں فلاں مذکور موجود تھا مگر اس نے داخل ہونے میں اس کے پاس جانے کی نیت نہیں کی تھی تو حانث نہ ہوگا۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں اس دوسرے کے پاس نہ جاؤں گا پھر دونوں ساتھ ہی ایک منزل میں داخل ہوئے تو دونوں حانث نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس نہ جاؤں گا تو شیخ الاسلام نے شرح میں ذکر فرمایا ہے کہ فلاں کے پاس جانے سے عرف میں درصورت مطلق یہ لفظ ہونے کے یہ مراد ہوتی ہے کہ فلاں کے پاس اس کی زیارت و تعظیم کے واسطے ایسے مکان میں جہاں وہ اپنے ملاقاتی و زیارت کنندہ لوگوں کے واسطے بیٹھا کرتا ہے نہ جاؤں گا اور امام قدوری نے بھی اپنی کتاب میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ امام قدوری نے ذکر فرمایا کہ اگر وہ اس کے پاس کسی مسجد یا چھت یا دہلیز میں گیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر فسطاط یا خیمہ میں اس کے پاس گیا تو بھی حانث نہ ہوگا لیکن اگر وہ بدوی ہو تو اس کے نشست کی جگہ یہی خباء خیمہ ہوگی پس حانث ہو جائے گا۔ اگر بہ نیت زیارت گیا اور حاصل یہ ہے کہ اس میں عادت کا اعتبار ہے اور ہمارے عرف میں اگر وہ مسجد میں اس کے پاس گیا تو حانث ہو جائے گا ہاں اگر وہ مسجد میں داخل ہوا اور اس کے پاس جانے کی نیت نہیں کی یا یہ نہیں جانتا ہے کہ وہ اس میں ہے تو حانث نہ ہوگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ایک قوم کے پاس گیا جن میں فلاں مذکور بھی ہے مگر اس نے اس کے پاس جانے کا قصد نہیں کیا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ حانث نہ ہوگا مگر قضاءً[2] اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نیز قدوری میں فرمایا کہ فلاں کے پاس جانے کی یہ معنی ہیں کہ جاتے وقت اس کے پاس جانے کا قصد ہو خواہ وہ اپنے بیت میں ہو یا کسی دوسرے کے بیت میں ہو۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس اس دار میں داخل نہ ہوں گا پھر وہ دار میں داخل ہوا اور فلاں اس دار کے کسی بیت میں ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر صحن دار میں ہوگا تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ وہ فلاں کے پاس داخل ہونے والا جبھی ہوگا کہ جب اس کو مشاہدہ کرے وقال المترجم ہمارے عرف میں حانث ہونا چاہیے واللہ اعلم اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس اس گاؤں میں داخل نہ ہوں گا تو گاؤں میں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا الا آنکہ گاؤں مذکور میں اس کے پاس اس کے گھر میں داخل ہو جائے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے پاس داخل نہ ہوں گا پس اس کی موت کے پیچھے اس کے پاس گیا تو حانث نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ تو مجھ پر قسم ہے اگر میں تجھ سے قربت کروں پھر دار مذکور میں داخل ہوا تو دو ایلاء سے مولیٰ ہو جائے گا:

اگر کہا کہ ہر بار کہ داخل ہوا میں ان دونوں داروں میں سے کسی ایک دار میں تو واللہ میں تجھے نہیں ماروں گا اور پھر دونوں میں داخل ہوا پھر عورت کو مارا تو ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا اور اگر اجزا میں یوں کہا کہ تو مجھ پر قسم ہے اگر میں نے تجھے مارا پھر دونوں

---

[1] برعکس یعنی چوبیں بدل گئیں اور نمدہ باقی ہے ۱۲۔ [2] مثلاً اس نے یہ بھی قسم کھائی ہو کہ اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہو جاؤں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر بعد اس واقعہ کے عورت نے دعویٰ کیا کہ میں طالقہ ہو گئی ہوں تو قاضی اس معاملہ میں اگر اپنے حانث ہونے سے انکار کیا تو تصدیق نہ کرے گا ۱۲۔

میں داخل ہوا یا ایک میں داخل ہوا پھر عورت کو مارا تو ہر بار کے داخلہ کا کفارہ قسم اس پر واجب ہوگا۔ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ میں اس دار میں داخل ہوا تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر دار مذکور میں داخل ہوا تو ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پس اگر بعد داخل ہونے کے عورت سے جماع کیا تو حانث ہو جائے گا اور قسم باطل ہو جائے گی چنانچہ اگر دوسری بار داخل ہوا تو ایلاء کنندہ نہ ہوگا کہ دوسری بار جماع کرنے سے اس پر دوسرا کفارہ لازم نہ آئے گا اور اگر دوسری بار داخل ہونے کے بعد چار مہینے بدوں جماع کے گذر گئے تو عورت اس سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر پہلی بار داخل ہونے کے بعد عورت سے جماع نہ کیا یہاں تکلکے دوسری بار داخل ہوا تو وہ ایلاء کنندہ رہے گا پس جب اوّل بار کے داخلہ سے چار مہینہ بدوں جماع کیے گذر جائیں گے تو عورت مذکور بائنہ ہو جائے گی اور پھر جب دوسری بار کے داخلہ سے چار مہینے پورے ہوں گے تو بعد کو بائنہ بطلاق دیگر ہو جائے گی بشرطیکہ وہ پہلی طلاق بائنہ کی عدت میں ہو اور اگر یوں کہا کہ تو مجھ پر قسم ہے اگر میں تجھ سے قربت کروں پھر دار مذکور میں دوبارہ داخل ہوا تو دو ایلاء سے مولیٰ ہو جائے گا اور اگر بعد ہر داخلہ کے اس سے جماع کر لیا ہو تو اس پر دو کفارے لازم آئیں گے اور اگر جماع نہ کیا ویسے ہے چھوڑ دی تو پہلے داخلہ سے چار مہینے گذرنے پر بیک طلاق بائن ہو جائے گی اور جب دوسرے داخلہ سے چار مہینے پورے گذر جائیں گے اور ہنوز وہ پہلی طلاق کی عدت میں ہے تو دوسری طلاق بائنہ بھی اس پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میں اس دار میں داخل ہوا تو تو طالقہ ثلث ہے اگر میں تجھ سے قربت کی۔ پھر دار مذکور میں دوبارہ داخل ہوا تو قسم پکی ہونے کے حق میں ہر بار کے داخلہ میں وہ مولیٰ ہوگا چنانچہ اگر مدت کے اندر اس سے قربت کی تو وہ سہ طلاق طالقہ ہو جائے گی اور اگر قربت نہ کی تو چار مہینہ گذرنے پر وہ بیک طلاق بائنہ ہوگی اور جب دوسرے داخلہ سے بھی چار گذر گئے تو دوسری طلاق سے طالقہ ہوگی لیکن تین سے زیادہ اس پر لازم نہیں ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ ہر بار کہ میں اس دار میں داخل ہوا تو واسطے اللہ کے مجھ پر اس غلام کا آزاد کرنا ہے اگر میں نے تجھ سے قربت کی یا کہا کہ تو یہ غلام آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے قربت کی پھر دوبار داخل ہوا تو ہر بار کے داخلہ پر وہ ایلاء کنند ہوگا پس اگر عورت سے قربت کر لی تو ایک قسم میں حانث[۱] ہو جائے گا اسی طرح اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اگر میں نے تجھ سے قربت کی پھر عورت سے بعد ایک روز کے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو قسم پکی ہونے کے حق میں یہ دو ایلاء ہیں اور اگر قربت کی تو ایک قسم میں حانث ہوگا پس تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ ہر بار میں اس دار میں داخل ہوا پس اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو مجھ پر ایک حج لازم ہے یا کہا کہ تو مجھ پر قسم نذر ہے پھر اس دار میں دوبار داخل ہوا اور ہر داخلہ کے بعد عورت سے قربت کی تو اس پر دو حج یا جزاء دو قسم واجب ہوگی اور اسی طرح اگر لزوم حج کے پیچھے شرط[۲] قربت بیان کی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ ہر بار میں اس دار میں داخل ہوا پس میں نے تجھ سے قربت کی تو مجھ پر ایک حج واجب ہے پھر دار میں داخل ہوا پھر عورت سے قربت کی تو اس پر حج لازم ہو گئے اور اگر دار میں داخل ہوا یا عورت سے قربت کی ایک بار تو اس کے ذمہ لازم نہیں ہے الا ایک ایلاء اور اور اگر کہا کہ ہر بار داخل ہوا میں اس دار میں تو واللہ میں نے تجھ سے قربت نہ کی تو یہ کہنا یا یہ کہنا کہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دونوں برابر ہیں کہ ایک ہی بار حانث ہوگا قال المترجم یہ زبان عربی میں مستقیم ہے کہ کلما دخلت ھذہ الدار فلم اقر بك واللہ اور ہماری زبان میں اس صورت میں تامل ہے واللہ علم اور اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ہر بار کہ میں داخل ہوا اس دار میں تو یہ قول اور قولہ ہر بار کہ میں داخل ہوا اس دار میں تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دونوں یکساں ہیں اور اگر کہا کہ

---

[۱] قسم پکی ہونے کے واسطے تو یہ چاہئے کہ ہر بار میں وہ مولیٰ صور کرے اور قسم ٹوٹنے نہ دے کہ اسی طور سے قسم میں سچا رہے گا لیکن اگر حانث ہوا تو کفارہ ایک ہی قسم کا لازم ہوگا فافہم ۱۲۔ [۲] شرط مؤخر کرنے سے کچھ فرق نہ ہوگا ۱۲۔

اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو تو طالقہ ہے ہر بار کہ میں داخل ہوا اس دار میں تو وہ ایلاء کرنے والا نہ ہو جائے گا اور اگر عورت سے قربت کرنے کے بعد دار میں مذکور میں داخل ہوا تو بیک طلاق طالقہ ہو جائے گی یہ شرح جامع کبیر میں ہے۔

اگر دو نفیوں کے درمیان کلمہ یا داخل کیا مثلاً کہا کہ واللہ میں اس دار میں نہ داخل ہوں گا یا اس دار دیگر میں نہ داخل ہوں گا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کسی میں داخل نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو حانث نہ ہوگا۔ اور اگر کلمہ یا درمیان دو اثباتوں کے داخل کیا مثلاً کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل ہوں گا یا اس دار دیگر میں داخل ہوں گا پھر وہ ان میں سے ایک میں داخل ہوا تو قسم میں سچا ہو گیا اور اگر دونوں میں سے کسی میں داخل نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو حانث ہو گیا اور اگر کلمہ یا درمیان نفی اور اثبات کے داخل کیا مثلاً کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوگا یا اس دار دیگر میں آج ضرور داخل ہوں گا پس اگر دوسرے دار میں داخل ہو گیا تو قسم میں سچا ہو گیا اور قسم نفی ساقط ہو گئی اور اگر دونوں داروں میں داخل ہونا اس کے ہاتھ سے فوت ہو گیا تو قسم اثبات میں حانث ہو گیا اور قسم نفی ساقط ہو گئی دار اول میں داخل ہوا تو قسم نفی میں حانث ہو گیا اور یمین اثبات ساقط ہو گئی اور ایسے مسائل میں ایک دفعہ اس کے حانث ہونے سے قسم تحلل ہو جاتی ہے چنانچہ اگر دوبارہ جس شرط سے حانث ہو گیا ہے اس کو بجا لایا تو مکرر حانث نہ ہوگا اور اسی طرح جس قسم میں اثبات سے ابتدا کی ہو یہی حکم ہے مثلاً کہا کہ واللہ میں اس دار میں آج ضرور داخل ہوں گا یا اس دار دیگر میں کبھی داخل نہ ہوگا لیکن بات اتنی ہے کہ قسم اثبات میں اگر آج ہے اس دار میں داخل ہو گیا تو قسم میں سچا ہوگا اور قسم نفی میں دوسرے دار میں داخل ہونے پر حانث ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا یا اس دار دیگر میں داخل ہوں گا پس اگر دوسرے دار میں داخل ہونے سے پہلے دار اوّل میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اور اگر پہلے دار دیگر میں داخل ہوا تو قسم ساقط ہو گئی اور اگر اس نے تخییر[1] کی نیت کی ہو تو اصل میں مذکور ہے کہ قسم اس کی نیت پر ہو گی پس قسم کا انعقاد ان دونوں میں سے ایک پر ہوگا یعنی یا تو اول پر نہ داخل ہونے کے ساتھ یا دوسرے پر داخل ہونے کے ساتھ اور یہی حصہ مشائخ کا قول ہے اور یہی مذہب شیخ ابو عبداللہ زعفرانی کا ہے اور یہی اصح ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوگا یا دو دار ہائے دیگر میں سے ایک میں داخل ہوگا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پس اگر پہلے وہ دار ہائے دیگر میں سے کسی میں داخل ہوا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور قسم ساقط ہو گئی اور اگر دونوں دار ہائے دیگر میں سے کسی میں داخل ہونے سے پہلے وہ دار اوّل میں داخل ہوا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا کہ واللہ اس دار کا داخل ہونا آج ترک کروں گا یا کل کے روز اس دار دیگر میں داخل ہوں گا۔ پھر آج کے روز اس نے اس دار کا داخل ہونا ترک کیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور قسم ساقط ہو گئی اور اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوگا پس اگر میں اس دار میں داخل نہ ہوا تو میں اس دار دیگر میں افضل ہوں گا تو یہ استثناء باطل[2] ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا مادامیکہ زید اس میں ہے پھر زید اس میں سے مع اپنے اہل و عیال کے نکل گیا پھر زید نے دوبارہ اسی مکان میں عود کیا پھر حالف اس میں داخل ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ مادامیکہ میرے تن پر یہ کپڑا ہے یا جب تک مجھ پر یہ کپڑا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس دار میں داخل نہ ہوں گا درحالیکہ تو اس میں ساکن ہو یا درحالیکہ میرے تن پر یہ کپڑا ہو پھر مخاطب اس میں سے نکل گیا یعنی اُٹھ گیا پھر عود کر کے آ گیا یا حالف نے یہ کپڑا اتار دیا پھر پہن لیا پھر داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] ان دونوں میں سے کسی ایک میں بطور اختیار کے ۱۲۔ [2] قسم بلا استثناء واقع ہو جائے گی ۱۲۔

قسم کھائی کہ اس دار میں سکونت نہ رکھوں گا پھر خود نکل گیا اور اپنے اہل ومتاع کو اس میں چھوڑ دیا:

اگر قسم کھائی کہ میں اس دار میں سکونت نہ کروں گا پس اگر اس میں ساکن نہ ہوا تو اس کے سکونت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خود اس میں رہے اور اثاث البیت اور اسباب ضرورت اس میں لا کر رکھے پس جب ایسا کرے گا تو اس وقت حانث ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار میں سکونت نہ رکھوں گا پھر خود نکل گیا اور اپنے اہل ومتاع کو اس میں چھوڑ دیا پس اگر قسم کھانے والا کسی دوسرے کے عیال میں ہو مثل پسر بالغ کے کہ باپ کے عیال میں ہوئے یا بیوی کے کہ خاوند کے ساتھ ہوئے تو حالف حانث نہ ہوگا اور اگر حالف کسی کے عیال میں نہ ہو تو اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا الا آنکہ اسی وقت سے منتقل کرنے میں مشغول ہو جائے اس واسطے کہ برابر اس طرح سے رہنا سکونت ہوگی پھر امام اعظمؒ کے نزدیک قسم سچی ہونے کی شرط یہ ہے اپنے اہل وعیال اور سب متاع کو اٹھا لے جائے حتیٰ کہ اگر اس میں ایک کھونٹی یا جھاڑو رہے گی تو حانث ہوگا اور بنا برقول امام ابو یوسف کے اگر اپنے اہل وعیال اور اکثر اسباب کو لے گیا تو قسم میں سچا ہو گیا اور اسی قول پر فتوےٰ ہے اور امام محمدؒ کے قول پر اگر اہل وعیال کو اور اس قدر اسباب کو کہ خانہ داری اس سے ہو سکتی ہے لے گیا تو قسم میں سچا ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ احسن ہے اور لوگوں نے حق میں اس میں زیادہ آسانی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اس میں اتفاق ہے کہ قسم میں سچے ہونے کے واسطے اہل وعیال وخادموں کا اٹھا لے جانا شرط ہے اور اگر سب کو کوچہ یا مسجد میں منتقل کر کے لے گیا اور دار مذکور کو سپرد نہ کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہوگا جب تک کہ دوسرا مسکن نہ کرے اور اگر دار دوسرے کو بایں طور سپرد کر دیا کہ اپنا دار جملوکہ تھا اس کو کسی دوسرے کو کرایہ پر دے دیا یا اس میں کرایہ یا اعارت پر رہتا تھا پس خالی کر کے اس کے مالک کو سپرد کر دیا اور اپنے واسطے مسکن نہیں کر لیا تو حانث نہ ہوگا۔ایک مرد نے قسم کھائی کہ میں دار میں نہ رہوں گا پس اس نے اپنے اہل ومتاع کو اٹھا لے جانا چاہا پس اس کی بیوی نے اس میں سے نکلنے سے انکار کیا تو مرد پر واجب ہے کہ اس کے نکالنے میں کوشش کرے پھر اگر وہی غالب آئی اور مرد عاجز ہو گیا اور نکل کر دوسرے دار میں جا رہا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے قسم کھائی کہ میں اس دار میں نہ رہوں گا پس جب نکلنا چاہا تو دروازہ اس طرح بند پایا کہ اس سے کھل نہیں سکتا ہے یا بیڑیاں ڈال کر نکلنے سے روکا گیا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صورت اوّل میں حانث ہوگا اور دوسری میں نہیں اور صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر دیوار گرا کر نکلنے پر قادر ہو تو اس پر یہ نہیں واجب ہے حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اس رات اس شہر میں رہوں تو ایسا ہے یعنی طلاق وعتاق کی قسم کھائی پھر اس کو بخار آ کر ایسا حال ہو گیا کہ خود نہیں نکل سکتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ ممکن تھا کہ وہ کسی کو اجارہ پر مقرر کر لیتا جو اس کو شہر سے باہر کر دیتا اور جو شخص مقید ہے اس کے ساتھ یہ حکم نہیں ہے اس واسطے کہ جس نے اس کو قید کیا ہے وہ اس کو نکل جانے کے لیے روکے گا حتیٰ کہ اگر اس کو نہ روکتا ہو تو مقید بھی مثل مریض کے ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اسی دار میں ساکن رہی تو تو طالقہ ہے اور حال یہ ہے کہ مکان کی چار دیواری ہے اور دروازہ بند مقفل ہے تو یہ عورت معذور ہے یہاں تک کہ دروازہ کھولا جائے اور عورت پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دیوار پھاند جائے اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے نہ اور اگر اس نے گھر میں اپنا اسباب چھوڑ کر دوسرے گھر کی تلاش میں گیا تو صحیح قول کے موافق حانث نہ ہوگا اس

واسطے کہ دوسرے گھر کی تلاش بھی اُٹھ جانے کے کاموں میں سے ایک کام ہے اور جب تک تلاش کرے تب تک کی مدت بحکم عرف اس میں سے مستثنیٰ ہوگی بشرطیکہ تلاش کی مدت میں افراط نہ کر دے یہ شرح جمع البحرین میں ہے۔

اگر فارسی میں قسم کھائی کہ: واللہ سن بدین خانہ اندر بناشم پھر خود اس قصد سے نکل گیا کہ عود نہ کرے گا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا:

ایک شخص نے قسم کھائی کہ اس دار میں نہ رہوں گا پھر خود نکل کر دوسرے گھر کی تلاش میں گیا تا کہ اس میں اہل وعیال و اسباب کو منتقل کر کے لے جائے پھر دوسرا مکان ان کو چند روز تک نہ ملا اور اس کو یہ ممکن ہے کہ اپنا اسباب اس میں سے نکال کر باہر رکھے تو حانث نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی لادنے کا جانور تلاش کرنے میں مشغول ہوا کہ اس پر لاد کر لے جائے یا آدھی رات میں ایسی قسم کھائی کہ صبح ہونے تک اس کو اُٹھ جانا ممکن نہیں ہے یا اسباب بہت ہے اور خود نکل گیا اور آپ ہی اسباب منتقل کرتا ہے حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ کرایہ پر منتقل کرالے مگر ایسا نہیں کرتا ہے تو ان سب صورتوں میں وہ حانث نہ ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ وہ خود اسباب کو اس طرح منتقل کرتا ہو جیسے لوگ منتقل کرلیا کرتے ہیں اور اگر وہ ایسے منتقل نہ کرتا ہو جیسے لوگ منتقل کر لیتے ہیں تو حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت کہ عربی زبان میں قسم کھائی ہو اور اگر فارسی میں قسم کھائی کہ: واللہ سن بدین خانہ اندر بناشم پھر خود اس قصد سے نکل گیا کہ عود نہ کرے گا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر اس قصد سے نکل گیا کہ عود کرے گا تو حانث ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس دار میں ساکن رہی تو تو طالقہ ہے اور یہ قسم آدھی رات کو کھائی تو عورت معذور ہوگی اور اگر اس نے اس طرح کی قسم اپنے حق میں کھائی ہو تو وہ معذور نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ رات میں نہیں ڈرتا ہے حتیٰ کہ اس کے حق میں بھی خوف چوروں (۱) وغیرہ کی طرف سے ثابت ہو تو وہ بھی معذور ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس دار میں ساکن نہ ہوگا حالانکہ اس میں رہتا ہے پھر اس پر متاع مذکور منتقل کر لیا جانا گراں (۲) معلوم ہوا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ متاع مذکور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس پر اس کو اعتماد ہوئے اور خود نکل کر دوسرے مکان میں چلا جائے پھر جب اس کو آسانی معلوم ہو اس وقت اس سے خرید لے یہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔

اگر کسی گاؤں کی نسبت اس طرح کی قسم کھائی کہ اس میں نہ رہوں گا تو وہ بمنزلہ شہر کے ہے:

اگر ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ ایک دار میں رہتا ہو پھر ان میں سے ایک نے قسم کھائی کہ اس دوسرے کے ساتھ نہ رہوں گا پس اگر اس نے منتقل کرنا شروع کر دیا حالانکہ فی الحال ممکن نہیں ہے تو خیر ورنہ حانث ہو جائے گا اور اگر حالف نے اپنا اسباب اس دوسرے کو ہبہ کر دیا یا اس کے پاس ودیعت رکھا یا عاریت دیا پھر مکان کی تلاش میں نکلا اور چند روز تک کوئی مکان نہ ملا و لیکن اس دار میں جس میں دوسرا رہتا ہے نہ آیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے اپنا اسباب دوسرے کو ہبہ کیا اور اس نے قبضہ کر لیا ہے یا اس کو ودیعت دیا یا عاریت دیا اور اسی وقت باہر نکل گیا بایں ارادہ کہ پھر عود نہ کرے گا تو اس کے ساتھ رہنے والا شمار نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس شہر میں نہ رہوں گا پھر خود چلا گیا اور اپنے اہل واسباب کو اس میں چھوڑ گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر

۱؎ قسم توڑنے والا ۱۲۔

(۱) سلطان کی طرف سے ممانعت ہو ۱۲۔ (۲) بسبب کثرت وغیرہ کے ۱۲۔

کسی گاؤں کی نسبت اس طرح کی قسم کھائی کہ اس میں نہ رہوں گا تو وہ بمنزلہ شہر کے ہے اور یہی صحیح ہے اور کوچہ ومحلہ اس حکم میں بمنزلہ دار کے ہے اور اگر قسم کھائی کہ اندریں دیہ بنا شم پھر اپنے اہل وعیال واسباب لے کر وہاں سے نکل گیا پھر واپس[1] ہوا اور اس میں سکونت اختیار کی تو حانث ہو جائے گا۔ اور اس طرح جو فعل ممتد[2] ہوتا ہے اس میں ایک وقت میں سچا ہونے سے قسم باطل نہیں ہو جاتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ شخص مذکور بغرض رہنے وسکونت کرنے کے واپس آیا ہو اور اگر کسی کے دیکھنے کو آیا یا اپنے اسباب کو منتقل کرنے کے واسطے آیا اور چند روز رہا اور اس کی نیت یہاں سکونت کرنے کی نہیں ہے تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر رہنے کے واسطے آیا ہو تو ایک دم کا رہنا حانث ہونے کے واسطے کافی ہے دوم شرط نہیں۔ ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں یکساں یا امسال اس دیہ میں رہوں تو میری بیوی طالقہ ہے پس ایک روز بقیہ سال سے کم رہا یا یوں قسم کھائی کہ اس دار میں مہینہ بھر نہیں رہوں گا پھر ایک ساعت رہا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ مہینہ بھر نہ رہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ ساکن نہ ہوں گا پھر حالف اپنے سفر میں فلاں کے گھر اترا اور ایک یا دو روز تک رہا تو حانث نہ ہوگا اور فلاں کے ساتھ ساکن نہ ہوگا جب تک کہ اس کے ساتھ کم سے کم پندرہ[3] روز تک نہ رہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ کوفہ میں نہ ہوں گا پس مسافرت میں وہاں گذرا اور وہاں چودہ روز رہنے کی نیت کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر پندرہ روز کی نیت کی تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ سکونت نہ کروں گا پھر فلاں مذکور اس حالف کے دار میں غصب کی راہ سے داخل ہوا اور رہنے لگا پس حالف اس کے ساتھ رہا تو حانث ہو جائے گا خواہ حالف کو یہ بات معلوم ہوئی ہو یا نہیں اگر غاصب کے اترتے ہی حالف اپنے اُٹھ جانے کا بندوبست کیا اور منتقل کرنا شروع کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر حالف نے سفر کیا پھر فلاں مذکور اس حالف کے اہل وعیال کے ساتھ ساکن رہا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حالف حانث ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں حانث ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر محلوف علیہ یعنی جس کے ساتھ نہ رہنے پر قسم کھائی ہے تین روز یا زیادہ کی راہ پر سفر کر گیا پھر قسم کھانے والا اس کے اہل کے ساتھ اس میں رہا تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر حانث نہ ہوگا اور اگر اس سے کم دوری پر گیا ہو تو حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ کوفہ میں ساکن نہ ہوں گا تو یہ قسم کوفہ کے دار واحد میں ساتھ رہنے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر حالف ایک گھر میں رہے اور محلوف علیہ دوسرے گھر میں رہے تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر اس نے یہ نیت کی ہو کہ میں اور محلوف علیہ کوفہ میں نہ رہوں گا یعنی ایک گھر میں ہو یا دو گھروں میں تو اس صورت میں اس کی نیت پر قسم ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ اس گاؤں میں نہ رہوں گا تو یہ قسم ایک گھر میں اس کے ساتھ رہنے پر واقع ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ خراسان میں نہ رہوں گا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ دنیا میں نہ رہوں گا تو بھی ایک گھر میں اس کے ساتھ رہنے پر قسم واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ نہ رہوں گا پھر کشتی میں اس کے ساتھ رہنا ہوا کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے اہل ومتاع ہے اور اس کو اپنی منزل بنایا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور یہ ملاحوں کے حق میں مساکنت ہے اور یہی حکم جنگلی لوگوں کا ہے کہ جب وہ ایک ہے خیمہ میں مجتمع ہو کر رہیں تو حانث ہوگا اور اگر خیمہ متفرق ہوں تو حانث نہ ہوگا اگرچہ باہم نزدیک

---

[1] خواہ درمیان سے واپس ہوا یا کہیں سکونت کر کے پھر واپس آیا ہو ۱۲۔ [2] ممتد سے مراد یہ ہے کہ وہ وقت دور تک دراز ہو سکتا ہے ۱۲۔ [3] اقوال ظاہر اگر نیت کی ہو کہ پندرہ روز تک رہوں گا تو بھی ایک دو روز میں بھی حانث ہو جائے گا ۱۲۔

ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔اور اگرقسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ نہ رہوں گا پھراس کے ساتھ کسی دار کے یا بیت (۱) کے غرفہ کے درمیان میں ساکن رہا تو حانث ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگرقسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ سکونت نہ کروں گا اور کچھ نیت نہیں کہ پھر احاطہ میں دونوں اسطرح رہے کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ قصر میں رہا تو حانث ہوگا اور ساتھ رہنا جب متحقق ہوگا کہ دونوں ایک ہی بیت میں رہیں یا دونوں ایک ہی دار کے علیحدہ علیحدہ بیت میں رہیں اور اگر اہل وعیال ہوں تو اہل وعیال و مال واسباب اس میں رکھیں اور جب ایک دار میں علیحدہ علیحدہ قصر ہیں تو ہر قصر علیحدہ مسکن ہے لہٰذا حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنی قسم میں یہ نیت کی ہو کہ اس طرح علیحدہ علیحدہ قصر میں بھی نہ رہوں گا تو حانث ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ احاطہ بہت بڑا ہو جیسے کوفہ میں دار ولید ہے یا بخارا میں دار نوح ہے کہ یہ بمنزلہ ایک محلّہ کے ہے اور اگر دار ایسا نہ ہو تو بدون نیت مذکور کے بھی حانث ہو جائے گا اور خواہ اس دار میں بیوت ہوں یا قصر ہوں اور اگرقسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ سکونت نہ کروں گا پھر ایک ہی بیت یا ایک ہی قصر میں اس کے ساتھ بدون اہل ومتاع کے ساکن رہا تو ہمارے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگرقسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ ایک دار میں نہ رہوں گا اور دار معین کا نام لیا پھر دونوں نے اس کو بانٹ لیا اور بیچ میں دیوار کھڑی کر دی اور ہر ایک نے اپنا دروازہ علیحدہ پھوڑ لیا پھرقسم کھانے والا ایک حصہ میں رہا اور دوسرا دوسرے حصہ میں رہا تو قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا اور اگرقسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ ساکن نہ ہوں گا اور کسی دار معین کا نام نہیں لیا اور نہ نیت کی پھر اسی طرح ایک دار کے دو حصہ کر کے ان کے درمیان دیوار کر دی گئی پھرقسم کھانے والا ایک ٹکڑے میں اور دوسرا دوسرے ٹکڑے میں رہا تو حانث نہ ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ ساکن نہ ہوں گا اور کوئی دار معین نہیں بیان کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس کے ساتھ بازار کی دکان میں رہا جس میں دونوں کوئی صنعت کا کام کرتے ہیں یا تجارت کرتے ہیں تو حانث نہ ہوگا اور یہ قسم انھیں مکانوں پر واقع ہوگی کہ جس کو انھوں نے گھر بنایا ہے کہ اس میں اہل وعیال کے ساتھ رہتے ہیں لیکن اگر اس نے اس طرح دکان میں رہنے کی نیت بھی کی ہو یا باہم قبل اس قسم کے دونوں میں ایسی گفتگو ہو جو اس پر دلالت کرے تو اس صورت میں حانث ہوگا کہ قسم اس کے کلام سابق ومعنی پر ہوگی اور اگر اس نے دوکان کو اپنا گھر بنالیا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بازار میں رہتا ہے پس اگرقسم مذکور کے ساتھ کوئی امر اس پر دلالت کرتا ہوا کہ اس نے قسم سے یہ مراد لی ہے کہ بازار میں فلاں کے ساتھ رہنا ترک کرے گا تو قسم اسی پر محمول ہوگی اور اگر ایسا قرینہ نہ ہو مگر اس نے کہا کہ میں نے بازار کی مساکنت کی نیت کی تھی تو اس کا قول قبول ہوگا اور اس نے اپنے نفس پر سختی کی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگرقسم کھائی کہ فلاں دار میں اس کے ساتھ ساکن نہ ہوگا پھر وہ منہدم کیا گیا اور وہاں دوسرا دار بنایا گیا پھر اس میں ساکن ہوا تو حانث ہوگا اور یہ بخلاف اس کے ہے کہ بیت معین میں اس کے ساتھ نہ رہنے کی قسم کھائی پھر وہ منہدم کر کے میدان چھوڑ دیا گیا پھر اسی مقام پر دوسرا بیت بنایا گیا پھر اس میں اس کے ساتھ رہا تو حانث نہ ہوگا اور اگرقسم کھائی کہ دار میں یعنی معین میں اس کے ساتھ نہ رہوں گا پھر وہ بستان کر دیا گیا تو اس میں ساتھ رہنے سے حانث نہ ہوگا اور اگرقسم کھائی کہ دار زید میں یا کسی دار زید میں نہ رہوں گا اور کوئی دار معین بیان نہیں کیا اور نہ نیت کی پھر زید کے ایسے دار میں رہا جس کو اس نے بعد قسم کے فروخت کر دیا ہے تو اس میں رہنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر زید کے ایسے دار میں رہا جو وقت قسم سے وقت سکونت تک اس کی ملک ہے تو بالاتفاق حانث ہو جائے گا اور اگر ایسے دار میں رہا جس کو زید نے بعد اس کی قسم کے خرید کیا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگرقسم کھائی کہ زید کے کسی دار میں ساکن نہ

---

(۱) میدان ہو جانے کے بعد ۱۲۔

ہوں گا پھر ایسے دار میں رہا جو زید کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے تو حانث نہ ہوگا خواہ دوسرے کا اس میں حصہ کم ہو زیادہ یہ
ہو یہ مبسوط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید کے اس دار میں ساکن نہ ہوں گا پھر زید نے اس کو فروخت کر دیا پھر حالف اس میں رہا تو
اس میں دو صورتیں ہیں اگر اس نے اس دار میں بالخصوص رہنے کی نیت کی ہو تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ زید کی ملکیت میں
جب تک ہے نہ رہوں گا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ
میں ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ بیت میں نہ رہوں گا اور اس کی کچھ نیت ہے پھر وہ بالوں کی بیت یا فسطاط یا خیمہ میں رہا تو حانث نہ ہوگا:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ ایسے دار میں نہ رہوں گا جس کو فلاں خریدے پھر فلاں نے کسی دوسرے کے واسطے ایک دار خریدا
جس میں یہ حالف ساکن ہوا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری یہ نیت تھی کہ فلاں اپنے واسطے خریدے پس اگر قسم اللہ
تعالیٰ کی ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر قسم بطلاق یا عتاق ہو تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے قسم
کھائی کہ بیت میں نہ رہوں گا اور اس کی کچھ نیت ہے پھر وہ بالوں کی بیت یا فسطاط یا خیمہ میں رہا تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ آبادی کے
رہنے والوں میں سے ہو اور اگر بدوی ہے تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایبیت مع فلاں یالایبیت فی مکان کذا
یعنی فلاں کے ساتھ رات نہ گذاروں گا تو رات بھر اس کے ساتھ رہنے پر قسم ہوگی پس اگر آدھی رات سے زیادہ اس کے ساتھ یکجا رہا
تو حانث ہوا اور اگر اس سے کم رہا تو حانث نہ ہوگا خواہ وہ سویا ہو یا نہ سویا ہو یہ بدائع میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اس منزل میں رات نہ گذاروں گا پھر خود اس میں سے نکل کر باہر سویا اور اپنے اہل وعیال واسباب کو وہیں
چھوڑا تو حانث نہ ہوگا اور ایسی قسم اس کی ذات پر ہوگی اہل واسباب پر نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ یہ رات اس بیت کی چھت پر نہ
گذاروں گا اور اس چھت پر ایک غرفہ ہے کہ اس کی زمین اور چھت ایک ہے تو وہاں رات گذارنے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی
کہ کسی چھت پر رات نہ گذاروں گا پھر اس غرفہ کی زمین پر سویا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں منزل فلاں میں رات نہ
گذاروں گا کل کے روز تو یہ باطل ہے الا آنکہ اس نے دوسری آنے والی رات مراد لی ہو اور اگر کہا کہ واللہ میں کل کے روز فلاں کی
منزل میں نہ ہوں گا[1] تو وہ کل کی کسی ساعت ہونے پر ہوگی اور یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ لایاوی مع فلاں اولایاوی فی مکان اودار اوبیت یعنی اوادت نہ کروں گا فلاں کے ساتھ یا فلاں مکان
یا دار یا بیت میں تو اوادت یہ ہے کہ ٹھہر رہے کسی مقام میں فلاں کے ساتھ خواہ تھوڑی دیر یا بہت دیر خواہ رات میں یا دن میں اور یہ
امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے لیکن اگر اس نے اس سے زیادہ ایک دو روز کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہو
گی اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نے کہا کہ لایاوینی وایاک بیت ابدا یعنی کوئی بیت کبھی مجھے اور تجھے ساتھ
جگہ[2] نہ دے گا تو امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول اور میرے قول میں یہ قسم طرفۃ العین پر واقع ہوگی الا آنکہ اس نے اس سے زیادہ
ایک دو روز کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر زید نے کہا کہ عمرو کو جگہ نہ
دوں گا عمرو مذکور زید کے عیال میں اس کے مکان میں موجود ہے تو زید حانث ہوگا الا آنکہ زید کی نیت عمرو کو ڈرانے کی ہو کہ جن

---

[1] منزل میں نہ ہوگا وہاں میرا موجود ہونا نہ پایا جائے گا ۱۲۔ [2] ساتھ جگہ نہ دے گا یعنی میں اور تو دونوں کسی مکان میں یکجا نہ ہوں گے ۱۲۔

حرکتوں میں گرفتار ہے ان کو چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہے۔اور اگر عمرو اس کے عیال میں نہ ہو اور اس کے مکان میں نہ ہو تو یہ زید کی نیت پر ہے اگر یہ نیت کی ہو کہ عمرو کو اپنے عیال یعنی پرورش میں نہ رکھے گا تو قسم اس کی نیت پر ہوگی۔اور اگر نیت کی کہ اس کو اپنے گھر میں داخل نہ کرے گا پھر اگر عمرو بدوں اس کی اجازت کے داخل ہوا اور زید اس کو دیکھ کر چپ ہو رہا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

ایک مرد سفر کو نکلا اور اس کے ساتھ دوسرا ہے اور اس کا ارادہ ایسے مقام پر جانے کا ہے کہ اس کو بیان کر دیا ہے پس قسم کھائی کہ اس شخص سے سوائے اس سفر کے ساتھ نہ رکھوں گا پھر جب تھوڑی راہ قطع کی تو دونوں کی رائے میں دوسرے مقام کو جانا مصلحت معلوم ہوا پس دونوں دوسرے مقام کی طرف لوٹ پڑے جو سوائے اس مقام کے ہے جس کا پہلے نام لیا تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ اسی پہلے سفر میں ہے پس حانث نہ ہوگا۔ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں آج پیدل نہ چلوں گا الا ایک میل پھر اپنے گھر سے نکل کر ایک میل تک پیدل جا کر اپنے مکان کو پیدل واپس آیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں (۱) حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ دو میل پیدل چلا ہے۔زید نے کہا کہ واللہ عمرو کی مصاحبت نہ کروں گا پس اگر زید ایک قطار میں چلتا ہو اور عمرو دوسری قطار میں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا مصاحب نہ ہوگا اور اگر دونوں ایک ہی قطار میں ہوں تو وہ مصاحب ہوگا اگرچہ ایک اس قطار کے اول میں ہو اور دوسرا آخر میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں ایک کشتی میں ہوں اس طرح کہ ایک ایک درجہ میں اور دوسرا دوسرے درجہ میں ہو اور ہر ایک کا کھانا الگ الگ ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ ان کا آنا جانا ایک ہی راستہ سے ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں فلاں کی مرافقت نہ کروں گا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں کا طعام ایک ہی ہو ایک مکان میں حالانکہ دو دونوں ایک جماعت کے ساتھ میں چلتے ہیں تو ان دونوں میں مرافقت ثابت ہوگی اور اگر دونوں ایک کشتی میں ہوں اور دونوں کا طعام یکجا نہ ہو کہ ایک دسترخوان پر نہ کھاتے ہوں تو مرافقت ثابت نہ ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ مرافقت نہ کروں گا پھر دونوں سفر میں نکلے پس اگر دونوں ایک محمل میں ہوں یا دونوں کا کرب[1] ایک ہو یا قطار ایک ہو تو مرافقت ثابت ہوگی اور اگر کرب مختلف ہو تو مرافق نہ ہوگا اگرچہ دونوں کی سرا واحدہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باب : ④

نکلنے اور آنے و سوار ہونے وغیرہ کی قسم کھانے کے بیان میں

اگر کسی نے قسم کھائی کہ مسجد یا دار یا بیت وغیرہ سے نہ نکلوں گا پھر کسی کو حکم کیا کہ اس کو لاد کر باہر لے گیا تو حانث ہو جائے گا جیسے جانور پر سوار ہوا جو اس کو لے کر باہر گیا تو حانث ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ایک نے قسم کھائی کہ باہر نہ نکلوں گا پھر کوئی زبردستی اس کو لاد کر باہر لے گیا تو حانث نہ ہوگا اور ایسا ہی داخل نہ ہونے کی قسم میں بھی یہی حکم ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔

جب زبردستی کوئی لاد کر نکال لے گیا پس آیا قسم منحل ہو جائے گی کہ اگر اس کے بعد خود نکلے تو حانث نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قسم منحل نہ ہوگی چنانچہ اگر اس کے بعد خود نکلا تو حانث ہوگا اور اگر کسی نے بغیر حالف کے حکم کے اس کو لاد کر نکالا حالانکہ حالف اس کے منع کرنے پر قادر ہے مگر اس نے منع نہ کیا بلکہ اپنے دل سے اس پر راضی ہے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر کسی پر اکراہ[2] و جبر کیا گیا کہ اپنے پیروں باہر نکلے یا اندر

---

[1] کرب یعنی ایک ہی بندش کے اونٹوں میں سے دونوں اونٹ ہوں ۱۲۔

(۱) قال المترجم اس میں تفصیل نیت کی ہونا ضرور ہے واللہ اعلم ۱۲۔

داخل ہو پس اس نے ایسا کیا تو حانث ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ باہر نہ نکلوں گا تو جب تک کوچہ میں نہ نکلے حانث نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ اپنے دار سے نہ نکلوں گا پھر اپنے دروازہ دار سے نکلا پھر واپس ہو گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر دار کی کسی منزل میں بیٹھ کر قسم کھائی پھر اس منزل سے نکل کر دار سے باہر نکلنے سے پہلے واپس ہو گیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنے دار سے باہر نہ نکلوں گا الا جنازہ کی طرف پھر جنازہ کے ارادے سے نکلا اور وہاں کوئی اور ضرورت بھی پوری کرتا آیا تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ رے سے کوفہ کی جانب نہ نکلوں گا پھر رے سے مکہ کا قصد کر کے نکلا اور اس کا راستہ کوفہ ہو کر ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ رے سے نکلنے کے وقت اگر اس نے نیت کی کہ کوفہ ہو کر جاؤں گا تو حانث ہوگا اور اگر نیت کی کہ کوفہ میں نہ گذروں گا پھر نکلنے کے بعد اس کی رائے میں آیا اور چل کر[2] ایسی جگہ آیا کہ وہ نماز قصر کرتا ہے پھر کوفہ میں سے گذرا تو حانث نہ ہوگا۔ اور اگر وقت قسم کے اس کی نیت یہ ہو کہ خاص کوفہ کے قصد سے کوفہ کو نہ جاؤں گا پھر اس نے حج کا قصد کیا اور رے سے نکل کر نیت کی کہ کوفہ ہو کر جاؤں تو فیمابینہ و بین اللہ تعالیٰ حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دار سے نہ نکلوں گا الا بجانب مسجد پھر مسجد کے ارادہ سے نکلا پھر وہاں سے غیر مسجد کی طرف بھی اس کی رائے ہوئی اور گیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

امام قدوری نے فرمایا کہ دار مسکونہ سے نکلنے کے یہ معنی ہیں کہ خود مع اپنے متاع و عیال کے نکلے اور شہر و گاؤں سے نکلنے میں یہ اعتبار ہے کہ خود اپنے تن سے خاصۃً نکل جائے اور منتقی میں زیادہ کیا کہ اگر اپنے بدن سے نکل گیا تو قسم میں سچا ہو گیا خواہ سفر کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ واللہ میں نہ نکلوں گا حالانکہ وہ دار کے کسی بیت میں بیٹھا ہے پھر وہاں سے نکل کر صحن دار میں آیا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ وہاں نہ نکلنا بھی اس کی نیت ہوا اور اگر اس نے نیت کی ہو کہ نکل کر مکہ کو نہ جاؤں گا یا شہر سے نہ نکلوں گا تو قضاءً و دیانۃً کسی طرح اسکی تصدیق نہ ہوگی۔ یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اپنی بیت سے نہ نکلوں گا یعنی جس بیت میں موجود ہے پھر صحن دار میں نکلا تو حانث ہو جائے گا۔ اور ہمارے متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ یہ ان کے عرف کے موافق اور ہمارے عرف میں صحن دار بھی بیت ہے پس جب تک کوچہ میں نہ نکلے حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس دار سے نہ نکلوں گا پھر اپنا ایک پانوں اس دار سے نکالا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے فرمایا ہے اور اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار مذکور کا باہر نیچا ہو تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اس کا سہارا نکلے ہوئے پانوں پر ہو تو حانث ہوگا اگر چہ دار کا باہر نیچا نہ ہو لیکن ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق کسی حال میں حانث نہ ہوگا اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی و حلوائی نے اختیار کیا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ کھڑے کھڑے قدموں کے بل نکلا ہو اور اگر بیٹھ کر اس نے اپنے دونوں قدم باہر نکالے اور اس کا بدن اندر ہے تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا پھر اگر کھڑا ہو گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر چت یا پٹ یا کروٹ لیٹا ہو پھر ڈھنکا یہاں تک کہ اس کا بعض بدن باہر ہو گیا پس اگر زیادہ بدن باہر ہو گیا تو حانث ہو جائے گا اگر چہ اس کی ساقین اندر رہی ہوں اور اگر قسم کھائی کہ اس دار سے خارج نہ ہوں گا اور اس دار میں ایک بڑا درخت ہے جس کی شاخیں دار سے باہر ہیں پھر اس درخت پر چڑھ کر ان شاخوں پر آیا یہاں تک کہ دار سے باہر بیچ راستہ پر ہو گیا کہ اگر گرے تو راستہ میں گرے تو حانث نہ ہوگا خواہ قسم کھانے والا بلاد عرب کا ہو یا بلاد[1] عجم کا ہو یہ محیط میں ہے۔

---

[1] زبردستی کی گئی ۱۲۔ [2] چل کر یعنی یہ رائے اس کی ایسے مقام سے ہوئی جہاں نماز کا قصر ہوتا ہے یعنی اپنے شہر سے باہر ہو گیا ۱۲۔

اگر قسم کھائی کہ میری بیوی اس دار سے نہ نکلے گی پھر وہ عورت دار کے دروازہ سے یا دیوار کے اوپر سے یا کوئی سوراخ کر کے نکلی بہر حال حانث ہو گیا اور قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے باہر نہ ہو گا تو کسی دروازہ سے نکلے خواہ دروازہ قدیم سے یا نیا دروازہ بنا کر بہر حال حانث ہو گا اور اگر دیوار کے اوپر سے یا سوراخ کر کے نکلے تو حانث نہ ہو گا ایساہی بعض مشائخ نے شرح ایمان الاصل میں ذکر کیا ہے اور حیل میں ذکر فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے نہ نکلوں گا پھر چھت پر چڑھ کر کسی پڑوسی کے یہاں اتر کر نکلا یا اس دار کا کوئی دوسرا دروازہ نکال کر اس سے نکلا تو حانث نہ ہو گا اور شیخ ابونصر دبوسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ سب اسی دار کے دروازہ ہیں اور اگر قسم کھائی کہ اس دار سے اس دروازہ سے نہ نکلوں گا پھر دوسرے دروازہ سے سوائے دروازہ معین مذکور کے نکلا تو ایمان الاصل میں مذکور ہے کہ حانث نہ ہو گا قال المترجم ظاہرا مسئلہ میں تصحیف ہوئی ہے اور صحیح[1] یوں ہے کہ قسم کھائی کہ اس دار کے اس دروازہ سے نہ نکلوں گا فافہم۔ فتاویٰ اہل سمرقندی میں لکھا ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ اس دار کے دروازہ سے نہ نکلوں گا اور اس کی نیت لکڑی کا در ہے پھر یہ دروازہ گر گیا پھر اس مقام سے وہ شخص نکلا تو حانث نہ ہو گا اور اگر لکڑی کا دروازہ مراد نہ تھا تو حانث ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر اپنی بیوی کے حق میں قسم کھائی کہ نہ خارج ہو گی منزل سے الا برائے زیارت پھر ایک بار وہ عورت اسی واسطے نکلی پھر دوسری بار اور کام کے واسطے نکلی تو حانث ہو گیا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ اس مرتبہ نہ نکلے گی الا برائے زیارت پھر وہ زیارت کے واسطے نکلی پھر دوسری بار اور کام کے واسطے نکلی تو حانث نہ ہو گا اور اگر عورت پر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ منزل سے نہ نکلے گی پس وہ عورت کسی دوسرے کے ساتھ نکلی یا تنہا نکلی پھر فلاں مذکور جا کر اس کے ساتھ ہو گیا تو حانث نہ ہو گا اور اگر عورت پر قسم کھائی کہ وہ اس دار سے خارج نہ ہو گی پھر وہ اس دار کے بالاخانہ میں یا کوٹھے پر کے پاخانہ میں جس کا راستہ طریق اعظم کی طرف ہے گئی تو یہ دار سے نکلنا نہ ہوا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ مکہ میں داخل ہوں گا پھر داخل نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو آخر جز واجزائے حیات میں حانث ہو گا:

اگر قسم کھائی کہ مکہ کی جانب خارج نہ ہو گا یا مکہ کی طرف نہ جاؤں گا پھر مکہ جانے کے ارادہ سے نکلا پھر واپس ہو آیا تو حانث ہو جائے گا اور حانث ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ اپنے شہر کی آبادی سے مکہ کو جانے کی نیت سے خارج ہو جائے اور اگر آبادی سے تجاوز کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو حانث نہ ہو گا اگرچہ وہ اسی نیت پر ہو یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ مکہ کی جانب پیدل نہ نکلوں گا پھر اپنے شہر کی آبادی سے پیدل نکل گیا پھر سوار ہو لیا تو حانث ہو گا اور اگر سوار ہو کر آبادی سے نکلا پھر پیدل ہو لیا تو حانث نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ مکہ میں داخل ہوں گا پھر داخل نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو آخر جز واجزائے حیات میں حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ اس کے پاس کل کے روز آؤں گا اگر استطاعت ہوئی پھر اس کو مرض یا سلطان وغیرہ کوئی مانع و عارض پیش نہ آیا تو حانث[2] ہو گا یہ کافی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ بغداد میں پیدل نہ آئے گا پھر سوار ہو کر بغداد تک آیا پھر پیدل ہو کر بغداد میں داخل ہوا تو حانث ہو گا یہ

---

[1] قال المترجم اسی کتاب کے باب سابق میں اختلاف عربی و عجمی ہونے کی روایت مذکور ہوئی ہے اور یہاں تعمیم فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] قولہ صحیح اقوال اصل مسئلہ کے یہ معنی ہیں اور وجہ یہ کہ دروازہ کی خصوصیت لغو ہے تو نکلنا معتبر ہے جبکہ کسی دروازہ سے ہو ۱۲۔ [3] قال المترجم لا آنکہ اس کی مراد استطاعت حقیقۃً ہو جس کے ساتھ وجود فعل ہوتا ہے تو حانث نہ ہو گا کما فی الطلاق ۱۲۔

خلاصہ میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میری بیوی فلاں کی شادی نکاح میں نہ آئے گی پھر اس کی عورت قبل شادی نکاح کے گئی اور وہیں رہے یہاں تک کہ شادی نکاح ہوگئی تو حانث نہ ہوگا اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے پاس نہ آؤں گا تو یہ قسم اس پر ہے کہ اس کے مکان یا دکان پر نہ آئے خواہ اس سے ملاقات ہو یا نہ ہو اور اگر اس کی مسجد میں آیا تو حانث نہ ہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ ایک نے دوسرے کا ساتھ لازم پکڑا یعنی اپنے حق کی طلب کے واسطے ہر وقت اس کے ساتھ رہنے لگا پس جس کا ساتھ پکڑا ہے اس نے قسم کھائی کہ کل اس کے پاس آؤں گا پھر جہاں اس کا ساتھ پکڑا تھا وہاں آیا تو قسم میں سچا نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کے مکان پر آئے اور اگر اس کے مکان پر اس کا ساتھ پکڑا ہے اور قسم کھائی کہ کل اس کے پاس ضرور آئے گا پھر طالب اس مکان سے دوسری جگہ اُٹھ گیا پھر قسم کھانے والا اسی مکان پر آیا جہاں اس کا ساتھ پکڑا تھا اور اس کو نہ پایا تو قسم میں سچا نہ ہوگا یہاں تک کہ جس مکان میں اُٹھ گیا ہے وہاں جائے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں تیرے پاس فلاں مقام پر کل کے روز نہ آؤں تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہیں آیا مگر اسکو نہ پایا تو قسم میں سچا رہا بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے فلاں مقام پر کل نہ ملوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر حالف اس مقام پر آیا اور اس کو نہ پایا تو حانث ہو جائے گا اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں کی عیادت کروں گا یا فلاں کی زیارت کروں گا پس اس کے دروازہ پر گیا مگر اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی پس بدوں اس کی ملاقات کے واپس گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے دروازہ پر آیا مگر اجازت نہ مانگی تو فرمایا کہ حانث ہو جائے گا جب تک کہ وہ طریقہ بجا نہ لائے جو عیادت کرنے والا یا زیارت کرنے والا کرتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی زیارت اس کی زندگی اور مرے پر نہ کروں گا پھر اس کے جنازہ کی مشایعت کی تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس کی قبر پر آیا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس نے یہ بھی نیت کی ہو تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ رات تک یہاں سے نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اس سے ملاقات کروں پھر وہ روپوش ہوگیا یہاں تک کہ رات ہوگئی پھر حالف نے اس کے دروازہ پر رات گزری تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اگر میں اس کو فلاں کی طرف نہ اُٹھالیا جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اُٹھالے گیا مگر اس کو نہ پایا تو حانث نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ کسی دابہ[1] پر سوار نہ ہوں گا پھر گھوڑے یا گدھے یا خچر پر سوار ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اونٹ پر سوار ہوا حانث نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر اس نے اس کی بھی نیت کی ہو یعنی اونٹ پر بھی سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اس کی نیت پر ہوگی یعنی حانث ہوگا اور اگر اس نے کسی نوع خاص کی نیت کی ہو مثلاً گھوڑا یا گدھا وغیرہ تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے عام لفظ سے خاص کی نیت کی ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو اس کی قسم ان جانوروں پر ہوگی جن پر لوگ سوار ہوتے ہیں جیسے گھوڑا' خچر وغیرہ اور اگر بعد قسم کے وہ کسی آدمی کی پیٹھ پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور فتاویٰ ابواللیث میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا اور گھوڑے یا گدھے کی نیت کی کہ اس پر سوار نہ ہوگا تو دیانت کی راہ سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فرس پر سوار نہ ہوں گا پھر برذون پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ فرس عربی گھوڑے کو کہتے ہیں اور ربزدون عجمی گھوڑے کا نام ہے قال المترجم مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ عربی زبان میں اس نے قسم کھائی ہو اور اگر فارسی میں قسم کھائی کہ بر اسپ نہ نشیند یا اردو میں قسم کھائی کہ گھوڑے پر سوار نہ ہوگا تو کسی گھوڑے پر سوار ہوا بہر حال حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عربی زبان میں

[1] ساتھ ساتھ جانا اور روپوش یعنی منہ چھپا گیا دابہ حقیقت میں جو جانور زمین پر چلے پھر گھوڑے کے واسطے خاص عرف ہوا اسی پر مسئلہ کا مدار ہے کمافی التاویح ۱۲۔

قسم کھائی کہ خیل پر سوار نہ ہوگا تو فرس یا برذوں کسی پر سوار ہو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دابہ پر سوار نہ ہوگا پھر زبردستی کسی دابہ پر لاد دیا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دابہ پر سوار نہ ہوگا پھر گھوڑے و خچر وغیرہ پر زین پوش ڈال کر سوار ہوا یا اونٹ و گدھے پر اکاف ڈال کر سوار ہوا یا ننگی پیٹھ پر سوار ہوا بہر حال حانث ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ مرکب پر سوار نہ ہوگا پھر کشتی میں سوار ہوا تو فتاویٰ میں بروایت ہشام مذکور ہے کہ حانث ہوگا اور حسن رحمتہ اللہ تعالیٰ نے مجرد میں فرمایا کہ نہیں حانث ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ عتابیہ میں ہے اور لفظ ستور کا اونٹ کو شامل نہیں ہے الا ایسے مقام پر جہاں اونٹ پر بھی سوار ہوتے ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ دابہ فلاں پر سوار نہ ہوگا پھر اس کے غلام ماذوں کے دابہ پر سوار ہوا خواہ وہ غلام مقروض ہے تو حانث نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ اس زین پر سوار نہ ہوگا پھر اس میں کچھ کمی یا زیادتی کر کے اس پر سوار ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر خباء زین کو بدل دیا ہو تو حانث نہ ہوگا کہ زین میں معتبر وہی خباء ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ آج ضرور اس دابہ پر سوار ہوگا پھر اس کو مضبوط باندھا اور جکڑا اگر اس کے سوار ہونے پر قادر نہ ہوا تو آج کا دن گزر جانے پر حانث ہو جائے گا یہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ اس دابہ پر سوار نہ ہوگا حالانکہ اس پر سوار ہے پس برابر اس پر سوار رہا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس دابہ پر سوار نہ ہوگا پس فلاں نے اپنا یہ دابہ فروخت کر دیا پھر حالف اس پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا[1] اور اگر قسم کھائی کہ دابہ فلاں پر سوار نہ ہوگا پھر ایسے دابہ پر سوار ہوا جو فلاں وغیر کے درمیان مشترک ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دواب فلاں پر سوار نہ ہوگا پھر اس کے دواب میں سے تین جانوروں پر سوار ہوا تو حانث ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اگر قسم کھائی کہ دابہ فلاں پر سوار نہ ہوگا پھر اس کے غلام ماذوں کے دابہ پر سوار ہوا خواہ وہ غلام مقروض ہے یا غیر مقروض تو حانث نہ ہوگا یہ امام اعظم کا قول ہے مگر فرق دونوں صورتوں میں اتنا ہے کہ اگر غلام مذکور پر اس قدر قرضہ ہوا کہ اس کے تمام رقبہ کو محیط[2] ہو تو اس کے جانور پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا۔ اگرچہ اس کی نیت ہو کہ فلاں کے غلام کے جانور پر بھی سوار نہ ہوگا اور اگر غلام مذکور پر اس قدر قرضہ نہ ہو کہ اس کی گردن کو بھی مستغرق ہو یا بالکل قرضہ نہ ہو تو جب تک نیت نہ کی ہو حانث نہ ہوگا یعنی نیت کرنے کی صورت میں حانث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ تا بغداد کشتی پر سوار نہ ہوگا پھر چند فرسخ یعنی چند کوس کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوا پھر اتر پڑا تو حانث نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ مجموع السوازل میں ہے کہ ایک نے کہا کہ ہر بار کہ میں کسی دابہ پر سوار ہوں تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ اس کو صدقہ کر دوں پھر ایک دابہ پر سوار ہوا تو اس پر لازم آیا کہ اس کو صدقہ کرے پھر اگر صدقہ کر کے اس کو خرید لیا پھر اس پر سوار ہوا تو پھر اس کا صدقہ کر دینا لازم آیا اسی طرح تیسری چوتھی بار جتنی بار ایسا کرے اس پر یہی لازم آئے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں فلاں قریہ میں گیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس گاؤں کی زمین میں گیا تو حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے کہا کہ بیٹھ کہ چاشت کا کھانا میرے یہاں کھالے پس اس نے کہا کہ اگر میں نے چاشت کا کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہاں سے اپنے گھر آ کر چاشت کا کھانا کھایا تو حانث نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر کہا کہ اگر میں نے آج

---

[1] مترجم کے نزدیک اس میں بھی مثل مسئلہ دار کے تفصیل ہونا لائق ہے ۱۲۔ [2] اس کی پوری قیمت کے بقدر ہو ۱۲۔

چاشت کا کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے تو ایسی صورت مذکورہ میں حانث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلوں گا پھر زمین پر جوتا یا موزہ پہن کر چلا تو حانث ہوگا اور اگر بچھونے پر چلا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اجاڑ پر جوتا پہن کر یا ننگے پاؤں چلا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

باب : ⑤

کھانے پینے وغیرہ پر قسم کھانے کے بیان میں

کھانے کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز چبانے کا احتمال رکھتی ہے۔ اپنے منہ سے اپنے پیٹ میں پہنچانا خواہ اس کو شکستہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ چبایا ہو یا نہ چبایا ہو۔ جیسے روٹی و گوشت و فواکہ وغیرہ اور پینے سے یہ مراد ہے کہ جو چیز چبانے کی محتمل نہیں ہے سائل چیزوں سے اس کو اپنے پیٹ میں پہنچانا جیسے پانی و نبیذ و دودھ و دہی و شہد[1] و ستو متھے ہوئے وغیرہ ذلک پس اگر یہ بات پائی جائے تو پینا متحقق ہوگا اور وہ حانث ہوگا ورنہ نہیں لاآنکہ اس کو بھی عرف و عادت میں پینا بولتے ہوں تو یوں بھی حانث ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور ذوق[2] کسی شے کا اپنے منہ سے پہنچانا بدوں اس عین شے کے اپنی حلق میں داخل کرنے کے یہ کافی میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ یہ اخروٹ یا یہ انڈا نہ کھاؤں گا پھر اس کو نگل گیا تو حانث ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر کسی ایسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھائی جس میں چبانا نہیں ہو سکتا ہے پھر اس کو دوسری چیز کے ساتھ کھایا پس اگر دوسری چیز ایسی ہے کہ اس طرح کھائی جاتی ہے تو قسم میں حانث ہو جائے گا مثلاً قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ کھاؤں گا یا یہ شہد نہ کھاؤں گا پھر اس کو روٹی یا چھوارے کے ساتھ کھایا تو حانث ہو گیا اور اگر دودھ کو یوں ہی اور شہد میں پانی ڈال کر پی گیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ پیوں گا پس اس کو پی گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس کو نہ پیوں گا پھر اس کی کھیر بنائی یا اس میں روٹی ملا کر کھائی تو حانث نہ ہوگا اور یہ حکم ستوؤں وغیرہ میں ہے کہ جو کھائے جا سکتے ہیں اور پیئے بھی جا سکتے ہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ قسم بہ زبان عربی ہو اور اگر فارسی میں ہو پھر اس کو کھایا یا پیا بہر حال حانث ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ روٹی نہ کھاؤں گا پھر اس کو خشک کر کے کوٹ ڈالا اور پانی ڈال کر اس کو پی لیا تو حانث ہوگا اور اس کو بھگویا ہوا کھا لیا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں کھانے پینے میں وہی اعتبار ہے جو عرب کا ہے بخلاف زبان فارسی کے چنانچہ شراب الخمر عربی ہے اور اردو شراب پینا بہ خلاف فارسی کے کہ شراب خوردن بولتے ہیں لہٰذا مترجم نے احکام میں تفریق و تنبیہ کا قصد نہیں کیا ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اگر قسم کھائی کہ دودھ نہ کھاؤں گا پھر دودھ کی کھیر پکا کر کھائی تو شیخ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اگرچہ اس میں پانی نہ ڈالا اور اگرچہ دودھ کا جرم اس میں دکھلائی دیتا ہو یہ حاوی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ مسکہ نہ کھاؤں گا پھر ایسے ستو کھائے جو مسکہ میں لتھ کیے گئے تھے اور قسم کھانے والے کی کچھ نیت نہیں ہے تو امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر اجزائے مسکہ ظاہر ہوتے ہوں اور ان کا مزہ آتا ہو تو حانث ہوگا اور ظاہر نہ ہوتے ہوں اور مزہ نہ آتا ہو تو حانث نہ ہوگا۔ یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ رب[1] نہ کھاؤں گا پھر ایسا عصیدہ[2] بنایا ہوا کھایا جس میں رب

---

[1] شہد کے ساتھ گھولا ہوا کہنا ظاہراً اس وجہ سے ہے کہ وہاں شہد بستہ ہوتا ہے بسبب سردی اور ہمارے یہاں اکثر سائل ہے ہاں کبھی کبھی جاڑے میں بستہ ہو جاتا ہے لہٰذا غیر محتاج ہے ۱۲۔ [2] ذوق ہماری زبان میں چکھنا بولتے ہیں لیکن کبھی چکھنے میں کچھ کھا بھی لیتے ہیں ۱۲۔

ملایا گیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا۔ الا آنکہ عصیدہ پر رب[1] بعینہٖ قائم ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زعفران نہ کھاؤں گا پھر ایسی کعک کھائی جس پر زعفران لگائی گئی ہے یعنی مثل تل وغیرہ کے چپٹائی گئی ہے تو حانث ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ شکر نہ کھاؤں[3] گا پھر شکر منہ میں لی اور چوسا یہاں تک کہ پگھل گئی پھر اس کو نگل گیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

قال المترجم اگر سکر بسین مہملہ سے مراد شکر بشین معجمہ ہے تو ہمارے عرف میں حانث ہوگا لیکن ظاہر اس کر بسین مہملہ بستہ بنیذ ہے جو عرب میں معروف ہے واللہ علم اور اگر قسم کھائی کہ سرکہ نہ کھاؤں گا پھر سکباجہ (۱) کھایا تو حانث نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس کو سرکہ نہیں کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایسی چیز پر معقود کی جو بعینہٖ (۲) کھائی جاتی ہے تو اس چیز بعینہٖ کھانے کی طرف راجع ہوگی اور اگر ایسی چیز پر معقود کی جو بعینہٖ نہیں کھائی جاتی ہے یا ایسی چیز ہے کہ بعینہٖ کھائی جاسکتی ہے لیکن از راہ عادت وہ اس طرح نہیں کھائی جاتی ہے تو جو چیز اس سے بنائی جائے یا لے جائے اس کی طرف قسم راجع ہوگی یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس کی توضیح امثلہ ذیل سے ذہین نشین ہوگی چنانچہ فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس درخت خرما سے یا اس درخت انگور سے نہ کھاؤں گا پھر اس کے گدر چھوارے یا تر پختہ یا خشک یا اس کا جمار یا شگوفہ یا کیریاں یا دبس جو اس کے پھل سے حاصل ہوا یا انگور یا شیرہ انگور کھائے تو حانث ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنی حالت سے کسی کی صنعت جدید سے متغیر نہ کیا گیا ہو اور ایسا ہو مثلاً نبیذ یا ناطف[4] یا سرکہ یا پکا ہوا پکائے ہوئے دبس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر اس نے عین درخت خرما میں سے کچھ کھایا یعنی چھال و پتے وغیرہ تو حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر قسم کھائی کہ یہ حدجہ نہ کھاؤں گا پھر اسی کو پورا خربوزہ ہو جانے کے بعد بطیخ ہو جانے کے بعد کھایا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ میں اس ہانڈی سے کچھ نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس چیز پر ہوگی جو اس میں پکائی جائے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر قسم کھائی کہ میں اس ہانڈی سے کچھ نہ کھاؤں گا حالانکہ قسم سے پہلے اس نے پیالے میں اس ہانڈی سے بھر کر نکال لیا ہے پھر جو پیالہ میں تھا وہ کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم احوط یہ ہے کہ نہ کھائے واللہ اعلم۔ ایک نے قسم کھائی کہ خربوزہ نہ کھاؤں گا پھر اس کی کچی چھوٹی بتیاں کھائیں تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اور انھیں مشائخ میں سے شیخ محمد بن الفضل ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ بتیاں ایسی ہوں کہ خربوزہ نہ کہلاتی ہوں قال المترجم ہماری زبان میں حانث ہوگا واللہ اعلم ہاں عربی زبان میں بطیخ خربوزہ اور حدجہ بتیاں ہیں پس امید ہے کہ حانث نہ ہو اور اگر قسم کھائی کہ یہ حدجہ نہ کھاؤں گا پھر اسی کو پورا خربوزہ ہو جانے کے بعد بطیخ ہو جانے کے بعد کھایا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا[5] اور اگر قسم کھائی کہ میں اس بطیخہ یعنی فالیز خربوزہ سے نہ کھاؤں گا پھر اس فالیز کی بتیاں یا خربوزہ کھایا تو حانث ہوگا جیسے قسم کھائی کہ اس درخت سے نہ کھاؤں گا پھر جو چیز اس کی

---

[1] رب آب خاشہ چیز ۱۲۔ [2] عصیدہ قسم طعام مثل مالیدہ وغیرہ ۱۲۔ [3] ظاہراً وہ نبیذ خرما ہے جس کو بستہ کر لیتے ہیں یا معرب شکر بشین معجمہ ہو واللہ اعلم ۱۲۔ [4] خرمہ و مسکہ ملا کر مالیدہ بناتے ہیں ۱۲۔ [5] قال المترجم ظاہر یہ تھا کہ وہ حانث ہو جائے کیونکہ یہاں اشارہ معتبر تھا و نام چنانچہ اس اصل پر بہت سے مسائل منی ہیں لیکن قسم میں جو نام لیا ہے وہی معتبر ہے اور اس کو یاد رکھنا چاہیے ۱۲۔

(۱) اس میں سرکہ بہت پڑتا ہے ۱۲۔ (۲) اگرچہ اور کسی طرح بنا کر بھی اس کو کھاتے رہیں ۱۲۔

پیداوار سے[1] حاصل ہوئی اور اس نے کھائی تو حانث ہو جاتا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہ کھاؤں گا اور یہ درخت بے ثمر ہے جیسے سرو وغیرہ تو قسم اس کے ثمن کی طرف راجع ہوگی یعنی اس کے فروخت سے جو دام آئیں ان میں سے نہ کھاؤں گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہ کھاؤں گا پھر اس کی شاخ لے کر دوسرے درخت میں پیوند لگائی جیسے قلم لگاتے ہیں پھر یہ شاخ پھلی اور اس کے پھل اس نے کھائے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور یہ مسئلہ سیر کبیر میں مذکور ہے قال المترجم الاول اصح والثانی احوط اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہ کھاؤں گا پھر اس میں دوسرے درخت کی شاخ لگائی یعنی پیوند کی جیسے قلم لگاتے ہیں مثلاً سیب کے درخت کی قسم کھائی اور اس میں امرود کی شاخ پیوند کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے قسم میں اس درخت کا نام اس کے پھل کے نام سے لیا اور ساتھ ہی اس کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً کہا کہ میں اس درخت سیب سے نہ کھاؤں گا تو امرود کی شاخ کا امرود کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر فقط اشارہ و نام درخت پر اقتصار کیا یعنی پھل کا نام نہ لیا مثلاً کہا کہ میں اس درخت سے نہ کھاؤں گا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو حانث ہوگا اور برقیاس مسئلہ سابقہ اس میں بھی اختلاف مشائخ ہونا چاہیے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ شگوفہ خرما نہ کھاؤں گا پھر وہ کیریاں ہوگیا یا یہ کیریاں نہ کھاؤں گا پھر وہ رطب یعنی پختہ تر خرما ہوگئے یا یہ رطب نہ کھاؤں گا پھر وہ تمر یعنی خشک چھوارے ہوگئے یا یہ عنب نہ کھاؤں گا یعنی تر و تازہ پختہ انگور نہ کھاؤں گا پھر وہ زبیب یعنی خشک ہوگئے یا دودھ کی نسبت کہا کہ یہ دودھ نہ پیوں گا پھر وہ دہی یا مسکہ یا مکھن یا اقط[1] یا مصل ہوگیا پھر اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ کبش ہوگیا اس کو کھایا تو حانث ہوگا۔ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ پیوں گا پھر اس کو جبن بنا کر کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اس صورت میں کہ اس کی نیت یہ ہو کہ جو اس سے بنایا جائے وہ بھی نہ کھاؤں گا تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ اگر اس نے کسی چیز معین موصوف بصفت پر قسم معقود کی پس اگر یہ صفت ایسی ہو کہ قسم کی جانب داعی ہو تو قسم اس صفت کے باقی رہنے کے ساتھ مقدر[2] کی جائے گی ورنہ نہیں یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت کے شگوفہ سے نہ کھاؤں گا پھر لوز یا مشمش ہو جانے کے بعد اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ جوز نہ کھاؤں گا پھر اس میں سے تر یا خشک کھایا تو حانث ہوگا اور یہی حکم بادام پستہ و انجیر وغیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ خبیص[3] نہ کھاؤں گا پھر خشک یا تر خبیص کھایا تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نہ کھاؤں گا رطب اور نہ بسر یا نہ کھاؤں گا رطب یا بسر پھر مذنب کھایا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں قسم کھائی کہ نہ کھاؤں گا بسر پھر بسر مذنب[4] کھایا جس میں اکثر تو بسر ہوتا ہے اور کچھ رطب ہو جاتا ہے یعنی گدر ہو جاتا ہے مگر کچا زیادہ ہوتا ہے تو بالاتفاق اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤں گا پھر رطب مذنب کھایا جس میں اکثر رطب ہوتا ہے اور کچھ بسر بھی رہتا ہے یعنی گدر ہوتا ہے جس میں پکا زیادہ ہوتا ہے تو بھی بالاتفاق حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بسر نہ کھاؤں گا پھر ایسا رطب کھایا جس میں کچھ ذرا سا بسر ہے یعنی کچا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے

---

[1] اقط پیوی خشک کر لیتے ہیں مصل پختہ کر کے ترکیب سے مانند نبیذ کے بناتے ہیں اور جبن پنیر ہے ۱۲۔ [2] اسی صفت پر قسم معلق ہے ۱۲۔ [3] ایک قسم کا پالیدہ بناتے ہیں جو عرب میں معروف ہے ۱۲۔ [4] مذنب وہ کہ دم کی طرف سے پک چلا ہے ۱۲۔

(۱) پھل و مولی و کیری وغیرہ ۱۲۔ (۲) اگرچہ اور کسی طرح بنا کر بھی اس کو کھاتے رہیں ۱۲۔

نزدیک حانث ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤں گا پھر بسر کھایا جس میں کچھ ذرا سا رطب ہو گیا ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا اور حاصل یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی ہے اگر وہ غالب ہو تو بالاتفاق تینوں اماموں کے نزدیک حانث ہو جائے گا اور اگر غیر معقودٌ علیہ غالب ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔

اگر بسر مذنب یا رطب مذنب کھایا اور اس طرح کھایا کہ اس کے ٹکڑے علیحدہ علیحدہ کر ڈالے یعنی خام ٹکڑا الگ کر دیا اور پختہ الگ کر دیا پھر اس کے سب ٹکڑے ایک ایک کر کے کھا لیے تو بالاتفاق حانث ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ عسل نہ کھاؤں گا یعنی شہد صاف کیا ہوا جس میں موم کا میل نہ ہو پھر اس نے شہد کھایا یعنی موم ملا ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ شہد نہ کھاؤں گا یعنی موم ملا ہوا بدوں صاف کیا ہوا پھر اس نے عسل کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے یہ اور اگر قسم کھائی کہ بقل نہ کھاؤں گا تو یہ سب سبزیوں پر جو ساگ سبز و تازہ ہوتے ہیں واقع ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی خشک کیا ہوا کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر پیاز کھایا تو حانث[۲] نہ ہوگا الا آنکہ اس نے اس کی نیت بھی کی ہو یہ تاتارخانیہ میں حجۃ سے منقول ہے اور شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں عنب یعنی انگور نہ کھاؤں گا پس اس نے حصرم کھایا تو شیخ نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ حصرم نہ کھاؤں گا پھر عنب کھایا تو حانث نہ ہوگا اور حصرم بمعنی حصرم ہے کذا فی الظہیریہ اور اگر قسم کھائی کہ اس بکری سے نہ کھاؤں گا[۱] تو یہ قسم اس کے گوشت کی طرف راجع ہوگی نہ اس کی اس چیز کی طرف جو اس سے حاصل[۲] ہو اور یہی حکم ہر ماکول[۳] میں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ جو اس بکری سے برآمد ہو یا اس کے نزل سے نہ کھاؤں گا تو اس کے دودھ و مخیض و مکھن کھانے سے حانث ہوگا نہ گھی و شیراز[۳] سے یہ عتابیہ میں ہے۔

اسی طرح اگر کہا کہ اس گائے کے نزل[۴] سے نہ کھاؤں گا پھر اس کا مخیض کھایا جس کو فارسی میں دوغ زدہ کہتے ہیں تو حانث ہوگا اس واسطے کہ یہ بھی اس کا نزل ہے اور اگر وہ شوربا کھایا جو اس کے مخیض سے بنایا گیا ہے جس کو فارسی میں دوغ آبہ کہتے ہیں تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ دوسری چیز ہو گئی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ وہین نہ کھاؤں گ تو وہن الکراع کے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس درخت انگور کے کھٹے و میٹھے نہ کھاؤں گا پھر اس کے گدرو پختہ انگور جیسے کھائے ہوں حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس مسلوخ سے نہ کھاؤں گا پھر اس مسلوخ یعنی کھال کھینچے ہونے کا دنبہ یعنی چکتی گلائی گئی یہاں تک کہ تیل ہوگئی یعنی گل کر چربی مثل تیل کے ہو گئی اور اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس سمسم یعنی تیل سے نہ کھاؤں گا پھر اس کا تیل کھایا تو حانث نہ ہوگا قال المترجم ہمارے عرف میں حانث ہونا چاہیے یہ زبان عربی کی قسم پر ہے کہ لا یاکل من ھذا السمسم کہ اس کے تیل کے واسطے علیحدہ نام ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس مرغی سے نہ کھاؤں گا پھر اس کے انڈے یا چوزے کھائے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس انڈے سے نہ کھاؤں گا پھر اس کا بچہ کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[۱] معقود علیہ جس پر قسم کھائی ہے ۱۲۔ [۲] پیاز کھانے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ بقول میں نہیں ہے ۱۲۔ [۳] شیراز جمایا ہوا اور مخیض بھی اسی طرح مٹھا بناتے ہیں ۱۲۔ [۴] غالب استعمال لفظ نزل کا پھل دار درختوں کے ساتھ ہے جیسے بولتے ہیں کہ جو اسم اس درخت سے اتریں ۱۲۔

(۱) اور اگر کہا کہ یہ بکری نہ کھاؤں گا تو ظاہر ہے کہ اس کے گوشت کی طرف راجع ہے ۱۲۔ (۲) دودھ وغیرہ ۱۲۔ (۳) ماکول اللحم جس کا گوشت کھایا جاتا ہو ۱۲۔

اگر گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو گوشت کے زمرے میں کونسی چیزیں شمار ہوں گی؟

اگر قسم کھائی کہ لحم نہ کھاؤں گا یعنی گوشت تو جس حیوان کا گوشت کھائے گا حانث ہو جائے گا سوائے مچھلی کے اور گوشت خواہ پکایا ہوا کھائے یا بھونا ہوا یا خشک کیا ہوا اور خواہ حلال ہو یا حرام ہو جیسے مرے ہوئے جانور کا گوشت یا ایسے جانور کا جس پر عمداً بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کر کے چھری پھیر دی ہے یا مجوسی نے اس کو ذبح کیا یا محرم کا شکار کیا ہوا ہے اور مچھلی اور ان جانوروں کے گوشت سے جو پانی میں جیتے ہیں حانث نہ ہوگا ہاں اگر اس نے مچھلی کی بھی نیت کی ہو تو حانث ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی قسم کھانے والا مثلاً خوارزمی ہو اور اس نے مچھلی کھائی تو حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ لوگ اس کو بھی لحم بولتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس نے سور یا آدمی کا گوشت کھایا تو بھی حانث ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ سور و آدمی کے گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا کھانا متعارف میں ہے اور قسموں کا مدار رواج پر ہے اور شیخ عتابی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کفایہ میں ہے اور کچا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اور یہی شیخ ابوبکر اسکاف کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جیز کردری میں ہے اور اگر حشو یعنی اوجھ و جگر و تلی کھائی تو حانث ہو جائے گا اور یہ حکم بر بنائے عرف اہل کوفہ ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے رواج میں گوشت کے ساتھ فروخت ہوتی تھیں اور مثل استعمال گوشت کے مستعمل ہوتی تھیں اور ہمارے عرف میں ان کے کھانے سے حانث نہ ہوگا یہ محیط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے قال المترجم ہمارے رواج میں مثل اہل کوفہ کے حکم ہوگا اور یہ اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر اس نے سری یا پائے کھائے تو حانث ہوگا اور چربی و دنبہ یعنی چکتی کے کھانے سے حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس نے گوشت کی قسم میں ان کی بھی نیت کی ہو بخلاف پیٹھکی چربی کے کہ اس کے کھانے میں بلا نیت حانث ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر وہ حمرہ جو چکتی کے بیچ میں ہوتا ہے کھایا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لحم شاۃ نہ کھاؤں گا پھر اس نے لحم غز[1] کھایا تو حانث ہوگا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا خواہ قسم کھانے والا شہری ہو یا دیہاتی ہو اسی پر فتویٰ ہے یہ فتح القدیر میں ہے قلت بنا بر اختلاف اطلاق شاۃ[2] و غز و معز و ضان بعموم و خصوص چنانچہ مقدمہ میں مذکور ہے ملتزا جہا۔ امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ مرغی کا گوشت نہ کھاؤں گا جس کو دجاجہ کہتے ہیں پھر اس نے دیک کا گوشت کھایا یعنی مرغ کا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور دراصل اس جنس کے مسائل میں یہ ہے کہ جب قسم کسی جنس کی طرف مضاف کی گئی تو اس قسم میں اس جنس کے نر و مادہ دونوں داخل ہوں گے اور اگر قسم کی اضافت خاص نر کے نام کی طرف ہو تو اس کے تحت میں مادہ داخل نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اضافت خاص مادہ کے نام کی طرف ہو تو نر داخل نہ ہوں گے اور عربی زبان کے موافق علامت تا ہونے سے لامحالا مادہ کا نام خاصہ ہونے کی شناخت نہیں ہو سکتی ہے یعنی اگر نام کے آخر میں حرف تا زہ موجود ہو تو اس سے یہ شناخت نہیں ہو سکتی ہے کہ لامحالہ مادہ کی خصوصیت ہے اس واسطے کہ یہ حرف مشترک ہے کہ کبھی نر کے ساتھ بھی بولتے ہیں بغرض افراد کے یعنی حرف تا و کبھی تانیث کے واسطے آتا ہے اور کبھی افراد کے واسطے پس اس میں اعتبار فقط وضع کا ہے کہ یہ لفظ کس کے واسطے موضوع ہے اور یہ بات بذریعہ نقل کے معلوم کی جائے گی پس اگر قسم کھائی کہ دجاجہ کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر اس نے دیک کا گوشت کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اس طرح اگر قسم کھائی کہ دیک کا گوشت نہ کھاؤں گا تو دجاجہ کے گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اور فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جمل کا

---

[1] غز مادہ بز ۱۲۔

[2] شاۃ بکری اور غز بھیڑی اور تیسری قسم دنبہ ہوتا ہے پس ان سب میں فرق معروف ہے اگرچہ حقیقت میں ایک ہی جنس سے ہیں اور قسم کا مدار عرف سے ہوتا ہے ۱۲۔

گوشت نہ کھاؤں گا یا قسم کھائی کہ بعیر کا گوشت نہ کھاؤں گا یا لحم ابل نہ کھاؤں گا یا لحم جزور نہ کھاؤں گا تو قسم میں نر و مادہ دونوں داخل ہوں گی اور اسی طرح اس قسم میں بختی و عربی دونوں داخل[1] ہوں گے اور اگر قسم میں تخصیص کی کہ بختی کا گوشت نہ کھاؤں گا پس عربی اونٹ کا گوشت کھایا یا عربی کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر بختی کا گوشت کھایا تو قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ناقہ کا گوشت نہ کھاؤں گا یعنی اونٹنی کا پھر نر اونٹ کا گوشت کھایا خواہ بختی ہو یا عربی ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ لحم بقر نہ کھاؤں گا پھر گائے کا گوشت کھایا یا بیل کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ لحم بقرہ نہ کھاؤں گا پھر بیل کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ بقرہ اسم جنس ہے اور تاء اس میں افراد جنسی کی ہے اور اگر قسم کھائی کہ ثور کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر گائے کا گوشت کھایا تو حانث نہ ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ لحم بقر نہ کھاؤں گا پھر بھینس کا کھایا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا ایسا ہے امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے اور حاوی میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہوگا بخلاف اس کے اگر قسم کھائی کہ لحم جاموش نہ کھاؤں گا پھر لحم بقر کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جاموش اسم نوع ہے اور صحیح وہی ہے جو جامع میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے اور مولفؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حانث نہ ہونا چاہیے کیونکہ لوگ ان دونوں میں فرق کرتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے وقال المترجم ہمارے عرف میں اگر قسم کھائی کہ گائے کا گوشت نہ کھاؤں گا تو گائے یا بیل سب کے گوشت کھانے سے حانث ہوگا الا آنکہ اس کی نیت تخصیص کی ہو تو دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً وہذا اعلی[2] خلاف العربیہ اور اسم جنس میں اتفاق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر قسم کھائی کہ اس گوشت سے کچھ نہ کھاؤں گا پھر اس کا شوربا کھایا تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ اس کی نیت نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ جو گوشت فلاں شخص لائے گا میں اس سے نہ کھاؤں گا پھر یہ شخص گوشت لایا اور اس کو بھونا اور اس کو روٹیوں پر رکھ کر جوذاب کر کے لایا پھر حالف نے جوذاب سے جس میں گوشت کی دسومت پہنچی ہے کھایا تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میں نے گوشت کھایا تو ایک غلام میرے غلاموں میں سے آزاد ہے پھر اس نے گوشت کھایا تو ہر لقمہ پر ایک غلام کا عتق لازم آئے گا یہ ظہیریہ میں ہے اگر قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤں گا پھر پیٹ کی چربی کھائی تو حانث ہوگا اور اگر پیٹھ کی چربی جس میں گوشت ملا ہوا ہوتا ہے کھائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر پیٹھ کی چربی الگ کر دی اور اس کو کھایا تو امام اعظمؒ سے اس کی کوئی روایت نہیں ہے اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور خلاصہ الخانیہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ عربی زبان میں قسم کھائی ہو اور اگر فارسی زبان میں لفظ پیہ کے ساتھ قسم کھائی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ لفظ پیہ پیٹھ کی چربی کو شامل نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ چربی نہ کھاؤں گا یعنی شحم پھر اس نے الیہ یعنی چکتی کھائی تو حانث نہ ہوگا اور اس واسطے کہ از راہ لفظ[3] ومعنی وعرف کے الیہ غیر لحم و شحم ہے یعنی چکتی غیر گوشت و چربی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا تو یہ قسم تمام ان چیزوں پر واقع ہوگی جو بطریق سالن روٹی کے کھائی جاتی ہیں اور مثل ہلیلہ وسقمونیا وغیرہ پر واقع نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں یہ طعام کھاؤں گا پس اگر اس کے ساتھ کوئی وقت بیان نہیں کیا ہے پھر یہ طعام نیست ہوگیا یا کوئی دوسرا کھا گیا یا حالف خود مر گیا تو اپنی قسم میں حانث ہوا اور اگر اس کے ساتھ کوئی وقت بیان ہو مثلاً قسم کھائی کہ آج میں اس طعام کو کھاؤں گا پھر دن گذرنے سے پہلے حالف مر گیا تو بالا جماع

---

[1] بدیں معنی کہ جمل و بعیر و ابل و جزور اسم جنس ہیں جیسے اونٹ ۱۲۔ [2] یہ عربیت کے خلاف ہے اور ہمارے یہاں بھینس اور گائے میں بھی فرق معروف ہے جیسے جامع میں مذکور ہے ہاں زکوٰۃ میں البتہ ان کو ایک جنس شمار کیا گیا کیونکہ وہاں ذات کی راہ سے حکم ہے اور یہاں عرف پر مدار ہے ۱۲۔ [3] نام ومعنی و عرف سب طرح سے چکتی اور ہے اور گوشت و چربی اور ہے ۱۲۔

حانث نہ ہوگا اور اگر یہ روز گذرنے سے پہلے یہ طعام نیست ہوگیا تو دن گذرنے سے پہلے بالاجماع وہ حانث نہ ہوگا حتی کہ کفارہ اس کے ذمہ لازم نہ ہو جائے گا اور نیز اگر دن گذرنے سے پہلے اس نے کفارہ ادا کر دیا تو جائز نہ ہوگا اور جب یہ دن گذر گیا تو اختلاف ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا حالانکہ اس نے کسی خاص طعام معین کی نیت کی ہے یا قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گا اور نیت کسی خاص گوشت یعنی معین کی ہے پھر اس کے سوائے دوسرا کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے قال المترجم[1] منیفی ان لایصدق فی القضاء واللہ اعلم اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا پھر اس پر اتنے فاقہ گذرے کہ مردار اس کو حلال ہوگیا اور وہ مردار کھانے پر مضطر[2] ہوا پس اس نے مردار کھایا تو حانث نہ ہوگا اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ قول امام محمد کا ہے اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ وہ حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا پھر خفیف کوئی چیز طعام میں سے کھائی تو بھی حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ پانی نہ پیوں گا تو بھی خفیف پانی پینے سے حانث ہوگا اور اگر اس نے کل پانی یا کل طعام کی نیت کی ہو تو ایسی صورت میں حانث نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اصل یہ ہے کہ ہر چیز کہ اس کو آدمی ایک بیٹھک میں کھا سکتا ہے یا ایک بار پینے میں پی سکتا ہے تو اس چیز پر قسم اس کے کل پر ہوگی اور اس میں سے تھوڑے کے کھانے سے حانث نہ ہوگا کہ اس کے کل سے باز رہوں گا اور یہ حاصل ہے اور ہر چیز کہ اس کو آدمی ایک بیٹھک میں نہیں کھا سکتا ہے یا ایک دفعہ پینے میں نہیں پی سکتا ہے تو اس میں سے تھوڑے کے کھانے پینے سے بھی حانث ہوگا اس واسطے کہ اس واسطے کہ مقصود یہ ہے کہ قسم سے مقصود یہ ہوگا کہ اس چیز ہی سے باز رہوں گا یہ مقصود نہ ہوگا کہ اس کے کل سے باز رہوں گا اس واسطے کہ یہ خود ممکن نہیں ہے پس جو فعل غالباً ممتنع ہو وہ قسم سے مقصود نہیں ہوتا ہے اور اگر قسم کھائی (۱) کہ اس باغ کا پھل نہ کھاؤں گا یا ان درختوں کے پھل نہ کھاؤں گا یا ان دونوں روٹیوں میں سے نہ کھاؤں گا یا ان دونوں بکریوں کے دودھ میں سے نہ پیوں گا یا اس بکری سے نہ کھاؤں گا پھر اس میں سے تھوڑا کھایا تو حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ اس مٹکے کا گھی نہ کھاؤں گا پھر اس میں سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ انڈا نہ کھاؤں گا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ پورا انڈا نہ کھائے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا پس اگر اس سب کو ایک دفعہ میں کھا سکتا ہے تو جب تک سب نہ کھائے حانث نہ ہوگا اور اگر سب کو اس طرح نہیں کھا سکتا ہے تو اس میں سے تھوڑا کھانے سے بھی حانث ہوگا اور ایک روایت میں قاعدہ یوں مروی ہے کہ اگر یہ چیز ایسی ہو کہ اس کو اپنی تمام عمر میں کھا جا سکتا ہے تو جب تک کل نہ کھائے حانث نہ ہوگا مگر روایت اوّل اصح ہے اور وہی ہمارے مشائخ کے نزدیک مختار ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس اونٹ کا گوشت نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس کے تھوڑے پر بھی ہوگی اس واسطے کہ ایک دفعہ میں اس سب کو وہ نہیں کھا سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ یہ کل انار نہ کھاؤں گا پھر اس کے دو ایک دانہ چھوڑ کر باقی سب کھا گیا تو یہ چھوڑنا کچھ نہیں ہے استحساناً وہ حانث ہو جائے گا اور اگر اس سے زیادہ چھوڑے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اتنے دانے چھوڑے کہ عرف و عادت کے موافق کھانے والا اتنے چھوڑ دیا کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس نے انار مذکور کھا لیا تو بھی حانث ہوگا اور اگر اتنے چھوڑے ہیں کہ عرف و رواج میں

---

[1] چاہئے کہ قاضی اس کے قول کی تصدیق نہ کرے فافہم ۱۲۔ [2] بے اختیار اس کے کھانے پر مجبور ہوا اور اس کے واسطے تین دن کچھ شرط نہیں ہے بلکہ ایک اندازہ ہے حتیٰ کہ اگر دو دن میں یہ نوبت پہنچے تو وہ مضطر ہے ۱۲۔

(۱) مثال قاعدہ دوم ۱۲۔

کھانے والا اتنے دانہ چھوڑتا نہیں ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے سب نہیں کھایا ہے تھوڑا چھوڑ دیا تو وہ حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ جو نہ کھاؤں گا یعنی پاؤ یا ڈیڑھ پاؤ کے قریب تھے پھر سب کھا گیا سوائے دو ایک دانوں کے کہ ان کو چھوڑ دیا جیسے چھوڑ دیا کرتے ہیں تو وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ یہ گردہ روٹی نہ کھاؤں گا پھر کچھ قلیل چھوڑ کر سب کھا گیا تو حانث ہوگا الا آنکہ اس نے کل نہ کھانے کی نیت کی ہو تو حانث نہ ہوگا مگر آیا قضاءً اس کی اس نیت کی تصدیق ہوگی یا نہیں تو اس میں دو روائتیں ہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں اس گردہ روٹی کو کھاؤں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر کہا کہ اگر میں اس کو نہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو ایسا حیلہ کہ جس سے جورو طالقہ نہ ہو اور غلام آزاد نہ ہو یہ ہے کہ اس میں سے نصف کھا لے اور نصف چھوڑ دے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ضرور یہ گردہ روٹی کھا جائے گا پھر اس کو کھا گیا مگر ایک گی تو قسم میں پہنچا ہوگا الا آنکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اس میں سے کچھ نہ چھوڑوں گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ یہ روٹی مجھ پر حرام ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس میں سے بعض حصہ روٹی کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تیرے طعام میں سے نہ کھاؤں گا پس اگر میں نے اس میں سے کھایا تو وہ مجھ پر حرام ہے پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا تو اول قسم میں حانث ہوا پھر اگر اس نے دوبارہ کھایا تو دوسری قسم میں بھی حانث ہو گیا اور اس پر دو کفارے لازم آئے گے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر اس نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ جو غلام تم میں سے آج اس گردہ روٹی کو کھالے وہ آزاد ہے پھر دونوں نے اس کو کھالیا تو کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر وہ ایک روٹی اتنی بڑی ہو کہ ان میں سے اکیلا کوئی اس کو نہیں کھا سکتا تھا پھر دونوں نے اس کو کھالیا تو بدلالۃ الحال دونوں آزاد ہو جائے گے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ تم میں سے جس نے اس طعام میں کھالیا وہ طالقہ ہے:

اگر اس نے اپنی دو عورتوں [1] سے کہا کہ اگر تم نے ان دو روٹیوں کو کھالیا تو میرا غلام ہے پھر ہر ایک نے ایک ایک روٹی کھالی تو اس کا غلام آزاد ہو گیا اور اسی طرح اگر ایک نے تھوڑی سی چھوڑ کر دونوں روٹیاں کھالیں پھر بچی ہوئی دوسری نے کھالی تو بھی غلام آزاد ہو گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اصل میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ تم میں سے جس نے اس طعام میں سے کھالیا وہ طالقہ ہے پھر سبھوں نے اس میں سے کھایا تو سب مطلقات ہو گئیں اور اگر یوں کہا کہ تم میں سے جس نے یہ طعام کھالیا وہ طالقہ تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ طعام اس قدر زائد ہے کہ ایک عورت اس کو تنہا نہیں کھا سکتی [2] ہے تو صورت مذکورہ میں سب مطلقات ہو جائے گی اور اگر طعام قلیل تھا کہ ایک عورت اس کو کھا سکتی تھی تو صورت مذکورہ میں جب کہ سبھوں نے اس کو کھایا کوئی طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے بطوع [3] خود یا باکراہ کسی چیز کے نہ کھانے پر قسم کھائی اور اس چیز کا نام لے لیا ہے یعنی بیان کر دی ہے پھر اس پر اکراہ کیا گیا کہ اس کو کھائے پس بہ مجبوری اس نے کھائی تو حانث ہو گیا اسی طرح اگر حالت بیہوشی یا جنون میں اس کو کھایا تو بھی حانث ہو گیا اور اگر زبردستی اس کے حلق میں ٹھونس دی گئی یا اس کے حلق میں ٹپکا کر پلائی گئی حالانکہ اسکے نہ پینے کی قسم کھا چکا تھا تو حانث نہ ہوگا لیکن اس کے بعد اگر اس نے بطوع خود پی لی تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے قسم کھائی کہ نمک نہ کھاؤں گا پھر اس نے طعام کھایا پس اگر یہ طعام نمکین [ع] نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر نمکین تھا تو حانث ہوگا جیسے قسم کھائی کہ مرچ

ل ظاہر اً یہ حکم قضاء ہے در صورتیکہ اس کی غیت انفرادی کی ہو ۱۲۔ ع اگر چہ اس میں نمک ڈالا گیا ہو ۱۲۔

(۱) بیویوں کی قید تقسیم کے واسطے ہے ۱۲۔ (۲) سبھوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا کھایا ۱۲۔ (۳) اپنی خوشی و اختیار سے اور باکرہ یعنی زبردستی مجبور ہو کر ۱۲۔

نہ کھاؤں گا پھر مرچ پڑا ہوا طعام کھایا پس اگر مرچ کا ذائقہ اس[1] میں ہے تو حانث ہوگا ورنہ نہیں اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ جب تک خالی نمک کو روٹی وغیرہ کسی چیز کے ساتھ نہ کھائے تب تک حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے قال المترجم یہ نہایت آسانی بحق عوام ہے لیکن نہایت افسوس ہے کہ ہمارے عرف کے خلاف ہے فلیتامل[2] فیہ۔

اگر اس کی قسم میں کوئی ایسا امر ہو جو دلالت کرے کہ اس نے نمک دار طعام مراد لیا ہے تو اس کی قسم اسی پر واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شیخ الاسلام زائدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گا اور دوسرے نے قسم کھائی کہ پیاز نہ کھاؤں گا اور تیسرے نے کہا کہ مرچ نہ کھاؤں گا پھر محشو بنایا گیا جس میں یہ سب قسم چیزیں ڈالی گئیں اور اس کو ان سب قسم کھانے والوں نے کھایا تو فرمایا کہ سوائے مرچ کے قسم کھانے والے کے کوئی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ مرچ اسی طرح کھائی جاتی ہے پس اس کی قسم اس طرف راجع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ اپنی بیوی کے کھانے سے نہ کھاؤں گا پھر یہ عورت اس کے پاس اپنی ملک کا کھانا لائی اور اس سے کہا کہ دار بخو یعنی رکھ کھا پس شوہر نے اس کو لے لیا اور اس میں سے کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ خود شوہر کی ملک ہو گیا اور اگر عورت مذکورہ نے دار بخو نہ کہا کہ ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو حانث ہوگا زید کی فالیز ہے اس نے عمرو کو اس کے بچانے کے واسطے مقرر کیا اور عمرو کو مباح کر دیا کہ اس میں سے جو چاہے کھائے پس عمر نے قسم کھائی کہ اگر اپنے فالیز میں سے کچھ کھاؤں تو میری بیوی کو طلاق ہے حالانکہ خود عمرو کی کوئی فالیز نہیں ہے نہ بطور ملک نہ اجارہ پر نہ مستعار پھر اس نے اس فالیز میں سے جو اس کے بچانے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے کھایا تو اس کی بیوی طالقہ نہ ہوئی الا جب کہ یہ فالیز عرف میں اس کی طرف مضاف ہو یعنی اسکی فالیز کہلائی جائے اور بدوں اس کے وہ حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ تمر یعنی چھوہارا نہ کھاؤں گا تو چھوہارے کی قسموں میں سے جس قسم میں سے کھائے گا حانث ہو جائے گا اور اگر حیس کھایا تو بھی حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ حیس ان چھوہاروں کو کہتے ہیں کہ دودھ میں ڈال دیے جائیں تاکہ جب پھول جائیں تو کھائے جائیں اور اسی طرح اگر چھوہاروں کا عصیدہ کھایا تو بھی حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ چھوہارا نہ کھاؤں گا پھر یہ چھوہارا اور چھوہاروں میں رل مل گیا پھر وہ شخص یہ سب چھوہارے کھا گیا تو حانث ہو گیا یہ مبسوط میں ہے اور قسم کھائی کہ میں تمر نہ کھاؤں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس نے قسب[3] کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اس[4] طرح اگر بسر جو آگ سے پکائے گئے ہیں یا رطب کھائے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف میں ان کو تمر نہیں کہتے ہیں الا آنکہ قسم کے وقت اس کی نیت میں یہ بھی ہوں تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اس آٹے سے نہ کھاؤں گا پھر اس کی روٹی یا خبیص بنایا گیا وہ کھایا یا خبز القطائف[5] کھائیں تو حانث ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر حالف مذکور نے بعینہ یہ آٹا پھانک دیا گوندھا ہوا کھا لیا تو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں وہ حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے قسم کے وقت بعینہ اس آٹے کے کھانے کی نیت کی ہو یعنی بعینہ یہ آٹا جیسا آٹا ہے نہ کھاؤں گا تو اس کی روٹیاں کھانے سے حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس گیہوں سے نہ کھاؤں گا اور اس کی نیت یہ ہے کہ بعینہ اس کے دانہ کھاؤں گا تو اس کی نیت صحیح[6] ہے چنانچہ اگر

---

[1] درواقع ہے اگر چہ اس کو نہ معلوم ہو۱۲۔ [2] وجہ تامل یہ ہے کہ قول فقیہ پر بنائے عرف نہیں ہے بلکہ بدلیل اصول ہے پس عرف کچھ معتبر نہیں ہوتا ہے تاوقتیکہ دلالت کلام سے نمکدار طعام مراد ہونا معلوم نہ ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [3] قسب سوکھے چھوہارے کہ تری ان میں نہ ہو بلکہ منہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کھائے جائیں جن کو ہمارے یہاں چھوہارے بولتے ہیں اور تر کو کھجور کہتے ہیں ۱۲۔ [4] اشارہ ہے کہ خالی بسر سے بدرجہ اولیٰ حانث نہ ہوگا ۱۲۔

[5] خبز القطائف نان تنور ینہ ۱۲۔ [6] اشارہ ہے کہ قضاءً بھی اس کی تصدیق ہوگی ۱۲۔

اس کی روٹیاں کھائی ہیں تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ جو اس سے تیار کی جائے گی اس سے نہ کھاؤں گا تو بھی اس کی نیت صحیح ہے کہ اگر اس نے بعینہ یہ دانے کھائے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو یعنی یہ الفاظ قسم بطور مذکور اس کی زبان سے نکلے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس نے ان گیہوں کی روٹی کھائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر بعینہ یہ دانے کھائے تو امام اعظمؒ[1] کے نزدیک حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ان کے ستو کھائے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایسی جگہ کوئی ہو کہ وہاں کے لوگ جو کی روٹی نہیں پکاتے ہیں یعنی ان میں متعارف و رائج نہیں ہے تو وہاں جو کی روٹی کھانے سے حانث نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ ان گیہوؤں سے نہ کھاؤں گا پھر ان کو بویا اور ان کی پیداوار میں سے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ قسم جو گیہوؤں کی روٹی پر ہوگی اور کل اس اناج پر ہوگی جس سے اس شہر کے لوگ بطور متعارف روٹی پکاتے ہیں حتیٰ کہ اگر ایسی جگہ کوئی ہو کہ وہاں کے لوگ جو کی روٹی نہیں پکاتے ہیں یعنی ان میں متعارف و رائج نہیں ہے تو وہاں جو کی روٹی کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر جوار کی روٹی پکائی پس اگر حالف ایسے شہر والوں میں سے ہو جس میں جوار کی روٹی متعارف ہے تو اس کی قسم اس روٹی کی طرف بھی راجع ہوگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گا پھر کلیچہ کھایا یا جوزیج[2] کھایا تو شیخ محمد بن سلمہ نے فرمایا کہ تینوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا اور مختار وہ ہے جو فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ جوزیج یعنی لوزینہ کی صورت میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو مطلقاً خبز نہیں کہتے ہیں اور ایسا ہو گیا جیسے فارسی میں نان زرد آلود کہا کرتے ہیں اور کلیچہ[3] و میسر یعنی میوہ پڑی ٹکیوں کی صورت میں اس واسطے کہ کلیچہ تو مطلق روٹی ہے اور میسر روٹی کے ساتھ کچھ اور زیادہ کیا ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر خبز القطائف کھائی تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس کی نیت کی ہو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں عورت کی روٹی نہ کھاؤں یعنی اس کی پکائی ہوئی تو خابزہ یعنی روٹی پکانے والی وہ عورت ہوگی جس نے تنور میں پکائی ہے وہ نہ جس نے آٹا گوندھا اور روٹی کو لگانے کے لائق کر دیا پس اگر اس کے ہاتھ کی روٹی لگائی ہوئی کھائی تو حانث ہوگا ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ خبز نہ کھاؤں گا پھر اس نے ثرید کھایا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر لاکشہ کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ شوربا نہ کھاؤں گا پس اس نے سبوس[(1)] آب یا لیطہ کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ خبز نہ کھاؤں گا پھر چور چور کر ڈالی جانے کے بعد اس کو کھایا تو حانث[4] نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عصیدہ یا تتماج کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خبز نہ کھاؤں گا پھر سنبوسہ کھایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث ہونا چاہیے یہ خلاصہ میں ہے شیخ خجندیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ روٹی و خرمانہ کھاؤں گا پھر اس نے ان میں سے ایک چیز کھائی تو فرمایا کہ جب تک دونوں نہ کھائے حانث نہ ہوگا یہ تتمہ

---

[1] صاحبینؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا و بنائے خلاف بر ینکہ حقیقت لغوی بقدر امکان راجح ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مراد عربی ماخوذ ہے ۱۲۔ [2] جوزیج لوزینہ یعنی میوہ پڑی ٹکیاں وغیرہ ۱۲۔ [3] کلیچہ و میسر و خبز القطائف و تتماج و عصیدہ وغیرہ اقسام روٹیوں کے ہیں جیسے لیکشہ و لیطہ وغیرہ اقسام شربت منقوع ہیں ۱۲۔ [4] فعل اصح از حیث واللہ اعلم ۱۲۔

(1) شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی ۱۲۔

میں ہے اور قسم کھائی کہ بھونا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم خاصۃً گوشت پر واقع ہوگی اور بیگن و گاجر وغیرہ بھونی ہوئی پر واقع نہ ہوگی الا آنکہ اس کی نیت عام ہو کہ جو بھونی جاتی ہے مثل انڈے وغیرہ کے تو اس کی نیت پر نکل درآمد ہوگا اور نیت صحیح ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ سر نہ کھاؤں گا پس اگر اس نے نیت کر لی کہ مچھلی و بکری وغیرہ کسی کا سر ہو نہ کھاؤں گا تو جس کا سر کھاؤں گا حانث ہو جائے گا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو فقط بکری و گائے کی سری پر واقع ہوگی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اس زمانہ میں فقط بکری کی سری پر واقع ہوگی کذا فی البدائع اور یہ اختلاف باعتبار عصر و زمانہ کے ہے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے وقت میں عرف دونوں کی سری پر تھا اور صاحبین کے زمانہ میں فقط بکری کی سری پر تھا اور ہمارے زمانہ میں بحسب عادت فتویٰ دیا جائے گا کذا فی الہدایہ قال المترجم ہمارے زمانہ میں بھی یہی حکم ہے اور اقرب بقول صاحبین ہے واللہ اعلم اور دوسری کی قسم میں جبکہ بدوں نیت ہو تو ٹیڑی و مچھلی و گرگریوں کا سر بالا جماع داخل نہیں ہیں اور اسی طرح اونٹ کی سری بھی بالا جماع نہیں داخل ہے اور اگر قسم کھائی کہ انڈا نہ کھاؤں گا تو یہ پرندوں کے انڈے پر واقع ہوئی خواہ بطخ کا ہو یا مرغی کا یا کوئی اور پرندہ کا اور مچھلی کے انڈے کھانے سے حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس نے نیت کر لی ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ طبیخ نہ کھاؤں گا پس اگر اس نے تمام مطبوخات کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر قسم واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو۔ تو استحساناً مطبوخ گوشت پر واقع ہوگی قال المترجم یہ ہمارے رواج میں مستقیم نہیں ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ مشائخ نے فرمایا کہ یہ جب ہے کہ گوشت پانی میں پکایا گیا ہو اور اگر خشک قلیہ ہو تو اس کو طبیخ نہیں کہتے ہیں اور اگر گوشت پانی میں پختہ کیا گیا پس اس نے شوربا روٹی کے ساتھ کھایا اور گوشت نہ کھایا تو بھی حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کا طبیخ نہ کھاؤں گا یعنی اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا پس اس عورت نے اس کے واسطے ہانڈی گرم کر دی مگر گوشت کسی دوسری عورت نے پکایا تو اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر فارسی میں کہا کہ اگر از دیگ گرم کردۂ تو بخورم پس چنین و چنان است پس اگر عورت نے دیگ گرم کی مگر پکایا کسی دوسری عورت نے تو اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ قولہ دیگ گرم کردۂ تو سے عرف کے موافق پختہ تو مراد ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاؤں گا تو اس میں اصل یہ ہے کہ فقہا کے نزدیک حلوا ہر ایسی شیریں چیز ہے جس کی جنس سے ترش نہ ہو اور جس کی جنس سے ترش بھی ہو وہ حلوا نہیں ہے پس اس کا مرجع عرف پر ہے پس خبیص و شہد صاف و شکر و ناطف و رب و تمر و اس کے مانند چیزوں کے کھانے سے حانث ہوگا اور نیز معلے نے امام محمدؒ سے انجیر تر و خشک کے کھانے سے حانث ہونا بھی روایت کیا ہے اس واسطے کہ انجیر کی جنس میں ترش نہیں ہوتا ہے پس اس میں خالص معنی حلاوت متحقق ہوئے اور اگر اس نے انگور شیریں یا خربوزہ شیریں یا انار شیریں یا آلو شیریں کھایا تو حانث نہ ہوگا اس لیے کہ اس کی جنس سے بعض شیریں نہیں ہوتا ہے پس اس میں خالص معنی حلاوت متحقق نہ ہوئے اور ایسے ہے کشمش بھی حلوا نہیں ہے کہ اس کی جنس میں ترش بھی ہوتی ہے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ حلاوت نہ کھاؤں گا تو اس کا حکم مثل حلوا کے ہے اور اگر قسم کھائی کہ دانہ نہ کھاؤں گا یعنی نہ چباؤں گا تو تل وغیرہ جو دانہ چباؤں گا اور کھاؤں گا حانث ہوگا یعنی جس کو لوگ عادت کے موافق چباتے ہوں اور رواج ہو پس اس کے چبانے سے حانث ہوگا اور اگر اس نے اپنی قسم میں کوئی خاص دانہ معین کی نیت کی ہو تو اس کے چبانے سے حانث ہوگا اور دوسرے کے چبانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر موتی[1] نکل گیا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

---

(۱) خواہ چبا کر یا ویسے ہی ۱۲۔

اگر ایسے باغ انگور سے کھایا جس کو اس نے معاملہ پر دے دیا ہے یعنی بٹائی پر حالانکہ وہ قسم کھا چکا ہے میں حرام نہ کھاؤں گا تو حانث نہ ہوگا:

ایک مرد نے قسم کھائی کہ حرام نہ کھاؤں گا پھر غصب کیے ہوئے درہم سے طعام خرید کر کھایا تو حانث نہ ہوگا اور وہ گنہگار رہوا اور اگر غصب کیا ہوا گوشت یا روٹی کھائی تو حانث ہوگا اور اگر روٹی یا گوشت بعوض زیت کے فروخت کیا پھر اس کو کھایا تو حانث نہ ہو گا اور اگر کتے یا بندر یا چیل کا گوشت کھایا تو اسد بن عمرو نے کہا کہ حانث نہ ہوگا اور شیخ نصیر نے کہا کہ حانث ہوگا اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور حسن نے فرمایا کہ سب حرام ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ جس میں علماء کا اختلاف ہو وہ حرام مطلق نہ ہوگی پھر صاحب کتاب نے فرمایا کہ قول فقیہ ابو اللیثؒ بہت اچھا ہے اور اگر اس نے مضطر ہو کر حرام یا مردار کھایا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ حرمت باقی ہے لیکن اتنا ہے کہ گنہگاری دور کر دی جاتی ہے اور فوائد شمش الائمہ حلوائی میں مذکور ہے کہ اگر ایسے باغ انگور سے کھایا جس کو اس نے معاملہ پر دے دیا ہے یعنی بٹائی پر حالانکہ وہ قسم کھا چکا ہے کہ میں حرام نہ کھاؤں گا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور گیہوں (۱) غصب کر کے ان کو پکایا پس اس کے مالک کو اس کے مثل گیہوں دے دیا قبل اس کے کہ غصب کیے ہوئے گیہوں کو کھائے تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر تاوان ادا کرنے سے پہلے کھایا حالانکہ ہنوز اس پر قاضی نے تاوان کا حکم نہیں دیا ہے تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ یہ انگور نہ کھاؤں گا یا یہ انار نہ کھاؤں گا پھر اس کا رس چوسا اور پھوک پھینکنا شروع کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ اس کا کھانا نہیں بلکہ چوسنا ہے اور اگر انگور یا انار کا پانی نچوڑا اور اس کو نہیں پیا بلکہ اس کا پوست و گودا وغیرہ کھا لیا تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر اس کو چبا کر سب نگل گیا تو پوست و گودے وغیرہ کے نگل جانے سے حانث ہوگا اس کے عرق کے نگلنے سے حانث نہ ہوگا قال المترجم ہمارے عرف میں ہر طرح حانث ہوگا بلکہ پوست وغیرہ میں تامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ یہ انگور نہ کھاؤں گا پھر اسکو چبا کر اس کا پوست وغیرہ پھینک دیا اور اس کا عرق پی گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کا چھلکا پھینک دیا اور عرق و بیج نگل گیا تو حانث ہوگا اور صدر شہیدؒ نے واقعات میں اس کی تعلیل یوں فرمائی ہے کہ بدینوجہ کہ انگور تین چیزوں کا م ہے پس اوّل صورت میں اس نے اقل کو کھایا پس اس پر انگور کھا جانے والے کا اطلاق نہ ہوگا اور دوسری صورت میں اس نے اکثر کھایا اور اکثر کے واسطے حکم کل ہے یہ محیط میں ہے اور قسم کھائی کہ فا کہ نہ کھاؤں گا پھر اس نے انگور یا انار یا خرمائے تر کھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم فتویٰ کے واسطے صاحبین کے قول کو لیتے ہیں اس واسطے کہ ان کا قول اظہر ہے پھر یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ اس نے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر ان چیزوں کی بھی نیت کی ہو تو بالاتفاق حانث ہوگا یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے۔

انجیر و مشمش و سیب و اخروٹ و پستہ و آلو بخارا و عناب و امرود و بہی یہ بالاجماع فواکہ ہیں خواہ تر و تازہ ہوں یا خشک ہوں خواہ خام ہوں یا پختہ ہوں اور کھیرا و ککڑی و گاجر بالاجماع فواکہ میں سے نہیں ہیں اور شہتوت فواکہ میں سے ہے اور امام قدوری نے خربوزہ کو فواکہ میں سے شمار کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے نہیں شمار کیا قال المترجم ہمارے یہاں کے خربوزہ کو شاید امام قدوری بھی

لے دور ان اور جن علماء کے نزدیک وہ مرداری نہیں رہتا بلکہ حلال ہو جاتا ہے تو ان کے نزدیک حکم برعکس ہونا چاہیے ۱۲۔

(۱) امام اعظمؒ کے نزدیک معاملہ نہیں جائز ہے ۱۲۔

شمار نہ کرے گا اور امام نے فرمایا کہ پل اور باقلا پھلوں میں سے نہیں ہیں اور حاصل یہ ہے کہ جو عرف میں فاکہ شمار ہوتا ہو اور تفکہا کھایا جاتا ہو وہ فاکہ ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ نہیں ہے یہ جیز کردری میں ہے اور بادام و اخروٹ فواکہ[1] میں سے ہے کہ اصل میں ان کو خشک فواکہ میں شمار کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ ان کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں اس کو فواکہ یابسہ میں شمار نہیں کرتے ہیں اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ بسر سکر و بسر احمر فاکہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور زبیب یعنی کشمش اور چھوہارے جیسے ہمارے یہاں ملتے ہیں اور خشک دانہ انار فاکہ نہیں ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ یہ بالا جماع ہے یہ بدائع میں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر قسم کھائی کہ میں امسال کسی فاکہ سے نہ کھاؤں گا پس اگر ان دنوں فواکہ تازہ و تر ہوں تو قسم انھیں پر واقع ہوگی پس خشک کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور اگر ان دنوں تر و تازہ نہ ہوں تو خشک پر واقع ہوگی اور یہ[ل] استحسان ہے اور اسی کو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے لیا ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ لا یاءتدم یعنی ادام سے نہ کھاؤں گا قال المترجم روکھی روٹی کا مقابل یعنی جس سے روکھی روٹی نہ کہلائے فافہم تو جو چیز روٹی کے ساتھ اس طرح کھائی جائے کہ روٹی اس کے ساتھ صبغ[2] کی جائے وہ ادام ہے جیسے سرکہ و زیت و عسل و دودھ و مکھن و گھی و شوربا و نمک وغیرہ اور جو روٹی کو صبغ نہ کرے ان چیزوں سے جن کا جرم مثل روٹی کے جرم کے ہے اور وہ ایسی ہے کہ اکیلی کھائی جا سکتی ہے تو وہ ادام نہیں ہے جیسے گوشت و انڈا و چھوہارا و کشمش وغیرہ اور یہ تفصیل امام اعظمؒ و امام یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو چیز روٹی کے ساتھ غالباً کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے کذا فی فتح القدیر اور امام محمدؒ کے قول کو فقیہ ابو اللیثؒ نے لیا ہے اور اختیار میں فرمایا کہ یہی مختار ہے بعمل عرف اور محیط میں لکھا ہے کہ یہی اظہر ہے اور قلانسی نے اپنی تہذیب میں فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور حاصل یہ ہے کہ جس سے روٹی صبغ کی جاتی ہے جیسے سرکہ وغیرہ جو ہم نے ذکر کی ہیں وہ بالا جماع ادام ہیں اور جو غالباً اکیلی کھائی جاتی ہیں جیسے خربوزہ و انگور و چھوہارا و کشمش وغیرہ تو یہ بالا جماع ادام نہیں ہیں بنا بر قول صحیح کے انگور و خربوزوں میں اور ہے بقولات سو وہ بالا تفاق ادام نہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤں گا پھر زید نے اس کو کوئی چیز ہبہ کر دی یا حالف نے اس سے خرید لی حالانکہ یہ چیز اس کی کمائی کی ہے پھر حالف نے اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا:

یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے نیت کی ہو تو بالا جماع اس کی نیت پر قسم ہوگی یہ تبیین میں ہے اور فاکہ بالا جماع ادام نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤں گا پھر زید کو میراث میں کچھ ملا اور اس کو حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر زید نے کوئی چیز خریدی یا اس کو ہبہ کی گئی یا اس کو صدقہ دی گئی اور اس نے قبول کر لیا پھر حالف نے اس کو کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤں گا پھر زید نے اس کو کوئی چیز ہبہ کر دی یا حالف نے اس سے خرید لی حالانکہ یہ چیز اس کی کمائی کی ہے پھر حالف نے اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤں گا پھر زید نے بہت کچھ کمایا اور مر گیا اور عمرو اس کا وارث ہوا پس حالف نے عمرو کے یہاں اس میراث میں سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر حالف خود اس کا وارث ہو پس اس میں سے کچھ کھایا تو حانث ہوگا بخلاف اس کے

[ل] اشارہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو۱۲۔

(۱) کتاب امام محمدؒ ۱۲۔ (۲) ڈبوئی جائے ۱۲۔

اگر کسی دوسرے کے پاس سوائے میراث کے بطور خرید یا وصیت کے یہ مال منتقل ہو گیا پھر وہاں سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید کی میراث سے کچھ نہ کھاؤں گا پس زید مر گیا اور اس کی میراث سے اس نے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر زید کی میراث عمرو کو ملی اور عمر مر گیا اور اس کی میراث خالد کو ملی پھر اس میں سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید کی کمائی سے نہ کھاؤں گا پھر عمرو نے مرتے وقت زید کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور پھر اس چیز میں سے حالف نے کھایا تو حانث[1] ہوگا اور اگر زید نے حالف کو طعام ہبہ کیا اور حالف نے بعد قبضہ کرنے کے اس میں سے کھایا تو حانث نہ ہو گا اور اسی طرح اگر زید نے حالف کے واسطے وصیت کر دیا ہو تو بعد قبول کے اس میں سے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور واضح رہے کہ مال مہر عورت کی کمائی میں داخل ہے اور اسی طرح جراحتوں (۱) کا ارش مجروح کی کمائی میں داخل ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص کے پاس درہم ہیں پس اس نے قسم کھائی کہ ان کو نہ کھاؤں گا پھر ان درہموں کے عوض دینار یا پیسے بدل کیے پھر اس کے بعد ان دیناروں یا پیسوں سے کوئی چیز خرید کر کھائی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ درم یا دینار نہ کھاؤں گا پھر ان کے عوض کوئی اسباب خریدا پھر اسباب کے عوض طعام خریدا اور اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ان درہموں یا دیناروں کے عوض (۲) جو خریدے پھر جو کے عوض طعام خرید کر کھایا تو حانث نہ ہوگا اور فرمایا کہ اگر ایسی چیز پر جو کھائی نہیں جاتی ہے قسم کھائی کہ میں اس کو نہ کھاؤں گا پھر اس کے عوض طعام وغیرہ کھانے کی چیز خرید کر کے اس کو کھایا تو حانث ہوگا اور اگر ایسی چیز پر قسم کھائی جو کھائی جاتی ہے یہ کہ اس کو نہ کھاؤں گا پھر اس کے عوض کھانے کی چیز خرید کر اس کو کھایا[2] تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو اپنے والد کی میراث سے طعام نہ کھلاؤں گا پھر اپنے والد کی میراث میں طعام پایا اور وہ فلاں کو کھلایا یا درہم پائے اور ان کے عوض طعام خرید کر کے کھلایا تو حانث ہوگا اور اگر طعام میراث کے عوض دوسرا طعام بدل کر کے اس میں سے اس کو کھلایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنے والد کی میراث سے کچھ نہ کھاؤں گا پھر اس کا باپ مر گیا اور یہ اس کے مال کا وارث ہوا پس اس مال کے عوض طعام خریدا اور اس کو کھایا تو قیاساً حانث نہ ہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اس واسطے کہ بحسب عادت میراث کھانے کی یہی صورتیں ہیں اور اگر مال میراث کے عوض کوئی چیز خرید کر اس چیز کے عوض طعام خرید کر کے کھایا تو حانث نہ ہوگا۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے کھیتوں سے نہ کھاؤں گا پھر اس کی پیداوار میں سے جو کاشتکار کے پاس ہے یا فلاں کے مشتری کے پاس ہے خرید کر کھایا تو حانث ہوگا اور اگر فلاں سے کسی شخص نے خرید کیا اور اس کو بویا پھر اس کی پیداوار میں سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ملک فلاں سے یا جس کا فلاں مالک ہوا ہے کچھ نہ کھاؤں گا پھر فلاں کی ملک سے کوئی چیز نکل کر دوسرے کی ملک میں داخل[3] ہو گئی اور اس کو حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ جو فلاں نے خریدا یا جو فلاں خریدے اس میں سے نہ کھاؤں گا پھر فلاں نے اپنے واسطے یا غیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اس میں سے حالف نے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر فلاں نے خریدی ہوئی کو جس کے واسطے خریدی تھی اس کے حکم[4] سے کسی دوسرے کے ہاتھ

---

[1] ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر کاتب اصل سے غلطی ہو گئی اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا ۱۲۔ [2] یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو واللہ اعلم ۱۲۔ [3] خواہ ہبہ یا وصیت یا صدقہ یا خرید و فروخت اپنے اسباب ملک اور اپنی بیع بالخیار کہ اس میں فلاں کو خیار ہو تو اس صورت میں ایام خیار میں کھانے میں امام و صاحبین کا اختلاف جاری ہوگا اور وہ کتاب البیوع میں مذکور ہے فتدبر ۱۲۔ [4] اگر اپنے واسطے خریدی ہے تو کچھ اجازت کی ضرورت نہیں ۱۲۔

(۱) عمرو نے زید کو مجروح کیا اور اس کا ارش دینا پڑا تو یہ ارش زید کی کمائی میں شامل ہے ۱۲۔ (۲) خواہ جو ہوں یا اور کوئی اناج ۱۲۔

فروخت کردی اور پھر اس میں سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ایسا گوشت نہ کھاؤں گا کہ اس کو فلاں نے خریدا پھر فلاں نے ایک بکری کا بچہ حلواں خرید کیا اور اس کو ذبح کیا پھر اس میں سے حالف نے کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ اس فلاں کا یہ طعام نہ کھاؤں گا پھر فلاں نے یہ طعام فروخت کر دیا پھر حالف نے اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا اور یہ شیخینؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں ایسے طعام سے نہ کھاؤں گا جس کو فلاں تیار کرے یا ایسی روٹی نہ کھاؤں گا جس کو فلاں پکائے پس فلاں نے اس کو تیار کر کے فروخت کر دیا پھر حالف نے مشتری کے پاس اس کو کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے طعام سے نہ کھاؤں گا اور یہ فلاں طعام فروش ہے پس حالف نے اس سے خرید کر کے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ تیرا یہ طعام نہ کھاؤں گا پھر فلاں نے اس کو یہ طعام ہدیہ دے دیا تو بقیاس قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی زمین کی پیداوار سے نہ کھاؤں گا پھر اس پیداوار کے ثمن سے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے نفس پیداوار کی نیت کی ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ یعنی دیانۃً تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ و قال المترجم بطور عربیت یعنی زبان عرب صحیح ہے کہ بجائے پیداوار کے غلہ کا لفظ کہا اور ہمارے عرف میں از بسکہ پیداوار خود اس کے اناج وغیرہ پر اطلاق ہوتا ہے نہ اس پیداوار کے داموں پر لہٰذا حکم برعکس ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلاں سے نہ کھاؤں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر حالف نے اس طعام سے خرید افلاں نے کسی کو طعام ہبہ کیا اور اس سے حالف نے خرید لیا تو اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ ایسا طعام نہ کھاؤں گا کہ اس کو فلاں خریدے پھر ایسا طعام کھایا کہ اس کو حالف کے واسطے فلاں اور ایک شخص دوسرے نے خرید دیا ہے تو حانث ہوگا الا آنکہ اس نے یہ نیت کی ہو کہ وہ نہ کھاؤں گا جس کو فلاں اکیلا خریدے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلاں سے نہ کھاؤں گا پھر ایسا طعام کھایا جو فلاں دوسرے کے درمیان مشترک ہے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کی روٹی نہ کھاؤں گا پھر اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک روٹی کھائی تو بھی حانث ہوگا بخلاف اس کے اگر قسم کھائی کہ فلاں کی رغیف نہ کھاؤں گا پھر اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک رغیف کھائی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ رغیف کا ٹکڑا رغیف نہیں کہلاتا ہے اور روٹی کا ٹکڑا روٹی کہلاتا ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنے بیٹے کے مال سے نہ کھاؤں گا پھر سرکہ ایسے ٹیکے سے جو اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان مشترک ہے کھایا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ اس نے بیٹے کا مال کھایا یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ طعام فلاں نہ کھاؤں گا تو یہ فلاں کے طعام موجودہ پر اور جو آئندہ اس کی ملک میں آئے دونوں پر واقع ہوگی:

اگر قسم کھائی کہ طعام فلاں نہ کھاؤں گا پھر ایسے طعام سے کھایا جو اس کے اور فلاں کے درمیان مشترک ہے تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ قال المترجم اگر سیر بھر طعام مساوی مشترک ہے مثلاً اور اس نے تین پاؤ کھالیا تو ظاہر ہے کہ ضرور فلاں کا طعام کھایا لہٰذا تاویل مسئلہ مذکور ملحوظ رہے کہ اس طرح وقوع نہیں ہوا ہے فافہم۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنے والد کی چیزوں میں سے کوئی چیز نہ کھاؤں گا پھر اپنے والد کے بیت سے ایک کرچ روٹی کی تناول کی جو زمین پر پھینکی ہوئی تھی تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ حانث نہیں ہوا اور شیخ ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ حانث ہو گیا اور فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اگر یہ ٹکڑا ایسا تھا کہ اس کو کسی فقیر کو

صدقہ میں دے سکتے ہیں یعنی از راہ عادت ایسا ٹکڑا دیا جاتا ہے تو حانث ہو اور نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال لاحوط قول المنتقٰی اور اگر قسم کھائی کہ طعام فلاں نہ کھاؤں گا تو یہ فلاں کے طعام موجودہ پر اور جو آئندہ اس کی ملک میں آئے دونوں پر واقع ہوگی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں انار میں سے جو فلاں خریدے نہ کھاؤں گا پھر فلاں اور ایک دوسرے نے خرید کیا اور اس میں سے اس نے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر یوں کہا کہ ایک انار سے جس کو فلاں خریدے نہ کھاؤں گا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کے سوت کے ثمن سے نہ کھاؤں گا پھر فلانہ کا کاتا سوت خرید لیا یا فلانہ نے اس کو ہبہ کردیا پھر اس کو فروخت کرکے اس کے ثمن سے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر فلانہ نے خود فروخت کیا اور اس کا ثمن اس حالف کو ہبہ کیا پھر اس نے اس میں سے کھایا تو حانث ہوگا اور اگر فلانہ نے یہ ثمن اپنے بیٹے یا کسی اجنبی کو ہبہ کیا پھر اس نے حالف کو دیا اور اس نے کوئی چیز خرید کر کھائی تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ فلاں سے نہ کھاؤں گا پھر فلاں اور دوسرے نے مل کر پکایا اور حالف نے اس کو کھایا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ اس کا ہر جزو طبیخ کہلائے گا اسی طرح اگر کہا کہ خبز فلاں یعنی فلاں کی روٹی سے پس فلاں اور ایک دوسرے نے روٹی پکائی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہ ہانڈی سے جس کو فلاں پکائے پھر دونوں کی پکائی ہانڈی سے کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر جزو ہانڈی کا ہانڈی نہیں کہلاتا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ فارسی میں قسم کھائی کہ از چیز فلاں نخورم پس اس کی مدلہ[1] کا پانی تناول کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اوہام لوگوں کے اس طرف نہیں پہنچتے ہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس کے خربوزہ کا چھلکا یا ریزہ نان اس کے دروازہ پر پایا اور کھالیا تو حانث نہیں ہوگا ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ ایسی کوئی چیز نہ کھاؤں گا جس کو فلاں اُٹھالائے اور مراد یہ ہے کہ آوردۂ فلاں یعنی فلاں کی لائی ہوئی نہ کھاؤں گا پھر ایسی برف سے کھایا جس کو فلاں اُٹھالایا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنے داماد کے مال سے کچھ نہ کھاؤں گا پھر اس کو خمیر دیا گیا جو اس کے داماد کے خمیر میں سے ہے پس اس نے دوسرے خمیر میں ملا کر اس کو پکوایا اور کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس کا پانی نہ پیوں گا یا اس کا نمک نہ کھاؤں گا پھر اس کا پانی یا نمک لے کر اس کو خمیر میں ملا دیا اور کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قسم کھائی کہ اپنے داماد کی روٹی سے نہ کھاؤں گا پھر اس کا داماد سفر کو چلا گیا اور اپنی بیوی کے واسطے نفقہ چھوڑ گیا جس میں سے اس نے کھایا پس اگر داماد اس عورت کے واسطے نفقہ الگ کر گیا ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر الگ نہ کر گیا ہو بلکہ یہ کہہ گیا ہو کہ میرے طعام میں سے بقدر کفایت تو کھا پس حالف نے بھی کھایا تو حانث ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنے باپ کے مال سے نہ کھاؤں گا پھر باپ مر گیا اور حالف وارث ہوا اور اس نے کھایا تو حانث نہ ہوگا[2] اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم میں یہ لفظ بھی کہا ہو کہ باپ کے مال سے بعد اس کے مرنے کے نہ کھاؤں گا تو اس صورت میں حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے۔

اگر کسی عورت نے قسم کھائی کہ اپنے پسر کے اطعمہ سے نہ کھاؤں گی حالانکہ قسم سے پہلے اس کا بیٹا اس کو چند قسم کے اطعمہ بھیج چکا ہے پس اس کو اس نے کھایا تو حانث نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت نے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اس نے قسم میں اس طعام کی بھی نیت کی ہو تو حانث ہوگی اور اضافت باعتبار مجاز صحیح ہوگی یعنی جو پہلے پسر کا تھا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ کھانا نہ کھاؤں گا پس فلاں نے ایک برتن سے اور حالف نے دوسرے برتن سے کھانا کھایا تو حانث نہ ہوگا

---

[1] جمد برف خانہ وغیرہ جہاں پانی و دیگر سیال چیزیں جمائی جاتی ہیں ۱۲۔ [2] کیونکہ اب بعد وفات اس کے باپ کے وہ مال جبکہ بیٹے کے حصہ میں آیا تو یہ اس کا مالک ہوا اور باپ کی ملکیت نہ رہی پس اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ۱۲۔

جب تک کہ دونوں ایک ہی برتن سے نہ کھائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ مال فلاں سے نہ کھاؤں گا پھر دونوں نے روپیہ ڈال (۱) کر کوئی چیز خریدی اور دونوں نے کھائی تو قسم میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف میں یہ اپنا مال کھانا کہلاتا ہے ایسا ہی فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہے یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی چیز سے نہ کھاؤں گا پھر فلاں کی مرچ اس کی بیوی نے اپنی ہانڈی میں ڈالی جس کو حالف نے کھایا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ حانث ہوگا الا آنکہ فلاں و حالف کے درمیان کوئی سبب قسم ایسا ہو کہ جو اس امر پر دلالت کرے کہ ایسی مرچ وغیرہ مراد نہیں ہے اگر قسم کھائی کہ فلاں کے باغ انگور سے اس سال کوئی چیز نہ کھاؤں گا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کی قسم بارہ (۱۲) مہینہ پر واقع ہوگی اور ہمارے مولانا نے فرمایا کہ چاہیے یوں ہے کہ اس سال کے جس قدر ایام باقی رہے ہیں انھیں پر واقع ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے کہا کہ واللہ جو فلاں لائے گا اس کو نہ کھاؤں گا یعنی ایسی کھانے کی چیز جیسے گوشت و طعام وغیرہ پھر حالف نے اس فلاں کو گوشت دیا کہ اس کو پکائے پس اس نے پکانا شروع کیا اور اس میں گائے کی اوجھ کا ایک ٹکڑا ڈال دیا جو ہانڈی کے جوش میں نکل گیا پھر حالف نے ہانڈی کا شوربا کھایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میری دانست میں وہ حانث نہ ہوگا جبکہ اس نے اس میں ایسا گوشت ڈال دیا جو تنہا پکا کر اس سے شوربا لینے کے لائق نہیں ہے بسبب اس کے کہ قلیل ہے اور اگر اس قدر ہو کہ تنہا پکا کر اس سے شوربا لیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں حانث ہوگا حالانکہ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جو فلاں لائے گا میں اس کو نہ کھاؤں گا پھر فلاں مذکور گوشت لایا اور اس کو بھونا اور بعد تیار ہونے کے اس کے نیچے حالف کے چاول رکھے چنانچہ اس کی تہی چاولوں میں آئی جن کو حالف نے کھایا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر فلاں مذکور چنے لایا اور ان کو پکایا پس حالف نے اس کا شوربا کھایا اور اس میں چنے کا مزہ آتا ہے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر تازہ چھوہارے جن کو رطب کہتے ہیں لایا جس میں سے رب بہا اور اس کو حالف نے کھایا یا زیتون لایا اور وہ پیلا گیا جس کا تیل حالف نے کھایا تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے طعام سے کوئی طعام نہ کھاؤں گا پھر اس کا سرکہ یا روغن زیتون یا نمک کھایا ان میں سے کوئی چیز لے کر اپنے کھانے کے ساتھ کھائی تو حانث ہوگا اور اس کا پانی یا نبیذ لے کر اس کے ساتھ اپنی روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گا پھر ان کو دوسرے اناج کے ساتھ ملا کر کھایا یا قسم کھائی کہ یہ جو نہ کھاؤں گا پھر ان کو دوسرے اناج میں ملا کر کھایا پس اگر پسوں سے کھایا یعنی پھنکی مار کر کھایا یا پس اگر گیہوں یا جو غالب ہوں تو حانث ہوگا اور اگر دوسرے اناج کو غلبہ ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر مساوی ہوں تو قیاس یہ ہے کہ حانث ہوگا اور استحساناً حانث نہ ہوگا اور اگر ایک ایک دانہ کر کے کھایا ہے تو بہرحال حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ طعام نہ کھاؤں گا یا کہا کہ نہ پیوں گا الا باجازت فلاں پھر فلاں نے اس کو اجازت[1] دی تو یہ اجازت ایک لقمہ اور ایک گھونٹ پر ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کوئی طعام نہ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا پھر کھانے پینے کی کوئی چیز رکھی اور اس کو حلق میں داخل نہ ہونے دیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اپنی قسم کی فعل پر منعقد کی پھر اس سے گھٹ کر کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس سے بڑھ کر کیا تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کھانا[2] پینا کچھ نہ چکھوں گا پھر اس کو اپنے منہ میں داخل کیا تو حانث ہوگا پھر اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری مراد نہ چکھنے سے یہ تھی کہ نہ کھاؤں گا یا نہ پیوں گا تو دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔
اگر کہا کہ نہ چکھوں گا کھانا اور نہ پینا پھر ایک چکھا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ نہ کھاؤں گا کھانا اور نہ پینا اور اسی

---

[1] ایک مرتبہ اجازت میں اگر ایک لقمہ یا ایک گھونٹ سے زیادہ کھایا تو حانث ہو جائے گا ۱۲۔ [2] کھانے پینے کی چیز ۱۲۔

(۱) یعنی ڈال کر ۱۲۔

طرح اگر حرف یا دونوں کے بیچ میں لایا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ طعام وشراب نہ چکھوں گا پھر اس نے ایک کو چکھا تو حانث نہ ہوگا اور شیخ ابوالقاسم الصفارؒ نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس کی نیت پر ہے اور اگر اس نے کچھ نیت نہ کی ہوگی تو ایک کے چکھنے سے حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کسی نے قسم کھائی کہ خمیر نہ چکھوں گا پھر ایسی روٹی کھائی جس کا خمیر شراب سے کیا گیا ہے تو شداد رہ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا جیسے قسم کھائی کہ زیت نہ چکھوں گا پھر روٹی کھائی جس کا آٹا زیت میں گوندھا گیا ہے تو حانث نہیں ہوتا ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں طعام نہ چکھوں گا اور نہ شراب یعنی پینے کی چیز پھر اس کے گھر میں کوئی چیز چکھی اور اس کو اپنے منہ میں داخل کیا مگر اس کے پیٹ میں نہیں پہنچی تو حانث ہوگا اور یہ قسم فقط چکھنے پر ہوگی اور اگر اس سے کسی نے کہا کہ میرے پاس آج کے روز کھانا کھا پس اس نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہ چکھوں گا طعام و نہ شراب تو یہ قسم کھانے پر ہوگی نہ چکھنے پر یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھوں گا پس اس نے نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ خمیر نہ چکھوں گا پھر وہ شراب سرکہ ہوگئی پس اس کو پیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ بھی نیت ہو کہ جو اس سے ہوگا وہ بھی نہ چکھوں گا تو حانث ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ تغدی نہ کروں گا تو غدا روہ کھانا ہے جو طلوع فجر سے وقت ظہر تک ہوا اور عشا[1] وہ کھانا ہے کہ نماز ظہر سے آدھی رات ہو یہ ہدایہ میں ہے پس اگر قسم کھائی کہ آج تغدی نہ کروں گا پھر نصف نہار کے بعد کھایا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شیخ خجندیؒ نے فرمایا کہ یہ امام کا عرف تھا اور ہمارے عرف میں عشاء کا وقت بعد نماز عصر کے ہے۔ پھر واضح رہے کہ غداء وعشا عبارت ایسے کھانے سے ہے جس سے عادت کے سوافق (۱) پیٹ بھر کے کھانا لوگوں کی غالب (۲) عادات کا مقصود ہوتا ہے پس قسم کھانے والے کے شہر میں جو غداء ہو اس پر قسم منعقد ہوگی پس اگر وہ چیز غداء ہوگی تو اس کے کھانے سے حانث ہوگا ورنہ نہیں اور اسی واسطے مشائخ نے کہا ہے کہ اگر شہر کے لوگوں نے غداء ترک کرنے پر قسم کھائی پس انھوں نے دودھ پی لیا تو چونکہ غالب عادت لوگوں کی اس سے تغدی نہیں ہے اس وجہ سے حانث نہ ہوں گا اور اگر بدوی[2] نے ایسی قسم کھائی اور پھر دودھ پی لیا تو چونکہ غالباً ان کا ایک وقت اوّل کا کھانا یہی ہے لہٰذا حانث ہوگا اور شیخ ابوالحسن نے فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ تغدی نہ کروں گا پھر سوائے روٹی کے چھوہارا و چاول وفاکہ وغیرہ کوئی چیز کھائی یہاں تک کہ سیر ہوگیا تو حانث نہ ہوگا اور یہ غداء کھانا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر گوشت بغیر روٹی کے کھایا تو بھی یہی حکم ہے اور غداء ہر شہر کی وہ ہے جو ان میں متعارف ہو قال المترجم ہمارے یہاں دیار میں ایسا عرف ظاہر نہیں ہے لہٰذا قسم اپنے اصلی معنی پر ہوگی پس شیخ ابوالحسن کا قول اقرب ہے سوائے چاول و دیگر اناج وگوشت کے کہ ان سے ہمارے عرف غیر ظاہر کی وجہ سے اقرب الی الحنث ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم اور نیز سیر ہو جانے میں تامل ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ احتیاط ملحوظ رکھے فافہم۔ قال اور غدا میں شرط یہ ہے کہ آدھی سیری سے زائد ہو حتیٰ کہ اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تو نے آج کی رات تعشی نہ کی یعنی عشاء کا کھانا نہ کھایا تو میرا غلام آزاد ہے پس اس نے ایک لقمہ یا دو لقمہ کھا لیے تو یہ عشاء نہیں ہوئی اور حالف اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا یہاں تک کہ باندی مذکورہ اپنی نصف سیری سے زیادہ کھالیا یہ سراج وہاج میں ہے۔ رمضان میں قسم کھائی کہ آج کی رات عشاء نہ کھاؤں گا پھر دو پہر رات جانے کے بعد کھایا تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ سحری نہ کھاؤں گا تو نصف رات سے فجر تک کھانے سے حانث نہ ہوگا یہ شرح مجمع البحرین میں ہے۔

---

[1] جسے ہمارے عرف میں نہاری و ناشتہ بولتے ہیں ۱۲۔ [2] کیونکہ بدو لوگوں کو اکثر یہی میسر آتا ہے لہٰذا یہ حکم مخصوص عرب کے بدوؤں سے ہوگا ۱۲۔

(۱) کھانا جو عادت کے موافق ہو ۱۲۔ (۲) ان کی غالب عادت میں یہی کھانا ہے ۱۲۔

مساء اطلاق عرب میں دو ہیں ایک بعد زوال سے اور دوسری بعد غروب شمس سے پس ان دونوں میں سے قسم میں جس کی نیت کرے صحیح ہوگی اور علی ہذا اگر بعد زوال کے قسم کھائی کہ یہ کام نہ کروں گا یہاں تک کہ مساء کروں اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ سورج ڈوبنے کی شام پر ہوگی اس واسطے کہ معنی اول پر حمل کرنا ممکن نہیں ہے پس دوسری مسار یعنی دوسرے معنی شام پر محمول ہوگی یعنی مابعد غروب یہ فتح القدیر میں ہے اور معلے نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر قسم کھائی کہ لیاتینہ ضحوۃ یعنی وقت ضحوۃ کے اس کے پاس آؤں گا تو ضحوۃ بعد طلوع آفتاب کے جرم سے کہ نماز پڑھنی جائز ہو جاتی ہے تا نصف النہار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ لایصبح[1] ای صبح کو نہ آؤں گا تو صبح میرے نزدیک ضحیٰ[(1)] اکبر اور ارتفاع آفتاب کے درمیان ہے اور جب ضحیٰ اکبر ہوگئی تو صبح کا وقت جاتا رہا یہ بدائع میں ہے۔

کہا کہ اگر میں نے تغدی دو رغیفوں سے کرلی تو میرا غلام آزاد ہے پھر آج صبح کو ایک رغیف کھائی اور کل صبح کو دوسری رغیف کھائی تو قیاساً حانث ہوگا:

اگر یوں کہا کہ لیغدینہ الیوم بالف یعنی اس کو آج غدا ہزار درہم کی کھلاؤں گا یا اگر میں آزاد کروں ایسے غلام کو کہ اس کو ہزار کو خریدوں یا اگر آج تو روئی ہزار کی نہ کاتے تو ایسا ایسا پس اس نے کوئی ایک درہم کی چیز ہزار درہم کو خریدی اور وہ اس کو غدا میں کھلائی یا اسی طرح غلام خرید کر آزاد کیا یا اس طرح روئی خریدی جس کو عورت نے کات دیا تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تغدی دو رغیفوں سے کرلی تو میرا غلام آزاد ہے پھر آج صبح کو ایک رغیف کھائی اور کل صبح کو دوسری رغیف کھائی تو قیاساً حانث ہوگا کیونکہ لفظ مطلق ہے خواہ آج ایک روز میں یا دو روز میں جیسے تعیین کی صورت میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے ان دو رغیفوں سے تغدی کرلی تو میرا غلام آزاد ہے پس ایک سے اس نے آج تغدی کی اور دوسری سے دوسرے روز تغدی کی تو حانث ہوگا پس ایسا ہے یہاں ہے اور استحساناً حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے اس صورت میں متفرق تغدی کرنے کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور اگر اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے دو رغیف کھالیں یا میں نے یہ دو رغیفیں کھالیں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ان دونوں کو ایکبارگی یا متفرق کھالیا تو قیاساً و استحساناً حانث ہوگیا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم غدا پر مقصود کی اور اس میں سے روٹی کو استثناء کرلیا تو جو چیز کہ روٹی کی معیت میں کھائی جاتی ہے وہ بھی روٹی کی استثناء کے ساتھ مستثنیٰ ہوگی چنانچہ اگر کہا کہ تغدی نہ کروں گا سوائے روٹی کے تو روٹی کے ساتھ سالن و سرکہ و زیتون وغیرہ جو بالمقصود نہیں کھائے جاتے ہیں مستثنیٰ ہوں گے اور روٹی کے ساتھ ان کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور جو چیز بمقصود کھائی جاتی ہے اور عادت کے موافق تبعاً نہیں کھائی جاتی جیسے خبیص[2] و چاول وغیرہ ان سے حانث ہوگا اور وہ مستثنیٰ نہ ہوگی اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں بمقصود کھانے کی بھی عادت ہو یعنی کھانا ان کا خود ہوتا ہے اور روٹی کے ساتھ اس کی تبعیت میں بھی کھانے کی عادت ہوتی ہے جیسے گوشت و مچھلی و دودھ وغیرہ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ روٹی کے استثناء کرنے میں اس کی تبعیت میں یہ بھی مستثنیٰ ہوں گی اور ان کے کھانے سے حانث نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مستثنیٰ نہ ہوں گی اور حانث ہوگا۔

پس جب امر معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اگر میں نے کھایا آج کے روز

---

[1] قولہ لایصبح بتشدید موحدہ اصل میں صبح کی شراب خواری میں مستعمل ہے اور یہاں بھی محتمل ہے اگرچہ قسم بدنی معنی معصیت پر ہو اور شاید کہ نہاری کھانے یا پینے پر ہو فافہم ۱۲۔ [2] خبیص نام کھانے کا ہے جو چند چیزوں سے ملا کر پکایا جاتا ہے ۱۲۔

(۱) چاشت گاہ یعنی ڈیڑھ پہر دن چڑھے کے ۱۲۔

الا رغیف تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس نے رغیف کھائی اور پھر اس کے بعد فاکہ یا چھوہارا یا خبیص یا چاول کھائے تو حانث ہوگا ہاں اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے روٹی سے استثناء کا قصد کیا تھا یعنی روٹی میں اگر سوائے رغیف کے کھاؤں تو ایسا ہے تو اس صورت میں اس کے قول کی دیانتہً تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور پھر واضح رہے کہ اگر مسئلہ مذکورہ میں بعد رغیف کے کھانے کے فواکہ یا چھوہارے ہوں یا رغیف کے ساتھ ہی کھائے ہوں بہر حال حانث ہوگا اور اس طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تغدی کی الا بہ رغیف تو میرا غلام آزاد ہے پھر رغیف سے تغدی کی پھر فواکہ یا چھوہارے کھائے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر خبیص کھایا تو بھی حانث ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تغدی کی صورت میں ان چیزوں کے کھانے سے جب ہی حانث ہوگا کہ بغور برغیف کے کھانے کے اس نے یہ چیزیں کھائی ہوں اور اگر رغیف سے تغدی کرنے کے بعد جب کہ تغدی برغیف ہو چکی اور تغدی منقطع ہو گئی اور پھر ان کو تنہا کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ ان کے ساتھ تغدی کرنے والا نہیں کہلائے گا اور تغدی کے طور پر ان کے کھانے کا رواج نہیں ہے اور اگر اس صورت میں بھی اس نے خاصتہً یعنی روٹی سے استثناء کی نیت کی ہو تو دیانتہً تصدیق کی جائے گی نہ قضاءً یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر قسم سے پہلے کوئی ایسا کلام واقع ہوا کہ اس سے اس امر پر استدلال کیا جائے کہ اس نے روٹی سے استثناء مراد لیا ہے مثلاً کہا گیا ہو کہ تو آج دو رغیف کھائے گا پس اس نے کہا کہ اگر میں آج کے روز کھاؤں الا ایک رغیف تو میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں اس کی قسم خاصتہً رغیف پر ہوگی چنانچہ اگر اس نے رغیف کھانے کے بعد ہی چھوہارے وغیرہ کھائے تو حانث نہ ہوگا اور اس کی قسم رغیفوں کے ساتھ مقید ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں آج کے روز ایک رغیف سے زیادہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم خاصتہً روٹی پر ہوگی چنانچہ اگر بعد ایک رغیف کے اس نے چھوہارے و فواکہ کھائے تو حانث ہوگا اور تقدیر کلام اس صورت میں یہ ہوگی کہ اگر میں آج کے روز جنس رغیف سے ایک رغیف سے زیادہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے پس چونکہ اس طرح کہنے میں اس کی قسم خاص روٹیوں کے ساتھ مختص ہوتی ہے اسی طرح صورت مذکورہ میں بھی رغیفوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور جو ہم نے الا رغیف کہنے کی صورت میں بیان کیا ہے وہی غیر رغیف سوائے رغیف کہنے کی صورت میں بھی ہے یہ محیط میں مذکور ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے کپڑا پہنایا میں نے کھایا یا میں نے پیا تو میری بیوی طالقہ ہے اور پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی قسم میں خاصتہً فلاں طعام مراد لیا تھا اور فلاں طعام مراد نہیں لیا تھا تو قضاءً و دیانتہً کسی طرح اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور یہی صحیح اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور اگر کہا کہ اب بست توبا او اکلت طعاماً یعنی اگر پہنا میں نے کپڑا کھایا میں نے کھانا تو میرا غلام آزاد ہے پھر دعویٰ کیا کہ میں نے فلاں کپڑا یا فلاں کھانا خاصتہً مراد لیا تھا تو دیانتہً اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دار فلاں سے نہ پیوں گا پھر اس میں سے کوئی چیز کھائی تو صدر شہیدؒ نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ مختار میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا الا آنکہ تمام ماکولات و مشروبات کی نیت کی ہو کذا فی المحیط قال المترجم ہمارے عرف کے موافق بالقطع وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے تمام ماکولات کی نیت کی ہو تو خلاف محاورہ ہے جو لازم آئے اس کی نیت کا پھل ہوگا اس واسطے کہ کھانا پینا ہمارے اطلاق میں جدا جدا ہیں واللہ تعالیٰ اعلم فارسی میں کہا کہ از خانہ فلاں سیچ چیز مند خورم یعنی فلاں کے گھر سے کچھ نہ کھاؤں گا تو یہ کھانے و پینے دونوں کو شامل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ نوع استعمال ہے ویسا ہی ہمارا عرف ہے واللہ اعلم۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ مشروب نہ پیوں گا پھر دونوں نے ایک ہے مجلس میں ایک ہے مشروب سے پیا تو حانث ہوگا اگر چہ دونوں کے پینے کے برتن مختلف ہوں اور اسی طرح اگر ایک مجلس ہو اور دونوں کے مشروب مختلف ہوں تو بھی حانث ہوگا

اور اگر اس نے مشروب واحد یا ظرف واحد میں ساتھ نہ پینے کی نیت کی ہو تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کی ضیافت میں ایک بار سے زیادہ نہ پیوں گا پس اس نے ایک بار اس کے مکان میں پیا اور دوسری بار اس کے بستان میں پیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ضیافت ایک ہی ہو تو حانث ہوگا اور ایک نے قسم کھائی کہ پانی نہ پیوں گا پھر اس نے آب قلیہ پیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کی گائے کا دودھ نہ پیوں گا پھر اس کی گائے مرگئی اور اس کی ایک بچھیا ہے جو بڑی ہوئی پھر اس کا دودھ اس نے پیا تو حانث نہ ہوگا[1]۔ یہ خلاصہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ لایشرب الماء یعنی پانی نہ پیوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو جا ہیے کسی قدر پیئے حانث ہوگا اور اگر اس نے الماء سے کل الماء یعنی تمام(۱) پانی مراد لیا ہو تو کبھی حانث نہ ہوگا اور نیت صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایشرب شرابا یعنی کوئی پینے کی چیز نہ پیوں گا اور اس کی نیت نہیں ہے تو پانی وغیرہ کوئی پینے کی چیز ہے حانث ہوگا ایسا ہی ایمان الاصل میں مذکور ہے اور حیل اصل میں مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ الشراب یعنی شراب نہ پیوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ قسم خمر پر واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور امام سرخسی نے فرمایا کہ یہ زبان عربی میں قسم کھانے کی صورت میں ہے اور اگر فارسی میں قسم کھائی تو بہر حال(۲) خمر پر واقع ہوگی مولفؒ نے فرمایا کہ فتویٰ کے واسطے مختار وہ ہے جو حیل الاصل میں فرمایا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ آج نہ پیوں گا تو جو چیز پیئے حانث ہوگا حتیٰ کہ سرکہ اور گھی پینے سے بھی حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دودھ نہ پیوں گا پھر دودھ میں پانی ڈال کر اس کو پیا تو اصل اس مسئلہ اور اس کے جنس کے مسائل میں یہ ہے کہ جب حالف نے اپنی قسم کسی سیال چیز پر مقصود کی اور پھر اس چیز میں دوسری جنس کی سیال چیز غلط کر دی پس اگر وہ سیال چیز جس پر قسم کھائی ہے غالب ہوگا تو حانث ہوگا اور اگر دوسری جنس کی سیال چیز غالب ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر دونوں برابر ہوں تو قیاساً حانث ہوگا مگر استحساناً یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور غالب ہوگا اور غالب ہونے کے معنی امام ابو یوسفؒ نے یوں بیان کیے ہیں کہ جس پر قسم کھائی ہے اگر اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہو اور اس کا مزہ پایا جاتا ہو تو وہ غالب ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلبہ میں حیث الاجزاء ہی قال المترجم هذا هو الاظهر لیکون الحکم الی الاکثر اصل خروج المخلوط الی اکثر احکم فلیتامل اور یہ اس وقت ہے کہ جس پر قسم کھائی تھی اس کو غیر جنس میں ملا دیا اور اگر اسی جنس میں ملایا مثلاً دودھ کو دوسرے دودھ میں ملا دیا[2] تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ اور اول یکساں ہیں یعنی اعتبار غالب کا ہوگا پس براہ رنگ و مزہ کے یہاں اعتبار ممکن نہیں ہے اس واسطے بہ لحاظ مقدار کے غلبہ اعتبار کیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسی صورت میں ہر حال میں حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف ان چیزوں میں ہے جو مختلط و ممتزج ہو جاتی ہیں اور جو چیزیں مختلط و ممتزج نہیں ہوتی ہیں جیسے تیل کہ دودھ میں ملایا جائے مثلاً اور تیل نہ پینے کی قسم ہو تو بالاتفاق حانث ہوگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر کسی قدر آب زمزم پر قسم کھائی کہ اس میں سے کچھ نہ پیوں گا پھر اس کو دوسرے پانی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مغلوب ہوگیا پھر اس میں سے پیا تو امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر اس کو کنوئیں یا حوض میں ڈال دیا پھر اس کا پانی پیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس آب شیریں میں سے نہ پیوں گا پھر اس کو کھاری پانی میں ڈال دیا کہ کھاری اس پر غالب ہوگیا پھر اس کو پیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کھاری پر قسم کھائی اور اس کو شیریں میں ملا دیا تو بھی صورت مذکورہ میں یعنی شیریں غالب ہو جانے میں

---

[1] کیونکہ وہ دونوں جدا جدا ہیں اگرچہ حقیقتہً اسی کا بچہ ہے ۱۲۔ [2] یعنی قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ پیوں گا فافہم ۱۲۔

(۱) کہ وہ طاقت سے باہر ہے ۱۲۔ (۲) دونوں صورتوں میں ۱۲۔

یہی حکم ہے کہ حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ خمیر نہ پیوں گا پھر اس کو غیر جنس میں مرچ کر دیا جیسے کمنی واخمہ میں ملا دیا اور پھر اس میں سے پیا تو غالب کا اعتبار کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر فارسی میں قسم کھائی کہ می نخورم و بدست نگیرم پھر اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا:

اگر قسم کھائی کہ نبیذ نہ پیوں گا تو مختار یہ ہے کہ قسم آب انگور مسکر پر واقع ہوگی خواہ وہ خام ہو یا مطبوخ ہو یہ ذخیرہ کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یکی نخورم تو صحیح یہ ہے کہ یکی کا لفظ فقط آب انگور مسکر پر واقع ہوتا ہے خواہ خام ہو یا مطبوخ ہو یہ محیط میں ہے خانیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر فارسی میں قسم کھائی کہ می نخورم و بدست نگیرم پھر اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا پس اگر قسم کے وقت اپنے کلام سے یہ نیت نہ کی تھی کہ نہیں پیوں گا یعنی قسم سے مراد یہی تھی کہ اس کو نہ پیوں گا تو صحیح یہ ہے کہ حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اسم خمر جس کی فارسی ہے صحیح یہ ہے کہ یہ فقط آب انگور خام پر واقع ہوتا ہے اور اگر فارسی میں کہا کہ مسکرہ[1] نخورم یعنی قسم کھائی تو بعض نے فرمایا ہے کہ جو مبوب سے بنائی جاتی ہے اس پر اس کی قسم نہ واقع ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اس میں عرف کا اعتبار ہے کہ اگر عرف میں ان چیزوں سے بنائی ہوئی شراب کو مسکرہ کہتے ہیں تو حانث ہوگا اور نہ جس کو نہیں کہتے ہیں اور اس حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نبیذ زبیب نہ پیوں گا پھر نبیذ کشمش پی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ایسی شراب نہ پیوں گا کہ اس سے سکر ہوتا ہے پھر شراب مسکر کو دوسری شراب غیر مسکر میں ملا کر پی لیا تو فتاویٰ اہل سمرقند میں مذکور ہے کہ اگر یہ ایسی ہو کہ اس میں سے بہت پینے سے نشہ ہو جائے تو حانث ہوگا اور اگر اپنی قسم ایسی چیز کے پینے پر عقد کی جو پی نہیں جاتی ہے اور جو چیز اس سے نکلتی ہے وہ پی جاتی ہے تو اس کی قسم جو اس سے نکلتی ہے اس کے پینے پر واقع ہوگی اس کی مثال یہ ہے کہ منتقی میں مذکور ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس تمر یعنی چھوہارے سے نہ پیوں گا پھر اس کی نبیذ پی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اس جنس کے مسائل کی تخریج میں ہے یہی اصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے ایک نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم اس امر پر کھائی کہ مسکر نہ پیوں گا پھر کوئی چیز مسکر اس کے حلق میں ڈالی گئی جو اس کے پیٹ میں چلی گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بدوں اس کے فعل کے اندر چلی گئی تو حانث نہ ہوگا ہاں اگر اس کے بعد اس نے خود پی لی تو حانث ہوگا اور اگر اس کے منہ میں ڈالی گئی پس اس نے روک رکھی پھر اس کو پی گیا تو حانث ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے پیالے سے نہ پیوں گا پھر حالف نے اس کے پیالے سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنے ہاتھ سے پی لیا تو حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے پانی سے نہ پیوں گا اور حالف اس فلاں کی دکان کی میں بیٹھتا ہے پھر حالف نے ایک کوزہ خرید کر رات کو فلاں مذکور کی دکان میں رکھ دیا پھر فلاں کے اجیر نے اس کوزہ میں نہر سے پانی بھر کر رات میں دکان میں رکھ دیا پھر جب صبح کو حالف اس دکان میں آیا تو پانی کا کوزہ مذکور مانگ کر اس میں سے پی لیا پس اگر حالف نے یہ کوزہ اسی حیلہ کے واسطے خریدا ہوتا کہ حانث نہ ہو تو مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اجیر مذکور اس صورت میں حالف کا عامل ہو جائے گا پس وہ اپنا پانی پینے والا ہوا یہ خلاصہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ اس قریہ میں خمر نہ پیوں گا پھر اس قریہ کے باغہائے انگور یا کھیتوں میں شراب پی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر گاؤں کی آبادی میں یا ان باغہائے انگور میں جو آبادی سے ملے ہوئے ہیں شراب پی تو حانث ہوگا ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے اگر کہا

---

[1] مسکرہ یعنی وہ چیز جو نشہ کرے لیکن فارسی عرف میں شراب کے معنے ہو گئے ۱۲۔

کہ اگر میں نے شراب پی یا جوا کھیلا تو میرا غلام آزاد ہے تو ان دونوں میں سے ایک کام کرنے سے حانث ہو جائے گا اور قسم منتہی (۱) ہو جائے گی اور اگر کہا کہ واللہ اگر شراب بخورم وقمار بکنم تو ان میں سے ایک فعل کرنے سے حانث ہو گا اور اگر کہا کہ گا سرخ نہ بینم شراب نخورم تو یہ قسم راجع ہو گی گل سرخ کے بہار پر یعنی گویا یوں کہا کہ جب تک گلاب نہ پھولیں گا میں شراب نہ پیوں گا بشرطیکہ اس نے حقیقۃً گل سرخ دیکھنا مراد نہ لیا ہو اور اگر قسم کھائی کہ ان دونوں بکریوں سے نہ پیوں گا پھر ایک کا دودھ پیا تو حانث ہو گا یہ سراجیہ میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی اس پر کہ بادام کہ بخارا میں ہوں شراب نہ پیوں گا پھر قصر المجوس[1] کی طرف چلا گیا پھر وہاں سے واپس آیا اور شراب پی تو شیخ ابو بکر محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر اس نے بادام یا مجارا میں لہوں اس قول سے بخارا کی سکونت مراد لی اور حال یہ کہ وہ قسم کے وقت بخارا کا ساکن تھا تو حانث ہو گا اور اگر قول مذکور سے اس نے اپنے بدن کا بخارا میں ہونا مراد لیا پھر قصر المجوس میں جا کر واپس آ کر شراب پی تو قسم باقی نہ رہے گی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو پھر وہاں جا کر واپس آیا تو کافی ہے حانث نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک نے کہا کہ اگر میں نے شراب پی تو میری عورت مطلقہ ہو جائے گی اور میرا غلام آزاد ہو جائے گا پھر اس نے شراب پی تو اس کی بیوی طالقہ اور غلام آزاد ہو جائے گا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے طلاق و عتاق کی نیت نہیں کی تھی بلکہ میری غرض یہ تھی کہ میرے اصحاب میرا پیچھا چھوڑ دیں تو تصدیق نہ ہو گی ایک نے قسم کھائی کہ تین مہینہ مسکر نہ پیوں گا پس اس کی جورو نے کہا کہ چار مہینہ پس شوہر نے کہا کہ چار ماہ گیر تو بعض نے فرمایا کہ مدت چار مہینہ ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ چار مہینہ نہ ہو گی اور یہ بر بنائے آنکہ اگر حالف نے بعد سکوت کے اپنی قسم پر ایسی بات کو عطف کیا جس سے اس کے نفس پر سختی زیادہ ہوئی جاتی ہے تو وہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی قسم میں لاحق[2] ہو جائے گی اور اگر بعد سکوت کے ایسی بات عطف کی جس سے اس کے نفس پر آسانی ہوتی ہے تو اس کی قسم میں ملتحق نہ ہو گی پھر مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ صورت مذکورہ میں اس کے نفس پر سختی ہوتی ہے یا آسانی پس بعض نے کہا کہ سختی ہے اس جہت سے کہ طلاق چوتھے مہینہ کے پینے پر واقع ہو گی اور یہی اصح ہے یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فرات سے کبھی نہ پیوں گا پھر اس سے چلوؤں میں بھر کر پیا یا برتن میں لے کر پیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حانث نہ ہو گا:

امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فرات سے کبھی نہ پیوں گا پھر اس سے چلوؤں میں بھر کر پیا یا برتن میں لے کر پیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہو گا جب تک کہ منہ لگا کر نہ پیئے اور صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہو گا قال المترجم امام کے نزدیک حقیقت جو ہو سکتی ہو اولے ہی یعنی فرات میں سے منہ سے پی سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مجاز متعارف اولی ہے کہ عرف میں اس سے برتن وغیرہ سے پینا مراد ہوتا ہے پھر اگر اس نے منہ سے پیا تو صاحبین کے نزدیک کیا حکم ہے پس یہ مسئلہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ نہیں حانث ہو گا اور بعض نے کہا کہ حانث ہو گا اور

---

[1] قصر المجوس قریب بخارا کے ایک گاؤں ہے متصل بخارا کے اس میں تامل ہے کہ وہ بخارا میں داخل ہے یا خارج تو اس مسئلہ سے ثابت ہوا کہ خارج ہے ۱۲۔

[2] مترجم کہتا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ نفس الامر میں ایسا ہے دوم یہ کہ حق قضاء میں خاصۃً یہ حکم ہے۔ اول بنظر مسئلہ مذکورہ اظہر ہے اور دوم اقرب بفقہ ہے اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ نفس قسم کو تنگی و آسانی میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ مدار نیت پر فتامل ۱۲۔

(۱) قسم ہو گی ۱۲۔

یہ اس وقت ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے یہ نیت کی ہو کہ منہ لگا کر نہ پیوں گا تو صاحبینؒ کے نزدیک اس کی نیت قضاءً و دیانۃً صحیح ہو گی اور اگر اس نے چلوؤں و برتن سے پینے کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دیانۃً اس کی تصدیق ہو گی مگر قضاءً تصدیق نہ ہو گی اور یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے فرات سے چلو سے یا منہ لگا کر پیا ہو اور اگر اس نے کسی دوسری نہر سے جو فرات سے پانی لیتی ہے چلو سے یا منہ لگا کر پیا تو اپنی قسم میں سب کے نزدیک بالاتفاق موافق ظاہر الروایۃ کے حانث نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ آب فرات سے نہ پیوں گا پھر اس نے کسی نہر سے جو فرات سے پانی لیتی ہے چلو سے یا منہ لگا کر پیا یا خود فرات سے چلو سے یا منہ لگا کر پیا تو بالاتفاق سب اماموں کے نزدیک حانث ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دجلہ سے پانی نہ پیوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر برتن میں لے کر پانی پیا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ منہ لگا کر پیئے اور اگر قسم کھائی کہ بارش کے پانی سے نہ پیوں گا پھر دجلہ میں بارش کا پانی جاری ہوا تو اس کے پینے سے حانث نہ ہو گا اور اگر اس نے کسی وادی سے جس میں آب باراں رواں ہے حالانکہ اس میں اور پانی نہ تھا پیا یا کسی میدان میں آب باراں جمع ہوا اس میں سے پیا تو حانث ہو گیا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی نہر سے پانی نہ پینے کی قسم کھائی کہ یہ نہر دجلہ کی طرف جاری ہے یعنی اس میں ملتی ہے پھر دجلہ میں سے پانی لے کر پیا تو حانث[1] نہ ہو گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ آب فرات نہ پیوں گا ترکیب صفت موصوف یا آب فرات میں سے نہ پیوں گا یعنی ترکیب صفت موصوف پھر اس نے دجلہ وغیرہ میں سے شیریں پانی لے کر پیا تو حانث ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے غلاموں سے کہا کہ جس تم سے اس نہر کا پانی پیا وہ آزاد ہے پھر سب نے پیا تو سب آزاد ہو جائے گے اور اگر کہا کہ جو تم میں سے اس کوزہ کا پانی پی جائے وہ آزاد ہے اور کوزہ میں اس قدر پانی تھا کہ اس کو ان میں سے ایک دفعہ یا دو دفعہ میں پی سکتا ہے پھر سبھوں نے اس کو پیا تو کوئی آزاد نہ ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے آج کے روز جو اس کوزہ میں پانی ہے یا جو اس دوسرے کوزہ میں پانی ہے نہ پیا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر دونوں میں سے ایک کا پانی بہا دیا گیا تو اس کی قسم دوسرے پر باقی رہے گی:

اگر قسم کھائی کہ اس کوزہ سے نہ پیوں گا پھر اس میں جو پانی تھا اس نے دوسرے کوزہ میں کر دیا اور اس سے پیا تو بالاجماع حانث نہ ہو گا اور اگر کہا ہو کہ اس کوزہ کے پانی سے نہ پیوں گا پھر دوسرے کوزہ میں ڈال کر پیا تو بالاجماع حانث ہو گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اس (۱) مٹکے سے یا اس مٹکے کے پانی (۲) سے پھر دوسرے مٹکے میں انڈیل لیا تو یوں حکم ہے اور اگر کہا کہ اس مٹکے کے پانی سے نہ پیوں گا پھر کسی برتن میں لے کر پیا تو بالاجماع حانث ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس برتن سے نہ پیوں گا تو یہ بعینہٖ پینے پر ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے آج کے روز یہ پانی جو اس کوزہ میں ہے نہ پی لیا تو میری بیوی طالقہ ہے حالانکہ اس کوزہ میں کچھ پانی نہیں ہے تو حانث ہو گا اور اگر اس میں پانی ہو مگر رات ہونے سے پہلے وہ بہا دیا گیا ہو تو حانث نہ ہو گا اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے خواہ وقت قسم کے اس کو معلوم ہوا کہ اس میں پانی ہے یا نہ معلوم ہوا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان سب میں حانث ہو گا جبکہ یہ دن گذر جائے اور اگر قسم باللہ تعالیٰ ہو تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے کذا فی فتح القدیر اور وقت میں کوئی خصوصیت امروز کی نہیں ہے خواہ ایک روز معین بیان کرے یا ایک مہینہ معین یا ایک ہفتہ معین یہ بحر الرائق میں ہے

---

[1] اگر اس صورت میں آب نہر کہا ہو تو اس میں اختلاف ہے واضح یہ ہے کہ حانث ہو گا اگر پانی ممیز ہو ورنہ نہیں ۱۲۔

(۱) پس دوسرے مٹکے میں کر کے پینے سے حانث نہ ہو گا ۱۲۔ (۲) پھر دوسرے مٹکے میں کر لینے سے حانث ہو گا ۱۲۔

اور اگر قسم مطلق ہو یعنی بلا بیان وقت تو اوّل (۱) صورت میں امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی الحال حانث ہو جائے گا اور دوسری صورت میں بالاتفاق سب کے نزدیک حانث ہو جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے آج کے روز جو اس کوزہ میں پانی ہے یا جو اس دوسرے کوزہ میں پانی ہے نہ پیا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر دونوں میں سے ایک کا پانی بہا دیا گیا تو اس کی قسم دوسرے پر باقی رہے گی اور یہ تینوں اماموں کے نزدیک ہے اور جب سب کے نزدیک دوسرے پر قسم باقی رہی پس اگر اس نے رات سے پہلے اس کا پانی پی لیا تو بالاتفاق قسم میں سچا ہو گیا اور اگر نہ پیا تو بالاتفاق حانث ہو گیا اور اگر ان دونوں میں سے ایک کوزہ میں پانی نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی قسم فقط اس کوزہ کے حق میں ہو گی جس میں پانی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کی قسم دونوں پر ہے یعنی دونوں میں سے ایک کے پانی پی لینے پر ہے پھر اگر اس نے پانی والے کوزہ کا پانی پی لیا تو قسم میں بالاتفاق سچا رہا اور اگر نہ پیا تو بالاتفاق حانث ہو گیا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور غایہ میں ہے کہ اگر اس نے قسم کھائی کہ اس مٹکے سے پانی نہ پیوں گا پس اگر وہ بھرا ہوا لبریز تو امام اعظمؒ کے نزدیک منہ لگا کر اس سے پانی پی لینے پر واقع ہو گی اور بس اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک منہ لگا کر پینے یا برتن وغیرہ سے نکال کر پینے دونوں طور[۱] پر قسم واقع ہو گی اور اگر وہ بھرا ہوا نہ ہو تو چلو وغیرہ سے نکال کر پینے پر بالاتفاق واقع ہو گی اور اگر قسم کھائی کہ اس کنوئیں سے نہ پیوں گا یا اس کنوئیں کے پانی سے نہ پیوں گا تو یہ بالاتفاق نکال کر پانی پینے پر ہے چنانچہ اگر اس میں سے پانی نکال کر پیا تو حانث ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر اس صورت میں اس نے تکلف کر کے کنوئیں میں اتر کر منہ لگا کر پانی پیا یا مٹکہ کے اندر منہ ڈال کر پانی پیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اور قال المترجم: توضیح المقام من حیث الاصل ان الحقیقۃ مہما امکن اولی عندہ وعند ہما المجاز ثم الاتی یا حقیقتہ فیما تعمین المجاز فیہ عند ہما اھل لحنث قال بعض المشائخ نعم و بعضہم لا علی التفصیل والتفصیل عند ھو لاء ان الحقیقتہ اذا کانت بحیث تکلف فیہا لم حنث والاتی من غیر تکلف حنث و معنی التکلف ان یکون بحالتہ لا یتبادر الیہا الفہم علی العموم الابخصوص النیتہ والتعمق وانت خبیر بان ہذا الایخیص بہما بل عند الامام ایضاً کث فمعنی کلامہ مہما امکن ان یمکن من غیر تکلف فتامل فیہ۔ ایک نے قسم کھائی کہ وسط دجلہ سے پیوں گا پھر اس نے ایسی جگہ سے پانی پیا جو ٹھیک دھار نہیں ہے مثلاً کنارہ سے تہائی یا چوتھائی ہے حالانکہ دھار بیچوں بیچ میں ہے تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ نہ پیوں گا خمر و نہ مثلث و نہ فلاں نہ فلاں یعنی شرابوں کے نام لیے پھر ان میں سے ایک پی تو فرمایا کہ حانث ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ اس پانی سے نہ پیوں گا پھر وہ پانی جم گیا جس میں سے اس نے کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر پھر پگھل گیا کہ اس نے اس کو پیا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ بلا اذن فلاں کے نہ پیوں گا پس فلاں نے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اس کو زبان سے اجازت نہ دی اور وہ پی گیا تو چاہیے کہ حانث ہو جائے اس واسطے کہ اس نے اجازت نہیں دی ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں تجھے آج کی رات فلاں کے گھر نہ لے جاؤں اور تجھے شراب نہ پلاؤں تو میری بیوی طالقہ ہے پس اس کو فلاں کے گھر لے گیا مگر اس کو شراب نہ پلائی تو حانث ہوا اور شیخ الاسلام نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا کہ میں اس خریف میں اس باغ کے انگوروں

---

[۱] قال المترجم یہ صریح ہے کہ صاحبین کے نزدیک بھی حقیقت کا اعتبار ہے کیونکہ اختلاف صرف مجاز متعارف مستعمل بحقیقت ہوتا ہے اور فرات سے پینے کے مسئلہ میں مجاز در حقیقت جمع ہونے سے اختلاف مشائخ ہے اور صاحب الغایہ کی نقل ہے یا استخراج ہے وہ بھی بعض مشائخ کے قول پر ہے فافہم ۱۲۔

(۱) بالکل اس میں پانی ہی نہ تھا ۱۲۔

کی شراب بناؤں گا اور اپنے یاروں کے ساتھ پیوں گا اور اس کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گا اور اگر وہ میرے گھر پہنچائی گئی تو میری بیوی طالقہ ہے پس اس نے سب انگوروں کی باغ میں شراب بنائی جس میں سے تھوڑی اپنے یاروں کے ساتھ وہیں پی اور باقی بدوں اس کی اجازت کے اس کے گھر اُٹھالائی گئی یعنی کوئی اور اُٹھالایا تو فرمایا کہ اگر اس کی مراد یہ تھی کہ سب آپ اپنے گھر نہ لے جاؤں گا تو تھوڑی پی جانے سے خواہ خود اُٹھالائے یا کوئی دوسرا پہنچا دے بدوں اس کے حکم کے وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی مراد[1] یہ تھی کہ سب وہیں پیوں گا اپنے گھر اُٹھالانے کے واسطے کچھ نہ چھوڑوں گا تو حانث ہوگا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو بھی حانث ہوگا اور ایک شخص پر شراب خواری کا عتاب کیا گیا پس اس نے قسم کھائی کہ جو اس انگور کے درختوں سے نکلتی ہے وہ نہ پیوں گا تو یہ قسم شراب پینے پر ہوگی بدیں وجہ کہ لوگوں کے معانی[2] کلام پر اعتبار کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی قسم کسی مشروب بعینہ کے پینے پر قرار دی اور حال یہ ہے کہ وہ اس مشروب کو ایک دفعہ میں پی سکتا ہے تو اس میں سے تھوڑی سی پینے سے حانث نہ ہوگا:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ عصیر[3] نہ پیوں گا پھر دانہ انگور یا خوشہ انگور اپنے حلق میں نچوڑ دیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اپنی ہتھیلی وغیرہ پر نچوڑ کر پی گیا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے یوں کہا ہو کہ عصیر میرے حلق میں نہ داخل ہوگا تو دونوں صورتوں میں حانث ہوگا قال مولانا رحمۃ اللہ یہ اماموں کا عرف ہے اور ہمارے عرف کے موافق وہ بہر حال حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ آب انگور اوّل نچوڑ میں عصیر نہیں کہلاتا ہے قال المترجم ہماری زبان کے موافق بہر حال حانث ہوگا خواہ حلق میں نچوڑے یا برتن میں نچوڑ کر پیئے وھذا عندی واللہ تعالٰی اعلم یا ایک شخص کی بیوی کے ہاتھ میں قدح پانی کا بھرا ہوا ہے اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ پانی پی لیا تو نے اس کو رکھ لیا بہا دیا یا کسی کو دے دیا تو تو طالقہ ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس میں کوئی کپڑا یا روٹی ڈال دے کہ وہ پانی کو چوس جائے ہمارے مولانا نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ اس نے یہ بھی کہا ہو تو نے یہ پانی یا اس میں سے کچھ پی لیا الی آخرہ اور اگر اس نے اس میں سے کچھ کو نہ کہا ہو پس عورت نے تھوڑا پی لیا اور کچھ پھینک دیا تو وہ حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے اپنی قسم کسی مشروب بعینہ کے پینے پر قرار دی اور حال یہ ہے کہ وہ اس مشروب کو ایک دفعہ میں پی سکتا ہے تو اس میں سے تھوڑی سی پینے سے حانث نہ ہوگا اور اگر ایک دفعہ میں اس کو نہیں پی سکتا ہے تو اس میں سے تھوڑی پینے پر قسم واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ دوا نہ پیوں گا پھر اس نے دودھ یا شہد پیا تو حانث نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور منتقی میں فرمایا کہ حاصل کلام یہ ہے کہ اس میں لوگوں کے عرف اور نام رکھنے کو دیکھا جائے گا پس ہر ایسی چیز کہ جس کو لوگ دیکھ کر کہتے ہوں کہ یہ دوا ہے اس پر اس کی قسم واقع ہوگی اور جس کا لوگ دوا نام رکھتے ہوں اس پر واقع نہ ہوگی اگرچہ حالف نے اس سے دوا کی ہو یہ مبسوط میں ہے اور ایک نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ ضرور میں آسمان کو چھوؤں گا یا ضرور میں ہوا میں اڑوں گا یا ضرور میں اس پتھر کو سونا کر دوں گا تو قسم سے فارغ ہوتے ہی حانث[4] ہو جائے گا اور وہ گنہگار بھی ہوگا اس واسطے کہ اس نے ایسے فعل کی قسم کھائی کہ غالباً اس کو نہیں کر سکتا ہے پس اس نے قسم کی ہتک حرمت کی جان بوجھ کر پس گنہگار رہوا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر ایسی قسم میں وقت بیان کیا ہو مثلاً کہا کہ کل کے

---

[1] حاصل یہ ہے کہ لغت جب مستعمل ہو تو بالاتفاق اسی پر مدار ہے اور اگر وہ مہجور ہو تو بالاتفاق مجاز متعارف ہے اور اگر حقیقت بھی متروک نہ ہو اور مجاز متعارف ہو تو امام کے نزدیک اوّل اور صاحبین کے نزدیک دوم معتبر ہے ۱۲۔ [2] لوگوں کے محاورہ میں یہی معنی مراد ہوتے ہیں ۱۲۔ [3] عصیر نچوڑا ہوا اور وہ متعارف طریقہ سے چاہیے ۱۲۔ [4] جب جانتا تھا کہ یہ غیر ممکن ہے تو اس نے قسم کی اہانت کی تو اہانت دوسرا گناہ ہے ۱۲۔

روز آسمان پر چڑھ جاؤں گا تو جب تک یہ وقت گذر نہ جائے تب تک حانث نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس سے پہلے مر گیا تو اس پر کفارہ نہیں ہوا اس واسطے کہ ہنوز وہ حانث نہیں ہوا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

باب : ⑥

کلام پر قسم کھانے کے بیان میں

اگر کسی نے کہا کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا تو اس کے اس کلام قسم کے بعد سے کلام کرنے پر ہوگی جو کہ اس کے اس کلام قسم سے جدا ہو چنانچہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پس تو میرے پاس سے چلا جایا کہا پس او فلاں نے میرے پاس سے چلا جا لیکن یہ اپنے کلام قسم سے ملا کر کہا تو حانث[1] نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو طالقہ ہے پس تو چلی جایا تو یہاں سے اُٹھ جا تو تو چلی جایا تو یہاں سے اُٹھ جا کہنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ اس کی قسم سے متصل ہے اس واسطے کہ اس نے جو قسم کھائی ہے کہ اس سے کلام نہ کروں گا یا اگر تجھ سے کلام کروں تو یہ اس کلام پر واقع ہوگی جو قسم سے مقصود ہے اور وہ ایسا کلام ہے جو کلام اوّل کے بعد از سر نو جدید ہو اور اس کا یہ کہنا کہ پس یہاں سے چلی جایا یہاں سے اُٹھ جا یہ اگرچہ حقیقتہً کلام ہے لیکن قسم سے مقصود نہیں ہے پس وہ اس سے حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ اور تو یہاں سے چلی جایا اور تو یہاں سے اُٹھ جا تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے اس کلام سے کلام جدید از سر نو مراد لیا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اپنے اس قول سے کہ چلی جا طلاق مراد لی تو چلی جا سے ایک طلاق واقع ہوگی اور ایک طلاق دیگر بسبب کلام کرنے کے قسم کی وجہ سے واقع ہوگی اس واسطے کہ جب اس نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو یہ کلام مبتدا ر ہو گیا یعنی از سر نو پس وہ حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر فلاں مذکور سے بعد قسم کے کہا کہ تو چلا جا تو حانث ہو گیا یعنی باوجود یکہ قسم سے ملا کر کہا ہے مگر چونکہ بلاحرف اتصال کہا ہے پس کلام مفصول ہو گیا اور اگر بعد قسم کے کہا کہ اور تو طالقہ ہے تو وہ حانث ہو گیا اور اگر لکھ دیا یا ایلچی بھیج دیا یا اشارہ کر دیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے نماز سے سلام پھیرا اور فلاں مذکور اس کے دائیں یا بائیں بیٹھا ہے تو بھی حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا الا اس کی اجازت سے پھر فلاں نے اجازت دے دی مگر اس کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے فلاں سے کلام کیا تو حانث ہو گیا یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی(۱) کہ کلام نہ کروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس نے نماز پڑھی اور اس میں قرأت کی یا تسبیح یا تہلیل کی یعنی سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہا تو استحساناً حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے نماز سے باہر قرأت کی یا تسبیح یا تہلیل کی تو ہمارے علماء کے نزدیک حانث ہو گیا یہ محیط میں ہے۔ فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اگر فارسی میں قسم کھائی یعنی کلام نہ کرنے کی تو خارج نماز میں بھی قرأت و تسبیح و تہلیل سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ قاری یا مسبح کہلائے گا نہ متکلم اور اسی پر فتویٰ ہے کذافی الکافی قال المترجم ہماری زبان میں بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا پھر نماز میں تکبیر کہی یا دعا کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر نماز سے باہر تکبیر کہی یا دعا کی تو حانث ہو گیا بشرطیکہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی میں ہو تو اس سے نماز میں یا غیر نماز میں کسی حال میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ

[1] یہ نہیں ہوا کہ کلام قسم بول کر خاموش ہو کر پھر چلے جانے کو کہا ہو ۱۲۔

(۱) عربی زبان میں ۱۲۔

کروں گا پھر حالف نے نماز میں فلاں مذکور کی اقتدا کی پھر فلاں مذکور نماز میں بھول گیا پس حالف نے اس کے جتانے کے واسطے سبحان اللہ کہا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر حالف نے چند لوگوں کی امامت کی جن میں محلوف علیہ یعنی جس سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی ہے شامل ہے پس اس نے نماز ختم ہونے پر اسلام پھیرا تو پہلے سلام سے حانث نہ ہوگا اور نہ دوسرے سلام سے اور یہی مختار ہے اور یہ اس وقت ہے کہ حالف امام ہوا اور اگر حالف مقتدی ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ بنا بر قول امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے حانث نہ ہوگا اور محلوف علیہ امام ہوا اور حالف مقتدی ہو پس اس نے امام کو لقمہ دیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر نماز سے باہر اس کو قرآن پڑھایا تو اماموں کے عرف کے موافق حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر حالف نے اِس کو دُور سے پکارا:

اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پس اس کو کوئی کتاب پڑھ کر سنائی پس فلاں نے اس کو لکھا تو فرمایا کہ اگر اس کو لکھوانے کا قصد کیا تو مجھے خوف ہے کہ وہ حانث ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر حالف نے اس کو دور سے پکارا پس اگر اتنی دور ہو کہ وہ نہیں سنتا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوری اس قدر ہو کہ وہ اس کی آواز سنتا ہے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر محلوف علیہ سوتا ہو پھر حالف نے اس کو پکارا پس اگر اس کو جگا دیا تو حانث ہوا اور اگر نہ جگایا تو شیخ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی مختار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر حالف ایسی جماعت پر گذرا جس میں محلوف علیہ بھی ہے پس اس نے اس جماعت پر سلام کہا تو حانث ہوگیا اگرچہ محلوف علیہ نے نہ سنا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے سوائے محلوف علیہ کے باقیوں کو مراد لیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ حانث نہ ہوگا مگر قضاءً تصدیق[2] نہ کی جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک قوم پر جس میں محلوف علیہ بھی ہے سلام کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ جانتا نہ ہو کہ فلاں ان میں ہے اور اگر اس نے استثناء کر لیا یعنی کہا کہ اسلام علیکم الا علی فلاں تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ لا علی واحد اور اس سے فلاں مذکور کی نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ عتابیہ میں ہے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر فلاں نے دروازہ بجایا پس حالف نے کہا کہ کون ہے یا کہا کہ کون ہے یا کہا کہ وہ کون ہے تو بعض نے کہا کہ حانث نہ ہوگا الا آنکہ یوں کہے کہ تو کون ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر محلوف علیہ نے اس کو پکارا پس اس نے جواب دیا کہ لبیک یعنی حاضر ہوں یا کہا کہ لبی[1] یعنی میں حاضر ہوں تو قسم میں حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ تجرید میں لکھا ہے کہ اگر محلوف علیہ کے دروازہ کھٹکانے کے بعد اس نے کہا کہ من ہذا یعنی کون ہے یہ آدمی تو حانث ہوگا اور اگر اس سے کہا کہ تو تھک گیا ہے یا ست ہوگیا ہے پس اس نے کہا خوب است یعنی اچھا ہے یا کہا کہ ہاں[2] یا کہا کہ ارے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر فلاں نے کسی دوسرے کو پکارا پس حالف نے کہا کہ میں حاضر ہوں تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر فارسی میں کہا کہ بلی تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا پھر اس کی بیوی آئی اور وہ کھانا کھاتا تھا پس بیوی سے کہا کہ ہا یعنی تو بھی کھا تو حانث ہوگیا یہ محیط میں ہے۔ قسم کھائی کہ اپنی بیوی سے کلام نہ کروں گا پھر گھر کے اندر گیا اور اس میں سوائے بیوی

---

[1] یہ فارسی عرف عوام ہے بجائے لبیک کے بدوں کاف بولتے ہیں ۱۲۔ [2] تصدیق قول یہ عربی زبان میں بوجہ الف لام کے محتمل ہے اور اردو زبان میں حانث ہونا چاہئے بلکہ یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ دینا چاہئے اور نیت کی تصدیق نہ ہوگی ۱۲۔

کے کوئی نہ تھا پس کہا کہ یہ چیز کس نے رکھی یا یہ چیز کہاں ہے تو حانث ہوگا اور اگر اس دار میں سوائے اس عورت کے کوئی دوسرا بھی ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس نے کیا ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ گھر میں سوائے عورت کے کوئی نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر اس سے ایسی عبارت میں بات کی کہ فلاں اس کو نہ سمجھا تو بھی حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اور قسم کھائی کہ فلاں سے کام نہ کروں گا پھر فلاں مذکور نے کسی کو گالی دی اور حالف نے اس کو کہنا چاہا کہ منع کرنا چاہا پھر تک ہے کہنے پایا تھا کہ اس کو قسم یاد آ گئی کہ خاموش ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس قدر غیر مفہوم ہے پس کلام نہ ہوگا اور فلاں مذکور نے حالف کے باپ کو گالی دی پس حالف نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہی ہے تو حانث ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس نے قسم کھائی ہے کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا اس نے کسی دوسرے سے کلام کیا اور غرض یہ ہے کہ فلاں مذکور کو سنادے تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر دیوار سے کلام کیا اور کہا کہ اے دیوار ایسا و ایسا ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ غرض اس کی یہ ہو کہ فلاں سن لے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس غلام سے کلام نہ کروں گا پھر فلاں نے اپنا غلام فروخت کر دیا پھر حالف نے اس سے کلام کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا:

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک نے کہا کہ امراته طالق ان تزوجت النساء اور اشتریت العبید او کلمت الرجال او الناس میری جورو طالقہ ہے اگر میں نے عورتوں سے نکاح کیا یا غلاموں کو خرید کیا یا مردوں سے کلام کیا یا لوگوں سے کلام کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا یا ایک مرد سے کلام کیا یا ایک غلام خریدا تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ مسکینوں یا فقیروں سے کلام نہ کروں گا پھر ان میں سے ایک سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اس نے تمام مردوں یا تمام عورتوں کی نیت کی ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور کبھی حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ: ان تزوجت نساء او اشتریت عبیدا او کلمت رجالا فکذا اگر میں نے عورتوں کو نکاح میں لیا یا غلاموں کو خریدا یا مردوں سے کلام کیا تو چنین و چنان ہے پس تب تک تین غلام نہ خریدے یا تین عورتوں سے نکاح نہ کرے یا تین مردوں سے کلام نہ کرے تب تک حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے جنس مراد لی یعنی جنس عورت سے نکاح نہ کروں گا تو ایک عورت سے نکاح کرنے اور ایک غلام خریدنے سے حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور تین سے زیادہ کی نیت کی ہو تو ہو سکتا ہے اور اگر دو کی نیت کی تو نہیں صحیح ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ بنی آدمؑ سے کلام نہ کروں گا پھر کسی ایک آدمی سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے اس سے کل آدمیوں کی نیت کی ہو تو کبھی حانث نہ ہوگا اور دیانۃً و قضاءً اس کی تصدیق ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس غلام سے کلام نہ کروں گا پھر فلاں نے اپنا غلام فروخت کر دیا پھر حالف نے اس سے کلام کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کروں گا پس اگر کوئی غلام معین مراد لیا ہے تو یہ کلام اور قولہ فلاں کے اس غلام سے دونوں یکساں ہیں اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو پس اگر فلاں کے ایسے غلام کیا جو وقت قسم کے موجود تھا اور وقت حانث ہونے کے بھی موجود ہے تو بالاجماع حانث ہوگا اور اگر ایسے غلام سے کلام کیا کہ وہ وقت قسم کے موجود تھا اور وقت کلام کرنے کے اس کا غلام نہ تھا تو بالاتفاق حانث نہ ہوگا اور اگر وقت قسم کے اس کا غلام نہ تھا اور وقت کلام کرنے کے اس کا غلام تھا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

شیخ ابو بکرؒ نے فرمایا کہ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کروں گا پھر اس کی مضاربت کے غلام سے جن میں

اس کا نفع[1] شریک ہے یا نہیں کلام کیا تو بالاجماع حانث نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے دوست یا فلاں کی زوجہ یا فلاں کے بیٹے یا مثل ان کے سے جن کی اضافت فلاں کی طرف بہ حکم ملک نہیں ہے کلام نہ کروں گا پھر فلاں مذکور نے بعد اس قسم کے نکاح کیا یا بعد قسم کے اس کا بیٹا پیدا ہوا پھر حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کی بیوی سے کلام نہ کروں گا حالانکہ فلاں کی کوئی بیوی نہیں ہے پھر اس نے ایک نکاح کیا اور اس عورت سے حالف نے کلام کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام محمدؒ اس کے خلاف فرماتے ہیں کہ حانث نہ ہوگا اور حجتہ میں لکھا ہے کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر حالف نے ایسی عورت سے کلام کیا جس کو فلاں مذکور نے بعد اس کی قسم کے بائیں کر دیا یا ایسے شخص سے جس سے فلاں مذکور نے بعد اس کی قسم کے دشمنی کر لی ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر حالف نے اپنی قسم میں یوں کہا ہو کہ فلاں کی زوجہ یہ عورت یا فلاں کا دوست یہ شخص پھر حالف نے زوجیت یا دوستی دور ہو جانے کے بعد اس سے کلام کیا تو بالاتفاق حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے غلاموں سے کلام نہ کروں گا تو موافق ظاہر الروایت کے یہ قسم کم سے کم ادنے مرتبہ جمع پر ہوگی یعنی عربی زبان کی قسم میں تین پر اور فارسی و اردو میں دو پر ہوگی پس عربی زبان کی قسم میں اگر اسکتے میں غلاموں سے منجملہ دس غلاموں کے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر دو سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا کہ جمع کا ہونا ضرور ہے جیسے فارسی و اردو میں کم سے کم دو ہونا ضرور ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے بزیادۃ من المترجم۔

اگر قسم کھائی کہ اس چادر والے سے کلام نہ کروں گا پھر اس سے اس وقت کلام کیا کہ وہ اس چادر کو فروخت کر چکا ہے تو بالاجماع حانث ہوگا:

اگر اس نے فلاں کے کل غلام مراد لیے ہوں تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی زوجات سے کلام نہ کروں گا یا فلاں کے اصدقاء سے کلام نہ کروں گا تو جب تک سب سے کلام نہ کرے حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بھائیوں سے کلام نہ کروں گا حالانکہ اس کا ایک ہی بھائی ہے پس اگر وہ جانتا تھا تو اس ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا اور نہیں جانتا تھا تو نہیں حانث ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس چادر والے سے کلام نہ کروں گا پھر اس سے اس وقت کلام کیا کہ وہ اس چادر کو فروخت کر چکا ہے تو بالاجماع حانث ہوگا اور اگر چادر مذکور خریدنے والے سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو مجھ پر قسموں سے اس قدر ہیں کہ جس قدر کہ فلاں چاہے پس اس سے کلام کیا اور فلاں نے چاہا کہ اس پر تین قسمیں ہوں یا کم یا زیادہ تو اس پر اس طرح نہیں لازم آئی گی یعنی وہی ایک کفارہ شرعی جو شرع سے واجب ہوا لازم آئے گا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایحوم حوم فلاں یعنی گروہ سے گروہم یعنی اس کے آس پاس بھی نہ جاؤں گا تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا یہ خلاصہ میں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو وہ آزاد ہے یا یہ پھر فلاں سے کلام کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ متولی کو اختیار ہے دونوں میں سے جس پر چاہے عتاق واقع کرے اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں سے

---

[1] فلاں مذکور کسی کا مضارب ہے پس یہ غلام مال مضاربت کا ہے پس اگر اس غلام میں نفع بھی شریک ہے یعنی مثلاً ہزار درہم راس المال تھا اور کسی چیز کو خرید کر اس کے فروخت کرنے میں ڈیڑھ ہزار ہوا پھر اس ڈیڑھ ہزار سے خریدا ہوا یہ غلام ہے یا ایسا نہیں ہے شرکت نفع میں احتمال تھا کہ یہ اس کا غلام ہے ۱۲۔

کلام کیا تو ہر غلام جس کا میں مالک ہوں یا ہر باندی جس کا میں مالک ہوں آزاد ہے پھر فلاں سے کلام کیا تو فرمایا کہ یہ دونوں کے عتق پر واقع ہوگی چنانچہ ہر غلام کہ اس کا مالک ہوئے اور ہر باندی کہ اس کا مالک ہوئے آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو مجھ پر حج ہے یا عمرہ تو اس کو دونوں میں سے اختیار ہو جو چاہے ادا کرے یہ محیط میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اپنی ساس سے کلام نہ کروں گا پھر وہ اپنی بیوی کے پاس اس کے میکے گیا اور اس سے جھگڑے کی باتیں باہم واقع ہوئیں پس اس کی ساس نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوا ہے تو ایسا ایسا نہیں کرتا ہے پس اس نے کہا کہ اس کو کھانا دیتا ہوں اس کے واسطے کپڑا لاتا ہوں پھر دعویٰ کیا کہ میں نے ساس کو جواب دینے کی نیت نہیں کی تھی بلکہ جورو کو مراد لیا تھا تو فرمایا کہ اس قول کی تصدیق ہوگی اور صحیح[1] یہ ہے کہ قضاءً اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے اپنے باپ سے کلام کیا تو سب جو کچھ میری ملک میں ہے صدقہ ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی سب املاک کسی معتمد کے ہاتھ بعوض کپڑے میں لپٹی ہوئی چیز کے فروخت کر دے پھر اپنے باپ سے کلام کرے کہ اس پر کچھ لازم نہ آئے گا پھر بیع کو بحکم خیار رؤیت کے رد کر دے یعنی کپڑے میں لپٹی ہوئی چیز جو ثمن ہے دیکھ کر ناپسند کر کے بیع رد کر دے یہ خلاصہ میں ہے بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے فلاں سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر دوسرے نے کہا کہ الا تیری اجازت سے تو اسی طور سے حانث ہوگا کہ بدوں اس کی اجازت کے فلاں سے کلام کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر فلاں مذکور گوشت بیچتا ہوا نکلا پس حالف نے اس کو پکارا کہ اے گوشت والے تو حانث ہو گیا اور اگر فلاں مذکور نے چھینکا پس حالف نے کہا کہ یرحمک اللہ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر حالف بازار میں گذرا پس کہا کہ پوشت اور فلاں مذکور وہاں ہے تو حانث نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ ہر بار کہ کلام کیا میں نے ان دونوں مردوں میں سے کسی ایک سے تو میری بیویوں میں سے ایک بیوی طالقہ ہے پھر دونوں سے ایک ہی کلام کیا تو دو طلاق واقع ہوں گی کہ ان کو چاہے دو عورتوں پر ڈالے یا ایک ہی پر ڈالے یہ کافی میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیری طلاق کے ساتھ کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر بیوی سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے پس بیوی نے کہا کہ میں نہیں چاہتی ہوں تو بعض نے فرمایا ہے کہ اس کا غلام آزاد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

تثنیہ (دو) ذکر کر کے واحد (ایک) مراد لینا:

اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تکلم بشرك کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر کہا کہ ان الشرك لظلم عظيم تو بھی یہی حکم ہے قال المترجم متبادر ہمارے عرف میں اس سے یہ ہے کہ بات ایسی کہے جو شرک ہے یا کلام ایسا کرے جو طلاق ہے وفيما ذكره مع بعده فالثاني العبدهن الاوّل اور حسنؒ نے فرمایا کہ ان سب میں نیت اس کی درست[2] ہے پس جو اس کی نیت ہوگی اس کے موافق حکم ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میری کچھ نیت نہ تھی تو میرے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ قول اوّل احب ہے اور بعض نے قول حسنؒ کو اختیار کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے وقال المترجم قول حسنؒ بنظر عرف ہمارے نزدیک ماخوذ ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ اسد بن عمرو سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیرے قذف کا کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس عورت سے کہا کہ تو زانیہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر نکاح کر کے قبل وطی کے اپنی بیوی

---

[1] محل النزاع ہو قول اس کو اور اگر بجائے اس کو کے تجھ کو کہتا تو کچھ جھگڑا نہ تھا ۱۲۔ [2] ان صورتوں میں اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری یہ نیت تھی تو اس کی نیت صحیح ہے اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی ۱۲۔

سے تین مرتبہ کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے تو دوسری بار یہ کلام قسم کہنے پر پہلی قسم میں حانث ہوا اور دوسری قسم امام کے نزدیک منعقد ہوگی اور تیسری بار اس طرح قسم کھانے سے دوسری قسم منعقدہ بلا جزاء منحل ہوگی اور تیسری منعقدنہ ہوگی اور اگر اس نے تیسری قسم نہ کھائی یہاں تک کہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا پھر اس سے کلام کیا تو دوسری قسم کی وجہ سے ہمارے نزدیک طالقہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے فلاں و فلاں سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پس اس عورت نے ایک سے کلام کیا نہ دوسرے سے پس اگر اس کی نیت یہ ہو کہ جب تک دونوں سے کلام نہ کرے حانث نہ ہو تو اس کی نیت پر ہوگی کہ وہ حانث نہ ہوگا یا کچھ نیت نہ کی ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر نیت ہو کہ ایک سے بھی کلام کرے تو حانث ہوگا اور اگر کسی مقام میں ایسے کلام میں یہ عرف ہو کہ انفراد مقصود ہوتا ہے یعنی ایک کسی سے کلام نہ کرے اجتماع نہیں مقصود ہوتا ہے کہ حانث جب ہو جب دونوں سے کلام کرے تو اس مقام کے عرف کے موافق حالف کی یہی نیت قرار دی جائے گی اور قسم کھائی کہ فلاں و فلاں سے کلام نہ کروں گا پس اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو یا یہ نیت ہو کہ حانث نہ ہوئے الا دونوں سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ ایک سے کلام کرنے سے حانث ہو تو اس کی نیت پر حکم ہوگا اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر کچھ نیت نہ ہو تو بھی ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا لیکن مختار یہ ہے کہ نہیں حانث ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے قال المترجم شیخ ابو القاسمؒ کے دیار میں عرف[1] ہوگا کہ ایک سے کلام نہ کرنا مقصود ہوتا ہوگا جیسے ہمارے عرف میں ہے لہٰذا یہ حکم بنظر عرف صحیح اور وہاں کے عرف کے موافق مختار ہوگا جیسے ہمارے یہاں ہے واللہ اعلم اور اگر کہا کہ ان دونوں آدمیوں سے کلام نہ کروں گا یا فارسی میں کہا کہ بایں دوتن سخن نہ گویم تو ان میں سے ایک سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے ایک سے کلام نہ کرنے کی بھی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح نہ ہوگی یہ مشائخ کا قول ہے اور مولفؒ نے فرمایا کہ نیت صحیح ہونی چاہیے اس واسطے کہ تثنیہ ذکر کر کے ایک مراد لیا جاتا ہے پس جبکہ وہ کہتا ہے کہ میری نیت ایسی تھی اور حال یہ ہے کہ اس سے اس کے نفس پر سختی ہوتی ہے تو تصدیق کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان و خلاصہ میں ہے قال المترجم یصح عندنا مطلقاً اگر کہا کہ اس قوم کے لوگوں سے یا اہل بغداد سے کلام کرنا مجھ پر حرام ہے پھر ان میں سے ایک آدمی سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور یہ برخلاف اس کے ہے کہ جو ہم نے بیان کیا اس صورت میں کہ اس نے کہا کہ واللہ میں ان دو آدمیوں سے کلام نہ کروں گا یا فارسی میں کہا کہ واللہ بایں دوتن سخن نہ گویم بدینوجہ کہ ہم نے اس صورت میں بیان کیا کہ بالاتفاق ایک سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا اور فتویٰ کے واسطے یہی مختار ہے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے قال ہمارے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہوگا کما تقدم ذکرنا ھناک ایضاً تافھم۔

اگر کہا کہ کلام فلاں و فلاں مجھ پر حرام ہے پھر دونوں میں سے ایک سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور بعض نے کہا حانث نہ ہوگا الا اس نے ہر ایک سے کلام نہ کرنے کی نیت کی ہو اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایکلم فلانا او فلانا یعنی فلاں یا فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر ایک سے کلام کیا تو حانث ہوگا قال المترجم ہمارے عرف کے موافق یہ مفہوم مردود ہے کہ اس کی مراد یہ ہوگی کہ ان دونوں میں سے ایک سے کلام نہ کروں گا پس جب کسی ایک سے کلام کر لیا تو دوسرا کلام نہ کرنے کے واسطے متعین ہو گیا کہ جب اس سے کلام کریں گا حانث ہوگا واللہ اعلم اور اسی طرح اگر کہا کہ میں کلام نہ کروں گا فلانے سے اور نہ فلاں سے تو ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم یہ ہمارے عرف کے بھی موافق ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ

---

[1] عرف اقوال ہمارے عرف میں بھی یہ مقصود نہیں ہوتا کہ مجموعہ دونوں سے کلام نہ کروں گا بلکہ ایک سے بھی کلام نہ کروں گا اور قولہ قال المترجم یصح یعنی ہر حال میں نیت صحیح ہے ۱۲۔

کلام نہ کروں گا فلانے یا فلانے وفلانے سے تو پہلے سے کلام کرنے سے اور باقی دونوں سے کلام کرنے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ واللہ کلام نہ کروں گا فلانے وفلانے یا فلانے سے تو پہلے دونوں سے یا پچھلے[ل] ایک سے کلام کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اکیلے اوّل سے یا دوسرے سے کلام کیا تو حانث[1] نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ان خرجت من هذه الدار حتی اکلم الذی هو فیها فامراته طالق یعنی اگر میں نے اس شخص سے جو دار میں ہے کلام نہ کیا یہاں تک کہ میں اس دار سے نکل گیا تو میری بیوی طالقہ ہے اور اس دار میں کوئی آدمی نہیں ہے پس وہ باہر نکل گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنی باندیوں سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے کلام کیا تم میں سے کسی ایک سے تو تم میں سے ایک سوائے[2] اس کے آزاد ہے پھر اس نے صحت میں چار سے کلام کیا اور قبل بیان کے مرگیا تو سب آزاد ہوں گی یہ کافی میں ہے قال المترجم میرے نزدیک یہ مراد نہیں ہے کہ اگر سب دس ہوں مثلاً تو سب کی سب مفت آزاد ہو جائے گی بلکہ مراد یہ ہے کہ آزاد تو سب ہونگی مگر سعایت لازم آئے گی یعنی جس پر جس قدر مال سعایت کر کے ادا کرنا واجب ہو بعد منہائی اس قدر حصہ کے جو آزاد ہوا ہے ادا کرے گی فافہم۔ اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ بات فلاں سے کہی تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے وہ بات فلاں مذکور سے کہی لیکن ایسی عبارت میں کہی کہ فلاں مذکور نہ سمجھا تو عورت مذکورہ طالقہ ہوگی جیسے کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا پھر ایسی عبارت میں کلام کیا کہ فلاں اس کو نہ سمجھا تو حانث ہوتا ہے پس ایسا ہے یہاں ہے یہ محیط میں ہے۔ تجہ میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ کسی چیز سے کلام نہ کروں گا پھر کسی جماد سے یا ایسے حیوان سے جو ناطق نہیں ہے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر گونگے یا بہرے سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر اطفال سے کلام کیا پس اگر سمجھتے ہوں تو حانث ہوا اور اگر نہ سمجھتے ہوں تو حانث نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ شمس الاسلام اور جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ کسی سے کلام نہ کروں گا پھر ایک کافر اس کے پاس اسلام لانے کے واسطے آیا تو شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ صفت اسلام بیان کر دے اور وہ سب بیان کر دے جس سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے اور اس سے بات نہ کرے پس حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر ایسی صورت میں یہ دیکھے کہ میرے کلام نہ کرنے سے اس کے اسلام میں تاخیر ہوگی بدینوجہ کہ اس کی خاطر کو انقباض ہوتا ہے تو لازم ہے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے اور اس کو خوشی خاطر سے مسلمان کرے واللہ تعالیٰ اعلم ایک نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ کسی اجنبی مرد سے باتیں کرتی ہے پس اس کو غصہ آیا اور عورت سے کہا کہ اگر تو نے اس بعد کسی مرد اجنبی سے بات کی تو تو طالقہ ہے پھر اس کے بعد اس کی عورت نے شوہر کے شاگرد پیشہ سے بات کی جو اس عورت کا ایسا ناتے دار نہیں ہے جس سے نکاح حرام ہو یا کسی ایسے مرد سے جو اسی دار میں رہتا ہے جس سے شناسائی ہے مگر وہ اس عورت کا ذی محرم محرم نہیں ہے یا عورت نے اپنے کسی ذوی الارحام یعنی ناتے دار سے بات کی حالانکہ وہ بھی ایسا نہیں ہے کہ اس سے نکاح حرام ہوئے تو وہ عورت طالقہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہ کرونگا پھر اس کے بوڑھے ہو جانے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ لایکلم رجلا ایک مرد سے بات نہ کروں گا پھر اس نے ایک مرد سے بات کی اور کہا کہ میں نے اس کے

ل مترجم کہتا ہے کہ اس سے مجھے ظاہر ہوا کہ جو خلاصہ میں مذکور ہے وہی صحیح ومختار ہے۔۱۲

(۱) یا صورت اولیٰ میں دوسرے تیسرے سے تنہا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔۱۲ (۲) جس سے کلام کیا ہے۔۱۲

سوائے دوسرے کو مراد لیا ہے تو حانث نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر کہا کہ لایکلم الرجل یعنی مرد سے بات نہ کروں گا تو جنس مرد پر قسم ہو گی یا تعیین درست ہوگا کہ کسی مرد سے بات کرنے سے حانث ہوگا یہ محیط[۱] میں ہے اگر قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہ کروں گا پھر اس کے بوڑھے ہو جانے کے بعد اس سے بات کی تو حانث ہوگا یہ حاوی میں ہے اگر قسم کھائی کہ طفل سے بات نہ کروں گا پھر کسی بوڑھے سے بات کی حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ مرد سے بات نہ کروں گا پھر طفل سے بات کی تو حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے عورت سے بات کی تو میرا غلام آزاد ہے پھر لڑکی (۱) سے بات کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے عورت سے نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر لڑکی سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ بچپن کلام کرنے سے بالغ ہے پس عورت کے حق میں جو قسم معقود ہو اس میں لڑکی کا مراد لینا عادت کی راہ سے نہ ہوگا اور نکاح کرنا ایسا نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا مرد سے یا طفل سے یا غلام سے یا شاب سے یا کہل سے یعنی ان میں سے کسی سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں غلام نام ایسی عمر کے مرد کا ہے جو بالغ نہ ہوا ہو پھر جب بالغ ہوا تو شاب ہو گیا اور اس کو فتی بھی کہتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شاب پندرہ برس سے تیس برس تک ہے جب تک اس پر شمط غالب نہ ہو اور کہل تیس برس سے پچاس برس تک ہے اور پچاس برس سے زیادہ کا شیخ کہلاتا ہے اور پندرہ برس سے کم شاب نہیں ہے اور تیس برس سے کم کا کہل نہیں کہلاتا ہے اور پچاس برس سے کم کا شیخ نہیں کہلاتا ہے اور اس کے درمیان میں جو عمر ہے اس میں شمط معتبر ہے اور قدوری میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ شاب پندرہ برس سے پچاس برس تک ہے الا آنکہ شمط اس پر اس سے پہلے غالب ہو جائے اور کہل تیس برس سے آخر عمر تک ہے اور شیخ پچاس برس سے زیادہ عمر کا ہوتا ہے پس بنا بر اس روایت کے پچاس برس سے زیادہ عمر والے کو امام ابو یوسفؒ نے شیخ بھی قرار دیا اور کہل بھی اور وصایا النوازل میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ تیس برس کا کہل ہے اور نیز امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ جو تینتیس برس کا یا اس سے زیادہ کا ہوئے وہ کہل ہے پھر جب پچاس برس کا ہو گیا تو وہ شیخ ہے اور تو اور بن وسماعہ میں لکھا ہے کہ کہل تیس برس سے چالیس برس تک ہے اور شیخ وہ ہے کہ پچاس سے اس کی عمر زیادہ ہو اگرچہ اس کے بال سفید نہ ہوئے ہوں اور اگر چالیس برس سے عمر زیادہ ہوئی اور اس کے سفید بال بہت ہو گئے تو وہ شیخ ہے اور اگر سیاہ زیادہ ہوں تو شیخ نہیں ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ غلام وہ ہے کہ پندرہ برس سے عمر میں کم ہو اور شاب و فتی وہ ہے کہ پندرہ برس یا زیادہ کا ہوا اور جب چالیس برس کا ہوا تو اس وقت سے ساٹھ برس تک کہل ہے الا آنکہ بالوں کی سفیدی اس پر غالب ہو جائے تو وقت غلبہ سے شیخ ہوگا اور اگرچہ پچاس برس تک کی عمر نہ ہوئی ہو مگر کہل جب تک چالیس برس کا نہ ہوگا اور جب تک چالیس سے تجاوز نہ کرے تب تک شیخ نہ ہوگا اور قال المترجم یہی ہمارے عرف کے موافق ہے ولکن لادخل له فی الشرع فی مثل ذلك فلیتعدا مالفتوار حمهم الله تعالٰی۔

اگر کہا: ان کلمتك الان تکلمنی او الی ان تکلمنی اور حتی تکلمنی فکذا :

اگر قسم کھائی کہ یتامی[۲] بنی فلاں یا قسم کھائی کہ ارامل (۲) بنی فلاں سے یا قسم کھائی کہ شیب بنی فلاں یا قسم کھائی کہ ایامی (۳) بنی فلاں سے کلام نہ کروں گا تو ہم کہتے ہیں کہ یتیم وہ کہلاتا ہے کہ اس کا باپ مر گیا اور ہنوز وہ صغیر ہے کہ بالغ نہیں ہوا ہے تو جب بالغ

---

[۱] محیط میں ہے اقول ہمارے عرف میں اگر کہا کہ مردوں سے بات نہ کروں گا تو بھی سب کی نیت نہیں ہو سکتی ہے بلکہ جنس مراد لی جائے گی یعنی اس جنس سے بات نہ کروں گا تو ایک سے حانث ہوگا ۱۲۔ [۲] ای یتیماں فرزندان فلاں یعنی فلاں کی اولاد میں جو یتیم ہیں ۱۲۔

(۱) جوان نہ تھی ۱۲۔ (۲) رانڈ و بے خاوند عورتیں ۱۲۔ (۳) ایامی جمع ایم مرد بے زوجہ و عورت بے شوہر ۱۲۔

ہو گیا تو ہم اس کو یتیم نہیں کہتے ہیں ایسا ہے امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور امام محمد کا قول لغات میں حجت ہے اور ارامل جمع ارملہ ہے وہ ہر ایسی عورت بالغہ فقیر محتاجہ ہے کہ اس کو اس کے شوہر نے جدا[1] کر دیا ہو خواہ اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو پس یہ نام مخصوص عورت کے ساتھ ہے اور اسی بالغہ پر بولا جاتا ہے جس کو اس کے شوہر نے جدا کر دیا ہو اور اسی پر بولا جاتا ہے جو فقیر محتاجہ ہو ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے اور ان کا قول لغات میں حجت ہے اور ایم ہر ایسی عورت بولتے ہیں جس سے جماع کیا گیا ہو خواہ بہ نکاح جائز یا فاسد یا بطور زنا اور حال یہ ہو کہ اس کو اس کے شوہر نے جدا کر دیا ہو خواہ وہ فقیرہ ہو یا غنیہ ہو یا صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر کیا ہے اور شیب ہر ایسی عورت ہے کہ اس سے حلال یا حرام طور پر جماع کر لیا گیا ہو خواہ اس کا شوہر ہو یا نہ ہو صغیرہ ہو یا بالغہ ہو غنیہ ہو یا فقیرہ ہو یا ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ ان كلمتك الان تكلمني او الى ان تكلمني حتى تكلمني فكذا یعنی اگر میں نے تجھ سے کلام کیا الا آنکہ تو مجھ سے کلام کرے یا تا آنکہ تو مجھ سے کلام کرے یا یہاں تک کہ تو مجھے سے کلام کرے تو چنین[2] و چناں پھر دونوں نے ایک دوسرے کو ساتھ ہی سلام کیا تو امام محمدؒ کے قول میں حالف حانث ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں مکہ کو جانے کو نکلے پھر ایک نے قسم کھائی کہ میں اس سے کلام نہ کروں گا یہاں تک کہ مکہ سے لوٹوں پھر دونوں راستہ سے لوٹ آئے پھر حالف نے اس نے کلام کیا تو حانث ہوگا اور یہ قسم مکہ میں جا کر لوٹ آنے پر ہوگی الا آنکہ دونوں میں مرافعت یا کوئی اور بات ہو یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے ابتداء کی کلام میں یا تزوج میں پھر دونوں میں ملاقات ہوئی پھر دونوں نے ایک دوسرے پر ساتھ ہی سلام کیا یا دونوں نے ساتھ ہی نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور حالف سے بعد اس واقعہ کے قسم ساقط ہو جائے گی حتیٰ کہ اس قسم سے اب بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ ابتداء کلام اس کی طرف سے واقع ہونے سے یاس ہوگئی اس واسطے کہ جو کلام اس کے بعد حالف سے پایا جائے گا وہ ایسا ہی ہوگا کہ بعد کلام محلوف علیہ کے ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کرنے میں پہل کی تو تو طالقہ ہے اور عورت نے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کرنے میں پہل کی تو میری باندی آزاد ہے پھر شوہر نے اس عورت سے کلام کیا تو مرد اپنی قسم میں حانث[i] نہ ہوگا اور بیوی بھی اپنی قسم میں حانث نہ ہوگی کیونکہ اس نے پہل نہیں کی ہے اور اگر دونوں نے ساتھ ہی ایسے ہی قسم کھائی ہو تو چاہیے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے ساتھ ہی کلام کرے کہ دونوں میں سے کوئی حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کروں قبل اس کے کہ تو مجھ سے کلام کرے تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں سے ملاقات ہوئی پس ہر ایک نے دوسرے کو ایک ساتھ ہی سلام کیا حالف اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ کلام نہ کروں گا کسی سے کبھی الا دو مردوں میں کے ایک سے کوفی ہو یا بصری ہو:

چند لوگ ایک مجلس میں بیٹھے باتیں کرتے تھے پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ جس نے اس کے بعد کلام کیا اس کی بیوی طالقہ ہے پھر اسی کہنے والے نے کلام کیا تو اس کی بیوی طالقہ ہوگی یہ فتاویٰ[ii] قاضی خان میں ہے۔ خزانہ میں لکھا ہے کہ ایک نے کہا کہ جس نے غلام عبداللہ سے کلام کیا اس کی بیوی طالقہ ہے اور عبداللہ ہی قسم کھانے والا ہے اور اسی کا غلام یہ غلام ہے پس اس نے

---

[i] اس واسطے کہ بیوی قسم کھانے میں اس سے پہلے کلام کر چکی ہے ۱۲۔ [ii] اگر کوئی دوسرا کلام کرے تو اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی ۱۲۔

(۱) خواہ موت یا طلاق ۱۲۔ (۲) میری بیوی طالقہ ہے یا غلام آزاد ہے ۱۲۔

خود اپنے غلام سے کلام کیا تو حانث ہوگیا یہ خلاصہ میں ہے ایک نے کہا کہ واللہ میں فلاں سے کلام نہ کروں گا استغفر اللہ انشاء اللہ تعالیٰ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ استثناء صحیح ہے اور حانث نہ ہوگا اور یہ حکم ازراہ[1] دیانت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے امام محمد نے فرمایا کہ ایک نے کہا کہ واللہ کلام نہ کروں گا کسی سے الا فلاں یا فلاں سے تو اس کو اختیار ہے چاہے دونوں سے کلام کرے یا ایک سے یعنی ان دونوں سے کلام کرنے میں منفرداً یا مجموعاً حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ کسی سے کلام نہ کروں گا الا شخص بصری یا کوئی سے پھر اس نے بصرہ کے رہنے والے سے یا کوفہ کے رہنے والے سے کلام کیا یا دونوں سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کوفہ کے تمام آدمیوں سے یا بصرہ کے تمام آدمیوں سے یا کوفہ و بصرہ کے تمام آدمیوں سے کلام کیا تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ کسی آدمی سے کلام نہ کروں گا الا ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی سے تو اس صورت میں مستثنیٰ ان دونوں میں سے ایک آدمی ہے پس اگر ان میں سے ایک سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دونوں سے کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ کلام نہ کروں گا کسی سے بجز الا دو مردوں میں کے ایک سے کوفی ہو یا بصری ہو یا کہا کہ کسی سے کلام نہ کروں گا الا ان دو میں سے ایک سے کوفی ہو یا بصری ہو پھر اس نے ایک کوفی یا بصری سے کلام کیا یا دونوں سے کلام کیا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا یہ محیط میں ہے قال المترجم ہماری زبان کے موافق اس میں تامل ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ واللہ کسی سے کلام نہ کروں گا الا مرد واحدا از اہل کوفہ سے پھر اس نے کوفہ کے دو مردوں سے کلام کیا تو حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ الا مرد کوفی سے تو کوفہ کے تمام مردوں سے کلام کرنے سے حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیری حصیری میں ہے۔

زید و عمرو نے اپنے درمیان مشترک باندی کے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا اور قاضی نے دونوں سے اس کے نسب کا حکم دیا پھر خالد نے کہا کہ اگر میں نے زید کے بچہ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے اور بکر نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کے بچہ سے کلام کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں نے اسی بچہ مذکور سے کلام کیا تو حانث ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو سے کلام کیا تو میں کفارہ کا شریک ہوں ان باتوں میں اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہوں جو اس کے لائق نہیں ہیں پھر اس نے عمرو سے کلام کیا تو کیا واجب ہوگا فرمایا کہ اس پر کفارہ قسم واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم مشائخ کے نزدیک ایسی قسم عربی زبان میں قسم ہوتی ہے اور اردو فارسی میں واللہ اعلم کیا حکم ہے جوانکان فلیکن کذلك فافهم۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کلام نہ کروں گا پھر عمرو نے اس کو خوشخبری دی تو اس نے کہا کہ الحمد للہ یا بری خبر سنائی تو اس نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون تو اس سے حانث[2] نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بدخبری کی صورت میں زید نے عمرو سے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے و تجھے دونوں کو محفوظ رکھے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کیا تو گھر جانا مجھ پر حرام ہے اور کلام کیا پھر دار[3] میں داخل ہوا اور بکر سے کلام کیا تو اس پر ایک کفارہ قسم واجب ہوگا اور اگر یوں لہا ہو کہ اور کلام بکر حرام ہے تو ایسی صورت میں اس پر دو قسموں کے دو کفارے واجب ہوں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم: ان سالكتك انت يمين جزاوه يمين اوانت يمين حنثت لزمك يمين لوانت يمين لو حنثت لايلزمك الكفارة الايمين فاجب بما ذكرنا من توله اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کلام کیا الی آخر فتدبر۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے فلانہ عورت سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پھر اس کی بیوی نے ایک روز کپڑے دھوئے پھر

---

[1] قضاءً تصدیق نہ ہوگی ۱۲۔ [2] کیونکہ یہ شکر الٰہی یا صبر ہے اور سے کلام نہیں ہے ۱۲۔ [3] عمرو سے کلام کیا پس قسم منعقد ہوئی پس دار میں داخل ہوا الی آخرہ ۱۲۔

اتنے میں فلانہ مذکورہ آئی اور اس سے کہا کہ تو تھک گئی ہے اس نے یہ جان کر کہ یہ فلانہ ہے یا بے جانے جواب دیا کہ نہیں اچھی ہوں یا کہا کہ ہاں تو یہ سب کلام ہے پس وہ طالقہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے کہ اصل یہ کلام[1] وحدیث یعنی بات و خطاب یہ جب ہی ہوتے ہیں جب بالمشافہ ہوں یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ فلاں آ گیا ہے تو میری بیوی طالقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اس کو فلاں کے آ جانے کی جھوٹ خبر دی تو زید حانث ہو گیا یعنی اس کی بیوی طالقہ ہو گئی اور غلام آزاد ہو گیا بخلاف اس کے اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے فلاں کی آمد کی خبر دی تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اس کی جھوٹی خبر دی تو اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ میری بیوی گھر میں ہے تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اس کو جھوٹی خبر دی کہ تیری بیوی گھر میں ہے تو حانث ہوا اور اس کا غلام آزاد ہو گیا اور اگر کہا کہ اگر تو نے میری بیوی کے گھر میں ہونے کی خبر دی تو میرا غلام آزاد ہے پس عمرو نے اس کو جھوٹی دی تو آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے بشارت دی کہ فلاں آیا ہے یا کہا کہ اگر تو نے مجھے فلاں کے آنے کی بشارت دی پس مخاطب نے اس کو جھوٹی اس کی خوشخبری دی تو حالف اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے آگاہ کیا کہ فلاں آیا ہے یا تو نے مجھے فلاں کے آنے کی آگاہی دی پس مخاطب نے اس کو جھوٹ اس کی آگاہی دی تو حانث نہ ہوگا اور اگر حالف کے آگاہ ہو جانے کے بعد فلاں نے اس کو اس امر کی سچی خبر دی یا آگاہ کیا تو بھی حانث نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر اس نے یوں قسم کھائی ہو کہ اگر تو نے مجھے خبر دی پھر اس نے حالف کے آگاہ ہونے کے بعد اس کو خبر دی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر حالف نے اس صورت میں اپنے اس قول سے کہ تو نے مجھے آگاہی دی یہ نیت کیہو کہ خبر دے دی تو بعد آگاہ ہونے کے مخاطب کے آگاہ کرنے سے بھی حانث ہو جائے گا اور چاہیے کہ حالف کی نیت دیانۃً وقضاءً دونوں طرح صحیح ہوئے اور اگر قسم کھائی کہ اگر تو نے مجھے لکھا کہ فلاں آیا ہے تو میرا غلام آزاد ہے پس مخاطب نے اس کو دروغ ایسا لکھا تو وہ حانث ہو گیا خواہ اس کا خط پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو اور اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے فلاں کے آنے کو لکھا تو میرا غلام آزاد ہے پس اس نے جھوٹ لکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس صورت میں مخاطب نے اس کو لکھا کہ فلاں آیا ہے اور حال یہ ہے کہ واقعی فلاں مذکور اس کے لکھنے سے پہلے آ گیا تھا مگر مخاطب کو معلوم نہ تھا تو حالف حانث ہو جائے گا۔

زیادات میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کا سر کبھی اظہار نہ کروں گا پس زید نے عمرو کے ایک خط کی جو اس نے زید کو لکھا تھا خبر دی یا اس کے کسی کلام کی خبر دی یا کسی نے پوچھا کہ آیا عمرو کا بھید یہ ہے پس زید نے سر ہلایا یعنی ہاں تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بھید کا افشا نہ کروں گا یا فلاں سے افشا نہ کروں گا یا قسم کھائی کہ فلاں کے بھید سے فلاں کو آگاہ نہ کروں گا یا فلاں کے ہونے کی جگہ سے فلاں کو آگاہ نہ کروں گا یا قسم کھائی کہ فلاں کا بھید ضرور پوشیدہ کروں گا یا خفیہ رکھوں گا یا چھپا کر رکھوں گا یا فلاں کو اس پر راہ نہ بتلاؤں گا پھر ان میں[2] سے کوئی بات کی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اگر اس نے ان سب صورتوں میں یہ نیت کی ہو کہ کلام یا تحریر یا ایلچی سے آگاہ نہ کروں گا اور اشارہ کی نیت نہ ہو تو کتاب میں مذکور ہے کہ از ہدیں یعنی متدین رکھا جائے گا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں مذکور ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور باہیہ کہ اس کے قول کی قضاءً تصدیق ہوگی یا نہیں سو عامہ مشائخ کے نزدیک قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور پھر واضح ہو کہ اگر اس نے ایسی چیزوں کی قسم کھائی پھر اس نے اس کا حیلہ اور اس سے نکلنے کی راہ تلاش کی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس س یوں کہا

---

[1] مثلاً کہا کہ اگر زید سے کلام نہ کروں گا پھر اس کی پیٹھ پیچھے کہا کہ او زید تو کلام نہیں ہے یا زید سے بات نہ کروں گا پھر غیبت میں کہا کہ زید تم اچھے ہو یا خطاب نہ کروں گا پھر اسی طرح غیب میں خطاب کیا تو خطاب وغیرہ نہیں ہوا ۱۲۔ [2] جیسے اوپر مذکور ہوئی ہیں ۱۲۔

جائے کہ ہم جگہوں کے نام لیتے ہیں یا بھیدوں کو بیان کرتے ہیں پس جو جگہ یا بھید فلاں کا نہ ہو اس پر تو انکار کرتا جانا اور جب ہم جگہ یا بھیدوں کو بیان کریں تو خاموش ہو جانا پس جب اس نے ایسا کیا اور وہ لوگ فلاں کی جگہ یا بھید سے واقف ہو گئے تو یہ اپنی[1] قسم میں حانث نہ ہوگا۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں عورت سے اپنی خدمت نہ چاہوں گا پھر اس کو اپنی خدمت کے واسطے اشارہ کیا تو اس سے خدمت چاہی یعنی حانث ہوا اس واسطے کہ اشارہ سے خدمت چاہنا متعارف ہے خصوصاً بادشاہوں میں اور بڑے لوگوں میں پس وہ حانث ہو گیا خواہ فلانہ مذکورہ نے اس کی خدمت کر دی ہو یا نہ کی ہو اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو فلاں کے بھید سے خبر نہ کروں گا یا فلاں کو فلاں کے موجود ہونے کی جگہ سے خبر نہ کروں گا پھر خط یا ایلچی کے ذریعہ سے ایسا کیا تو حانث ہو گیا اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ایسی بشارت نہ دوں گا پھر خط یا ایلچی کے ذریعہ سے ایسا کیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر اس سے کہا گیا کہ آیا یہ بات ایسی ہے یا فلاں شخص فلاں جگہ ہے پس اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں تو یہ فعل خبر دینا یا بشارت دینا نہیں ہے پس اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا لیکن اگر اس نے خبر دینے یا بشارت دینے سے اعم مراد لی ہو کہ خواہ سر کے اشارہ سے ہو یا اور طور پر تو دیانۃً وقضاءً اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار نہ کروں گا پس زید سے کہا گیا کہ آیا تجھ پر عمرو کا اس قدر ہے پس اس نے سر کے اشارہ سے کہا کہ ہاں تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بھید کی بات نہ کروں گا تو خط لکھنے وایلچی بھیجنے اور سر سے اشارہ کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر اس سے پوچھا گیا کہ آیا فلاں کا بھید چنین و چناں ہے یا فلاں شخص فلاں جگہ ہے پس اس نے کہا کہ ہاں تو قسم میں حانث ہو گیا اور مثل بات نہ کرنا کہنے کے تحدیث[2] نہ کرنا یا گفتگو نہ کرنا بھی ہے اور اگر کسی نے ایسی سب قسمیں کھائیں یعنی مع سب مذکورہ بالا قسموں کے کلام کرنے اور زبان سے نہ نکالنے کی پھر حالف گونگا ہو گیا کہ وہ زبان سے کلام کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس کی قسم اشارہ و تحریر پر ہو جائے گی الا ایک بات میں اور وہ یہ ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بھید کی بات نہ کروں گا یا فلاں کے بھید کی تحدیث نہ کروں گا تو اس قسم کی صورت میں وہ اشارہ کرنے و تحریر کرنے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ اس نے بعد گونگے ہو جانے کے اشارہ یا تحریر کی ہو اور باقی سب صورتوں میں حانث ہوگا۔

میرے غلاموں میں سے جس کسی نے مجھے اس کی بشارت دی وہ آزاد ہے پس سب نے ایک ساتھ اس کو بشارت دی تو سب آزاد ہو جائے گیں:

ہر جس صورت میں کہ ہم نے اشارہ سے حانث ہو جانے کو بیان کیا ہے اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اشارہ کیا و لیکن اس حال میں میرے اس امر کی نیت نہ تھی جس پر میں نے قسم کھائی ہے تو دیکھا جائے اور اگر یہ جواب ایسی بات کا ہو جو اس سے دریافت کی گئی ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور دیانۃً تصدیق کی جائے گی اور اگر کسی نے کہا کہ لا اقول بفلان کذا یعنی فلاں سے ایسا نہیں کہوں گا اور نیز یہ صیغہ مشترک ہے واسطے حال کے یعنی فلاں سے ایسا نہیں کہتا ہوں اور مراد اول ہے سو یہ مسئلہ امام محمدؒ نے جامع و زیادات میں ذکر نہیں فرمایا اور نوادر میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ یہ بھی مثل خبر نہ دوں گا و بشارت نہ دوں گا کے ہے حتیٰ کہ تحریر کرنے اور ایلچی بھیجنے سے حانث ہوگا[3] اور اشارہ کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ لا یدعو فلانا یعنی فلاں کو نہ

---

[1] قال المترجم اگر مضطر ہو تو ایسا کرے ورنہ ایسا امر خالی از شبہ نہیں ہے اور میں نہیں پسند کرتا ہوں ۱۲۔ [2] مثلاً کہا کہ فلاں سے حدیث نہ کروں گا یا گفتگو نہ کروں گا تو جیسے بات نہ کروں گا ۱۲۔ [3] اگر قسم عربی میں ہو تو اشارہ سے حانث ہونا اقرب ہے علی المحاورۃ الفصیحۃ ۱۲۔

بلاؤں گا پھر اس کو خط یا ایلچی کے ذریعہ سے بلایا تو ظاہر الروایہ میں حانث ہوگا اور امام محمدؒ سے نوادر میں مذکور ہے کہ اگر لفظ تبلیغ کہا کہ فلاں کو تبلیغ نہ کروں گا تو یہ بمنزلہ اجتار کے ہے کہ بذریعہ خط و ایلچی کے حاصل ہو سکتی ہے پس خط و ایلچی سے تبلیغ کرنے سے حانث ہو گا اور اسی طرح لفظ ذکر ہی بعبارت عربی کہ وہ بھی بذریعہ ایلچی و خط حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کہا: ای عبیدی بشرنی بکذا فھو حر یعنی میرے غلاموں میں سے جس کسی نے مجھے اس کی بشارت دی وہ آزاد ہے پس سب نے ایک ساتھ اس کو بشارت دی تو سب آزاد ہو جائے گے اور اگر ایک بعد دوسری کے بشارت دی تو خاصۃً پہلا ہی آزاد ہوگا اور اگر غلاموں میں سے ایک نے اس کے پاس ایلچی بھیج دیا پس اگر ایلچی نے جو بات بشارت مذکورہ کی بیان کی ہے وہ اپنے بھیجنے والے کی طرف سے پیغام دیا تو بھیجنے والا غلام آزاد ہو گیا اور اگر ایلچی نے اس کو خود خبر دی اور بھیجنے والے کی طرف اضافت نہ کی تو وہ آزاد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر تو نے مجھے خبر دی کہ یہ پتھر سونا ہی یا مرد عورت ہے تو ایسا پس مخاطب نے اس کو ایسی خبر دی تو حانث ہو گیا کیونکہ شرط پائی گئی اور کہا کہ اگر کہا ہو کہ اگر تو نے آگاہ کیا یا بشارت دی تو حانث نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کو نہ لکھوں گا پس دوسرے کو حکم کیا کہ اس نے لکھا تو ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ امام محمدؒ کہتے تھے کہ ہارون الرشید نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا پس میں نے جواب دیا کہ اگر یہ قسم کھانے والا سلطان ہو یعنی ایسا ہو کہ وہ خود موافق رواج نہیں لکھا کرتا ہے تو وہ حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ قرآن سے سورۃ نہ پڑھوں گا پھر اس نے نگاہ سے اس کو اوّل سے آخر تک دیکھا تو بالاتفاق حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کا خط نہ پڑھوں گا یا فلاں کی کتاب نہ پڑھوں گا پھر اس کی کتاب کو اوّل سے آخر تک دیکھا اور جو اس میں ہے سمجھ لیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول میں حانث نہ ہوگا کیونکہ پڑھنا نہیں پایا گیا اور اسی پر فتویٰ ہے قال المترجم یہ بزبان عربی ٹھیک ہے اور ہماری زبان میں تامل ہے بسبب عرف عام کے الا آنکہ بنا پر اصل امام اعظمؒ کلام کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر قسم کھائی کہ کتاب فلاں کو نہ پڑھوں گا پھر کتاب فلاں سے ایک سطر پڑھی تو حانث ہوا اور آدھی سطر میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ سورۃ نہ پڑھوں گا پھر اس سورۃ میں سے ایک حرف چھوڑ دیا تو حانث ہو گیا اور اگر بڑی آیت چھوڑ دی تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے وفیہ نظر واللہ اعلم۔

اگر قسم کھائی کہ یہ شعر نہ پڑھوں گا پس اس نے نصف بیت پڑھی تو حانث نہ ہوگا اگر چہ یہ نصف بیت کسی دوسرے شعر کی ایک بیت ہو اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ فارسی آدمی نے قسم کھائی کہ سورۃ الحمد بعربیہ نہ پڑھوں گا پھر اس نے لحن سے پڑھی تو حانث نہ ہوگا اور اگر وہ فصیح ہو تو حانث ہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ کتاب نہ پڑھوں گا تو یہ قسم ہر ایسی تحریر ہوگی جو جیبدی میں بیسا ہی ظاہر ہو یا اور طور پر ہوا اور اگر اس نے کاغذ میں تحریر مراد لی جیسے لوگوں میں ہوتی ہے تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق[1] نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ آج کے روز قرآن نہ پڑھوں گا پس اس نے نماز وغیرہ میں پڑھا تو حانث ہوا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ رکوع نہ کروں گا یا سجدہ نہ کروں گا پس اس نے نماز وغیرہ میں ایسا کیا تو حانث ہوا اور اگر اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اگر وہ پڑھی جو سورۃ نمل[2] میں ہے تو حانث ہوا اور اگر وہ نیت نہ کی ہو جو سورۃ نمل میں ہے یا غیر اس کی نیت کی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبرک کے واسطے پڑھا کرتے ہیں نہ بطریق قرأت کے اور اس کا پڑھنا نہ بطریق قرأت کے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس طور سے کسی نے قسم کھائی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ

[1] قال المترجم اردو زبان میں قضاءً بھی تصدیق ہونی چاہیے ۱۲۔ [2] سورۂ نمل میں جزو آیت ہے وقال المترجم محققین کے نزدیک بسم اللہ بھی ایک آیت ہے اور بعض نے کہا کہ خاصۃً سورۂ فاتحہ سے بالجملہ قول اوّل پر قضاءً حانث ہوگا و دوم پر و بہ نیت آیت اوّل پر حانث ہوگا فاحفظ واستقم ۱۲۔

فرائض نماز میں جماعت سے پڑھے اور اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر کوئی رکعت اس سے جاتی رہی کہ جس کو اس نے تنہا پڑھا تو حانث ہوگا اور اگر عورت نے ایسی قسم کھائی تو وہ اپنے شوہر کے پیچھے نماز پڑھ لے یا اور اپنے کسی محرم کے پیچھے رہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے قسم کھائی کہ قرأت قرآن نہ کروں گا پھر اس نے سورۃ فاتحہ بطور دعا وثناء کے پڑھی تو حانث نہ ہوگا:

اگر سوائے رمضان کے وتر ادا کرنے چاہے تو چاہیے کہ جو وتر پڑھتا ہو اس کی اقتدا کرے تا کہ حانث نہ ہو[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے قسم کھائی کہ قرأت قرآن نہ کروں گا پھر اس نے سورۃ فاتحہ بطور دعا وثناء کے پڑھی تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اس نے قسم کھائی کہ اگر میں نے ہر سورۃ قرآن کی پڑھی تو مجھے ایک درہم صدقہ کرنا واجب ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ پورے قرآن پر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر قسم ہے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے چاہی تو قسم لازم آئے گی اور یہ مثل اس قول کے ہے کہ مجھ پر قسم ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا یہ محیط میں ہے شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سے اس کی بیوی کے ناتے داروں نے اس کی بیوی کی طلاق کی قسم لی کہ عورت پر[2] جرم نہ رکھے اور اس پر کسی چیز کی تہمت نہ رکھے پس اس نے یہ قسم کھائی پھر عورت سے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ تو نے کیا کیا ہے پس آیا اس سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی فرمایا کہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں کے گھر جاؤں اور اس سے کلام کروں تو تو طالقہ ہے پھر اس کے گھر نہیں گیا مگر کہیں اور اس سے باتیں کیں تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور گر کہا کہ اگر فلاں کے گھر نہ جاؤں گا اور اس سے کلام نہ کروں تو تو طالقہ ہے اور باقی صورت مسئلہ بطور مذکورۂ بالا واقع ہوئی تو حانث ہو جائے گا اور اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی ایسا ہی فتویٰ شمس الائمہ حلوائی اور فتویٰ رکن الاسلام علی سغدی منقول ہے یہ محیط میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ اپنے بھائی کو کسی کام کا حکم نہ دوں گا اور اگر اس کو کسی کام کا حکم دوں تو ایسا پھر کسی آدمی کے ہاتھ اپنے بھائی کے پاس کوئی مال عین بھیجا اور اس سے کہا کہ تو میرے بھائی سے کہنا تا کہ وہ اس کو فروخت کر دے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس آدمی نے اس کے بھائی سے جا کر تیرا بھائی کہتا ہے کہ اس کو فروخت کر دے یا تجھے اس کے فروخت کرنے کا حکم دیتا ہے تو حانث ہو جائے گا ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر آج تو نہ کہے گی کہ فلاں نے تجھ سے کیا کیا ہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے ایسے طور پر کہا کہ سنائی نہیں دیتا ہے یا مرد نے نہیں سنا تو عورت مذکورہ طالقہ نہ ہوگی اور اگر یوں کہا ہو کہ اگر تو نے آج کے روز مجھ سے نہ کہا تو صورت مذکورہ میں طالقہ ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

زید نے عمرو کے سامنے گفتگو میں اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں نے تیرا عیب کسی سے نہیں کہا ہے حالانکہ اپنی بیوی سے کہہ چکا ہے کہ عمرو شراب پیتا تھا اور اس کو فروخت کرتا تھا اور ایسے بیہودہ کام کرتا تھا کہ ان کا ذکر فضول ہے مگر اب اس نے توبہ کر کے خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کر لی ہے تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم مسائل الذیل یتعلق معظمہ باسلوب العربیہ ایک نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ کلام نہ کروں گا تو قسم تیس روز دن رات پر واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ الشھر اس مہینہ فلاں سے کلام نہ کروں گا تو جس قدر یہ مہینہ باقی ہو اس قدر پر واقع ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر قسم

---

[1] اگر خاص کسی معیاد تک یہ قسم ہو تو خیر اس حیلہ میں مضائقہ نہیں ورنہ قسم توڑ دینی چاہیے علی ما حقق فی تفسیر المترجم ۱۲۔ [2] یوں قسم لی کہ اگر میں اس عورت پر جرم یا تہمت رکھوں تو اس کو طلاق ہے ۱۲۔

کھائی کہ لایکلمہ السنتہ اس سال فلاں سے کلام نہ کروں گا تو باقی سال پر واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے قسم کھائی کہ ایک مہینہ کلام نہ کروں گا تو جب سے قسم کھائی ہے اسی وقت سے کلام نہ کرنے پر قسم واقع ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اگر میں اس سے ایک مہینہ ترک کلام کروں تو میری بیوی طالقہ ہے تو مہینہ کا شمار اسی وقت سے ہوگا کہ جب سے قسم کھائی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایکلم اشہر مہینوں کلام نہ کروں گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تین مہینہ پر قسم واقع ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے قال المترجم ہماری زبان میں چونکہ اقل جمع دوھی لھذا ابقیاس قول امامؒ دومہینہ پر واقع ہوگی وھکذافی الحیوۃ کلھا اور اگر قسم کھائی کہ لایکلم الشھور یعنی فلاں سے کلام نہ کروں گا تا شہور تو امام اعظمؒ کے نزدیک دس مہینہ پر واقع ہوگی اور اسی طرح لایکلمہ الجمع والسنین یعنی جمعوں و سالوں کی صورت میں بھی امام کے نزدیک دس جمعہ و دس سال ہیں کذا فی الدایہ یعنی اوزان جمع قلت باللام میں یہ حکم ہے اور اگر بدون الف ولام کے یوں کہا کہ لااکلمہ سنین تو بالاتفاق تین سال پر واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ لایکلمہ حیناً اوزماناً اولحین اوالزمان تو قسم بہ نفی کھانے کی صورت میں چھ مہینہ پر واقع ہوگی اور اثبات کی صورت میں بھی یہی حکم ہے مثلاً کہا کہ لاصومن حینا اوزمانا اوالحین اوالزمان۔

اگر قسم کھاتے وقت زمانہ کی کوئی مقدار مقرر نہ کی تو؟

یہ سب اس وقت ہے کہ اس نے زمانہ کی کوئی مقدار معین کی نیت نہ کی ہو اور اگر اس نے کسی مقدار معین کی نیت کی ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور یہی حکم امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک لفظ دہر کا ہے یعنی اگر دہر کو بطور نکرہ لایا تو اس کی قسم چھ مہینہ پر واقع ہوگی بشرطیکہ اس نے کسی قدر مقدار معین زمانہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر زمانہ معین کی نیت کی ہو تو بالاتفاق اس کی نیت پر قسم ہوگی اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں دہرہ کو نہیں جانتا ہوں کہ کیا ہے اور واضح ہو کہ یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ اس نے لفظ دہر کو نکرہ بیان کیا ہو یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر[1] میں ہے اور اگر دہر کو معرف باللام[(1)] لایا تو بالاجماع اس سے ابد مراد ہوگا یعنی ہمیشہ یہ تبیین میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ الاحانین اوالازمنتہ تو امام اعظمؒ کے نزدیک دس بار چھ مہینے پر واقع ہوگی جس کے ساٹھ مہینے ہوئے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کہا کہ لایکلمہ دھور تو بنا بر قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے تین بار چھ مہینہ پر واقع ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ العمر یعنی عمر بھر اس سے کلام نہ کروں گا تو عدم نیت کی صورت میں تمام عمر پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ لایکلمہ عمراً تو امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں ہے کہ مثل حین کے چھ مہینے پر واقع ہوگی اور یہی اظہر ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ حقبا تو اسی برس پر قسم[2] واقع ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اوّل ماہ کلام نہ کروں گا تو مہینہ کا اوّل قبل نصف گذر جانے کے ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ فلاں سے اوّل ماہ کے آخر یوم میں اور آخر ماہ کے روز اوّل میں کلام نہ کروں گا تو یہ پندرھیوں وسولھویں کو شامل ہے یہ خلاصہ میں ہے ابن مقاتل سے مروی ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی ماں سے تین برس کلام نہ کروں گا یعنی اگر کلام کروں تو میری بیوی طالقہ ہے تو فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ ماں کے پاس کسی کو بھیج کر درخواست کرے کہ وہ راضی ہو جائے اور اس کو اجازت دیں دے کہ خیر کلام نہ کرے کہ یہ شخص

---

[1] قال المترجم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دہر کیا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ امام رحمۃ اللہ علیہ کو دہر کے معنی نہیں معلوم تھے بلکہ قسم میں جب نکرہ لایا جائے تو کیا مراد ہے جیسے اس مسئلہ میں غور کرو ۱۲۔ [2] قلت کانہ اتفاق ۱۲۔

(۱) بالف ولام ۱۲۔

حلت میں ہو جائے یہ حاوی میں ہے فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ اگر فارسی میں کہا کہ اگر فلاں گویم خدائے رابرمن یک ساله روزه تو اس سے کلام کرنے سے کچھ نہیں لازم آئے گا اور اگر کہا کہ یکسال روزہ تو کلام کرنے سے ایک سال کے روزے اس پر لازم آئے گئے یہ خلاصہ میں ہے تجرید میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک نے کہا کہ لا اکلم الیوم سنته اور شهرا یعنی اس روز سال بھر یا مہینہ بھر کلام نہ کروں گا تو اس پر واجب ہوگا کہ سال یا ماہ میں جتنی دفعہ یہ دن آئے اس میں کلام ترک کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں سے اپنے اس سال کلام نہ کروں گا تو وقت قسم سے تا غرۂ محرم کلام نہ کرنے پر قسم ہوگی اور وقت قسم سے ایک سال کامل پر نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان کلمتك الی سنته فانت طالق لذهبی یا عدوة اللہ یعنی اگر میں نے تجھ سے ایک سال تک کلام کیا تو تو طالقہ ہے چلی جا ای دشمن خدا کی تو وہ طالقہ ہو جائے گی[1] یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ واللہ لا اکلمك شهر ابعد شهر یعنی تجھ سے مہینہ بھر بعد مہینہ کے کلام نہ کروں گا تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ دو مہینہ کلام نہ کروں گا اور اس طرح اگر کہا کہ سال بھر بعد سال کے کلام نہ کروں گا تو یہ بمنزلہ اس کیہیکہ دو برس تجھ سے کلام نہ کروں گا اور گر کہا کہ واللہ تجھ سے کلام نہ کروں گا ایک مہینہ بعد اس مہینہ کے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس مہینہ کلام کرے یہ ذخیرہ میں ہے جامع میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ تجھ سے اس روز کلام نہ کروں گا جس دن میں کہ فلاں آوے گا پھر اس روز کے اوّل میں اس سے کلام کیا اور فلاں مذکور اس روز کے آخر میں آیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر فلاں مذکور اوّل روز میں آ گیا پھر اس روز کے آخر میں حالف نے اس سے کلام کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک حانث نہ ہوگا کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اس مہینہ میں جو فلاں کے قدوم سے پہلے ہے تجھ سے کلام نہ کروں گا پھر حالف نے اس سے ایک مہینہ کے شروع میں کلام کیا اور فلاں مذکور اس مہینہ کے آخر میں آیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر کہا کہ واللہ لا اکلمك شهر اقبل قدوم فلاں یعنی واللہ قدوم فلاں سے مہینہ قبل تجھ سے کلام نہ کروں گا پھر اس سے کلام کیا جس کے پانچ روز بعد فلاں مذکور آ گیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ تجھ سے ایک مہینہ کلام نہ کروں گا الا ایک روز یا سوائے ایک روز کے تو یہ اس کی نیت پر ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ جس ایک روز کو چاہے کلام کرنے کے واسطے اختیار کرے اس واسطے کہ اس نے ایک روز نہ کر مستثنیٰ کیا ہے اور اگر اس نے یوں استثناء کیا کہ الا نقصان ایک روز تو اس کی قسم (۲۹) روز پر واقع ہوگی اس واسطے کہ کسی شی کا نقصان نہیں ہوتا ہے الا اس کے آخر سے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

آخر ایمان القدوری میں ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں وفلاں سے اس سال کلام نہ کروں گا الا ایک روز پس اگر اس نے ان دونوں سے ایک ہی روز کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر ایک سے ایک روز اور دوسرے سے کسی دوسرے روز کلام کیا تو حانث ہوا اور اگر اس نے ایک ہی روز پہلے ایک سے کلام کیا پھر دونوں سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے ایک روز معرفہ استثناء کیا یعنی الا الیوم کیا پس اس میں اس نے ایک سے کلام کیا اور دوسرے سے دوسرے روز کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کروں گا دونوں سے ایک مہینہ الا ایک روز پس اگر اس نے کسی روز معین کی نیت کی ہو تو اس نیت پر ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو جس روز کو چاہے اختیار کر لے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ جس روز کہ کلام کروں میں فلاں سے تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم رات و دن

---

[1] قولہ ہو جائے گی مترجم کہتا ہے کہ شاید فقیہ ابواللیثؒ کے عرف پر ہو اور اس دیار میں قرینہ حالیہ ایسا ہو حالانکہ ظاہر کلام اس کے خلاف ہے کیونکہ اگر فی الحال طلاق دینی منظور ہوتی تو اس پر یہ دھمکی فضول تھی کہ تجھ سے ایک سال تک بات نہ کروں گا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

دونوں پر واقع ہوگی حتیٰ کہ اگر رات میں کلام کرے گا یا دن میں تو حانث ہوگا اور اگر اس نے خاصۃً دن کی نیت کی ہو تو اس کے قول کی قضاءً بھی تصدیق ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ جس رات فلاں سے میں کلام کروں یا جس رات کہ فلاں آئے تو تو طالقہ ہے پس اس نے دن میں فلاں سے کلام کیا یا دن کو فلاں آیا تو اس کی جورو طالقہ نہ ہوگی اس واسطے رات لغت میں سیاہی شب کا نام ہے اور اس میں کوئی ایسا عرف نہیں ہے کہ لفظ کو اس کی مقتضائے لغوی سے پھیرے حتیٰ کہ اگر اس نے بجائے رات کے راتوں کا لفظ ذکر کیا تو مطلق وقت پر یہ کلام محمول ہوگا اس واسطے کہ ان کے عرف میں اس کا استعمال مطلق وقت میں ہے یہ بدائع میں ہے قال المترجم یعنی یوں کہا کہ جن راتوں میں کہ زید آئے گا پس تو طالقہ ہی واقول یہ عربی زبان کی قسم میں مستقیم ہے یعنی قوله ليالى يقدم فلاں اور ہماری زبان میں تامل[1] ہے واللہ اعلم۔

اگر کہا کہ اگر کیا میں نے فلاں سے کلام تو تو طالقہ ہے الا آنکہ فلاں آ جائے یا حتیٰ کہ فلاں آ جائے یا الا آنکہ فلاں اجازت دے پھر اس نے قبل فلاں کے آ جانے یا اجازت دینے کے کلام کیا تو حانث ہوگیا اگر بعد فلاں کے آ جانے یا اجازت دینے کے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہی اگر میں نے فلاں سے کلام کیا الا آنکہ فلاں آ جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلاں مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ قسم ساقط ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر کسی شخص سے کسی روز معین میں کلام نہ کرنے پر قسم کھائی تو اس کی قسم خاصۃً اس روز کے دن ہی دن پر واقع ہوگی اس کے ساتھ رات داخل نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے او اگر قسم کھائی کہ لا یکلمہ الایام تو امام اعظمؒ کے نزدیک دس روز پر واقع ہوگی کذا فی الہدایہ قال المترجم اگر ہماری زبان میں کہا کہ اس سے روز دن کلام نہ کروں گا تو اس روز پر واقع ہوگی واللہ اعلم۔ اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ ایاماً تو جامع میں مذکور ہی کہ تین روز پر قسم واقع ہوگی اور اس میں اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور یہی صحیح ہی اور اگر قسم کھائی کہ لایکلمہ ایاماً کثیرۃ یعنی بہت دنوں اس سے کلام نہ کروں گا تو بر قیاس قول امام اعظمؒ دس روز پر قسم واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ تجھ سے اس دن دس روز میں کلام نہ کروں گا اور یہ روز سنیچر کا ہے جس دن اس نے قسم کھائی ہے تو یہ قسم دس سنیچروں پر واقع ہوگی:

اگر کہا کہ ہر روز کہ میں تجھ سے کلام کروں پس مجھ پر ایک درہم صدقہ واجب ہے پس اس سے دو روز کلام کیا تو دو مرتبہ حانث ہوا اور اگر کہا ہو کہ ہر دو روز کہ میں تجھ سے کلام کروں تو ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لا ایکلمہ[2] فلانا ایامہ هذه تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تین روز پر واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ لا[3] ایکلمہ ایامہ تو یہ قسم تمام عمر پر واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ تجھ سے اس دن دس روز میں کلام نہ کروں گا اور یہ روز سنیچر کا ہے جس دن اس نے قسم کھائی ہے تو یہ قسم دس سنیچروں پر واقع ہوگی اس واسطے کہ دس روز میں پس ایک ہی سنیچر آتا ہے دس نہیں ہو سکتے ہیں اور اسی طرح کہا اگر کہ میں تجھ سے بروز سنیچر دو روز کلام نہ کروں گا تو یہ قسم دو سنیچروں پر واقع ہوگیا اس واسطے کہ سنیچر دو روز نہیں ہوتا ہے اور دو روز میں دو سنیچر کا دورہ بھی نہیں ہو سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ دو مرتبہ سنیچروں میں کلام نہ کروں گا اور اس طرح اگر کہا کہ تجھ سے بروز سنیچر تین روز کلام کروں گا تو یہ قسم تین سنیچروں میں کلام کرنے پر واقع ہوگی جیسے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے یہ شرح جامع

---

[1] تامل ہے ہاں اگر یہ ہو کہ جن دنوں زید آئے گا تو البتہ یہی حکم ہے کیونکہ راتوں کا محاورہ ہماری زبان میں نہیں ہے ۱۲۔ [2] واللہ فلاں سے اس کے ان دنوں کلام نہ کروں گا ۱۲۔ [3] واللہ اس کے ایام میں اُس سے کلام نہ کروں گا ۱۲۔

کبیر حصیری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کروں گا اس سے ایک روز سال بھر یا سال بھر ایک روز پس اگر اس نے کوئی روز خاص مراد لیا ہے تو تمام سال میں اسی روز کلام نہ کرنے پر قسم واقع ہوگی یعنی جب یہ روز آئے کلام نہ کرے اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو ہر جمعہ میں سے ایک روز کلام نہ کرے حتیٰ کہ اگر پورے کوئی جمعہ کے ہر روز کلام کرے گا حانث ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لا اکلمك[1] یوما یا لا اکلمك الیوم یومأت واس کو اختیار ہے کہ جو روز چاہے قرار دے یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے دس روز تک کلام نہ کروں گا تو دسواں روز قسم میں داخل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر یوں قسم کھائی کہ تجھ سے آج یا کل کلام نہ کروں گا پھر اس سے آج یا کل کلام کیا تو حانث ہوا اور اگر کہا کہ اس سے کلام کرنا آج یا کل ترک کروں گا پس آج اس سے کلام ترک کیا تو قسم میں سچا ہو جائے گا اور قسم ساقط ہو جائے گی کہ کل کلام ترک کرنا اس پر لازم نہ ہوگا اور یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ نہ کلام کروں گا اس سے آج اور نہ کل تو قسم آج باقی دن اور کل پر واقع ہوگی اور جو رات ان دونوں کے درمیان ہے وہ قسم میں داخل نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کروں گا اس سے آج و کل و پرسوں تو یہ ایک ہی کلام ہے کہ تین روز تک کسی وقت اس سے کلام نہ کرے خواہ رات ہو یا دن ہو اور اگر کہا کہ آج کے دن میں اور کل کے دن میں اور پرسوں کے دن میں تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ اس سے ہر روز جس کو بیان کیا ہے کلام کرے اور اگر اس سے رات میں کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک نے کہا کہ کلام نہ کروں گا فلاں سے ایک روز یا دو روز کے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ واللہ فلاں سے ایک روز کلام نہ کروں گا یہ محیط میں ہے اور اگر رات میں کہا کہ نہ کلام کروں گا اس سے ایک روز تو اس وقت سے تا غروب آفتاب ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور بعد اس قسم کے قبل طلوع فجر کے اس سے کلام کیا تو صحیح یہ ہے کہ حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر دن میں کہا کہ اس سے ایک کلام نہ کروں گا تو قسم کے وقت سے طلوع فجر تک ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر تھوڑا دن گذرے قسم کھائی کہ فلاں سے ایک روز کلام نہ کروں گا تو یہ باقی دن اور پوری رات اور دوسرے روز اسی ساعت تک جس وقت قسم کھائی ہے کلام نہ کرے اور اسی طرح اگر رات میں قسم کھائی کہ اس سے ایک رات کلام نہ کروں گا تو باقی یہ رات اور دوسرا دن اور دوسری رات کی اسی ساعت تک کلام نہ کرنے پر قسم واقع ہوگی پس جو ان بیچ میں آ گیا ہے وہ بھی قسم میں داخل ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے ایک روز اور ایک روز کلام نہ کروں گا تو یہ قسم اور واللہ میں تجھ سے دو روز کلام نہ کروں گا دونوں یکساں ہیں پس جو رات ان دونوں کے درمیان ہے قسم میں داخل ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ تجھ سے ایک روز اور دو روز کلام نہ کروں گا تو تیسرا روز گذرنے پر قسم پوری ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ نہ کلام کروں گا تجھ سے ایک روز اور نہ دو روز تو یہ قسم دو روز پر ہوگی حتیٰ کہ اگر تیسرے روز اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔

اگر قسم کھائی واللہ لا اکلم احد یومی یا کہا کہ واللہ لا اخرج احد یومی او احد لیومین او احد یامی:

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے آدھی رات یا دوپہر دن کو قسم کھائی کہ واللہ تجھ سے دو رات کلام نہ کروں گا تو اس سے پرسوں اسی وقت تک کلام ترک کرے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے تیس روز کلام نہ کروں گا اور رات میں قسم کھائی کہ تو اس ساعت سے تیسویں روز کے آفتاب غروب ہونے تک کلام ترک کرے یہ محیط میں ہے اور اگر درمیان دن کے کسی وقت قسم کھائی کہ واللہ آج میں اس سے کلام نہ کروں گا تو اس دن باقی میں تا غروب کلام نہ کرے اور اگر رات میں قسم کھائی کہ اس روز اس سے کلام نہ کروں گا تو باقی یہ رات اور دوسرے روز غروب آفتاب تک کسی وقت کلام کرنے سے حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دن

---

[1] تجھ سے ایک دن کوئی ہو کلام نہ کروں گا یا کہا کہ تجھ سے ہفتہ میں ایک روز کلام نہ کروں گا ۱۲۔

میں قسم کھائی کہ اس رات کلام نہ کروں گا اور تو باقی روز اس قسم میں داخل نہ ہوگا اس کی قسم خاصتہً اس رات پر واقع ہوگی اور اگر اوّل رات میں قسم کھائی کہ آج کے روز اس سے کلام نہ کروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ باطل ہے اور اگر آخر رات میں قسم کھائی کہ تو اگلے دن پر واقع ہوگی یہ منتقی میں مذکور ہے اور اگر قسم کھائی کہ واللہ لا اکلمہ احد یومی یا کہا کہ واللہ لاخرجن احد یومی[1] اواحد الیومین اواحد ایامی اور یعنی واللہ ضرور کلام کروں گا فلاں سے اپنے دو روز کے ایک میں یا سفر کو جاؤں گا اپنے دو روز کے ایک میں یا دو روز کے ایک میں یا ایام کے ایک روز میں تو یہ دس روز سے کم پر ہوگی اور اس میں دن و رات دونوں داخل ہیں حتی کہ اگر دس روز گذرنے سے پہلے رات یا دن میں کلام کیا یا سفر کو چلا گیا تو اپنی قسم میں سچا رہا اور اگر کلام نہ کیا تو سفر کو نہ گیا یہاں تک کہ دس روز گذر گئے تو حانث ہو گیا اور اگر کہا کہ اپنے ان دونوں میں سے ایک میں تو یہ قسم اسی روز اور اس کے دوسرے روز پر واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کروں گا تین روز الا اس روز اور ماخلا اس روز کے تو یہ قسم اس روز کے بعد کے دو دنوں پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ غیر اس یوم کے یا سوائے اس یوم کے تو یہ قسم اس روز کے بعد تین روز پر واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔

عیون میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا دامیکہ وہ اس دار میں ہے پھر اپنے اسباب واثاثہ سمیت اس دار سے نکل گیا پھر دوبارہ اس دار میں آ کر رہا پھر حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ کان فیہا یعنی جب تک کہ ہے اس میں یہ ایضاح میں ہے اور اگر کہا میں تجھ سے کلام نہ کروں گا اور ماوامیکہ بغدار میں ہوں پھر خود تنہا بغداد سے نکل گیا تو قسم باقی نہ رہے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قدوری میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ واللہ کلام نہ کروں گا اس شخص سے جب تک اس پر یہ کپڑا ہے یا مادامیکہ اس پر یہ کپڑا ہے یا برابر تاوقتیکہ اس پر یہ کپڑا ہے پھر مرد مذکور نے اس کو اتار کر پھر پہنا اور حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کروں گا اور حالیکہ اس پر یہ کپڑا ہے پھر مرد مذکور نے اس کو اتار کر پہنا اور حالف نے اس سے کلام کیا تو حانث ہو گیا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے کلام نہ کروں گا دامیکہ تیرے ماں و باپ دونوں زندہ ہیں پھر ان دونوں میں سے ایک کے مرجانے کے بعد عورت سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو سے جو کھڑا ہے کہا کہ واللہ میں اس شخص سے کلام نہ کروں گا اور اس کی نیت یہ ہے کہ جب تک کھڑا ہے لیکن لفظ میں کھڑے ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے تو اس کی نیت باطل ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ اس قائم سے کلام نہ کروں گا یعنی مادامیکہ قائم ہے تو اس نیت کی دیانتہً تصدیق ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس سے ہمیشہ کلام کروں گا تو یہ قسم اس پر ہوگی کہ جب اس سے ملاقات ہو تو اس کے ساتھ کلام کرنے سے باز نہ رہے اور اگر قسم کھائی کہ اس سے ہمیشہ کو کلام نہ کروں گا پس اگر اس سے کبھی کلام کیا تو حانث ہوگا اور اگر دعویٰ کیا کہ میری یہ نیت تھی کہ اس سے لفظ[2] ہمیشہ کو نہ کہوں گا تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ ایضاح میں ہے قال المترجم یہ تلفظ عربیت زیادہ واضح ہے یعنی واللہ لایکلمہ الابد فافہم۔

فتاویٰ ابو اللیثؒ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ فلاں سے کلام نہ کروں گا تا قدوم حاجیاں پھر حاجیوں میں سے ایک آ گیا تو اس کی قسم ملتہی گئی اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ اس سے کلام نہ کروں گا تا درو زراعت[(1)] پھر اس کے شہر والوں میں سے

---

[1] قال المترجم ہمارا عرف انہیں دو ایک روز میں ایک اور دو ایک روز میں انہیں دونوں ایک روز جاؤں گا امید ہے کہ اسی حکم میں علی التفصیل داخل ہو واللہ اعلم ۱۲۔ [2] اس سے جب گفتگو کروں گا تو کبھی اس گفتگو میں اس سے لفظ ہمیشہ زبان سے نہ نکالوں گا ۱۲۔

(۱) کھیتی کاٹی جانے تک ۱۲۔

ایک نے اپنی کھیتی کاٹ لی تو قسم منتہی ہوگئی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ فلاں سے کلام نہ کروں گا جب تک برف نہ گرے پس اگر اس نے حقیقۃً برف گرنے کی نیت کی ہے تو اس سے کلام نہ کرے جب تک کہ حقیقۃً برف زمین پر نہ گرے اور شرط یہ ہے کہ اس شہر میں گرے جہاں حالف ہے نہ دوسرے شہر میں حتی کہ اگر حالف ایسے شہر میں ہے کہ وہاں حقیقتاً برف نہیں گرتی ہے تو یہ قسم ہمیشہ باقی رہے گی اور حقیقۃً برف زمین پر گرنے کی یہ صورت ہے کہ اس کے جھاڑنے بہارنے کی ضرورت پیش آئے اور اس کا اعتبار نہیں ہے جو ہوا میں اڑتا ہے اور جو زمین پر گرتی ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا ہے الا کسی دیوار کی چوٹی یا گھاس پر۔ اگر اس نے برف گرنے کا وقت اپنی نیت میں لیا ہے تو جب تک برف گرنے کا مہینہ نہ آئے تب تک کلام نہ کروں گا اور وہ اوّل [1] ماہ آذر ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو یہ صورت اس مسئلہ میں ذکر نہیں فرمائی ہاں دوسرے مسئلہ میں ذکر فرمائی ہے کہ اس کی قسم برف گرنے کے وقت پر ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ لایکلم فلانا الی الموسم یعنی تا موسم اس سے کلام نہ کروں گا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ روز قربانی کے صبح کو اس سے کلام کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بروز عرفہ دو پہر ڈھلے سے کلام کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایمان الواقعات میں مذکور ہے کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا تا گرمی یا تا جاڑا تو جاڑا اور گرمی پہچاننے میں مشائخ نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر حالف ایسے شہر میں ہو کہ وہاں کے لوگوں میں گرمی و جاڑے کا حساب ہے کہ برابر اس سے پہچانتے ہیں اور معروف ہے تو قسم اسی طرف منصرف ہوگی ورنہ اوّل جاڑا وہ ہے کہ لوگوں کو حشو [2] و پوستین پہنے کی حاجت ہو اور آخر جاڑا وہ ہے کہ لوگ دن سے بے پروا ہوں اور جاڑے و گرمی کے درمیان فاضل وہ وقت ہے کہ لوگوں پر جاڑوں کے کپڑے بوجھ ہو جائیں اور گرمی کے ہلکے کپڑوں خفیف ہوں پس موسم ربیع آخر جاڑوں سے اوّل گرمیوں تک ہے اور خریف آخر گرمیوں سے جاڑوں تک ہے واسطے کہ ان کا پہچاننا لوگوں پر آسان ہے اور اگر اس نے فارسی میں نوروز کا لفظ ذکر کیا تو وہ مسلمانوں کے نوروز پر قرار دے جائے گی اور یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور لیلۃ القدر کی قسم ستائیسویں ماہ رمضان پر واقع ہوتی ہے بشرطیکہ قسم کھانے والا عامی ہو یعنی مذاہب اماموں سے واقف نہ ہو اور اگر اماموں کے اختلاف سے واقف ہوا کہ امامؒ کے نزدیک متقدم و متاخر ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں تو ایسا حکم نہیں ہے اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دانستہ نے قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کروں گا یہاں تک کہ لیلۃ القدر گذر جائے اور حال یہ ہے کہ ایک روز رمضان کا گذر گیا ہے تو اس سے کلام نہ کرے یہاں تک کہ دوسرے سال کا پورا رمضان گذر جائے اور صاحبین کے نزدیک جب دوسرے رمضان کا ایک روز گزرے تو اس سے کلام کر سکتا ہے اور اگر اس نے رمضان سے قبل قسم کھائی تو اسی رمضان کے گزرنے پر کلام کر سکتا ہے اور فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے جمعوں میں کلام نہ کروں گا تو اس کو روا ہے کہ سوائے روز جمعہ کے اور دنوں میں اس سے کلام کرے:

اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو ہر مملوک کہ میں اس کا مالک ہوں بروز جمعہ یا بروز جمعرات وہ آزاد ہے تو

ل یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر امام اعظمؒ کے نزدیک اوّل عشرہ رمضان بلکہ اوّل رمضان کو بھی محتمل ہے اور نیز واضح ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر ہر سال ہوتی ہے اور امام طحاویؒ نے اس کو مدلل بیان کیا ہے ۱۲۔

(۱) باعتبار ان ملکوں کے اور ہمارے یہاں نہیں گرتا ہے ۱۲۔ (۲) قولہ حشو بھراؤ کا کپڑا جیسے ہمارے یہاں روئی بھرا او گلا وغیرہ ۱۲۔

یہ قسم ہر مملوک پر جن کا وہ ان دونوں دنوں میں مالک ہو واقع ہوگی اور یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ لا نکلمہ جمعۃ یعنی اس سے ایک جمعہ کلام نہ کروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ ایام[1] جمعہ پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ دو جمعہ تو جمعوں کے ایام پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تین جمعہ تو اس پر واجب ہے کہ روز قسم سے اکیس روزے پورے کرے اور اگر اس نے فقط روز جمعہ کی نیت کی ہو تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے جمعوں میں کلام نہ کروں گا تو اس کو روا ہے کہ سوائے روز جمعہ کے اور دنوں میں اس سے کلام کرے جیسے کہ واللہ لا کلمك الا خمسة اولا حاوا والاثانين یعنی واللہ تجھ سے جمعراتوں یا سنیچروں یا اتواروں کو کلام نہ کروں گا تو یہی حکم ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے ایام جمعہ مراد لئے ہوں یعنی ہفتے(۱) تو اس کی نیت پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ جامع میں ذکر کیا ہے کہ اگر کہا کہ واللہ لا اکلمك المجعة واللہ میں تجھ سے بروز جمعہ کلام نہ کروں گا تو اس کو اختیار ہے کہ غیر روز جمعہ میں اس سے کلام کرے اس واسطے کہ الجمعۃ نام ایک روز مخصوص کا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے یوں کہا کہ لا اکلمك یوم الجمعه اور اسی طرح اگر کہا کہ جمعاً تو اس کو غیر جمعہ میں کلام کرنے کا اختیار ہے پس جب کہ اس نے یوں کہا کہ واللہ لا اکلمك جمعاً تو یہ تین روز جمعہ[2] پر قسم واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ لا یکلم فلاناً الی کذا پس اگر لفظ کذا سے ایک سے دس تک ساعات یا ایام یا مہینے یا سالوں کسی کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو ایک روز پر قرار دی جائے گی اور کہا کہ لا اکلمه ای کذا کذا۔ پس لفظ کذا سے یا مہینوں وغیرہ کسی وقت کی نیت کی ہو تو یہ اس کی نیت والی چیز کے گیارہ[3] پر واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو ایک دن و رات پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ لا یکلمه الی کذا و کذا پس اگر نیت ہو تو نیت والے وقت کے اکیس پر واقع ہوگی اور اگر نیت نہ ہو تو ایک دن و رات پر واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے تا ابد کلام نہ کروں گا یا لفظ ابد نہ کہا تو یہ قسم ابد پر واقع ہوگی کہ جب کبھی اس سے کلام کرے گا حانث ہوگا اور اگر اس نے نیت میں خصوصیت کی ہو مثلاً ایک روز یا دو روز کی یا کسی شہر یا مکان کی یا اس کے اشباہ کی نیت کی ہو تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور نیز دیانۃً فیمابینه و بین اللہ تعالیٰ بھی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے ابداً کلام نہ کروں گا پھر اُس کے مرجانے کے بعد اُس سے کلام کیا تو قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایکلمه ملیا او طویلا(۲) پس اگر کسی وقت[4] کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو ایک مہینہ ایک روز پر واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس سے تو نے موالات کی ہے اُس سے کام نہ کروں گا حالانکہ اس کے دو مولیٰ الموالات ہیں:

اگر کہا کہ لا اکلمك قریباً تو ایک مہینہ سے ایک دن کم پر ہوگی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اس میں اختلاف کسی دوسرے کا ذکر نہیں فرمایا اور اگر اُس نے اس صورت میں ایک مہینہ سے زیادہ کی نیت کی ہو تو ایمان الاصل میں امام اعظمؒ سے روایت مذکور ہے کہ قضاءً اس کی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ لا اکلمه ای بعید تو امام اعظمؒ کے قول میں یہ ایک مہینہ سے زیادہ پر ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے نوادر[5] معلی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ سریعاً یعنی یکلمه اوریکلمه سریعاً[6] تو یہ ایک دن ایک مہینہ پر ہوگی جبکہ اس کی

---

[1] جمعہ کے رات میں جیسے ایک ہفتہ وغیرہ بولتے ہیں ۱۲۔ [2] جمعہ کا روز تین مرتبہ آئے اور کلام نہ کرے ۱۲۔ [3] دن ہو گیا تو گیارہ دن تک ۱۲۔

[4] دیر تک بھرپور اس سے بات نہ کروں گا ۱۲۔ [5] اصل میں ہے کہ نوادر میں جو معلی کی طرف منسوب ہے یوں کہا کہ شاید یہ اشارہ ہے کہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ منصور کی تصنیف ہے اسی وجہ سے نوادر نام ہوا ۱۲۔ [6] سریع نیز بظاہر جلدی مراد ہے جیسے بعید بمعنی دور ۱۲۔

(۱) سات سات روز کے ۱۲۔ (۲) بھرپور دیر تک ۱۲۔

کچھ نیت نہ ہو اور اگر نیت ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور اگر کہا کہ عاجلا تو مہینہ بھر سے کم پر ہوگی اور اگر کہا کہ آجلا تو ایک مہینہ سے یا زیادہ پر ہوگی یعنی ایک مہینہ سے کم پر نہ ہوگی ہاں پورا ایک مہینہ ہو جائے یا اس سے زیادہ گزر جائے پھر جس طرح قسم کھائی ہے اس کے خلاف کرسکتا ہے اور حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ بضعۃ عشر یوما(۱) تو یہ تیرہ روز پر ہوگی اور جامع الجوامع میں مذکور ہے کہ اگر اس نے اس صورت میں (۱۹) روز سے زیادہ کی نیت کی ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ لا اکلم مولاک یعنی جس سے تو نے موالات کی ہے اس سے کام نہ کروں گا حالانکہ اس کے دو مولی الموالات[1] ہیں ایک اعلیٰ ہے اور دوسرا اسفل ہے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو ان میں سے جس سے کلام کروں گا حانث ہوگا قال المترجم اس کی توضیح کتاب الولاء سے معلوم کرلی چاہئے فافہم۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے جد سے کلام نہ کروں گا اور اس کے جدود ہیں ایک باپ (دادا' پردادا ۱۲) کی طرف سے اور دوسرا ماں (نانا' پرنانا) کی طرف سے تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ تجھ سے قریب سال بھر کے کلام نہ کروں گا تو اس سے چھ مہینہ اور ایک روز کلام نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دس روز کلام نہ کروں گا واللہ تجھ سے نو روز کلام نہ کروں گا واللہ تجھ سے (۱۸) روز کلام نہ کروں گا تو وہ بار حانث ہوا یعنی دو قسموں میں حانث ہو چکا اور تیسری قسم اس پر رہی پس اگر آٹھ روز کے اندر اس سے کلام کرلیا تو اس میں بھی حانث ہوا اور اگر کہا کہ واللہ تجھ سے آٹھ روز کلام نہ کروں گا واللہ تجھ سے نو روز کلام نہ کروں گا واللہ تجھ سے دس روز کلام نہ کروں گا تو دو قسموں میں ابھی دو مرتبہ حانث ہوا اور اس پر تیسری قسم رہی پس اگر دس روز کے اندر اس سے کلام کرلیا تو اس میں بھی حانث ہوگیا یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک نے کہا کہ ہر بار کہ میں نے فلاں سے ایک روز کلام کیا پس اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک درہم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلاں سے دو روز کلام کیا پس واسطے اللہ کے مجھ پر واجب ہے کہ دو درہم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلاں سے تین روز کلام کیا تو واسطے اللہ کے مجھ پر واجب ہے کہ تین درہم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلاں سے چار روز کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ چار درہم صدقہ کروں ہر بار کہ میں نے فلاں سے پانچ روز کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ پانچ درہم صدقہ کروں پھر اس نے چوتھے و پانچویں روز کلام کیا تو اس پر تیس (۳۰) درہم صدقہ کرنے واجب ہیں اور اگر اس نے اوّل روز میں یا اور کسی ایام میں دو بار کلام کیا تو اس پر (۳۰) درہم صدقہ کرنے واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ ہر دن میں کہ میں اس میں فلاں سے کلام کروں تو واسطے اللہ کے مجھ پر واجب ہے کہ ایک درہم صدقہ کروں ہر دو دن کہ میں ان میں فلاں سے کلام کروں تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ دو درہم صدقہ کروں اسی طرح پانچ قسم تک پہنچایا پھر اس سے چوتھے و پانچویں روز کلام کیا تو اس پر بائیس (۲۲) درہم واجب ہوں گے سو اس واسطے کہ اس نے پانچ قسمیں کھائی ہیں اور پہلی قسم کی جزاء ایک درہم صدقہ مقرر کی اور دوسری کی دو درہم اور ہر قسم کے واسطے مدت قرار دی ہے اور فقہاء نے ہر مدت کا نام دَور رکھا ہے پس اوّل قسم کی مدت ایک روز ہے اور اس کا دور و تجدد ہر روز ہوتا ہے اور دوسرے کی مدت دو روز ہے کہ اس کا دور و تجدد ہر دو روز میں ہوتا ہے اور تیسری کا دور تین روز ہے اور چوتھی کا دور چار روز ہے اور پانچویں کا پانچ روز ہے اور ہر دور میں وہ ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا کیونکہ اس نے بلفظ ہر قسم قرار دی ہے اور یہ لفظ موجب تکرار نہیں ہے اس لئے کہ تکرار قضیہ عموم الوقت ہے نہ قضیہ عموم الفعل پس جو دن کہ بعد قسم کے پایا گیا وہ پوری مدت اوّل قسم کی ہوگی اور تھوڑی

---

[1] خاصہ یہ کہ کوئی منفرد اسلام لایا اور کسی خاندانی سے موالات کرلی کہ یہ تو میرا مولیٰ ہے تو وہ اعلیٰ ہوا اور یہ اسفل ہوا ۱۲۔

(۱) کچھ اوپر دس دن ۱۲۔

مدت دیگر قسموں کی ہو گی یعنی پوری مدت دیگر قسموں کی ہو گی پس جب کہ اس نے چوتھے روز کلام کیا تو چوتھا روز پہلی قسم کا چوتھا دور ہے اور وہ بعینہٖ دوسری قسم کا تتمہ دور ثانی ہے اور وہ بعینہٖ تیسری قسم کے دوسرے دور کا پہلا روز ہے اور وہ بعینہٖ چوتھی قسم کا تتمہ دور اول ہے اور وہ بعینہٖ پانچویں قسم کے دور اوّل کا چوتھا روز ہے اور ان دو[ل] دن میں وہ بالکل حانث نہیں ہوا ہے اور ایک ہی شرط کئی قسموں (دور کے ساتھ تکلم ۱۲) کے واسطے شرط ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ پس وہ سب قسموں میں (کیونکہ سب کا دور موجود ہے ۱۲) حانث ہوا۔

ایک ہی شرط کا کئی اقسام کے واسطے شرط ہونا:

اس کے ذمہ بوجہ قسم اوّل کے ایک درہم اور بوجہ دوسری کے دو درہم اور بوجہ تیسری کے تین درہم اور بوجہ چوتھی کے چار درہم اور بوجہ پانچویں کے پانچ درہم واجب ہوئے کہ ان کا مجموعہ پندرہ درہم ہوئے پھر جب پانچویں روز اس سے کلام کیا تو اوّل و دوم و چہارم میں حانث ہوا اور تیسری و پانچویں قسم میں حانث نہ ہوا اس واسطے کہ پانچواں روز پہلی قسم کا پانچواں دور ہے اور اس (بلکہ چہارم میں حانث ہوا ہے) دور میں وہ حانث نہیں ہوا ہے پس اب حانث ہو گا اور دوسری قسم کے تیسرے دور کا اوّل روز ہے اور اس میں (بلکہ تتمہ دور دوم میں حانث ہوا ہے) بھی وہ حانث نہیں ہو چکا اور چوتھی قسم کے دور دوم کا پہلا روز ہے اور اس میں (بلکہ تتمہ دور اوّل میں حانث ہوا ہے ۱۲) بھی وہ حانث نہیں ہو چکا ہے پس حانث ہو گا پس اور سات درہم اس پر لازم آئیں گے کہ مجموعہ کل بائیس (۲۲) درہم ہوئے اور تیسری و پانچویں قسم میں اس وجہ سے حانث نہ ہو گا کہ تیسری قسم کے دوسرے دور کا دوسرا روز (دوسرے دور میں وہ پہلے بھی حانث ہو چکا ہے ۱۲) ہے کہ جس میں وہ حانث ہو چکا ہے اور پانچویں قسم کے اوّل دور کا تتمہ ہے اور پانچویں کے اوّل ہی دور میں وہ پہلے حانث ہو چکا ہے لہٰذا اب دوبارہ حانث نہ ہو گا پس حاصل یہ ہے کہ تجدد دور و عدم تجدد دور کا کچھ اثر کلام کرنے میں بار اوّل میں نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے بعد ان قسموں کے فلاں مذکور سے کلام کیا چاہے جس روز اپنی عمر میں کلام کرے اس پر پندرہ درہم لازم آئیں گے ہاں اس کا اثر کلام کرنے میں دوسری بار میں ہے حتیٰ کہ اگر اس سے روز اوّل و روز دوم کلام کیا تو اوّل روز کے عوض اس پر پندرہ درہم لازم آئیں گے اور دوسری بار کے عوض فقط ایک ہی درہم لازم آئے گا اس واسطے کہ اس صورت میں پہلی قسم کے سوائے کسی قسم کا دور جدید نہیں ہوا ہے اور اگر اس سے روز اوّل اور روز ثالث میں کلام کیا اور دوسرے روز کلام نہیں کیا یا دوسرے اور تیسرے روز اس سے کلام کیا تو اوّل کے واسطے اس پر پندرہ درہم لازم آئیں گے اور دوسرے بار کے عوض فقط تین ہی درہم لازم آئیں گے اس واسطے کہ تجدد فقط قسم اوّل و دوم کا ہوا ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ فلاں مذکور کو مخاطب نہ کیا ہو اور اگر فلاں مذکور کو مخاطب کر کے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تجھ سے کلام کیا تو واسطے اللہ کے مجھ پر واجب ہے کہ ایک درہم صدقہ کروں اور ہر بار کہ میں نے تجھ سے کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ دو درہم صدقہ کروں اسی طرح پانچ قسمیں کھائیں تو اس پر بیس درہم واجب ہوں گے اس واسطے کہ اوّل قسم کی جزاء ایک درہم ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ فلاں کے ساتھ کلام کرے پس جب دوسری قسم سے اس کے ساتھ کلام کیا تو حانث ہو گیا اور اس کی جزاء کا ایک درہم لازم آیا اور نیز قسم بھی ویسی ہی باقی رہی اس واسطے کہ لفظ ہر بار کے ساتھ ہے اور دوسری قسم منعقد ہوئی پھر جب تیسری قسم میں اس کو مخاطب کیا تو شرط یعنی کلام کرنا اس کے ساتھ پایا گیا پس قسم اوّل کی جزاء کا ایک درہم اور دوسری کے اجزاء کے دو درہم اور اس پر واجب ہوئے اور نیز دونوں قسمیں بھی ویسی ہی باقی رہیں اور تیسری قسم منعقد ہوئی پھر جب چوتھی قسم میں اس کو مخاطب کیا تو پہلی دوسری و تیسری میں حانث ہوا پس اجزاء اوّل کا ایک درہم اور اجزاء دوم کے دو درہم اور اجزاء سوم کے تین درہم اس پر واجب ہوئے اور یہ سب قسمیں بھی ویسی ہی باقی رہیں اور چوتھی قسم منعقد ہوئی پھر جب پانچویں

[ل] پہلے اس سے بھی حانث نہیں ہو چکا تا کہ اب دوبارہ حانث نہ ہو بدیں وجہ کہ لفظ ہر سے تکرار لازم نہیں ہے ۱۲۔

قسم میں اس کو مخاطب کیا تو اگلی سب قسمیں منحل ہوئیں پس اوّل کی جزاء کا ایک درہم اور جزاء دوم کے دو درہم اور اجزاء سوم کے تین درہم اور اجزاء چہارم کے چار درہم اس پر واجب ہوئے اور قسمیں بھی ویسی ہی ہیں اور پانچویں قسم منعقد ہوئی پس ان سب کا مجموعہ بیس (۲۰) درہم ہوئے اور پانچویں میں ہنوز حانث نہیں ہوا ہے کیونکہ شرط یعنی کلام کرنا ابھی نہیں پایا گیا ہے حتیٰ کہ اگر بعد پانچویں قسم کے بھی اس نے کلام کیا تو ان سب میں حانث ہوگا پس مجموعہ (۲۵) درہم اس پر واجب ہوں گے۔ اگر یوں کہا کہ ہر روز کہ میں نے تجھ سے کلام کیا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک درہم صدقہ کروں اسی طرح پانچ قسمیں کھائیں پھر سکوت کیا تو اس پر دس درہم واجب ہوں گے پھر اگر دوسرے روز اس سے کلام کیا تو اور چھ ۶ درہم واجب ہوں گے اور اگر فقط تیسرے روز کلام کیا ہو تو فقط تین درہم واجب ہوں گے اور اگر فقط چوتھے روز کلام کیا تو اس پر چار درہم واجب ہوں گے اور اگر پانچویں روز کلام کیا تو سات درہم اس پر واجب ہوں گے اور اگر بعد قسموں کے اوّل روز کلام کیا تو اس پر فقط پانچ[1] درہم بوجہ پانچویں قسم کے واجب ہوں گے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

باب : ⑦

طلاق وعتاق کی اقسام کے بیان میں

اگر کہا کہ اوّل غلام کہ میں اس کو خریدوں تو وہ آزاد ہے تو اوّل وہ ہوگا جو اکیلا تنہا خریدے کہ اس سے پہلے کوئی دوسرا نہ ہو پس اگر اس نے بعد اپنی قسم کے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد ہوگا اور اگر ایک غلام پورا اور نصف غلام خریدا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور اگر دو غلام خریدے تو کوئی آزاد نہ ہوگا پھر ان کے بعد بھی ہو کوئی خریدے گا وہ بھی آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ آخر غلام جس کو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو آخر وہ ہے جو اکیلا ہو کہ دوسرے سے باعتبار زمانہ کے پیچھے ہو اور اس کا ثبوت جب ہی ہوگا کہ جب حالف مر جائے پس اگر اس نے کئی غلام خریدے پھر مر گیا تو جس کو سب سے اخیر میں خریدا ہے وہ آزاد ہوگا پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ اخیر کا غلام کس وقت سے آزاد قرار دیا جائے گا سو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اسی وقت سے کہ جب خریدا ہے حتیٰ کہ اس کا آزاد ہونا اس کے ترکہ کے تمام مال سے اعتبار ہوگا یعنی[2] ضرور کل بلا سعایت آزاد ہو جائے گا بشرطیکہ اس نے حالت صحت میں خریدا ہو اور اگر کہا کہ درمیانی غلام جس کو میں خریدوں وہ آزاد ہے تو درمیانی وہ ہے جو ایسا تنہا ہو کہ اس کے دونوں طرف عدد مساوی ہوں اور یہ بھی بدوں حالف کے مرنے کے معلوم نہیں ہو سکتا ہے پس ہم کہتے ہیں کہ جب حالف مرا تو دیکھا جائے کہ اگر اس نے جفت عدد کے غلام چھوڑے تو ان میں کوئی درمیانی نہ ہوگا اور اگر پانچ یا سات وغیرہ طاق عدد چھوڑے تو دونوں طرف مساوی عدد جفت کے درمیان جو ایک تنہا ہو گا وہی اوسط ہے اور جو ان میں سے نصف اوّل میں آ گیا وہ درمیانی ہونے سے خارج ہو گیا یہ الضاح میں ہے۔

قال المترجم یعنی باوجودیکہ سات میں چوتھا درمیانی ہے لیکن اگر اس کو مولیٰ نے تنہا نہ خریدا ہو بلکہ تیسرے کے ساتھ خریدا ہو تو یہ نصف اوّل میں چلا گیا پس درمیانی نہ رہا پس حاصل یہ رہا کہ حالف کے مرنے پر طاق عدد کے باوجود ترتیب خرید میں بھی جو درمیانی پڑتا ہے وہ تنہا خریدا گیا ہو فافہم فانه توضيح اجمال الايضاح بما لا مزيد عليه ان كنت غير منصرف عن باب لطف

---

[1] قال المترجم یہ مراد نہیں ہے کہ فقط یہی پانچ درہم کل واجب ہوں گے بلکہ یہ مراد ہے کہ دونوں قسموں میں تو دس درہم لازم ہوتے ہیں اس کے بعد پھر جب کلام کرے اس کے موافق اس پر اور واجب ہوں گے ۱۲۔ [2] کیونکہ جس کا اعتبار تہائی سے ہوتا ہے وہ کبھی تہائی سے برآمد نہیں ہوتا ہے لہٰذا بدوں سعایت آزاد نہیں ہوتا ہے اور جو کل مال سے معتبر ہے وہ بمنزلہ عدم مال ترکہ کے ہے ۱۲۔

اللہ یعنی منجوداً فتدبر اور اگر کہا کہ اوّل غلام کہ میں اس کا مالک ہوں در حالیکہ وہ منفرد ہو یا کہا کہ اوّل غلام کہ میں اس کو خریدوں در حالیکہ وہ منفرد ہو تو وہ آزاد ہے پھر وہ دو غلام کا مالک ہوا پھر اکیلے ایک غلام کا مالک ہوا تو تیسرا آزاد ہو گا اور اگر اس نے کہا کہ اوّل غلام کہ اس کا مالک ہوں در حالیکہ وہ اکیلا ہو تو تیسرا آزاد نہ ہو گا[1] الا اس صورت میں کہ اس نے اکیلے سے منفرد در ملک مراد لیا ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ اوّل غلام کہ اس کو بعوض دیناروں کے خریدوں تو وہ آزاد ہے پس اس نے ایک غلام بعوض درہموں کے یا کسی اسباب کے خریدا پھر ایک غلام بعوض دیناروں کے خریدا تو یہ آزاد ہو گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اوّل غلام کہ اس کو خریدوں در حالیکہ حبشی ہو تو وہ آزاد ہے پھر اس نے چند غلام گورے رنگ کے خریدے پھر ایک حبشی خریدا تو وہ آزاد ہو گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

زید نے قسم کھائی کہ اگر اس دار میں داخل ہوں تو میری بیوی طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے پھر قسم کھائی کہ طلاق نہ دوں گا اور آزاد نہ کروں گا پھر وہ دار میں داخل ہوا تو اس کی بیوی طالقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا:

اگر کہا کہ ہر غلام جس نے مجھے فلانہ عورت کے جننے کی بشارت دی وہ آزاد ہے پس اس کو آگے پیچھے تین غلاموں نے اس کے جننے کی بشارت دی تو اوّل آزاد ہو گا بخلاف اس کے اگر سب نے ساتھ ہی اس کو یہ خوشخبری سنائی تو سب آزاد ہوں گے حاکم شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے ایک کو مراد لیا تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو گنجائش ہے کہ ان میں سے ایک جس کو چاہے آزاد ہونے کے واسطے اختیار کرے اور باقیوں کو اپنی ملک میں رکھے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر زید نے قسم کھائی کہ اگر اس دار میں داخل ہوں تو میری بیوی طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے پھر قسم کھائی کہ طلاق نہ دوں گا اور آزاد نہ کروں گا پھر وہ دار میں داخل ہوا تو اس کی بیوی طالقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور وہ دوسری قسم میں حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ طلاق نہ دوں گا اور آزاد نہ کروں گا پھر قسم کھائی کہ اگر دار میں داخل ہوں تو میری بیوی طالقہ اور غلام آزاد ہے پھر وہ دار مذکور میں داخل ہوا تو دونوں قسموں میں حانث ہوا۔ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے یا غلام سے کہا کہ تو اپنے نفس کو آزاد کر دے یا کسی آدمی کو اس کام کے واسطے وکیل کیا پھر قسم کھائی کہ طلاق نہ دوں گا یا آزاد نہ کروں گا پھر بیوی و غلام و وکیل نے وہ کام کیا تو یہ شخص حانث ہوا اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے یا تو آزاد ہے اگر تو چاہے پھر قسم کھائی کہ میں آزاد نہ کروں گا یا طلاق نہ دوں گا پھر اس کی بیوی اور اس کے غلام نے طلاق و عتق چاہی تو یہ حانث نہ ہو گا یہ کافی میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ تزوج نہ کروں گا یا طلاق نہ دوں گا یا آزاد نہ کروں گا پھر اس کام کے واسطے کسی کو وکیل کر دیا تو وکیل کے کرنے سے یہ حانث ہو گا اور اگر اس نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ اپنی زبان سے ایسا نہ کروں گا تو فقط قضاءً اس کی تصدیق نہ ہو گی۔ یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوا پس دوسرے سے بھی کہا کہ مجھ پر اس کے مثل ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پھر دوسرا اس دار میں داخل ہوا تو اس کا غلام آزاد نہ ہو گا اور اگر اوّل نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں پھر دوسرے نے کہا کہ پس مجھ پر اس کے مثل ہے اگر میں اس میں داخل ہوں تو یہ قسم اوّل و دوم دونوں پر لازم آئے گی یہ ایضاح میں ہے اور اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر اس بیت میں ہو لا ایک مرد پھر دیکھا تو بیت مذکور میں ایک مرد اور ایک لڑکا نکلا یا ایک مرد اور ایک عورت تھی تو قسم کھانے والا حانث ہو گیا اور اگر بیت مذکور میں ایک مرد اور ایک جانور چوپایہ ہو یا اسباب ہو تو حانث نہ ہو گا۔ اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر بیت میں ہو لا ایک بکری پھر

---

(۱) کیونکہ وہ اس کی ملک و خرید میں نہیں ہے بلکہ دو اور موجود ہیں ۱۲۔

دیکھا اس میں کوئی اور چوپایہ یہ نکلا بکری نہ تھی تو حانث ہوگیا اور اگر کہا کہ اگر بیت میں ہوا اگر ایک کپڑا پھر اس میں کوئی آدمی یا چوپایہ یا ظروف نکلے تو حانث ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ کل مملوک میرے آزاد ہیں تو اس کی ام والدین و مدبر باندیاں و غلام و محض غلام و باندیاں سب آزاد ہو جائیں گی یعنی باندیاں و غلام سب کو شامل ہوگا لیکن اگر اس نے خالی مذکوروں کی نیت کی ہو تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر خالی حبشیوں کی نیت کی ہوتی قضاءً و دیانۃً کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر خالی مؤنثوں[1] کی نیت کی ہو تو بھی قضاءً و دیانۃً کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے مدبروں کی نیت نہیں کی تھی تو ایک روایت میں دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور دوسری روایت میں کسی طرح تصدیق نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔

جس مملوک میں سے تھوڑے حصہ کا مالک ہے وہ حقیقۃً اس کا مملوک نہیں کرتا:

اس قسم کے تحت میں اس کے ایسے مملوک بھی داخل ہوں گے جو رہن ہوں یا کسی کے پاس ودیعت ہوں یا بھاگ گئے ہوں یا جن کو کسی نے غصب کر لیا ہو خواہ ایک ہو یا کئی ہوں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں لیکن اس قسم میں مکاتب داخل نہ ہوں گے الا آنکہ ان کی نیت کی ہو پس اگر مکاتبوں کی نیت کی ہو تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گے اور اسی طرح اس قسم میں وہ مملوک بھی داخل نہ ہوگا جس میں سے کچھ آزاد ہوا ہے اور جس غلام کو اس نے تجارت کی اجازت دی ہو وہ داخل ہوگا خواہ اس پر قرضہ ہو یا نہ ہو اور رہا یہ اس کے غلام ماذون کے غلام درصورتیکہ اس کے غلام ماذون پر قرضہ نہ ہو آیا داخل ہوں گے یا نہیں سو امام اعظم و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ان کی نیت ہو تو داخل ہوں گے اور آزاد ہو جائیں گے اور جو مملوک مشترک ہو یعنی اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہو وہ داخل نہ ہوگا ایسا ہی امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے اس واسطے کہ جس مملوک میں سے تھوڑے حصہ کا مالک ہے وہ حقیقۃً اس کا مملوک نہیں کہلاتا ہے اور اگر اس کی بھی نیت کی ہو تو استحساناً آزاد ہوگا اور رہا یہ کہ اس میں حمل داخل ہوگا یا نہیں پس اگر حمل کی ماں اس کی ملک میں ہو تو داخل ہوگا اور اپنی ماں کے آزاد ہونے کے ساتھ وہ بھی آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کی ملک میں خالی حمل ہو اس کی ماں نہ ہو مثلاً کسی نے اپنے مرتے وقت اس کے واسطے اپنی باندی کے حمل کی وصیت کی ہو تو ایسا حمل آزاد نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو مکاتب نہ کروں گا پھر کسی اجنبی نے اس کے غلام کو بدوں اس کے حکم کے مکاتب کر دیا پھر اس نے مکاتب کرنے کو جائز رکھا اور اجازت دے دی تو حانث ہوگیا جیسے وکیل کرنے میں ہوتا ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو آزاد نہ کروں گا پھر اس کے غلام نے مال کتابت ادا کیا اور آزاد ہوگیا پس اگر مرد مذکور نے بعد قسم کھانے کے اس کو مکاتب کیا ہو تو حانث ہوا اور اگر قبل قسم کے مکاتب کیا تھا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ میں کسی جاریہ (وطی ۱۲) کو اپنے تصرف وطی میں لایا تو وہ آزاد ہے پھر ایسی باندی کو اپنے تصرف وطی میں لایا جو اس کی ملک میں موجود تھی تو وہ آزاد ہوگی اور اگر کسی باندی کو خرید کر اس کو اس طرح تصرف میں لایا تو آزاد نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر میں اس یعنی کسی باندی کو اپنے تصرف (وطی) میں لایا تو تو طالقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر کسی باندی کو جو اس کی ملک میں ہے یا جس کو بعد قسم کے خریدا ہے اپنے تصرف وطی میں لایا تو عورت یعنی اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر کسی (دوسرے شخص کی ۱۲) باندی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے اپنے تصرف وطی میں کر لیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو خرید کر تصرف وطی میں کر لیا تو اس کا وہ غلام آزاد ہوگا جو قسم کے وقت اس کی ملک تھا اور جس کو بعد قسم کے خریدا ہے وہ آزاد نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ

(۱) عورتوں کی ۱۲۔

جب تجھ کو فلاں نے فروخت کیا تو تو آزاد ہے پھر اس کو فلاں مذکور کے ہاتھ فروخت کیا پھر فلاں سے خرید کیا تو آزاد نہ ہوگی اس واسطے کہ شرط یہ ہے کہ فلاں اس کو فروخت کرے اور فلاں کا اس کو فروخت کر دینا اس کی زوال ملک کا سبب ہے اور حالف کی ملک حاصل ہونا اپنے خریدنے سے ہے اور نہ فلاں کی بیع سے اور اگر کہا کہ اگر تجھ کو فلاں نے مجھے ہبہ کیا تو تو آزاد ہے پھر فلاں نے اپنے قبضہ کی حالت میں اس کو ہبہ کر دی اور اس نے قبضہ کیا تو آزاد ہو گی اسی طرح اگر کہا کہ جب فلاں نے تجھ کو میرے ہاتھ فروخت کیا تو تو آزاد ہے تو اس صورت میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اپنے نفس کو طلاق نہ دی تو میرا غلام آزاد ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اسی مجلس پر ہے:

زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے تیرے پاس بلانے کو بھیجا پس تو نہ آیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر زید نے عمرو کو آدمی بھیج کر بلایا اور وہ خود چلا آیا پھر دوسرے روز آدمی بھیج کر بلایا اور وہ نہ آیا تو زید کا غلام آزاد ہو گا اور ایک دفعہ قسم پوری ہونے سے یہ قسم باطل نہ ہو جائے گی باقی رہے گی یہاں تک کہ وہ ایک بار حانث ہو جائے پس جب ایک بار حانث ہو گیا تو اب قسم مذکور باطل ہو گئی اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر تو نے مجھے آدمی بلانے کو بھیجا اور میں تیرے پاس نہ آیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر تو میرے پاس آیا پس میں تیرے پاس نہ آیا اگر تو نے میری زیارت کی اور میں تیری زیارت کو نہ آیا تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم ایک دفعہ حانث ہو جانے سے باطل نہ ہو گی بلکہ ہمیشہ کے واسطے باقی رہے گی۔ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اپنے نفس کو طلاق نہ دی تو میرا غلام آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ اسی مجلس پر ہے اور یہ عورت کو اختیار دینا ہے پس اگر عورت نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دی تو اس پر واقع ہو گی اور اس کا غلام آزاد نہ ہو گا اور اگر اس مجلس میں اس نے طلاق نہ دی تو یہ حانث ہو گیا چاہے اور مجلس میں وہ اپنے آپ کو طلاق دے یا نہ دے اور دوسری مجلس میں اگر وہ اپنے آپ کو طلاق دے گی تو طالقہ نہ ہو گی اور کسی نے اگر دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا یہ غلام نہ فروخت کیا تو وہ میرا غلام دیگر آزاد ہے تو یہ اس کو اجازت بیع ہے اور یہ قسم واجازت ہمیشہ کے واسطے ہے یعنی اگر اس مجلس میں اس نے فروخت نہ کیا تو کہنے والا حانث نہ ہو گا اور اگر زید نے کہا کہ اگر میں کوفہ میں داخل ہوا اور میں نے نکاح نہیں کیا ہے تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم اس طرح پر واقع ہو گی کہ کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے نکاح کرے اور اگر یوں کہا ہو کہ پس میں نے نکاح نہ کیا تو اس طرح پر واقع ہو گی کہ داخل ہونے کے وقت نکاح کرے یعنی داخل ہوتے پر نکاح کرے اور اگر کہا کہ پھر میں نے نکاح نہ کیا تو یہ داخل ہونے کے بعد ہمیشہ تک نکاح کرنے پر واقع ہو گی ایک سے کہا گیا کہ فلانہ عورت سے نکاح کرے پس اس نے کہا کہ اگر میں نے کبھی نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس نے اس عورت کے سوائے دوسری سے نکاح کیا تو حانث ہو گا اور ایک نے کہا کہ اگر میں نے ترک کیا یہ کہ آسمان کو چھو دوں تو میرا غلام آزاد ہے تو وہ کبھی حانث نہ ہو گا اور ایک نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے آسمان کو نہ چھوا تو اسی وقت حانث ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باب : ⑧

خرید و فروخت و نکاح وغیرہ میں قسم کھانے کے بیان میں

اگر قسم کھائی کہ نہ خریدوں گا یا نہ بیع کروں گا یا نہ اجارہ دوں گا پھر اس نے کسی شخص کو وکیل کیا جس نے یہ فعل کیا تو حانث نہ

ہو گا الا آنکہ اس نے یہ نیت کی ہو کہ دوسرے کو بھی اس کام کے کرنے کا حکم[1] نہ دوں گا تو ایسی نیت بیان کرنے کی صورت میں اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نیت سے اس نے اپنے اوپر سختی زیادہ کر لی ہے یا یہ صورت ہو کہ قسم کھانے والا ایسا شخص معزز ہو کہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو تو وکیل کرنے و تفویض کرنے سے بھی حانث ہو گا اور اگر ایسا شخص ہو کہ خود بھی کرتا ہو اور بھی دوسرے کے سپرد کرتا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اکثر کیونکر کرتا ہے پاس اسی کا اعتبار ہو گا یہ کافی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نہ خریدوں گا یا بیع نہ کروں گا تو خرید (یا بیع فاسد میں حانث ہو جائے گا اگرچہ قبضہ نہ ہوا ایسی بیع سے بھی جس میں بائع یا مشتری کے واسطے خیار ہو اور ایسی بیع سے بھی جو بطریق فضولی[1] کے ہو اور ایسی ہبہ سے بھی جو بشرط عوض مگر یہ بہ شرط عوض میں وقت دونوں کے باہمی قبضہ کے حانث ہو گا اور جو بیع باطل ہوتی ہے اس سے حانث نہ ہو گا اور مدبر و ام ولد و مکاتب کی خرید و فروخت کرنے سے حانث نہ ہو گا اور بعد بیع واقع ہونے کے اگر ایسی قسم کے بعد اس نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بھی حانث نہ ہو گا لیکن اگر ابتدائے بیع بلفظ اقالہ کی تو حانث ہو گا اور اگر باہمی رضامندی سے بسبب عیب کے بیع کو واپس کیا یا لیا تو بھی حانث نہ ہو گا اور اگر اس نے بیع کرنے کا ایجاب کیا تو بدون مشتری کے قبول کرنے کے حانث نہ ہو گا۔ یہ عتابیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ بیع نہ کروں گا پھر کسی فضولی نے اس کا مال فروخت کیا اور اس نے اجازت دے دی تو حانث نہ ہو گا الا اس صورت میں کہ یہ شخص ایسا ہو کہ خود بیع نہیں کیا کرتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فروخت کروں گا پھر وہ اس کے پاس سے چرا لیا گیا تو فرمایا کہ حانث نہ ہو گا:

اگر قسم کھائی کہ خرید نہ کروں گا پھر فضولی[2] سے کوئی چیز خریدی یا شراب خمر[3] خریدی تو حانث ہو گا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فروخت کروں گا پھر وہ اس کے پاس سے چرا لیا گیا تو فرمایا کہ حانث نہ ہو گا جب تک اس کو غلام مذکور کے مرنے کا یقین حاصل نہ ہو جائے یہ خلاصہ میں ہے اور امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام فروخت نہ کیا تو ایسا ہے پھر اس نے یہ غلام آزاد یا مدبر کر دیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر ایسی گفتگو باندی کے حق میں کی اور باقی مسئلہ بحالہا ہے تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اپنی باندی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے فروخت نہ کیا تو تو آزاد ہے پھر اس سے وطی کی کہ اس کے بچہ پیدا ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ آزاد ہو گئی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ یہ غلام فروخت نہ کروں گا اور نہ اس کو ہبہ کروں گا تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ اگر اس کا نصف فروخت یا ہبہ کیا تو حانث نہ ہو گا اور شیخ رازی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی باندی ضرور فروخت کروں گا اور اس کا کوئی وقت نہیں بیان کیا پھر وہ باندی اس سے بچہ جنی تو فرمایا کہ استحساناً مولیٰ حانث نہ ہو گا اور شیخ ابونصر الدبوسی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے ایک مہینہ تک فروخت نہ کیا تو وہ آزاد ہے پھر اس باندی کو اس سے[4] حمل ظاہر ہوا تو فرمایا کہ مولیٰ کو حلال ہے کہ اس باندی سے بعد ایک مہینہ کے وطی کرے جبکہ چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے مولیٰ حانث ہو گیا اور اس کو حلال نہیں ہے کہ بعد مہینہ کے اس سے وطی کرے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو بالاجماع مولیٰ کو حلال نہیں ہے کہ بعد مہینہ کے اس سے وطی کرے یہ حاوی میں ہے۔ زید نے قسم کھائی کہ واللہ میں عمرو کی ام ولد کو ضرور فروخت کروں گا یا کہا کہ واللہ میں اس عمرو کو فروخت کروں گا اور حالانکہ عمرو آزاد ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ قسم بیع فاسد پر

---

[1] یعنی دوسرے سے بھی یہ کام نہ کراؤں گا اور اگر ظاہر کلام مراد ہو تو دوسرے کو حکم دینے سے حانث ہو گیا چاہے دوسرے نے یہ فعل کیا ہو یا نہ کیا ہو ۱۲۔

(۱) یہ فضولی بنا ہے ۱۲۔ (۲) یعنی اصل مالک سے ۱۲۔ (۳) انگوری علی قول الامام ۱۲۔ (۴) مولیٰ سے ۱۲۔

واقع ہوگی چنانچہ اگر ان دونوں کو بطور بیع فاسد کے فروخت[1] کر دیا تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے اپنا یہ مملوک زید کے ہاتھ فروخت کیا تو وہ آزاد ہے پس زید نے کہا کہ میں نے اس کی اجازت دے دی یا میں راضی ہوا پھر زید نے اس کو خریدا تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر زید نے تجھ سے یہ غلام خریدا تو وہ آزاد ہے پھر زید نے کہا کہ ہاں پھر اس کو خرید کیا تو زید کی طرف سے وہ غلام آزاد ہوگیا یہ ایضاح میں ہے ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک نے کہا کہ واللہ نہ فروخت کروں گا میں تیرے ہاتھ سے کپڑا بعوض دس درہم کے یہاں تک کہ تو مجھے زیادہ دے پھر اس کے ہاتھ نو درہم کو فروخت کر دیا تو قیاساً حانث نہ ہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہیں اور یہ بدائع میں ہے اور قال المترجم ہمارے عرف کے موافق استحسان اظہر ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ اس کو دس درہم کو فروخت نہ کروں گا الا بعوض اس سے زیادہ کے یا بعوض زیادہ کے پھر اس کے ہاتھ گیارہ درہم کو فروخت کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دس کو فروخت کیا تو حانث ہوا اور اسی طرح اگر نو درہم کو فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نو درہم اور ایک دینار کو فروخت کیا قیاساً حانث ہوگا اور استحساناً حانث نہ ہوگا اور اگر مشتری نے بھی قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں بعوض دس درہم کے اس کو خریدوں حتیٰ کہ اس کو کم کرے پس اگر مشتری نے اس کو دس درہم کو خریدا تو حانث ہوا اور اگر گیارہ کو خریدا تو بھی حانث ہوا اور اگر نو درہم کو خریدا تو حانث نہ ہوگا اور اگر نو درہم اور ایک دینار کو خریدا تو حانث نہ ہوا۔ پس بعض نے فرمایا ہے کہ یہ حکم بدلیل قیاس ہے اور بحکم استحسان حانث ہوا اور اگر مشتری نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے اس کو خریدا بعوض دس درہم کے الا باقل یا بانقص پھر اس کو دس درہم یا زیادہ کو خریدا تو حانث ہوگا اور اگر اس کو نو درہم اور ایک دینار کو خریدا یا نو درہم اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو قیاساً حانث نہ ہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اور اگر بائع (قسم کھائی ۱۲) نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ دس درہم کو فروخت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مجھے زیادہ کر دے پھر اس کے ہاتھ نو درہم و ایک دینار کو جس کی قیمت پانچ درہم ہیں فروخت کیا تو حانث[2] نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنا دار فروخت نہ کروں گا پھر اپنی بیوی کو اس کے مہر میں دے دیا تو حانث ہوگیا۔ شیخ صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ عورت سے درہموں پر نکاح کیا پھر ان درہموں کے عوض اس کو یہ دار دے دیا اور اگر عورت سے اسی دار پر نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ یہ گھوڑا نہ بیچوں گا پھر کسی نے یہ گھوڑا لے لیا اور اس کا بدل دے دیا اور گھوڑے کا مالک اس پر راضی ہوگیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ[3] ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کوئی چیز بطور تعاطی کے لے لی[4] پھر قسم کھائی کہ میں نے یہ چیز نہیں خریدی ہے تو شیخ علم الہدیٰ ماتریدی نے جواب دیا کہ وہ حانث ہوگا اور اسی کو شیخ ظہیر الدین نے اختیار کیا ہے اور اسی طرح اگر بطور تعاطی فروخت کی پھر قسم کھائی کہ میں نے اس کو فروخت نہیں کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے اور شیخ فضلی نے فرمایا کہ جو شخص جانتا ہو کہ وہ[5] مبیع تعاطی تھی تو اس کو حلال نہیں ہے کہ بیع پر گواہی دے بلکہ تعاطی ہونے پر گواہی دے یہ وجیز کردری میں ہے الاصل جس شخص نے اپنی قسم کو کسی محل میں فعل پر منعقد کیا اور حرف لام کو جو بمعنی

---

[1] یہ مشکل ہے کیونکہ آزاد کی بیع امامؒ کے نزدیک بالکل باطل ہے بعض عوام الناس نے زعم کیا کہ بیع بطور صحیح ہو تو بالکل صحیح ہے یہ کلام مہمل باطل ہے ہاں اگر اصل بیع باطل نہ ہو بلکہ فاسد ہو اور روایت صحیح ہو جائے تو یہی جواب ہے ۱۲۔ [2] شاید یہ جواب بطور استحسان ہے ۱۲۔ [3] قال المترجم یہ اس وقت کہ نیت نہ ہو اور اگر نیت ہو تو بھی حانث ہوگا اور اس میں کچھ اختلاف نہ ہونا چاہیے ۱۲۔ [4] بیع تعاطی کی مثال یہ کہ دس دس آنہ ڈھیری ہے پیسہ پیسہ کو ایک آیا اور پیسہ دیا اور ایک ڈھیری لے گیا تو بیع بالتعاطی ہوگئی ۱۲۔ [5] گویا بیع تعاطی کے اختلاف کا اشارہ ہے ۱۲۔

واسطے و ملک کے عربی میں آتا ہے ذکر کیا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس نے لام کو محل الفعل سے مقروں ذکر کیا تو اس کی قسم جس پر کھائی ہے اس کے محلوف علیہ کی ملک میں ہونے کی حالت میں فعل صادر کرنے پر ہوگی چنانچہ اگر حالف نے یہ فعل ملک محلوف علیہ میں کیا تو حانث ہوگا خواہ اس کے حکم سے کیا ہو یا بغیر اس کے حکم کے کیا ہو اور خواہ یہ فعل ایسا ہو کہ اس میں وکالت جاری ہوتی ہے یا جاری نہ ہوتی ہو اگر لام کو مقروں بہ فعل ذکر کیا پس اگر فعل ایسا ہو کہ اس میں وکالت جاری ہوتی ہے اور اس کے حقوق میں کہ اس کے عہدہ کی وجہ سے جو وکیل کو لاحق ہو اس کے واسطے موکل کی طرف وکیل رجوع کر سکتا ہے جیسے بیع وغیرہ تو اس کی قسم وکالت و حکم پر ہوگی چنانچہ اگر یہ فعل اس کے محل میں بحکم محلوف علیہ کیا تو حانث ہوگا خواہ محل الفعل[1] محلوف علیہ کی ملک ہو یا دوسرے کی ملک ہو اور اگر ایسا فعل ہو کہ اس میں وکالت بالکل جاری نہیں ہوتی ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ یا اس میں وکالت جاری تو ہوتی ہے مگر اس میں ایسے حقوق نہیں ہیں کہ ان کے واسطے وکیل اپنے موکل کی طرف رجوع کرے جیسے مارنا وغیرہ تو اس کی قسم جس پر قسم کھائی ہے ملک محلوف علیہ میں اپنے فعل کے صادر کرنے پر ہوگی چنانچہ اگر یہ فعل محلوف علیہ کی ملک میں کیا تو حانث ہوگا خواہ اس کے حکم سے کیا ہو یا بغیر اس کے حکم کے کیا ہو اور اگر یہ فعل غیر محلوف علیہ کی ملک میں کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ یہ فعل محلوف علیہ کے حکم سے کیا ہو قال المترجم توضیح اس اصل شریف کی اپنی زبان میں ہم کو منظور ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی محل میں مثل کپڑے وغیرہ کے اپنا فعل بیع وغیرہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور کپڑا کسی دوسرے کا ہے پس اگر ایسا لفظ جو ملک پر دال ہے یا واسطے کے معنی میں ہے۔ مثلاً تیرا کپڑا یا فروخت واسطے تیرے وغیرہ ذلک محل فعل سے مقروں کر کے ذکر کیا اور محل فعل مثلاً۔ بیع فعل کا محل کپڑا ہے پس یوں کہا کہ میں نے فروخت کیا یہ کپڑا تیرا یا تیری ملک کا یا جو تیری ملک ہے تو اس کی قسم کپڑے کے فروخت کی اس حالت تک ہوگی کہ یہ کپڑا اس مخاطب کی ملک میں ہے علی العموم والاطلاق چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ اگر ایسا لفظ موصوفہ بالا مقروں بہ فعل ذکر کیا نہ بمحل فعل مثلاً یوں کہا کہ فروخت کیا میں نے تیرے واسطے یہ کپڑا یعنی یہ فعل تیرے واسطے کیا تو اس میں فعل کو دیکھنا چاہئے کہ کیسا فعل ہے پس اگر فعل ایسا ہو کہ اس میں وکالت جاری ہوتی ہے الی آخرہ اور جب اصل مذکور کی توضیح ہو گئی تو ہم پھر کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ امام محمدؒ نے فرمایا اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تیرے واسطے فروخت کیا کوئی کپڑا تو میرا غلام آزاد ہے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پس محلوف علیہ یعنی مخاطب نے اپنا کپڑا کسی کو دیا تا کہ اس کو حالف کر دے تا کہ حالف اس کو فروخت کر دے پس درمیانی آدمی یہ کپڑا حالف کے پاس لایا اور کہا کہ یہ کپڑا واسطے فلاں کے فروخت کر دے یعنی محلوف علیہ کے واسطے فروخت کر دے یا کہا کہ یہ کپڑا فروخت کر دے اور یہ نہ کہا کہ فلاں کے واسطے لیکن حالف جانتا ہے کہ یہ محلوف علیہ کا ایلچی ہے پس حالف نے اس کو فروخت کیا تو اپنی قسم میں حانث ہوا اور اگر درمیانی آدمی نے کہا کہ یہ کپڑا میرے واسطے فروخت کر دے یا کہا کہ اس کو فروخت کر دے اور حالف کو یہ معلوم نہ ہوا کہ محلوف علیہ کا ایلچی ہے پس حالف نے اس کو فروخت کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر حالف نے یوں قسم کھائی کہ اگر میں نے تیرا کپڑا فروخت کیا یا جو تیری ملک ہے فروخت کیا یا فروخت کیا ایسا کپڑا جو تیرا ہے یا تیری ملک ہے اور باقی مسئلہ بدستور ہے تو ہر حال میں حانث ہوگا خواہ درمیانی نے اس سے کہا ہو کہ فلاں کے واسطے فروخت کر دے یا کہا ہو کہ میرے واسطے فروخت کر دے یا کہا ہو کہ اس کو فروخت کر دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا ہو ہر صورت میں حانث ہوگا بشرطیکہ اس کا فروخت کرنا ایسی حالت میں واقع ہوا ہو کہ یہ کپڑا المحلوف علیہ کی ملک میں ہو اور اگر حالف نے اوّل صورت میں یہ نیت کی کہ ایسا کپڑا فروخت کروں جو محلوف علیہ کی ملک ہے اور دوسری صورت میں اس طرح قسم کھا کر کہ اگر میں نے فروخت کیا کپڑا واسطے تیرے یہ نیت کی کہ محلوف علیہ کے حکم سے فروخت

---

[1] جس پر قسم کھائی اس کی ملک میں اس فعل کا محل ہو اور اس کے حکم سے کیا ہو ۱۲۔

کیا تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی قسم نیت پر ہو گی لیکن اوّل صورت میں قاضی بھی اس کی نیت کی تصدیق کرے گا اور دوسری صورت جب کہ موافق ہمارے ذکر کے بدوں تصریح ملک کے اس نے اپنی نیت ظاہر کی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا اور جس صورت میں کہ ملک کی تصریح کر دی اس صورت میں کسی طور پر تصدیق نہ کی جائے گی کذا فی الذخیرہ مع زیادۃ من المترجم عصمہ اللہ تعالیٰ منتقی میں ابن سماعہ کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ نہ فروخت کروں گا واسطے فلاں کے کوئی کپڑا پس حالف نے محلوف علیہ کا کوئی کپڑا فروخت کر دیا پس محلوف علیہ نے اس بیع کی اجازت دے دی تو حالف حانث ہو گیا اور اگر حالف نے اس کو اپنے واسطے فروخت کیا تو حانث نہ ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر حط کر دینے پر قسم کھائی (یعنی طے کرنے کے بعد رقم میں سے کچھ منہا کرنا):

اگر قسم کھائی کہ میں کوئی چیز تیرے اسباب میں سے تیرے واسطے فروخت نہ کروں گا پھر ایک تکیہ فروخت کیا جس میں محلوف علیہ کا صوف بھرا ہوا ہے تو حانث نہ ہو گا یہ عتابیہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک غلام چکایا اور بائع نے اس کے دام ہزار درہم مانگے اور مشتری نے پانچ سو کہے پس بائع نے کہا کہ یہ آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے ہزار درہم سے کچھ حط[1] کیے پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اس کو پانچ سو درہم کو فروخت کیا پس مشتری نے بیع قبول کر لی یا نہیں قبول کی تو بائع حانث ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور اگر بائع نے چکانے کے وقت کہا ہو کہ اگر میں نے اس کے ثمن سے کچھ حط کیا تو یہ آزاد ہے اور باقی مسئلہ بدستور واقع ہوا تو غلام (بائع حانث نہ ہو گا ۱۲) آزاد نہ ہو گا اور اگر اس کے ثمن (پانچ سو درہم سے مثلاً ۱۲) سے اس کے بعد کچھ حط بھی کر دیا تو قسم منحل ہوئی لیکن غلام آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ وہ بائع کی ملک سے باہر ہو چکا ہے اور اگر اس صورت میں بائع نے جزاءِ قسم اپنی بیوی کی طلاق یا کسی دوسرے غلام کی آزادی قرار دی ہو تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر ان صورتوں میں تھوڑا ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا خواہ پورا ثمن وصول کرنے کے بعد یا اس سے پہلے تو بھی اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر تمام ثمن مشتری کے ذمہ سے حط کر دیا یا اس کو تمام ثمن ہبہ کر دیا تو حانث نہ ہو گا اور اگر مشتری کو بعض ثمن سے بری کر دیا پس اگر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ایسا کیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گا اس واسطے کہ یہ حط قرار دیا جائے گا اور اگر بعد قبضۂ ثمن کے ایسا کیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہو گا یہ محیط میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے بارہ سے کم کو دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں اس کو بارہ کر خریدوں پھر اس کو تیرہ کو یا بارہ و ایک دینار کو یا بارہ اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو اپنی قسم میں حانث ہو گا اور اگر اس کو گیارہ اور ایک دینار کے عوض یا گیارہ اور ایک کپڑے کے عوض خریدا تو حانث نہ ہو گا اور اگر بائع نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے اس کو دس کو فروخت کیا پھر اس کو گیارہ کے عوض یا دس و ایک دینار کے عوض یا نو اور ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو حانث نہ ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ زید نے کوئی چیز بعوض درہموں کے فروخت کی پھر قسم کھائی کہ اس کا ثمن نہ لوں گا پھر ان درہموں کے عوض گیہوں لے لیے تو حانث ہو گیا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ یہ چیز کسی کے ہاتھ فروخت نہ کروں گا پھر اس کو دو آدمیوں کے ہاتھ فروخت کیا تو حانث ہوا یہ عتابیہ میں ہے۔ قسم کھائی کہ کپڑا نہ خریدوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس نے ریشمی چادر یا طیلسان یا پوستین یا قبا خریدی تو حانث ہوا اگر اس نے مسیح[2] یا بچھونا یا ٹوپی یا تہبند خریدی تو حانث نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے قال المترجم ہمارے عرف کے موافق امید ہے کہ کپڑے سے جو متبادر ہوتا ہے اسی پر محمول ہو

---

[1] حط بعد قرار پانے کے کم کر دینا ۱۲۔ [2] مسیح شاید یہ زباں تاتار میں مختلط ہو گیا اور مراد کملی ہو ۱۲۔

واللہ تعالیٰ اعلم قال فی الوجیز۔ اسی طرح اگر کوئی ٹکڑا خریدا جو نصف کپڑے کے برابر نہیں ہے تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر نصف کپڑے کے برابر زیادہ ہو تو حانث ہوگا اور اگر اس قدر خریدا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہے تو حانث ہوگا انتہا قلت و ہذا ظاہر ایک نے قسم کھائی کہ اس عورت کے واسطے ثوب نہ خریدوں گا پھر اس کے واسطے اوڑھنی (نما ۱۲) خریدی تو حانث نہ ہوگا اور یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ کتان نہ خریدوں گا تو ہمارے عرف میں یہ قسم کتان کے کپڑے پر واقع ہوگی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کچھ نہ خریدوں گا پھر اس سے ایک کپڑے کی بیع سلم ٹھہرائی تو حانث ہوا کذا فی الظہیر یہ قسم کھائی کہ اپنی باندی کے لئے نیا کپڑا نہ خریدوں گا تو عرف میں نیاوہ کپڑا ہے جو دُھلا ہوا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لا یشتری طعاما ہ طعام نہ خریدوں گا پھر اس نے گیہوں خریدے تو ہمارے علما کے قول میں حانث ہوگا۔ یہ حاوی میں ہے۔ قال المترجم یہ عمرااماموں کا ہے اور ہمارے عرف کے موافق طعام فی الحال کھانے قابل پر واقع ہوگا کما صرحناہ فی کتاب البیوع اور اگر قسم کھائی کہ ان درہموں کی روٹی نہ خریدوں گا تو جب تک یہ درہم پہلے نانوائی کو دے کر پھر اس سے نہ کہے کہ مجھے ان درہموں کی روٹی دے دے تب تک حانث نہ ہوگا چنانچہ اگر نانوائی کو یہ درہم دینے سے پہلے روٹی خریدنے کو اس طرح کہا تو حانث نہ ہوگا اور جامع میں فرمایا کہ اگر اس نے عقد بیع کو انہیں درہموں کی طرف مضاف کیا تو حانث ہوگا خواہ یہ درہم دیئے ہوں یا ہنوز نہ دیئے ہوں یہ وجیز کردری میں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی اصح ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ جَو نہ خریدوں گا پھر اس نے گیہوں خریدے جن میں جو کے دانہ موجود ہیں تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ بقل (ساگ پات اور ساگ کھیتی جس میں بالی نہ آئی ہوا) نہ خریدوں گا پھر ایسی زمین خریدی جس میں بقل موجود ہے اور مشتری نے شرط کر لی کہ یہ بقل میری ہوگی تو بھی حانث ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ لکھوری اینٹ یا لکڑی یا نرکل نہ خریدوں گا پھر اس نے کوئی پختہ مکان خریدا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خرما کے پھل نہ خریدوں گا پھر اس نے ایک زمین خریدی جس میں خرما کے درخت ہیں اور درختوں پر پھل موجود ہیں اور مشتری نے شرط کر لی کہ یہ پھل میرے ہوں گے تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بقل[1] نہ خریدوں گا پھر ایسی زمین خریدی جس میں بقل موجود ہے اور مشتری نے شرط کر لی کہ یہ بقل میری ہوگی تو بھی حانث ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں بقل بیع میں بالمقصود داخل ہوگی نہ بالتبع۔ اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ خریدوں گا پھر زندہ بکری خریدی تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ کڑوا تیل نہ خریدوں گا پھر سرسوں خریدی تو حانث نہ ہوگا اور علی ہذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ نرکل نہ خریدوں گا اور نہ خرما کے پتے پھر ایک بوریا (زرگل کا ۱۲) خریدا یا خرما کے پتوں کی زنبیل خریدی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بکری کا بچہ (حلوں ۱۲) نہ خریدوں گا پھر گابھن بکری خریدی یا قسم کھائی کہ صغیر مملوک نہ خریدوں گا پھر حاملہ باندی خریدی تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ کوئی درخت نہ خریدوں گا پھر ایک زمین خریدی جس میں درخت ہیں تو حانث نہ ہوگا اور یہ ظہیریہ میں ہے۔

قال المترجم اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے نہ خریدنے کی قسم کھائی تو اس میں تین صورتیں ہیں کہ اگر یہ چیز دوسری چیز کے خریدنے میں آئی اور ایسی چیز ہے کہ اس کی تبعیت میں بدوں ذکر و شرط کے داخل ہو جاتی ہے تو حانث نہ ہوگا

---

[1] ساگ پات اور ساگ کھیتی جس میں بالی نہ آئی ہو ۱۲۔

اور اگر بدوں شرط کے داخل نہیں ہوتی ہے اور شرط کرنے سے داخل ہو سکتی ہے پس شرط کی تو حانث ہوگا اور اگر مستقل بعد ذکر کے بیع میں آتی ہے تو بھی حانث ہوگا اگر خرید کیا ہو فلیتامل اور اگر قسم کھائی کہ دیوار نہ خریدوں گا پھر ایک دار خریدا جس کی چار دیواری قائم ہے تو استحساناً حانث ہوگا ایک نے قسم کھائی کہ درخت خرما نہ خریدوں گا پھر ایک باغ چار دیواری کا خریدا جس کے اندر درختانِ خرما ہیں تو حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ صوف نہ خریدوں گا پھر ایک بکری خریدی جس کی پشت پر صوف موجود ہے تو حانث نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر بکری کو بعوض صوف تراشدہ خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ ہے کذافی فتاویٰ قاضی خان اور صوف نہ خریدنے کی قسم میں اگر کھال خریدی جس پر صوف موجود ہے تو حانث نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایسی کھال خریدنے سے حانث ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ دودھ نہ خریدوں گا پھر ایک بکری خریدی جس کے تھنوں میں دودھ ہے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر بکری کو اس کی جنس کے دودھ کے عوض خریدا تو بھی حانث نہ ہوگا یہ ظاہر الراویہ کے موافق ہے اور یہ صورت اور بکری کو بعوض گوشت کے خریدنا امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسف کے نزدیک یکساں ہیں کہ بہر حال میں بیع جائز ہے اور اگر دودھ نہ خریدنے کی قسم کھائی ہوگی تو اس صورت میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ چکتی نہ خریدوں گا پھر ایک دنبہ (پورا۱۲) ذبح کیا ہوا خرید کیا تو حانث نہ ہوگا اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ سری نہ خریدوں گا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ قسم بکری و دنبہ و گائے کی سری پر واقع ہوگی اور فتویٰ باعتبارِ رواج کے ہوگا:

اصل یہ ہے کہ جس پر قسم کھائی ہے اگر وہ دوسری چیز کی تبعیت میں بیع میں داخل ہوگئی ہو تو اس سے حانث نہ ہوگا اور اگر مقصوداً داخل ہوئی ہو تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور قال المترجم[1] انما عثرت علیه بعد ما ذکرت الاصل فهل هذا فاذا هما یتوافقان فالحمد لله علی ذلك حمدًا کثیرًا طیبا مبارکًا و صلی الله تعالی علی سیدنا الصادق الامین محمد و آله اجمعین۔
اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ خریدوں گا پھر سری خریدی تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ سری نہ خریدوں گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ قسم بکری و دنبہ و گائے کی سری پر واقع ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط بکری و دُنبہ کی سری پر واقع ہوگی اور یہ اختلاف عصر و زمانہ ہے یعنی باعتبار رواج کے ہے و قال المترجم ہمارے عرف کے موافق بھی صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہونا چاہئے ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ شحم نہ خریدوں گا یعنی چربی پھر اس نے پیٹ کی چربی خریدی تو حانث ہوگا اور اگر پیٹھ کی چربی جس میں گوشت کا میل ہوتا ہے خریدی تو یہ مسئلہ امام محمدؒ نے اصل میں نہیں ذکر فرمایا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے (شرح میں) ذکر کیا ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہ محیط میں ہے۔ ایک نے کہا کہ واللہ نہ خریدوں گا ان درہموں کے عوض الا گوشت پھر اس نے ان درہموں میں سے تھوڑے کے عوض گوشت خریدا اور باقی کے عوض کوئی اور چیز سوائے گوشت کے خریدی تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ ان سب کے عوض دوسری چیز سوائے گوشت کے نہ خریدنے اور اگر قسم کھائی کہ ان درہموں کے عوض سوائے گوشت کے نہ خریدوں گا پھر اس نے تھوڑے درہموں کے عوض کوئی اور چیز سوائے گوشت کے خریدی تو قیاساً حانث نہ ہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اون یا بال نہ خریدوں گا تو یہ قسم سادے اون و بال پر واقع ہوگی اور ان چیزوں پر واقع نہ ہوگی جو اون و بال سے بنائی گئی ہوں چنانچہ کمل اور

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ تحقیق میری نظر میں اس وقت آئی جب میں اوپر توضیح مذکور اپنی طرف سے لکھ چکا تھا پھر الحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ کہ دونوں موافق ہیں ۱۲۔

بولوں کی تھیلی خریدنے سے حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ دہن[1] نہ خریدوں گا تو ایسے دہن پر واقع ہوگی جس سے تدہین کرنے کا لوگوں میں رواج و عادت ہے اور جس سے تدہین کی عادت نہیں ہے جیسے روغن زیتون والسی وانڈے دُ پائے تو ان سے حانث نہ ہوگا اور قال المترجم اگر ہماری زبان میں کہا کہ تیل نہ خریدوں گا تو سوائے پائے کے سب تیلوں پر واقع ہو گی اور اگر یوں کہا کہ لگانے کا تیل نہ خریدوں گا تو حکم موافق مذکورہ کتاب ہے واللہ اعلم اور اگر اس نے زیت مطبوخ خریدا اور قسم کے وقت اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ بنفشہ یا خطمی نہ خریدوں گا تو کتاب میں مذکور ہے کہ یہ قسم روغن بنفشہ پر واقع ہوگی پتے پر واقع نہ ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں روغن بنفشہ خریدنے سے حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں عام لوگوں کے اطلاق میں بنفشہ و خطمی اس کے گل و تخم یعنی گل بنفشہ اور تخم یعنی تخم خطمی پر ہے اور خواص فرق کرتے ہیں پس حکم میں تامل ہے اور ضرورت اجتہاد فافہم اور قسم کھائی کہ فلاں کے واسطے نہ خریدوں گا پھر فلاں کے پسر یا اس کے غلام ماذون کے واسطے اس کی اجازت سے خرید کیا تو حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کے واسطے یہ چیز ضرور خرید کروں گا پھر اس کے واسطے خریدی پھر اس نے یہ چیز بائع کو دے دی تو اپنی قسم میں سچا رہا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر زید نے کہا کہ اگر میں نے فلاں غلام کو خریدا تو وہ آزاد ہے پھر عمرو کے واسطے اس غلام کو خریدا تو اس کو امام محمدؒ نے کسی کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کہنے[2] والا کہہ سکتا ہے کہ قسم منحل نہ ہوگی اور یہی اشبہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کا غلام نہ خریدوں گا پھر اپنا مکان فلاں کو بعوض اس غلام کے کرایہ پر دیا تو حانث نہ ہوگا اور یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ یہ غلام نہ خریدوں گا اور نہ کسی کو حکم دوں گا کہ میرے واسطے اس کو خرید لے پس اس کو منظور ہوا کہ اس کو کسی طرح خریدوں تو اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی دوسرا غلام خرید کر کے اس کو تجارت کی اجازت دے دے پھر وہ ماذون اس غلام کو خرید کرے پھر اپنے غلام ماذون کو مجبور کر دے پھر یہ غلام اس کا ہو جائے گا اور حانث بھی نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط حانث ہونے کی نہیں پائی گئی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ امراۃ نہ خریدوں گا یعنی عورت نہ خریدوں گا پھر ایک جاریہ صغیرہ خریدی یعنی چھوٹی لڑکی خریدی تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک شخص نے دس باندیوں کو دیکھ کر کہا کہ اگر میں نے کوئی باندی ان باندیوں میں سے خریدی تو وہ آزاد ہے پھر کسی دوسرے کے واسطے ان میں سے کوئی باندی خریدی پھر اپنے[3] واسطے خرید لی تو وہ آزاد نہ ہوگی اور اگر ان میں سے دو باندیاں ایک اپنے واسطے اور دوسری دوسرے کے واسطے ایک ہی صفقہ میں خریدیں تو ان میں سے کوئی آزاد نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ جاریہ (چھوکری ۱۲) نہ خریدوں گا پھر بوڑھی باندی یا دودھ پیتی لڑکی خریدی تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ لا[(1)] یشتری غلامًا من السند یعنی نہ خریدوں گا کوئی غلام از سندھ (ملک ۱۲) تو سندھی غلام نہ خریدنے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ نہ

---

[1] دہن تیل اور چکنائی کو بھی دہن کہتے ہیں ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر نظر یہ کہ خرید پہلے وکیل کے لئے واقع ہوگی پھر منتقل ہو کر موکل کے واسطے ہو جائے گی یا اوّل ہی موکل کے واسطے واقع ہوگی پھر دیکھو کہ کیا وہ اس غیر کا وکیل تھا یا نہیں تھا۔ اگر نہ ہو تو کیا فضولی کی خرید اس کے لئے ہوگی یا جس کے طرف منسوب کی یا متوقف رہے گی۔ ظاہر یہاں یہ ہے کہ وہ فضولی تھا تب ہی یہ خلجان واقع ہوا ۱۲۔ [3] قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ دوسرے سے پھر اپنے واسطے خرید لے و نیز محل تامل ہے واللہ اعلم ۱۲۔

(۱) جو غلام کہ ار غاکنان سند ہو ۱۲۔

خریدوں گا غلام از خراسان پھر خراسانی غلام کو سوائے خراسان کے دوسرے مقام پر خرید کیا تو حانث نہ ہوگا جب[1] تک کہ اس کو خراسان میں نہ خریدے یہ خلاصہ میں ہے اور ایک نے تین گھوڑے ایک سو پانچ درہم کو خریدے پھر قسم کھائی کہ میں نے ان میں سے ایک پینتیس (۳۵) درہم کو خریدا ہے تو حانث ہوگا۔ دو آدمیوں کے درمیان اسی (۸۰) بکریاں مشترک ہیں پھر جو شخص کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے واسطے مقرر ہے اس نے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا پس ان میں (۱) سے ایک نے قسم کھائی کہ میں چالیس بکریوں کا مالک نہیں ہوں تو حانث نہ ہوگا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر ایک غلام خریدا پھر قسم کھائی کہ میں چالیس (درہم ۱۲) کا مالک نہیں ہوں تو حانث نہ ہوگا اور زکوٰۃ لازم نہ آئے گی۔ یہ وجیز کردری میں ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدنا چاہا اور ہزار درہم اس کے دام ٹھہرائے پس زید نے ہزار درہم عمرو کو دیئے پھر قسم کھائی کہ اگر میں نے ان ہزار درہم کے عوض یہ غلام خریدا تو یہ ہزار درہم مسکینوں پر صدقہ ہیں اور انہیں دیئے ہوئے ہزار درہم کی طرف اشارہ کیا اور عمرو نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام ان ہزار درہموں کے عوض فروخت کیا تو یہ ہزار درہم مسکینوں پر صدقہ ہیں اور انہیں دیئے ہوئے ہزار درہموں کی طرف بائع نے بھی اشارہ کیا پھر عمرو نے انہیں درہموں کے عوض یہ غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا تو عمرو پر لازم آئے گا کہ یہ ہزار درہم صدقہ کرے زید پر لازم نہ آئے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم اور اگر جزاء یہ قرار دی ہو کہ تو یہ غلام آزاد ہے تو مشتری کی طرف سے غلام آزاد ہوگا نہ بائع کی طرف سے فلیتامل اور اگر کہا کہ میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے پھر نصف غلام خریدا اور اس کو فروخت کر دیا پھر باقی نصف خریدا تو یہ نصف اس کی طرف سے آزاد نہ ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے کوئی غلام خریدا تو وہ آزاد ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو یہ نصف آزاد ہو جائے گا اور یہ غیر معین غلام کی صورت میں ہے اور معین غلام کی صورت میں یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے تو اس کا حکم مثل اس صورت کے ہے کہ اگر میں نے یہ غلام خریدا تو آزاد ہے یعنی یہ نصف اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور یہی حکم درہموں کی صورت میں ہے یعنی اگر یوں کہا کہ اگر میں دو سو درہم کا مالک ہوا تو اس پر ان کا صدقہ کر دینا واجب نہ ہوگا اور اگر درہم معین ہوں یعنی اشارہ کر کے کہا ہو کہ اگر ان دو سو درہم کا مالک ہوا تو مجھ پر ان کا صدقہ کرنا واجب ہے تو اس طرح مالک ہونے سے اس پر صدقہ کرنا واجب ہوگا اور خرید کی صورت میں اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میری نیت یہ تھی کہ اگر پورے کو میں نے خریدا تو آزاد ہے تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور دیانۃً تصدیق ہوگی۔ یہ خلاصہ میں ہے۔ زید نے عمرو و بکر سے کہا کہ اگر تم نے کسی غلام کو خریدا یا تم کسی غلام کے مالک ہوئے تو میرے غلاموں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں ایک غلام کے مالک ہوئے جو دونوں میں مساوی مشترک ہے یا ایک نے خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو زید حانث ہوا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نہیں مالک ہوا الا پچاس و دس درہم کا یعنی زکوٰۃ مجھ پر یوں نہیں ہے کہ میں دو سو درہم کا مالک نہیں رہا ہوں حالانکہ وہ فقط دس ہی درہم کا مالک ہوا ہے تو حانث[2] نہ ہوگا اور اگر وہ پچاس درہم کے ساتھ دس دینار کا یا سوائم (۲) کا یا اور کسی تجارتی چیز کا مالک ہوا تو حانث ہوگا اور اگر پچاس درہم کے ساتھ غیر تجارتی اسباب کا یا خدمت کے واسطے غلاموں کا یا رہنے کے دار وغیرہ کا مالک ہوا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف کے موافق اس کی مراد یہ ہے کہ وہ کسی مال کا مالک نہیں ہوا ہے الا پچاس درہم کا اور مطلق لفظ مال راجع بجانب مال

---

[1] وجہ فرق یہ ہے کہ سندی غلام معروف ہے کیونکہ یہ ملک کافر رہا اور سراد سے فتح ہوا بخلاف اس کے خراسانی غلام معروف نہیں ہے فافہم ۱۲۔ [2] اس واسطے کہ مقصود ملک پچاس درہم نہیں ہے بلکہ نفی ملک دو سو درہم ہے اور پچاس درہم کا بیان بنظر احتیاط ہے فافہم ۱۲۔

(۱) دونوں میں سے ۱۲۔ (۲) جرائی کے چوپائے جانور ۱۲۔

زکوٰۃ ہوتا ہے یہ ذخیرہ کردری میں ہے۔
ایک نے قسم کھائی کہ سونا یا چاندی نہ خریدوں گا تو اس میں سونے و چاندی کے پتر اور ڈھلی ہوئی چیزیں برتن و زیور وغیرہ و درہم و دینار سب داخل ہیں۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں درہم و دینار داخل نہ ہوں گے اور اگر چاندی کی انگوٹھی خریدی تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر تلوار جس پر چاندی کا حلیہ ہے خریدی تو بھی حانث ہوگا اور مشایخ نے سونے و چاندی کے ماسوائے ان دونوں کے نہیں ہے جبکہ سونا و چاندی تلوار یا پیٹی میں ہو تو اس کو تلوار کے ساتھ خریدا ہے اگر اس کا ثمن سونا و چاندی ہو اور اگر اس کا گیہوں وغیرہ ہوں تو حانث نہ ہوگا اور ایک نے قسم کھائی کہ لوہا نہ خریدوں گا تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق اس میں لوہا اور لوہے کہ بنائی ہوئی چیز و ہتھیار سب داخل ہوں گے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں وہ چیزیں داخل ہوں گی جن کا فروخت کرنے والا[1] حداد کہلاتا ہے اور اس میں ہتھیار داخل ہوں گے جیسے تلوار اور چھرا اور خود و زرہ وغیرہ اور نیز اس میں سوئی اور سوجا بھی داخل نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے دیار کے عرف کے موافق کیلیں و قفل بھی داخل نہ ہوں گے قال المترجم ہمارے عرف کے موافق حانث ہوگا واللہ اعلم۔ اور پیتل[2] و کانسہ بمنزلہ لوہے کے ہے۔ اگر قسم کھائی کہ پیتل یا تانبا نہ خریدوں گا تو اس میں خود یہ چیز اور اس سے بنائی ہوئی چیزیں اور پیسے امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق داخل ہوں گے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ پیسے داخل نہ ہوں گے اور اگر قسم کھائی کہ لوہے کے عوض نہ خریدوں گا پھر ایک دروازہ خریدا بعوض اس قدر لوہے کے جو مقدار میں اس لوہے سے کم ہے جو دروازہ میں ہے تو نوادر میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں (پس بیع نہ ہوگا ۱۲) ہے اور اگر بعوض اس قدر لوہے کے خریدا جو اس لوہے سے جو دروازہ میں ہے زیادہ ہے تو بیع جائز ہوگی اور وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ نگینہ نہ خریدوں گا پھر ایک انگوٹھی جس میں نگینہ ہے خریدی تو حانث ہوگا گا اگر چہ نگینہ کی قیمت حلقہ سے کم ہو۔ ایک نے قسم کھائی کہ یاقوت نہ خریدوں گا پھر ایک انگوٹھی خریدی جس کا نگینہ یاقوت کا ہے تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ آبگینہ (کانچ کا سیسہ ۱۲) نہ خریدوں گا پھر چاندی کی انگوٹھی خریدی جس کا نگینہ آبگینہ کا ہے پس اگر نگینہ کے دام اس کے حلقہ کے دام سے زائد نہ ہوں تو حانث نہ ہوگا اور اگر زائد ہوں تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو حالانکہ اُس نے ایسا کیا ہے خواہ بنکاح جائز یا بنکاح فاسد تو حانث ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ ساکھو کا دروازہ نہ خریدوں گا پھر ایک دار خریدا یعنی جس میں چار دیواری موجود ہے اور اُس کا دروازہ ساکھو کا ہے تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے فصل اگر قسم کھائی کہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ لوں گا پھر بطور فاسد اُس سے نکاح کیا اور فساد نکاح خواہ اس وجہ سے تھا کہ بغیر گواہوں کے تھا یا عورت کسی دوسرے کی طلاق یا موت کی عدت میں تھی یا مثل اس کے اور کوئی وجہ تھی تو حالف حانث نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو حالانکہ اُس نے ایسا کیا ہے خواہ بنکاح جائز یا بنکاح فاسد تو حانث ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر اُس نے نیت کی کہ بنکاح صحیح زمانہ ماضی میں کسی عورت سے نکاح نہیں کیا ہے تو قضاءً و دیانۃً دونوں طرح اُس کے قول کی تصدیق ہوگی اگر چہ اس صورت میں حالف کے حق میں تخفیف ہے اور اگر نکاح فاسد کی زمانہ مستقبل میں نیت کی ہو تو قضاءً اُس کے قول کی تصدیق ہوگی اگر چہ یہ امر جو اُس نے

(۱) جن کو لوہار فروخت کرتا ہے ۱۲۔ (۲) وہی حکم جو لوہے کا ہے ۱۲۔

نیت کیا ہے اُس کی عبارت کا مدلول مجاز ہے لیکن چونکہ اُس کے حق میں تغلیظ ہے لہٰذا اس کا قول قبول ہوگا اور نکاح جائز سے بھی حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر حالف کا نکاح کسی فضولی نے کر دیا پس اگر قسم سے پہلے فضولی کا عقد قرار پایا پھر حالف نے بعد قسم کے اجازت دے دی خواہ بقول اجازت دی یا بہ فعل تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر فضولی نے بعد اس کی قسم کے عقد قرار دیا تو حالف حانث نہ ہوگا جب تک کہ اجازت نہ دے اور جب اجازت دے دی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے بقول اجازت دی مثلاً کہا کہ میں نے اس نکاح کی اجازت دی تو وہ حانث ہوا اور یہی مختار ہے اور اگر بفعل اجازت دی مثلاً مہر بھیج دیا یا مثل اس کے کوئی مرگیا تو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیہ کہ وہ حانث نہ ہوگا اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر حالف کا نکاح بعد قسم کے فضولی نے بطور فاسد کر دیا پھر حالف نے بقول بالفعل اُس کی اجازت دے دی تو حانث نہ ہوگا اور قسم محل نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر اس کے بعد بطور جائز نکاح کیا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی طرح اگر حالف نے کسی کو وکیل کیا کہ نکاح کرائے پس وکیل نے بطور فاسد کسی عورت سے نکاح کرا دیا تو موکل حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا پھر حالف پر نکاح کرنے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اُس نے نکاح کیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی پر تین طلاق کی اس شرط پر کہ اس دختر صغیرہ کا نکاح کر دے پھر حالف کی موجودگی میں کسی فضولی نے اُس کا نکاح کر دیا اور حالف خاموش ہے اور شوہر نے قبول کر لیا پھر حالف نے یعنی دختر کے باپ نے اجازت دے دی تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اپنی باندی کے نکاح کی بابت اس طرح قسم کھائی تو اس صورت میں یہی حکم ہے اور تجرید میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے بواسطہ فضولی کے بدون اجازت عورت مذکورہ سے نکاح کیا پھر قسم کھائی کہ اس عورت سے نکاح نہ کروں گا پھر عورت مذکورہ راضی ہوئی یعنی نکاح فضولی کی اجازت دی تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر عورت نے قسم کھائی کہ اپنے نفس کو کسی کے نکاح میں نہ دوں گی پھر کسی فضولی نے بدون اس کی اجازت کے یا وکیل نے اُس کی اجازت سے اس کو کسی مرد کے نکاح میں دے دیا پھر اُس نے اجازت دے دی (نکاح فضولی کی ۱۲) یا باکرہ تھی کہ اس کے ولی نے اُس کا نکاح کر دیا پس یہ خاموش رہی تو حانث ہوگی اور یہ روایت بخلاف روایت متقدمہ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر باکرہ عورت نے قسم کھائی کہ کسی کو اجازت نہ دوں گی کہ وہ میرا نکاح کر دے پھر ایک شخص نے اس کا نکاح کر دیا اور اُس کو خبر پہنچی پس وہ خاموش رہی تو اس کی کوئی روایت امام محمدؒ سے نہیں ہے اور ہاں مرد کے حق میں روایت موجود ہے کہ اگر کسی مرد نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو تجارت کی اجازت نہ دوں گا پھر غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھ کر سکوت کیا تو حانث ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے دونوں مسئلوں میں روایت ہے کہ وہ حانث[1] ہوگا یہ محیط میں ہے مجمع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے قسم کھائی کہ اپنے تزویج کے بارے میں اجازت نہ دوں گی حالانکہ یہ عورت باکرہ ہے پھر اُس کے باپ نے اُس کا نکاح کر دیا اور یہ خاموش رہی تو نکاح پورا ہو گیا اور یہ حانث نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اپنی رضاعی بہن سے یا اور کسی ایسی عورت سے جس کے ساتھ اُس کا نکاح کبھی حلال نہیں ہے اور یہ شخص اُس کو جانتا ہے یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس عورت سے

---

[1] قال المترجم یعنی اوّل مسئلہ میں عورت حانث ہوگی اور دوم میں مرد حانث ہوگا اور مخفی نہیں کہ اوّل میں عورت کا حانث ہونا ظاہر نہیں ہے کیونکہ اس نے اجازت نہیں دی جس سے ناکح نے اس کا نکاح کیا اور اس کا سکوت جب ہی رضامندی و اجازت ہوگا جب ناکح ولی اقرب ہو حالانکہ یہ مسئلہ میں مذکور نہیں ہے بلکہ لوگوں میں سے ایک نے نکاح کیا اور صاحبینؒ میں سے ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح بغیر ولی نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس کو نہیں تسلیم کیا ۱۲۔

نکاح کیا تو حانث ہو گیا یہ جامع کبیر میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کروں گا پھر مجنون ہو گیا پھر اُس کے باپ نے اُس کا نکاح کر دیا تو حانث نہ ہو گا اور تجرید میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کروں گا پھر معتوہ[1] ہو گیا پھر اُس کے باپ نے اُس کا نکاح کر دیا تو حانث ہوا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک دینار سے زیادہ پر نکاح نہ کروں گا پھر چاندی کے عوض نکاح کیا جو از راہ قیمت ایک دینار سے زیادہ ہے مثلاً سو درہم نقرہ پر نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا:

ایک نے قسم کھائی کہ عورتوں سے نکاح نہ کروں گا ایک عورت سے نکاح کیا تو حانث ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں تو یہ صورت ایسی ظاہر ہے کہ ہر بیان عربی قوله لا اتزوج النساء اور نساء جمع ہے اس پر الف لام محتمل استغراق ہے جیسے لفظ عورتوں سے استغراق مراد ہو سکتا ہے لہٰذا ذکر کر دیا کہ یہاں جنس مراد ہے فتامل۔ ایک نے قسم کھائی کہ ایسی عورت سے نکاح نہ کروں گا جس کا شوہر تھا پھر یعنی بیوی کو طلاق بائن دے دی پر اُس سے نکاح کر لیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ اُس کی قسم اس عورت کے سوائے اور عورتوں کی طرف منصرف ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ نکاح نہ کروں گا الا چار درہم پر پھر اُس نے چار ہی درہم پر ایک عورت سے نکاح کیا پھر قاضی نے عورت کا مہر پورے دس درہم کر دیئے تو وہ حانث نہ ہو گا اور اسی طرح اگر بعد عقد کے خود اُس کا مہر بڑھا دیا تو بھی حانث نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ایک دینار سے زیادہ پر نکاح نہ کروں گا پھر چاندی کے عوض نکاح کیا جو از راہ قیمت ایک دینار سے زیادہ ہے مثلاً سو درہم نقرہ پر نکاح کیا تو حانث نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں علاقے سے کوئی عورت اپنے نکاح میں نہ لوں گا پھر اس کی دختر سے نکاح کیا تو حانث ہوگا:

قال المترجم ینبغی ان یکون الجواب علی قول الآ ملمر و اما علی قولهمافی عرفنافیسی ان یحنث والله اعلم۔ ایک نے قسم کھائی بنت کہ فلاں سے نکاح نہ کروں گا پھر فلاں مذکور کے ایک دوسری دختر پیدا ہوئی پھر اس سے نکاح کر لیا تو حانث نہ ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی دختروں میں سے کسی کی دختر سے نکاح نہ کروں گا یا فلاں کی کسی دختر سے نکاح نہ کروں گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں حانث ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ زید نے کہا کہ واللہ اس دار کے رہنے والوں میں سے کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا اور عمرو کی دختروں میں سے نکاح نہ کروں گا حالانکہ دار میں کوئی نہیں رہتا ہے پھر اس میں کوئی لوگ آ کر رہے یا عمرو کی ایک دختر پیدا ہوئی پھر دار مذکور کی کسی وعورت سے یا عمرو کی اس دختر سے نکاح کیا تو حانث نہ ہو گا لیکن یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور مختار یہ ہے کہ حانث ہو گا اور یہ شیخینؒ کا قول ہے اور اگر قسم کھائی کہ اہل کوفہ میں سے کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا پھر ایک کوفی عورت سے نکاح کیا جو اس کی قسم کے روز پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ بعد پیدا ہوئی ہے تو بالاتفاق حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ نژاد فلاں سے کوئی عورت اپنے نکاح میں نہ لوں گا پھر اس کی دختر کی دختر سے نکاح کیا تو حانث ہوا اور اگر اس صورت میں یہ لفظ کہا ہو کہ اہل بیت فلاں سے یعنی فلاں کے گھر سے تو کسی کو نکاح میں لانے سے حانث نہ ہو گا الا آنکہ اس کے پسر کی دختر سے نکاح کرے یہ خلاصہ میں ہے۔

---

[1] معتوہ مغلوب العقل جس کے افعال حماقت و دیوانگی سے مخلوط ہوں ۱۲۔

قال المترجم اگر اس کا مدار عرف پر ہو تو حکم باعتبار عرف کے مختلف ہوگا والظاہر انہ لیس کذلك فافہم اور اگر قسم کھائی کہ زنان اہل کوفہ یا بصرہ سے نکاح میں نہ لاؤں گا پھر ایسی عورت سے نکاح کیا جو بصرہ میں پیدا ہوئی اور اُس نے کوفہ میں نشو و نما پائی اور وہیں توطن اختیار کیا ہے تو امام اعظمؒ کے قول میں حانث ہوگا اس واسطے کہ ایسا قول مولود پر کہا جاتا ہے یعنی ایسے مقام پر کہتے ہیں کہ جہاں یہ مراد ہوتی ہے کہ فلاں جگہ کی پیدائش ہو اور یہی مختار ہے اس واسطے کہ معتبر اس میں پیدائش ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ لاتتزوج امرأة بالکوفتہ یعنی کوفہ میں کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا پھر اُس نے کوفہ میں ایک عورت سے نکاح کیا بدون اجازت اس عورت کے یعنی کوفہ میں کسی فضولی نے اُن کے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا اور یہ عورت بصرہ میں ہے پس اُس نے خبر پہنچنے پر بصرہ میں اس نکاح کی اجازت دے دی تو یہ شخص اپنی قسم میں حانث ہوا اگرچہ نکاح کا پورا ہونا اجازت پر ہے اور اجازت بصرہ میں پائی گئی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ روئے زمین پر عورت سے نکاح نہ کروں گا اور اُس نے ایک خاص عورت کی نیت کی ہے تو فیما و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر اُس نے کوفیہ یا بصریہ عورت کی نیت کی ہو تو دیانۃً یا قضاءً کسی طرح اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کانی یا اندھی کی نیت کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ بالکل تصدیق نہ ہوگی اور اگر اُس نے عربیہ یا حبشیہ عورت کی نیت کا دعویٰ کیا تو دیانۃً اُس کے قول کی تصدیق ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک غلام نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا پھر مولیٰ نے کسی عورت سے اس کا نکاح کر دیا اور حالیکہ غلام اُس سے ناخوش تھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے غلام پر اکراہ کیا کہ غلام نے بجبوری کسی عورت سے نکاح کر لیا تو حانث ہوگا اور یہ ظاہر الروایہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کا نکاح نہ کروں گا پھر اس کے سوا کسی اور نے اس غلام کا نکاح کر دیا پھر مولیٰ نے زبان سے اجازت دے دی تو حانث ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ پوشیدہ نکاح کروں گا پس اگر اس نے دو گواہوں کو گواہ کیا تو یہ پوشیدہ[1] ہے اور اگر تین گواہوں کو گواہ کیا تو یہ علانیہ(۱) ہو گیا اور یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہ مکان کرایہ پر نہ دوں گا حالانکہ قبل قسم کے اس کو کرایہ پر دے چکا ہے پس اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور ہر ماہ اس کا کرایہ وصول کرتا رہا تو حانث ہوگا اور اگر اس نے مستاجر[2] سے مہینہ کا کرایہ مانگا اور ہنوز وہ اس میں نہیں رہا ہے تو جب مستاجر اس کو دے دے گا تو وہ حانث ہو جائے گا اور اگر وہ کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو پس اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو حانث نہ ہوگا اور شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے قسم کھائی کہ لا تیجر مع فلاں یعنی فلاں کے ساتھ اتجار نہ کروں گا پھر فلاں مذکور اس کے پاس اپنا غلام لایا اور اس کو اجارہ پر مقرر کیا تاکہ غلام مذکور کو فلاں پیشہ سکھلائے اور اس نے قبول کیا تو فرمایا کہ حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے فلاں حق سے جس کا عمرو اس پر دعویٰ کرتا ہے صلح نہ کروں گا پھر زید نے خالد کو وکیل کیا پس خالد نے عمرو سے صلح کی تو امام محمدؒ کے نزدیک زید حانث ہوگا اس واسطے کہ صلح میں کچھ عہدہ نہیں ہوتا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں اور عمد آخون کی صلح میں وکیل کی صلح سے موکل حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے خصومت(۲) نہ کروں گا پھر فلاں

---

[1] قال المترجم امام مالکؒ کے مذہب پر یہ قسم ہی درست نہ ہوگی اس واسطے کہ اعلان رکن نکاح ہے یا قسم ہوگی مگر وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ اعلان شرط نکاح ہے اور یہی اصح ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [2] مراد یہ ہے کہ اگر ہنوز اس میں مستاجر رہا نہیں ہے پس اس نے ماہواری کرایہ جو ٹھہرا ہے مستاجر سے حسب دستور پیشگی مانگا کہ اس میں رہے تو الی آخرہ ۱۲۔

(۱) حانث ہوگا ۱۲۔ (۲) نالش مقدمہ حق ۱۲۔

کے ساتھ خصومت کرنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شمس الاسلام اوجندی سے دریافت کیا کہ زید نے نشہ کی حالت میں کوئی چیز عمرو کو ہبہ کر دی اور قسم کھائی کہ اپنی ہبہ سے رجوع نہ کروں گا اور نہ اس سے واپس لوں گا پھر عمرو نے یہ چیز خالد کو ہبہ کر دی پھر زید نے خالد سے یہ چیز لے لی تو شیخ نے فرمایا کہ زید حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر قسم کھائی کہ فلاں کو کچھ ہبہ نہ کروں گا پھر اس کو ہبہ کی اور اس نے قبول نہ کی مگر اس پر قبضہ نہ کیا تو ہمارے نزدیک قسم کھانے والا حانث ہوگا اور اسی طرح اگر ہبہ غیر مقسومہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک حانث ہوگا اور اسی طرح اگر عمری دیا یا نحلہ دیا یا ایلچی کے ہاتھ اس کے پاس بھیج دیا یا کسی دوسرے کو حکم کیا کہ اس نے فلاں مذکور کو ہبہ کر دیا تو بھی حانث ہوگا اور ہبہ نہ کرنے کی قسم میں صدقہ دینے سے ہمارے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ہبہ نہ کروں گا پھر عاریت دی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ صدقہ نہ دوں گا یا قرض نہ دوں گا پھر فلاں مذکور کو صدقہ دیا یا قرض دیا مگر اس نے قبول نہ کیا تو یہ شخص اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر قسم کھائی کہ قرض نہ مانگوں گا پھر قرض مانگا مگر فلاں نے اس کو قرض نہ دیا تو اپنی قسم میں حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو اپنا غلام ہبہ نہ دوں گا پھر اس غلام کو دوسرے نے بغیر اس کی اجازت کے ہبہ کر دیا پھر اس نے اجازت دے دی تو حانث ہو گیا جیسے غیر کو ہبہ کرنے کا وکیل کرنے میں حانث ہوتا ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ہبہ نہ دوں گا پھر اس کو عوض پر ہبہ دیا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو مکاتب نہ کروں گا پھر کسی اور نے اس کے غلام کو بدون اس کی اجازت کے مکاتب کیا پھر اس نے اس کی کتابت کی اجازت دیدی تو حانث ہوا جیسے مکاتب کرنے کے لیے وکیل کرنے میں حانث ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ میں ہے اگر قسم کھائی کہ فلاں سے کچھ مستعار نہ لوں گا پھر فلاں مذکور نے اس کو اپنے گھوڑے پر اپنی ردیف میں سوار کر لیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ کندی کرنے میں کام نہ کروں گا پھر فلاں کے اس کام میں شریک کے ساتھ کندی کا کام کیا تو حانث ہوا اور اگر فلاں کے غلام ماذون کے ساتھ کام کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ اس شہر میں شرکت نہ کروں گا پھر دونوں اس شہر سے نکلے اور باہر دونوں نے شرکت کا عقد قرار دیا پھر دونوں داخل ہوئے اور شرکت میں کام کیا پس اگر قسم کھانے والے نے یہ نیت کی ہو کہ اس شہر کے اندر شرکت کا عقد اس کے ساتھ قرار نہ دوں گا تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ فلاں کی شرکت میں کام نہ کروں گا تو حانث ہوگا اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو مضاربت کا مال دیا کہ اس سے مضاربت کرے تو یہ اور اوّل دونوں یکساں ہیں یعنی قسم میں اس کی نیت جیسی ہوگی اسی تفصیل سے حکم ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے ساتھ مشارکت نہ کروں گا پھر اس کو اپنے پسر صغیر کے مال میں شریک کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو مشارکت نہ کروں گا پھر زید نے خالد کو مال بضاعت دیا اور حکم کیا کہ اس میں اپنی رائے سے کام کرے پھر خالد نے اس مال میں عمرو کو شریک کر لیا تو زید حانث ہوگا ایک نے اپنے بھائی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے شریک کیا تو حلال اللہ تعالیٰ مجھ پر حرام ہے پھر دونوں کی رائے میں آیا کہ باہم شرکت کریں تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کے واسطے یہ صورت نکلتی ہے کہ اگر قسم کھانے والے کا کوئی بیٹا بالغ ہو تو قسم کھانے والا مال کو اپنے اس بیٹے کو مضاربت پر دے اور اس بیٹے کے واسطے نفع میں سے بہت خفیف حصہ قرار دے اور اپنے بیٹے کو اجازت دے دی کہ اس تجارت میں اپنی رائے سے عمل کرے پھر یہ پسر اپنے چچا سے مشارکت کر لے پھر جب اس نے ایسا کیا تو پسر کے واسطے جس قدر شرط کیا گیا ہے وہ ہوگا اور جو کچھ بچے گا وہ آدھوں آدھ اس کے باپ چچا کے درمیان مشترک ہوگا اور وہ حانث نہ ہوگا اور اگر بجائے پسر کے کوئی اجنبی ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں سے ہروی کپڑا نہ لوں گا پھر اس سے ایک ہروی تھیلی لی جس میں ایک ہروی کپڑا ہے جس کو اس نے

تھیلی کے اندر ٹھونس دیا ہے اور یہ شخص اس سے واقف نہ تھا تو قضاءً حانث ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فلاں سے درہم نہ لوں گا پھر اس نے حالف کو پیسے ایک تھیلی میں بھر کر دیے اور ان کے درمیان ایک درہم ڈال دیا ہے پس حالف نے ان پیسوں پر قبضہ کر لیا حالانکہ وہ درہم ہونے کو نہیں جانتا تھا تو قضاءً حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر حالف نے اس سے ایک قفیز آٹا لیا جس میں درہم بھی ہے اور یہ آگاہ نہ ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس سے کوئی کپڑا لے لیا جس میں درہم بندھے ہوئے ہیں اور اُس کو معلوم نہ ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر اُس نے یہ قسم کھائی ہو کہ فلاں سے درہم بطور ہبہ نہ لوں گا تو ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا خواہ اس کو معلوم ہوا ہو کہ اُس میں درہم ہے یا نہ معلوم ہوا ہو اور اگر قسم کھائی ہو کہ فلاں سے درہم بطور ودیعت کے نہ لوں گا اور ان صورتوں میں جو ہم نے بیان کی ہیں کوئی درہم لیا تو یہ بمنزلہ ہبہ کے ہے اور اسی طرح اگر صدقہ کا لفظ کہا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کوئی کفالت کروں گا پھر اُس نے آزاد یا غلام کی کفالت نفس یا کپڑے یا چوپایہ کی کفالت یا درک بیع کی کفالت کی تو وہ حانث ہوگا یہ مبسوط سرخسی میں ہے۔

کفالت بصلہ عن کفالت مالی ہی میں مستعمل ہوتا ہے:

اگر کہا کہ کسی آدمی کی طرف سے کسی چیز کی کفالت نہ کروں گا پھر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی یعنی جب تو مانگے گا میں ضامن ہوں کہ میں اس کو حاضر کروں گا تو حانث نہ ہوگا قال المترجم یہ حکم زبان عربی میں اس طرح قسم کھانے میں ظاہر ہے یعنی کہا کہ لا یکفل عن انسان شئی اور وجہ یہ ہے کہ کفالت بصلہ عن کفالت مالی ہی میں مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ظہیریہ میں مذکور ہے اور ہماری زبان میں بھی باعتبار متبادر کے امید ہے کہ یہی حکم[1] ہے اور واللہ تعالیٰ اعلم فلیتامل فیہ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے واسطے کفالت نہ کروں گا پھر سوائے فلاں کے دوسرے کے واسطے کفالت کی اور جن درہموں کی ضمانت کی ہے وہ اصل میں اُسی فلاں کے ہیں تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر فلاں مذکور کے غلام کے واسطے کفالت کر لی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلاں کے واسطے کفالت کر لی حالانکہ یہ دراہم اصل میں کسی اور کے ہیں فلاں کے نہیں ہیں تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی طرف سے کفالت نہ کروں گا پھر اس کی طرف سے ضمانت کر لی تو حانث ہوا اور اگر لفظ کفالت سے یہ نیت کی ہو کہ کفالت نہ کروں گا یعنی میں کفیل ہوں یہ نہ کروں گا لیکن ضمانت کروں گا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ اُس نے اپنے منہ سے جو لفظ نکالا ہے اُس کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے لیکن اُس نے ضمانت و کفالت میں فرق کی نیت کی ہے اور یہ خلاف ظاہر ہے پس قضاءً اُس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی طرف سے کفالت نہ کروں گا پس فلاں نے اس حالف پر کسی کو اپنے مال کی جو فلاں کا اس حالف پر آتا ہے اُترائی کر دی یعنی حوالہ[(۱)] کر دیا تو یہ حانث نہ ہوگا بشرطیکہ محتال لہ کا محیل پر کچھ قرضہ نہ ہوا اور اگر محتال کا محیل پر قرضہ ہو تو حالف اس حوالہ کے قبول کرنے سے کفیل ہو جائے گا پس حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کے واسطے قرضہ مذکور کا ضامن ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر محتال لہ کا محیل پر مال ہو اور محیل کا محتال علیہ پر کچھ مال نہ ہو (اور یہ ظاہر ہے ۱۲) تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا پھر اُس کے واسطے نفس یا مال کی ضمانت کر لی تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر فلاں کے واسطے کفالت کر لی یا حوالہ قبول کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلاں کے حکم سے اُس کے لیے کوئی چیز خریدی تو یہ ضمانت نہیں ہے اور اگر اُس کے غلام یا وکیل یا مضارب یا شریک مفاوض یا شریک عنان کے واسطے ضمانت کر لی تو حانث نہ ہوگا اور اگر فلاں

---

[1] قولہ حکم ہو کیونکہ نفس کی کفالت کو ہماری زبان میں حاضر ضامنی کہتے ہیں ۱۲۔

(۱) قبول کرنے سے ۱۲۔

کے واسطے ضمانت نہ لی مگر دوسرے کے واسطے ضمانت کر لی پھر دوسرا مر گیا اور فلاں مذکور اُس کا وارث ہوا تو قسم کھانے والا حانث نہ ہو جائے گا اور اگر قسم کھائی کہ کسی کے واسطے کسی چیز کا ضامن نہ ہو گا پھر ایک شخص کے واسطے ایک دار کے درک کا یا ایک غلام کے درک کا جس کو اُس نے خریدا ہے ضامن ہوا تو حانث ہو گا اور اگر کسی غائب کے واسطے ضامن ہوا مگر اُس کی طرف سے کسی نے خطاب نہ کیا یعنی رضامندی اُس کی ضمانت پر اور قبول کا کسی نے جواب نہ دیا تو امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہ ہوا اور اس میں امام ابو یوسفؒ نے خلاف کیا ہے اور اگر اس غائب کی طرف سے کسی نے خطاب کیا اور قبول کیا تو بالاتفاق حانث ہو گا اور اسی طرح اگر غلام مجور نے قسم کھائی کہ کسی کی ضمانت نہ کروں گا پھر بدون اجازت اپنے مولیٰ کے ضمانت کی تو حانث ہوا یہ ظہیریہ میں ہے۔

باب : ⑨

حج و روزہ میں قسم کھانے کے بیان میں

اگر قسم کھائی کہ حج و نماز نہ کروں گا تو یہ قسم حج صحیح پر ہو گی۔ نہ حج فاسد پر اور اگر قسم کھائی کہ حج نہ کروں گا یا عربی میں کہا کہ لایحج حجۃ پھر اُس نے حج کا احرام باندھا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ وقوف عرفہ ادا کرے اس کو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے اور بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ طواف زیارت میں سے زیادہ ادا کر دے یعنی سات پھیروں میں سے تین سے زیادہ پھرے تب حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ عمرہ نہ کروں گا یا لایعتمر عمرۃ پھر احرام عمرہ باندھا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ کم سے کم طواف کے چار پھیرے پھرے اس کو بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ منتقیٰ میں ابن سماعہؒ کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک نے کہا کہ واللہ حج نہ کروں گا یہاں تک کہ عمرہ ادا کروں پھر اُس نے عمرہ و حج کا احرام باندھا اور دونوں کے افعال پورے ادا کیے تو وہ حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ اُس نے حج سے پہلے عمرہ ادا کر دیا پس قسم میں سچے ہونے کی شرط پائی گئی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں نے امسال حج نہ کیا تو تو آزاد ہے پھر اُس شخص نے کہا کہ میں نے حج ادا کیا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے امسال[1] کوفہ میں قربانی کی ہے تو گواہی قبول نہ ہو گی اور غلام مذکور آزاد نہ ہو گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر اُس نے کہا کہ مجھ پر واجب ہے پیدل جانا طرف مدینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یا طرف مسجد اقصیٰ کے تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر اُنے کہا کہ مجھ پر واجب پیدل جانا طرف بیت اللہ کے حالانکہ اس کی نیت (۱) میں بیت المقدس یا کوئی دوسری مسجد ہے تو اُس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر کہا کہ مجھ پر احرام واجب ہے اگر میں نے ایسا فعل کیا پھر اُس نے ایسا فعل کیا کہ وہ حانث ہوا تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہو گا اور اس پر ائمہ کا اتفاق ہے اور اگر کہا کہ میں احرام باندھوں گا یا میں محرم ہوں یا ہدی بھیجوں گا یا پیدل بجانب بیت اللہ جاؤں گا اگر میں نے ایسا کیا تو اس میں تین صورتیں ہیں۔ ایجاب و وعدہ و عدم نیت پس اگر اس کی نیت یہ ہو کہ ایسا فعل کرنے کی صورت میں مجھ پر یہ واجب ہے یا کچھ نیت نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں جو اس نے کہا ہو وہ اس پر واجب ہو گا اور اگر اس کی نیت فقط وعدہ ہے یعنی اگر ایسا کروں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ احرام باندھوں گا مثلاً تو اس پر[2] کچھ لازم نہ ہو گا یہ

---

[1] جنس قسم ور نہ وعدہ وفا کرنا لازم ۱۲۔ [2] اس سے لازم آیا کہ اس نے حج نہیں کیا ۱۲۔

(۱) لفظ بیت اللہ سے ۱۲۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا پھر نماز فاسد پڑھی مثلاً بغیر طہارت کے نماز پڑھی تو استحساناً حانث نہ ہو گا اور اگر اُس نے یہ نیت کی ہو کہ نماز فاسد بھی نہ پڑھوں گا تو دیانۃً وقضاءً دونوں طرح اُس کے قول کی تصدیق [(1)] ہو گی اور اگر اُس نے اپنی قسم زمانہ ماضی پر معقود کی بایں طور کہ کہا کہ اگر میں نے نماز پڑھی ہو تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ نماز فاسد و جائز دونوں پر ہو گی اور اگر اُس نے زمانہ ماضی میں خاصۃً صحیح نماز کی نیت کی تو دیانۃً قضاءً اُس کی نیت کی تصدیق ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا پھر کھڑا ہوا اور قرأت کی اور رکوع کیا تو یہاں تک حانث نہ ہو گا اور اگر اُس کے ساتھ سجدہ کیا پھر قطع [ل] کی تو حانث ہو گیا یہ ہدایہ میں ہے پھر امام محمدؒ نے یہ نہیں ذکر فرمایا کہ وہ کب حانث ہو گا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ رکعت میں سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد ہی حانث ہو گا یہ تبیین میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کوئی ایک نماز نہ پڑھوں گا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ دو رکعت پوری پڑھے یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں ایک نماز نہ پڑھوں گا پھر دو رکعتیں پڑھیں اور بقدر تشہد کے بیٹھا پس اگر اُس نے اپنی قسم نفل پر معقود کی ہو تو حانث نہ ہو گا اور اگر اپنی قسم فرض پر معقود کی اور وہ نماز دو رکعت ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ فرض چار رکعت ہے تو اپنی قسم میں حانث ہو گا اور یہی اظہر و اشبہ ہے اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا پھر کھڑا ہوا اور رکوع اور سجدہ کیا مگر قرأت نہ کی تو بعض نے کہا ہے کہ حانث نہ ہو گا اور بعض نے کہا کہ حانث ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھوں گا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ بعد چار رکعت کے تشہد پڑھے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ فجر کی نماز نہ پڑھوں گا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ بعد دو رکعت کے تشہد پڑھے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز مغرب نہ پڑھوں گا تو حانث نہ ہو گا یہاں تک کہ بعد تین رکعتوں کے تشہد پڑھے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے کہ اگر میں نے ظہر کو امام کے ساتھ پایا پھر امام کو تشہد میں پایا اور اُس کے پیچھے نیت کر کے داخل ہو گیا تو حانث ہو گیا اور قسم کھائی کہ جمعہ کو امام کے ساتھ نہ پڑھوں گا پھر اُس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی اور وہ پڑھی پھر امام نے سلام پھیرا اور اُس نے اپنی دوسری رکعت پڑھ کر تمام کی تو حانث نہ ہو گا اور اگر اُس نے امام کے ساتھ شروع تکبیر کہی پھر سو گیا یا اس کو حدث ہو گیا پس وہ وضو کرنے چلا گیا پھر وضو کر کے آیا اور حال یہ ہے کہ امام سلام پھیر چکا ہے پس اُس نے جہاں سے نماز چھوڑی تھی اسی پر امام کی تبعیت میں بنا کی تو حانث ہو گا اگرچہ ادائے نماز میں مقارنت نہیں پائی گئی اس واسطے کہ لفظ ساتھ سے یہاں حقیقۃً قران مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا امام کا تابع و مقتدی ہونا مراد ہوتا ہے اور اگر اُس نے حقیقۃً قران کی نیت کی ہو تو دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اُس کی تصدیق ہو گی اور قضاءً بھی تصدیق ہو گی یہ بدائع میں ہے اور اگر اُس نے اس صورت میں نیت کی ہو کہ بدون مقارنت کے بطور متابعت کے نہ پڑھوں گا تو قضاءً بھی تصدیق نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ سجدہ نہ کروں گا یا قسم کھائی کہ رکوع نہ کروں گا پھر نماز یا غیر نماز میں ایسا کیا تو حانث ہو گا اور فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ آج کے روز جماعت سے نہ پڑھوں گا پھر اس نے ایک کے پیچھے اقتدا کی یا ایک کا امام ہوا تو حانث ہو گا اگرچہ اُس کا مقتدی طفل ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ کسی کی امامت نہ کروں گا پھر اُس نے تنہا اپنی نماز شروع کی اور نیت کی کہ کسی کی امامت نہ کروں گا پھر چند لوگ آئے اور اُنھوں نے اُس کے پیچھے اقتدا کی تو قضاءً حانث ہو گا نہ دیانۃً جب کہ وہ [ع] رکوع و سجدہ کرے اور اسی طرح اگر

ل شاید یہ قید امامؒ کے مذہب پر حانث ہونے کے لئے معتبر ہے ۱۲۔ ع اس سے پہلے حانث نہ ہو گا ۱۲۔

(1) پس صورت مذکورہ میں حانث ہو گا ۱۲۔

حالف نے بروز جمعہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور نیت یہ ہے کہ خود جمعہ پڑھتا ہوں تو حالف کا اور ان لوگوں کا جمعہ استحساناً جائز ور حالف قضاءً حانث ہوگا نہ دیانۃً اور اگر اُس نے جمعہ کے اور نماز میں نماز شروع کرنے سے پہلے ایسے گواہ کر لیے ہوں کہ میں تنہا اپنے واسطے نماز پڑھتا ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو دیانۃً وقضاءً دونوں طرح حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے نماز شروع کر لی پھر اُس کو حدث ہوا پس اُس نے ایک شخص کو آگے کر دیا تو حانث ہوا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں لوگوں کی امامت کی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی قسم منصرف بجانب مطلق نماز ہوئی اور وہ فریضہ ونافلہ ہے اور جنازے کی نماز مطلق نماز میں نہیں داخل ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کی امامت نہ کروں گا یعنی ایک شخص معین کو کہا پس اُس نے نماز پڑھی اور لوگوں کی امامت کی نیت کی پس فلاں مذکور نے بھی اُس کے پیچھے نماز پڑھی تو حالف مذکور حانث ہوگیا اگرچہ اس کو یہ معلوم نہ ہوا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قسم کھائی کہ ضرور آج کے روز پانچوں نمازیں باجماعت پڑھوں گا اور اپنی عورت سے جماع کروں گا دن میں اور غسل نہ کروں گا:......

قسم کھائی کہ فلاں کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا پھر اُس کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو حانث ہوگا اور اگر اُس نے نیت کی کہ حقیقتاً پیچھے کھڑے ہو کر نہ پڑھوں گا تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ تیرے ساتھ نماز نہ پڑھوں گا پھر دونوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو حانث ہو الا آنکہ اُس نے یہ نیت کی ہو کہ تیرے ساتھ اس طور سے کہ ہم دونوں کے ساتھ تیسرا نہ ہو تو ایسی صورت میں حانث نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ ضرور آج کے روز پانچوں نمازیں باجماعت پڑھوں گا اور اپنی عورت سے جماع کروں گا دن میں اور غسل نہ کروں گا پس اگر اُس نے یوں کیا کہ فجر وظہر وعصر جماعت سے پڑھ کر اپنی عورت سے جماع کیا پھر بعد غروب آفتاب کے نہا کر مغرب وعشا کو جماعت سے پڑھ لیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور مجمع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں اس مسجد والوں کے ساتھ نماز نہ پڑھوں گا مادام کہ فلاں زندہ ہے اس میں نماز پڑھتا ہے پھر فلاں مذکور بیمار ہوا کہ تین روز تک اس میں نماز نہ پڑھی یا تندرست تھا اور اس میں تین روز تک نماز نہ پڑھی پس اگر حالف نے ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھوں گا پھر یہ مسجد بنائی گئی اور حالف نے بڑھے ہوئے مقام پر نماز پڑھی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بنی فلاں کی مسجد میں نماز نہ پڑھوں گا پھر اس میں جگہ بڑھائی گئی اور اُس نے بڑھی ہوئی جگہ پر نماز پڑھی تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں نے کسی نماز کو اُس کے وقت سے تاخیر نہیں کیا ہے حالانکہ ایک دفعہ وہ سوگیا تھا یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل گیا پھر اُس کو قضا کیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر وقت آنے سے پہلے سویا تھا اور بعد وقت نکل جانے کے جاگا تو حانث نہ ہوگا اور اگر وقت آ جانے کے بعد سویا تھا تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ نہ سوؤں گا یہاں تک کہ اتنی رکعتیں پڑھ لوں پھر بیٹھے بیٹھے سوگیا تو حانث نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو تو آزاد ہے پس غلام نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی اور مولیٰ نے انکار کیا تو وہ آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کروں گا پھر نکسیر پھوٹی پھر اس نے پیشاب کیا پھر وضو کیا یا پیشاب کیا پھر نکسیر پھوٹی پھر اس نے وضو کیا تو وضو اُن

دونوں سے ہوگا اور وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا یہ محیط میں ہے منتقی میں ہے۔

کہ کہا کہ واللہ نہ غسل (۱) کروں گا اپنی اس عورت سے جنابت سے پھر اس عورت سے جماع کیا پھر دوسری عورت سے جماع کیا یا اس کے برعکس واقع ہوا تو قسم میں حانث ہوا اس واسطے کہ اس کی قسم جماع پر واقع ہوئی تھی اور اگر اس نے حقیقۃً غسل ہی کی نیت کی ہو تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے اس واسطے کہ غسل اس عورت سے بھی واقع ہوا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ عورت نے اگر قسم کھائی کہ جنابت سے غسل نہ کروں گی یا حیض سے غسل نہ کروں گی پھر اُس کے شوہر نے اس سے جماع کیا اور وہ حائضہ ہوئی پھر اُس نے غسل کیا تو یہ غسل دونوں سے ہوگا اور وہ اپنی قسم میں حانث ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو غسل نہ دوں گا یا فلاں کے سر کو نہ دھوؤں گا پھر بعد موت کے اُس کو غسل دیا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ حرام (۲) سے غسل نہ کروں گا تو نہ جماع پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اُس نے اجنبیہ عورت سے بطور حرام جماع کیا اور غسل نہ کیا یا تو حانث ہوگا اور اگر اجنبیہ عورت سے معانقہ کیا کہ اُس کو انزال ہو گیا پس اُس نے غسل کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم یہ عرف پر مبنی ہے فافہم اور اگر قسم کھائی کہ اپنی عورت سے قربت نہ کروں گا پھر چت لیٹ گیا اور عورت نے اُس پر اپنی حاجت روائی کی تو حدود والنوازل میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہوگا حتیٰ کہ اگر دونوں اجنبی ہوں تو دونوں پر حد زنا واجب ہوگی اور اس پر فتویٰ ہے ہاں اگر وہ سوتا ہو پس عورت نے ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ فلاں عورت سے جماع نہ کروں گا یا اس کا بوسہ نہ لوں گا تو یہ قسم زندگی بھر پر واقع ہوگی نہ موت کے بعد یہ سراجیہ میں ہے اور عربی میں کہا کہ ان باضعتك او جامعتك فعبدی حر یعنی اگر میں نے تجھ سے مباضعت کی یا مجامعت کی تو میرا غلام آزاد ہے تو یہ قسم فرج میں جماع کرنے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ان اتیتك یعنی اگر میں تیرے پاس آیا تو یہ جماع پر واقع ہوگی بشرطیکہ اس کی نیت ہو پس اگر اُس نے جماع کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر زیارت کی نیت کی تو صحیح ہے پس اگر اُس نے زیارت کی نیت کی ہو پھر عورت سے وطی کی تو حانث[ا] ہوگا بخلاف اس کے اگر جماع کی نیت کی ہو پھر زیارت کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو حاکم بن نصیر بن مہرویہ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ اگر عورت کے پاس اُس کے دیکھنے کو آیا اور اس سے جماع نہ کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر باوجود اس کے جماع بھی کیا تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ ان اصبتك یعنی میں تجھ تک پہنچا تو بدون نیت کے یہ قسم جماع پر واقع نہ ہوگی اور اگر اس کی نیت نہ ہو تو اُس کا حکم اُسی پر ہوگا جیسے حاکم سے منقول ہوا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ میں آج کے روز یا ایک روز ایک روزہ نہ رکھوں گا پھر صبح کو روزہ دار اُٹھا پھر اس کو توڑ ڈالا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ لاتصوم روزہ نہ رکھوں گا پھر اُس نے ایسا کیا تو حانث ہوگا یہ جامع کبیر میں ہے قال المترجم ہمارے عرف میں متبادر اس سے یہی ہے کہ تمام دن صائم نہ رہوں گا پس امید ہے کہ تھوڑی دیر صائم رہنے سے حانث ہو واللہ عالم امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ واسطے اللہ کے مجھ پر لازم ہے کہ میں اُس روز روزہ رکھوں جس میں کہ فلاں سفر سے آئے پھر فلاں مذکور ایسے روز آیا کہ جس دن یہ شخص کچھ کھا چکا تھا یا بعد زوال کے آیا تو حالف پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر یوں قسم کھائی کہ البتہ روزہ رہوں گا میں جس روز کہ فلاں سفر سے آؤں گا پھر فلاں اس کے کھانے اور زوال سے پہلے آیا تھا پس اگر اُس نے اس روز روزہ رکھا تو اس پر

ا؎ کیونکہ زیارت پائی گئی ۱۲۔

(۱) جماع کروں گا اپنی اس عورت سے ۱۲۔ (۲) جماع نہ کروں گا بطور عرف کے ۱۲۔

کفارہ لازم نہ آئے گا اور اگر اس روز صائم نہ رہا تو کفارۂ قسم لازم آئے گا اور در صورت یہ کہ فلاں ایسے وقت آیا کہ یہ کھا چکا تھا تو بہر حال اس پر کفارۂ قسم لازم آ جائے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کسی روز بعد کھانے کے یا بعد زوال شمس کے کہا کہ واللہ میں آج کے روز روزہ رکھوں گا تو باقی روز کھانے و پینے و جماع کرنے سے باز رہنے سے قسم میں سچا ہو جائے گا اور اسی طرح اگر قسم کو رات کی طرف مضاف کیا اور کہا کہ واللہ اس رات روزہ رکھوں گا تو اس رات محض اسی طور سے باز رہنے سے قسم میں سچا ہو جائے گا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ لاصومن حینا یعنی واللہ تا حین روزہ رکھوں گا پس اگر اُس نے حین سے کسی قدر مدت معلومہ کی نیت کی ہو تو قسم اس کی نیت پر واقع ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو چھ مہینے پر واقع ہوگی اور تقدیر مسئلہ یہ ہوگا کہ واللہ چھ مہینہ روزہ رکھوں گا اسی طرح اگر اُس نے لیصومن الحین یعنی میں کو بالف ولام ذکر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ ان صمت حینا فکذا یعنی اگر روزہ رکھا میں نے تا حین تو چنین و چنان یا ان صمت الحین بالف و لام پس اگر کوئی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی ورنہ چھ مہینہ پر واقع ہوگی پس جب تک چھ مہینے روزے رکھے گا تب تک حانث نہ ہوگا جیسے اس طرح کہنے میں ہوتا ہے کہ اگر میں چھ مہینے روزے رکھوں تو ایسا ہے اور واضح رہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ انھیں چھ مہینے پر ہو جو متصل قسم ہیں بلکہ جب بھی چھ مہینے روزے رکھے گا حانث ہوگا اور اگر کہا ان صمت زمانا اوالزمان اگر کہا صمت زمانا اور اوالزمان اگر روزے رکھے میں نے تا زمانہ پس اگر اُس نے کچھ نیت کی ہو تو اُس کی نیت پر ہوگی اور اگر نیت نہ ہو تو حین اور زمان کا ایک ہی حکم ہے ایسا ہی جامع صغیر میں مذکور ہے کہ حین و زمان کا حکم یکساں ہے اور جامع کبیر میں لکھا ہے کہ اگر اُس نے دو مہینہ یا اس سے زیادہ چھ مہینے تک نیت کی تو قسم اس کی نیت پر ہوگی اور جو جامع کبیر میں ذکر فرمایا ہے وہی صحیح ہے کیوں کہ اہل لغت نے اجماع کی ہے کہ زمانہ دو مہینے سے چھ مہینہ تک ہوتا ہے اور اگر اُس کی کچھ نیت نہ ہو تو قسم چھ مہینے پر واقع ہوگی اور اگر کہا کہ عمرا یعنی تا عمر تو یہ مثل حین و زمان کے ہے اس کو قدوری نے ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا: ان صمت الابداوان صمت الدھر فکذا :

اگر کہا کہ اللہ علی صوم العمر یعنی اللہ کے واسطے مجھ پر عمر بھر کا روزہ واجب ہے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو ہمیشہ عمر بھر روزہ رکھنے پر قسم ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ ان صمت الابداوان صمت الدھر فکذا یعنی اگر روزہ رکھا میں نے ہمیشہ یا روزہ رکھا میں نے دہر بھر تو ایسا ہے تو اس طرح حانث ہوگا کہ اپنی تمام عمر روزہ رکھے بایں طور کہ کسی روز افطار نہ کرے اور اگر کسی روز افطار کر لیا تو اپنی قسم میں بار ہوا[1] اور اگر کسی روز بھی افطار نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اپنی حیات کے آخر جزو میں حانث ہوگا پس اگر جزائے قسم مذکور کسی غلام کی آزادی ہو تو اُس کے تہائی مال سے اس کی آزادی معتبر ہوگی اور اگر کہا کہ ان صمت ابدًا بدون الف و لام کے تو ایک ساعت کے صوم سے حانث ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ ان صمت دھرا فعبدی حر۔ پس اگر کسی قدر وقت معلوم کی نیت کی ہو تو قسم اس کی نیت پر واقع ہوگی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ دہر کیا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر اُس نے اپنی عمر میں چھ مہینہ مجتمع یا متفرق روزے رکھے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اگر تا موت اس نے چھ مہینے روزے نہ رکھے ہوں تو حانث نہیں ہوا اور اگر اُس نے یوں کہا کہ ان صمت لازمنتہ اودھوراً لدا حیاناً فکذا یعنی اگر میں نے روزے رکھے تا زمانہا یا دہر ہا یا حینہا تو ان میں سے ہر ایک سے تین پر واقع ہوگی

---

[1] قسم پورا کرنے والا ۱۲۔

یعنی جملہ اٹھارہ مہینہ پر لیکن روزے میں استیعاب شرط ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا کہ ان صمت الشھر یعنی اس مہینہ روزہ رکھے تو جب تک پورا مہینہ روزہ نہ رکھے تب تک حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ایک مہینہ روزے رکھے تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم ایک مہینہ روزے پر ہوگی خواہ متفرق رکھے یا پے در پے اور وہی مہینہ متعین نہ ہوگا جو قسم سے متصل ہے پس اگر ایک مہینہ روزے رکھنے سے پہلے مر گیا تو حانث ہوا اور اگر کہا کہ ان ترکت الصوم شھراً یعنی اگر میں نے ایک روزہ ترک کیا تو یہ قسم اس مہینہ کی طرف راجع ہوگی جو اُس کی قسم سے متصل ہے اور اگر قبل اس مہینہ کے گذرنے کے اُس نے ایک روز یا ایک ساعت روزہ رکھ لیا تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ پورا مہینہ روزہ ترک نہ کرے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ ان ترکت صوم شھر بالاضافت یا اس نے یوں کہا کہ ان صمت شھراً یعنی اگر ترک کیا میں نے روزہ ایک ماہ کا یا روزہ رکھا میں نے ایک مہینہ تو یہ قسم اس کے تمام پر واقع ہوگی کہ اپنی تمام عمر میں ایک مہینہ روزہ ترک کرے یا مہینہ بھر روزہ رکھے یا بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک نے اپنے غلام سے کہا کہ روزہ رکھ میری طرف سے ایک روز اور تو آزاد ہے یا نماز پڑھ میری طرف سے دو رکعت اور تو آزاد ہے تو غلام آزاد ہو گیا خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے نماز پڑھے یا نہ پڑھے اگر کہا کہ حج کر میری طرف سے ایک حج اور تو آزاد ہے تو جب تک اس کی طرف سے حج نہ کرے آزاد نہ ہوگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ حج میں نیابت جاری ہوتی ہے اور نماز و روزہ میں نیابت نہیں جاری ہوتی ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس افطار نہ کروں گا تو حقیقتاً اُس کے پاس افطار کرنے پر واقع ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ روزے ماہ رمضان کے کوفہ میں نہ رکھوں گا تو اُس کی قسم ماہ رمضان کے پورے روزے کوفہ میں رکھنے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اُس نے ایک روزہ کوفہ میں رکھا پھر وہاں سے باہر چلا گیا یا کوفہ میں بیمار پڑا رہا کوئی روزہ نہ رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کوفہ میں افطار نہ کروں گا تو اُس کی قسم کوفہ میں بروز فطر اُس کے ہونے پر واقع ہوگی پس اگر بروز فطر کوفہ میں ہوگا تو حانث ہوگا اگرچہ اُس نے کچھ کھایا و پیا نہ ہو یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر اُس نے رات سے یوم فطر کے روزے کی نیت کی ہو اور کچھ نہ کھایا پس آیا حانث ہوگا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ ہرگاہ وہ مراد افطار سے دخول در یوم الفطر تھا اور وہ پایا گیا تو واجب ہے کہ وہ حانث ہو جائے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے پاس افطار نہ کروں گا تو حقیقۃً اُس کے پاس افطار کرنے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اُس نے اپنے گھر افطار کر لیا پھر فلاں کے پاس عشا کا کھانا کھایا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ رمضان کا چاند کوفہ میں نہ دیکھوں گا تو اُس کی قسم رویت ہلال کے وقت کوفہ میں ہونے پر واقع ہوگی چنانچہ اگر اس وقت کوفہ میں ہوا تو حانث ہوگا اگرچہ اُس نے اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھا ہو الا آنکہ وہ مسئلہ افطار و رویۃ ہلال میں اپنے لفظ کو مطلق رکھے بایں طور کہ افطار نہ کروں گا یا ہلال رمضان نہ دیکھوں گا یعنی بدون اضافت کے تو ایسی صورت میں اُس کی قسم حقیقۃً افطار اور حقیقۃً چاند دیکھنے پر واقع ہوگی اور نیز اگر اُس نے مطلق لفظ نہ ہونے کی صورت میں باوجود اضافت کے اپنی نیت یہ کی ہو کہ کوفہ میں کسی چیز سے کھانے و پینے کی افطار نہ کروں گا حقیقۃً یا کوفہ میں اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھوں گا تو دونوں مسئلوں میں اس کی اس نیت کی تصدیق ہوگی لیکن فرق یہ ہے کہ اگر چاند دیکھنے کے مسئلہ میں اُس نے حقیقۃً آنکھ سے چاند دیکھنے کی نیت کی قضاءً و دیانۃً دونوں طرح سے اُس کی نیت کی تصدیق کی جائے گی بخلاف فطر کے کہ اگر اُس نے حقیقۃً افطار کی نیت کی تو دیانۃً اُس کی تصدیق کی جائے گی مگر قاضی اُس کی تصدیق (فی بینہ و بین اللہ تعالیٰ ۱۲) نہ کرے گا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے وطی حرام نہ کروں گا پھر اپنی عورت کے ساتھ حالت حیض میں یا ایسی حالت میں کہ اس سے ظہار کیا تھا وطی کر لی تو حانث نہ ہوگا:

اگر وہ چاند نکلنے کے وقت کوفہ میں تھا لیکن اُس کو معلوم نہ تھا پس آیا حانث ہوگا یا نہ ہوگا تو بعض نے کہا ہاں بعض نے کہا نہیں۔ اگر کہا کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے امسال کوفہ میں قربانی کی پھر دسویں ذی الحجہ کو وہ کوفہ میں تھا مگر اُس نے قربانی نہیں کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُس کی یہ نیت ہو کہ اس وقت یعنی بروز قربانی کوفہ میں موجود ہو تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم اُس کی نیت پر ہو گی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے عورت نے اپنے شوہر کو لونڈے بازی کی ملامت کی پس شوہر نے قسم کھائی کہ لایاتی حراما یعنی حرام نہ کروں گا تو بوسہ لینے و چھونے سے اگرچہ بشہوت وہ حانث نہ ہوگا اور فرج کے سوائے دوسری جگہ جماع کرنے سے حانث ہو گا اور اگر لونڈوں یا عورت سے لواطت کی تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ حانث ہوگا۔ ایک نے قسم کھائی کہ زنا نہ کروں گا پھر لواطت[1] کی تو حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایمان القدوری میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ کسی عورت سے وطی حرام نہ کروں گا پھر اپنی عورت کے ساتھ حالت حیض میں یا ایسی حالت میں کہ اس سے ظہار کیا تھا وطی کر لی تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اُس نے اِس کی نیت کی ہو اور اگر عورت نے قسم کھائی کہ واللہ کہ حرام نہ کردستم (۱) اور مراد یہ لی کہ میں نے زنا کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ زنا کو حرام کرنے والا وہی اللہ عزوجل ہے کہ اُسی نے زنا کو حرام کر دیا ہے حالانکہ عورت مذکور نے زنا کیا ہے تو وہ حانثہ نہ ہوگی اور اگر کوئی مرد ایسی قسم کھانے والا ہو اور اُس نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قسم کھائی تو اس میں بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے طلاق یا عتاق کے ساتھ ایسی قسم کھائی تو دیانۃً اُس کی تصدیق ہوگی مگر قسم کھائی کہ مرتکب حرام نہ ہوں گا تو یہ قسم زنا پر ہوگی اور اگر قسم کھانے والا خصی یا مجبوب ہو یہ قسم حرام بوسہ یا اس کے مثل پر ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

باب : (۱۰)

کپڑے پہنے، پوشش وزیور وغیرہ کی قسم کھانے کے بیان میں

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیرے کاتے سوت سے پہنا تو وہ ہدی ہے پھر عورت نے اس مرد کی مملوکہ روئی سے جو وقت قسم کے اس کی ملک تھی سوت کاتا جس کا کپڑا وغیرہ اُس نے پہنا تو یہ بالاتفاق ہدی ہوگا اور اگر اس مرد کی ملک روئی یا کتان نہ ہو یا ہو مگر عورت نے اُس سے نہ کاتا بلکہ ایسی روئی سے کاتا جس کو مرد مذکور نے بعد قسم کے خریدا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ ہدی ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور ہدی کے معنی یہ ہیں کہ وہ مکہ میں صدقہ کر دیا جائے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلاں (کاتا سوتا) سے نہ پہنوں گا اور اُس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر ایک کپڑا پہنا جو فلاں مذکور کے کاتے سوت سے بُنا گیا ہے تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے عین سوت کی نیت کی ہو تو کپڑا لینے سے حانث نہ ہوگا اور در صورت یہ کہ کچھ نیت نہیں ہے اگر خالی سوت پہن لیا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اُس نے نیت کی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے کوئی کپڑا نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا جو فلانہ مذکورہ اور دوسری عورت کے سوت سے بُنا گیا ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ دوسری عورت کا سوت اس میں سواں حصہ ہو خواہ ان

---

[1] لونڈے بازی کی یا عورت کی دُبر میں وطی کی ۱۲۔

(۱) واللہ کہ میں نے حرام نہیں کیا ۱۲۔

دونوں کا سوت مختلط ہو یا ہر ایک کا سوت الگ الگ ایک ایک طرف ہو اور یہ ایسا ہے جیسے قسم کھائی کہ فلاں کا کپڑا نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا جو فلاں مذکور و دوسرے کے درمیان مشترک ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بُنے ہوئے سے نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا جس کو فلاں نے کسی دوسرے کے ساتھ بنا ہے تو حانث ہوگا اور اگر کہا کہ کپڑا فلاں کی بنائی کا نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا جس کو فلاں نے دوسرے کے ساتھ بُنا ہے پس اگر ایسا کپڑا ہو کہ اس کو ایک ہی بنتا ہے مگر اس کو دو نے بنا تو حانث نہ ہوگا اور اگر ایسا ہے کہ اس کو دو ہی بنتے ہیں تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے نہ پہنوں گا پھر فلانہ کے سوت کا کپڑا پہنا اور اس میں دوسری عورت کا کاتا ہوا سوت ملا ہوا ہے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانہ کا سوت کا تا ہوا اس میں مثلاً ایک ہی تار ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ نسج فلاں سے کوئی کپڑا نہ پہنوں گا پھر اُس کے غلاموں کی بنائی کا کپڑا پہنا پس اگر فلاں مذکور اپنے ہاتھ سے بنے کا کام کرتا ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر نہ کرتا ہو تو حانث[1] ہوگا یہ ایضاح میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کوئی کپڑا غزل فلاں سے نہ پہنوں گا پھر ایک کپڑا جو فلاں کے سوت و روئی سے بنا ہو جو وقت قسم کے اس کی ملک میں تھی پہنا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اس وقت اس کی ملک میں نہ تھی جس کا کپڑا پہنا تو امام اعظمؒ کے نزدیک حانث ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا جو فلانہ کے سوت کاتے ہوئے سے سیا گیا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایسا کپڑا پہنا جس میں فلانہ کے سوت کا سلکہ ہے تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر اُس کے سوت کا ازار بند ہو تو امام ابو یوسفؒ کے قول میں حانث ہوگا اور امام محمدؒ کے قول میں حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر تکمہ یا گھنڈی اُس کے سوت سے ہو تو پہننے کی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر لبنہ[2] اس کے سوت کا ہو تو حانث نہ ہوگا اور یہی حکم زلق کا بھی بعض کے نزدیک ہے اور نیز رقعہ کا جس کو فارسی میں سیاں تہن کہتے ہیں بعض کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ اس عورت کے سوت سے ہو اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ حانث ہوگا اور جب کہ رقعہ میں حانث ہوگا تو لبنہ (۱) و زلق میں بھی حانث ہوگا اور یہی حکم اس رقعہ کا ہوگا جو جیب پر ہوتا ہے اور اگر اُس نے ایک پارہ اُس کے سوت سے بقدر دو بالشت کے لے کر اپنی ستر عورت پر رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس عورت کے سوت سے بنی ہوئی ٹوپی یا شبکہ جس کو فارسی میں کلوتہ کہتے ہیں پہنی تو حانث ہوگا اور یہی حکم جورب کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت نے قسم کھائی کہ کپڑا نہ پہنوں گی پھر اُس نے خمار یا مقنعہ پہنا تو حانث نہ ہو:

اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے بنا ہوا کوئی کپڑا نہ پہنوں گا پھر اس میں سے تھوڑا قطع کیا پھر اس کو پہنا پس اگر یہ اس قدر رہو کہ ازار یا چادر کے برابر ہو تو حانث ہوگا ورنہ نہیں اور اُس کو قطع کر کے سراویل بنا کر پہنا تو حانث ہوگا اور اس طرح اگر عورت نے قسم کھائی کہ کپڑا نہ پہنوں گی پھر اُس نے خمار یا مقنعہ پہنا تو حانث نہ ہوگی جب کہ یہ بقدر ازار کے نہ پہنچتا ہو اور اگر اس قدر ہوتا ہو تو حانث ہوگی اگرچہ اس سے ستر عورت نہ ہو سکتا ہو اور اسی طرح اگر حالف نے عمامہ پہنا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس کے پیچ لپٹے کہ ہو قدر ازار یا رداء کے ہو جائے یا اس قدر رہو جائے کہ اس سے قمیص یا سراویل قطع کیا جا سکتا ہے تو حانث ہوگا یہ ایضاح میں ہے اور اگر اُس نے کپڑا نہیں کہا تھا پھر عورت مذکورہ کے سوت سے عمامہ باندھا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ عورت کے سوت

---

[1] کہا میرے نزدیک حق یہ ہے کہ اگر وہ اس پیشہ کو نہ کرتا ہو اور حالف کو بھی یہ حال معلوم ہو تب تو حانث ہوگا ورنہ نہیں ۱۲۔

[2] لبنۃ القمیص: خشک جامہ و زلق القمیص زہ پیراہن ۱۲۔

(۱) گھنڈیاں و گریبان کا تکمہ ۱۲۔

سے نہ پہنوں گا پھر کپڑا ناف کے نیچے تک پہنچایا اور ہنوز اپنے دونوں ہاتھ آستینوں میں داخل نہ کیے اور اس کے پاؤں ہنوز اس کے لفافہ کے نیچے ہیں تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ پائجامہ یا موزے نہ پہنوں گا پھر اپنی ایک ٹانگ سراویل میں داخل کی یا ایک پاؤں موزے میں داخل کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا پھر سوتے میں اُس کے اوپر ڈال دیا گیا اور سوتے ہی میں اُس کے اوپر سے اُتار لیا گیا تو فقیہ بلخیؒ نے فرمایا کہ وہ حانث نہ ہوگا[1] اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں اور اگر سوتے میں اُس کے اوپر ڈال دیا گیا پھر جب وہ سوتے سے ہوشیار ہوا تو اُس نے اُتار پھینکا تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر چھوڑ دیا کہ وہ اس کے اوپر پڑا رہا تو حانث ہوگا اور اگر نیند سے ہوشیاری کے بعد اُس کے اوپر ڈال دیا گیا تو حانث ہوگا خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ایسا ہی شیخ ابونصرؒ نے فرمایا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر بعینہ کسی کپڑے کی نہ پہننے کی قسم کھائی پھر اس میں سے نصف سے زائد پہنا تو حانث ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ غزل فلانہ سے کوئی کپڑا نہ پہنوں گا پھر فلانہ مذکورہ اور دوسری عورت دونوں کے سوت سے ایک کپڑا بُنا گیا لیکن دوسری عورت کا سوت اس تھان کے اوّل میں ہے یا آخر میں ہے پس اُسی مقام سے اُس کا سوت کاٹ کر الگ کر دیا گیا یعنی کپڑا الگ ہو گیا پھر اُس نے باقی کپڑا جو خالص فلانہ کے سوت کا ہے پہنا پس اگر وہ اس قدر ہو کہ مقدار زار یا چادر کو پہنچتا ہو تو حانث ہوگا اور اگر اس قدر نہ پہنچتا ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی سراویل قطع کر کے پہنی تو حانث ہوگا اور اگر یہی کپڑا قبل اس کے کہ اس میں سے دوسری عورت کا کپڑا قطع کر دیا جائے پہنا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلانہ کے غزل کا کپڑا نہ پہنوں گا پھر اس عورت کے غزل سے بنی ہوئی کملی اوڑھی تو حانث ہوگا اگرچہ صوف کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ کپڑا نہ پہنوں گا تو اُس کی قسم ہر ایسے کپڑے پر واقع ہوگی کہ ستر عورت کو چھپاتا ہے اور اس سے نماز جائز ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر ٹاٹ یا بساط یا طنفسہ اوڑھ لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کساء خز یا طیلسان اوڑھی تو حانث ہوگا اس واسطے یہ بھی ان میں سے ہے کہ پہنی جاتی ہیں اور اسی طرح اگر پوستین پہنی تو بھی حانث ہوگا اور اگر ٹوپی اوڑھی تو حانث نہ ہوگا کذا فی المحیط اور یہی حکم کمال نہ بوریا و موزے و جورب کا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بعینہ کسی کپڑے کی نہ پہننے کی قسم کھائی پھر اس میں سے نصف سے زائد پہنا تو حانث ہوا یہ مبسوط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ سراویل نہ پہنوں گا پھر کسی دراز قد آدمی کا لباس پہنا جو اس پر سراویل ہو گیا اور یہ کپڑا سراویل کی تراش پر ہے تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ ثیاب نہ پہنوں گا پھر سراویل پشت قد آدمی کی پہنی جو اس پر ثیاب ہو گئی تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ جو کپڑا ستر عورت کے لائق نہیں ہوتا ہے وہ ثوب نہیں کہلاتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ قمیص نہ پہنوں گا پھر بے آستینوں کی قمیص پہنی اور وقت قسم کے اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے تلسعظ میں لکھا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ پہنوں گا پھر زبردستی وہ پہنایا گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے اتارنے پر قادر ہوا مگر نہ اتارا تو حانث ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ قمیص[2] نہ پہنوں گا تو قسم اس طور پر واقع ہوگی جیسے عادت کے موافق پہنتا ہے اور گریباں سے سر نکلنے کے بعد اکثر کا اعتبار کیا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ نہ پہنوں گا سراویل یا قمیص یا چادر پھر اس نے سراویل یا قمیص یا چادر کی لنگی باندھی تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ان میں سے کسی چیز کا عمامہ باندھا تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ یہ قمیص یا یہ

---

[1] کیونکہ اعتبار اختیاری صورت میں ہے جو خود اس کا فعل ہو اور یہاں دوسرے کی جانب سے فعل پایا گیا ۱۲۔ [2] جو قمیص پہننے کا طریقہ ہے نہ مثلاً اس کی لنگی باندھ لیتا و قول گریبان سے آ یعنی اگر گریبان میں سر ڈالا پس اگر اکثر حصہ قمیص پہن لیا تو حانث ہوا اور اگر قبل اس کے اتار دی تو حانث نہ ہوا ۱۲۔

سراویل یا یہ چادر نہ پہنوں گا تو چاہے جس طور سے پہنے حانث ہوگا اگر چہ چادر کی لنگی باندھی یا قمیص کو چادر بنایا یا غسل کرنے میں قمیص کو سر سے باندھا[1] اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ یہ عمامہ نہ پہنوں گا پھر اس کو اپنے کندھے پر ڈالا تو بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو قمیص نہ پہنوں گا پھر ایک قمیص پہن کر اتار ڈالی پھر دوسری پہنی تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ دونوں کو ساتھ ہی پہنے اور اگر کہا کہ واللہ ان دونوں قمیصوں کو نہ پہنوں گا پھر ایک کو پہن کر اتار کر دوسری پہنی تو حانث ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں قسم اس کے عین پر واقع ہوئی پس اس میں اعتبار اسم کا کیا گیا نہ موافق عادت کے پہنے کا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کو نہ پہناؤں گا پھر اس کو کوئی کپڑا عاریت دیا یا اس کی موت کے بعد اس کو کفن دیا تو حانث نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ پہنانے سے اس نے ستر پوشی کی نیت کی ہو نہ مالک کر دینے کی قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا یہاں تک کہ مجھ کو فلاں اجازت دے پھر فلاں مر گیا تو قسم ساقط ہوگئی اور اگر کہا کہ الا آنکہ فلاں مجھ کو اجازت دے پھر فلاں نے اس کو ایک مرتبہ اجازت دے دی تو یہ قسم منتفی ہوگئی یہ سراجیہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کے غزل سے نہ پہنوں گا پھر ایسی قبا پہنی جس کا ابرہ اس کی بیوی کے غزل کا ہے اور استر دوسری عورت کے کاتے سوت کا ہے تو حانث ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو کپڑا نہ پہناؤں گا پھر فلاں کو درہم دیے اور اس نے کپڑا خرید کر پہن لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کو پہننے کا کپڑا بھیجا تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ اپنے ہاتھ سے نہ دوں گا تو حانث نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ خز نہ پہنوں گا پھر خالص خز کا کپڑا پہنا یا ایسا کپڑا کہ اس کا تار ابریشم یا روئی کا تھا اور پود خز کا تھا تو حانث ہوگا:

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ سیاہ نہ پہنوں گا تو یہ قسم خالص کپڑوں ثیاب پر واقع ہوگی اور اگر اس نے سیاہ ٹوپی یا موزے یا جوتے پہنے یا پوستین سیاہ پہنی تو حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ سیاہ سے کچھ نہ پہنوں گا تو ٹوپی سیاہ موزے سیاہ وغیرہ سیاہ پوستین وغیرہ سے حانث ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ حریر نہ پہنوں گا پھر مضمن پہنا تو بانے کا اعتبار ہے نہ تانے کا۔ اگر قسم کھائی کہ روئی نہ پہنوں گا تو روئی کا کپڑا پہننے سے حانث ہوگا اور اگر قبا پہنی جس کا بانا سوت روئی کا نہیں ہے اور اندر روئی بھری ہے تو حانث ہوگا الا آنکہ اس کی نیت ہو کذا فی الایضاح قال المترجم ہمارے نزدیک عین روئی پر واقع ہونا اور روئی کی بھری ہوئی قبا پہننے سے حانث ہونا اظہر ہے واللہ اعلم اور اگر قسم کھائی کہ ابریشم نہ پہنوں گا پھر ایسا کپڑا پہنا کہ اس کا بانا خز ہے اور تانا ابریشم ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ کتان کا کپڑا نہ پہنوں گا پھر کتان و روئی کا ملا ہوا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا خواہ کتان کا تانا ہو یا بانا ہو اور اگر قسم کھائی کہ ابریشم کا کپڑا نہ پہنوں گا پھر روئی اور ابریشم کا پہن پس اگر ابریشم پود ہو یعنی بانا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ خز نہ پہنوں گا پھر خالص خز کا کپڑا پہنا یا ایسا کپڑا کہ اس کا تار ابریشم یا روئی کا تھا اور پود خز کا تھا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ خز کا کپڑا جس کا سوت فلانہ عورت کا کاتا ہو نہ پہنوں گا پھر ایسا پہنا جس کا تانا ابریشم کا اور پود خز کا فلانہ مذکورہ کا کاتا ہوا تھا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ طیلسان صوف نہ پہنوں گا پھر ایسی طیلسان اوڑھی جس کا لحمہ یعنی بانا صوف کا اور تانا ابریشم یا روئی کا تھا اور اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور طیلسان[2] مشابہ اور کپڑوں کے نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] کیونکہ پہننا پایا گیا ۱۲۔ [2] طیلسان چادر کی قسم ہے ۱۲۔

منتقی میں بروایت ہشام کے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اس کپڑے کی دو قمیص قطع کراؤں گا پھر اس کی ایک ہی قمیص قطع کرائی اور سلائی پھر ادھیڑ کر دوبارہ سلائی تو فرمایا کہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو قمیص سلاؤں گا تو اس صورت میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس سے دو قمیص قطع کراؤں گا پھر ایک ہی قطع کرا کر سلائی پھر ادھیڑ کر اس کی دوسری تراش کی قمیص کرائی تو فرمایا کہ حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک قمیص پر قسم کھائی کہ اس سے قباء و سراویل قطع کراؤں گا پھر اس سے قباء قطع کرائی اور اس کو پہنایا نہ پہنا پھر اس کی قبا کی سراویل قطع کرائی تو وہ اپنی قسم میں اسی وقت حانث ہو گیا جب اس نے فقط قمیص ہی قطع کرائی تھی اور زیادات میں لکھا ہے کہ قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے اس کپڑے کی قباء سراویل نہ بنائی اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس سب کی فقط قبا ہی بنا کر سلائی پھر قبا کو نقض کر کے اس کی سراویل سلوائی تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس کی مراد یہ ہو کہ یہ جیسا موجود ہے اس میں سے بعض کی قبا بعض کی سراویل بناؤں گا تو حانث ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنوں گا پھر اس کو ادھیڑ کر دوبارہ قمیص سلوا کر پہنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ حانث ہوگا اور ایسا ہی نوادر میں مذکور ہے اور یہی قباء و جبہ کا حکم ہے اس واسطے کہ سلائی ادھیڑ دینے سے قباو جبہ کا نام نہیں مٹتا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ادھیڑی ہوئی قمیص ہے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس کشتی پر سوار نہ ہوں گا پھر وہ توڑ دی گئی اور تختے الگ کر دیے گئے پھر ان تختوں سے کشتی بنائی گئی اور اس میں وہ سوار ہوا تو نوادر میں مذکور ہے کہ وہ حانث ہوگا اور جامع میں مذکور ہے کہ حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ بعینہٖ وہی قبا و قمیص و کشتی نہ ہو جائے گی الا نئی ساخت سے۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ جبہ نہ پہنوں گا اور اس میں حشو[1] بھرا ہوا ہے پھر اس نے یہ حشو نکلوا کر اس میں دوسرا حشو بھرایا اور اس کو پہنا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر جبہ استر دار ہے پس اس نے استر نکلوا ڈالا استر لگایا پھر پہنا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ حشو و استر دور کرنے اور بدلنے سے جبہ کا نام نہ مٹے گا اور اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر اس میں جو بھرا تھا وہ نکال ڈالا اور پھر اس پر سویا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جس فراش پر سویا جاتا ہے وہ بدوں حشو کے نہیں ہوتا ہی قال المترجم[2] هذانی عرفهم واماتی عرفنا یکون حانثاً۔

اگر معین شقہ خز پر قسم کھائی کہ اس کو نہ پہنوں گا پھر وہ نوچ دی گئی اور کاٹی گئی اور دوسرا شقہ کر دی گئی پھر اس کو پہنا تو حانث نہ ہوگا:

اگر اس کا بھراؤں گا کہ خواہ صوف ہو یا روئی وغیرہ اس بھراؤ پر سویا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ خالی بھراؤ کو فراش نہیں کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک عورت نے قسم کھائی کہ یہ مقنعہ نہ پہنوں گی پھر اس سے عازیوں کا نشان بنایا گیا پھر نشان سے الگ کر کے اسی عورت کو واپس دیا گیا پھر اس نے اس سے مقنعہ بنایا تو وہ حانث ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے جامع میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے قسم کھائی کہ یہ ملحفہ نہ پہنوں گی پھر اس کے دونوں جانب سی دیے گئے اور درع کر دی گئی اور اس کے گریبان اور آستینیں کر دی گئیں پھر اس کو عورت نے پہنا تو حانث نہ ہوگی اور اگر اس کی دونوں جانب جو ملا کر سی گئی تھی سیون توڑ دی گئی اور ہر دو آستینیں اور گریبان اس سے نکال ڈالا گیا پھر اس نے اس کو پہنا تو حانث ہوگی اس واسطے کہ اسم ملحفہ کسی دوسرے سبب جدید سے نہیں بلکہ اوّل ہی سے قائم بعین تھا پھر عود کر آیا اور یہ بخلاف اس کے ہی کہ ملحفہ قطع کر کے اس کی قمیص سلائی گئی پھر سلائی اور ترکیب

---

[1] حشو بھرت وغیرہ جو ابرہ و استر کے درمیان ہوتا ہے ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ یہ اہلِ عرب کی اصطلاح کے اعتبار سے ہے لیکن ہمارے ملک کی اصطلاح میں وہ حانث ہو جائے گا ۱۲۔

وغیرہ توڑ دی گئی اور ٹکڑے اس طرح جوڑ دیے گئے کہ پھر وہ ملحفہ ہوگئی اور اس کو عورت نے پہنا تو حانث نہ ہوگی قدوری میں ہے کہ اگر معین ایک شقہ خز پر قسم کھائی کہ اس کو نہ پہنوں گا پھر وہ نوچ دی گئی اور کاتی گئی اور دوسرا شقہ کر دی گئی پھر اس کو پہنا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس بساط پر نہ بیٹھوں گا پھر اس کی دونوں جانب ملا کر سلائی گئی اور خرج بنائے گئے پھر اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا پھر اگر سیون توڑ کر بساط کر دیا گیا تو اس پر بیٹھنے سے حانث ہوگا اگر بیچ سے قطع کر کے دو خرج کر دیے گئے پھر ان کی سیون توڑ کر جہاں قطع کیا گیا اور بساط کر دیا گیا اور اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ اسم بساط اس پر بولا جاتا ہے اور اس نام نے عود کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ ہر دو خرج ایسے ہوں کہ اگر دونوں الگ کر دیے جائیں تو ہر ایک کو تنہا بساط نہ کر سکتے ہوں اور اگر ہر ایک ان میں سے بساط کہا جا سکتا ہو تو جب دونوں کو ادھیڑ کر ایک کو دوسرے میں سی دیا اور اس پر بیٹھا تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گا تو جب ہی حانث ہوگا کہ خالی زمین پر بیٹھے کہ اس کے اور زمین کے درمیان سوائے اس کے کپڑوں کے کچھ نہ ہو اور اگر اس کے اور زمین کے درمیان چٹائی یا بوریا یا کرسی یا فرش وغیرہ ہوگا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس چٹائی یا اس بچھونے یا اس فرش پر نہ بیٹھوں گا پھر اس کے اوپر اس کے مثل دوسرا بچھایا گیا اور اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا۔ یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر اس کے اوپر اس کے مثل دوسرا بچھایا گیا اور اس پر سویا تو حانث ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر اس پر چادر پلنگ پوش بچھا دیا گیا تو سونے سے حانث ہوگا اور یہ بالاجماع ہے۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنوں گا پھر سونے کی انگوٹھی پہنی تو حانث ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ اس تخت پر یا اس دکان پر نہ بیٹھوں گا یا اس چھت پر نہ سوؤں گا پھر اس کے اوپر ایک مصلے یا بچھونا یا فرش بچھا دیا گیا پھر اس پر بیٹھا تو حانث ہوگا اور تخت پر دوسرا تخت بچھا دیا گیا یا دکان پر دوسری دکان یا چھت پر دوسری چھت بنا دی گئی اور اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنوں گا پھر سونے کی انگوٹھی پہنی تو حانث ہوگا اور اگر موتی کی لڑی غیر مرصع پہنی تو صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر وہ مرصع ہو تو بالاتفاق حانث ہوگا اور زبرجد و زمرد کی لڑی غیر مرصع میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور صاحبین کا قول ہمارے عرف دیار سے اقرب ہے پس صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اس واسطے کہ بدوں مرصع کرنے کے اس نے زیور پہنا ہمارے دیار میں عادت ہے اور اگر خلخال یا دملوج یا کنگن پہنے تو حانث ہوگا خواہ سونے کی ہوں یا چاندی کے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنوں گی پھر چاندی کی انگوٹھی پہنی تو حانث نہ ہوگی اور یہ ظاہر الروایہ ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جب ہے کہ انگوٹھی مردوں کی انگوٹھیوں کی ساخت پر بنی ہوئی ہو اور اگر عورتوں کی انگوٹھیوں کی ساخت پر ہو کہ اس کا نگینہ ہو تو حانث ہوگی اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنوں گا پھر اس نے تلوار محلی یا مفضض پٹکا باندھا تو حانث نہ ہوگا:

بادشاہوں کا تاج زیور نہیں ہے اور عورتوں کا تاج زیور ہے اور کنگن اور کنٹھا زیور ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ عورت نے قسم کھائی کہ مکعب نہ پہنوں گی پھر اس نے لالک پہنا تو کہا گیا ہے کہ اگر لالک کو عرف و عادت میں مکعب بولتے ہیں تو حانث ہونا اس کے ذمہ لازم ہوگا ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ زیور نہ پہنوں گا پھر اس نے تلوار محلی یا مفضض پٹکا باندھا تو حانث نہ[1] ہوگا اور یہ قسم عورتوں کے زیور پر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ درع نہ پہنوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے

[1] کیونکہ یہ چیزیں اس صورت میں بھی زیور کی قسم میں نہیں داخل ہو سکتیں ۱۲۔

پھر اس نے لوہے کی درع یا عورت کی درع پہنی تو حانث ہوگا اور اگر اس نے ان دونوں میں سے ایک کی نیت کی ہو تو دوسری سے حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ہتھیار نہ پہنوں گا پھر تلوار لٹکائی یا بازو پر کمان یا ڈھال لٹکائی تو حانث نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر فارسی میں قسم کھائی کہ سلاح نہ پوشم تو ان چیزوں سے حانث ہوگا پس اگر لوہے کی زرہ پہنی تو حانث ہوگا یہ محیط میں ہے۔لباس میں اصل یہ ہے کہ ثوب کا لفظ ازار سے کم کو شامل نہیں ہے وسلاح کا لفظ زرہ وتلوار وکمان کو شامل ہے نہ چھری اور بے بنے ہوئے لوہے کو یہ عتابیہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اس فصل میں اس زبان اردو کی رعایت سے بہت بڑا اختلاف ہوگا یہ سب عربی زبان کے موافق قسم کھانے میں حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے ہاں اکثر مقام پر ہماری زبان کے بھی موافق ہو گا اور اس کا اصل حکم اس ضعیف کے جزو مفرد درباب قسم سے واضح ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ هو حسبي و نعم الوكيل ومنه الاستعانة والتوفيق۔

باب : ⑪

ضرب وقتل وغیرہ کی قسم کے بیان میں

قال المترجم ضرب جان سے مار ڈالنے سے کم جس کو مارنا کہتے ہیں اور قتل مار ڈالنا فاحفظ۔اگر قسم کھائی کہ فلاں مرد کو نہ ماروں گا پھر اس کے مرجانے کے بعد اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا[1] یہ شرح طحاوی میں ہے۔اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہ ماروں گا پھر دوسرے کو حکم کیا کہ اس نے اس غلام کو مارا تو حانث ہوگا اور اگر حالف نے کہا کہ میری یہ نیت تھی کہ خود اپنے ہاتھ سے ایسا نہ کروں گا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور حانث نہ ہوگا اور اگر کسی آزاد کے نہ مارنے پر قسم کھائی پھر ایک شخص دیگر کو حکم کیا جس نے اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ قسم کھانے والا سلطان یا قاضی ہو یعنی جو خود اپنے ہاتھ سے نہیں مارا کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ اپنے فرزند کو نہ ماروں گا پھر دوسرے کو حکم کیا جس نے اس کو مارا تو باپ حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر زید نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو سو کوڑے ماروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس کو سو کوڑے ہلکے ہلکے مارے تو قسم میں سچا ہوگیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کو ایسی مار سے مارا ہو کہ اس سے کچھ الم اس کو ہوا ہو اور اگر ایسی مار ماری کہ اس کو کچھ الم نہ ہوا تو سچا نہ ہوگا اور اگر دو شاخہ کوڑے سے پچاس کوڑے اس کو مارے اور ہر بار کی مار میں دونوں شاخیں اس کے بدن پر پڑتی تھیں تو قسم میں سچا ہوگیا اور اگر ان سب کوڑوں کو یکجا جمع کر کے سب سے ایک چوٹ یا چوٹیں ان کے عرض سے ماردیں تو قسم میں سچا نہ ہو جائے گا اور اگر ان کے سروں سے مارا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے مارنے سے پہلے ان کے سرے برابر کر دیے ہوں کہ چوٹ مارنے سے ہر ایک کوڑے کا سرا اس کے بدن پر پہنچا ہو تو وہ اپنی قسم میں سچا ہو جائے گا اور اگر بعض کوڑا دوسرے کے درمیان گھس گیا ہو تو اسی قدر میں سچا ہوگا جتنے اس کے بدن پر پہنچے اور ایک دوسرے کے اندر گھس رہے ہیں ان کی بابت سچا نہ ہوگا اور عامہ مشائخ اسی پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ایک نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اپنی دختر صغیرہ کو بیس سوط ماروں گا تو یہ کرے کہ اس صغیرہ کو بیس قمچیاں مار دے یہ ظہیریہ میں ہے۔

قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہ ماروں گا پھر اس کے چٹکی کاٹی یا دانت سے کاٹا یا گلا گھونٹ دیا یا بال پکڑ کر

---

[1] کیونکہ ضرب سے جو تکلیف ودرد ہوتا ہے وہ زندگی کے ساتھ ہوتا ہے اور اصل غرض تکلیف پہنچانا ہوتی ہے وہ یہاں مفقود ہے ۱۲۔

کھینچے کہ جس سے کہ اس کو اذیت ہوئی تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا:

ایک نے کہا واللہ اگر میں نے فلاں کو پکڑا تو اس کو سو کوڑے ماروں گا پھر اس کو پکڑا اور ایک کوڑا یا دو کوڑے مارے تو فرمایا کہ فی الحال حانث نہ ہوگا یہ قسم ہمیشہ کے واسطے ہے کہ اگر تا آخر موت سب سو مارے تو حانث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہ ماروں گا پھر اس کے چٹکی کاٹی یا دانت سے کاٹا یا گلا گھونٹ دیا یا بال پکڑ کر کھینچے کہ جس سے کہ اس کو اذیت ہوئی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ ایسی حرکتیں اس نے ملاعبت میں نہ کی ہوں اور اگر ملاعبت[1] میں ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح اگر اس کے سر میں اپنے سر سے ٹکر ماری کہ اس کے خون نکل آیا مگر ملاعبت میں ایسا کیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی میں ہو تو ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر بطور غضب کے ایسا کیا تو حانث ہوگا اور اگر اس کے بال اکھاڑ لیے تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر غصہ میں ایسا کیا تو حانث ہوگا اور اگر اس کو دفع کیا یعنی دھکا دیا بایں طور کہ اس کے تن کو کچھ تکلیف نہ پہنچی تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عربی نے فارسی میں قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہ ماروں گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اس سے مراد لی ہے پس اگر اس نے ضرب مراد لی ہو گویا ضرب کی جگہ زدن کہہ دیا ہے تو ایسا ہی ہے جیسے عربی میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اگر وہ مراد لی جو فارسی مراد لیتا ہے تو ایسا ہے جیسے فارسی میں قسم کھانے کا حکم ہے اور اگر معلوم نہ ہوا تو اس وقت جس زبان میں قسم کھائی ہے اس کے موافق حکم دیا جائے گا اور اسی طرح اگر فارسی نے عربی میں قسم کھائی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے قال المترجم اردو زبان کا حکم موافق فارسی کے ہی نہ عربی کے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے مارا تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کی باندی کو مارا جس میں اس کے چوٹ لگ گئی تو مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ وہ حانث نہ ہوگیا اور ایسا ہی شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیا کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ وہ حانث نہ ہوگا اور ایسا ہی بقالی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور یہی اظہر واشبہ ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہ ماروں گا پھر اس نے اپنا کپڑا جھارا کہ وہ عورت کی آنکھ میں لگا جس سے اس کے درد ہوا تو فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہی کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور ایک نے اپنی عورت سے کہا کہ ان الم اضربك حتی الترکك لاحتیه دلاتمه فعبدیؒ حر یعنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے یہاں تک نہ ماروں کہ تجھے ڈال دوں نہ زندہ نہ مردہ تو میرا غلام آزاد ہے تو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ قسم اس پر ہوگی کہ اس کو سخت دردناک مارنا مارے پس اگر ایسا کیا تو اپنی قسم میں سچا رہا۔ ایک نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو کوڑوں سے یہاں تک ماروں گا کہ مر جائے یا قتل ہو جائے تو یہ مارنے کا مبالغہ ہے یعنی بہت ماروں گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ یہاں تک اس کو ماروں گا کہ بیہوش ہو جائے یا موت مارے یا رودے یا دہائی دے تو جب تک یہ امور حقیقتہ نہ پائے جائیں تب تک قسم میں سچا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس کو تلوار سے یہاں تک ماروں گا کہ مر جائے تو جب تک مر نہ جائے تب تک قسم میں سچا نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور قال المترجم پس قسم میں جھوٹا ہو جائے ورنہ سخت گنہگار ہوگا الا آنکہ جہاد میں کفار کو اس طرح مارنے کی قسم کھائی ہو فافہم۔ اگر قسم کھائی کہ واللہ میں ضرور تجھے تلوار سے ماروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے پھر اس کو تلوار کے عرض سے مارا تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا اور اگر اس کی نیت دھار سے مارنے کی ہو تو

---

[1] مترجم نے کہا کہ اس میں ہمارے نزدیک نظر ہے یعنی یہ محل تامل ہے ۱۲۔

دھار سے مارنے پر قسم ہوگی اور اگر اس کو نیام سے مارا تو اپنی قسم میں سچا نہ ہوا اور اگر نیام[1] تلوار اس کی دھار سے کٹ گیا ہو کہ دھار نکل آئی اور اس کو جس کے مارنے کی قسم کھائی ہے زخمی کیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو تیر سے نہ ماروں گا پھر اس کو تیر کے بینٹ سے مارا تو حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کوڑے سے مارنے کی قسم کھائی پھر اس کو کپڑے میں لپیٹ کر اس سے مارا تو قسم میں سچا نہ ہوگا:

اگر قسم کھائی کہ میں تجھے کوڑے یا تلوار سے نہ ماروں گا پھر اس کو کوڑے یا تلوار سے مارا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کوڑے و تلوار کے سوائے دوسرے کوڑے کی نیت کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ اس نے وہ معنی مراد لیے ہیں جو اس کے کلام سے نکلتے ہیں اور حقیقت حال اس کی اللہ عزوجل کے درمیان ہے کہ وہی عالم الغیب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے سو کوڑے نہ مارے تو تو آزاد ہے پھر قبل اس کے کہ اس قدر کوڑے سے اس کو مارے غلام مر گیا تو آزاد مرا اور نیز امام محمدؒ سے مروی ہے کہ البتہ فلاں کو آج پچاس ماروں گا اور اس کی نیت میں ایک معین کوڑا ہے پھر اس کوڑے کے سوائے دوسرے کوڑے سے پچاس اس کو مار دیئے اور وقت گذر گیا تو فرمایا کہ جس کوڑے سے مارے اپنی قسم سے نکل گیا اور اس کی نیت باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کوڑے سے مارنے کی قسم کھائی پھر اس کو کپڑے میں لپیٹ کر اس سے مارا تو قسم میں سچا نہ ہوگا قسم کھائی کہ اس چھری کے پھل سے یا اس نیزہ کے پھل سے اس کو نہ ماروں گا پھر یہ پھل نکال کر دوسرا پھل اس پر چڑھایا اور اس سے مارا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے بال نہ چھوؤں گا پھر اس نے سر منڈایا اور دوسرے بال نکلے اور ان کو چھوا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس کے دانت نہ چھوؤں گا پھر دوسرے دانت جمے ان کو اس نے چھوا تو حانث ہوا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ ان ضربتك الا ابدا و ابدًا او الی ہر پھر ایک ساعت ایسا کیا تو حانث ہوا اور اگر کہا کہ ان لم أضربك شهرا فعبدي حرّ یعنی اگر میں نے تجھے ایک مہینہ نہ مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو جب حانث ہوگا کہ قسم کے وقت سے برابر ایک مہینہ گذرنے تک کبھی اس کو نہ مارے اور اگر اتنی مدت میں کسی ساعت اس کو مارا تو حانث نہ ہوا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے آج نہ مارا تو تو طالقہ ہے اور چاہا کہ اس کو مارے پس عورت نے کہا کہ اگر تیرا عضو میرے عضو سے چھوا تو میرا غلام آزاد ہے پس مرد نے اس کو ایک لکڑی سے مارا بدوں اس کے کہ اپنا ہاتھ عورت کے بدن پر پہنچائے تو دونوں میں کوئی حانث نہ ہوا اور اگر عورت نے یوں کہا کہ اگر تو نے مجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنا غلام کسی کے ہاتھ جس پر اس کو اعتماد ہو فروخت کر دے پھر شوہر اس کو اسی روز مارے ہلکی مار پس شوہر حانث نہ ہوگا اور عورت کی قسم منحل ہو جائے گی مگر بدوں جزاء کے پھر جس کے ہاتھ غلام بیچا ہے اس سے مول لے لے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر نہ مارا میں نے آج کے روز تیرے فرزند کو زمین پر حتیٰ کہ دو ٹکڑے ہو جائے تو ایسا پھر اس کو بمبالغہ مار ماری تو اصح یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں مر گیا پس نہ مارا میں نے تجھے تو میرا ہر مملوک آزاد ہے پھر مر گیا اور اس کو نہ مارا تو غلام و مملوک آزاد نہ ہوں گے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھے نہ مارا تو ایسا مارنے سے پہلے مر گیا تو آخر جزو اجزائے حیات میں حانث ہوا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے نہ مارا حتیٰ کہ میں مروں یا درمیان اپنے اور درمیان اس کے کہ

---

[1] نیام جس کو اردو میں میان کہتے ہیں جس میں تلوار وغیرہ رکھتے ہیں ۱۲۔

میں مروں تو تو آزاد ہے پھر اس کو نہ مارا حتیٰ کہ مر گیا تو غلام آزاد نہ ہوگا ایک نے چاہا کہ اپنے فرزند کو مارے پس قسم کھائی کہ مجھ کو اس کے مارنے سے کوئی مانع نہ ہو پھر اس کو ایک دو تھپیاں ماریں تھیں کہ کسی نے اس کو منع کیا حالانکہ وہ اس سے زیادہ مارنا چاہتا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حانث ہوا اس واسطے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ دل بھر کے اس کو مارنے تک کوئی مانع نہ ہو پس جب بیچ میں کسی نے منع کیا تو حانث ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اصل یہ ہے کہ حتیٰ واسطے انتہائے غایۃ کے ہوتا ہے پس جہاں تک ممکن اسی معنی پر محمول ہوگا بایں طور کہ جو اس کے ماقبل ہے وہ قابل امتداد ہو اور اس کا مدخول مقصود اور موثر در انتہا محلوف علیہ ہو اور اگر یہ متعذر ہو تو حتیٰ محمول بلام سبب ہوگا بشرطیکہ ممکن ہو بایں طور کہ انعقاد قسم ایسے دو فعلوں پر ہو کہ ان میں سے ایک اس کی طرف سے اور دوسرا دوسرے کی طرف سے ہوتا کہ ایک فعل صالح جزائے دیگر ہو اور اگر یہ بھی متعذر ہو تو عطف پر حمل کیا جائے گا اور غایت کے حکم میں سے یہ ہے کہ قسم میں سچا ہونے کے واسطے اس غایت کا وجود شرط ہے پس اگر قبل غایت کے فعل سے باز رہا تو حانث ہوا اور لام سبب کے حکم سے یہ ہے کہ جو صالح سبب ہے اس کا وجود شرط ہے نہ وجود مسبب اور حکم عطف سے یہ ہے کہ سچے ہونے کے واسطے معطوف و معطوف علیہ دونوں کا وجود شرط ہے یہ محیط میں ہے۔

قال المترجم یہ مخصوص بزبان عربی ہے ولم اجد لی مسلکا الی توفیق الا لسنة فی ذلک الآن یو فقنی الله عزوجل فانه تعالٰی خیر موافق و معین ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے فلاں کو خبر نہ دی اس کی جو تو نے کیا ہے حتیٰ کہ تجھ کو مارے تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو خبر دی مگر اس نے نہ مارا تو یہ اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر کہا تیرے پاس نہ آیا حتیٰ کہ تو طعام چاشت مجھے کھلائے یا کہا کہ اگر میں نے تجھے نہ مارا حتیٰ کہ تو مجھے مارے تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کے پاس آیا مگر اس نے طعام چاشت نہ کھلایا اس کو مارا مگر اس نے اس کو نہ مارا تو یہ حانث نہ ہوا بلکہ قسم میں سچا رہا اور اگر کہا کہ میں نے اس کے ساتھ ساتھ ملازمت نہ کی یہاں تک کہ وہ میرا قرضہ ادا کر دے یا اگر میں نے اس کو نہ مارا حتیٰ کہ رات داخل ہو جائے یا حتیٰ کہ صبح ہو جائے یا حتیٰ کہ زید دوگانہ ادا کرے یا حتیٰ کہ مجھے منع کرے یا حتیٰ کہ میرا ہاتھ تھک جائے تو ایسا تو ایسی قسم میں سچے ہونے کی شرط یہ ہے کہ ملازمت و مارنا اس وقت تک پایا جائے کہ جب غایۃ کا وجود متحقق ہو اور اگر غایۃ پائی جانے سے پہلے وہ اس فعل سے باز رہا مثلاً ادائے قرضہ سے پہلے اس نے ملازمت یعنی ساتھ ساتھ رہنا چھوڑ دیا امور مذکورہ کے پائے جانے سے پہلے مارنا چھوڑ دیا تو حانث ہوگا اور واسطے کہ حتیٰ اس مقام پر غایۃ کے واسطے ہے کیونکہ ملازمت امر ممتد ہے اور اسی طرح مار بطریق تکرار[1] کے ممتد ہوتی ہے اور گر اس نے جزاء کی نیت کی ہو تو دیانۃً اس کے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے مجازی معنی مراد لیے ہیں اور اگر دونوں فعل ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں یا بایں طور کہ کہا کہ اگر میں نہ آیا آج تیرے پاس حتیٰ کہ طعام چاشت تیرے پاس کھاؤں یا حتیٰ کہ تجھے ماروں یا کہا اگر تو آج میرے پاس نہ آیا حتیٰ کہ تو میرے پاس طعام چاشت کھائے تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم میں سچے ہونے کے واسطے دونوں فعلوں کا پایا جانا شرط ہے یعنی حتیٰ عاطفہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے پاس آیا طعام چاشت نہ کھایا پھر اس کے بعد بلاتراخی[ا] طعام چاشت کھایا تو وہ اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اگر بالکل طعام چاشت نہ کھایا تو وہ حانث ہوا اس واسطے کہ کسی غایت پر حمل کرنا متعذر ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تجھے مارا تو تو طالقہ ہے پھر اس کی ہتھیلی سے مارا کہ عورت پر اس کی انگلیاں متفرق واقع ہوئی ہیں تو وہ عورت ایک ہی بار طالقہ ہوگی اور اگر اس کے دونوں

[ا] بلاتراخی یعنی کچھ بھی وقفہ اور دیری نہ کی ۱۲۔

(۱) مکرر ایک بعد دوسرے کے ۱۲۔

ہاتھوں سے مارا تو دوبارہ طالقہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں تجھ سے ملاقی ہوا پس میں نے تجھے نہ مارا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر غلام کو ایک میل سے دیکھا یا چھت پر دیکھا کہ اس تک پہنچ (۱) نہیں سکتا ہے تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اگر میں نے فلاں کو دیکھا تو قسم ہے کہ اس کو ماروں گا تو دیکھنا نزدیک و دور دونوں پر ہے اور مارنا جس وقت چاہے الا آنکہ اس نے یہ مراد لی ہو کہ بفور دیکھنے کے ماروں گا۔ یہ محیط میں ہے۔

زید نے قسم کھائی کہ اگر میں نے اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھا تو میرا غلام آزاد ہے پھر غصب کو حالت میں اس کے سر پر چپت ماری تو حانث نہ ہوگا:

اگر کہا کہ اگر میں نے تجھے دیکھا پس میں نے تجھے نہ مارا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو دیکھا مگر ایسی حالت میں ہے کہ بیماری کی وجہ سے اٹھنے کی طاقت و مارنے کی قوت نہیں رکھتا ہو تو حانث ہوا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر زید کی بیوی نے ایک باندی کی بابت اس سے جھگڑا کیا یعنی تو اس سے وطی کرتا ہے پس زید نے قسم کھائی کہ اگر میں نے اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھا تو میرا غلام آزاد ہے پھر غصب کی حالت میں اس کے سر پر چپت ماری تو حانث نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو ہر حق و باطل پر ماروں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ اس سے حق یا باطل کی شکایت کرے تو اس کو مارے اور اس صورت میں وجود شکایت کی حالت میں مارنا نہیں لیا جائے گا اور اگر اس نے یہ نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہوگی اور اگر اس نے شکایت کی پس اس کو مارا پھر اس نے اسی بات میں دوبارہ اس سے شکایت کی تو دوبارہ اس پر واجب نہیں ہے کہ اس کو مارے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کو ہزار بار ماروں گا تو یہ قسم بہت بار مارنے پر واقع ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ہزار بار قتل کروں گا تو یہ قسم شدت قتل پر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ماروں گا یا فلاں سے کلام کروں گا حالانکہ فلاں مر چکا ہے پس اگر اس کی موت سے آگاہ نہ ہوا ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی موت سے آگاہ ہوا تھا تو اس کی قسم منعقد ہوگی اور اسی وقت حانث ہوگا اور یہ بالاجماع ہے یہ محیط میں ہے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے مجھے مارا اور میں نے تجھے نہیں مارا تو میرا غلام آزاد ہے تو قسم اس پر ہوگی کہ قسم کھانے والا المحلوف علیہ[۲] سے پہلے مارے اور اگر اس کے بعد مارنے کی نیت کی ہو تو دوسرے کے مارتے ہی اس کو مارنے پر قسم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم ہمارے نزدیک دوم اظہر ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے جس غلام کو تو نے مارا ہے فلاں وہ آزاد ہے پھر اس نے ان سب کو مارا تو ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میرے جس غلام نے تجھے مارا ہے فلاں تو وہ آزاد ہے پھر سبھوں نے اس کو مارا تو سب آزاد ہوں گے۔ پھر مسئلہ اولیٰ میں جب ان سب میں ایک آزاد ہوا تو ان میں سے کسی ایک کو عتق کے واسطے پسند کرنے کا اختیار مولیٰ کو ہے جس کو چاہے معین کرے اور اگر کہا کہ کل عبیدی ضربتہ فہو حر پھر اس نے سب کو مارا تو سب آزاد ہو جائیں گے اور اگر اس نے بعض کو مارا تو بعض ہی آزاد ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ جس کو کہ مارا تو نے میرے غلاموں میں سے پس وہ آزاد ہے پھر اس نے سب کو مارا تو صاحبینؒ کے نزدیک سب آزاد ہو جائیں گے اور امام اعظمؒ کے نزدیک سوائے ایک کے سب آزاد ہوں گے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے

---

[۱] تو صورت مسئلہ مذکورہ بالا یعنی غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو دیکھا پھر غلام کو دیکھا تو حانث ہوگا ۱۲۔ [۲] محلوف علیہ وہ شخص جس کی نسبت حالف نے قسم کھائی ۱۲۔

(۱) پس اس کو نہ مارا ۱۲۔

قال المترجم یہ قسم بزبان عربی کی صورت میں ہے کہ من ضربته من عبیدی فهو حر ہمارے نزدیک یہ اور اوّل یکساں ہی فافہم۔

اگر کہا کہ اگر مارا اس غلام کو کسی نے تو اس کی بیوی طالقہ ہی یعنی کہنے والے کی تو یہ قسم سب پر واقع ہوگی یعنی اگر خود حالف نے مارا تو اس کی بیوی طالقہ ہوگی اور اگر کسی نے اس کو مارا تو بھی اس کی بیوی[1] طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میرے اس سر کو کسی نے مارا تو میری بیوی طالقہ ہی تو سوائے اس کے اور کسی آدمی کے مارنے پر قسم ہوگی زید نے عمرو کو مارنے کا قصد کیا پس خالد نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اس کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کے مارنے سے باز رہ پھر اس کے بعد اس کو مارا تو خالد حانث نہ ہوگا اور یہ قسم فی الفور مارنے پر واقع ہوگی یہ سراجیہ میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ اگر مارا میں نے تم دونوں کو الا ایک روز یا الا ایک دن میں یا الا ایک روز کہ اس میں میں تم کو ماروں گا یا الا روزے یا الا بروزے تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ ان کو جس روز چاہے مارے خواہ دونوں کو اکٹھا مارے یا متفرق پھر اگر ان میں سے ایک کو بروز جمعرات مارا اور دوسرے کو بروز جمعہ تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ بروز جمعہ آفتاب غروب ہو جائے اس واسطے کہ اس نے دونوں کو بروز استثناء مارا اس واسطے کہ روز استثناء وہ ہے کہ اس دن دونوں کا مارنا مجتمع ہوگیا اور اگر آفتاب غروب نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے عود کر کے پھر اوّل کو مارا تو حانث نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد ان دونوں کو ایک روز میں مارا یا دو روز میں مارا یا اسی کو مارا جس کو بروز جمعہ مارا ہے تو جس وقت مارے اس وقت حانث ہوگا اس واسطے کہ اس نے ان دونوں کو روز استثناء کے سوائے دوسرے روز مارا کیونکہ اس نے اوّل کو بروز جمعرات اور دوسرے کو بروز سنیچر مارا ہے پس دونوں کی مار غیر یوم الاستثناء میں پائی گئی اور اگر دونوں کو ایک ہی روز مارا تو اس وجہ سے کہ مستثنیٰ روز واحد ہے کہ اس میں دونوں کو مارے اور اس نے دونوں کو ایک ہے روز مارا پس مستثنیٰ گذر گیا پس اب جو اس کے سوائے ایام ہیں وہ غیر مستثنیٰ ہیں اور اگر اس کے بعد نہ مارا مگر اسی کو جس کو بروز جمعرات مارا ہے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ تکرار نصف شرط کی ہے اور اگر کہا کہ اگر مارا میں نے تم دونوں کو الا در روز یکہ اس میں تم دونوں کو ماروں گا یا الا روز یکہ اس میں تم دونوں کو ماروں گا یا الایوم اضربکما فیه پس جس دن دونوں کا مارا جانا مجتمع ہو وہی دن مستثنیٰ ہے اور وہ حانث نہ ہوگا اور اگر دونوں کو دو متفرق دنوں میں مارا تو وہ حانث ہوگا جب کہ دوسرے روز آفتاب غروب ہو جائے اور اگر اس نے آفتاب غروب ہونے سے پہلے اوّل کو پھر دوسرے کو مارا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہی روز مستثنیٰ ہوگیا اور اگر اسی کو مارا جس کو اخیر میں مارا ہے تو آفتاب غروب ہونے پر حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں کو قتل نہ کیا تو میری بیوی طالقہ ہی حالانکہ فلاں مذکور مر چکا ہے اور وہ اس کو جانتا ہے تو اس کی قسم منعقد ہوگی کیونکہ یہ متصور ہے پھر فی الحال حانث ہوگا اس واسطے کہ عادت کے موافق بجز متحقق ہے جیسے مسئلہ صعود السماء۔ اگر وہ اس کی موت سے آگاہ نہ تھا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا جیسے مسئلہ مذکورہ میں ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں دونوں طرح ایک ہی حکم ہے چاہے جانتا ہو کہ کوزہ میں پانی نہیں ہے یا نہ جانتا ہو اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو قتل کیا مسجد میں یا میں نے تیرے سر کو زخمی کیا مسجد میں یا میں نے تجھے مارا میں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو قتل کیا یا سر زخمی کیا یا مارا:

---

[1] یعنی قسم کھانے والے کی بیوی ۱۲۔

ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کو کل قتل کروں گا پھر وہ آج ہی مر گیا تو حانث نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کو قتل کیا یا اس کو چھوا تو میرا غلام آزاد ہے پھر کسی دوسرے کی طرف قصد کیا لیکن ہاتھ خطا کر گیا کہ فلاں مذکور قتل ہو گیا یا اس کو چھو لیا تو حانث ہو گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو بروز جمعہ قتل کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر بعد قسم کے اس کو بروز پنجشنبہ اس طرح مارا کہ بروز جمعہ وہ مر گیا تو یہ اپنی قسم میں حانث[1] ہوا اور اگر اس کو بروز جمعہ ایسا مارا کہ وہ سنیچر کے روز مر گیا تو حانث نہ ہوا اور اگر اس کو مارنا قبل قسم کے واقع ہوا مثلاً اس کو چہار شنبہ کے روز مارا پھر پنجشنبہ کے روز قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھ کو بروز جمعہ قتل کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہ بروز جمعہ مر گیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ قتل نہ کروں گا فلاں کو کوفہ میں پھر اس کو سواد کوفہ میں مارا اور وہ کوفہ میں مرا تو حانث ہوگا اور اس میں موت کی جگہ و زمانہ کا اعتبار ہے مجروح کرنے کی جگہ و زمانہ کا اعتبار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو مسجد میں شتم کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر حالف نے درحالیکہ خود مسجد میں تھا اور دوسرے محلوف علیہ مسجد سے باہر تھا اس کو شتم کیا تو حانث ہوگا اور اگر اس کے برعکس ہو تو حانث نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو قتل کیا مسجد میں یا میں نے تیرے سر کو زخمی کیا مسجد میں یا میں نے تجھے مارا میں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو قتل کیا یا سر زخمی کیا یا مارا اور حالیکہ حالف خود مسجد کے اندر ہے اور محلوف علیہ مقتول و مشجوج و مضروب مسجد سے باہر ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے برعکس واقع ہوا تو حانث ہوا اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے اس زخم سر سے مر گیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہ اس زخم اور دوسری کسی علت سے مر گیا تو حانث ہوا یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ فلاں کو پتھر نہ ماروں گا پھر اس نے کسی اور کو پتھر مارا مگر وہ اس سے بچ کر فلاں مذکور کے لگا تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے فلاں کو پھینک مارا مگر وہ فلاں کے نہیں لگا تو حانث ہوگا الا آنکہ[(1)] اس نے لگ جانے کی نیت کی ہو تو عتابیہ میں ہے اور اگر دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے تیری طرف پتھر یا تیر پھینکا مسجد میں تو میرا غلام آزاد ہے تو مسجد میں ہونا حالف کے حق میں معتبر ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے پھینک مارا مسجد میں تو میرا غلام آزاد ہے تو مسجد میں ہونا محلوف علیہ کا معتبر ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے کل فلاں کو ننگا بھوکا نہ قید رکھا تو میرا آزاد ہے پھر کل کے روز اس کو ننگا بھوکا قید کیا پھر کسی اور نے آکر اس کو کھانا کھلایا تو یہ حانث ہو گیا یہ فتاویٰ کبریٰ و خلاصہ میں ہے اور گر قسم کھائی کہ فلاں کی تعذیب نہ کروں گا پھر اس کو زندان میں رکھا تو حانث نہ ہوگا الا آنکہ اس نے یہ بھی نیت کی ہو ایسا ہی فتاویٰ میں مذکور ہی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قید خانہ میں رکھنا تعذیب قاصر ہے پس وہ قسم کے تحت میں داخل نہ ہوگی اور نیز فتاویٰ میں مذکور ہی کہ اگر اپنی بیوی کو بستر پر بلایا پس اس نے انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے عذاب دیتا ہے پس شوہر نے کہا کہ اگر میں نے تجھے عذاب دیا تو تو طالقہ ہے پھر وہ عورت بستر پر آئی اور شوہر نے اس سے جماع کیا پس اگر ایسی حالت میں جماع کیا کہ عورت اس امر کو گراں رکھتی تھی تو شوہر نے اس کو عذاب دیا پس وہ طالقہ ہو گئی اور اگر عورت طالقہ بخوشی خاطر تھی تو طالقہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے ضرر نہ دیا یا کہا کہ اگر میں نے تجھے رنج نہ دیا تو تو طالقہ ثلث ہے پھر اس کے پاس سے گئی مہینہ غائب رہا کہ اس کو کچھ نفقہ نہ دیا اور اس کے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لیا پس عورت سے اس کے لوگوں نے کہا کہ تیرے شوہر نے ضرر دیا یا تجھے رنج دیا پس عورت نے کہا کہ مجھے

---

[1] کیونکہ وہ اسی کی ضرب سے جو ایک روز قبل واقع ہوئی ہے روز معین یعنی جمعہ کو مرا ہے پس گویا اسی روز اس کا مارنا واقع ہوا ۱۲۔

(1) یعنی ایسا مارنا کہ پتھر لگ جائے ۱۲۔

ضرر نہیں دیا اور تجھے رنج نہیں دیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور شوہر حانث نہ ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے ضرر نہ پہنچایا یا تجھے رنج نہ پہنچایا تو تو طالقہ ثلث ہے پھر ایسا فعل بقصد اس کی ضرر رسانی کے کیا تو حانث ہوگیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر مرا سرزنش کنی فلذا تو روبرو ملامت کرنے سے حانث ہوگا اور اگر کہا کہ مرا بر سرزنی تو ملامت کی طرف راجع کی جائے گی بشرطیکہ کوئی قرینہ محتمل ہو ورنہ سر پر مارنے پر محمول ہوگی اور قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو ایذا نہ دوں گا پھر اس کے کپڑے میں نجاست بھر گئی پس عورت سے کہا کہ اس کو دھودے پس اس نے انکار کیا پس اس سے کہا کہ زہرہ دران بشوی تو بعض نے کہا کہ حانث نہ ہوگا اور قاضی نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ وجیز کردری میں ہے اور قدوری میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا واللہ میں آج خادم کو ماروں گا پھر خادم کو اسی روز مارا تو اپنی قسم میں سچا رہا اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر یہ دن گذر گیا اور اس نے خادم کو نہ مارا تو حانث ہوگا پس وہ مختار کیا جائے گا چاہے عورت پر طلاق واقع کرے یا چاہے اپنے اوپر قسم لازم کرے اور اگر اس نے اسی روز یہ کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنی اختیار کی تو میں اس کے ذمہ یہ لازم کروں گا اور قسم باطل ہوگئی اور اگر اس نے اس روز یوں کہا کہ میں نے قسم کو اپنے اوپر لازم کیا اور طلاق کو باطل کیا تو طلاق باطل نہ ہوگی اور اگر خادم قبل اس کے کہ اس کو مارے مرگیا تو اس کو اختیار ہوگا چاہے طلاق دے اور چاہے قسم کا کفارہ ادا کرے اور اگر قسم کھانے والا خود مرگیا تو حانث ہونا یا طلاق ایک چیز واقع ہوگی لیکن چونکہ قبل بیان کے مرگیا ہے لہٰذا طلاق واقع نہ ہوگی اور عورت کو میراث ملے گی اور درصورت کہ خادم مرگیا ہے اس صورت میں فرمایا کہ یہ تخییر[1] از راہ تدین ہے اور قاضی اس پر اس کے واسطے جبر نہ کرے گا اس واسطے کہ جب وہ کفارہ وطلاق کے درمیان مخیر کیا گیا اور ایک ان میں سے داخل حکم نہیں ہے تو قاضی اس پر یہ لازم نہ کرے گا حتیٰ کہ اگر بجائے کفارہ کے کسی دوسری عورت کی طلاق ہو تو قاضی اس پر جبر کرے گا کہ بیان کرے اس واسطے کہ جو وہ اختیار کرے گا وہ خواہ مخواہ طلاق واقع ہوگی اور وہ داخل حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک نے کہا کہ اگر میں نے تجھے شَشَم کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے کہا کہ اللہ تجھ میں برکت نہ دے تو اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ نہ تو اور نہ تیرے اہل اور نہ تیرا مال تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ شَشَم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو کسی بات میں متہم نہ کروں گا پھر اس سے کہا کہ خدا جانے تو نے کیا کیا ہے تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ فلاں کو قذف[2] نہ کروں گا پھر اس سے کہا کہ اور چھنال کے بچے تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے اس واسطے کہ ہمارے دیار وزمانہ میں اس کو قذف شمار کرتے ہیں۔ اگر قسم کھائی کہ نہ قذف کروں گا یا نہ شَشَم کروں گا کسی کو پھر مردے کو قذف کیا یا مردہ کو شَشَم کیا تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر زید نے قسم کھائی کہ میں عمرو سے بہتر ہوں حالانکہ زید چور یا شراب خوار ہے اور عمرو لوگوں کے نزدیک پرہیزگار و اہل علم سے ہے تو قضاءً وہ حانث ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک نے اپنا مال اپنے گھر میں دفن کیا پھر اس کو ڈھونڈھا تو اپنا یا پس قسم کھا گیا کہ میرا مال جاتا رہا پھر اس کے بعد اس کو پایا پس اگر اس مال کو کسی آدمی نے نہ لیا ہو کہ دوبارہ وہیں رکھ دیا تو حانث ہوگا الا آنکہ اس نے اپنے قول سے یہ مراد لی ہو کہ میں نے اس کو تلاش کیا اور نہ پایا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی چیز کا نام بیان کر کے یوں قسم کھائی کہ میں نے فلاں چیز نہیں چرائی اور نہ دیکھی ہے حالانکہ اس سے پہلے اس چیز کو دیکھ چکا ہے تو مختار یہ ہے کہ اگر وہ سچا(1) ہے تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

---

[1] اختیار دینا ۱۲۔ [2] تہمت زنا کی لگانا ۱۲۔

(1) چرائی نہیں ہے ۱۲۔

کاشتکار یا وکیل[۱] نے قسم کھائی کہ نہ چراؤں گا اور حال یہ ہے کہ وہ مالک باغ انگور کے اور کاشتکار کے درمیان مشترک انگوروں وتوا کہ کوا اپنے گھر لاتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار یا وکیل جو کچھ لاتا ہے وہ کھانے کے واسطے لاتا ہے تو یہ چوری نہیں ہے لیکن جو حبوب (اناج) ہوتے ہیں اگر ان میں سے کچھ بدیں غرض لیا کہ میں اس کو نہ تنہا لے لوں نہ بغرض حفاظت کے رکھا تو یہ چوری ہے اور اس واسطے کاشتکار و وکیل کے اگر کسی اور نے کچھ بطور خفیہ لے لیا تو یہ چوری ہے اور اگر کاشتکار و وکیل نے ایسی چیز لے لی کہ اگر مالک اس کو دیکھتا تو اس کو تاوان نہ لیتا بلکہ راضی ہوتا تو بھی یہی حکم ہے کہ سرقہ نہیں ہے حانث نہ ہوگا اور گر ایسا نہ ہو تو حانث ہونا چاہیے ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص کا گھوڑا سرائے سے غائب ہوگیا پس اس نے کہا کہ اگر یہ گھوڑا میرا لے گئے ہوں تو واللہ میں یہاں نہیں رہوں گا تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم کھانے والے سے دریافت کیا جائے گا کہ تیری کیا مراد ہے پس اگر اس نے سرائے یا حجرہ یا شہر میں نہ رہنے کی نیت کی ہو تو قسم اس کی نیت پر ہوگی اور اگر اس نے کچھ نیت نہ کی ہو تو اس کے اس سرائے میں نہ رہنے پر قسم ہوگی اور ایک عورت کا پسر ہے کہ وہ کسی اجنبی کے ساتھ رہتا ہے پس اس عورت سے اس کے شوہر نے کہا کہ اگر تیرا پسر فلاں نام یہاں آکر ہمارے میل میں نہ رہا تو ہرگاہ تو اس کو کوئی چیز میرے مال سے قلیل بھی دے گی تو تو طالقہ ہے پھر اس کا بیٹا آکر دونوں کے ساتھ ایک سال تک رہا پھر غائب ہوگیا پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے پسر کو تیرے مال سے کچھ دیا اور تو حانث ہوگیا پس اگر شوہر نے اس کے قول کی تکذیب کی تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور گر شوہر نے اس کی تصدیق کی پس اگر عورت نے اس پسر کے آکر ان کے میل میں رہنے سے پہلے کوئی چیز دی ہے یعنی بعد قسم شوہر کے تو طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

زید نے عمرو کا کپڑا چرالیا پھر زید نے عمرو کو درہم دیئے پھر عمرو اس کا انکار کر گیا اور قسم کھائی تو فقیہ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر کپڑا زید کے ہاتھ سے جاتا رہا تو بیشک عمرو حانث نہ ہوگا اور اگر قائم ہو تو میں نہیں کہتا ہوں کہ وہ حانث ہوگا:

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا کپڑا چرالیا ہے پھر عمرو نے زید کا کپڑا لے کر کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے کہ میں نے تیرا کپڑا نہیں اٹھایا ہے تو بعض نے فرمایا کہ اگر عمرو نے اس کا کپڑا نہیں چرایا ہے تو اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ قضاءً اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی اور یہ قول اعتبار ظاہر صورت کے ہے اور اوّل اظہر ہے۔ زید نے عمرو کا کپڑا چرالیا پھر زید نے عمرو کو درہم[۲] دیے پھر عمرو اس کا انکار[۳] کر گیا اور قسم کھائی تو فقیہ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ اگر کپڑا زید کے ہاتھ سے جاتا رہا تو بیشک عمرو حانث نہ ہوگا اور اگر قائم ہو تو میں نہیں کہتا ہوں کہ وہ حانث ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر کپڑا اس کے پاس موجود ہو تو بے شک عمرو حانث ہوگا اور اگر اس کے ہاتھ سے جاتا رہا ہو تو فقیہ نے جو جواب دیا ہے اس میں ایک نوع کا اشکال ہے۔ زید نے قسم کھائی کہ عمرو نے میرے کپڑے چرالیے ہیں یا کہا کہ عمرو نے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں حالانکہ عمرو نے فقط ایک کپڑا اس کا چرایا یا ایک ہی کپڑا پھاڑا ہے تو فرمایا کہ وہ حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور اوّل اظہر ہے یہ محیط میں ہے اور ایک شخص نشہ میں تھا اس کو ہوش آیا پس اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا میری جیب میں (۴۵) درہم تھے کہ تم نے مجھ سے لے لیے ہیں پس انھوں نے

---

[۱] جس کے پاس باغ بٹائی پر ہے وہ کاشتکار اور جو شخص کہ مالک کی طرف سے مختار کیا گیا ہے وہ وکیل ہے ۱۲۔ [۲] تا کہ اس دعویٰ سے جو زید پر چوری کا رکھتا ہے انکار کر جائے کیونکہ دراہم بجائے اس کپڑے کی قیمت کے قرار دے گویا کہ اس نے فروخت کر دیا ۱۲۔ [۳] اس نے نہیں چرایا ہے ۱۲۔

(۱) چرائی نہیں ہے ۱۲۔

انکار کیا پس وہ قسم کھا گیا اور کہا کہ اگر آج میری جیب میں چالیس و پانچ درہم نہ رہے ہوں (۴۰) غطر یفیہ و پانچ عدالی تو میری بیوی طالقہ ہے حالانکہ اس روز اس کی جیب میں چالیس عدالی اور پانچ غطر یفیہ تھے پس اس نے مجمل تو ٹھیک کہے مگر تفصیل میں خطا کی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے تفصیل کو قسم میں ملا کر کہا تو حانث ہوگا اور اگر تفصیل کو جدا کر کے کہا ہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی جیب میں عدالی و غطارفہ ہوں کہ اگر عدالی کی قیمت غطارفہ میں ملائی جائے تو چالیس غطارفہ ہوں پس اس نے جمع کر کے کہا کہ اگر میری جیب میں چالیس غطریفی نہ رہے ہوں اتنے غطریفی اور اتنے عدالی یعنی جملہ تعداد ٹھیک بیان کی اور تفصیل میں خطا کی تو میری بیوی طالقہ ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے بعینہٖ[۱] غطارفہ مراد لیے تو حانث ہوگا خواہ تفصیل ٹھیک بیان کی ہو یا خطا کی ہو خواہ ملا کر بیان کی ہو یا جدا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے کچھ غصب نہ کروں گا پھر زید رات میں عمرو کے پاس داخل ہوا اور اس کا مال چرا لیا اور محلوف علیہ یعنی عمرو کو معلوم نہ ہوا یا جنگل میں عمرو کے پاس آیا اور اس کے سر کے نیچے سے اس کی چادر نکال لی اور عمرو کو معلوم نہ ہوا یا اس کی آستین کے اندر سے درہموں کی تھیلی کاٹ لی یا رات میں عمرو کے پاس داخل ہوا اور اس سے مکابرہ کیا اور مارا اور اس کی متاع نکال لایا اور لے گیا تو وہ غاصب نہ ہوگا بلکہ چور ہو کہ اس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا[(۱)] جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ عمرو سے چوری نہ کرلوں گا پھر اس سے مکابرہ کر کے رات میں اس کے مکان میں گھس کر اس کے مال سے لے لیا تو حانث ہوا اور اگر قسم کھائی کہ عمرو غصب نہ کرلوں گا یا اس سے چوری نہ کرلوں گا پھر راہ میں اس سے رہزنی کر کے لے لیا تو غصب کی قسم میں حانث ہوگا سرقہ کی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال میں خیانت نہیں کی ہے حالانکہ اس کی بیوی اس کی اجازت یا رضامندی سے خیانت کر چکی ہے تو حانث نہ ہوگا ایک ساعی نے یعنی بادشاہوں کے حضور میں لوگوں کے مال لٹوانے کے واسطے سعایت کرنے والے نے قسم کھائی کہ اگر اس سے آگے کسی کا دس درہم سے زیادہ زیان کروں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اپنی بیوی کا اس سے زیادہ زیان کیا تو صحیح یہ ہے کہ اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔

باب : ⑫

تقاضائے دراہم میں قسم کھانے کے بیان میں

اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے اپنا حق لے لوں گا یا فلاں سے اپنا حق قبض کرلوں گا پھر خود لے لیا یا اس کے وکیل نے لے لیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اگر اس نے یہ مراد لی ہو کہ خود اپنے آپ ہی ایسا کروں گا تو قضاءً[۲] و دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور اسی طرح اگر فلاں مذکور کے وکیل سے اپنا حق لے لیا تو بھی قسم میں سچا رہا اور اسی طرح اگر ایسے شخص سے لے لیا جس نے مدیوں کے حکم سے اس مال کی کفالت کر لی تھی یا ایسے شخص سے لے لیا جس نے مدیوں کے حوالہ کرنے سے اترائی قبول کر لی تھی تو بھی قسم میں سچا رہا[۳] یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی شخص سے بغیر حکم مطلوب وصول کیا یا بکفالت یا حوالہ بغیر حکم مطلوب تھا تو وہ اپنی قسم میں حانث

---

۱ حقیقت میں درہم غطریفی تھے نہ ان کی قیمت مجموعہ ۱۲۔ ۲ قسم کھائی کہ فلاں سے اپنا حق لے لوں گا اور اگر فلاں سے اپنا حق نہ لے لوں تو میری بیوی طالقہ ہے پس اس کے وکیل نے وصول کر لیا پھر اُس نے دعویٰ کیا کہ میری بیوی طالقہ ہوگئی کیونکہ میری مراد یہ تھی کہ خود لے لوں تو قضاءً تصدیق ہوگی ۱۲۔

۳ کیونکہ اترائی سے بھی ایک گونہ حق کا لینا ثابت ہوا ۱۲۔

(۱) بشرطیکہ متاع مسروق دس درہم کی یا زیادہ ہو ۱۲۔

ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنے قرضہ کے عوض مطلوب سے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر کے اس پر قرضہ کر لیا پس اگر اس کی قیمت اسی قدر ہو جس قدر حق ہے تو وہ اپنے قرضہ کا وصول پانے والا ہوگا اور حانث نہ ہوگا اور اگر پورا نہ ہو تو حانث ہوگا اور اگر حالف نے اپنے حق کے مثل اس کا مال غصب کر لیا تو بھی قسم میں سچا ہو گیا اور اسی طرح اگر اس کے دنانیر یا متاع عروض[ا] تلف کر دے تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر طالب[(۱)] نے قسم کھائی کہ ضرور وصول[(۲)] کر لوں گا اور کوئی وقت[(۳)] نہیں مقرر کیا پھر مطلوب کو اپنے حق سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا تو اپنی قسم میں حانث ہو گیا اور اگر اس کے واسطے کوئی وقت مقرر کر دیا ہو پھر قبل وقت کے مطلوب کو مال سے بری کر دیا تو قسم ساقط ہو گئی اور حانث[(۴)] نہ ہوگا اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر اپنا قرضہ وصول کر لیا پھر اس کو زیوف یا نبہرہ پایا تو اس سے قبضہ کرنا محقق ہوا اور اپنی قسم میں سچا ہو گیا خواہ لینے والے نے اپنے لینے کی قسم کھائی ہو یا دینے والے نے دینے کی قسم کھائی ہو اور اگر یہ درا ہم ستوقہ ہوں تو یہ اپنے حق کا وصول پانا نہ ہوگا اور اگر بجائے اپنے حق کے کوئی کپڑا لے لیا پھر اس میں عیب پا کر اس کو واپس کر دیا یا کسی نے اس پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو بھی وہ اپنے وصول کر لینے کی قسم میں سچا ہو چکا ہے یہ ایضاح میں ہے اور اگر زید نے قسم کھائی کہ جو میرا عمرو پر آتا ہے اس کو قبض نہ کروں گا پھر زید نے خالد کو جس کا زید پر کچھ نہیں آتا ہے عمرو پر حوالہ کر دیا اور خالد نے عمرو سے وصول کیا تو زید حانث ہو گیا اس واسطے کہ خالد اس کا وکیل القبض ہے اور اگر حوالہ قبل قسم کے ہوا ہو پھر خالد نے عمرو سے بعد زید کی قسم کے وصول کر لیا تو زید حانث نہ ہوگا اور علے ہذا اگر کسی نے مدیوں سے وصول کرنے کا وکیل کر دیا پھر قسم کھائی کہ مدیوں پر جو کچھ میرا ہے وصول نہ کروں گا پھر بعد قسم کے وکیل نے وصول کیا تو حانث نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا ہے کہ چاہیے کہ حانث ہو جائے یہ محیط میں ہے۔

اصل میں فرمایا ہے کہ اگر قسم کھائی کہ اپنے قرض دار سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ جو کچھ میرا اس پر ہے اس سے وصول کر لوں پھر قرض دار اس ساتھ سے بھاگ گیا حالانکہ یہ اس کے ساتھ سے جدا نہیں ہوا تھا تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی ہو کہ اپنے قرض دار سے جدا نہ ہوں گا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنے قرض دار سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ جو کچھ میرا اس پر ہے اس سے وصول کر لوں پھر ایسی جگہ اونچے نیچے بیٹھا کہ اس کو دیکھتا رہا تا کہ اس کے ہاتھ سے گم نہ ہو جائے اور اس کی نگہبانی کرتا رہا تو اس سے جدا ہونے والا نہ ہوگا اگر ان کے درمیان میں کوئی سترہ یا مسجد کا کوئی عمود حائل ہو گیا تو بھی اس سے جدا ہونے والا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مسجد کے اندر بیٹھا اور دوسرا مسجد سے باہر اور دروازہ مسجد کا کھلا ہوا ہے کہ اس کو دیکھتا ہے تو اس سے جدا ہونے والا نہ ہوا اور اگر بیچ میں دیوار مسجد حائل ہو اور ایک اندر اور دوسرا باہر ہو تو جدا ہونے والا ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں کے درمیان دروازہ بند ہو اور کنجی حالف کے ہاتھ میں ہو اور حالف باہر ہو کہ دروازہ پر بیٹھا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب منتقی سے منقول ہے اور حیل میں مذکور ہے کہ اگر طالب سو گیا یا مطلوب سے غافل ہو گیا یا کسی نے اس کو باتوں میں لگا لیا کہ مطلوب بھاگ گیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر نہ سویا اور نہ غافل ہوا پھر وہ چلا اور طالب اس کے ساتھ نہ گیا اور باوجود امکان کے اس کو منع نہ کیا تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اور سرخیل میں مذکور ہے کہ اگر ملازمت سے اس کو مانع ہوا حتیٰ کہ مطلوب بھاگ گیا تو اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنے قرض دار سے جدا نہ ہوگا یہاں تک کہ اس سے اپنا کل حق وصول کر لوں پھر اس سے رہن یا کفیل لے لیا اور جدا ہو گیا تو حانث ہوا الا آنکہ رہن قبل جدا ہونے کے تلف ہو گیا اور اس کی قیمت مثل قرضہ کے

[ا] اسباب وسامان وغیرہ جو نقد کے علاوہ ہو ۱۲۔

(۱) قرض خواہ وغیرہ ۱۲۔ (۲) اپنا حق ۱۲۔ (۳) کہ فلاں روز یا ماہ یا سال ۱۲۔ (۴) جب یہ وقت آئے گا ۱۲۔

یا زیادہ ہے تو ایسی صورت میں حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

زید نے عمرو سے کہا کہ واللہ تیرا مال تجھے نہ دوں گا یہاں تک کہ مجھ پر کوئی قاضی حکم کرے پھر ایک وکیل کیا جس نے عمرو سے خصومت بحضور قاضی کی:

ایک اپنے مدیوں کے دروازہ پر آیا اور قسم کھائی کہ یہاں سے نہ جاؤں گا یہاں تک کہ اس سے اپنا حق لے لوں پھر مدیوں نے آکر اس کو اس مقام سے دور کر دیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے خود چلا گیا تو بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس کو دور کر دیا بایں طور کہ وہ اپنے قدم سے نہیں چلا اور دوسری جگہ جا پڑا پھر خود چلا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قرض دار نے قسم کھائی کہ قرض خواہ کو اس کا حق دے دوں گا پھر دوسرے کو ادا کر دینے کا حکم دیا[1] یا قرض خواہ کو اترائی کر دی اور اس نے وصول کر لیا تو یہ اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور اگر مدیوں کی طرف سے کسی نے براہ احسان ادا کر دیا تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اور اگر اس نے یہ نیت کی ہو کہ یہ امر خود اپنے ہاتھ سے کروں گا تو دیانۃً وقضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر مطلوب نے قسم کھائی ہو کہ اس کو اس کا حق نہ دوں گا پھر ان صورتوں میں سے کسی صورت سے اس کو دیا تو حانث ہوا اور اگر اس نے یہ نیت کی ہو کہ اپنے ہاتھوں نہ دوں گا تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ واللہ تیرا مال تجھے نہ دوں گا یہاں تک کہ مجھ پر کوئی قاضی حکم کرے پھر ایک وکیل کیا جس نے عمرو سے خصومت بحضور قاضی کی اور قاضی نے وکیل پر ادائی کا حکم دے دیا تو یہ حکم زید پر ہو گا حتیٰ کہ بعد اس کے ادا کرنے سے حانث نہ ہوگا اور ایک شخص نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ تجھ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ تجھ سے اپنا حق وصول کر لوں گا پھر اس نے اپنے قرض دار سے بعوض اس قرضہ کے قبل جدا ہونے کے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس سے جدا ہو گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو عالم اس کو ایسی صورت میں حانث نہیں قرار دیتا ہے کہ جب قبل جدا ہونے کے اس کو قرضہ ہبہ کیا اور مدیوں نے قبول کیا پھر اس سے جدا ہو گیا ہے تو وہ اس صورت میں بھی اس کو حانث نہیں قرار دے گا اور یہی امام اعظمؒ کا قول ہے اور جو اس کو صورت ہبہ مذکورہ میں حانث قرار دیتا ہے اس کے نزدیک اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور یہ اس وقت ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس سے جدا ہو گیا اور اگر جدا نہ ہوا یہاں تک کہ غلام بائع کے پاس مر گیا پھر اس سے جدا ہو گیا تو حانث ہو گیا اور اگر مدیوں نے کسی دوسرے کا غلام اس کے ہاتھ بعوض اس کے قرضہ کے فروخت کیا اور اس نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر جدا ہو گیا پھر غلام مذکور کے مولیٰ نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے گیا اور بیع کی اجازت نہ دی تو حانث نہ ہوگا اور اگر مدیوں نے اس کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا بدیں شرط کہ بائع کو اس بیع میں خیار ہے۔

اگر قسم کھائی کہ زید کے حق سے وبار رکھوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو چاہیے کہ جس وقت قسم کھائی ہے اسی وقت اس کو ادا کر دے:

حالف نے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر جدا ہو گیا تو حانث ہو گیا اور اگر قرضہ کسی عورت پر ہو پس قسم کھائی کہ اس سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ اس سے اپنا قرضہ بھر پاؤں پھر حالف نے اس عورت سے اس قرضہ پر جو اس کا عورت مذکورہ پر آتا ہے نکاح کر لیا تو اپنا قرضہ بھر پایا اور اگر مدیوں نے جو قرضہ اس پر آتا ہے اس کے عوض طالب کے ہاتھ غلام یا باندی فروخت کی پھر مبیع مذکور ام ولد یا مکاتب یا مدبر نکلی یا کسی دوسرے کی ام ولد یا مدبر نکلی پھر طالب نے اس پر قبضہ کرنے کے بعد مدیوں کا ساتھ چھوڑا تو حالف یعنی

---

[1] وکالت کی صورت میں وکیل کا فعل موکل کی طرف منسوب ہوگا ۱۲۔

طالب مذکور حانث نہ ہوگا اور اگر طالب نے ہزار درہم یعنی سب جو کچھ قرضہ تھا مطلوب کو ہبہ کر دیے پس مطلوب نے اس کو قبول کر لیا یا طالب نے اپنے کسی قرض خواہ کو اس پر اترائی کرا دی کہ جو کچھ اس پر ہے وہ میرے اس قرض خواہ کو دے دے یا مطلوب نے طالب کو کسی اور پر اترا دیا اور طالب نے مطلوب اوّل کو بری کر دیا پھر طالب اس سے جدا ہو گیا تو ان سب صورتوں میں حالف حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر قسم کھائی کہ زید کے حق سے نہ بار رکھوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو چاہیے کہ جس وقت قسم کھائی ہے اسی وقت اس کو ادا کر دے اور یہ مراد ہے کہ اس وقت سے دینے میں مشغول ہو جائے حتیٰ کہ اگر قسم سے فارغ ہوتے ہی اس کام میں مشغول نہ ہو تو حانث ہو جائے گا خواہ طالب نے اس سے مانگا ہو یا نہ مانگا ہو اور اگر یہ نیت کی ہو کہ فلاں کے طلب کرنے کے بعد یا فلاں مدت تک نہ دبا رکھوں گا تو اس کی نیت کے موافق ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب سے حساب کر کے جو کچھ اس کا اس کے پاس تھا سب ادا کر دیا اور طالب نے سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر چند روز بعد اس سے ملا اور کہا کہ میرا تیرے پاس اتنا اتنا فلاں جہت سے اور باقی رہا ہے پس مطلوب کو بھی یاد ہوا حالانکہ حساب کے وقت دونوں بھول گئے تھے پس اگر اسی دم ادا کر دیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ لایدعہ اذاھل الاجل یعنی جب وقت آجائے گا تو اس کا کچھ رکھ نہ چھوڑوں گا تو معیاد آنے پر تاخیر نہ کرے اور اگر اس نے اپنی عمر مراد لی تو اس کی نیت پر قسم ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔

قسم کھائی کہ اس کو اوّل ماہ میں ادا کر دوں گا پھر چاند کے پہلے آدھے[1] کے اندر ادا کر دیا تو سچا رہا اور نہ حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اس کو سر ماہ ادا کر دوں گا یا جب چاند نکلے گا تو وہ چاند رات اور اس کے تمام دن میں ادا کر دے پس حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ البتہ اس کا قرضہ اوّل ماہ و آخر ماہ میں ادا کروں گا تو پندرھویں اور سولھویں ان دونوں تاریخوں میں ادا کر دے[2]۔ اگر قسم کھائی کہ اس کا حق وقت صلوٰۃ ظہر میں ادا کروں گا تو معتبر ظہر کا تمام وقت ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس کا حق جب ظہر کی نماز پڑھوں گا ادا کر دوں گا تو پورا وقت ظہر لیا جائے گا۔ اگر قسم کھائی کہ اس کا قرضہ ہر ماہ ادا کر دوں گا پھر اس سے پہلے دے دیا یا طالب نے اس کو بری کر دیا یا طالب مر گیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم ساقط ہوگئی اور اگر مطلوب مر گیا تو بالا جماع حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ فلاں کو اس کا مال ادا کر دوں گا حالانکہ فلاں اس سے پہلے مر گیا ہے مگر اس کو معلوم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر جانتا ہو تو حانث ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جانتا ہو یا نہ جانتا ہو دونوں صورتوں میں حانث ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اس کا قرضہ ادا کروں گا جب نماز پیشیں پڑھوں تو اس کو ظہر کے آخر وقت تک ادا کرنے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ عندطلوع الشمس اوحین تطلع الشمس تو وقت طلوع سے تا تبیض[3] آفتاب ادا کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ وقت الضحوہ تو تبیض آفتاب سے زوال آفتاب تک ادا کر دے یہ محیط میں ہے۔ قرض دار نے قسم کھائی کہ شہر سے نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تیرا قرضہ تجھے ادا کروں یا تیرا مال تجھے دے دوں پھر قبل ادائے قرضہ کے چلا گیا تو حانث ہوگا جیسے قسم کھائی کہ اس کا قرضہ[4] یا مال ادا نہ کروں گا پھر اس میں سے اقل دے دیا تو حانث نہیں ہوتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ واللہ جو کچھ میرا تجھ پر ہے آج قبض نہ کروں گا پھر حالف نے مطلوب کی باندی سے اسی مال پر اس روز نکاح کیا اور اس سے دخول کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مطلوب کے سر میں زخم شجہ موضحہ کر دیا جس میں قصاص واجب ہے اور اس

---

[1] پہلی تاریخ سے پندرہویں تاریخ تک کسی تاریخ میں ادا کر دیا ۱۲۔ [2] کیونکہ پندرہویں کا اوّل ماہ میں اور سولھویں کا آخر ماہ میں شمار ہوتا ہے ۱۲۔
[3] گردہ آفتاب صاف سفید ہو جائے یعنی جس وقت نماز بلا کراہت جائز ہوتی ہے ۱۲۔ [4] عندالاطلاق کل مراد ہوتا ہے ۱۲۔

سے اسی مال پر صلح کر لی تو یہ قصاص (۱) ہو جائے گا اور وہ حانث نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے قرض دار سے جس پر سو درہم آتے ہیں کہا کہ اگر میں نے آج تجھ سے یہ قرضہ درہم دون درہم[1] کر کے لیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے پچاس درہم لے لیے اور باقی نہ لیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو حانث نہ ہوگا جیسے پورے سو درہم ایکبارگی لینے میں حانث نہ ہوگا روز اوّل اگر اس سے پچاس درہم لے لیے اور باقی پچاس آخر روز لیے تو حانث ہوگا۔ اگر اس نے دراہم مقبوضہ میں زیوف[2] یا نبہرہ پائے ہوں تو حانث ہونا بحالہ باقی رہے گا ورنہ ہوگا خواہ اس نے واپس کر کے بدل لیے ہوں یا نہ واپس کیے اور بدل لیے ہوں یا واپس کیے اور بدلے میں نہ لیے ہوں اور اسی طرح اگر ان درہموں کو مستحقہ پایا یعنی کسی اور نے ان پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ درہم ستوقہ یا رصاص ہوں اور اس نے اسی روز واپس کر کے بدل لیے تو بدل لینے کے وقت حانث ہوگا اور اگر اس نے بدل نہ لیے ہوں تو حانث نہ ہوگا۔ اگر قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے تجھ سے آج کے روز ان سو درہموں میں سے کوئی درم لیا پھر اس روز اس سے پچاس درہم لیے تو لینے کے وقت حانث ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر اس نے اس روز کچھ نہ لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر کوئی وقت قسم میں بیان نہ کیا یعنی قسم کو مطلق رکھا بایں طور کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں نے سو درہم قرضہ میں سے تجھ سے درہم دون[3] درہم کر کے لیا پھر اس سے پچاس درم وصول کر لیے تو لیتے ہی حانث ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے قبضہ کیا درہم دون درہم کر کے تو میرا غلام آزاد ہے پس قرض دار نے اس کے واسطے پچاس درہم وزن کر دیے اور اس کو دے پھر اسی مجلس میں اس کے واسطے اور پچاس درہم وزن کر کے دیے تو استحساناً حانث نہ ہوگا تاوقتیکہ وزن کرنے کے کام میں مشغول ہے اور اگر باقی وزن کرنے سے پہلے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تو حانث ہوگا اور یہی استحسان ہمارے علمائے ثلثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اگر کہا کہ واللہ جو میرا تجھ پر ہے نہ لوں گا الا ایک بار میں یا الا ایک دفعہ میں پھر اس کے واسطے ایک ایک درہم کر کے وزن کیا اور ہر ایک درہم کے وزن سے فارغ ہو کر اس کو دیتا گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر وہ اس مجلس میں سوائے وزن کے اور کام میں درمیان میں مشغول ہو گیا تو حانث ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے اپنے اس مال پر جو میرا فلاں پر ہے کچھ کچھ کر کے قبضہ کیا تو وہ مساکین پر صدقہ ہے یعنی تمام وہ مال جو فلاں پر ہے پھر اس نے دس درہم میں سے نو درہم (۲) پر قبضہ کر کے اس کو کسی کو ہبہ کر دیا پھر اس نے باقی درہم پر قبضہ کیا تو باقی درہم کا صدقہ کر دینا اس پر واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیا جو میرا مال تجھ پر ہے تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیے وہ دراہم جو میرے تجھ پر ہیں تو وہ مسکینوں پر صدقہ میں پھر ان کے عوض درہم یا کوئی اسباب پر قبضہ کیا یعنی بطور وصول حق کے تو حانث نہ ہوگا اور جو اس نے ہبہ کیا ہے اس کے مثل کا ضامن ہوگا پس مال ضمان کو صدقہ کرے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے قبض نہ کیے تجھ سے دراہم بطریق ادا اس مال کے جو میرا تجھ پر ہے تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے ان دراہم کے عوض اسباب یا دینار قبض کیے تو اپنی قسم میں حانث ہوا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ان لم اتزن مالی علیک فکذا یعنی اگر اپنا مال جو تجھ پر ہے وزن کر کے نہ لے لوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس نے کوئی چیز اپنی جنس حق کے خلاف قبض کی خواہ ایسی چیزوں میں سے ہے کہ وزن کی جاتی ہے یا نہیں تو وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا اس واسطے کہ جب اس نے

---

[1] قولہ درہم دون درہم یعنی کچھ درہم لئے اور کچھ اس وقت نہ لئے یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے لیا ہجہ اپر ادلفظ ظاہر علی الفطن ۱۲۔ [2] جن کو ہمارے عرف میں کھوٹے کہتے ہیں ۱۲۔ [3] تھوڑا تھوڑا کر کے ۱۲۔

(۱) زخم کے بدلے زخم ۱۲۔ (۲) نو درہم جو ہبہ کر دیے تھے ۱۲۔

فلاں کی قید لگائی تو عموم لفظ کا اعتبار ساقط ہوا پس راجع بجانب اخص الخصوص ہوا کہ وہ قبض عین حق ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر قبض نہ کیا میں نے اپنا مال جو تجھ پر ہے تھیلی میں تو میرا غلام آزاد ہے پھر مدیوں نے اس کو بجائے درہم کے دینار یا اسباب ادا کیا تو حالف حانث ہوگا کیونکہ جب عموم لفظ باطل ہوا تو راجع بجانب قبض عین الحق ہوا جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے اور اگر اس نے وزن سے اپنا بھر پور قرضہ وصول کر لینا مراد لیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قبض نہ کیے دراہم بطریق ادائے اس مال کے جو میرا تجھ پر ہے تو میرا غلام آزاد ہے پھر مطلوب نے طالب سے ایک درہم قرض لیا اور اس کو قرضہ میں ادا کیا پھر دوبارہ اس سے قرض لیا اور ادا کیا اس طرح برابر ایک ہی درہم کو قرض لے کر ادا کرتا گیا یہاں تک کہ اس کے کل درہم اسی ایک درہم کے قرضہ لے کر دینے سے پورے ادا کر دیے تو طالب حانث ہوا اور اگر اس نے تین درہم قرض لے کر وہ طالب کو اس کے قرض سابق میں ادا کیے پھر دوبارہ ۳ سہ بارہ اسی طرح انہیں تین درہموں کو قرض لے کر ادا کرتا گیا یہاں تک کہ اس کا سب قرضہ سابق ادا کر دیا تو طالب اپنی قسم میں سچا[ل] رہا۔ اگر قسم کھائی کہ زید پر جو میرا مال ہے وزن کر کے لے لوں گا پھر زید نے اس کو بغیر وزن کیے ہوئے دے دیا اور اس سے لے لیا[1] تو حانث ہوا اور اگر وکیل قرض خواہ نے وزن کر کے لیا تو قرض خواہ سچا رہا اور اسی طرح اگر قرض دار نے قسم کھائی کہ مجھ پر جو اس کا ہے وزن کر کے دے دوں گا پھر قرض دار کے وکیل نے وزن کر کے دے دیا تو وہ اپنی قسم میں سچا رہا اور اسی طرح اگر طالب و مطلوب دونوں نے اسی طرح قسم کھائی جیسے ہم نے بیان کیا ہے پھر ہر ایک نے اس کام کے واسطے جس پر قسم کھائی ہے وکیل کیا تو وکیل کا فعل مثل ان کے خود فعل کے ہوگا اور اس طرح اگر ہر ایک نے قبل قسم کے وکیل کیا ہو پھر ہر ایک کے وکیل نے بعد اپنے موکلوں کی قسم کے موافق قسم کے کیا تو ہر ایک کی قسم پوری ہوگئی اس واسطے کہ توکیل ہر ایک کی طرف فعل مستدام ہے پس بعد قسم کے اس کی استدامت ہر ایک سے بمنزلہ اس کے ہے کہ بعد قسم کے از سرنو وکیل کیا یہ سب آخر جامع میں مذکورہ ہے اور یہ مسئلہ بعض کے قول کا موید ہے اور قول بعض یہ ہے کہ اگر قرض خواہ نے کسی کو وکیل کیا کہ زید سے میرا قرضہ قبض کر لے پھر قسم کھائی کہ اس قرضہ کو قبض[2] نہ کروں گا پھر اس کی قسم کے بعد وکیل نے اس پر قبضہ کیا تو چاہیے کہ حالف اپنی قسم میں حانث ہو جائے اور وجہ تائید یہ ہے کہ توکیل فعل مستدام ہے پس بعد قسم کے گویا جدید توکیل بقبضہ ہوئی اور فعل وکیل مثل اس کے فعل کے ہے پس گویا اس نے قبضہ کیا اور حانث ہوا کذا فی المحیط و وجہ التائید من المترجم۔

قرض دار نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ میں نے تیرا مال کل کے روز ادا نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر قرض خواہ غائب ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا قرض قاضی کو دے دے پس اگر دے دیا تو حانث نہ ہوگا:

قرض دار نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ واللہ تیرا قرضہ پنجشنبہ تک ادا کر دوں گا پھر ادا نہ کیا یہاں تک کہ روز پنجشنبہ کی فجر طلوع ہو گئی تو اپنی قسم میں حانث ہوا اس واسطے کہ اس نے پنجشنبہ کو غایت قرار دیا ہے اور غایت اس میں داخل نہیں ہوتی ہے جس کی غایت قرار دی گئی ہے جبکہ غایت اخراج نہ ہو اور اگر کہا کہ واللہ تیرا قرضہ پانچ روز تک ادا کر دوں گا تو جب تک[3] پانچویں روز کا

ل اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لفظ دراہم کا استعمال کیا جس کا اطلاق عرف عرب میں کم از کم تین پر ہوتا ہے پس صورت اول میں چونکہ ایک ایک کر کے لیا اس واسطے حانث ہوا اور صورت دوم میں نہیں ۱۲۔

(۱) اس نے وزن کر کے نہ لیا ۱۲۔ (۲) اس پر قبضہ نہ کروں گا ۱۲۔ (۳) نہ ادا کرنے میں ۱۲۔

آفتاب غروب نہ ہو جائے تب تک حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قرض خواہ نے قسم کھائی کہ اپنے قرض دار سے آج اپنا قرضہ قبض نہ کروں گا پھر طالب نے قرض دار مذکور سے اسی روز کوئی چیز اس قرضہ کے عوض خریدی اور اسی روز مبیع پر قبضہ کیا تو حانث ہوگا اور اگر مبیع پر کل کے روز قبضہ کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر بعد قسم کے اسی روز قرض دار سے کوئی چیز بطور بیع فاسد کے خریدی اور اس پر اسی روز قبضہ کر لیا پس اگر اس کی قیمت مثل قرضہ یا زیادہ ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس روز قرض دار کی کوئی چیز تلف کر دی پس اگر تلف کی ہوئی چیز مثلی ہو یعنی اس کا تاوان اس کے مثل دینا ہوتا ہے نہ اس کی قیمت تو حانث نہ ہوگا اور اگر قیمتی ہو پس اگر اس کی قیمت مثل قرضہ کے یا زیادہ ہو تو حانث ہوگا لیکن یہ شرط ہے کہ پہلے غصب کر کے پھر تلف کی اور اگر بدوں غصب کیے ہوئے تلف کی ہو مثلاً جلا دیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور قرض دار نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ میں نے تیرا مال کل کے روز دانہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر قرض خواہ غائب ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا قرضہ قاضی کو دے دے پس اگر دے دیا تو حانث نہ ہوگا اور قرضہ سے بھی بری ہو گیا اور یہی مختار ہے اور وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں قاضی نہیں ہے تو حانث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قرض خواہ غائب نہ ہوا بلکہ موجود ہے لیکن وہ مال قرضہ کو قبول نہیں کرتا ہے پس اگر اس کے سامنے اس حیثیت سے رکھ دیا کہ اگر قبضہ کرنا چاہے تو اس کا ہاتھ اس مال تک پہنچ سکتا ہے تو حانث نہ ہوگا اور قرضہ سے بھی بری ہوگا اور اسی طرح اگر غاصب نے اسی طرح مال مغصوب واپس کرنے کی قسم کھائی اور جس سے غصب کیا ہے وہ اس کو قبض نہیں کرتا ہے پس غاصب نے اسی طرح کیا تو بری ہو گیا اور حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ ابن سماعہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ کو فرماتے سنا کہ ایک شخص نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا حتیٰ کہ تو میرا حق دے دے آج کے روز اور اس کی نیت یہ ہے کہ میں تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دے دے پھر وہ دن گذر گیا اور اس نے ساتھ نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرضہ بھی دیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ دن گذر جانے کے بعد اس سے جدا ہو گیا تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تجھ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ تجھے سلطان کے پاس پہنچاؤں گا آج کے روز یا یہاں تک کہ تجھ کو مجھ سے سلطان چھوڑا دے پھر یہ دن گذر گیا اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور اس کو سلطان کے پاس نہ لے گیا اور نہ سلطانؒ نے اس کو حالف سے چھوڑا دیا تو بھی یہی حکم ہے کہ جب ہی حانث ہوگا کہ اس کا ساتھ بعد اس کے ترک کرے ورنہ حانث نہیں ہوا اور اگر اس نے دن کو مقدم کیا بایں طور کہا کہ آج تجھے نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دے دے پھر دن گذر گیا اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور نہ اس نے قرضہ دیا تو حانث نہ ہوا اور اگر اس دن کے بعد اس کا ساتھ چھوڑ دیا تو حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو سے تقاضا نہ کروں گا پھر عمرو کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے تقاضا نہ کیا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قرض خواہ نے قسم کھائی کہ اگر نہ لیا میں نے تجھ سے اپنا مال جو میرا تجھ پر آتا ہے کل کے روز تو میری بیوی طالقہ ہے اور قرض دار نے بھی قسم کھائی کہ کل کے روز اس کو نہ دوں گا پس قرض خواہ نے اس سے جبراً لے لیا تو وہ دونوں حانث نہ ہوں گے اور اگر اس سے یہ ممکن نہ ہوا تو اس کو قاضی کے پاس کھینچ لے جائے پس جب اس سے مخاصمہ کیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور ایک نے اپنے قرض دار سے قسم لی کہ واللہ تیرا حق فلاں روز ضرور ادا کروں گا اور تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور بغیر تیری اجازت کے نہ جاؤں گا پھر روز موعود پر حالف آیا اور اسی روز قرضہ سب ادا کر دیا اور لیکن اس نے ہاتھ نہیں پکڑا اور بدوں اس کی اجازت کے چلا گیا تو یہ حالف قرض دار حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ اپنا مال تجھ پر نہ چھوڑوں گا اور اس کو قاضی کے پاس لے گیا پس قاضی نے اس کو قید کیا یا اس سے قسم لے لی تو حالف اپنی قسم میں سچا ہو گیا یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح اگر اس کو قاضی کے پاس نہ لے گیا اور

رات ہونے تک اس کو ساتھ سے نہ چھوڑا تو بھی سچا ہوگیا یہ سرخسی میں ہے۔ قال المترجم عبارة المسئله هكذا لاادع مالى عليك و حلف عليه آه فتدبر اور اگر عربی میں قسم کھائی(۱) کہ لیعطینه مع حل المال(۲) او عند حله اوحين يحل المال لوحيث يحل اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو جس وقت مال دینے کا وقت آئے اسی ساعت میں دے دے اور اگر اس ساعت سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو حانث ہوگا یہ مبسوط میں ہے قال المترجم قولہ دے دے یعنی دینے میں مشغول ہو جائے[1] فافہم۔

ایک نے اپنی بیوی کے حق میں قسم کھائی کہ اگر میں ہر روز اس کو ایک درہم نہ دوں تو اس کو طلاق ہے:

اگر قرض دار نے قسم کھائی کہ فلاں روز اس کو قرض ادا کروں گا پھر روز مذکور سے پہلے ادا کر دیا یا قرض خواہ نے اسکو ہبہ کر دیا یا بری کر دیا پھر وہ دن آیا حالانکہ اس پر قرضہ کچھ نہیں تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور اگر قرض دار نے اس کو مٹھلے وارث یا وصی کو ادا کر دیا تو قسم میں سچا رہا اور نہ حانث ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک نے اپنی بیوی(۳) کے حق میں قسم کھائی کہ اگر میں ہر روز اس کو ایک درہم نہ دوں تو اس کو طلاق ہے پس کبھی اس کو غروب کے وقت دیتا ہے اور کبھی عشاء کے وقت دیتا ہے تو فرمایا کہ اگر درمیان ایک رات و دن خالی نہ گذر جائے کہ اس میں درہم نہ دے تو اپنی قسم میں سچا[2] رہے گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

زید نے قسم کھائی کہ نہ تاخیر کروں گا عمرو سے اپنے مال کی جو زید کا اس پر آتا ہے پھر اس کے تقاضے سے خاموش رہا یہاں تک کہ مہینہ گذر گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے تاخیر نہیں دی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ اپنے قرض دار سے قسم لی کہ مجھ سے منہ نہ چھپائے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا(۴) پس جب اس نے اس کو طلب کیا اور اس کو طلب کرنا معلوم ہوا اور ظاہر نہ ہوا حانث ہو جائے گا اور اگر وہ پوشیدہ بازار میں گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قرض خواہ نے طلب کیا اور اس کو معلوم نہ ہوا تو حانث نہ ہوگا اور گر قرض خواہ دو آدمی ہوں اور دونوں نے قرض دار سے اس طرح قسم لی پھر اس نے ان میں سے ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اس کے حق میں قسم باقی رہے گی یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ اوزجندی سے دریافت کیا گیا کہ قرض دار نے اپنے قرض خواہ سے کہا کہ اگر میں نے تیرا قرض بروز عید ادا نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر عید کا روز آیا لیکن اس شہر کے قاضی نے کسی دلیل سے جو اس کے پاس ہے اس دن کو عید نہیں قرار دیا ہے اور اس میں نماز عید نہیں پڑھی اور دوسرے شہر کے قاضی نے اس کو عید قرار دیا ہے اور اس میں نماز پڑھی ہے تو فرمایا کہ اگر کسی شہر کے قاضی نے اس روز کے عید کا روز ہونے کا حکم دیا تو یہ دوسرے شہر والوں کے واسطے بھی لازم ہوگا جب کہ مطالع مختلف نہ ہوں جیسے رمضان کا روزہ ہونے میں حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ ہر ماہ اس کو ایک درہم دوں گا اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے اور اس نے اوّل ماہ میں قسم کھائی ہے تو یہ مہینہ بھی اس کی قسم میں داخل ہوگا اور چاہیے کہ اس مہینہ نکل جانے سے پہلے اس کو ایک درہم دیں دے اور اس طرح اگر آخر ماہ میں قسم کھائی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اس طرح اگر یوں کہا ہو کہ مہینہ میں تو بھی یہی حکم ہے اور اس طرح اگر قسم کھانے والے پر مال قسط دار ہو کہ ہر مہینہ کے انسلاخ پر اس پر ایک قسط کا ادا کرنا آتا ہو پس اس نے قسم کھائی کہ اس کو ہر مہینہ میں قسط ادا کروں گا تو اسی[3] مہینہ میں اس پر قسط لازم ہوگئی کہ اس کی معیاد آچکی ہے پس اگر اس نے اس مہینہ کے آخر ہونے تک ادا کر دی یعنی اس مہینہ کی قسط کو تو اپنی قسم میں سچا

---

[1] پس اگر وہ تھیلی کھول کر ادا کرنے کی غرض سے گننے دیر کھنے و تولنے لگا اور کھوٹے و کھرے کے جدا کرنے میں کسی قدر دیر بھی ہوئی تو تاخیر میں اس کا شمار نہ ہوگا ۱۲۔ [2] کیونکہ محاورہ میں اسی طرح بول چال جاری ہے پس اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے دن ہی کو خاص کیا ہے ۱۲۔ [3] بعد قسم گذشتہ کا جب جھگڑا ہوگا اور آئندہ سے از روئے حلف واجب ہے اور نیز یہ مہینہ جس میں قسم کھائی ہے واجب الادا ہے ۱۲۔

(۱) قرض دار نے یا مطلوب نے ۱۲۔ (۲) مال دینے کا وقت آجائے ۱۲۔ (۳) نفقہ کی بابت ۱۲۔ (۴) تا ادائے قرضہ بنا بر عرف ۱۲۔

رہا یہ مبسوط میں ہے اور ایک نے قسم کھائی کہ جو مجھ پر ہے ضرور اس کے ادا کرنے میں کوشش بلیغ کر دوں گا تو وہ اس مال کو بھی فروخت کرے جو در صورت قاضی کے یہاں نالش ہونے کے قاضی اس کو اس کی طرف سے فروخت کرتا یہ ظہیریہ میں ہے۔

مسائل متفرقہ

ایک نے اس طرح قسم کھائی کہ میرا غلام آزاد ہے اگر میں مالک ہوں الا سو درہم کا حالانکہ وہ اس سے کم کا مالک تھا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر وہ فقط سو درہم ہی کا مالک ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اور اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر وہ سو درہم سے زیادہ کا مالک ہو تو حانث ہوگا اور اگر اس کی ملک میں سو درہم[1] نہ ہوں مگر اس کی ملک میں دینار ہوں جو سو درہم سے زائد ہیں تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے پاس تجارت کے غلام ہوں یا اسباب تجارت یا ایسے سوائم جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو حانث ہوگا خواہ پورا النصاب ہو یا نہ ہو اور اگر اس کی ملک میں غلام خدمت ہوں یا ایسا مال جو جنس زکوٰۃ سے نہیں ہے مثل دور و عقار و اسباب وو اسطے تجارت کے نہیں ہے تو حانث نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے وارث چھوڑا اور میت کا ایک شخص پر قرضہ ہے پس وارث مذکور اس قرض دار کے پاس آیا اور اس سے مخاصمہ کیا پس قرض دار نے قسم کھائی کہ اس شخص (۱) کا مجھ پر کچھ نہیں ہے پس اگر وہ اس کے مورث کی موت سے آگاہ نہ تھا تو مجھے امید ہے کہ حانث نہ ہوگا اور اگر آگاہ تھا تو حانث ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میرے لیے کچھ مال نہیں ہے حالانکہ اس کا قرضہ کسی مفلس یا تو انگر پر ہے تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے اس کا مال غصب کر لیا ہو اور اس کو تلف کر ڈالا اور اس کا اقرار کرتا ہو یا وہ مال معینہ موجود ہو مگر وہ انکار کرتا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مال مغصوب بعینہ موجود ہو اور غاصب اقرار کرتا ہو کہ میں نے فلاں سے غصب کر لیا ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر کسی کے پاس اس کی ودیعت ہو اور مستودع[2] مقر ہو تو حانث ہوگا اور اگر اس کے پاس قلیل یا کثیر سونا یا چاندی ہوگی تو حانث ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے پس مال تجارت یا مال سوائم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کے پاس اسباب و حیوان غیر سائمہ ہوں تو استحساناً حانث[3] نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ زید سے جس حق کا دعویٰ کرتا ہے اس سے صلح نہ کروں گا پھر کسی کو وکیل کیا جس نے زید سے اس کی بابت صلح کر لی تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ زید سے خصومت (۲) نہ کروں گا پھر اس کو اس کے ساتھ خصومت کے واسطے وکیل کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید سے مصالحہ نہ کروں گا پھر اس سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا کہ اس نے صلح کر لی تو قضاءً حانث ہوگا اس واسطے کہ صلح میں عہدہ بذمہ وکیل ان میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ یہ ہزار درہم خرچ نہ کروں گا پھر ان سے اپنا قرضہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف میں یہ خرچ کرنا نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ حانث ہوگا اور اگر اس طرح بھی نہ دینے کی نیت کی ہو تو بالاتفاق حانث ہوگا اس واسطے کہ اس نے اپنے اوپر سختی کی نیت بیان کی ہے لیکن صرف میں اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ قرضہ اپنے ذمہ نہ لوں گا پھر کسی عورت سے نکاح کیا تو بلحاظ دین مہر کے حانث نہ ہوگا اور اگر بیع سلم میں درہم (۳) لیے تو حانث ہوا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ ایسا فعل نہ کروں گا تو اس کو ہمیشہ کے واسطے ترک (۴) یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر قسم کھائی کہ ضرور ایسا کروں گا تو ایک بار

[1] ظاہراً یوں صحیح ہے اگر اس کی ملک میں درہم ایک ہی سو ہوں مگر آ و واللہ اعلم ۱۲۔ [2] جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے ۱۲۔ [3] قال المترجم اطلاق مال دلالت کلام بنا بر عرف کے جن کو شامل ہو وہ مال ہوں گے ورنہ نہیں ۱۲۔

(۱) وارث مذکور ۱۲۔ (۲) نالش یا جوابدہی ۱۲۔ (۳) یا دینار وغیرہ ۱۲۔ (۴) ورنہ حانث ہوگا ۱۲۔

کرنے سے قسم پوری ہو جائے گی خواہ اس نے باکراہ اس کو کیا ہو یا خوشی سے خواہ یاد سے یا بھولے سے خواہ خود اپنے واسطے یا غیر کی طرف سے وکیل ہو کر اور اگر اس نے اس فعل کو نہ کیا تو اس کے حانث ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی طرف سے اس فعل سے پاس ہو جائے اور اس کی یہ صورت ہے کہ وہ بدوں اس فعل کے کرنے کے مر جائے پس اس پر واجب ہے کہ کفارہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے یا یہ صورت ہے کہ محل فعل فوت ہو جائے جیسے قسم کھائی کہ زید کو ماروں گا یا یہ کہ گردہ روٹی کھاؤں گا پھر زید اس کے فعل سے پہلے مر گیا یا روٹی کسی نے کھائی تو حانث ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ قسم مطلق ہو اور اگر مقید ہو مثلاً قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے روز کھاؤں گا تو قبل وقت گذرنے کے فوت محل فعل سے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم ساقط ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے اس میں خلاف کیا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

قسم کھائی کہ فلاں کی خدمت نہ کروں گا پھر اُجرت پر اس کی قمیص سی دی تو حانث نہ ہوگا:

ایک نے قسم کھائی کہ حرام نہ کروں گا تو نکاح فاسد سے حانث نہ ہوگا اور اس طرح چوپایہ بہائم کے ساتھ وطی کرنے سے بھی حانث نہ ہوگا الا آنکہ کوئی بات ایسی ہو کہ وہ اس امر پر دلالت کرے کہ یہ بھی مراد تھی جیسے مثلاً کھانے والا گاؤں کے جاہل گنواروں میں سے ہو جو بہائم[1] و چوپایوں کے پیچھے چلتے ہیں یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ کچھ وصیت نہ کروں گا پھر اس نے مرض الموت میں ہبہ کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اپنے مرض الموت میں اپنے باپ کو خریدا کہ وہ اس کی طرف سے آزاد ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قسم کھائی کہ آج اس کو سو درہم ہبہ کروں گا پھر اس کو ایسے سو درہم ہبہ کیے جو واہب کے کسی دوسرے پر قرضہ میں اور اس کو ان کے وصول کر لینے کا وکیل کر دیا تو اپنی قسم میں سچا ہو گیا اور ہبہ کرنے والا قبل موہوب لہ کے قبضہ کرنے کے مر گیا تو موہوب لہ اس پر قبضہ نہ کر سکے گا اس واسطے کہ وہ وارثوں کی ملک ہوگئی یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک نے قسم کھائی کہ زید جس امر کا حکم کرے گا اور جس سے منع کرے گا اس میں اس کی اطاعت کروں گا پھر اس کے بعد زید نے اس کو اس کی بیوی سے جماع کرنے سے منع کیا پھر اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ یہاں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس پر دلالت کرے کہ ایسے اوامر و نواہی بھی مراد تھے۔ قسم کھائی کہ فلاں کی خدمت نہ کروں گا پھر اجرت پر اس کی قمیص سی دی تو حانث نہ ہوگا اور اگر بلا اجرت سی دی تو حانث ہونے کا خوف ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ کل مال جو میری ملک ہے ہدی ہے پس دوسرے نے کہا کہ اور مجھ پر اس کے مثل ہے تو دوسرے پر لازم ہوگا کہ اپنا تمام مال خواہ مال اوّل سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو ہدی کر دے لیکن اگر اس کی نیت ہو کہ اوّل کے مال کے برابر ہدی ہے تو قسم اسی قدر پر ہوگی قال المترجم ہدی سے مراد وہ مال کہ فقرائے مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جائے۔

اگر کہا کہ کل مال کہ میں اس کا مالک ہوں سال بھر تک پس وہ ہدی ہے پس دوسرے نے کہا مثل اس کے تو دوسرے پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ ایضاح میں ہے۔ اگر ایک نے قسم کھائی کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا ہوں حالانکہ وہ اس کو صورت سے پہچانتا ہے مگر نام سے نہیں پہچانتا ہے یعنی نام نہیں جانتا ہے تو حانث نہ ہوگا اسی طرح یہ مسئلہ اصل میں مذکور ہے اور فرمایا کہ لیکن اگر اس نے صورت سے بھی نہ پہچاننے کی نیت کی ہو تو حانث ہوگا پس اگر اس نے ایسی نیت کی تو اس نے اپنے اوپر سختی کر لی اور لفظ اس مراد کو محتمل ہے اور اور یہ اس وقت ہے کہ محلوف علیہ کا کچھ نام ہو اور اگر اس کا کچھ نام نہ ہو مثلاً ایک شخص کے یہاں فرزند پیدا ہوا اور پڑوسی نے دیکھ کر قسم کھائی کہ میں اس فرزند کو نہیں پہچانتا ہوں حالانکہ ہنوز اس کا نام نہیں رکھا گیا ہے تو وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ اس کو صورت

[1] گائے بھینس اونٹ وغیرہ چوپایہ ۱۲۔

سے پہچانتا ہے اور نام اس کا کوئی خاص نہیں ہے تاکہ اس کی شناخت شرط کی جائے یہ محیط وظہیریہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ یہ فعل نہ کروں گا مادامیکہ فلاں اس شہر میں ہے پھر فلاں مذکور یہاں سے چلا گیا پس اس نے یہ کام کیا پھر وہ لوٹ آیا پھر اس نے دوبارہ یہ فعل کیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ بروز جمعہ کوئی عمل نہ کروں گا کوئی کام نہ بناؤں گا اور اس شخص کے پاس کپڑا تھا جس کی قمیص تیار کرانی منظور تھی پس اس کو درزی کے پاس لے گیا اور اس کو امر کیا کہ اس کی قمیص سی دے تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ زید نے عمرو کے پاس کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس عمرو نے کہا کہ اگر میں نے تجھے اس ہدیہ کے عوض یہ قبا نہ دی تو میرا غلام آزاد ہے پھر کچھ زمانہ گذرا پھر عمرو نے اس کو دس درہم دیے اور اس سے باہم صلح (یعنی قبا دینے سے۱۲) کر لی تو حانث ہوگیا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک قبا باقی ہے اور وہ زندہ ہے تب تک حانث نہیں ہوگا چنانچہ اگر اس کے بعد قبا دیں دی تو اپنی قسم میں سچا ہوگیا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھوں گا پھر اس کو توڑ ڈالا پھر دوبارہ اس کو درست کر کے اس سے لکھا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس چھری سے نہ کاٹوں گا پھر اس کو توڑ کر دوبارہ بنوا کر اس سے تراشنے کا کام لیا تو حانث نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے تیرا گھوڑا تجھ سے عاریت مانگا پس تو نے مجھے نہ دیا تو میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں بھی چاہیے کہ دینے سے انکار کرنا اس کے فعل لینے مانگنے کے ساتھ پایا تو حانث ہو جائیگا:

قسم کھائی کہ فلانہ عورت کی صورت نہ دیکھوں گا پھر نقاب کے ساتھ اس کی صورت پر نظر گئی تو حانث نہ ہوگا جب تک کہ آدھے سے زیادہ چہرہ کھلا نہ ہو یہ امام محمدؒ نے فرمایا ہے قسم کھائی کہ فلاں کی صورت نہ دیکھوں گا پھر اس کی صورت باریک پردہ یا شیشہ کے نیچے سے دیکھی جس کے پیچھے سے اس کی صورت ظاہر ہوتی تھی تو حانث ہوا بخلاف اس کے اگر آئینہ پر نظر ڈالی اور اس میں اس کا چہرہ نظر آیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کو دیکھا پس میں نے اس کو نہ مارا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو بقدر ایک میل یا زیادہ دوری سے دیکھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث[1] نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے تجھ کو نہیں دیکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تجھ سے ملاقی ہوا پس میں نے تجھ پر سلام نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے تو چاہیے کہ ملاقات ہونے کی ساعت میں سلام کرے اور اگر ایسا نہ کیا تو حانث ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تیرا گھوڑا(۱) تجھ سے عاریت مانگا پس تو نے مجھے نہ دیا تو میرا غلام آزاد ہے تو اس صورت میں بھی چاہیے کہ دینے سے انکار کرنا اس کے فعل یعنی مانگنے کے ساتھ پایا(۲) جائے اور اگر اس کے سوائے اور نیت کی ہو تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے منتقی میں لکھا ہے۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کی جانب نہ دیکھوں گا پھر اس کے پاؤں یا ہاتھ یا سر کی طرف نظر کی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر پاؤں یا ہاتھ کی طرف دیکھا تو اس کو نہ دیکھا تو اس کا دیکھنا یہی ہے کہ اس کے منہ یا سر یا بدن کی طرف نظر ڈالے اور اگر اس کے سر(۳) کے اوپر کی طرف نظر ڈالی تو بھی اس کو نہ دیکھا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس کو دیکھا اور درحالیکہ اس کو نہیں پہچانتا ہے تو اس کا دیکھنا متحقق ہوا اور اگر اس کو سر سے پاؤں تک مثل کفن کے کپڑے میں لپٹا ہوا دیکھا اور اس کا سر و بدن الگ الگ ظاہر ہوتا ہے مگر کپڑا ایسا ہے کہ اس

---

[1] لیکن اس میں تامل ہے کیونکہ رویت اور ملاقات میں فرق ہے پس جس وقت اس نے اپنے غلام سے یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ کو دیکھا پھر تجھ کو نہ مارا تو تو آزاد ہے یا اپنی بیوی سے اسی لفظ کے ساتھ طلاق معلق کی پھر اس کو ایک میل کے فاصلے سے دیکھا تو حانث ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے ملاقی ہوں الخ تو حانث نہ ہوگا ۱۲۔

(۱) خچر و اونٹ وغیرہ سواری کے جانور ۱۲۔ (۲) تب حانث ہوگا ۱۲۔ (۳) چندیا وغیرہ ۱۲۔

کی سب صورت ظاہر کرتا ہے یعنی مثلاً ایسا باریک کپڑا ہے کہ جس کے اندر سے اس کے سر یا بدن کی شکل و ہیات کھلتی ہے تو اس کو دیکھنا ثابت ہوا اور اگر اس کپڑے میں سے اس کا بدن معلوم نہ ہوتا ہو تو اس کو نہیں دیکھا اور اگر اس کی پیٹھ کو دیکھا تو اس کو دیکھا اور اگر اس کے سینہ و پیٹ کو دیکھا تو اس کو دیکھا اور اگر اس کے سینہ و پیٹ میں سے اکثر حصہ[1] دیکھا تو اس کو دیکھا اور اگر تھوڑا نصف سے کم دیکھا تو اس کو نہ دیکھا اور کسی عورت کی نسبت قسم کھائی کہ اس کو نہ دیکھوں گا پھر عورت مذکورہ کو نقاب ڈالے ہوئے حالت میں بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے دیکھا تو اس کو دیکھا الا آنکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اس کے چہرہ کو نہ دیکھوں گا تو دیانتہً فيما بينه وبين الله تعالیٰ اس کے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر قسم مذکور سے پہلے ایسی گفتگو ہو کہ جو اس مراد پر دلالت کرے تو قضاءً بھی ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ اگر میں نے فلاں کو دیکھا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس کو مردہ یا کفن پہنایا ہوا دیکھا حالانکہ اس کا منہ ڈھانک دیا گیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حانث ہوگا کیونکہ دیکھنا زندگی و مرگ دونوں پر ہے یعنی خواہ زندہ دیکھا تو اس کا دیکھنا کہلائے گا خواہ مردہ دیکھا تو بھی ایسا ہی ہے کہ بعد موت کے دیکھ لینا ایسا ہے جیسے زندگی میں دیکھنا یہ محیط میں ہے۔

اگر زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کو حرام پر نہ دیکھا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر عمرو کو دیکھا کہ وہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت میں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ حانث ہوگا:

زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں نے خالد کو دیکھا پس تجھ کو آگاہ نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر خالد کو عمرو کے ساتھ دیکھا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک زید حانث نہ ہوگا اور اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر زید نے کہا ہو کہ اگر میں خالد کو دیکھوں پس اس کو تیرے پاس نہ لاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور باقی مسئلہ مثل مذکورہ بالا واقع ہوا تو بھی اس کا غلام آزاد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اگر کسی نے کہا کہ واللہ فلانے کی موت و زندگی میں حاضر نہ ہوگا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زندگی میں حاضر ہونا یہ ہوگا کہ اس کے غم و شادی میں حاضر نہ ہو اور موت میں حاضر ہونا یہ ہے کہ اس کے مرگ و جنازے پر حاضر نہ ہو۔ اگر زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کو حرام پر نہ دیکھا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر عمرو کو دیکھا کہ وہ اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت میں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ یہ حرام نہیں ہے مکروہ[۱] ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور ایک نے فارسی میں کہا کہ ہزار درہم از مال من بدرویشان دادہ اور وہ تنہا ہی کہنے پایا تھا کہ کسی نے اس کا منہ بند کر لیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ آگے یوں کہے کہ اگر چنین کنم تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ احتیاطاً ہزار درہم صدقہ کر دے اور اگر طلاق یا عتاق کے ساتھ قسم منعقد کرنے کا قصد تھا اور ایسا واقع ہوا تو طلاق و عتاق کچھ واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فوائد شمس الاسلام میں ہے کہ ایک نے اپنا کپڑا دھوبی کو دیا پھر دھوبی انکار کر گیا پھر اس شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھے نہ دیا ہو تو میرا غلام آزاد ہے حالانکہ اصل میں اس شخص نے اس کے پسر یا شاگرد پیشہ کو دیا تھا تو فرمایا کہ اگر پسر یا شاگرد پیشہ

---

[۱] اس مسئلہ میں تاویل کی ضرورت ہے مثلاً اس نے عمر بھر امر ناجائز میں نہ دیکھا سوائے اجنبی عورت سے تخلیہ کے تو حانث ہوا یا عبارت میں سہو ہے اور صحیح اس طرح ہے اگر زید نے کہا کہ اگر میں نے عمرو کو حرام پر نہ دیکھا ہو تو میری بیوی طالقہ ہے اور حال یہ ہے کہ اس نے بیان کیا کہ وہ یہ ہے کہ میں نے عمرو کو دیکھا تھا کہ اس نے ایک اجنبیہ عورت کے ساتھ تخلیہ کیا تھا اور بس تو امام ثانی نے فرمایا کہ اپنی قسم میں وہ سچا نہیں ہے بلکہ اس نے جھوٹی قسم کھائی اس واسطے کہ یہ حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اقول یہ صحیح ہے لیکن تامل یہ کہ عوام حرام و مکروہ میں فرق نہیں کرتے ہیں غیر از ینکہ یہاں ظاہر پر مبنی ہے فافہم ۱۲۔

(۱) نصف سے زائد ۱۲۔

مذکور اس کے عیال میں سے ہو تو یہ شخص حانث نہ ہوگا الّا اسی صورت میں کہ اس کی یہ نیت ہو کہ دھوبی ہی کو دیا تھا یہ خلاصہ میں ہے۔
ایک نے عربی میں اپنی بیوی کی طلاق کی قسم اس امر پر کھائی کہ لایدغ فلانا یمر علی ھذہ القنطرۃ یعنی نہ چھوڑوں گا فلاں کو کہ اس پلپر سے گذرے پھر اس کو فقط زبان سے منع کیا[1] تو قسم میں سچا ہو جائے گا۔ ایک نے اپنے پسر سے کہا کہ اگر میں نے تجھے چھوڑ دیا کہ تو فلاں کے ساتھ کام کرے تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر پسر مذکور بالغ ہو کہ بقول اس کے روکنے کے اس کو قدرت حاصل نہ ہو پس اس کو زبان سے منع کر دیا تو قسم میں سچا ہو گیا اور اگر پسر صغیر ہو تو قسم میں سچے ہونے کے واسطے شرط ہے کہ قول وفعل دونوں سے منع کرے۔ ایک نے اپنے صہر کی مقبوضہ زمین کا دعویٰ کیا اور قسم کھائی کہ اگر میں نے یہ دعویٰ چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس زمین کو لے لوں تو میری بیوی طالقہ ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہر ماہ میں اس سے ایک بار مخاصمہ کیا اور پورا مہینہ بھی خصومت کو ترک نہ کیا تو حانث نہ دے گا اور اگر قسم کھائی کہ واللہ نہ چھوڑوں گا اس کو کہ اس قبضہ سے نکل جائے پھر وہ نکل گیا اور حالف کو نہ معلوم ہوا تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس کو نکلتے دیکھا اور چھوڑ دیا منع نہ کیا تو حانث ہوگا اور اگر اس کے ساتھ ہو گیا مگر اس پر قدرت نہ پائی یہاں تک کہ وہ چلا گیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اگر یہ جملہ گیہوں ہوں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر دیکھا تو وہ گیہوں اور چھوہارے تھے تو حانث نہ ہوگا اور یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اگر کہا کہ ان کانت ھذہ الجملتہ الاحنطتہ یعنی اگر ہو یہ تمام مگر گیہوں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر وہ گیہوں و چھوہارے نکلے تو وہ حانث ہوا اور اگر وہ سب گیہوں ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے قول میں حانث نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حانث نہ ہوگا یہ ایضاح میں ہے اور اس طرح اگر کہا کہ اگر ہوئے یہ جملہ سوائے گندم یا غیر گندم کے تو یہ مثل الاّ گندم کہنے کے ہے یعنی حکم صاحبینؒ میں باہم اختلاف مثل اختلاف مذکور ہے یہ بدائع میں ہے اور منتقی میں بروایت ابراہیم مذکور ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے سفر دراز نہ کیا تو فلانہ باندی آزاد ہے تو فرمایا کہ اگر اس کی نیت تین روز یا زیادہ دور کے سفر کی ہو تو قسم اس کی نیت پر ہوگی ورنہ اگر کچھ نیت نہ کی تو یہ قسم ایک مہینہ کے سفر پر ہوگی یہ محیط میں ہے اور فتاویٰ ماوراء النہر میں مذکور ہے کہ شیخ ابو نصر دبوسی سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے قسم کھائی مگر یہ بھول گیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی یا روزے رکھنے کی یا بیوی کے طلاق کی ان میں سے کس کی قسم کھائی تھی تو فرمایا کہ اس کی قسم طلاق پر ہوگی الّا آنکہ اسکو یاد ہو جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم اس سے ظاہر ہوا کہ ان تین میں طلاق کو ترجیح ہوگی نظر برفقہ وحفظ دین اللہ تعالیٰ فافہم۔ اگر کسی نے ایک خادم کی نسبت جو اس کی خدمت کرتا تھا قسم کھائی کہ اس سے خدمت نہ چاہوں گا تو اس مسئلہ میں دو وجہیں ہیں اول آنکہ خادم مذکور اس کا مملوک ہو اور اس میں چار صورتیں ہیں اور ایک یہ کہ بعد قسم کے اس سے ظاہر وصریح خدمت چاہی مثلاً کہا کہ میری خدمت کر دے تو حانث ہوگا اور یہ ظاہر ہے دوسری صورت یہ کہ قسم کے بعد اس نے بدون حکم مولیٰ کے مولیٰ کی خدمت کی اور مولیٰ نے اس کو خدمت کرنے دی حالانکہ وہ قسم سے پہلے خدمت مولیٰ کے حکم سے کیا کرتا تھا تو اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اس نے بغیر حکم مولیٰ کے اس کی خدمت کی اور پہلے بھی بغیر حکم مولیٰ کے خدمت بدوں اس کے حکم کے کی اور قسم سے پہلے اس کی خدمت بالکل نہیں کرتا تھا تو اس صورت میں بھی حانث ہوگا اور رہی وجہ دوم وہ یہ کہ خادم مذکور کسی دوسرے کا مملوک ہو اور اس میں بھی وہی چار صورتیں ہیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں مگر اس وجہ میں پہلی دونوں صورتوں کے وقوع سے حانث ہوگا اور پچھلی

---

[1] قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ وہ اس کے منع کرنے سے باز رہا فافہم دفیہ بحث ۱۲۔

دونوں صورتوں کے وقوع سے حانث نہ ہوگا اور قسم کھائی کہ خادم مملوک زید سے خدمت نہ چاہوں گا پھر خادم مذکور سے صریح نہیں بلکہ اشارہ سے وضو کا پانی یا پینے کے واسطے پانی مانگا اور قسم کھانے کے وقت اس کی کچھ نیت نہ تھی کہ کیونکر یا کیسی خدمت نہ چاہوں گا تو یہ شخص حانث ہوگا خواہ خادم فلاں اس کو بجا لائے یا نہ لائے اور اگر اس نے قسم میں یہ نیت کی ہو کہ اس طرح خدمت نہ چاہوں گا کہ میں اس سے خدمت کو کہوں تب وہ خدمت کر دے تو دیانتہً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ زید کا خادم میری خدمت نہ کرے گا پھر قسم کھانے والا اور زید مذکور ساتھ دستر خوان پر کھانے کو بیٹھے اور یہی خادم ان لوگوں کے کھانے و پانی کی خبر گیری کرتا ہے تو حالف مذکور حانث ہوگا اور واضح ہو کہ اندر گھر کے ہر کام کاج کو خدمت بولتے ہیں اور باہر کے کام کاج مثل خرید و فروخت وغیرہ کو تجارت بولتے ہیں اور وہ خدمت میں شمار نہیں ہے اور واضح ہو کہ خادم کا اطلاق غلام و باندی دونوں پر ہے خواہ بڑا ہو یا اتنا چھوٹا کہ خدمت کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ قال المترجم ہمارے عرف میں گھر کے کام کاج کے ساتھ بازار کے ضروری خرید و فروخت بھی خدمت میں داخل ہے اور یہی ان کے عرف میں بھی بنا بر صحیح مراد ہے اور بالفظ خادم سو ہمارے عرف میں غلام پر بولا جاتا ہے اور نیز نوکر ماہواری و سالانہ پر بھی اور باندی پر خادم نہیں بلکہ خادمہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی طرح ماہانہ یا سالانہ پر جو عورت نوکر ہو خادمہ کہلاتی ہے بنا بریں مسائل کی تخریج میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے ہے فافہم۔ **واللہ تعالیٰ الملہم للصدق والصواب۔**

واضح ہو کہ مزارعت میں کاشتکار و مالک زمین جہاں مذکور ہوتے ہیں ان سے پوتہ دار مالک زمین مراد نہیں ہیں بلکہ بٹائی پر جوتنے بونے والے کاشتکار ہیں اور نیز بٹائی پر باغ بچانے والے عامل ہیں و مالک باغ و زمین سے انکار عقد مزارعت و مخابرت وغیرہ ہوتا ہے جو بجمیع اقسامہا کتاب المزارعۃ سے مع تفصیل و اختلاف دریافت ہوگا وہاں سے معلوم کرنا چاہیے جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ کتاب میں مذکور ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے کاشتکاروں میں سے نہ ہوں گا حالانکہ اس وقت وہ فلاں کا کاشتکار ہے یا کہا کہ میں فلاں کا جوتا نہ ہوں گا حالانکہ اس کی زمین اس کے پاس ہے اور فلاں مذکور غائب ہے کہ اسی ساعت وہ اس عقد کو جو دونوں کے درمیان ہے نہیں توڑ سکتا ہے تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ حانث ہونے کی شرط یہی ہے کہ وہ فلاں کے کاشتکاروں میں سے ہو اور یہ بات پائی گئی اور وہ اس میں معذور بعذر شرعی نہیں ہے اور اگر وہ مالک زمین کے پاس عقد مزارعت توڑنے کے واسطے چلا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ مالک زمین شہر میں نہ ہو کہیں باہر ہو اس وجہ سے کہ اتنی دیری قسم سے مستثنیٰ ہوتی ہے پس ایسا ہوا کہ جیسے کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گا اور نکلنا چاہا مگر اس نے کنجی نہ پائی لا بعد ساعت کے تو جب تک وہ کنجی کی تلاش میں ہے حانث نہیں ہوتا ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے اور اگر وہ بعد قسم کے مالک زمین کے پاس جا کر اس کو اس کی زمین واپس کر دینے کے کام کے واسطے سوائے اور کام میں مشغول ہوا تو حانث ہوگا جیسے کہ مسئلہ مکان میں سوائے کنجی کی جستجو کے اور کام میں مشغول ہونے سے حانث ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ کام قسم سے مستثنیٰ نہیں ہے اور اگر مالک زمین کے پاس باہر جانے سے اس کو کسی آدمی نے روکا یا مالک زمین شہر میں موجود ہے مگر اس کے پاس پہنچنے سے کسی نے اس کو روکا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ فلاں کا کاشتکار ہونا یہی اس کے حانث ہونے کی شرط ہے اور باوجود منع کے اس کا تحقق نہ ہوگا چنانچہ اس کا بیان اوپر گذرا ہے حتیٰ کہ اگر اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کی کاشتکاری نہ چھوڑی تو ایسا تو واجب ہے کہ مسئلہ دو قولوں (یعنی اختلاف ہو ۱۲) پر ہو جیسے مکان کی سکونت کے مسئلہ میں ہم نے بیان کیا ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر مالک زمین یا کاشتکار نے کہا کہ اگر این گشت مرابکار آمد زن من طالقہ است :

شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ اہل حرفہ میں سے ایک نے اپنے کار کے اوزاروں سے کام نہ بتانے پر یوں قسم کھائی کہ اگر دست بر آنہا نہم فکذا یعنی اگر ان کو ہاتھ سے چھوؤں تو میرا غلام آزاد ہے مثلاً پھر اس نے ان کو ہاتھ سے چھوا مگر کام بتانے کے واسطے نہیں یوں ہی چھوا پس آیا حانث ہوگا یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے فارسی میں کہا کہ تمن کشت کنم دریں دہ زن من طالقہ است یعنی اگر میں اس گاؤں میں کھیتی کروں تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر اس نے خربوزہ یا کپاس کی کھیتی کی تو حانث[1] ہوگا اور اگر کسی دوسرے کی بوئی ہوئی کھیتی کو پانی دیا یا زمین گوڑی و ہل چلائی کی یا کھیتی کاٹی تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرے کو مزارعت پر دیں دی یا زراعت کے واسطے کوئی شخص اجرت پر مقرر کیا جس نے زراعت کی تو بھی حانث نہ ہوگا بشرطیکہ یہ شخص ایسا ہو کہ خود اپنے آپ اس کام کو کرتا ہو کیونکہ اس نے اپنے آپ کھیتی نہیں کی اور اگر اس نے یہ بھی نیت کی ہو کہ دوسرے کو حکم نہ کروں گا تو اس کی تصدیق ہوگی کہ وہ حانث ہوگا اس واسطے کہ اس کے لفظ سے یہ معنی بھی نکل سکتے ہیں اور اس میں اس کے اوپر سختی زائد ہوتی ہے نہ آسانی اور اگر اس۔ کے غلام یا مزدور نے اس کے واسطے کھیتی کی حالانکہ قبل قسم کے اس کو حکم دیتا تھا تو وہ حانث ہوگا الا آنکہ اس نے خاصتہً اپنے ہاتھ سے کھیتی نہ کرنے کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اگر مالک زمین یا کاشتکار نے کہا کہ اگر این گشت مرابکار امد زن من طالقہ است یعنی اگر یہ کھیتی میرے کام آئے تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اپنا حصہ پیداوار فروخت کر دیا یا کسی کو قرضہ میں دیں دیا یا ہبہ کر دیا تو حانث ہوگا اور اگر اس کو کسی نے تلف کر دیا پس مالک نے اس سے تاوان لیا اور لے کر اپنے نفقہ میں خرچ کیا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں کے لیے ایک عدلیہ[2] یا نصف عدلیہ کی ضمانت کر لی تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کے واسطے کسی کی طرف سے دس درہم غطریفہ کی ضمانت قبول کر لی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کے واسطے کام نہ بناؤں گا اور وہ موزہ دوز ہے پس اس نے دوکان دار سے موزہ دوزی کے اوزار خریدے اور موزہ بنایا پھر فلاں مذکور کے ہاتھ فروخت کر دیا تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد کے پاس کرایہ بھاڑے پر چلانے کی چیزیں ہیں اس نے قسم کھائی کہ اگر چیزوں کو کرایہ پر دوں تو میری بیوی پر طلاق ہے پھر اس کی بیوی نے ان چیزوں کو اجارہ پر دیا اور ان کی اجرت خود وصول کی خواہ خود خرچ کی یا اپنے شوہر کو دے دی تو شوہر مذکور حانث نہ ہوگا اور اگر مرد مذکور نے مستاجروں سے کہا ہو کہ تم ان مکانوں میں رہو تو شیخ الاسلام سے یہ صورت منقول نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ چاہیے کہ یہ صورت بھی اجارہ پر ہو اور وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے اور اسی طرح اگر اس نے مستاجروں سے ایسے مہینہ کی اجرت کا تقاضا کیا جس میں وہ لوگ مکانوں میں نہیں رہے ہیں تو بھی یہ امر اس کی طرف سے اجارہ ہے اور وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اگر اس نے ایسے مہینہ کی اجرت کا تقاضا کیا جس میں وہ رہ چکے ہیں یعنی چڑھا ہوا پچھلا (یعنی گزرے ماہ کا) کرایہ مانگا تو یہ اجارہ نہیں ہے اور وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ سونا یا چاندی نہ چھوؤں گا پھر اس میں سے مضروب یعنی سکہ زدہ چھوا تو حانث ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

---

[1] گیہوں وغیرہ تو کھیتیاں معلوم ہیں ان سے تو حانث ہی ہوگا نیز خربوزہ و کپاس بونے سے بھی حانث ہوگا ۱۲۔

[2] عدلیہ قسم درہم ناقص کم قیمت و غطریفیہ اس سے بہتر قسم درہم ہے ۱۲۔

(۱) پیشگی جو اجارہ کا دستور شرعی ہے ۱۲۔

اگر کسی نعل کی نسبت قسم کھائی کہ اس کو نہ پہنوں گا پھر اس کا شراک یعنی تسمہ کاٹ کر اس میں لگا کر اس کو پہنا تو حانث ہوا:

اگر قسم کھائی کہ لکڑی نہ چھوؤں گا پھر کسی درخت کی پالو چھوئی تو حانث نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر کہا کہ جذع[1] یا عود نہ چھوؤں گا تو ایسی صورت میں حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بال نہ چھوؤں گا پھر کمل چھوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ صوف نہ چھوؤں گا پھر نمدہ چھوا تو حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ وتد نہ چھوؤں گا پھر رسی چھوئی تو حانث نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلوں گا۔ پھر موزہ یا جوتا پہن کر زمین پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر زمین پر فرش و بچھونا بچھا ہوا ہو اس پر چلا تو حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی نعل کی نسبت قسم کھائی کہ اس کو نہ پہنوں گا پھر اس کا شراک یعنی تسمہ کاٹ کر اس میں لگا کر اس کو پہنا تو حانث ہوا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اپنی طرف اشارہ کر کے اس طرح کہا کہ اگر میرے اس سر کو کسی نے چھوا یا اپنی طرف اضافت نہ کی یوں ہی کہا کہ اگر اس سر کو کسی نے چھوا تو میری باندی آزاد ہے پھر قسم کھانے والے نے خود چھوا تو حانث نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے رقیات میں بیان فرمایا کہ اگر قسم کھائی کہ آج کے روز بال نہ چھوؤں گا پھر اس نے اپنا سر چھوا تو حانث نہ ہوگا اور اگر دوسرے کا سر چھوا تو حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر قسم کھائی کہ قمار بازی نہ کروں گا پھر اس نے یہ کہا کہ دست عاریت دیا تو حانث ہوگا اور اگر مجاہری کی تو بنا بر قول مختار کے حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قسم کھائی میں پیش که خدائی فلاں نکنم و وکیل وے نه کنم اگر کارے فرماید بکنم:

اگر قسم کھائی کہ شفعہ سپرد نہ کروں گا یعنی نہ دے دوں گا پھر خاموش رہا اور مخاصمہ نہ کیا یہاں تک کہ شفعہ باطل ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر شفعہ سپرد کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص مزدوران کو مزدوری پر لیتا ہے کہ وہ اس کے واسطے کام بناتے ہیں پھر کسی کاریگر نے قسم کھائی کہ اس کے ساتھ کام نہ بناؤں گا پھر اس کی رائے میں آیا کہ اچھا اس کا کام بناؤں تو فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ جس چیز میں اس کا کام بنایا کرتا تھا وہ چیز اس سے خرید لے اور اس کو تیار کر کے پھر اسی کے ہاتھ فروخت کر دیے اور اسی طرح اگر جولاہہ نے قسم کھائی کہ اگر ایک سال تک کسی کا سوت لوں اور اس کو اس کا کپڑا بن کر دوں تو میری بیوی طالقہ ہے تو اگر وہ اس سے سوت خرید کر کے بعد بننے کے اسی کے ہاتھ فروخت کر دے تو حانث نہ ہوگا اور اگر خمار یدوں سوت خریدنے کے بن دی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ خمار مختص باسم علیحدہ ہے یہ فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں پیش[2] که خدائی فلاں نکنم و وکیل وے نه کنم اگر کارے فرماید بکنم پس اس پر قسم کھائی پھر موکل نے کسی اور کو جس پر حالف نے قسم کھا کر معین کیا ہے مقرر کیا پھر موکل نے اس کو(۱) حکم کیا کہ اس کے(۲) واسطے یہ کام کر دے پس اگر یہ کام اس کے واسطے کریں گا تو بھی حانث ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نے اس بیت میں کوئی عمارت تعمیر کی تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کی دیوار جو اس کے اور پڑوسی کے درمیان مشترک ہی خراب ہو گئی پھر اس نے یہ دیوار بنوائی اور اس سے قصد یہ کیا کہ پڑوسی کے بیت کی تعمیر کرتا ہوں تو اپنی قسم میں حانث ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ شیخ الاسلام اوزجندی سے پوچھا گیا کہ کسی نے کہا کہ اگر میں نے کل کے روز فلاں کے گھر کو خراب نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہ قید کیا گیا اور روکا گیا حتیٰ کہ اس نے فلاں کا گھر کل کے روز خراب نہ کیا تو فرمایا کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] جذع شاخ درخت و عود لکڑی ۱۲۔ [2] میں آئندہ فلاں کی کدخدائی نہ کروں گا اور اس کی وکالت نہ کروں گا اور اگر کوئی کام فرما دے گا تو کروں گا ۱۲۔

(۱) حالف کو ۱۲۔ (۲) وکیل مقرر شدہ ۱۲۔

کتاب الحدود

اِس میں چھ ابواب ہیں

باب : ①

حد کی تفسیر شرعی و اس کے رکن و شرط و حکم کے بیان میں

حد کی شرعی تفسیر:

شریعت میں حد ایسی عقوبت مقدرہ[1] ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے واسطے ہو۔ پس قصاص کو حد نہ کہیں گے کہ وہ حق العبد ہے اور تعزیر کو حد نہ کہیں گے اس واسطے کہ وہ مقدر نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اس کا رکن یہ ہے کہ امام المسلمین اس کو قائم کرے یا جو قائم کرنے میں امام کا نائب ہو اور شرط یہ ہے کہ جس پر حد قائم کی جائے وہ صحیح العقل سلیم البدن ہو اور ایسا ہو کہ عبرت پکڑے اور ڈرے پس مجنون و جونشہ میں ہو مریض و ضعیف الخلقت پر حد قائم نہ کی جائے گی الا بعد صحت[2] و افاقہ کے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

حکم و شرط:

اس کا اصلی حکم یہ ہے کہ جس سے بندگان خدا کو ضرر پہنچتا ہے اس سے انزجار ہو اور دار الاسلام فساد سے مصئون رہے اور رہا گناہوں سے پاک ہو جانا سو اس کا اصلی حکم نہیں ہے اس واسطے کہ گناہوں سے پاک ہونا تو بہ سے حاصل ہوتا ہے نہ حد قائم کرنے سے اور اسی واسطے کافر پر حد قائم کی جاتی ہے حالانکہ اس کے واسطے گناہوں سے طہارت نہیں ہوتی ہے یہ تبیین میں ہے۔

باب : ②

زنا کے بیان میں

زنا اس کو کہتے ہیں کہ پوری کرے مرد اپنی شہوت بصفت محرم ہونے کے ایسی عورت کے قبل میں جو دونوں طرح کی ملک اور دونوں کے شبہ اور اشتباہ سے خالی ہو یا عورت اپنے اوپر ایسے ہی فعل کا قابو دے یہ نہایہ میں ہے اور پس مجنون و طفل عاقل کی وطی زنا نہ ہوگی اس واسطے کہ ان دونوں کا فعل بصفت حرمت موصوف نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اس طرح اگر مرد نے اپنے پسر یا مکاتب کی باندی یا اپنے غلام ماذون مدیوں کی باندی سے وطی کی یا جہاد میں لوٹ کی باندی سے بعد دار الاسلام میں احراز کرنے کے غازی نے وطی کی تو زنا نہ ہوگا کیونکہ شبہہ ملک یمین ہے اس طرح اگر ایسی عورت سے وطی کی جس سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا ہے یا ایسی باندی سے وطی کی جس سے بدوں اجازت اس کے مولیٰ نے نکاح کیا ہے یعنی باندی نے اپنے مولیٰ سے

---

[1] یعنی اس کی مقدار معلوم و مفروض ہو کہ اس میں کمی و زیادتی نہ ہو سکے ۱۲۔ [2] اور اس طرح جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس پر حد قائم کرنے میں تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ وہ وضع حمل کرے ۱۲۔

اجازت نہیں لی تھی یا غلام نے ایسی عورت سے وطی کی جس سے بدوں اجازت اپنے مولیٰ کے نکاح کیا ہے یا مرد نے ایسی باندی سے وطی کی جس کو اپنی آزادہ عورت کے اوپر بیاہ لایا ہے تو یہ زنا نہیں ہے بسبب شبہ ملک نکاح کے۔ اسی طرح اگر پسر نے اپنے باپ کی باندی سے اس شبہ پر وطی کی کہ میرے واسطے حلال ہے تو زنا نہیں ہے کیونکہ شبہ اشتباہ ہے یہ نہایہ میں ہے اور رکن زنا یہ ہے کہ التقائے ختانین و موارات حشفہ[1] پایا جائے اس واسطے کہ اسی قدر سے ایلاج و وطی[2] متحقق ہو جائے گی۔ اس کی شرط یہ ہے کہ تحریم سے واقف ہو حتیٰ کہ اگر اس نے تحریم کو نہ جانا تو بسبب شبہ واقع ہونے کے حد قائم نہ کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور زنا حاکم کے نزدیک بطور ظاہر اس طرح ثابت ہوگا کہ چار گواہ اس کی بلفظ زنا گواہی دی تو قاضی نے بلفظ وطی و جماع یہ تبیین میں ہے اور جب چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی مجلس واحد میں گواہی دی تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ زنا کیا چیز ہے اور اس نے کہاں زنا کیا پس جب انہوں نے بیان کیا جو حقیقتہً زنا ہے اور کہا کہ اس نے[3] اس طرح داخل کر دیا جیسے سرمہ دانی کے اندر سلائی تو اب اس سے دریافت کرے گا کہ کیفیت زنا کیا ہے۔ پھر جب انہوں نے کیفیت زنا بیان کر دی تو ان سے وقت دریافت کرے گا پھر جب انہوں نے ایسا وقت بیان کیا کہ اس کو زمانہ دراز نہیں گذرا ہے یعنی ایسا وقت بیان کیا کہ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ زمانہ دراز گذرنے پر گواہی ادا ہوئی ہے تو پھر جس عورت سے زنا کیا ہے اس کو پوچھے گا پھر اس نے مکان دریافت کرے گا پھر جب انہوں نے مکان بیان کیا اور قاضی ان کی عدالت کو جانتا ہے تو مشہود علیہ سے اس کا احصان[(1)] دریافت کرے گا پس اگر اس نے کہا کہ محصن ہوں یا اس کے انکار احصان پر گواہوں نے اس کی محصن ہونے کی گواہی دی تو حاکم اس سے احصان کی تعریف دریافت کرے گا کہ کس کو کہتے ہیں پس اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو اس کو رجم کرے گا۔ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک نہ بیان کیا مگر گواہوں سے اس کا محصن ہونا ثابت ہوا تو گواہوں سے احصان کو دریافت کرے گا پس اگر انہوں نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو اس کا رجم کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر مشہود علیہ نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے اس کے محصن ہونے پر گواہی نہ دی تو اس کو درے مارے جائیں گے اور اگر قاضی ان گواہوں کی عدالت نہ جانتا ہو تو مشہود علیہ کو ان کی عدالت ظاہر ہونے تک قید رکھے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر چار گواہوں نے کسی مرد پر زنا کی گواہی دی پس ان سے زنا کی کیفیت و ماہیت دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم اس سے زیادہ تجھ سے نہیں بیان کریں گے تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر ان پر حد[(2)] بھی واجب نہ ہوگی کیونکہ جتنے عدد اس کی گواہی میں چاہیے اتنی تعداد ان کی ہے کیونکہ گواہوں کی تعداد کامل ہونا وجوب حد[(3)] سے مانع ہے جیسے کہ مشہود علیہ پر چار عورتوں نے گواہی دی تو ان پر حد قذف نہیں ماری جائے گی اور اسی طرح اگر بعض گواہوں نے کیفیت و ماہیت بیان کی اور بعض نے بیان نہ کی تو مرد مشہود علیہ پر حد قائم نہ کی جائے گی اور نیز گواہوں پر بھی حد قذف لازم نہ آئے گی یہ مبسوط میں ہے اور زنا کا ثبوت مرد کے اقرار سے بھی ہوتا ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر اس نے سوائے قاضی کے کسی دوسرے کے سامنے جس کو اقامت حدود کا اختیار نہیں حاصل ہے اقرار کیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے اگرچہ چار مرتبہ اقرار کیا ہو پس اس کے ایسے اقرار پر گواہی مقبول نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور ضرور ہے کہ اقرار صریح ہو اور اس کا کذب ظاہر نہ ہو پس گونگے کو اقرار پر حد نہ ماری جائے گی اگر اپنی تحریر کے ذریعہ سے یا اشارہ سے اقرار کیا اسی طرح[(4)] اس پر گواہی بھی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ شاید وہ شبہ کا مدعی ہو یہ نہرالفائق میں ہے۔ اگر

---

[1] یعنی مرد و عورت کا موضع ختنہ باہم مل جائیں اور مرد کا سرِ ذکر خرج کے اندر غائب ہو جائے ۱۲۔ [2] داخل کرنا ۱۲۔ [3] یعنی نکاح شرعی کے ساتھ ان کو ازدواج حاصل ہوا کہ نہیں ۱۲۔

(۱) یعنی حد قذف ۱۲۔ (۲) یعنی حد قذف سے ۱۲۔ (۳) یعنی معائنہ کی گواہی ۱۲۔ (۴) جس کو زبان سے اظہار نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔

مرد نے اقرار کیا کہ میں نے گونگی عورت سے زنا کیا یا عورت نے اقرار کیا کہ میں نے گونگے مرد سے زنا کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا پھر ظاہر کیا کہ وہ مجبوب ہے یا عورت نے اقرار کیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ رتقا ہے بایں طور کہ عورتوں نے اس کے رتقاء[1] ہونے کی گواہی دی قبل اس کے حد ماری جائے تو حد واجب نہ ہوگی اور یہ بھی ضرور ہے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرے چنانچہ اگر مرد نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے جس کے ساتھ اس فعل کا اقرار کرتا ہے انکار کیا یا عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار کیا تو امام رحمتہ اللہ کے نزدیک دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔

ضرور ہے کہ اقرار ہے اور اقرار حالت ہوش میں ہو حتیٰ کہ اگر اس نے نشہ میں اقرار کیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اکراہ مانع صحت موجب شبہ ہے عورت کے حق میں یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اقرار کی یہ صورت ہے کہ اقرار کنندہ عاقل بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں زنا کرنے کا اقرار کرے یہ ہدایہ میں ہے اور بعضوں نے کہا کہ مجالس (۱) قاضی کا اعتبار ہے اور اول اصح ہی کذا فی السراج الوہاج اور یہی صحیح ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور زنا کے اقرار کنندہ کی مجلسوں کا مختلف ہونا ہمارے نزدیک شرط ہی کذا فی الشمنی پس اگر اس نے مجلس واحد میں چار مرتبہ اقرار کیا تو یہ بمنزلہ ایک دفعہ اقرار کے ہے یہ جوہر نیرہ میں ہے۔ اگر اس نے ہر روز ایک مرتبہ یا ہر مہینہ ایک مرتبہ اقرار کیا یہاں تک کہ چار مرتبہ اقرار ہو گیا تو اس کو حد کی سزا دی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔ مجالس اقرار کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ ہر بار وہ اقرار کرے قاضی اس کو رد کر دے پس چلا جائے یہاں تک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے پھر آئے اور آ کر اقرار[2] کرے یہ کافی میں ہے اور امام المسلمین کو چاہیے کہ اقرار کنندہ کو اقرار سے زجر کرے اور کراہت ظاہر کرے اور اس کے ایک طرف دور کرنے کا حکم کرے یہ محیط میں ہے پس جب اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تو اس کی حالت پر نظر کرے پس اگر معلوم ہو کہ یہ صحیح العقل ہے اور یہ ایسا ہے کہ اس کا اقرار جائز ہے تو اس سے دریافت کرے گا کہ زنا کیا ہے اور کیونکر ہوتا ہے اور کس کے ساتھ زنا کیا ہے اور کہاں زنا کیا ہے کیونکہ اس میں شبہ کا احتمال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور رہا یہ سوال کہ کب زنا کیا ہے تو بعض نے فرمایا کہ زمانہ زنا دریافت نہ کرے گا اس واسطے کہ زمانہ دراز ہو جانا گواہی سے مانع ہے نہ اقرار سے اور اصح یہ ہے کہ زمانہ بھی دریافت کرے گا اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شاید اس نے ایام نابالغی میں زنا کیا ہو پس جب اس کو بھی دریافت کر لیا اور ظاہر ہوا کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس سے دریافت کرے گا کہ وہ محصن ہے پس اگر اس نے کہا کہ وہ محصن ہے تو دریافت کرے گا کہ احصان کیا ہے پس اگر اس نے احصان کو بھی ٹھیک ٹھیک اس کے شرائط سے بیان کیا تو اس کے رجم کا حکم دے گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کرنے کی گواہی دی پس اس نے ایک مرتبہ اقرار کر لیا' اس بابت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مابین اختلاف کا بیان:

اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو امام اس کو رجم کر دے گا یہ محیط میں ہے اور اس کو تلقین کرنا مندوب ہے یعنی یوں کہے شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا (۲) یا شاید تو نے چھوا ہوگا یا شاید تو نے شبہ سے وطی

[1] رتقا یعنی رتق والی اور رتق ایک عارضہ ہے یعنی فرج عورت کے منہ پر ایک جھلی سخت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع جماع ہوتی ہے ۱۲۔ [2] یہاں تک کہ چار مرتبہ پورے ہو جائیں ۱۲۔

(۱) یعنی قاضی کی چار مجلسوں میں ۱۲۔ (۲) یعنی عورت کا ۱۲۔

کی اور اصل میں فرمایا کہ شاید تو نے اس سے نکاح کر لیا ہے یا شبہ سے وطی کر لی ہے بجملہ مقصود یہ ہے کہ اس کو ایسی بات تلقین کرے جس سے حدود ہو جائے کوئی لفظ کیوں نہ ہو یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کرنے کی گواہی دی پس اس نے ایک مرتبہ اقرار کر لیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کو حد ماری جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہ ماری جائے گی اور یہی اصح ہے یہ کافی میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے بعد قضاء کے اقرار کیا ہو اور اگر قبل قضاء کے اقرار کیا تو بالاتفاق ساقط ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔ چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی پھر اس شخص نے بعد ان کی گواہی کے اقرار کیا پھر انکار کر گیا اور چار مرتبہ اس نے اقرار نہیں کیا ہے تو اس پر حد واجب نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص پر چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور اس کے ثبوت کا اس پر حکم دیا گیا پھر اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تو اس پر حد قائم کی جائے گی یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر اس نے رجوع کر لیا تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہو گا اور اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر گواہوں کی گواہی کے بعد اس نے زنا کا اقرار کیا تو یہ گواہ حد قذف کی سزا[1] نہ دیے جائیں گے اگرچہ چار سے کم ہوں یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر اقرار کنندہ نے حد قائم کیے جانے سے پہلے یا حد قائم کیے جانے کے بیچ میں اپنے اقرار سے رجوع کر لیا تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کی راہ چھوڑ دی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے اور رجوع کرنا خواہ مرد کی طرف سے یا عورت کی طرف سے ہو دونوں یکساں ہیں دونوں سے قبول کیا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے اور ایسا ہی اگر قاضی کے نزدیک گواہی و اقرار سے زنا ظاہر ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر ایک شخص بھاگا اور رجوع نہ کیا تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا اور اگر زنا پر ثابت رہا مگر محصن ہونے سے رجوع کیا تو اس سے قبول کیا جائے گا اور سنگسار نہ کیا جائے گا بلکہ درے مارے جائیں گے یہ ایضاح میں ہے۔ اگر کسی شخص پر حد زنا ثابت ہوئی یہ گواہی گواہان حالانکہ وہ محصن ہے یا محصن نہیں ہے پھر جب اس پر حد قائم کی گئی تو تھوڑی حد جاری ہونے کے بعد وہ بھاگ گیا اور داروغہ عامل نے اس کو تلاش کرایا پس وہ اسی وقت پکڑا گیا تو اس پر باقی حد بھی قائم کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بعد چند روز کے ساتھ آیا تو حد ساقط ہو گئی یہ عتابیہ میں ہے اور اقرار زنا میں ذمی و غلام مثل مسلمان آزاد کے ہیں خواہ غلام ماذون[2] ہو یا مجور ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام نے خود زنا کا اقرار کیا تو اقرار میں اس کے مولیٰ کا حاضر(۱) ہونا شرط نہیں ہے اور اگر لوگوں نے غلام پر زنا کی گواہی دی تو مولیٰ کا حاضر ہونا شرط ہے کیونکہ مولیٰ کو گواہوں میں طعن کا اختیار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر خصی نے زنا کا خود اقرار کیا یا گواہوں نے اس پر گواہی دی تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور یہی حکم عنین کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اندھے نے اگر زنا کا اقرار کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مجنونہ یا ایسی عورت نابالغہ سے جو قابل جماع ہے زنا کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے مجنون یا طفل سے جماع کیا تو اس پر حد واجب نہ ہو گی یہ ایضاح میں ہے اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ اس نے ایسی عورت سے زنا کیا ہے کہ اس کو پہچانتا نہیں ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور اسی طرح اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نے فلانہ عورت سے زنا کیا حالانکہ یہ عورت غائب ہے تو استحساناً اس پر حد جاری کی جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک مرد نے چار مرتبہ اقرار کیا میں نے فلانہ عورت

---

[1] یعنی گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی یا نصاب چار سے کم ہونے سے ثبوت نہ ہوا تو گواہوں کو حد قذف یعنی تہمت لگانے کی حد نہ ماری جائے گی کیونکہ مدعا علیہ مقر ہو چکا ہے ۱۲۔ [2] غلام ماذون وہ جس کو اس کے آقا کی طرف تجارت وغیرہ کی اجازت ہو اور غلام مجور وہ ہے جس کو تجارت کی اجازت نہ ہو ۱۲۔

(۱) یعنی صحت اقرار کے واسطے ۱۲۔

سے زنا کیا اور فلانہ کہتی ہے کہ مجھ سے اس نے نکاح کیا ہے یا عورت نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں مرد سے زنا کیا اور فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی اور مرد پر اس کا مہر لازم آئے گا یہ محیط میں ہے اور قاضی کا جاننا[۱] حدود میں حجت نہیں ہوتا ہے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اگرچہ قیاس[(۱)] اس کے اعتبار کا مقتضی ہے یہ کافی میں ہے۔

فصل ☆

حدود اُن کی اقامت کی کیفیت کے بیان میں

جب حد واجب ہوگی اور مرد زانی محصن ہے تو اس کو پتھروں سے رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اور یہ شہر سے باہر میدان میں لے جا کر کیا جائے یہ ہدایہ میں ہے اور واضح رہے کہ رجم کے واسطے جو احصان معتبر ہے وہ یہ ہے کہ آزاد عاقل بالغ مسلمان ہو کہ جس نے کسی عورت آزاد سے بنکاح صحیح نکاح کیا اور اس سے دخول کر لیا ہو اور وہ دونوں صفت احصان پر موجود ہوں یہ کافی میں ہے پس بہ لحاظ قیود مذکورہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے ایسی خلوت کی جس سے مہر واجب ہوتا ہے اور عدت لازم ہوتی ہے تو محصن نہ ہو جائے گا اور جماع سے بھی محصن نہ ہوگا اگر نکاح فاسد ہو اور نیز جماع سے نکاح صحیح میں بھی محصن نہ ہوگا اگر اس عورت سے قبل نکاح کے یہ کہہ دیا ہو کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے اس وجہ سے کہ وہ نفس عقد سے طالقہ ہو جائے گی پس اس کے بعد اس سے جماع کرنا زنا ہوگا ولیکن اس سے حد واجب نہ ہوگی کیونکہ بسبب اختلاف علماء کے اس میں شبہ واقع ہو گیا ہے اور اسی طرح اگر مرد مسلمان نے مسلمان عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس سے دخول کر لیا تو محصن نہ ہو جائے گا پس اس میں بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور دخول میں ایسا ایلاج معتبر ہے جو قبل کے اندر ہوا ایسا ہے کہ اس سے غسل واجب[(۲)] ہو جائے اور شرط آنکہ صفت احصان دونوں میں دخول کے وقت ہو چنانچہ اور اگر دو مملوکوں کے درمیان وطی بہ نکاح صحیح حالت رقیت میں واقع ہوئی پھر دونوں آزاد ہو گئے تو وطی مذکورہ کی وجہ محصن نہ ہوں گے اور یہی حکم دو کافروں کا ہے اور اسی طرح اگر مرد آزاد نے کسی باندی یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے اس سے وطی کر لی تو وہ محصن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مسلمان نے کتابیہ عورت سے نکاح کر کے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اس طرح اگر مرد میں ان باتوں میں سے کوئی بات ہو حالانکہ[۲] عورت آزادہ عاقلہ بالغہ مسلمہ ہو تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اگر شوہر کافر کے وطی کرنے سے پہلے عورت مسلمان ہوگئی پھر دونوں میں تفریق کیے جانے سے پہلے کافر نے اس سے وطی کر لی تو عورت اس دخول کی وجہ سے محصنہ نہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اگر مرد نے بعد اسلام یا عتق یا افاقہ کے اپنی عورت سے دخول کر لیا تو وہ محصن ہو جائے گا اور اس احصان میں زنا سے عفت شرط نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مرد مسلمان کے تحت میں حرہ مسلمہ ہو اور دونوں محصن ہوں پھر دونوں ساتھ مرتد ہو گئے نعوذ باللہ منہا تو دونوں کا احصان باطل ہو گیا پھر اگر دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا احصان عود نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ بعد اسلام کے اس عورت سے دخول کرے[(۳)] یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر بعد وجوب

---

[۱] یعنی اگر قاضی کو خود یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے تو حد جاری کرنے کے واسطے فقط اس کا علم بدوں اقرار و گواہی کے کافی نہیں ہے ۱۲۔ [۲] یعنی مثلاً مرد غلام ہو یا صغیر یا مجنون ۱۲۔

(۱) یعنی قیاس چاہتا تھا کہ اعتبار ہو ۱۲۔ (۲) کیونکہ دخول شرط ہے نہ خلوت صحیحہ ۱۲۔ (۳) یعنی حشفہ اندر ہو جائے ۱۲۔

حد کے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو اس کو درے مارے جائیں گے اور رجم نہیں کیا جائے گا اور اگر درے ہی واجب ہوں تو اس کو درے نہ مارے جائیں گے یہ غیاثیہ میں ہے۔

احصان کا ثبوت با قرار ہوتا ہے:

اگر احصان ثابت ہونے کے بعد بسبب معتوہ یا مجنون ہونے کے احصان زائل ہو گیا تو جب افاقہ حاصل ہو گا تب پھر طرفین کے نزدیک احصان عود کریں گا کہ وہ محصن ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عود نہ کرے گا جب تک کہ بعد افاقہ کے اپنی بیوی سے دخول نہ کرے یہ بحر الرائق میں ہے اور احصان کا ثبوت با قرار ہوتا ہے یا دو مردوں کی گواہی سے یا ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی سے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر اس نے باوجود شرائط موجود ہونے کے دخول واقع ہونے سے انکار کیا پھر اگر اس کی بیوی کے ایسی مدت میں بچہ پیدا ہوا کہ اس کا ہونا مقصود ہو سکتا ہے تو شرعاً وہ(1) وطی کنندہ قرار دیا جائے گا یہ تبیین میں ہے اور احصان پر گواہی مثل مال پر گواہی کے ہے کہ شہادت علی الشہادت سے ثابت ہو سکتا ہے یہ ایضاح میں ہے۔ اگر زنا کنندہ کسی ذمی کا مسلمان غلام ہو پھر دو ذمیوں نے گواہی دی کہ اس نے اس غلام کو قبل زنا کے آزاد کیا ہے حالانکہ اس زانی میں سب شرائط احصان موجود ہیں تو ان دونوں کی گواہی مقبول نہ ہو گی یہ کافی میں ہے اگر کسی مرد کی بیوی نے اقرار کیا کہ میں اس کی باندی ہوں پھر مرد نے زنا کیا تو رجم کیا جائے گا اور اگر اس نے قبل اس کے ساتھ دخول کرنے کے رقیب کا اقرار کیا پھر مرد نے زنا کیا تو استحساناً وہ رجم نہ کیا جائے گا۔ ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر ولی کے نکاح کیا اور اس سے دخول کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس سے یہ دونوں محصن نہ ہو جائیں گے اس واسطے کہ یہ نکاح غیر صحیح ہے قطعاً[2] بسبب اختلاف علماء کے وان اخبار کے جو اس مسئلہ میں دار ہوئے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قاضی کو چاہیے کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ احصان کیا ہے پس اگر انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ اس نے آزادہ عورت سے نکاح کیا اور اس سے دخول کیا ہے تو امام اعظمؒ کے قول ثانی پر گواہوں کے اس کہنے پر کہ اس سے دخول کیا ہے اکتفا کیا جائے گا اور اس میں امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس کو مس کیا یا لمس کیا ہے تو بالا جماع اس قول پر اکتفا نہ جائے گا اور اگر کہا کہ اس سے جماع کیا یا مباضعہ کیا تو بالا جماع اس پر اکتفا کیا جائے گا یعنی کافی ہے اور بقالی میں لکھا ہے کہ اگر انہوں نے کہا کہ اغتسل منہا یعنی اس سے غسل کیا جیسے بولتے ہیں کہ اس نے اپنی بیوی سے نہاں پر لیا تو اس پر اکتفا کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اپنی بیوی سے لقا کیا یا قربت کی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں امام محمدؒ سے بروایت ابراہیم مذکور ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے خلوت کر لی پھر اس کو طلاق دیدی پھر شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے وطی کی ہے اور عورت نے کہا کہ اس نے مجھ سے وطی نہیں کی ہے تو شوہر اپنے اقرار سے محصن ہو جائے گا اور عورت بسبب اپنے انکار کے محصنہ نہ ہو گی اور اسی طرح اگر اس سے دخول کیا اور طلاق دے دی اور کہا کہ یہ حرہ مسلمہ تھی اور عورت نے کہا کہ میں اس وقت نصرانیہ تھی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے دبر میں وطی کر لی تو اس سے وہ محصن نہ ہو گا یہ مضمرات میں ہے۔ امام المسلمین کے واسطے مستحب ہے کہ جماعت مسلمانوں کو حکم دے کہ اقامت رجم کے واسطے حاضر ہوں یہ دشمنی میں ہے اور لوگوں کو

ا یعنی اصل گواہوں نے اپنی گواہی پر اور دن کو گواہ کر دیا جیسا کہ کتاب الشہادت میں مفصل ہم نے بیان کیا ہے ۱۲۔ ۲ ظاہر اللفظ قطعاً موافق مذہب امام ابو یوسفؒ کے ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

(1) یعنی محصن اور ان کا باطل ہو گا ۱۲۔

چاہیے کہ رجم کے وقت مثل نماز کے صفت بستہ ہو جائیں ہر گاہ جونسی قوم رجم کرے تو وہ پیچھے چلی جائے اور ان کے واسطے دوسرے آگے بڑھیں اور رجم کریں یہ بحر الرائق و سراج وہاج میں ہے اور مضائقہ نہیں ہے کہ زناکار کو جو شخص پتھر مارے وہ عمداً اس کے قتل کا قصد کرے لیکن اگر مرحوم اس کا ذی رحم محرم ہو تو اس کے حق میں عمداً قتل کرنے کی نیت سے مارنا مستحب نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جب رجم کرنا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو تو واجب ہے کہ پہلے گواہ رجم کریں پھر امام پھر اور لوگ حتیٰ کہ اگر گواہوں نے ابتدا کرنے سے انکار کیا تو مشہود علیہ کے ذمہ سے حد ساقط[1] ہو جائے گی مگر گواہوں پر حد واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کا رجم شروع کرنے سے انکار کرنا صریح رجوع از شہادت نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اسی طرح اگر گواہوں میں سے ایک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر گواہ لوگ سب مر گئے یا ایک تو حد ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح اگر سب یا ایک غائب ہو گیا تو بھی ظاہر الروایہ کے موافق یہی حکم ہے اسی طرح اگر گواہوں میں یا ایک میں ایسی بات ہو گئی جس سے وہ اہلیت شہادت سے خارج ہو گیا مثلاً کوئی مرتد ہو گیا یا اندھا گونگا یا فاسق ہو گیا یا کسی کا قذف کیا اور حد ماری گئی تو بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ یہ امر گواہوں میں یا ایک میں قبل قضاء کے پیدا ہوا یا بعد قضاء کے قبل حد قائم کرنے کے پیدا ہوا بہر حال یہی حکم ہے کہ حد ساقط ہو جائے گی اور اگر ان گواہوں میں سے بعض کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں یا ایسا مریض ہو کہ پتھر نہ مار سکتا ہو اور سب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی پتھر مارے گا اور گر بعد ادائے گواہی کے اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے تو اقامت حد ممتنع ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ گواہوں کی موت و غیبت سے حد ساقط و باطل نہ ہوگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ حاوی قدسی میں ہے۔ اگر مشہود علیہ محصن نہ ہو تو حاکم شہید نے کافی میں فرمایا کہ موت و غیبت کی صورت میں اس پر حد قائم کی جائے گی اور ماسوائے ان دونوں صورتوں کے باطل ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔

رجم میں مرد و عورت یکساں ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ سوائے رجم کے باقی حدود میں گواہوں اور امام المسلمین کی پر ابتدا کرنی واجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور قاضی نے اگر لوگوں کو رجم کا حکم دیا تو ان کو رجم کرنے کی گنجائش ہے اگرچہ انہوں نے ادائے شہادت کو معائنہ نہ کیا ہو اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ قاضی فقیہ عادل ہو اور اگر فقیہ غیر عادل ہو یا عادل غیر فقیہ ہو تو لوگوں کو رجم کرنا روا نہیں ہے جب تک ادائے شہادت کو خود معائنہ نہ کریں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اس شخص نے خود اقرار کیا ہو تو امام المسلمین ابتدا کرے پھر عام مسلمان رجم کریں اور مرجوم کو غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اگر غیر محصن ہو تو اس کی حد سو کوڑے ہیں بشرطیکہ آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو پچاس کوڑے ہیں کہ بحکم امام ایسے درے سے اس کو مارے گا جس پر گھنڈی نہ ہو اور چوٹ ایسی لگائی جائے کہ درمیانی درجہ کی ہو نہ ایسی کہ زخم سخت پہنچائے اور نہ ایسی کہ الم نہ ہو اور

---

[1] یعنی کیونکہ گواہوں کے انکار رجم سے شبہہ پایا گیا اور شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے ۱۲۔ [2] یعنی باوجود سالم العقل ہونے کے بصارت بھی رکھتا ہو یعنی اندھا نہ ہو ۱۲۔

(۱) یعنی مجنون و معتوہ وغیرہ نہ ہو ۱۲۔

جو حد شارع نے مقرر فرمائی ہے اس سے زیادتی نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔ چاہیے کہ حدود قائم کرے جو عقل[1] رکھتا ہو اور دیکھتا ہو[2] یہ ایضاح میں ہے۔ اس میں مرد و عورت یکساں ہیں پس اگر دونوں محصن ہوں تو دونوں رجم کیے جائیں گے یا دونوں محصن نہ ہوں تو ہر ایک پر سو درے مارے جائیں گے اور اگر ایک محصن اور دوسرا غیر محصن ہو تو محصن پر رجم اور دوسرے پر درے لازم ہوں گے اور اسی طرح اگر قاضی کے نزدیک گواہوں یا اقرار سے زنا ظاہر ہو جائے تو یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

رجم کے واسطے گڑھا کھودا جائے گا:

حدو تعزیر کی سزا میں مرد ننگا کر دیا جائے گا فقط ایک ازار اس پر رہے گی اور اسی حالت میں اس کو سزا دے جائے گی شراب خواری کی سزا میں بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور حد قذف کی سزا میں ننگا نہ کیا جائے گا لیکن حشو و[1] فردہ اتار لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور عورت کسی صورت میں ننگی نہ کی جائے گی مگر حشو و فردہ اس پر سے بھی اتار لیا جائے گا کذا فی الاختیار شرح المختار اور اگر عورت کے بدن پر سوائے حشو و فردہ کے اور کچھ نہ ہو تو یہ نہ اتارے جائے گے یہ عتابیہ میں ہے۔ عورت کو بٹھلا کر حد ماری جائے گی اور گر رجم کی صورت میں اس کے واسطے گڑھا کھودا گیا تو بھی روا ہی اور اگر نہ کھودا گیا تو کچھ مضر نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے لیکن گڑھا کھود دینا احسن ہے اور سینہ تک گڑھا گہرا کھودا جائے گا اور مرد کے واسطے گڑھا نہ کھودا جائے اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ مرد کو تمام حدود میں کھڑے ہونے کی حالت میں سزا دی جائے گی الا آنکہ وہ لوگوں کو عاجز کرے تو باندھ دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور ممدود کی یہ صورت بیان کی گئی ہے کہ زمین پر ڈال دیا جائے اور کھینچا جائے جیسا ہمارے زمانہ میں کیا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ مد کی یہ صورت ہے کہ مارنے والا کوڑے کو کھینچے اور اپنے سر پر بلند کرے اور بعض نے کہا کہ مد یہ ہے کہ بعد مارنے کے کھینچے اور یہ سب اس واسطے نہ کیا جائے کہ یہ مستحق[3] سے زیادہ ہے یہ ہدایہ میں ہے اور کوڑے سوائے چہرہ اور فرج و آلہ تناسل اور سر کے اور تمام بدن پر متفرق مارے جائے گے یہ عتابیہ میں ہے اور محصن کے حق میں کوڑے مارنا و سنگسار کرنا دونوں نہ کیا جائے گا اور نہ باکرہ کے حق میں یہ کیا جائے کہ کوڑے مارے جائیں اور اس کے ساتھ وہ ایک سال کے واسطے غریب یعنی شہر بدر بھی کی جائے ہاں اگر امام المسلمین کی رائے میں تغریب یعنی شہر بدر کرنے میں مصلحت معلوم ہو تو اپنی رائے سے جس قدر مدت کے واسطے چاہے از راہ سیاست و تعزیر شہر بدر کر دے نہ از راہ حد اور یہ کچھ زنا کی صورت سے مختص نہیں ہے بلکہ ہر جرم میں جائز ہے اور یہ امام المسلمین کی رائے پر ہے یہ کافی میں ہے اور نہایہ میں تغریب کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ قید کی جائے اور یہ تفسیر احسن ہے کہ دوسرے اقلیم میں نکال دینے کی بہ نسبت قید کرنے میں زیادہ فتنہ دور ہوتا ہے یہ بحر الرائق و تبیین ہے اور اگر مریض پر حد واجب ہوئی پس اگر رجم کی حد واجب ہوئی تو فی الحال قائم کر دی جائے گی[1] اور اگر درے واجب ہوئے ہوں تو فی الحال نہ مارے جائے گے یہاں تک کہ وہ اچھا چنگا ہو جائے لیکن اگر ایسا مریض ہو کہ اس کی زندگی سے مایوسی ہو گئی ہو تو حد قائم کر دی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

---

[1] یعنی باوجود سالم العقل ہونے کی بصارت بھی رکھتا ہو یعنی اندھا نہ ہو ۱۲۔ [2] یعنی سینہ تک گڑھا کھود کر اس میں اتاری گئی تا کہ کشف عورت نہ ہو ۱۲۔ [3] یعنی جس قدر سزا کا سزاوار تھا اس سے اس پر زیادتی ہے ۱۲۔

(۱) پوستین یا روئی دار بھراؤ کا کپڑا ۱۲۔ (۲) کیونکہ تاخیر سے کوئی فائدہ متصور نہیں ہے بلکہ جب وہ سنگسار کیا جائے گا تو انتظار صحت سے اس حال میں بہتر ہے بخلاف اس صورت کے کہ اس پر درہم واجب ہوئے تو تاخیر میں مصلحت ہے مبادا اس ضرب کا تحمل نہ ہو اور وہ فنا ہو جائے ۱۲۔

گواہوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پس اس نے کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اس کا قول قبول نہ ہوگا بلکہ عورتوں کو دکھلائی جائے گی:

اگر ایسا مرض ہو کہ اس کے زوال کی امید نہ ہو جیسے سل وغیرہ یا یہ شخص ناقص ضعیف الخلقت ہو تو اس کو ایک عثکال مارا جائے جس میں سو تسمہ ہوں یعنی سو تسمہ کا ایک مٹھا بندھا ہوا ایک بار مار دیا جائے اور ضرور ہے کہ ہر تسمہ اس کے بدن پر پہنچ جائے اور اس واسطے کہا گیا ہے کہ ایسی صورت میں تسموں کا کشادہ ہونا چاہیے یہ فتح القدیر میں ہے اور جو عورت نفاس[1] میں ہو وہ حد قائم کرنے میں بمنزلہ مریضہ کے ہے اور جو عورت حیض میں ہو وہ بمنزلہ صحیحہ کے ہے کہ فوراً اس پر حد قائم کی جاسکتی ہے اور حیض سے خارج ہونے کا انتظار نہ کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور حاملہ نے اگر زنا کیا تو حالت حمل میں اس کو حد نہ ماری جائے گی خواہ اس کی حد کوڑے ہوں یا رجم ہو لیکن اگر اس کا زنا بذریعہ گواہوں کے ثابت ہو گیا تو وہ قید کی جائے گی یہاں تک کہ وہ بچہ جنے پھر جب بچہ پیدا ہو گیا تو دیکھا جائے کہ اگر محصنہ تھی تو وضع حمل کے بعد اس کو رجم کیا جائے گا یہ ظاہر الروایہ ہے اور اگر غیر محصنہ تھی تو چھوڑ رکھی جائے گی یہاں تک کہ وہ نفاس سے خارج ہو پھر اس پر حد قائم کی جائے گی یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر اس کے اقرار سے حد ثابت ہوئی ہو تو قید نہ کی جائے گی لیکن اس سے کہا جائے گا کہ جب وضع حمل کرے تو حاضر ہو پس اگر بعد وضع حمل کے وہ آئی تو وہ رجم کر دی جائے گی بشرطیکہ ایسا کوئی ہو کہ اس کے بچہ کی پرورش دودھ پلائی کرے اور اگر ایسا کوئی نہ ہو تو انتظار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ بچہ کا دودھ چھڑا دے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگرچہ اس نے تاخیر میں طول دیا اور کہے جاتی ہو کہ ابھی نہیں جنی ہوں۔ گواہوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پس اس نے کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اس کا قول قبول نہ ہوگا بلکہ عورتوں کو دکھلائی جائے گی پس اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو اس کو دو سال کی مہلت دے گا پس اگر وہ نہ جنی تو اس کو رجم کر دے گا یہ فتح القدیر میں ہے اگر گواہوں کے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پس اس نے دعویٰ کیا کہ میں عذرا[ا] یا رتقاء ہوں تو عورتوں کو دکھلائی جائے گی اگر انہوں نے کہا کہ یہ ایسی ہی ہے تو اس کے ذمہ سے حد دور کی جائے گی اور گواہوں پر بھی حد واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر مرد کی صورت میں اس نے مجبوب ہونے کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور عذراء[۲] و رتقا وغیرہ جب چیزوں کے ثبوت میں عورتوں کے قول پر عمل ہوتا ہے ان کے ثبوت میں ایک عورت کا قول قبول ہوگا کذا فی الولوالجیہ اور اگر دو عورتیں ہوں تو احوط ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور مولیٰ اپنے غلام پر خود حد نہیں قائم کر سکتا ہے الا باجازت امام المسلمین یہ ہدایہ میں ہے۔

سخت گرمی یا سخت جاڑے میں حد نہیں قائم کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اس طرح شدت گرمی یا شدت جاڑے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔ ایک مرد سے فعل فاحشہ سرزد ہوا پھر اس نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہ قاضی کو اپنے اس فعل منکر سے خبردار نہ کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

[ا] یعنی دعویٰ کیا کہ پردہ بکارت موجود ہے ۱۲۔ [۲] عذراء وہ عورت جس کی بکاوت زائل ہوگئی اور رتقا وہ عورت جس کا پردہ بکاوت موجود ہو اور رتق ایک پردہ عارضہ بھی بعض عورتوں کی فرج کے منہ پر پیدا ہوتا ہے جو مانع جماع ہوتا ہے ۱۲۔

(۱) یعنی زچہ ۱۲۔

باب : ②

جو وطی موجب حد ہے اور جو نہیں ہے اس کے بیان میں

جو وطی موجب حد ہوتی ہے وہ زنا ہے کذا فی الکافی پس اگر محض حرام ہو تو حد واجب ہو گی اور اگر اس میں کوئی شبہ بیٹھ گیا تو حد واجب نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شبہ یہ ہے کہ مشابہ ثابت کے ہو حالانکہ ثابت نہیں ہے اور وہ چند انواع ہیں ایک شبہ در فعل اور اس کو شبہ اشتباہ کہتے ہیں اور اس کی یہ صورت ہے کہ غیر دلیل الحل کو دلیل گمان کرے اور اس کا تحقق ایسے شخص کے حق میں ہو گا کہ جس پر یہ مشتبہ ہو جائے نہ ایسے شخص کے حق میں جس پر مشتبہ نہ ہو اور گمان ہونا ضرور ہے تاکہ اشتباہ تحقق ہو پس اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میرا گمان تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو حد نہ ماری جائے گی اور اگر یہ دعویٰ نہ کیا تو حد ماری جائے گی دوم شبہ در محل اور اس کو شبہ حکمیہ کہتے ہیں اور اس کی یہ صورت ہے کہ محل میں کوئی دلیل حلیت کی قائم ہے مگر اس کا عمل بسبب کسی مانع کے ممتنع ہو گیا پس یہ سب کے حق میں شبہ اعتبار کیا جائے گا اور مجرم کے گمان پر اور اس کے دعویٰ حل پر اس کا ثبوت موقوف نہ ہو گا پس حد دونوں طرح میں ساقط ہو گی مگر بچہ کا نسب دوسری طرح میں ثابت ہو گا اور اگر دعویٰ کرے اور اوّل صورت میں ثابت نہ ہو گا اگرچہ دعویٰ کرے اور نوع اوّل میں مہر مثل واجب ہو گا اور سوم شبہ در عقد کہ جب عقد پایا گیا خواہ حلال ہو یا حرام ہو خواہ ایسا حرام ہو کہ اس کی تحریم پر اتفاق ہے یا اس میں اختلاف ہے خواہ وطی کنندہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بہرحال امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اس نے ایسا نکاح کیا جس کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے تو یہ کچھ شبہ نہیں ہے پس اگر وہ تحریم کو جانتا تھا تو اس کو حد ماری جائے گی ورنہ حد نہیں مارے جائے گی یہ کافی میں ہے اور امام اسبیجابی نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ہر گاہ اس نے شبہ کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم کیے تو حد ساقط ہو گی پس مجرد دعویٰ بھی حد ساقط ہو گی مگر دعویٰ اکراہ مسقط حد نہیں ہے جب تک کہ اکراہ[1] واقع ہونے پر گواہ قائم نہ کرے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر تین طلاق دی ہوئی عورت سے عدت میں وطی کی تو یہ شبہ در فعل ہے اور اگر تین طلاق دے دی پھر رجعت کی عدت گزر جانے کے بعد اس سے وطی کی تو بالاجماع اس کو حد مارے جائے گی اور مولیٰ نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا یا مرد نے اپنی بیوی کو خلع دیا یا بیوی کو مال پر طلاق دی تو اس سے عدت میں وطی کرنا بمنزلہ تین طلاق دی ہوئی سے عدت میں وطی کرنے کے ہے کیونکہ حرمت بالاجماع ثابت ہو گئی ہے اور اگر اپنے باپ یا ماں کی باندی سے وطی کی کذا فی الکافی یا اپنی جدیا جدہ کتنے ہی اونچے درجے کی ہو اس کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی زوجہ کی باندی سے یا اپنے مولیٰ کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرتہن نے مرہونہ باندی سے وطی کی تو بھی بروایت کتاب الحدود یہی حکم ہے کذا فی الکافی اور یہی مختار ہے یہ تبیین میں ہے اور جو[(1)] مستعیر ر[2] میں ہے اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بھی اس بات میں بمنزلہ مرتہن کے ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں[(2)] میں سے ایک نے گمان کا دعویٰ کیا اور دوسرے

---

[1] اعتراض ہوا کہ اکراہ سے مباشرت نہ ہوئی بلکہ اختیاری ہوئی جواب یہ کہ خوف جان سے حد ساقط ہوئی ۱۲۔ [2] اصل نسخہ میں قید رہن موجود ہے یعنی رہن کو مستعار لیا ہو اور مقام تامل ہے ۱۲۔

(۱) یعنی مال مرہونہ کو مستعار لیا ۱۲۔ (۲) یعنی زانی و زانیہ ۱۲۔

نے دعویٰ نہ کیا تو دونوں کو حد نہ ماری جائے گی جب تک کہ دونوں اس کا اقرار نہ کریں کہ ہم حرمت سے واقف تھے یہ کافی میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک غائب ہو پس حاضر نے کہا کہ میں نے جانا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حاضر کو حد ماری جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے بھائی یا چچا کی لونڈی سے زنا کیا اور کہا کہ میرا گمان تھا کہ وہ مجھ پر حلال ہے تو اس کو حد ماری جائے گی اور یہی حکم باقی محارم میں ہے سوائے قرابت اولاد کے یہ کافی میں ہے اس طرح اگر اپنی بیوی کے کسی محرم کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر مستعار باندی سے وطی کی تو اس پر حد لازم آئے گی اگرچہ دعویٰ کرے کہ میرا گمان تھا کہ یہ مجھ پر حلال ہے کذا فی محیط السرخسی۔

اس طرح اگر مستاجرہ باندی سے جو خدمت کے لیے نوکر رکھی ہے یا ودیعت کی باندی سے وطی کی تو بھی حد لازم آئے گی یہ سراج وہاج میں ہے شبہ ذر محل کی یہ صورتیں ہیں کہ اپنے ولد کی باندی یا ولد الولد کی باندی سے وطی کی کذا فی الکافی خواہ اس کا ولد زندہ ہو یا مر گیا ہو یہ عتابیہ میں ہے اور پھر اگر وہ حاملہ ہوگئی اور بچہ پیدا ہوا تو باپ سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور عقر واجب نہ ہوگا اور اگر حاملہ نہ ہوئی تو باپ پر عقر واجب ہوگا اور باپ کی ملک اس باندی میں ثابت نہ ہوگی اور دادا مثل باپ کے ہے لیکن باپ کے ہوتے دادا کا نسب ثابت نہ ہوگا یا ایسی بیوی سے عدت میں وطی کی جس پر بکنایہ طلاق واقع ہوئی ہے یا بائع نے قبل سپرد کرنے کے مبیعہ باندی سے وطی کی یہ کافی میں ہے یا اپنے مکاتب کی باندی سے وطی کی یا ایسے غلام ماذون کی باندی سے وطی کی جس پر اس قدر قرضہ ہے کہ اس کے رقبہ و مال کو محیط ہے یا شوہر نے ایسی باندی سے قبل زوجہ کے سپرد کرنے کے وطی کر لی جس کو مہر میں دیا ہے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے باندی کو آزاد کر دیا پس اگر شریک کو تاوان دے دیا پھر اس سے وطی کی تو حد نہ ماری جائے گی اور اگر شریک نے اس سے وطی کی تو حد ماری جائے گی اور اگر وہ باندی سعایت کرتی ہو پس اگر آزاد کنندہ نے اس سے وطی کی تو اس کو حد ماری جائے گی اور اگر دوسرے شریک نے اس سے وطی کی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر بیوی مرتد ہوگئی اور شوہر پر حرام ہوگئی یا بدیں وجہ حرام ہوگئی کہ شوہر نے اس کی ماں یا بیٹی (جو دوسرے شوہر سے ہے) سے وطی کر لی:

اس طرح اگر پوری باندی ایک شخص کی ہو اور اس میں سے نصف آزاد کر دیا پھر اس سے وطی کی تو بالاتفاق اس پر حد لازم نہ ہوگی کذا فی المحیط اور اپنی باندی کو جس سے وطی کر رہا تھا اسی حالت میں آزاد کر دیا پھر اس سے جدا ہو گیا پھر اسی مجلس میں اس سے وطی کر لی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر بیوی مرتد ہوگئی نعوذ باللہ منہا اور شوہر پر حرام ہوگئی یا بدیں وجہ حرام ہوگئی کہ شوہر نے اس کی ماں یا بیٹی[1] سے وطی کر لی بدیں وجہ کہ عورت نے شوہر کے پسر کی سطاوعت کی پھر شوہر نے اس سے جماع کیا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ مجھ پر حرام ہوگئی ہے تو پھر اس پر حد واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر پانچ عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا یا چار کے نکاح میں پانچویں کا نکاح کیا یا اپنی بیوی کی بہن یا ماں سے نکاح کیا پس اس سے جماع کیا اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ مجھ پر حرام ہے یا عورت سے بطور متعہ تزوج کیا تو ان صورتوں میں وطی کنندہ پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ اس نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر غنائم جہاد دار الحرب دار الاسلام میں آ گئے پھر قبل تقسیم کے کسی غازی نے لوٹ کی

(۱) جو دوسرے شوہر سے ہے ۱۲۔

باندیوں میں سے کسی سے وطی کی تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب میں بھی اس نے ایسا کرلیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے شبہ در عقد کی صورت میں ہے کہ اپنی کسی محرمہ سے نکاح کر کے وطی کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر حد واجب نہ ہوگی لیکن اگر وہ جانتا ہو کہ یہ حرام ہے تو اس کو کوئی سزا اور دردناک دی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ حرمت کو جانتا ہو تو اس کو حد ماری جائے گی اور اگر نہ جانتا ہو تو اس پر حد نہ ہوگی کذا فی الکافی اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ صحیح قول امام اعظم کا ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

اگر غیر کی منکوحہ سے یا اس کی معتدہ سے یا اپنی مطلقہ ثلث سے نکاح کرلیا تو بعد تزوج کے وہ مثل محرمہ کے ہے۔ اگر نکاح مختلف فیہ ہو مثلاً بلا گواہوں کے کسی عورت سے نکاح کیا یا بلا ولی کے عورت سے نکاح کیا تو بالاتفاق اس پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ اس میں شبہ کل کے نزدیک متمکن ہے۔ اس طرح اگر آزاد بیوی پر ایک باندی نکاح کر کے وطی کی یا مجوسیہ سے نکاح کیا یا باندی سے بدون اجازت اس کے مولیٰ کے نکاح کیا یا غلام نے کسی باندی سے بدون اجازت اپنے مولیٰ کے نکاح کیا تو بالاتفاق اس وطی کنندہ پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر وطی بملک نکاح یا بملک یمین ہوا اور حرمت کسی امر کے عارض ہونے سے ہوگئی تو اس سے وطی کرنا موجب حد نہیں ہے جیسے بیوی حائضہ یا نفساء یا صائمہ ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو یا شبیہ[1] اس سے کسی نے وطی کی ہو یا بیوی سے ظہار کیا ہو یا ایلاء کیا ہو۔ اس طرح اگر اس کی مملوکہ باندی اس پر بسبب رضاعت[ا] یا صہریت کے حرام ہو یا یہ وجہ ہو کہ اس باندی کی ایسی ذی رحم محرم اس کے نکاح میں ہو کہ جس سے یہ باندی اس پر حرام ہو یا یہ باندی مجوسیہ یا مرتدہ ہو تو اس کے وطی کرنے سے مولیٰ پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ حرمت سے آگاہ ہونے کا اقرار کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت کو اجارہ پر لیا تا کہ اس سے زنا کرے یا اس سے وطی کرے یا کہا کہ تو یہ دراہم لے تا کہ میں تجھ سے وطی کروں یا کہا کہ تو مجھے اپنے اوپر اس قدر درہموں کے عوض قابو دے پس عورت نے منظور کیا اور ایسا واقع ہوا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور نظم میں اس بیان پر اس قدر زیادہ فرمایا کہ اس عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا اور دونوں کو سزا دی جائے گی اور قید کیے جائے یہاں تک کہ دونوں توبہ کریں اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونوں کو حد ماری جائے گی جیسے کہ اگر مرد نے عورت کو بلاشرط مال دیا اور ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ تو یہ دراہم لے تا کہ میں تجھ سے تمتع حاصل کروں تو یہ حکم نہیں ہے اس واسطے کہ متعہ ابتدائے اسلام میں بسبب اباحت تھا پس شبہہ باقی رہا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے اس قدر مہر دیا تا کہ تجھ سے زنا کروں تو حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور زید کی باندی نے اگر کوئی جنایت[ب] عمداً کی پھر ولی جنایت نے اس عورت سے زنا کیا تو ولی جنایت پر بالاتفاق حد زنا واجب نہ ہوگی۔ اگر براہ خطا ہوا اور ولی جنایت نے اس باندی سے زنا کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ولی جنایت پر حد واجب ہوگی خواہ مولیٰ اس باندی کا دینا اختیار کرے یا اس کا فدیہ دینا اختیار کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مولیٰ نے ولی جنایت کو یہ باندی اس جرم میں دینی اختیار کی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو اس پر حد[2] واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد نے ایک اجنبیہ کا شہوت سے بوسہ لیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا پھر اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر کے دخول کیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ اس نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ مجھ پر حرام ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اور

ا رضاعت یعنی دودھ پلانے کے سبب سے یا صہریت یعنی بسبب دامادی کے ہو۱۲۔ ب مثلاً عمرو کے ولی کو قتل کیا پس ولی جنایت عمرو ہے۱۲۔

(۱) پس عدت میں ہو ۱۲۔ (۲) حد زنا ۱۲۔

ایسی وطی سے اس کا احصان باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کا قذف کرنے والا حد قذف مارا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کی ماں یا بیٹی کا بوسہ لیا یا بیوی نے شوہر کے پسر یا باپ کا بوسہ لیا حتیٰ کہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی پھر شوہر نے اس سے وطی کر لی تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگرچہ شوہر کہے کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایسے شخص کی بابت مسئلہ جسے وقتاً فوقتاً جنون لاحق ہوتا رہتا ہے:

اصل میں مذکور ہے کہ گونگا حد زنا یا کسی حد کے واسطے حدود میں سے ماخوذ نہ ہوگا اگرچہ وہ باشارت یا بہ کتابت[1] اقرار کرے یا اس پر گواہ گواہی دیں اور جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور کبھی اس کو افاقہ ہوتا ہو پس اگر اس نے حالت افاقہ میں زنا کیا تو حد زنا کے واسطے ماخوذ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اپنے جنون کی حالت میں زنا کیا ہے تو اس پر حد جاری نہ ہوگی جیسے بالغ نے اگر کہا کہ میں نے حالت نابالغی میں زنا کیا ہے تو ماخوذ نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور جس نے دارالحرب یا دارالبغی[ل] میں زنا کیا پھر وہ ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کوئی سریہ دارالحرب[ع] میں داخل ہوا اور ان میں سے کسی مرد نے وہاں زنا کیا تو اس پر حد جاری نہ ہوگی اور اس طرح میر الشکر حدود و قصاص کو قائم نہ کریں گا یہ کافی میں ہے۔ اگر خلیفہ نے بذات خود جہاد کیا یا امیر شہر[۲] نے خود جہاد کیا جو اپنی ولایت کے لوگوں پر حدود قائم کرتا تھا تو وہ دارالحرب میں بھی حدود و قصاص قائم کرے گا اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے لشکر میں ہو کر زنا کیا اور اگر وہ اہل حرب سے جا ملا اور زنا کیا تو اس پر حد قائم نہ کی جائے گی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امیر اپنے لشکر میں حد اسی صورت میں قائم کرے گا کہ جس پر حد قائم کرنا چاہتا ہے اس کی طرف سے مرتد ہو جانے اور اہل حرب سے مل جانے سے بخوف ہو اور اگر مرتد ہو جانے اور اہل حرب سے مل جانے کا خوف ہو تو حد قائم نہ کرے گا یہاں تک کہ دارالحرب سے جدا ہو کر دارالاسلام میں آئے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ذمی نے ایسی عورت حربیہ سے جو امان لے کر دارالاسلام میں آئی ہے زنا کیا تو بالاجماع ذمی پر حد واجب ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ اس طرح اگر ایسی عورت سے مسلمان نے زنا کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو عورت یا مرد اہل حرب میں سے امان لے کر یہاں داخل ہو ہے اس پر امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حد نہیں ہے سوائے حد قذف[۳] کے اور اگر مسلمان عورت یا ذمیہ عورت نے حربی مستامن کو اپنے اوپر قابو دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مسلمہ اور ذمیہ کو حد ماری جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں[ع] میں سے کسی پر حد نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں پر حد جاری کی جائے گی یہ عتابیہ میں ہے۔ ذمی نے اگر زنا کیا پھر مسلمان ہوا پس اگر یہ امر اس پر اس کے اقرار سے یا مسلمان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا تو اس کے سر سے حدود نہ کی جائے گی اور اگر ذمی گواہوں کی گواہی سے اس پر ثابت ہوا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس پر حد قائم نہ کی جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر مرد تندرست نے مجنونہ عورت یا ایسی صغیرہ سے جو جماع کے قابل ہے زنا کیا تو بالاجماع خاصۃ مرد پر حد قائم کی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر سوتی ہوئی عورت سے زنا کیا تو مرد پر حد واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر نابالغ یا مجنون نے عورت بالغہ عاقلہ سے زنا کیا اور عورت مذکورہ نے بخوشی قابو دیا تو بلا خلاف طفل و مجنون پر حد واجب نہ ہوگی اور رہی عورت سو ہمارے علماء کے قول پر اس کو حد کی سزا نہ دی جائے گی اور اگر صغیرہ نابالغہ سے زنا کیا تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور زانی پر

ل دارالبغی وہ مقام جس کو باغیوں نے امام برحق سے بغاوت کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا ۱۲۔ ع سریہ وہ لشکر اسلام جس میں امام المسلمین موجود نہ ہو ۱۲۔

ع حربی مستامن اور ذمیہ یا مسلمہ دونوں میں سے نہ زانی پر اور نہ زانیہ پر کسی پر ہوگی ۱۲۔

(۱) لکھ کر ۱۲۔ (۲) صوبہ دار ۱۲۔ (۳) کسی کو تہمت زنا لگائی ۱۲۔

اس کا مہر واجب ہوگا اور اگر طفل نے اس امر کا اقرار کیا تو اس کے اقرار سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اگر طفل نے بالغہ عورت سے زنا کیا اور اس کا پردہ بکارت زائل کر دیا اور یہ عورت باکراہ و مجبوری اس فعل میں مبتلا ہوئی ہے تو طفل مذکور اس کے مہر کا ضامن ہوگا بخلاف اس کے اگر عورت مذکورہ خوشی سے اس بات پر راضی ہوئی ہو تو ایسا نہیں ہے اور اگر نابالغہ لڑکی نے طفل کو اپنی طرف بلایا جس نے زنا کیا اور اس کا پردہ جاتا رہا تو طفل مذکور پر مہر واجب ہوگا اور باندی نے اگر طفل سے زنا کرایا تو وہ اس کے مہر کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر سوتے ہوئے مرد سے عورت نے خود وطی کی اور اپنے نفس پر قابو دے دیا تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جس مرد کو سلطان نے مجبور کیا حتیٰ کہ اس نے زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ پہلے فرماتے تھے کہ حد ہے پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ اس پر حد نہیں اور اگر سوائے سلطان کے دوسرے نے اکراہ کیا تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر حد نہیں ہے کذافی فتح القدیر اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر عورت پر اکراہ کیا گیا یہاں تک کہ اس نے اپنے اوپر قابو دیا تو بالا جماع اس کو حد کی سزا نہ ہوگی اور اکراہ کردہ شدہ کے یہ معنی ہیں کہ ایلاج کے وقت تک یعنی داخل کیے جانے کے وقت تک مجبور کی گئی ہو اور اگر اکراہ کی گئی ہو یہاں تک کہ وہ لیٹی پھر قبل ایلاج کے اس نے خود قابو دے دیا تو مطاوعہ[ا] ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔ اگر مرد[۲] مکرہ ہو پس اس نے عورت سے جو مطاوعہ ہے زنا کیا تو مطاوعہ عورت ہی پر حد جاری کی جائے گی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ پھر اصل یہ ہے کہ ہر دو زانی میں سے جب ایک سے حد بسبب شبہہ کے ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی بسبب شرکت کے ساقط ہوگی۔ چنانچہ اگر ایک نے نکاح کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے نکاح[(1)] سے انکار کیا تو دونوں سے حد ساقط ہوگی اور جب بسبب قصور فعل کے ساقط ہوئی پس اگر قصور از جانب عورت ہو تو اسی سے حد ساقط ہوگی اور مرد سے ساقط نہ ہوگی اور جیسے ایسی صغیرہ سے جو قابل جماع ہے یا مجنونہ یا مکرہیہ یا نائمہ[(2)] سے زنا کیا تو عورت سے ساقط اور مرد محدود ہوگا اور اگر قصور از جانب مرد ہو تو حد دونوں سے ساقط ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر مرد نے اپنے پسر کی ام ولد سے وطی کی اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو اس پر حد نہ ہوگی اور اگر مرد نے اپنے باپ کی بیوی سے بعد اپنے باپ کی موت کے نکاح کر لیا پس اس سے اولاد ہوئی تو فقیہ ابوبکر بلخیؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے چار مرتبہ مجالس مختلفہ میں وطی کا اقرار کیا تو دونوں پر حد جاری کی جائے گی اور اولاد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اگر کسی مرد نے آزادہ عورت سے زنا کیا پھر خطا سے اس کو قتل کیا حتیٰ کہ دیت واجب ہوئی......؟

ایک مرد نے مردہ عورت سے زنا کیا تو اس میں اختلاف ہے اہل مدینہ نے فرمایا کہ اس پر حد جاری کی جائے گی اور اہل بصرہ نے فرمایا کہ حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر دی جائے گی اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور ایک مرد نے مملوکہ لڑکی سے جماع کیا اور بسبب جماع کے وہ مر گئی تو اصل میں مذکور ہے کہ مرد مذکورہ پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور اس میں کچھ اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور امام ابو یوسفؒ نے امالی میں امام اعظمؒ سے ذکر فرمایا کہ اس پر قیمت واجب ہے اور حد بھی لازم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر قیمت واجب ہے اور حد لازم نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر آزادہ عورت سے

ا خوشی قابو دینے والی ۱۲۔ ۲ مکرہ جس مرد پر اکراہ کیا گیا مکرہہ جس عورت پر اکراہ کیا گیا اور اس کے مقابل مطاوع و مطاوعہ ۱۲۔

(1) محض زنا کا اقرار ہے ۱۲۔ (2) سوتی ہوئی ۱۲۔

زنا کیا اور جماع سے اس کو مار ڈالا تو بالا جماع دیت کے ساتھ حد بھی واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر کسی مرد نے آزادہ عورت سے زنا کیا پھر خطا سے اس کو قتل کیا حتیٰ کہ دیت واجب ہوئی تو حد بھی واجب ہوگی اس واسطے کہ یہ دونوں دو سبب مختلف سے واجب ہوئی ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اجنبیہ عورت سے فرج کے سوائے وطی کی تو حد جاری نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ زنا نہیں ہے مگر اس کو تعزیر دی جائے گی اور اگر کسی عورت سے اس کے دبر میں وطی کی یا طفل سے لواطت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک حد نہ ہوگی اور مگر اس کو تعزیر دی جائے گی اور قید میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر زنا کی حد جاری کی جائے گی کہ اگر محصن ہے تو رجم کیا جائے گا اور اگر محصن جن میں ہے تو درے مارے جائے گے اور اگر ایسا امر اپنے غلام یا باندی یا بیوی کے ساتھ کیا خواہ بیوی سے نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو تو بالا جماع اس پر حد واجب نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔

اگر لواطت[1] کسی کی عادت ہو گئی تو امام المسلمین اس کو قتل کر دے گا خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو یہ فتح القدیر میں ہے بہیمہ[2] سے وطی کرنے والے پر ہمارے نزدیک حد واجب نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر شب زفاف میں اس کے پاس اس کی بیوی کے سوائے دوسری بھیج دی گئی اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے پس اس سے وطی کر لی تو اس پر حد نہ ہوگی مگر اس پر مہر واجب ہو گا اس واسطے کہ آدمی اپنی بیوی وغیر بیوی میں اوّل باری میں تمیز نہیں کر سکتا ہے۔ الا اخبار اور خبر واحد امور دین و معاملات میں کافی ہے اسی واسطے اگر کوئی باندی آئی اور کہا مجھے میرے مولیٰ نے تیرے پاس ہدیہ بھیجا ہے تو اس کے قول پر اعتماد کر کے اس سے وطی کر لینی حلال ہے۔ پھر جو عورت شب زفاف[3] میں بھیجی گئی تھی اگر اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی مگر اس عورت پر تہمت لگانے والے کو حد قذف کی سزا نہ دی جائے گی یہ غایۃ البیان میں ہے اور ایک مرد نے اندھیری رات میں اپنے بچھونے پر ایک عورت کو پایا اور حال یہ ہے کہ اس کی ایک بیوی پرانی ہے پس جس کو بستر پر پایا ہے اس سے وطی کر لی اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ میری بیوی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اس پر حد واجب ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنی کوٹھری میں کسی عورت کو پایا اور اس سے وطی کر لی اور کہا کہ میں نے اس کو اپنی بیوی گمان کیا تھا تو اس مرد پر حد واجب ہوگی اور اگر چہ وہ اندھا ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اندھے نے اپنی عورت کو بستر پر بلایا پس غیر عورت نے جواب دیا اور آ گئی پس اس سے جماع کر لیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس پر حد واجب ہو گی اور اگر غیر عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں فلانہ ہوں یعنی اس کی بیوی کا نام لیا پس اندھے نے اس سے جماع کر لیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر آنکھوں والا ہو تو ایسی صورت میں اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی باندی کسی دوسرے کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے نے اس باندی سے وطی کر تو اس پر حد نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جو شخص نشہ میں ہے اگر اس نے زنا کیا تو اس کو حد ماری جائے گی جب وہ ہوش میں آ جائے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر بیع فاسد ہوا اور مشتری نے بیعہ باندی سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ کے وطی کی تو اس پر حد واجب نہ ہوگی۔ اگر بائع نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے باندی فروخت کر دی پس مشتری نے اس سے وطی کی یا خیار مشتری کا تھا اور بائع نے اس سے وطی کی تو اس پر حد جاری کی جائے گی خواہ وہ حرام ہونے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کوئی باندی غصب کر کے اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت تاوان دے دی تو بالا تفاق اس پر حد نہ ہوگی اور اگر اس سے زنا کر کے پھر اس کو غصب

---

[1] لواطت اغلام لونڈے بازی یعنی دبر میں وطی کرنا خواہ لڑکے سے ہو یا عورت سے ۱۲۔ [2] چوپایہ مادہ خواہ بکری ہو یا گائے بھینس، گھوڑی، گدھی، اونٹنی وغیرہ وھو فلینبہ بر ۱۲۔ [3] شوہر کے ساتھ ہم بستری کی پہلی شب ۱۲۔

کیا اور اس کی قیمت تاوان دے دی تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مرد چت لیٹا پھر ایک عورت اجنبیہ آئی اور مرد کے اوپر بیٹھی یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری[1] کر لی تو دونوں پر حد واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر باندی سے زنا کیا پھر اس کو خرید ا تو ظاہر الروایہ میں مذکور ہے کہ بالاتفاق اس کو حد کی سزا دی جائے گی اور اسی طرح اگر کسی آزاد عورت سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو بھی یہی حکم ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحدود میں ذکر کیا ہے۔ اگر ایک عورت سے زنا کیا پھر کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اگر باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خرید ا بدیں شرط کہ اس کے مولیٰ کو خیار حاصل ہے اور اس کے مولیٰ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے میں نے اس باندی کو فروخت نہیں کیا تو فرمایا کہ وطی پر حد واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بوصف الی اجل خرید ا یعنی کسی مدت کے وعدہ پر جس کو بیان کرتا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت ایسی صغیرہ ہو کہ لائق جماع کے ہے تو وہ سب احکام مذکورہ میں مثل کبیرہ کے ہے سوائے ایک بات کے کہ اس کی رضامندی سے ارش خبابت ساقط نہ ہوگا:

آزادہ عورت نے اگر ایک غلام سے زنا کیا پھر اس کو خرید لیا تو ان دونوں کو حد کی سزا دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے ایک باندی سے زنا کیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بطور فاسد خرید لیا تھا یا مولیٰ نے اس کو مجھے ہبہ کر دیا تھا حالانکہ مولیٰ نے اس کی تکذیب کی یا گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کرنے کا اقرار کیا اور اس نے قاضی کے سامنے خرید یا ہبہ کا دعویٰ کیا تو اس کے ذمہ سے دور کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کبیرہ عورت سے زنا کیا پس اس کا پاخانہ و پیشاب کا سوراخ ایک کر دیا پس اگر اس عورت نے اس کی مطاوعت بدوں دعویٰ شبہ کے کر لی تھی تو دونوں پر حد واجب ہوگی اور زانی پر اس افضاء یعنی ہر دو سوراخ ایک کر دینے کے جرم میں کچھ لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ عورت مذکور خود راضی ہوئی تھی اور چونکہ حد واجب ہوئی ہے اس وجہ سے اس کے واسطے کچھ مہر بھی ثابت نہ ہوگا اور اگر شبہ کا دعویٰ پایا گیا تو زانی پر حد نہ ہوگی اور نیز اس جرم افضاء[ل] کی بابت بھی کچھ لازم نہ ہوگا مگر اس پر عقر واجب ہوگا۔ اگر عورت سے زبردستی ایسا کیا گیا بدوں دعویٰ شبہ کے تو مرد پر حد واجب ہوگی نہ عورت پر اور عورت کے واسطے مہر ثابت نہ ہوگا پھر افضاء کو دیکھا جائے گا کہ اس طرح سوراخ ایک ہو گیا کہ عورت اپنا پیشاب نہیں تھام سکتی ہے تو زانی مذکور پر عورت کی پوری دیت واجب ہوگی اور اگر پیشاب تھام سکتی ہو تو زانی کو حد ماری جائے گی اور اس پر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر باوجود اس کے دعویٰ شبہ بھی ہو تو دونوں پر حد واجب نہ ہوگی پھر اگر عورت اپنا پیشاب تھام سکتی ہو تو اس مرد پر تہائی دیت واجب ہوگی اور پورا مہر لازم ہوگا یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اگر وہ پیشاب نہ تھام سکتی ہو تو مرد پر تمام دیت واجب ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہر واجب نہ ہوگا۔ اگر عورت ایسی صغیرہ ہو کہ لائق جماع کے ہے تو وہ سب احکام مذکورہ میں مثل کبیرہ کے ہے سوائے ایک بات کے کہ اس کی رضامندی سے ارش جنایت ساقط نہ ہوگا اور اگر ایسی صغیرہ ہو کہ لائق جماع نہیں ہے پس اگر زخم ایسا ہو کہ وہ اپنا پیشاب روک سکتی ہو تو اس مرد پر اس کی تہائی دیت اور پورا مہر واجب ہوگا اور حد واجب نہ ہوگی اور اگر نہ روک سکتی ہو تو پوری دیت کا ضامن ہوگا اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہر کا ضامن نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اگر زانی نے کسی باندی سے وطی کی کہ وطی سے اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے تو زانی پر بلا خلاف حد نہ ہوگی اور اگر وطی سے

[ل] افضاء یعنی عورت کے ہر دو سوراخ قبل و دبر کو صدمہ جماع سے ایک کر دینا ۱۲۔

(۱) مراد یہ ہے کہ زنا کیا فافہم ۱۲۔

اس کی ران توڑ دی تو حد اور نصف قیمت واجب ہوگی۔ اگر عورت آزادہ ہو تو بلا خلاف زانی پر حد دیت واجب ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔

ایسے امام المسلمین نے جس کے اوپر امام نہیں ہے اگر ایسی بات کی جس سے حد واجب ہوتی ہے جیسے زنا و سرقہ و شراب خواری و قذف تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائے گا سوائے قصاص و جرم مالی کے چنانچہ اگر اس نے کسی آدمی کو قتل کیا یا کسی کا مال تلف کیا تو اس کے واسطے ماخوذ ہوگا اور اگر معنت[1] کی ضرورت پڑے تو تمام اہل ایمان مظلوم کے واسطے معنت ہوں گے پس وہ اپنا حق بھر پانے پر قادر ہوگا اور یہ مفید وجوب ہے یہ کافی میں ہے۔

باب : ④

زنا پر گواہی دینے اور اس سے رجوع کرنے کے بیان میں

شہادت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ گواہ چار ہوں اور مجلس شہادت بھی متحد ہو:

زنا پر گواہی نہیں قبول ہوتی ہے الا چار مسلمان آزاد مردوں کی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر زنا پر چار سے کم ایک یا دو یا تین مردوں آزاد نے گواہی دی تو گواہی مردود اور گواہ کو حد قذف ماری جائے گی یہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور اگر قاضی کی مجلس میں چار گواہ حاضر ہوئے تاکہ ایک مرد پر زنا کہ گواہی دیں پھر ایک یا دو یا تین نے گواہی دی اور باقی نے انکار کیا تو ہمارے علماء کے نزدیک جس نے گواہی دی ہے اس کو حد قذف ماری جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر چاروں میں سے تین نے اس کے زنا پر گواہی دی اور چوتھے نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا تو مشہود علیہ کو حد نہ ماری جائے گی اور تینوں گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور چوتھے گواہ پر حد نہ ہوگی الا اگر اس نے اوّل یوں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے زنا کیا پھر زنا کرنے کی تفسیر اس طرح بیان کی جیسے ذکر ہوا تو اب اس کو بھی[2] حد ماری جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ہمارے نزدیک شہادت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مجلس شہادت متحد ہو حتیٰ کہ اگر گواہوں نے مختلف مجلسوں میں گواہی دی تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور سب کو حد قذف کی سزا دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر گواہ لوگ گواہوں کی جگہ کھڑے ہوں پس ایک بعد دوسرے کے اٹھا اور گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور اگر سب مجلس سے باہر ہوں پھر ایک داخل ہوا اور اس نے گواہی دی پھر باہر چلا گیا پھر دوسرا آیا اور گواہی دے کر باہر چلا گیا اس طرح ایک نے بعد دوسرے کے یوں ہی گواہی دی تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک مرد کے زنا کرنے پر گواہی دی اور دو گواہوں نے اس کے اقرار زنا پر گواہی دی تو مشہور علیہ پر حد نہ ہوگی اور گواہوں پر بھی حد قذف واجب نہ ہوگی اور اگر تین گواہوں نے اس کے زنا کرنے پر اور چوتھے نے اس کے اقرار زنا پر گواہی دی تو تین گواہان اوّل پر حد قذف واجب ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ اس نے ایسی عورت سے زنا کیا کہ جس کو ہم نہیں پہچانتے ہیں تو مشہور علیہ کو سزائے حد نہ دی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ جس عورت کو تم نے میرے ساتھ

---

[1] قولہ معنت یعنی ایسے سلطان سے استیفاء حق کیونکر ہوگا تو یہاں کر دیا کہ تمام اہل اسلام مظلوم کے مددگار ہوں پس ثابت ہوا کہ یہ واجب ہے ۱۲۔

[2] اعتراض ہوا کہ جب اوّلاً اس نے کہا کہ زنا کیا تو نصاب پورا ہوا جواب یہ کہ اصل مذکور جب کہ زنا پر گواہی ہوا گرچہ گواہ عادل نہ ٹھہرے اور یہاں اس نے ایک لحاف میں کہا اور یہ زنا نہیں ہے فافہم ۱۲۔

دیکھا تھا وہ میری بیوی یا باندی نہ تھی تو بھی حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ گواہی ایسی واقع ہوئی کہ وہ موجب حد نہیں ہے اور یہ کلام مذکور اس کی طرف سے اقرار نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ چار گواہوں[1] نے ایک آدمی پر گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا جس کو ہم نہیں پہچانتے ہیں پھر کہا کہ وہ عورت فلانہ ہے تو مشہود علیہ کو سزائے حد نہ دی جائے گی اور گواہوں پر بھی حد قذف لازم نہ ہوگی اور چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے زنا کیا ہے مگر ان میں دو گواہوں نے اس طرح گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے بصرہ میں زنا کیا ہے اور دو نے اس طرح کہ اس عورت سے اس نے کوفہ میں زنا کیا ہے تو بالاتفاق سب کے قول کے مواقف مرد پر یا عورت کسی پر حد واجب نہ ¹ ہوگی اور ہمارے نزدیک گواہوں پر بھی استحساناً حد لازم نہ ہوگی۔

اگر چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے زنا کیا مگر دو نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے دار کے اس بیت میں زنا کیا اور دو نے اس طرح کہ اس نے عورت سے اس بیت دیگر میں زنا کیا ہے تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی بایں طور کہ دو نے کہا کہ اس عورت سے بروز جمعہ زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے بروز شنبہ زنا کیا یا دو نے اس طرح گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے اس دار کے بالا خانہ پر زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اس نے اس دار کے سفل میں زنا کیا ہے یا دو نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے اس فلاں کے دار میں زنا کیا اور دو نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے اس فلاں دیگر کے دار میں زنا کیا تو ان مسائل میں مشہود علیہ پر حد نہیں ہے اور گواہوں پر بھی ہمارے نزدیک حد قذف لازم نہ آئے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت سے بصرہ میں وقت طلوع شمس کے بروز فلاں از ماہ فلاں از سنہ فلاں زنا کیا اور چار گواہوں نے اسی پر گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے کوفہ میں بعینہٖ اس وقت مذکور میں زنا کیا تو دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی یہ نہر الرائق میں ہے اور اگر چار گواہوں میں سے دو مردوں نے کہا کہ اس نے اس عورت سے اس بیت کے اس گوشہ میں زنا کیا اور دوسرے دو مردوں نے گواہی میں کہا کہ اس نے اس عورت سے اس بیت کے اس گوشہ دیگر میں زنا کیا ہے تو مرد مشہود علیہ اور عورت مشہود علیہ کو استحساناً سزائے حد دی جائے گی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ابتدائے زنا ایک گوشہ میں ہوا اور انتہائے زنا دوسرے گوشہ میں ہو۔

اگر تین گواہوں نے بااکراہ مجبور کرنے پر اور ایک نے عورت کی مطاوعت پر گواہی دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں سے کسی پر حد نہ ہوگی:

یہ حکم اس وقت ہے کہ بیت چھوٹا ہو کہ اس میں اس کا امر کا جو ہم نے بیان کیا ہے احتمال ہو اور اگر بڑا ہوگا تو یہ حکم نہ ہوگا اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی کہ ہر ایک نے ان میں سے گواہی دی کہ اس نے اس فلانہ عورت سے زنا کیا ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور ہر ایک کی گواہی اسی زنا پر محمول ہوگی جس کی نسبت دوسرے ساتھی نے گواہی دی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر چار گواہوں میں سے دو گواہوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس مرد نے فلانہ عورت سے فلاں ساعت روز میں زنا کیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے فلانہ عورت سے دن کی فلاں ساعت دیگر میں زنا کیا ہے تو ایسی مقبول نہ ہوگی اور

---

¹ اگرچہ گواہ چار ہیں مگر مقام مختلف بیان کرنے سے حد ساقط ہوگی ۱۲۔

(۱) مردوں نے ۱۲۔

مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب دوسرے دو گواہوں نے ایسی ساعت بیان کی ہو کہ ساعت اوّل وثانی میں توفیق نہ ہو سکے مثلاً دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے روز جمعرات کی ساعت میں زنا کیا اور دوسرے دو گواہوں نے اس سے روز جمعہ کی ساعت میں زنا کرنے کی گواہی دی یا دوسرے دو گواہوں نے روز جمعرات کی ایسی ساعت بیان کی کہ اس ساعت تک زنا ممتد نہیں ہو سکتا ہے تو گواہی مقبول نہیں ہے اور اگر دوسرے گواہوں نے ایسی ساعت بیان کی ہو کہ اس وقت تک زنا ممتد ہو سکتا ہے تو قبول ہوگی۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ چار مردوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی جس میں سے دو گواہوں نے کہا کہ اس مرد نے اس عورت کو باکراہ مجبور کر کے زنا کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے کہا کہ اس عورت نے خود اس کی مطاوعت کی ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حد ان سب سے دور کر دی جائے گی یعنی مرد و عورت و گواہوں سب سے دفع کی جائے گی۔ اگر چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے عورت سے زنا کیا ہے مگر ان میں سے تین مردوں نے گواہی میں کہا کہ اس عورت نے اس کی مطاوعت کی اور چوتھے نے گواہی میں کہا کہ اس مرد نے اس سے باکراہ مجبور کر کے ایسا کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے ان میں سے کسی پر حد قائم نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر تین گواہوں نے باکراہ مجبور کرنے پر اور ایک نے عورت کی مطاوعت پر گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان میں سے کسی پر حد نہ ہوگی۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی مگر جس عورت سے زنا کیا ہے اس میں اختلاف کیا یا زنا کی جگہ میں اختلاف کیا یا زنا کے وقت میں اختلاف کیا تو ان کی گواہی باطل ہوگی لیکن ہمارے نزدیک گواہوں پر حد واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر گواہوں نے اس لباس میں اختلاف کیا جو زنا کے وقت مرد پر یا عورت پر تھا یا اس کے رنگ میں اختلاف کیا یا جس عورت سے زنا کیا ہے اس کے طول[1] وقصر میں یا اس کی موٹائی دوبلائی میں اختلاف کیا تو کچھ معتبر نہیں ہے اس واسطے کہ ان کا اختلاف ایسے امر میں ہے جس کے ذکر کے[2] وہ محتاج نہ تھے اور اسی طرح اگر دو گواہوں نے کہا کہ اس نے سپید رنگ عورت سے زنا کیا اور دو گواہوں نے کہا کہ اس نے گندم گوں عورت سے زنا کیا ہے تو بھی کچھ معتبر نہیں ہے اس واسطے کہ ہر دو رنگ باہم متشابہ ہیں پس یہ اختلاف درمیان اصل شہادت کے نہ ہوگا اور ایسے متخالف نہیں جیسے کالی و گوری میں اختلاف ہے اور اگر دو نے کہا کہ حبشیہ سے اور دو نے خراسانیہ سے یا دو نے کہا کہ کوفیہ سے اور دو نے کہا کہ بصریہ سے یا دو نے کہا کہ آزادہ عورت سے اور دو نے کہا کہ باندی سے یا دو نے کہا کہ بالغہ سے اور دو نے کہا کہ ایسی تھی کہ ہنوز بالغہ نہ تھی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس مرد نے یوم النحر کو مکہ میں فلانہ عورت سے زنا کیا اور چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یوم النحر کو کوفہ میں فلاں کو قتل کیا تو ہر دو فریق گواہوں میں سے کوئی قبول نہ ہوگا اور گواہان زنا پر حد بھی واجب نہ ہوگی۔ اگر ہر دو فریق میں سے ایک فریق حاضر ہوا اور اس نے گواہی دی اور اس کی گواہی پر حاکم نے حکم دے دیا پھر دوسرے فریق کے گواہوں نے گواہی دی تو دوسرے فریق نے گواہی باطل ہے اور گواہان زنا پر حد قائم نہ کی جائے گی اگرچہ فریق ثانی کے گواہ وہی ہوں یہ مبسوط میں ہے۔

اگر گواہوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے فلانہ عورت سے زنا کیا ہے حالانکہ یہ عورت غائبہ ہے تو مرد مذکور کو حد کی سزا دی جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر چار مردوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی پھر اس کو عورتوں نے دیکھ کر کہا کہ یہ باکرہ ہے تو دونوں پر حد نہ ہوگی اور گواہوں پر بھی حد قذف نہ ہوگی۔ یہ کافی میں ہے اور اسی طرح اگر انہوں نے کہا کہ یہ رتقاء یا قرناء ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ مجبوب ہے تو اس کو سزائے حد

---

(۱) لمبی یا ٹھگنی ہونے میں ۱۲۔ (۲) ان کو کچھ حاجت نہ تھی ۱۲۔

نہ دی جائے گی اور گواہوں کو بھی حد نہ ماری جائے گی چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پھر بعد رجم کیے جانے کے معلوم ہوا کہ یہ مجبوب تھا تو اس کی دیت گواہوں پر ہوگی اور حد نہ ہوگی اور گر عورت پر اس طرح گواہی دی پھر بعد رجم کے عورتوں نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ باکرہ یا رتقاء ہے تو گواہوں پر ضمان نہ ہوگی اور نہ ان پر حد واجب ہوگی۔ اگر چار مردوں نے ایک مرد پر ایک عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی پھر چار مردوں نے ان گواہوں پر گواہی دی کہ انہیں نے اس عورت سے زنا کیا ہے تو ان میں سے کسی کی گواہی قبول نہ ہوگی اور کسی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ شبہہ پیدا ہو گیا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلے گواہوں پر حد قائم کی جائے گی بسبب اس کے کہ انکار زنا کرنا حجت سے ثابت ہوا اور حجت چار گواہوں کی گواہی ہے پس وہ لوگ فاسق[1] ٹھہرے اور اگر فریق ثانی نے کہا کہ ان لوگوں نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور بس خاموش رہے تو ان لوگوں پر حد واجب ہوگی اس واسطے کہ انہوں نے دوسرے زنا کی گواہی دی ہے نہ اس زنا کی جس کی فریق اوّل نے گواہی دی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر گواہوں میں سے بعض فریق نے بعض پر زنا کرنے کی گواہی نہ دی بلکہ بعض پر محدود القذف ہونے کی گواہی دی:

اگر چار مردوں نے ایک مرد پر ایک عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی اور دوسرے چار گواہوں نے فریق اوّل گواہوں پر گواہی دی کہ انہیں نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور تیسرے فریق نے چار مردوں نے دوسرے فریق گواہوں پر گواہی دی کہ انہیں نے اس عورت سے زنا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب پر حد نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مرد و عورت درمیانی فریق گواہوں پر حد زنا واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر گواہوں میں سے بعض فریق نے بعض پر زنا کرنے کی گواہی نہ دی بلکہ بعض پر محدود القذف ہونے کی گواہی دی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرد و عورت پر بسبب اوّل گواہی کے حد زنا واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زنا کرنے پر گواہی دی حالانکہ گواہ غلام یا کافر یا محدود القذف ہیں یا اندھے ہیں تو مشہود علیہ پر حد واجب نہ ہوگی مگر گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر چار مردوں نے کسی پر زنا کی گواہی دی حالانکہ ایک ان میں سے غلام ہے یا محدود القذف ہے تو مشہود علیہ پر حد واجب نہ ہوگی مگر گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر غلام آزاد کیا گیا پھر ان لوگوں نے گواہی کا اعادہ کیا تو دوبارہ ان کو حد قذف کی سزا دی جائے گی اور اس طرح اگر سب گواہ غلام ہوں اور انہوں نے گواہی دی اور ان کو حد قذف کی سزا دی گئی پھر وہ آزاد کیے گئے پھر انہوں نے گواہی کا اعادہ کیا تو ان کو دوبارہ حد قذف کی سزا دی جائے گی بخلاف کافروں کے کہ اگر انہوں نے کسی مسلمان پر زنا کی گواہی دی پھر بعد محدود القذف ہونے کے مسلمان ہو کر انہوں نے گواہی کا اعادہ[1] کیا تو یہ حکم نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر تھوڑی حد ماری گئی پھر ان میں سے ایک گواہ غلام نکلا پس دوسرے چار گواہوں نے گواہی دی تو مشہود علیہ کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ یہ حد باطل ہو چکی ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ مکاتب یا طفل یا اندھا ہو تو سوائے طفل کے سب گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور اگر یہ امر بعد مشہود علیہ کے رجم کیے جانے کے معلوم ہوا تو گواہوں کو حد نہ ماری جائے گی اور مرجوم کی دیت بیت المال سے دی جائے گی اور اگر مشہود علیہ کو حد میں درے مارے گئے ہوں تو گواہوں کو درے مارے جائے گے بشرطیکہ کہ مشہود علیہ اس کی درخواست کرے اور رہا ارش ضرب (چوٹ کا تاوان) سو وہ ہدر رہو گا یہ امام اعظم کا قول ہے یہ ایضاح میں ہے اور معتق البعض امام اعظمؒ

(۱) کہ دوبارہ حد قذف ماری جائے ۱۲۔

کے نزدیک مثل مکاتب کے ہے اور مکاتب اہل شہادت میں سے نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر چار گواہوں نے گواہی دی حالانکہ وہ فاسق ہیں یا ظاہر ہوا کہ وہ فاسق ہیں تو ان کو حد قذف نہ ماری جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ ان میں سے ایک گواہ غلام ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا یہاں تک کہ ثابت کیا جائے کہ وہ آزاد ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور ایک مرد نے دوسرے کو زنا کی تہمت لگائی پھر اس قاذف نے اور تین مردوں کے ساتھ گواہی دی کہ یہ زانی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر مقذوف اس قاذف کو قاضی کے یہاں لایا پھر قاذف نے ان گواہوں کے ساتھ اس کے زانی ہونے کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اور اگر ہنوز اس کو قاضی کے پاس نہیں لایا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے......:

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی حالانکہ یہ مرد غیر محصن ہے اور امام نے اس کو حد میں مارا پھر ظاہر ہوا کہ یہ گواہ غلام یا کفارہ یا محدود القذف تھے حالانکہ مشہود علیہ ان دروں کی سزا سے مر گیا ہے یا دروں سے اس کا بدن مجروح ہو گیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ قاضی پر یا بیت المال پر اس کا تاوان لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی شخص گواہوں کی گواہی پر حد زنا میں درے مارا گیا پس دوروں کی چوٹ سے وہ مر گیا یا مجروح ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ بعض گواہ غلام یا محدود القذف یا کافر ہیں تو ان گواہوں کو بالاتفاق حد قذف کی سزا دی جائے گی اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ان گواہوں پر اور نیز بیت المال پر کچھ تاوان واجب نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور وہ محصن ہے یا گواہوں نے اس پر زنا و احصان دونوں کی گواہی دی پس امام المسلمین نے اس کو رجم کیا پھر ایک گواہ غلام یا مکاتب یا محدود القذف پایا گیا تو مرجوم کی دیت قاضی پر واجب ہوگی اور قاضی اس کو بیت المال سے نہیں لے سکتا ہے اس پر اجماع ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ یہ گواہ فاسق تھے تو قاضی پر ضمان واجب نہ ہوگی چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور ان گواہوں کا چند نفر نے تزکیہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ آزاد مسلمان عادل ہیں لیکن پیچھے ظاہر ہوا کہ یہ غلام یا کفارہ یا محدود القذف ہیں پس اگر تزکیہ کرنے والے اپنے تزکیہ پر جمے رہے اور اس سے رجوع نہ کیا لیکن یہ کہا کہ ہم سے خطا ہوئی تو بالاتفاق اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور ضمان بیت المال سے بالاتفاق واجب ہوگی اور اگر انہوں نے تزکیہ سے رجوع کیا اور کہا کہ ہم ان کو غلام یا کافر یا محدود القذف جانتے تھے مگر ہم نے باوجود اس کے عمداً تزکیہ و تعدیل کی تو اس میں اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان ان تزکیہ کرنے والوں پر واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تزکیہ کرنے والوں پر ضمان نہ ہوگی اور بیت المال سے واجب ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ گواہوں کا غلام یا محدود القذف ہونا ظاہر ہوا اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ فاسق ہیں اور تزکیہ کرنے والوں نے اپنی تعدیل سے رجوع کیا یعنی کہا کہ ہم نے جان بوجھ کر عمداً تعدیل کی تو وہی ضامن ہوں گے اور یہ اس وقت ہے کہ مزکین نے یوں کہا کہ یہ لوگ آزاد مسلمان عدول ہیں اور اگر مزکین نے فقط اتنا کہا کہ عدول ہیں پھر ظاہر ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہیں تو مزکین پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

چار مردوں نے غیر محصن پر زنا کی گواہی دی:

اگر معدلین (ثبوت عدالت کے لوگوں) نے بلفظ شہادت کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ احرار ہیں یا بلفظ خبر کہا کہ یہ لوگ احرار ہیں تو ان دونوں میں فرق نہیں ہے یہ نہایہ میں ہے اور گواہوں پر ضمان واجب نہ ہوگی اور نہ ان کو حد قذف کی سزا دی جائے گی یہ کافی میں ہے چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پھر گواہوں نے قاضی کے حضور میں اقرار کیا کہ ہم نے باطل کی گواہی دی ہے تو

ان پر حد واجب ہوگی اور اگر قاضی نے ان کو حد نہ ماری یہاں تک کہ دوسرے چار گواہوں نے اسی مشہود علیہ پر زنا کی گواہی دی تو ان کی گواہی جائز ہوگی اور مشہود علیہ پر حد کی سزا واجب ہوگی اور فریق اوّل سے حد قذف دور کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر گواہوں نے مشہود علیہ کے کوڑوں سے مجروح ہو جانے کے بعد یا مر جانے کے بعد رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوں گے نہ تاوان ارش و نہ تاوان نفس کے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ کوڑوں سے نہیں مرا ہے تو ارش جراحت کے ضامن ہوں گے اور اگر مر گیا تو دیت کے ضامن ہوں گے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ چار مردوں نے غیر محصن پر زنا کی گواہی دی پس قاضی نے اس کو کوڑے مارے کہ دروں نے اس کو مجروح کر دیا پھر گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو وہ ارش جراحت کا ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر وہ دروں سے مر گیا ہو تو بھی ضامن نہ ہوگا نہ گواہ رجوع کرنے والا اور نہ بیت المال کسی پر دیت نہ ہوگی اور امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جس نے رجوع کیا ہے وہ ضامن ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اس کی حد جلد یعنی درہ ہو پس گواہوں کی گواہی سے اس کو حد ماری گئی پھر گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو بالاجماع اسی اکیلے کو حد قذف ماری جائے گی یہ تبیین میں ہے۔ اگر مشہود علیہ کو حد ماری گئی اور ہنوز ایک درہ باقی رہا ہے کہ گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو سب گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور مشہود علیہ سے باقی حد ساقط کی جائے گی اور اگر لوگوں نے اور گواہوں نے مشہود علیہ کو رجم کیا اور ہنوز مرا نہ تھا کہ بعض گواہوں نے رجوع کیا تو گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر فرع چار مردوں گواہوں نے اصل چار گواہوں کی گواہی پر ایک مرد پر زنا کی گواہی دی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی پھر اگر اصل گواہ بھی آئے اور انہوں نے اس مرد پر بعینہٖ اسی زنا کی بابت گواہی دی تو بھی اس کو حد سزا نہ دی جائے گی اور گواہان فروع واصول کو بھی حد قذف کی سزا نہ دی جائے گی کذا فی الکافی اور اس طرح سوائے ان کے اوروں کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر چار مردوں نے ایک مرد پر فلاں خاتون سے زنا کرنے کی گواہی دی:

اگر چار مردوں نے ایک مرد پر فلانہ عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی اور دوسرے چار گواہوں نے اس مرد کے دوسری عورت سے زنا کرنے کی گواہی دی پس مشہود علیہ سنگسار کیا گیا پھر دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو بالاجماع اس کی دیت کے ضامن ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کو حد قذف کی سزا بھی دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اگر چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی اور اس کے محصن ہونے کی گواہی دی پھر قبل حکم قضا کے ایک نے یا بعض نے رجوع کیا تو بالاتفاق رجوع کرنے والے کو حد قذف ماری جائے گی اور باقیوں کو ہمارے نزدیک حد قذف ماری جائے گی اور اگر بعض نے بعد حکم قضا ہونے کے قبل حد جاری کیے جانے کے رجوع کیا تو بالاجماع کیا تو بالاتفاق رجوع کرنے والے کو حد قذف کی سزا دی جائے گی اور باقیوں کو امام اعظمؒ کے نزدیک اور موافق دوسرے قول کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد قذف کی سزا دی جائے گی۔ اگر بعد حکم قضاء اور حد جاری ہونے کے بعض نے رجوع کیا تو بالاجماع رجوع کرنے والے پر حد قذف واجب ہوگی اور باقیوں پر نہ ہوگی اور نیز بالاتفاق اس رجوع کرنے والے پر چہارم دیت خاص اس کے مال سے ایک سال میں ادا کرنی واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس طرح ہر بار جب کوئی رجوع کرے گا تو اس کو حد قذف ماری جائے گی اور چہارم دیت کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر بعد قضاءً وامضاء کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہمارے نزدیک سب کو حد قذف ماری جائے گی اور اس کی دیت ان سب کے مال سے واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر پانچ گواہوں نے ایک مرد پر زنا کرنے اور اس کے محصن ہونے کی گواہی دی پس وہ رجم کیا گیا پھران میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے' الا آنکہ ایک اور رجوع کر لے:

اگر ایسے مرجوم کو جس کے گواہ نے رجوع کیا ہے کسی نے قذف کیا تو قذف کرنے والے کو حد قذف نہ ماری جائے گی اور وجہ یہ ہے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ بعد حکم قضاء ہو جانے کے گواہ کا رجوع کرنا دوسرے کے حق میں کارآمد نہیں اور مؤثر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ گواہوں نے ایک مرد پر اس کے آزاد ہو جانے اور زنا کرنے کی گواہی دی پس اس کو رجم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور اس کی قیمت اس کے مولی کو تاوان دے گے اور اس کی دیت اس کے وارثوں کو تاوان دے گے یہ تا تارخانیہ میں ہے اور اگر گواہوں نے اس کے عتق کی گواہی سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ ہوں گے اس واسطے کہ احصان کے گواہ اگر رجوع[1] کرتے ہیں تو وہ ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر گواہان زنا پانچ ہوں پس ایک نے رجوع کر لیا تو باقیوں کی گواہی پر مشہود علیہ پر حد جاری کی جائے گی یہ ایضاح میں ہے۔ اگر پانچ گواہوں نے ایک مرد پر زنا کرنے اور اس کے محصن ہونے کی گواہی دی پس وہ رجم کیا گیا پھر ان میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے پھر اگر اور ایک نے رجوع کیا تو دونوں چہارم دیت کے ضامن ہوں گے اور دونوں کو حد قذف کی سزا دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ نیز بعد ان دونوں کے جو کوئی جب رجوع کرے گا چہارم دیت کا ضامن ہوگا اور اگر پانچوں گواہوں نے ایک بارگی رجوع کر لیا تو سب کے سب پوری دیت کے پانچ حصے کر کے ضامن ہوں گے کہ ہر ایک پانچوں حصے کا ضامن ہوگا یہ حاوی قدسی میں ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ پانچ گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور وہ غیر محصن ہے پس قاضی نے اس کو درہ مارے پھر ان پانچ گواہوں میں سے ایک گواہ محدود القذف یا غلام نکلا پھر ان باقی چاروں گواہوں نے رجوع کیا تو انہیں چاروں کو حد قذف کی سزا دی جائے گی اور جو محدود القذف یا غلام نکلا ہے اس کو حد قذف کی سزا دی جائے گی اس واسطے کہ وہ ایسی حالت میں قاذف ہوا کہ جس کو تہمت دیتا ہے اس پر چار نے زنا کی گواہی دی ہے اور اس کو حد (پس ایسے شخص کے قذف کرنے سے کچھ سزا نہیں ہے) ماری گئی ہے۔ نیز منتقی میں مذکور ہے کہ ایک مرد چاروں مردوں اور چار عورتوں نے زنا کی کرنے کی گواہی دی حالانکہ وہ غیر محصن ہے پس اس کو حد میں درے مارے گئے پھر ان سب گواہوں نے رجوع کیا تو مردوں کو حد قذف ماری جائے گی نہ عورتوں کو اور اگر ان گواہوں نے قبل مشہود علیہ (یعنی وہ شخص جس پر زنا کی گواہی دی گئی ۱۲) کے حد مارے جانے کے رجوع کیا ہو تو مردوں و عورتوں سب کو حد ماری جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر چھ گواہوں کی گواہی سے کسی کو رجم کیا گیا پھر دو گواہوں نے ان میں سے رجوع کر لیا تو ان پر کچھ نہ ہوگا اور اگر تیسرے نے بھی رجوع کیا تو یہ تینوں چہارم دیت کے ضامن ہوں گے اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان سب کو حد قذف بھی ماری جائے گی اور اگر ان رجوع کرنے والوں نے باقیوں میں سے ایک کے رقیق[2] ہونے کی گواہی دی تو اور چہارم دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور اگر چھ میں سے دو نے رجوع کیا اور باقیوں میں سے دو کے رقیق ہونے کی گواہی دی تو جائز ہے اور چہارم دیت ان دونوں رجوع کرنے والوں پر ہوگی اور چہارم دیت بیت المال پر ہوگی اور اگر ان دونوں نے تین باقی کے رقیق ہونے کی گواہی دی تو جائز نہ ہوگی۔

اور آٹھ گواہوں نے ایک مرد محصن پر زنا کی گواہی دی خواہ سبھوں نے ایک ہی زنا پر یا ہر چار گواہوں نے علیحدہ علیحدہ زنا

---

(۱) اور آزادی از جملہ اور احصان ہے ۱۲۔ (۲) رقیق یعنی غلام مملوک ۱۲۔

پر گواہی دی اور اس کو رجم کیا گیا پس اگر چار گواہوں نے ان میں سے رجوع کیا تو ان پر ضمان وحد کچھ واجب نہ ہوگی پھر اگر پانچوں نے بھی رجوع کیا تو چہارم دیت یہ سب باہم حصہ رسد تاوان دیں گے اور امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان سب کو حد قذف ماری جائے گی یہ خزانۃ المفتین وعتابیہ میں ہے اور اگر قاضی نے تین گواہوں کی گواہی پر یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی پر مشہود علیہ کو رجم کیا پس اگر قاضی نے کہا کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ جائز ہے تو اس کی دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور اگر قاضی نے کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ نہیں جائز ہے تو دیت اس پر واجب ہوگی اور اگر قاضی نے اس کے ایک مرتبہ کے اقرار پر اس کو رجم کر دیا تو بہر حال ضامن نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر گواہوں نے مرد وعورت سے غیر مجلس قاضی میں کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم دونوں زانی ہو اور پھر دونوں کو مجلس قاضی میں لائے اور ان پر اس امر کی گواہی دی اور ان دونوں نے کہا کہ ان گواہوں نے ہم سے یہ بات پہلے اس سے کہ آپ کے حضور میں لائیں کہی ہے اور ہمارے پاس اس کے گواہ موجود ہیں تو اس امر پر ان دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اس سے گواہوں کی گواہی ساقط نہ ہوگی اور بعد ثبوت کے مرد وعورت مذکورہ کو حد کی سزا دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک مرد پر اس کی اولاد میں سے چار مردوں نے یا اس کے چار بھائیوں نے یا اس کے چچا کی اولاد میں سے چار مردوں نے زنا کی گواہی دی اور یہ مرد محصن ہے اور یہ گواہ عادل ہیں پس قاضی نے اس پر رجم کا حکم دیں دیا جب رجم کا ارادہ کرے تو گواہوں کو حکم کرے گا کہ پہلے تم ابتدا کرو پس اگر ان اولاد نے اپنے باپ کو رجم کیا مگر ایسا پتھر نہ پڑا کہ وہ مر جائے اور بعد ان کے لوگوں نے رجم کیا کہ وہ مر گیا۔

حدِ قذف میں کس صورت میں مخاصمہ (جھگڑا' بحث ومباحثہ) کیا جا سکتا ہے؟

پھر ان گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو رجوع کرنے والا چہارم دیت کا ضامن ہوگا اور خاص اپنے مال سے دے گا اور یہ تین برس میں ادا کرے گا اور یہ مال اس مرجوم کے وارثوں اور اس رجوع کرنے والے کے درمیان میراث مشترک ہوگا پس اس مال میں سے بقدر حصہ اس رجوع کنندہ کے اس کے ذمہ سے ساقط کیا جائے گا اور باقی کا وہ ضامن رہے گا کہ جس کو تین سال میں ادا کرے گا بشرطیکہ اس کا حصہ چہارم دیت کو وافی نہ ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ رجوع کرنے والا چہارم دیت کا اسی وقت ضامن ہوگا کہ جنھوں نے رجوع نہیں کیا ہے انہوں نے اس سے کہا کہ ہمارے باپ نے ضرور زنا کیا ہے جیسے ہم نے گواہی دی ہے ہم نے اس کو دیکھا ہے اور تو نے نہیں دیکھا پس تو نے باطل گواہی دی پس اس صورت میں تاوان سب اماموں کے نزدیک واجب ہے اور اگر باقیوں نے اس سے کہا کہ تو نے ہمارے ساتھ ہمارے باپ کو زنا کرتے دیکھا اور تو رجوع کرنے میں جھوٹا ہے تو رجوع کرنے والا ضامن نہ ہوگا اور ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اس رجوع کرنے والے پر حد قذف واجب ہوگی الا آنکہ جن لوگوں نے اس کے ساتھ گواہی دی ہے وہ اس پر حد قذف واجب ہونے سے منکر ہوں پس ان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس سے دربارہ امر قذف کے مخاصمہ (جھگڑا وبکھیڑا) کریں۔ ہاں یہ دیکھا جائے گا کہ اس مرجوم کا باپ یا دادا یا کوئی اور بیٹا جس نے اس پر گواہی نہیں دی ہے موجود ہے یا نہیں پس اگر ہوگا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس رجوع کنندہ سے دربارہ امر قذف مخاصمہ کرے اور اگر مرجوم (رجم کردہ شدہ وسنگسار کیا ہو) کا کوئی بیٹا یا باپ یا دادا نہ ہو مگر ان گواہوں میں سے بعض کی اولاد ہو تو دیکھا جائے کہ اگر وہ اسی رجوع کرنے والے کا بیٹا ہے تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے باپ سے دربار قذف اپنے دادا کے مخاصمہ کرے اور اگر بیٹا ان میں سے کسی کا ہو جنھوں نے رجوع نہیں کیا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس رجوع کرنے والے سے حد قذف کا دعویٰ کر کے حد لے لے اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب ان گواہوں نے مشہود علیہ کو سنگسار کیا اور وہ ان کی ضرب سے مرا نہیں۔

اگر انھوں نے پتھر مارے کہ وہ مر گیا پھر ان گواہوں میں سے ایک نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور سوائے ان گواہوں کے میت کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ باقیوں نے اس رجوع کرنے والے سے کہا کہ تو اپنے رجوع کرنے میں جھوٹا ہے اور گواہی دینے میں سچا ہے اور دوم آنکہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پدر زانی تھا لیکن تو نے اس کا زنا کرنا نہیں دیکھا یا کہا کہ نہیں معلوم کہ تو نے اس کا زنا کرنا دیکھا یا نہیں اور تو نے باطل کے ساتھ گواہی دی سوم آنکہ انہوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے کبھی زنا نہیں کیا اور تو نے جو کہا کہ وہ زانی ہے تو تو نے جھوٹ کہا پس وجہ اوّل میں رجوع کرنے والا کچھ ضامن نہ ہوگا اور میراث سے بھی محروم نہ ہوگا اور دوسری صورت میں رجوع کرنے والا چہارم دیت کا ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور اس پر حد قذف واجب نہ ہوگی اگر چہ اس نے اپنے اوپر حد قذف کا اقرار کیا ہے لیکن چونکہ باقیوں نے قذف میں اس کی تصدیق کی اور حق حد قذف انہیں کا ہے ان سے تجاوز نہیں کرتا ہے پس اس پر حد نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر ان کے سوائے کوئی اور وارث مستحق حد موجود ہو ان میں سے کہ جس کو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو وہ اس حد مذکور لے لے گا اور باقی گواہوں پر بھی دیت میں سے کچھ ضمان نہ ہوگی اور باقی تینوں گواہ ایسی گواہی کی وجہ سے مستحق حد قذف نہ ہوں گے اور تیسری صورت میں سب کے سب ضامن ہوں گے اور سب میراث سے محروم ہوں گے اور مقتول مذکور کی دیت ان لوگوں کے سوائے پھر جو شخص کو مقتول سے سب سے زیادہ قریب ہو اس کو ملے گی اور ان لوگوں کو حد قذف کی سزا دی جائے گی۔ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں اور ان میں سے ایک سے اس کے پانچ بیٹے ہیں پھر ان میں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر جو پانچواں بیٹا ہے گواہی دی کہ اس نے ہمارے باپ کی بیوی سے زنا کیا ہے تو یہ امر خالی نہیں ہے کہ ان کے باپ نے اس عورت سے وطی کی ہوگی یا نہیں اور نیز ان گواہوں کی ماں زندہ ہوگی یا مرگئی ہوگی۔ نیز ان کے باپ نے ان کی تصدیق کی ہوگی یا تکذیب کی ہوگی اور نیز انہوں نے گواہی میں یا کہا ہوگا کہ اس عورت نے اس مرد کی مطاوعت (رضامندی و تابعداری) کی زنا کرنے میں یا یوں گواہی دی ہوگی کہ برادر مشہود علیہ کی طرف سے زنا میں اس کے اوپر زبردستی واقع ہوئی پس اگر انہوں نے گواہی دی کہ ہمارے بھائی نے اس عورت سے زنا کیا اور اس عورت نے بھی اس کی مطاوعت کی ہے اور حال یہ ہے کہ اس عورت سے ان کے باپ نے دخول نہیں کیا ہے پس اگر ان گواہوں کی ماں زندہ موجود ہو تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ ان کا باپ ان کی تصدیق کرتا ہو یا تکذیب اور ان کی ماں خواہ منکرہ ہو یا مدعیہ ہو اور اگر ان کی ماں مرگئی ہو پس اگر ان کا باپ اس کا مدعی ہو تو بھی اس ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر باپ اس سے منکر ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔

اگر چار نصرانیوں نے دو نصرانیوں پر زنا کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے ان کی گواہی پر حکم دے دیا پھر مرد یا عورت مسلمان ہوگئی تو دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی:

اگر اس عورت سے ان کے باپ نے دخول کر لیا ہو پس اگر اس عورت نے اس مشہود علیہ کی زنا کرنے میں مطاوعت کی ہو اور گواہوں کی ماں زندہ ہو تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ ان کا باپ ان کی تصدیق کرتا ہو یا تکذیب اور خواہ ان کی ماں اس کی مدعیہ ہو یا منکرہ ہو اور اگر ان کی ماں مرگئی ہو پس اگر باپ اس کا مدعی ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول ہوگی اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت سے زنا کیا درحالیکہ وہ مطاوعہ تھی۔ اگر یہ گواہی دی کہ اس مشہود علیہ نے اس سے زبردستی زنا کیا ہے پس اگر ان کی ماں مرگئی ہو تو ان کی گواہی ہر حال میں مقبول ہوگی خواہ باپ مدعی ہو یا منکر ہو۔ خواہ باپ نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اگر ان کی ماں زندہ ہو پس اگر باپ ان کا اس امر کا مدعی ہو تو ان کی گواہی مقبول ہو

گی اور اگر منکر ہو تو مقبول نہ ہوگی خواہ ان کی ماں اس کی مدعیہ ہو یا منکرہ ہو اور ہر جس صورت میں ان کی گواہی مقبول ہوئی ہے تو حد زنا ان کے بھائی پر قائم کی جائے گی اور عورت پر بھی اگر اس نے راضی[(1)] سے زنا کیا ہے قائم کی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر چار نصرانیوں نے دو نصرانیوں پر زنا کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے ان کی گواہی پر حکم دے دیا پھر مرد یا عورت مسلمان ہوگئی تو فرمایا کہ دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد گواہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے تو کچھ نہ ہوگا خواہ وہ گواہی کو اعادہ کریں یا نہ کریں اور اگر انہوں نے دو مردوں اور دو عورتوں پر زنا کی گواہی دی پھر جب حاکم نے ان کے اوپر حد کا حکم دے دیا تو دونوں مردوں یا دونوں عورتوں میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو جو مسلمان ہوا ہے اس سے اور اس کے ساتھی سے حد ساقط ہوگی اور جو نہیں مسلمان ہوا ہے اس پر اس طرح حد رہے گی ساقط نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مشہود علیہ بر تا یعنی جس پر زنا کی گواہی دی گئی ہے دو گواہ لایا کہ جنھوں نے ان گواہوں میں سے ایک گواہ پر جس نے اس پر زنا کی گواہی دی ہے یہ گواہی دی کہ یہ گواہ محدود القذف[1] ہے۔ تو قاضی ان دونوں گواہوں سے دریافت کرے گا کہ اس گواہ پر حد قذف کیونکر قائم ہوئی ہے یعنی کس نے قائم کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حد قذف از جانب سلطان یا نائب السلطان قائم ہوئی ہو تو ایسے گواہ کی گواہی باطل ہوگی اور اگر رعایا میں سے کسی نے بغیر اجازت امام المسلمین کے اس پر حد قذف قائم کر دی ہو تو اس کی گواہی اس طرح محدود ہونے سے باطل نہ ہوگی لہٰذا ضروری ہوا کہ یہ دریافت کیا جائے کہ کس نے اس پر حد قائم کی ہے۔ اگر اس کے دونوں گواہوں نے کہا کہ اس گواہ کو قاضی پرگنہ فلاں نے حد قذف کی سزا دی ہے اور اس قاضی کا نام بیان کر دیا پس اس گواہ نے جس پر محدود القذف ہونے کی گواہی دی گئی ہے کہا کہ میں گواہ پیش کرتا ہوں اس قاضی کے اقرار کی کہ اس نے مجھے حد نہیں ماری ہے اور دونوں فریق گواہوں نے اس کی کوئی تاریخ و وقت نہیں بیان کیا تو قاضی اس کے محدود القذف ہونے کا حکم دے دے گا اور بسبب گواہی گواہان[2] اقرار مذکور کے محدود القذف ہونے کا حکم دینے سے باز نہ رہے گا اگر گواہوں نے اس کی حد ماری جانے کا کوئی وقت بھی بیان کیا ہو مثلاً کہا کہ قاضی کورہ فلاں نے اس کو حد قذف سنہ چار ستاون میں ماری ہے پھر مشہود علیہ نے گواہ قائم کیے کہ یہ قاضی سنہ چار سو چھپن میں مرگیا ہے یا اس امر پر گواہ قائم کیے کہ یہ قاضی سنہ چار سو ستاون میں فلاں ملک دیگر کو گیا تھا تو قاضی اس کے محدود القذف ہونے کا حکم دے دے گا اور اس کے گواہوں کی طرف التفات نہ کرے گا۔

الا آنکہ ان میں سے کوئی بات مشہور ہو مثلاً قاضی مذکور کا مرنا اس وقت سے جو گواہان مشہود علیہ نے شاہد کے محدود ہونے کا بیان (مثلاً چار سو ستاون) کیا ہے پہلے واقع ہونا تمام میں عام مشہور ہوگیا ہو کہ ہر صغیر و کبیر و عالم و جاہل اس کو جانتا ہو یا مثلاً جس سال میں گواہوں نے اس پر حد قذف قائم کی جانی بیان کی ہے اس سال قاضی مذکور کا دوسرے ملک میں ہونا مشہور معروف ہو کہ اس کو ہر صغیر و کبیر و عالم و جاہل جانتا ہو تو ایسی صورت میں قاضی اس کے محدود القذف ہونے کا حکم نہ دے گا اور مشہود علیہ پر حد زنا کا حکم دے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر مشہود علیہ نے یعنی جس پر زنا کی گواہی دی گئی ہے دعویٰ کیا کہ یہ گواہ محدود القذف ہے اور میرے پاس اس کے گواہ ہیں تو اس کے اور مجلس سے اٹھنے کے درمیان مہلت دی جائے گی بدوں اس کے وہ مجلس[3] بالطبع کیا جائے پس اگر وہ گواہ لایا تو خیر ورنہ اس پر حد قائم کی جائے گی پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میرے گواہ شہر میں موجود نہیں ہے اور درخواست کی کہ چند روز مجھے مہلت دی جائے تو قاضی اس کو مہلت نہ دے گا۔ اگر مشہود علیہ نے کچھ دعویٰ نہ کیا بلکہ کسی شخص دیگر نے گواہوں میں سے کسی پر

---

[1] محدود القذف یعنی زنا کی تہمت کسی پر لگانے کی وجہ سے حد مارا گیا ہے ۱۲۔ [2] یعنی اقرار قاضی کے گواہوں کی گواہی کی وجہ سے ۱۲۔ [3] ...

(1) گواہوں نے کہا کہ عورت بھی راضی تھی ۱۲۔

دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے قذف کیا ہے تو مشہود علیہ قید رکھا جائے گا اور قذف کے گواہوں کا حال دریافت کیا جائے گا پس اگر ان کی تعدیل کی گئی تو حد قذف پہلے ماری جائے گی پس مشہود علیہ سے حد زنا ساقط کی جائے گی۔ اسی طرح اگر گواہان زنا میں سے کسی نے قاضی کے سامنے کسی کا قذف کیا پس اگر مقذوف یعنی جس کو تہمت لگائی ہے کہ آیا۔

اگر حد زنا قائم کی جانے کے بعد مقذوف نے آ کر حد قذف کا مطالبہ کیا تو اس کے واسطے حد قذف بھی ماری جائے گی:

اس نے حد قذف کا مطالبہ کیا تو اس پر حد قذف قائم کی جائے گی اور حد زنا ساقط ہو جائے گی اور اگر مقذوف نہ آیا تا کہ اپنے حد قذف کا مطالبہ کرے تو حد زنا قائم کر دی جائے گی اور اگر حد زنا قائم کی جانے کے بعد مقذوف نے آ کر حد قذف کا مطالبہ کیا تو اس کے واسطے حد قذف بھی ماری جائے گی۔ اسی طرح اگر بجائے قاذف کے چور ہو یا گواہی اور کسی حق کی حقوق العباد میں سے ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور ہنوز تعدیل گواہوں کی نہ ہوئی تھی کہ مشہود علیہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو عمداً قتل کرنے میں قصاص اور خطاءً قتل کرنے میں دیت قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اس طرح اگر بعد تعدیل گواہوں کے اس کو قتل کیا اور ہنوز حکم برجم نہیں ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے اور جیسے ان دونوں صورتوں میں اس کی ضمان نفس واجب ہوتی ہے یعنی بالکل قتل کر دیا تو دیت یا قصاص واجب ہوتا ہے اس طرح اگر اس کے اطراف میں سے کوئی عضو کاٹ ڈالا یا ضائع کیا تو اس کی ضمان بھی واجب ہوگی جیسے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا آنکھ پھوڑ دی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر اس کے رجم کا حکم دیا گیا ہو پھر اس کو کسی نے عمداً یا خطاءً قتل کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور جس طرح اس صورت میں اس کے نفس کی ضمان واجب ہوتی ہے ویسے ہی اس صورت میں اس کے اطراف کی ضمان بھی واجب نہ ہوگی اور اگر قاتل کے قتل کرنے کے بعد (یعنی بعد رجم کا حکم ہونے کے ہے) اس صورت میں گواہوں نے رجوع کیا تو قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر بعد حکم ہو جانے کے اس کو عمداً قتل کر دیا پھر گواہ غلام یا کفارہ پائے گئے یا محدود القذف نکلے تو قیاس چاہتا ہے کہ قصاص واجب ہو اور استحساناً مقتول کی دیت قاتل کے مال سے تین سال (یعنی تین سال میں سب ادا کرے) میں واجب ہوگی۔ اگر قاتل نے اس کو بطریق رجم قتل کیا ہو پھر گواہان مذکور غلام نکلے تو اس کی دیت بیت المال سے واجب ہوگی اس واسطے کہ قاتل نے جو کچھ کیا وہ بامر امام المسلمین کیا ہے بخلاف اس کے اگر اس کو تلوار سے قتل کیا تو حکم امام کی فرمان برداری نہیں کی پس یہ حکم نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر گواہوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اس عورت سے وطی کی اور یہ نہ کہا کہ اس سے زنا کیا تو ان کی گواہی باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اس عورت سے جماع کیا یا مباضعت کی تو بھی یہی حکم ہے اور گواہوں پر حد واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور کہا کہ ہم نے عمداً نظر ڈال کر دیکھا ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے تلذذ کے واسطے عمداً نظر ڈالی تو بالاجماع قبول نہ ہوگی یہ[1] فتح القدیر میں ہے یہ چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پس امام نے اس کو حد مارنی چاہی پھر ان گواہوں میں

---

[1] اس واسطے کہ جب انہوں نے ایسا کہا تو گویا اپنے فسق کا اقرار کیا اور صورت اوّل میں دیکھنا بغرض تحمل شہادت بیان کیا تو اس کا دیکھنا بطور خواہش نفس نہ ہوا بلکہ محض اس غرض کے واسطے جو شرعاً جائز ہے بخلاف فریق ثانی کے کہ اس کو اس طور پر جائز نظر کرنی نہ تھی۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا ۱۲۔

سے ایک نے دوسرے کو تہمت لگائی یعنی قذف کیا پس مقذوف اس امر سے ڈرا کہ اگر میں حد قذف کا مطالبہ کرتا ہوں تو گواہی ہے باطل ہو جائے گی پس اس نے مطالبہ نہ کیا تو فرمایا کہ ان کی گواہی جائز ہے اور مشہود علیہ کو سزائے حد دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور اس کے احصان پر کسی نے گواہی نہ دی......:

چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے اس پر محصن ہونے کی گواہی دی پس قاضی نے رجم کا حکم دے دیا اور وہ رجم کیا گیا کہ اسی درمیان میں گواہان احصان نے رجوع کر لیا یا وہ غلام نکلے اور مرد مذکور کو پتھروں نے زخمی کیا ہے مگر ہنوز وہ مرا نہیں ہے تو قیاس چاہتا ہے کہ اس پر سو کوڑے کی حد قائم کی جائے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمد کا قول ہے اور استحساناً اس سے سزائے جلد اور باقی رجم سب دور کیے جائیں گے اور ہر دو گواہ لوگ بھی جراحت کی بابت کچھ ضامن نہ ہوں گے اور نہ تاوان بیت المال پر ہوگا چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور اس کے احصان پر کسی نے گواہی نہ دی پس قاضی نے اس کے درے مارنے کا حکم دے دیا پھر دو گواہوں نے اس پر بعد پورے سو درے مارے جانے کے محصن ہونے کی گواہی دی تو بر قیاس اوّل اس صورت میں بھی یہ حکم ہوگا کہ رجم کیا جائے اور استحسان یہ ہے کہ رجم نہ کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں ہمارے علماء نے استحسان ہی کو لیا ہے اور صورت اولیٰ میں قیاس کو اختیار کیا ہے اور یہ حکم جو ہم نے بیان کیا اس صورت میں ہے کہ اس پر پورے درے مارے گئے ہوں اور اگر ہنوز پورے درے نہیں مارے گئے کہ دو گواہوں نے اس پر محصن ہونے کی گواہی دی تو رجم جاری کرنے سے مانع نہ ہو گی یہ محیط میں ہے اگر چار مردوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی پس اس نے شبہہ کا دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اپنی بیوی یا باندی گمان کیا تھا تو اس کے ذمہ سے حد ساقط نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ میری بیوی یا باندی ہے تو اس پر حد نہ ہوگی اور گواہوں پر بھی نہ ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس باندی سے زنا کیا پس اس نے کہا کہ میں اس کو خرید کر چکا تھا بخرید فاسد یا شرط خیار البائع یا صدقہ یا ہبہ کا دعویٰ کیا یا کہا کہ میں نے اس سے نکاح کر لیا تھا اور گواہوں نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے اس میں میری کوئی ملک نہیں تو حد اس کے ذمہ سے دفع کی جائے گی اس واسطے کہ شبہہ موجود ہے اور اس طرح حرہ (عورت آزادہ) کی صورت میں بھی روایت ہے کہ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ میں اس کو خرید چکا تھا تو اس سے حد دور کی جائے گی۔ اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ یہ اس کو آزاد کر چکا تھا پھر اس سے زنا کیا ہے اور وہ آزاد کرنے سے انکار کرتا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر گواہوں نے ایک مرد اور ایک عورت پر گواہی دی پس عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ پر زبردستی ایسا کیا ہے اور گواہوں نے اس کی گواہی نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ اس عورت نے اس کی مطاوعت کی تو عورت پر بھی حد واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر گواہوں نے ایسی حد کی گواہی دی جس کا عہد متقادم ہو گیا ہے یعنی زمانہ زیادہ گذرا ہے تو حد کی سزا نہ دی جائے گی سوائے حد قذف کے یہ کنز میں ہے اور اگر زنا متقادم کی گواہی دی تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ گواہوں کو حد قذف ماری جائے گی اور بعض نے کہا کہ ان کو بھی حد نہ ماری جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تقادم[1] میں ضروری ہے کہ بغیر عذر دیر کی گئی ہو اور اگر بعذر ہو جیسے مرض یا دوری مسافت یا خوف راہ وغیرہ تو گواہی مقبول ہوگی اور مشہود علیہ کو حد ماری جائے گی یہ نہر الفائق میں ہے۔

تقادم جیسے ابتداً قبول شہادت سے مانع ہے ویسے ہی بعد قضاء کے اقامت سے مانع ہے اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے چنانچہ اگر تھوڑی حد قائم کیے جانے کے بعد وہ بھاگ گیا پھر تقادم عہد کے بعد گرفتار ہو کر آیا تو اس پر باقی حد قائم نہ کی جائے گی۔

---

[1] تقادم یعنی جس کو عرصہ دراز گزر گیا مثلاً ایک مہینہ یا اس سے زائد ۱۲۔

تقادم میں اختلاف ہے کہ کس قدر مدت میں تقادم ہوتا ہے تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے تقادم کی مدت ایک مہینہ مقرر کیا ہے اور یہی روایت امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ سے ہے اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ شراب خواری کے سوائے حدود میں تقادم کی تقدیر ایک مہینہ ہے بالاتفاق اور رہی شراب خواری سو امام محمدؒ کے نزدیک اس میں بھی یہی تقدیر ہے اور شیخین کے نزدیک اس میں بدبو شراب کی زائل ہو جانے تک[1] کی تقدیر ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے حد متقادم[2] کا اقرار کر لیا تو اس کو حد کی سزا دی جائے گی سوائے شراب خواری کے یہ شرح وقایہ میں ہے اور جس نے کسی عورت معین یا غیر معین سے زنا کرنے کا اقرار چار مرتبہ کیا پھر عورت حاضر ہوئی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مرد پر حد قائم کیے جانے سے پہلے حاضر ہوئی یا بعد مرد پر حد قائم کیے جانے کے حاضر ہوئی پس اگر مرد پر حد قائم کیے جانے کے بعد حاضر ہوئی اور اس نے بھی مثل مرد کے اقرار کیا تو اس پر بھی حد قائم کی جائے گی اور اگر اس نے انکار کیا اور مرد مذکور پر قذف کرنے کا دعویٰ کیا تو مرد مذکور کو حد قذف نہ ماری جائے گی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مرد پر دو حدیں واجب نہ ہوں گی ایک حد تو ہم اس پر قائم کر چکے ہیں پس دوسری اس پر قائم نہ ہوگی اور اگر مرد پر حد قائم کیے جانے سے پہلے حاضر ہوئی پس اگر اس نے زنا سے انکار کیا اور نکاح کا دعویٰ کیا تو حد دونوں سے ساقط ہوگی اور مرد پر عقر واجب ہوگا اور اگر اس نے نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور زنا سے انکار کیا اور مرد پر حد قذف کا دعویٰ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مرد سے حد زنا ساقط ہوگی اور اس طرح اگر عورت مقر ہوئی اور مرد غائب ہوا تو مرد کا حکم بھی اس باب میں مثل حکم عورت کے ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایسا شخص کہ دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نے دار الحرب میں زنا کیا قبل مسلمان ہونے کے تو اس پر حد نہیں ہے:

اگر مرد مذکور پر حد قائم کیے جانے کے بعد عورت حاضر ہوئی اور اس نے نکاح کا دعویٰ کر کے اپنے مہر کا مطالبہ کیا تو اس کے واسطے کچھ مہر نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک مرد نے زنا کا اقرار کیا اور وہ محصن ہے پس قاضی نے اس کے رجم کا حکم دیا پس لوگ اس کو رجم کرنے کو لے گئے پس اس نے اپنے اقرار سے رجوع کیا پس اس کو ایک شخص نے قتل کر ڈالا یعنی بطور رجم کے تو قاتل پر کچھ نہ ہوگا جب تک کہ قاضی اس سے رجم کو باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے اس سے حکم باطل کیا پھر اس کو کسی نے قتل کیا تو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اصل میں امام ابو حنیفہؒ سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے زنا کا اقرار کیا اور عورت نے اکراہ کا دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے زبردستی ایسا کیا ہے تو امام نے فرمایا کہ مرد کو حد کی سزا دی جائے گی اور عورت پر حد نہیں قائم کی جائے گی یہ ایضاح میں ہے جو شخص کہ دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نے دار الحرب میں زنا کیا قبل مسلمان ہونے کے تو اس پر حد نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مرد مسلمان دار الحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور وہاں کسی مسلمان عورت یا ذمیہ عورت سے زنا کیا پھر وہاں سے دار الاسلام میں آیا اور زنا کرنے کا اقرار کیا تو ہمارے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام نے بعد آزاد ہونے کے اقرار کیا کہ میں نے غلام ہونے کی حالت میں زنا کیا تھا تو اس پر غلاموں کی حد قائم کی جائے گی اور غلام پر حد اس کے اقرار سے اور سوائے اقرار کے اور امور موجب حد ہوتے ہیں پائے جانے سے بھی قائم ہوتی ہے اگرچہ اس کا مولیٰ غائب ہو اور چوری کے ہاتھ کاٹے جانے اور قصاص کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو مرتبہ زنا کا اقرار کیا اور دو گواہوں نے زنا پر گواہی دی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ تمرتاشی میں ہے۔

---

[1] اگر بدبو زائل ہو گئی تو تقادم ہو گیا ۱۲۔ [2] اس میں تقادم العہد ہو گیا ہے کہ اس پر گواہی مقبول نہ ہو گی لیکن اگر وہ خود اقرار کرے تو حد ماری جائے گی ۱۲۔

باب : ⑤

شراب خواری کی حد میں

''سکراں'' کا اطلاق کس شخص پر ہوتا ہے؟

ایک شخص نے شراب پی اور پکڑا گیا اور ہنوز اس کی بدبو[1] موجود ہے یا اس پکڑ لائے درحالیکہ وہ نشہ میں مست تھا پس گواہوں نے اس پر شراب خواری کی گواہی دی تو اس پر حد واجب ہوگی قال المترجم یعنی اسی درے۔ اسی طرح اگر اس نے خود اقرار کیا اور بدبو موجود ہے تو بھی یہی حکم ہے خواہ اس نے تھوڑی شراب پی ہو یا بہت۔ اگر اس نے بدبو جاتی رہنے کی بعد اقرار کیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اس طرح اگر بدبو جاتی رہنے کے بعد اور نشہ زائل ہونے کے بعد اس پر گواہوں نے گواہی دی تو بھی شیخینؒ کے نزدیک اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر گواہوں نے اس کو ایسی حالت میں پکڑا کہ اس کے منہ سے بدبو آتی ہے نشہ میں ہے پس اس کو یہاں سے اس شہر کو لے چلے جہاں امام موجود ہے پس اس کے پاس پہنچنے سے پہلے بدبو و نشہ جاتا رہا تو مرد مذکور کو بالا جماع حد ماری جائے گی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر نشہ کے بیہوش نے اپنے اوپر شراب خواری کا اقرار کیا تو اس کے اقرار (حالت نشہ میں) پر اس کو حد ماری جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ مست شراب (جو مست ہے) کے پہچاننے میں اختلاف ہی چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ نشہ شراب کا مست وہ ہے کہ زمین کو آسمان سے نہ پہچانتا ہو اور مرد کو عورت سے نہ شناخت کرتا ہو اور صاحبینؒ نے کہا کہ سکراں وہ ہے کہ اس کا کلام مختلط ہو کہ غالب کلام اس کا ہذیاں ہو جائے تو وہ سکراں یعنی نشہ شراب کا مست ہے اور صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور

اگر قاضی کے پاس گواہوں نے ایک مرد پر شراب خواری کی گواہی دی تو قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ شراب کیا چیز ہے پھر دریافت کرے گا کہ اس نے کیوں کر پی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس نے بہ مجبوری زبردستی پی ہو پھر دریافت کرے گا کہ کب پی ہے کیونکہ احتمال تقادم[ا] ہے پھر دریافت کرے گا کہ کہاں پی ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس نے دارالحرب میں پی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے پس اگر گواہوں نے اب سب کو ٹھیک بیان کیا تو قاضی اس مشہود علیہ کو قید کرے گا تا کہ گواہوں کی عدالت دریافت کرے اور ظاہر عدالت پر حکم نہ کرے گا اور جس پر شراب خواری کی گواہی دی ہے ضروری ہے کہ وہ عاقل بالغ مسلمان اور ناطق ہو پس طفل پر ایسی حد نہیں ہے اور نہ مجنون اور نہ کافر پر تا تارخانیہ میں لکھا ہے کہ گونگے کو بھی حد شراب خواری نہ ماری جائے گی خواہ گواہوں نے اس پر گواہی دی ہو یا اس نے خود ایسے اشارہ سے بتلایا کہ جو اس کی طرف سے معاملات میں اقرار شمار کیا جاتا ہے اور اندھے کو ایسی حد ماری جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر دارالاسلام میں مسلمان نے شراب پی اور کہا کہ میں نے اس کے حرام ہونے کو نہیں جانتا تھا تو اس کو حد ماری جائے گی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ایک شخص پر شراب خواری کی گواہی دی گئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں دودھ سمجھ کر پی گیا تھا یا کہا کہ میں اس کو شراب نہیں جانتا تھا تو یہ قول اس کا مقبول نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں اس کو نبیذ (معنی کتاب الاشربہ میں مرقوم ہیں) سمجھا تھا تو یہ قول اس کا قبول ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے۔

شراب کا پینا دو مردوں کی گواہی سے یا خود ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے اور اس میں مردوں کے ساتھ

[ا] تقادم یعنی جس کو عرصہ دراز گزر گیا مثلاً ایک مہینہ یا اس سے زائد ۱۲۔

(۱) اس کے منہ سے بدبو شراب کی آتی ہے ۱۲۔

عورتوں کی گواہی نہیں (مثلاً ایک مرد و دو عورتیں ہوں) قبول ہوتی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور جو شخص حالت نشہ میں ہے اور گواہوں نے اس پر شراب خواری کی گواہی دی تو اس پر حد نہیں قائم کی جائے گی یہاں تک کہ اس کو ہوش ہو جائے اور نشہ اتر جائے پھر جب افاقہ ہو گیا تو اس پر حد قائم کی جائے گی خواہ شراب کی بد بو اس سے جاتی رہی ہو یا نہ گئی ہو۔ مسلمان نے اگر شراب پی تو اس کو حد نہیں ماری جائے گی کیونکہ جائز میں ہے کہ زبردستی اس کو پلائی گئی ہو اور مسلمان کے منہ سے شراب کی بد بو پائی جانے سے اس کو حد نہ ماری جائے گی تا وقت تاوقتیکہ گواہ اس کی شراب خواری کی گواہی نہ دیں باوجود یہ کہ ایک مرتبہ اقرار نہ کرے۔ اگر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس نے شراب پی ہے تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اور اس طرح اگر دونوں نے اس کے شراب پینے پر گواہی دی اور بد بو اس سے پائی جاتی ہے ولیکن دونوں گواہوں نے وقت میں اختلاف کیا تو بھی حد نہ ماری جائے گی اور اسی طرح اگر ایک نے اس کے شراب پینے کی اور دوسرے نے اس کے اقرار شراب خواری کی گواہی دی تو بھی حد نہ ماری جائے گی اور اس طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ خمر سے نشہ میں ہوا ہے اور دوسرے نے کہا کہ سکر سے نشہ میں ہوا ہے تو بھی اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر بنج سے نشہ میں ہو گیا تو اس پر حد واجب ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو حد نہ ماری جائے گی سوائے خمر کے چھوہارے و انگور تر و خشک وغیرہ سے جو شرابیں بنائی جاتی ہیں اگر ان سے بیہوش ہو تو اس کو حد نہ ماری جائے گی۔

انگور کا آب خام اگر اس میں غلیان[2] و اشتداد ہوا مگر جھاگ نہیں نکلی اور اس کو کوئی پی گیا اور نشہ میں ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور وہ ان کے نزدیک مثل شیرۂ انگور کے ہے اور جو اشربہ کہ حبوب و فواکہ مثل گیہوں و جو و جوار و آلو بخارا[3] وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں جب تک کہ وہ شیریں ہوں تو ان کا پینا حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو شخص کہ نبیذ سے نشہ میں ہوا اس کو حد ماری جائے گی مگر بیہوش کو اس وقت تک ماری نہ جائے گی جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ نبیذ سے نشہ میں ہوا اور اس نے بلا جبر کے بطوع خود پی ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ جس نے دردی خمر پی تو اس کو حد نہ ماری جائے گی جب تک کہ وہ نشہ میں نہ ہو جائے یعنی اگر نشہ ہو جائے تو حد ماری جائے گی ورنہ نہیں اور جو شخص کہ منصف[4] یا مثلث پی کر نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد ماری جائے گی اور اگر نبیذ شہد یا مرز یا جعہ یا شیر مادہ خر سے نشہ میں ہو گیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر خمر کو پانی یا دودھ یا تیل وغیرہ مائعات میں سے کسی کے ساتھ مخلوط کر دیا پس اگر خمر غالب ہے اور اس میں سے کوئی قطرہ پی لیا (مخلوط میں سے) تو اس کو حد ماری جائے گی اور اگر خمر مغلوب ہوگی تو اس کا پینا حلال نہیں ہے مگر جب تک نشہ نہ ہو جائے تب تک حد واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور سکر و خمر[5] کی حد اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو اسی (۸۰) کوڑے ہیں یہ کنز میں ہے۔

مثل زنا کے کوڑوں کے اس کے بدن پر متفرق جگہ مارے جائیں گے اور چہرہ و سر مثل حد زنا کے بچایا جائے گا اور مشہور روایت کے موافق جس کو یہ حد ماری جائے گی وہ سوائے ستر کے ننگا کر دیا جائے گا اور اگر غلام ہوگا تو اس پر چالیس ہی کوڑے ہیں

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی حرام ہے لیکن چونکہ امام ابوحنیفہؒ اس کی حالت کے قائل ہیں اس لیے امر مشتبہ ہوا اور شبہ سے حد ساقط ہوتی ہے پس یہاں بھی حد ساقط ہوئی اور ظاہر عبارت سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ اس حکم میں سب متفق ہوں مگر ایسا نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء کے نزدیک حد ماری جائے گی اور ان کے قول پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو بخاری میں عمرؓ سے مروی ہے ۱۲۔ [2] غلیان جوش آنا یعنی جھاگ وغیرہ اٹھنے لگیں جو جوش پر دلالت کرتے ہیں ۱۲۔ [3] آلو کو بہترین آن بخاری است وھذا الضرورۃ نظراً الی المعروف ۱۲۔ [4] منصف وہ جو جل کر نصف رہ جائے اور مثلث وہ جو دو حصہ جل کر ایک حصہ رہ جائے ۱۲۔ [5] سکر نوع خمر کتاب الاشربہ میں مذکور ہے ۱۲۔

اور جن سے خمر وسکر پینے کا اقرار کیا پھر رجوع کیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ سراج وہاج میں ہے۔ ذمی پر کسی شراب پینے میں حد نہیں ہے اور امام المسلمین کے پاس اگر ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی ہے اور دو گواہوں نے اس پر اس امر کی گواہی دی پس اس نے کہا کہ میں خمر خواری پر مجبور کیا گیا تھا تو عذر نا مقبول ہو کر اس پر حد قائم کی جائے گی اور اس میں اور جس پر زنا کی گواہی دی گئی اور اس نے یوں دعویٰ کیا کہ میں نے نکاح کر لیا تھا ان دونوں میں فرق ہے اس وجہ سے کہ جس پر زنا کی گواہی دی گئی ہے وہ اس سبب کے پائے جانے سے جو موجب حد ہے انکار کرتا ہے اس واسطے کہ یہی فعل وطی بسبب نکاح کے زنا ہونے سے خارج ہوگا اور جس پر شراب خواری کی گواہی دی گئی ہے اس کے اکراہ کے عذر سے سبب حد منعدم نہیں ہوتا ہے یعنی شراب کا پینا درحقیقت منعدم نہیں ہوتا ہے ہاں یہ ایک عذر ہے کہ جس سے حد ساقط ہوسکتی ہے بشرطیکہ ثابت ہو جائے لہٰذا بدوں اکراہ پر گواہ قائم کیے اس کا عذر مذکور ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

باب : ⑥

حدالقذف اورتعزیر کے بیان میں

واضح ہو کہ شرع میں قذف کرنا زنا کرنا کسی[1] کے ذمہ لگانے کو کہتے ہیں اور اگر کسی مرد نے دوسرے مرد محصن یا عورت محصنہ کو صریح زنا کے ساتھ قذف کیا یعنی مثلاً کہا کہ تو نے زنا کیا یا اے زانی[(1)] پس اس مقذوف نے نالش کر کے مطالبہ کیا تو قاذف کو حاکم اسی (۸۰) کوڑے مارے گا اگر آزاد ہو اور اگر غلام ہوگا تو چالیس کوڑے مارے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ سوائے پوستین و حشو کے اس کے کپڑے اس کے بدن سے نہ اتارے جائے گے اور کوڑے اس کے بدن پر متفرق جگہوں پر مارے جائے گے جیسے زنا کی حد میں ہے یہ شرح نقایہ ابوالمکارم میں ہے۔ قذف کا ثبوت قاذف کے خود ایک مرتبہ اقرار کرنے سے یا دو مردوں کی گواہی سے ہو جاتا ہے جیسے اور سب حقوق میں حکم ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور مردوں کے ساتھ عورتوں کے گواہ ہونے سے نہیں ثابت ہوتا ہے اور گواہی پر گواہی ہونے سے نہیں ثابت ہوتا اور اگر ایک قاضی کا خط بنام دوسرے قاضی کے درمقدمہ ثبوت قذف ہو تو دوسرے قاضی کے نزدیک ثبوت نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے قذف کا اقرار کیا پھر رجوع کر لیا تو رجوع مقبول نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

محصن ہونے کی شرائط کا بیان:

قاذف پر حد قذف جب ہی ہوتی ہے کہ مقذوف محصن ہو اور محصن ہونے کی پانچ شرطیں ہیں یعنی آزاد، عاقل، بالغ مسلمان، عفیت (عفت والا پاکدامن وپارسا) ہو کہ اس نے تمام عمر میں کسی عورت سے زنا یا وطی بشبہہ یا بنکاح فاسد نہ کی ہو یہ شرح طحاوی میں ہے اور پس اس کا احصان ہر وطی حرام سے جو غیر ملک میں واقع ہو باطل ہو جائے گا خواہ عورت صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو خواہ ایسی باندی ہو جو استحقاق میں لے لی گئی یا کسی مرد کی تین طلاق دی ہوئی معتدہ ہا یا بائنہ ہو یا کسی باندی سے وطی کی پھر اس کی خرید کا دعویٰ کیا

---

[1] واضح ہو کہ قذف در واقع بیان زنا ہی ہے مگر چونکہ بعضی صورتیں ایسی نکلتی ہیں کہ باوجود فی نفس الامر زنا ہونے کے کہنے والے کو حد قذف ماری جاتی ہے جیسے ایک مرد نے دیکھا کہ ایک مرد اور ایک اجنبی عورت فعل وطی کرتے ہیں تو اس کا گواہی دینا قذف ہوگا اس واسطے کہ اس کی گواہی سے زنا نہیں ثابت ہوگا پس ضرور قذف ہوا لہٰذا مترجم نے لفظ تہمت سے گریز کیا فافہم ۱۲۔

(1) یہ امر ثابت نہیں ہے ۱۲۔

یا اس سے نکاح کا دعویٰ کیا یا اپنے دوسرے کے درمیان مشترک باندی سے وطی کی یا ایسی عورت سے وطی کی جو وطی کرانے پر مجبور کی گئی یا ایسی عورت سے وطی کر لی جو شب زفاف میں اس کی بیوی کی جگہ (مذاق سے) بھیجی گئی یا اس نے اپنے کفر کی حالت میں یا دار الحرب میں یا حالت جنون میں وطی کی یا اپنی ایسی باندی سے وطی کی جو ہمیشہ کے واسطے اس پر بسبب رضاعت کے حرام ہو گئی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں ہے۔

احصان کے زائل ہونے کی صورتیں:

اگر ایسی باندی خریدی جس سے اس کا باپ کا وطی کر چکا ہے یا خود اس کی ماں سے وطی کر چکا ہے پھر اس سے وطی کی پھر اس کو کسی نے قذف کیا تو بالا جماع قاذف پر حد نہ ہو گی اور اگر ایسی باندی خریدی جس کی ماں کو یا بیٹی کو شہوت سے چھوا ہے یا اس کی ماں یا بیٹی کو فرج کو بنظر شہوت دیکھا ہے یا اس کے باپ یا بیٹے نے اس کی فرج کو شہوت سے دیکھا ہے پھر اس سے وطی (خریدی ہوئی سے) کر لی تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کا احصان زائل نہ ہو گا اور اس کے قاذف کو حد ماری جائے گی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا احصان زائل ہو گا اور اس کے قاذف کو حد نہ ماری جائے گی اور اسی طرح اگر ایسی صفت کی عورت سے نکاح کر کے اس سے وطی کی تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایسے مرد کو قذف کیا جس نے اپنی ماں سے وطی کی درحالیکہ اس کی ماں مجوسیہ ہے یا نکاح کی ہوئی ہے یا باندی بطور فاسد کے خریدی ہوئی ہے یا اس کی بیوی ہے جس سے حالت حیض میں وطی کی یا اس سے ظہار کیا تھا یا فرض روزے سے تھی حالانکہ یہ اس کے روزہ دار ہونے کو جانتا تھا یا باندی حالت کتابت میں تھی تو اس کے قاذف کو حد قذف کی سزا دی جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ چار بیویوں کا نکاح موجود ہیں پھر پانچویں سے نکاح کر کے اس سے بھی وطی کر لی تو اس کے قاذف کو حد قذف نہ ماری جائے گی اور اگر مسلمان نے اپنی مرتدہ باندی سے وطی کی تو اس کا احصانِ زائل نہ ہو گا اور اس کے قاذف کو حد ماری جائے گی اور نیز منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی ایسی باندی سے وطی کی جو اپنے کسی شوہر کی عدت میں ہے تو میرے نزدیک اس کا احصان زائل نہ ہو گا اور میں اس کے قاذف کو حد ماروں گا یہ محیط میں ہے اور اگر آزادہ بیوی پر ایک باندی سے نکاح کیا یا دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کیا یا ایک عورت اور اس عورت کی پھوپھی سے ایک عقد میں نکاح کیا تو ایسے عقود فاسدہ سے جو وطی واقع ہو وہ احصان کو زائل کر دیتی ہے اور اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کر کے اس سے وطی کر لی پھر معلوم ہوا کہ یہ عورت اس پر بسبب مصاہرت کے حرام تھی تو بھی یہی حکم ہے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے۔ یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے اپنے پسر کی باندی سے وطی کی کہ جس سے وہ حاملہ ہو گئی یا نہ ہوئی تو اس کا احصان ساقط نہ ہو گا چنانچہ اس کے قاذف کو حد قذف ماری جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر وطی کرنے والا جس کے ذمہ سے حد دور کی جاتی ہے اور اس پر مہر قرار دیا جاتا ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت کیا جاتا ہے تو ایسے وطی کرنے والے کا احصان ساقط نہیں ہوتا ہے چنانچہ میں اس کے قاذف کو حد ماروں گا اور اسی طرح اگر کسی کی باندی سے بغیر اجازت[1] اس کے مولیٰ سے نکاح کیا اور اس سے دخول کیا تو میں ایسے شخص کو قاذف کو حد ماروں گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جس کو جانتا ہے کہ اس کا شوہر موجود ہے یا یہ کسی دوسرے کی عدت میں ہے یا کسی اپنے ذی رحم محرم سے جان بوجھ کر نکاح کیا پھر اس سے وطی کی تو ایسے شخص کے قاذف پر کچھ حد واجب نہ ہو گی اور اگر ان دونوں میں سے کوئی صورت بغیر علم کے کی تو امام ابو یوسفؒ نے

(۱) مولیٰ نے اپنے باندی کو اجازت نہیں دی تھی ۱۲۔

فرمایا کہ اس کے قاذف کو حد ماری جائے گی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور ذمی نے اگر ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے اس کے دین میں نکاح کرنا حلال تھا جیسے اپنی ذی رحم محرم[1] سے نکاح کیا پھر مسلمان ہو گیا پھر اس کو کسی نے قذف کیا پس اگر اس نے بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے وطی کی ہے تو اس کے قاذف پر حد نہ ہو گی اور اگر حالت کفر میں دخول کر چکا ہے تو بھی صاحبینؒ کے قول پر یہی حکم ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے قاذف پر حد واجب ہو گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کوئی شخص ایسی دو باندیوں کا مالک ہوا جو آپس میں سگی بہنیں ہیں پس ان دونوں سے وطی کر لی تو اس کے قاذف کو حد قذف کی سزا دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اے زانیہ پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو عورت کو حد قذف ماری جائے گی اور دونوں میں لعان نہ کرایا جائے گا:

اگر ایسی عورت کو قذف کیا جس کو زنا کی وجہ سے پہلے حد ماری گئی ہے تو اس کے قاذف پر حد نہ ہو گی اور اگر ایسی عورت ہو کہ اس کے ساتھ علامت زنا کی ہو اور وہ یہ ہے کہ قاضی اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان لعان کرا کے اس کے بچہ کا نسب اس کے شوہر سے قطع کر کے اس کے ساتھ لاحق کیا ہو یا ایسی عورت ہو کہ اس کے ساتھ ایک بچہ ہے کہ اس کا پدر معلوم نہیں ہوتا ہے تو ایسی عورت کے قاذف پر حد نہیں ہے اور اگر اس کے بچہ کو قذف کیا تو اس کے قاذف پر حد واجب ہو گی اور اگر بیوی و مرد کے درمیان بغیر ولد کے لعان ہوا ہو یا لعان بولد ہو مگر ولد کا نسب اس کے شوہر سے قطع نہیں کیا گیا یا قطع بھی کیا گیا مگر شوہر نے پھر اپنی تکذیب کی اور بچہ کا نسب اس کے ساتھ لاحق کیا گیا پھر کسی مرد (قید مرد اتفاقی ہے مرد ہو خواہ عورت ہو) نے ایسی عورت کو قذف کیا تو اس کے قاذف پر حد واجب ہو گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اے زانیہ پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہی تو عورت کو حد قذف ماری جائے گی اور دونوں میں لعان نہ کرایا جائے گا اور اگر اجنبیہ سے کہا کہ اے زانیہ پس اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا تو مرد کو حد نہ ماری جائے گی اور عورت کو حد ماری جائے گی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ او زانیہ پس اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا تو مرد پر حد نہیں ہے اور نہ لعان اور نیز عورت پر بھی حد نہیں ہے اور اسی طرح اگر عورت نے ابتداء کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا پس مرد نے اس کو قذف کیا تو بھی ان دونوں میں سے کسی پر حد نہ ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ تیرے ساتھ تیرے شوہر نے تجھ سے نکاح کرنے سے پہلے زنا کیا تو وہ قاذف ہو گا اور اگر کہا کہ تجھ سے اپنی انگلی سے زنا کیا تو اس پر حد قذف نہ ہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو زانی ہے اور خالد نے کہا کہ میں بھی گواہ ہوں تو خالد پر حد نہ ہو گی الا آنکہ یوں کہے کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں جس کی تو نے گواہی دی یہ عتابیہ میں ہے۔

زید نے عمرو و خالد سے کہا کہ تم میں سے ایک زانی ہے پس زید سے کہا گیا کہ یہ یعنی عمرو یا خالد کسی خاص کو دریافت کیا گیا کہ یہ ہے تو زید نے کہا کہ نہیں تو زید پر حد نہ ہو گیا اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ او زانی پس خالد نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو زید پر حد ہو گی جس نے پہلے کہا ہے اور خالد جس نے تصدیق کی ہے کہ اس پر نہ ہو گی اور اگر خالد نے یوں کہا کہ تو نے سچ کہا ہے ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو خالد بھی قاذف ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح اگر خالد نے فقط یوں کہا کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو خالد کو بھی حد قذف ماری جائے گی۔ یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی مرد سے کہا اے قحبہ (زن فاحشہ) کے بچے یا عورت سے کہا کہ اے فلاں کی آشنا یا کہا کہ اے دئی یا اے وعید کے بچہ تو حد (قذف) واجب نہ ہو گی اور اسی طرح اگر کہا کہ بطور حرام تیرے ساتھ فلاں

---

[1] ایسی عورت سے جس سے اسلام میں ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے جیسے بہن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ ۱۲۔

نے مجامعت کی یا تجھ سے فلاں نے فجوری کیا یا کہا کہ فلاں کہتا ہے کہ تو زانی ہے یا تو زنا کرتی ہے یا کہا کہ میں نے تجھ سے اچھا زنا کرنے والا نہیں دیکھا یا لوگوں سے بڑھ کر زنا کرنے والا ہے یا تو مجھ سے بڑھ کر زانی ہے یا تو زانیوں سے بڑھ کر زانی ہے یا تو نے ماسوائے فرج کے زنا کیا یا تیری ران یا پاؤں نے زنا کیا یا کہا کہ اے وطی یا تو نے کار قوم لوط کیا یا فلانہ تجھ سے زبردستی یا سونے میں یا جنون کی حالت میں زنا کیا گیا تو حد قذف واجب نہ ہوگی اور اسی طرح تعریض کرنے سے بھی حد قذف واجب نہ ہوگی اور اسی طرح قذف اخرس (گونگا) اور رتقاء عورتوں کے قذف سے اور دار الحرب میں زنا کرنے کے ساتھ باغیوں کے لشکر میں زنا کرنے ساتھ قذف کرنے سے بھی حد قذف واجب نہیں ہوتی ہے اور طفل کو یا ایسے مجنون کو جس کا جنون مطبق ہی قذف کرنے سے حد قذف واجب نہیں ہوتی ہے اور اگر مجنون کبھی حالت جنون میں ہوتا ہو اور کبھی افاقہ میں تو حد قذف واجب ہوگی اور اسی طرح مجبوب کی قذف سے بھی حد نہیں واجب ہوتی اور خصی وعنین کی قذف سے حد نہیں واجب ہوتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر کہا کہ اے ولد الزنا یا ابن الزنا حالانکہ اس کی ماں محصنہ ہے تو کہنے والے کو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ اس کی ماں کو قذف بزنا کیا ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر طفل مراہق یعنی قریب بہ بلوغ کو قذف کیا پس طفل مذکور نے بلوغ بسن کا یا احتلام کا دعویٰ کیا تو اس کے قول سے قاذف کو حد قذف نہ ماری جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی مرد کو کہا کہ اے زانیہ (اے زنا کرنے والی بصیغہ مؤنث) تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کذا فی شرح الطحاوی اور استحسان ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی عورت سے کہا کہ اے زانی (زنا کرنے والا) بدون تانیث کے تو بالاجماع قاذف پر حد واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد سے کہا کہ زنائت تو قاذف پر حد واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے مرد سے کہا کہ زنات فی الجبل اور کہا کہ میری مراد صعود جبل تھی اور جس حالت میں کہا ہے وہ حالت غضب تھی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاذف کو حد ماری جائے گی اور یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے لفظ زنات فی الجبل سے پہاڑ پر چڑھنا مراد نہ لیا ہو تو بالاجماع حد واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر کہا کہ زنات علی الجبل تو بالاجماع حد واجب نہ ہوگی۔ یہ مضمرات میں ہے۔ اگر زنات علی الجبل حالت غضب میں کہا ہو تو بعض نے کہا کہ حد واجب نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ واجب ہوگی اور یہی وجہ ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کہا کہ زینت فی الجبل (تو نے پہاڑ میں زنا کیا) تو بالاتفاق اس کو حد ماری جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔

ایسے الفاظ کا بیان جو ''عربی'' میں ادا کیے جائیں تو قذف لاگو ہوتا ہے لیکن ''ہماری زبان'' میں استثناء ہے:

اگر کہا کہ یا زانی لہمزہ تو اصل میں مذکور ہے کہ اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے کسی (اس نے کوئی چیز بیان کی کہ اس پر چڑھ جا) مراد لیا تھا) پر چڑھ جانے والا مراد لیا ہے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اس کو حد ماری جائے گی اور اس میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے اور یہ محیط میں ہے۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے اپنی باندی کو پکارا پس اس کو ایک آزادہ عورت نے جواب دیا پس مرد مذکور نے کہا کہ او چھنال حالانکہ اس کو دیکھتا نہیں ہے پھر عذر کیا کہ میں نے اپنی باندی گمان کیا تھا تو فرمایا کہ میں اس کے قول کی تصدیق نہ کروں گا اور اس کو حد قذف ماروں گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ زینت وفلاں معک یعنی تو نے زنا کیا اور فلاں تیرے ساتھ تو دونوں کا قذف کرنے والا ہو جائے گا اور اگر کہا کہ او میری مراد یہ تھی کہ اور فلاں تیرے ساتھ شائد تھا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ پسر زانیہ اور یہ مرد ساتھ اس عورت کے تھا تو وہ دوسری کا قذف کرنے والا ہوگا اور اسی طرح اگر دوسرے سے کہا کہ او رتو ساتھ اس عورت کے تھا تو بھی یہی حکم ہے اور یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ او پسر زانیہ وفلاں ساتھ اس عورت کے تھا تو اس کی ماں وفلاں مرد دونوں کا قذف ہے اور اگر کہا کہ فلاں تیرے ساتھ تھا تو یہ

قذف نہ ہوگا اور اگر کہا کہ زینت وہذا معک یعنی تو نے زنا کیا اور یہ تیرے ساتھ تھا یا تیرے ساتھ کا لفظ نہ کہا تو یہ دونوں کا قذف ہے قال المترجم یہ عربی زبان میں ہے ہماری زبان میں امید ہے کہ دوسرے کا قذف نہ ہو واللہ اعلم یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یا ابن الزانیه و هذا معك ابن الزانیه اور یہ تیرے ساتھ اور یہ کلام ایک ہی دفعہ لگاتار کہا تو وہ دوسرے کا قذف کرنے والا نہ ہوگا اور اگر کسی مرد نے کہا کہ یا زانی و هذا معك یعنی اے زانی و یہ تیرے ساتھ تو دوسرے کا قذف کرنے والا بھی ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ یا ابن الزانیه و هذا اور لفظ معک نہ کہا تو وہ دوسرے کا قذف کرنے والا بھی ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے زانی کو زنا کے ساتھ قذف کیا تو اس پر حد نہیں ہے خواہ بعینہٖ اُسی زنا (جس سے وہ زانی معلوم ہوا ہے) کے ساتھ قذف کرے یا دوسرے زنا سے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کہا کہ تو نے ایک کے ساتھ ان دونوں عورتوں یا ان دونوں عورتوں سے زنا کیا تو قاذف کو حد ماری جائے گی اور یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں سے کہہ کہ اے زانی پس اگر ایلچی نے اس شخص کو جس کے پاس بھیجا گیا ہے یہ کہا کہ فلاں تجھ کو کہتا ہے کہ اے زانی تو کسی پر حد نہ ہوگی نہ ایلچی پر اور نہ بھیجنے والے پر اور اگر ایلچی نے یوں نہ کہا بلکہ جس کے پاس بھیجا گیا تھا اس سے جا کر کہا کہ اے زانی تو ایلچی کو حد ماری جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ یا ابن السماء اے برساتی پانی کے بچے تو اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر عربی آدمی سے کہا کہ او نبطی یا تو عربی نہیں ہے تو اس کو حد قذف نہ ماری جائے گی یہ کافی میں ہے۔

ایک نے ایک مسلمان سے جس کے ماں باپ دونوں کافر ہیں کہا کہ اے لست انت تو اپنے باپ کے واسطے نہیں ہے تو اس کو حد نہیں ماری جائے گی:

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بنی فلاں[1] میں سے نہیں ہے یعنی ایسے قبیلہ کا نام لیا جس میں سے وہ مشہور ہے تو اس پر حد نہ ہوگی۔ ایک نے ایک مسلمان سے جس کے ماں باپ دونوں کافر ہیں کہا کہ "ای لست انت لابیك" تو اپنے باپ کے واسطے نہیں ہے تو اس کو حد نہیں ماری جائے گی اور ایک نے اپنے غلام سے جس کے ماں باپ مسلمان ہیں کہا کہ تو اپنے باپ کے واسطے نہیں ہے حالانکہ اس کے والدین آزاد ہو گئے ہیں تو مولیٰ پر حد نہ ہوگی اگرچہ غلام اس کے بعد آزاد ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ تو اپنی ماں کے واسطے نہیں ہے تو وہ قاذف نہیں ہے اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنے والدین کے واسطے نہیں ہے تو بھی قاذف نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے حالانکہ اس کی ماں آزاد ہے اور باپ کسی کا غلام ہے تو کہنے والے پر حد واجب ہوگی یعنی اس کی ماں کے واسطے اور اگر اس کا باپ آزاد ہو اور ماں باندی ہو تو حد نہ ماری جائے گی لیکن تعزیر دی جائے گی اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا تو ابن فلاں نہیں ہے اور یہ حالت غضب میں کہا تو کہنے والے کو حد قذف ماری جائے گی اور یہ کنز میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ تو ابن فلاں نہیں ہے اور فلاں سے اس کے دادا کا نام لیا تو اس کو حد نہ ماری جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر کسی سے کہا کہ "اے ابن ہزار زانیہ" تو قاذف کو حد ماری جائے گی:

ایک شخص کو اس کے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف منسوب کیا بدون غضب (حالت غصہ) کے تو حد نہ ماری جائے گی

[1] تہمت زنا کسی کو لگانے والا ۱۲۔

اور اگر حالت غصہ میں ایسا کیا ہو تو حد ماری جائے گی اور اگر اس کو اس کے دادا کی طرف منسوب کیا تو اس کو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ دادا بھی باپ ہے اور اسی طرح اگر اس کو اس کے چچا یا ماموں کی طرف منسوب کیا یا اس کی ماں کے شوہر یعنی سوتیلے باپ کی طرف منسوب کیا تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ لوگ بھی مجازاً باپ کہلاتے ہیں یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر کہا کہ تو ولادت فلاں سے نہیں ہے تو یہ قذف نہیں ہے اور اگر کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا تجھے تیرے باپ نے نہیں پیدا کیا ہے تو یہ اس کی ماں کا قذف ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو رشدت (حلال کا نہیں ہے) کا نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تیرا جد (دادا یا نانا) زانی ہے تو قاذف پر حد نہ ہوگی یہ ایضاح میں ہے اور اگر کہا کہ اے زانی کے بھائی تو اس کے بھائی کے حق میں قذف ہے پس اگر اس کا بھائی ایک ہی ہو تو حق خصومت اس کو حاصل ہوگا اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اے زانی کے بھائی پس عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو عمرو کو حد ماری جائے گی اور زید کے ساتھ عمرو کے بھائی کی بابت قذف کی خصومت ہوگی اور یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن الزانیین یعنی دو زانیہ عورتوں کے بیٹے اور حال یہ ہے کہ اس کی حقیقی ماں مسلمان ہے تو قاذف (تہمت زنا کسی کو لگانے والا) پر حد واجب ہوگی خواہ اس کی دور کی ماں یعنی جدہ مسلمان ہو یا نہ ہو اور اگر ثانی مسلمان ہو اور ماں کافرہ ہو تو قاذف پر حد نہیں ہے اس واسطے کہ ولادت کی طرف جو اضافت ہو وہ سب سے نزدیک سے شامل ہونا شروع ہوتی ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن ہزار زانیہ تو قاذف کو حد ماری جائے گی اور یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر کسی سے کہا کہ اے ابن الزانی والزانیہ یعنی او زانی و زانیہ کے بیٹے تو یہ اس کی ماں و باپ دونوں کا قذف ہے پس اگر وہ دونوں زندہ ہوں تو حد قذف کے مطالبہ کا اختیار ان کو ہے اور اگر مر گئے ہوں تو مطالبہ حد کا اختیار اس کو ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مرد نے ایک اجنبیہ عورت سے کہا کہ تو نے اونٹ یا بیل یا گدھے کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو نے زنا کیا بناقہ یا ببقرہ یا بحمار یا بدرہم تو قاذف پر حد واجب ہوگی اور اگر کسی مرد سے کہا کہ تو نے زنا کیا ببقرہ یا بناقہ یا اس کے مانند تو اس پر حد نہیں ہے۔ اگر کہا کہ بکنیز یا بحمامہ یا بدار تو اس پر حد واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر دوسرے سے کہا کہ انت تزنی (تو زنا کرے گا) تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اس واسطے کہ یہ استقبال کے واسطے ہے اور اگر کہا کہ انت (تو زنا کرے اور میں مارا جاؤں) **تزنی و اضرب انا** تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بطریق استفہام وتعبیر ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ فاعل کے سوائے دوسرے کا سزایاب ہونا کیونکر جائز ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے اور اگر کسی آزادہ عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا قبل اس کے کہ تو مخلوق ہو یا قبل اس کے کہ تو پیدا ہو تو اس پر حد نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی ایسی عورت یا مرد کو قذف کیا جس نے حالت نصرانیت میں زنا کیا ہے تو قذف کو حد نہ ماری جائے گی اور مراد یہ ہے کہ بعد اسلام کے ایسے زنا سے قذف کیا جو اس سے حالت نصرانیت میں واقع ہوا ہے مثلاً یوں کہا کہ تو نے زنا کیا درحالیکہ تو کافرہ تھی اور اسی طرح اگر کسی آزاد شدہ سے کہا کہ تو نے غلام ہونے کی حالت میں زنا کیا تو قاذف پر حد نہ ہوگی جیسے قذف نے اقرار کیا کہ میں نے زنا کے ساتھ قذف کیا درحالیکہ تو کتابیہ یا باندی تھی تو قاذف پر حد نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

سیاق وسباق سے ہٹ کر کسی پر تہمت لگانا:

اگر کسی شخص سے کہا کہ اے ٹنڈے یا لنجے یا حجام کے بیٹے حالانکہ اسکا باپ ایسا نہیں ہے تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے کرنجے یا اشقر اسود[1] کے بیٹے حالانکہ اس کا باپ ایسا نہیں ہے تو بھی حد نہ ہوگی اور اگر کہا کہ او سندھی یس حبشی کے

[1] سرخ رنگ مائل بزردی دیا ہے ۱۲۔

بچہ تو یہ اس کے حق میں قذف نہ ہوگا اور کہنے والا قاذف نہ ہوگا اور اگر عربی آدمی سے کہا کہ اے عبد[1] یا اے مولیٰ تو کہنے والے پر حد نہیں ہے اور اسی طرح اگر عربی سے کہا کہ او دہقان تو اس پر حد نہیں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اے میرے بیٹے تو اس پر حد نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ تو میرا غلام یا آزاد کردہ ہے تو یہ اس پر رقیت کا یا ولاء کا دعویٰ ہے اور قذف بالکل نہیں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ او یہودی یا او نصرانی یا او مجوسی یا او بچہ یہودی تو اس پر حد نہیں ہے اور مگر اس کو تعزیر دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ اے جولاہہ کے بچے تو کہنے والے پر حد نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ تو عربی نہیں ہے یا اے درزی کے بیٹے یا اے کانے کے بیٹے حالانکہ اس کا باپ ایسا نہیں ہے تو یہ قذف نہیں ہے اور اگر کہا کہ تو آدم کا بیٹا نہیں ہے یا تو انسان نہیں ہے یا تو مرد نہیں ہے یا آدمی نہیں ہے تو یہ قذف نہیں ہے اور اگر کہا کہ تو حلال نہیں ہے تو یہ قذف ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ اے ابن الاصفر[2] حالانکہ اس کا باپ ایسا نہیں ہے تو کہنے والے پر حد نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ ذکر آیا کہ فلاں میت مرد صالح تھا کہ اس نے نہ شراب پی اور نہ زنا کیا پس دوسرے نہ کہا کہ کیا سب یا کہا کہ کیا اس نے سب تو یہ قذف نہیں ہے اور اگر کہا کہ اس نے یہ سب کیا تو یہ قذف ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

آثار میں امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ یا بغل تو اس پر حد ہوگی اس واسطے کہ یہ لغت عمان میں یا زانی ہے اور مختصر جصاص میں حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے روسپی[3] تو حد واجب ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ اے سیاہہ یا کہا کہ اے غربا یا کہا کہ اے جلب یا اور اس کے مثل کوئی لفظ کہا تو حد واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ سب الفاظ عرفاً اس کے زانیہ ہونے سے مخبر ہیں ایسا ہی اصل میں مذکور ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی کو قذف کیا اور کہا کہ اے زانیہ کے بیٹے پھر قاذف نے دعویٰ کیا کہ اس کی ماں باندی یا نصرانیہ ہے اور مقذوف کہتا ہے کہ میری ماں آزادہ مسلمان ہے تو قول قاذف کا قول ہوگا اور مقذوف پر واجب ہے کہ گواہ لائے اور اسی طرح اگر اس کی ذات کو قذف کیا ہو اور دعویٰ کیا کہ مقذوف غلام ہے تو قول قاذف کا قبول ہوگا اور مقذوف پر واجب ہے کہ اپنے گواہ پیش کرے اور ظاہر اصل حریت کافی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر قاذف نے کہا کہ میں غلام ہوں اور مجھ پر غلاموں کی حد واجب ہے اور مقذوف نے کہا کہ تو آزاد ہے تو قول قاذف کا قبول ہوگا یہ ایضاح میں ہے اور اگر اپنے پسر یا ماں یا باپ یا بہن ان میں سے کسی کی باندی سے وطی کی پھر دعویٰ کیا کہ اس کے مالک نے اس کو میرے ہاتھ فروخت کیا تھا حالانکہ اس کے پاس بیع کے گواہ نہیں ہیں تو اس کے قاذف پر یعنی اگر ایسے شخص کو کسی نے قذف کیا تو قاذف پر حد نہ ہوگی اور اسی طرح اگر خریدار پر ایک ہی گواہ قائم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو قذف کیا ہے پھر دو گواہ لایا کہ یہ گواہی دیں گے کہ اس نے اس کو قذف کیا ہے تو قاضی ان گواہوں سے دریافت کرے گا کہ قذف کیا چیز ہے:

اگر زید نے عمرو کو قذف کیا حالانکہ عمرو کے پاس اس امر کے گواہ نہیں ہیں کہ زید نے اس کو قذف کیا ہے اور عمرو نے چاہا کہ زید سے قسم لے کہ واللہ میں نے اس کو قذف نہیں کیا ہے تو ہمارے نزدیک حاکم اس سے قسم نہ لے گا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر قذف کا دعویٰ کیا پس اگر قاذف نے اس کا اقرار کیا یا اس پر اس امر کے گواہ قائم ہوئے تو قاذف سے کہا جائے

---

[1] ای غلام جیسے عبد عربی میں غلام کے معنی ہیں آتا ہے اس طرح مولیٰ کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس لفظ کے کئی معنی اور بھی ہیں ۱۲۔ [2] اصفر یعنی زرد رنگ اور سابق میں عرب کے لوگ روم نبی الاصفر کہا کرتے تھے ۱۲۔ [3] روسپی زن بدکار قحبہ و کسبی یعنی رنڈی ۱۲

گا کہ جو امر تو نے کیا ہے اس کو ثابت کر کہ یہ صحیح ہے پس اگر اس نے ثابت کیا تو خیر ورنہ اس پر حد قائم کی جائے گی یعنی حد قذف۔ فرمایا کہ اگر اس کو تھوڑی حد ماری گئی پھر قاذف نے اپنے سچے ہونے پر گواہ قائم کئے تو اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور جب گواہوں کی سماعت ہوئی تو تھوڑے کوڑے جو باقی رہے ہیں اس کی ضرب سے ساقط کئے جائیں گے پھر اس شخص کی شہادت ساقط نہ ہوگی یعنی وہ اہل شہادت میں سے رہے گا اور کوئی نشان فسق اس کے ساتھ لازم نہ ہوگا یہ ایضاح میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو قذف کیا ہے پھر دو گواہ لایا کہ یہ گواہی دیں گے کہ اس نے اس کو قذف کیا ہے تو قاضی ان گواہوں سے دریافت کرے گا کہ قذف کیا چیز ہے اور کیونکر ہوتی ہے پس اگر گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اس مرد کو کہا کے اے زانی تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اور قاذف کو حد قذف ماری جائے گی بشرطیکہ ہر دو گواہ عادل ہوں اور اگر قاضی ان گواہوں کی عدالت نہ جانتا ہو تو قاذف کو قید[1] کرے گا یہاں تک کہ گواہوں کی عدالت دریافت کرے اور عدالت یہ ہے کہ ایسے امور کے کام میں لانے سے باز رہے جس کو آدمی اپنے دین میں مذموم و حرام جانتا ہے پس اگر ایک نے کہا کہ اس نے اس کو کہا کہ اے زانی اور یہ دن جمعہ کے کہا اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اس کو جمعرات کے روز کہا کہ زانی تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ایسی گواہی قبول ہوگی اور قاذف کو حد ماری جائے گی اور صاحبینؒ نے کہا کہ قبول نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور قول امام اعظمؒ کا اولیٰ ہے۔ یہ محیط میں ہے۔

اگر دو گواہوں نے کسی پر دوسرے کو قذف کرنے کی گواہی دی مگر جس جگہ قذف کیا ہے اس میں اختلاف کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ حد واجب ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حد نہیں واجب ہوگی اور اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اس کو جمعرات کے روز قذف کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس قاذف نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو جمعرات کے روز قذف کیا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک قاذف پر حد نہ ہوگی یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اور اگر گواہوں نے جس زبان میں قذف واقع ہوا ہے اختلاف کیا یعنی مثلاً کسی نے کہا کہ عربی میں قذف کیا اور دوسرے نے کہا کہ فارسی میں یا اردو میں تو ان کی گواہی باطل ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک جماعت نے کہا کہ ہم نے زید کو دیکھا کہ وہ فلانہ عورت سے ماسوائے فرج کے زنا کرتا تھا تو ان میں سے کسی پر حد واجب نہ ہوگی نہ زید پر اور نہ جماعت مذکورہ پر۔ اگر جماعت نے کہا کہ ہم نے زید کو دیکھا کہ وہ فلانہ سے زنا کرتا تھا پھر اتنا کہہ کر خاموش رہے پھر کہا کہ ماسوائے فرج کے تو ان لوگوں پر حد قذف واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی پر قذف کا دعویٰ کیا اور اس پر ایک گواہ قائم کیا تو قاذف کو قاضی حد نہ مارے گا اور رہا یہ کہ قید کرے گا یا نہیں سو اگر گواہ مذکور فاسق ہو تو قید نہیں کرے گا اور اگر عادل ہو اور مدعی نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ بھی شہر میں ہے تو قیاس یہ ہے کہ اس کو قید نہ کرے گا اور استحساناً اس کو دو یا تین روز تک قید کرے گا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ شہر سے باہر میرا گواہ ہے تو اس کو قید نہ رکھے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جس مقام پر دوسرے گواہ کے ہونے کو کہتا ہے وہ شہر سے اتنا دور ہو کہ تین روز میں اس کو حاضر نہ لاسکتا ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ تین روز میں اس کو حاضر لا سکتا ہے تو قاذف کو قید رکھے گا اور یہ ظہیریہ میں ہے۔

تجنیس الناصری میں لکھا ہے اگر قاذف نے دعویٰ کیا کہ جس کو میں نے قذف کیا ہے یہ زانی ہے اور میرے پاس اس کے گواہ ہیں تو اس کو گواہ قائم کرنے کے واسطے مہلت دی جائے گی پس اگر اس نے گواہ قائم کئے تو خیر ورنہ اس کو حد قذف ماری جائے گی اور اگر اس نے ایسا نہ پایا جس کو گواہوں کے پاس بھیجے تو وہ خود کو توال کے ساتھ روانہ کیا جائے گا جو اس کی حفاظت کریں گے پس

---

[1] محبوس کرے گا بنا بر اپنے عرف کے لکھا ہے اور جہاں قید بر معنی لغوی ہے وہاں بیڑیاں ڈالے کا ترجمہ کیا گیا ہے ۱۲۔

اگر اس نے گواہ نہ پائے تو اس کو حد ماری جائے گی اور اگر اس کے بعد اس نے گواہ قائم کئے تو ان کی گواہی قبول ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی کو قذف یا پھر قاذف چار گواہ فاسق لایا کہ یہ مقذوف[1] ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا تو اس کے سر سے حد دور ہو جائے گی اور مقذوف اور گواہوں سے بھی دور ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ جس کو قذف کیا ہے اگر وہ زندہ ہو تو حق خصومت اس کے سوائے کسی کو نہیں ہے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اگر مرد مقذوف قبل مطالبہ کے یا بعد مطالبہ کے یا قاذف پر تھوڑی حد قائم کئے جانے کے بعد مر گیا تو قاذف سے حد باطل ہوگی اور بعض حد باقی رہی ہوئی بھی باطل ہوگی اگرچہ ایک ہی کوڑا رہا ہو یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اور اگر مرد مقذوف جو غائب تھا حاضر آیا اور قاذف کو قاضی کے پاس لایا پھر قاذف کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ پھر وہ غائب ہو گیا تو حد پوری نہ کی جائے گی الا اسی صورت میں کہ پورے ہونے تک حاضر رہے اس واسطے کہ پوری حد میں مطالبہ شرط ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر میت محصن کو قذف کیا تو اس کے والدین کو اگرچہ اونچے درجے کے ہوں یا دادا پر دادا وغیرہ اور اس کی اولاد کو اگرچہ نیچے درجے کے ہوں پوتے پروتے وغیرہ اس کی حد قذف کے مطالبہ کا اختیار ہے اور اسی مطالبہ میں خصوصیت وارث کی نہیں ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو مثلاً کافر ہو یا مورث کا قاتل ہو یا خود رقیق ہو کہ اس صورت میں وارث نہ ہوگا مگر مطالبہ حد قذف کا مستحق ہے اور نیز اقرب و ابعد دونوں یکساں ہیں اور اگر بعض نے مطالبہ ترک کیا تو باقیوں کو مطالبہ کا اختیار ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔

قال المترجم[2] و ھذا اذا ثبت لہ الاختیار والاستحقاق اور حد قذف میت کا مطالبہ نہیں کر سکتا الا اسی صورت میں کہ اس قذف سے اس کی نسبت میں قدح واقع ہوتا ہو یا یہ ہدایہ میں ہے اور اس مطالبہ میں پسر کا بیٹا اور دختر کا بیٹا ظاہر الراویہ کے موافق یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ماں کے باپ یا ماں (نانی) کو اس مطالبہ کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور بھائیوں و بہنوں و چچاؤں و پھوپھیوں و ماموؤں و خالاؤں کو مطالبہ حد قذف نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اولاد کو مطالبہ حد قذف کا اختیار ہو اس وقت نہیں حاصل ہوتا ہے کہ قاذف اس کا باپ یا دادا وغیرہ کہتے ہی اونچے درجہ کا ہو یا ماں و نانی وغیرہ ہو یہ ایضاح میں ہے۔ اگر اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا چچا کو قذف کیا تو قاذف کو حد ماری جائے گی ایک نے اپنے بیٹے کو کہا کہ او ابن الزانیہ اور اس کی ماں مر چکی ہے اور اس عورت کا ایک اور بیٹا کسی دوسرے خاوند سے ہے پس اس نے حد قذف کا مطالبہ کیا تو قاذف کو حد ماری جائے گی اور اسی طرح اگر میت مقذوف کے دو بیٹے ہوں پس ایک نے قاذف کے قول کی تصدیق کی تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ حد قذف کا مطالبہ کرے اور اگر مقذوف کا ایک ہی بیٹا ہو اور اس نے قذف میں قاذف کی تصدیق کی پھر چاہا کہ قذف کا مطالبہ کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

کسی غلام سے کہا کہ اے زانی پس اس نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو غلام کو حد ماری جائے گی نہ آزاد کو اور اگر دونوں آزاد ہوں تو اس صورت میں دونوں کو حد ماری جائے گی:

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک مرد کا ایک غلام ہے اور اس غلام کی ماں آزادہ مسلمان تھی اور وہ مر چکی تھی پھر مولیٰ نے اس غلام کی ماں کو قذف کیا تو غلام کو اپنے مولیٰ سے اس کے حد قذف کے مواخذہ کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو مردوں نے باہم گالی گلوچ کی پس ایک نے کہا کہ میں تو زانی نہیں ہوں اور وہ میری ماں زانیہ ہے تو فرمایا کہ ایسے واقعہ میں حد نہیں

[1] اس پر تہمت لگائی گئی ۱۲۔ [2] اور یہ اس وقت ہے کہ اس کے واسطے اختیار و استحقاق ہو ۱۲۔

ہے اور اگر کہا کہ جس نے ایسا ایسا کہا وہ زانیہ کا بیٹا ہے پس ایک نے کہا کہ یہ میں نے کہا ہے تو ابتدا کرنے والے پر حد نہیں ہے یہ فتاویٰ کرخی میں ہے۔ اگر کسی غلام سے کہا کہ اے زانی پس اس نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو غلام کو حد ماری جائے گی نہ آزاد کو اور اگر دونوں آزاد ہوں تو اس صورت میں دونوں کو حد ماری جائے گی اور یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اجنبی نے کسی اجنبیہ کو قذف کیا جو محصنہ ہے پس قاذف پر حد قائم کی گئی پھر اس عورت کو دوسرے نے قذف کیا تو دوسرے پر بھی حد قائم کی جائے گی۔ یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے رقیات میں روایت کیا ہے کہ چار مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے فلانہ بنت فلاں مخزومیہ سے زنا کیا اور یہ عورت جس کا نام لیا ہے عورت معروف ہے اور اس کا نام و نسب ٹھیک بیان کیا اور زنا کو بھی بیان کر دیا کہ زنا اس کو کہتے ہیں اور اس کو ثابت کیا اور یہ عورت غائبہ ہے پس مرد مذکور کو رجم کیا گیا پھر ایک مرد نے اس عورت غائبہ کو قذف کیا پس عورت نے اپنے حد قذف کا مطالبہ ایسے قاضی[1] کے یہاں کیا جس نے مرد مذکور پر رجم کا حکم دیا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاس یہ ہے کہ اس کے قاذف کو حد ماری جائے مگر میں استحساناً حکم دیتا ہوں کہ اس عورت کے قاذف کو حد نہ ماری جائے یہ ظہیریہ میں ہے۔

جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ اگر عورت مذکورہ نے اپنی حد قذف کا مطالبہ کسی دوسرے قاضی کے یہاں کیا تو وہ قاذف کو حد مارے گا الاّ آنکہ وہ[2] قاضی اوّل کے حکم قضاء پر گواہ قائم کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کسی نے چند بار قذف کیا یا چند بار زنا کیا یا چند بار شراب پی پھر وہ ایک بار حد سے محدود ہوا تو وہ ان سب کے واسطے ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر ایک جماعت کو کلام واحد سے قذف کیا یا ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کلام سے قذف کیا یا امام متفرقہ میں قذف کیا پھر ان سب نے اس پر حد قذف کا دعویٰ کیا تو ان سب کے واسطے اس کو حد واحد ماری جائے گی اور اسی طرح ان میں سے بعض نے دعویٰ کیا اور بعض نے نہ کیا پس اس کو حد ماری گئی تو یہ حد ان سب کے واسطے ہو جائے گی اور اسی طرح ان میں سے ایک حاضر ہوا تو قاذف پر ایک ہی حد ہو گی اور بس پھر اگر اس کے بعد جس نے مطالبہ نہیں کیا ہے وہ آیا تو اس کے حق کی حد قذف باطل ہو گی کہ اس کے واسطے دوسری بار اس کو حد نہ ماری جائے گی اور اگر قاذف کو سزائے حد دی گئی پھر بعد فارغ ہونے کے اس نے دوسرے کو قذف کیا تو دوسرے کے واسطے اس کو دوسری حد ماری جائے گی اور جو حد قذف جاری کر دی جاتی ہے وہ اپنے ماقبل کے حدود قذف کو باطل کر دیتی ہے اور جو اس کے مابعد لازم آئیں ان کو ساقط نہیں کرتی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر زنا یا شرابخواری کی وجہ سے اس کو تھوڑی حد ماری گئی پھر وہ بھاگ گیا پھر اس نے دوبارہ زنا کیا یا شراب پی تو اس کو از سر نو حد ماری جائے گی اور اگر قذف میں ایسا ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اوّل مقذوف حاضر ہوا تو اس کے واسطے حد پوری کر دی جائے گی اور دوسرے مقذوف کی واسطے کچھ سزا نہ دی جائے گی اور اگر فقط دوسرا حاضر ہوا تو قاذف کو دوسرے قذف کے واسطے از سر نو حد ماری جائے گی اور اوّل کی باقی حد باطل ہو گی اور اگر ایک شخص پر اجناسِ مختلفہ کی حدود مجتمع ہوئیں مثلاً اس نے قذف کیا و زنا کیا و چوری کی اور شراب پی تو اس پر کل یہ حدود قائم کیے جائیں گے لیکن پے در پے قائم نہ کیے جائیں گے اس وجہ سے کہ اس کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہے بلکہ انتظار کیا جائے گا یہاں تک کہ اوّل سے اچھا ہو جائے اور پس پہلے پہل اس پر حد قذوف جاری کی جائے گی اس واسطے کہ اس میں حق العبد ہے پھر اس کے بعد امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے پہلے حد زنا جاری کرے اور چاہے پہلے ہاتھ کاٹے اور شرابخواری کی حد مؤخر کی جائے گی اور اگر باوجود اس کے اس نے کسی کو مجروح کیا ہو جس کا بدلا بھی اس پر واجب ہو تو

---

[1] یہ قید مشعر ہے کہ اگر دوسرے قاضی کے یہاں مطالبہ پیش کرے تو وہ قیاساً و استحساناً قاذف کو حد مارے گا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] کافی ہو جائیں گے نہ یہ کہ قصداً و بالات ان سب کے واسطے ہو گی الا بمطالبہ جمع؛ نک فتامل فیہ ۱۲۔

پہلے جراحت کا بدلا لے لے گا پھر حد قذف جاری کرے گا پھر جو باقیوں میں سے اقویٰ ہو علی الترتیب پوری کی جائے گی یہ تبیین میں ہے۔ اگر کہا کہ تم سب زانی ہو الا ایک تو اس کو حد[1] ماری جائے گی - اس واسطے کہ اس کا کلام مستثنیٰ منہ یعنی اصل قذف موجب حد صادر ہوا پس ہر ایک کو حد قذف کے دعویٰ کا اختیار ہے تاوقتیکہ وہ مستثنیٰ کو معین نہ کرے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک غلام نے ایک آزاد کو قذف کیا پھر آزاد کیا گیا پھر دوسرے کو قذف کیا پھر دونوں نے باجماع دعویٰ کیا تو اس کو اسی (۸۰) درے مارے جائیں گے اور اگر پہلے اوّل مقذوف آیا اور اس کے واسطے چالیس درے مارے گئے پھر دوسرے نے دعویٰ کیا تو اس کے واسطے اسی پورے کر دیئے جائیں گے یعنی فقط چالیس اور مارے جائیں گے اور اگر قبل اس کے کہ دوسرا مقذوف اس کو لائے اس نے ایک اور آزاد کو قذف کیا تو اسی ان دونوں کے واسطے ہوں گے مگر از سر نو اسے نہیں مارے جائیں گے اور اس واسطے کہ جس قدر باقی ہے وہ تتمہ حد الاحرار ہے پس اس میں آزاد مدعی کئی داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کوئی کافر حد قذف میں سزایاب ہوا تو اس کی گواہی دیگر اہل ذمہ پر جائز نہ ہوگی:

اگر مسلمان حد قذف میں سزایاب ہوا تو ہمارے نزدیک اس کی گواہی ہمیشہ کے واسطے ساقط ہو گئی یعنی کبھی کسی معاملہ میں اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگر چہ وہ توبہ کر لے لا عبادات میں قبول ہو سکتی ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کوئی کافر حد قذف میں سزایاب ہوا تو اس کی گواہی دیگر اہل ذمہ پر جائز نہ ہوگی۔ پھر اگر مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی ذمی کافروں اور مسلمانوں سب پر مقبول ہوگی اور اگر قذف میں اس کو ایک کوڑا مارا گیا پھر باقی حد (کوڑے) ماری گئی تو اس کی گواہی جائز ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اس کی گواہی رد کر دی جائے گی اور اقل تابع اکثر ہے لیکن اوّل اصح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے حالت کفر میں قذف کیا اور حالت اسلام میں اس کو حد ماری گئی تو ہمیشہ کے واسطے اس کی گواہی باطل ہو جائے گی اور اگر غلام کو حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد کیا گیا اور اس نے توبہ کی تو بھی اس کی گواہی ہمیشہ کے واسطے مقبول نہ ہوگی۔ اگر اس نے حالت رقیت میں قذف کیا پھر آزاد کیا گیا پھر اس پر حد جاری کی گئی تو غلاموں کو حد جاری کی جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر مسلمان کو تھوڑی حد قذف ماری گئی یعنی قبل اسی (۸۰) کوڑے پورے ہونے کے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق اس کی گواہی مقبول ہوگی جب تک اس کو پوری حد نہ ماری جائے۔ یہ سراج وہاج میں ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ جس پر پوری حد قذف جاری کی گئی پھر چار گواہ قائم ہوئے کہ اس نے قذف میں سچ کہا ہے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر مقذوف نے قبل اس کے کہ اس کے قاذف پر حد قائم کی جائے زنا کیا یا کوئی وطی حرام غیر مملوک کی تو اس کے قاذف سے حد ساقط ہو گئی اور اسی طرح اگر مقذوف مرتد ہو گیا تو بھی اس کے قاذف سے حد ساقط ہو گئی پھر اس کے بعد اگر مسلمان ہو گیا تو اس کے قاذف پر حد عود نہ کرے گی اور اسی طرح اگر معتوہ ہو کہ اس کی عقل جاتی رہی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قاذف کے ذمہ سے اس طرح حد ساقط ہو جاتی ہے کہ مقذوف اس کے قول کی تصدیق کرے یا قاذف اس کے زنا کرنے پر چار گواہ قائم کرے خواہ اپنے محدود ہونے سے پہلے قائم کرے یا مارے جانے کے درمیان میں قائم کرے اور یہ بنا بر ایک روایت کے روایات

---

[1] قال المترجم قولہ حد ماری جائے گی یعنی مراد یہ ہے کہ اس کو حد ماری جائے گی ہر ایک شخص کے دعویٰ پر ان لوگوں میں سے جن کو اس نے تہمت لگائی ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ قاذف نے جس وقت استثنیٰ بطور ابہام کیا تو اس کو حد ماری جائے گی ورنہ ایسا حکم نہیں ہوا اور یہ حکم اس بنا پر ہے کہ اس نے مبہم رکھا اور اگر وہ کسی کو معین کر دیا تو خاص اس شخص کا دعویٰ ساقط ہو جاتا اور دوسروں کے حق میں وہ قاذف رہتا پس ان کا حق ساقط نہ ہوتا حاصل کلام یہ ہے کہ ہر حال میں وہ حد مارا جائے گا البتہ معین کرنے کی صورت میں خاص اسی شخص کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور مبہم رکھنے میں سب کا دعویٰ قائم ہو سکتا ہے۔ ۱۲۔

میں ہے اور یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر چار گواہوں سے کم مقذوف کے زنا کرنے پر اس کی طرف سے مقبول نہ ہوں گے پھر اگر وہ چار گواہ لایا جنہوں نے مقذوف کے زنا متصادم[1] کی گواہی دی تو قاذف کے ذمہ سے استحسانا حد دور کی جائے گی اور اگر وہ تین گواہ لایا جنہوں نے مقذوف کے زنا پر گواہی دی اور قاذف نے کہا کہ میں چوتھا ہوں تو اس کے کلام پر التفات نہ کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی باقی تینوں گواہوں پر بھی حد قذف جاری کی جائے گی اور اگر دو مردوں نے یا دو عورتوں اور ایک مرد نے گواہی ادا کر دی کہ اس مقذوف نے اپنے زنا کا اقرار کیا ہے تو قاذف اور تینوں گواہوں سب کے ذمہ سے حد دور کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب اس قدر مال چھوڑ کر مر گیا کہ اس کے ادائے کتابت کے واسطے کافی ہے پس اس کا مال کتابت ادا کر کے آخر جز موا اجزائے حیات میں اس کی آزادی کا حکم دیا گیا اور اس کا باقی ترکہ وارثان احرار کے درمیان تقسیم کیا گیا پھر اس مکاتب میت کو کسی نے قذف کیا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

حدِ قذف اور حدِ زنا میں فرق:

اگر حربیوں میں سے کوئی امان لے کر ہمارے یہاں آیا اور اس نے کسی مرد مسلمان کو قذف کیا تو اس پر حد واجب ہو گی اور یہ اخیر قول امام اعظمؒ کا ہے اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے یہ شرح طحاویؒ میں ہے۔ حد قذف اور حد زنا میں فرق ہے کہ حد قذف بسبب تصادم (زمانہ گذر جانے سے) کے ساقط نہیں ہوتی ہے اور حد زنا و شراب خواری بسبب تصادم کے ساقط ہو جاتی ہے اور حد قذف بدوں مطالبہ مقذوف کے قائم نہیں کی جاتی ہے اور حد قذف پر گواہی بھی جب ہی مقبول ہوتی ہے کہ جب پہلے دعویٰ ثابت ہو جائے اور حد قذف ثابت ہو جانے کے بعد عفو کرنے اور بری کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر قاضی کے حضور میں مرافعہ ہونے سے پہلے عفو کیا تو بھی ساقط نہ ہو گی اور اسی طرح اگر قذف سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو باطل ہے مال صلح واپس کر دے اور مقذوف کو اختیار رہے گا کہ اس کے بعد حد قذف کا مطالبہ کرے اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایسی حد تو قاضی اپنے علم پر قائم کر سکتا ہے جبکہ ایام قضاء میں آگاہ ہوا ہو اور اسی طرح اگر قاضی کے سامنے قذف کیا تو اس کو حد مارے گا اور اگر قاضی مقرر ہونے سے پہلے قاضی نے اس کو جانا پھر قاضی مقرر ہوا تو قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم پر اس حد کو جاری کرے جب تک اس کے پاس اس کی گواہی نہ گذرے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر مقذوف نے مطالبہ چھوڑ دیا تو یہ بہتر ہے اور اسی طرح حاکم کے واسطے مستحسن ہے کہ جب اس کے پاس اس کا مرافعہ ہو تو اس کے اثبات سے پہلے مدعی سے کہے کہ تو اس سے درگذر کر یہ ایضاح میں ہے۔ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول میں غائب کی طرف سے حدود ثابت کرانے کے لئے وکیل (بلکہ خود مشغول ہو) مقرر کر دینا نہیں جائز ہے اور رہا حد پھر پانے کے لیے جاری کرا لینے اور پورا کرا لینے کے واسطے بالاجماع وکیل مقرر کر دینا نہیں جائز ہے اور یہ فتح القدیر میں ہے۔

تعزیر کا بیان

فصل ☆

تعزیر کی شرعی تعریف اور اقسام کا بیان:

واضح ہو کہ تعزیر ایسی تادیب ہے جو حد نہیں ہوتی ہے اور ایسے جرم میں واجب ہوتی ہے جو موجب حد نہیں ہے۔ یہ نہایہ

[1] جس کو دیر گذری ہے اور مقدار دیر کی اوپر ذکر ہو چکی ہے ۱۲۔

میں ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں ایک بوجہ حق اللہ اور دوم بوجہ حق العباد اور اوّل یعنی تعزیر بحق اللہ تعالیٰ کا جاری کرنا امام المسلمین پر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا امام کو جائز نہیں ہے اسی صورت میں کہ امام کو معلوم ہو جائے کہ یہ فاعل جرم قبل تعزیر کے منزجر ہو گیا ہے۔اس پر متفرع ہوتا ہے کہ اس کا ثابت کرنا ایسے مدعی سے جائز ہے جس نے اس کی گواہی دی یعنی اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید نے مثلاً ایسا ایسا جرم کیا جو حق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے ساتھ ایک شخص گواہ ہے پس ممکن ہے کہ امام المسلمین مدعی ہو جائے اور جو مدعی تھا وہ گواہ ہو جائے پس دوسرے گواہ کے ساتھ ان دونوں گواہوں سے جرم مذکور ثابت کرنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ مشائخ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ارتکاب جرم کرتا ہو تو ہر مسلمان کو ایسی حالت میں تعزیر جاری کرنا جائز ہے اور اگر وہ اس گناہ کے کرنے سے فارغ ہو گیا تو بعد اس کے حاکم کے سوائے دوسرے کو اس پر تعزیر جاری کرنا نہیں روا ہے اور قنیہ میں مذکور ہے کہ اگر ایک نے دوسرے کا کوئی گناہ موجب تعزیر کرتے دیکھا پھر بدون اجازت محتسب کے اس کو تعزیر دی تو محتسب کو اختیار ہو گا کہ ایسی تعزیر دینے والے کو تعزیر دے بشرطیکہ مجرم کے گناہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نے تعزیر دی ہو یہ بحر الرائق میں ہے۔شیخ ابو جعفرؒ ہندوانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے (اجنبی غیر محرم) مرد کو دیکھا پس آیا اس کا قتل کر دینا اس کو روا ہے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہو کہ یہ چیخنے یا ہتھیار کے سوائے دوسری چیز سے مارنے سے زنا سے منزجر ہو گا اور باز رہے گا تو اس کا قتل کرنا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہو کہ سوائے قتل کے وہ منزجر نہ ہو گا تو اس کو اس کا قتل کر دینا حلال ہے اور اس کی بیوی نے اس کی مطاوعت کی ہو تو بیوی کا قتل کر دینا بھی روا ہے یہ نہایہ میں ہے۔

تعزیر کا ثبوت دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوتا ہے:

جو شخص ظلم کے ساتھ مکابرہ کرتا ہو ڈاکو ہو یا ٹکس والا ہو اور نیز سب ظالموں اور ان کے مددگاروں اور ساعیوں[۲] کا قتل کرنا حلال ہے کہ ان کے قاتل کو ثواب حاصل ہو گا یہ نہر الفائق میں ہے اور تمر تاشی و مجتبیٰ میں ہے اور مولیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی باندی غلام کو وقت بے ادبی کرنے اور ضرورت کے تعزیر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو تعزیر بوجہ حق العبد کے مثل قذف (بدگوئی واتہام بزنا) وغیرہ کے واجب ہوتی ہے تو چونکہ دعویٰ پر موقوف ہوتی ہے یعنی جب مدعی ہو گا تو البتہ تعزیر دی جائے گی لہٰذا اس کو سوائے حاکم کے کوئی قائم نہیں کر سکتا ہے آنکہ دونوں حکم کر لیں یہ فتح القدیر میں ہے۔اس میں بری کرنا وعفو کرنا اور گواہی پر گواہی اور قسم جاری ہوتی ہے اور حقوق العباد میں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔تعزیر کا ثبوت دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ جنس حقوق العباد سے ہے یہ تبیین وکافی وکیطین میں ہے۔ایک شخص نے دوسرے پر شتیمہ (بری گالی فحش) فاحشہ کا دعویٰ کیا یا یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے بھی مارا ہے اور کہا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور مدعا علیہ سے کفیل نفس مانگا تو مدعا علیہ سے تین روز کے واسطے کفیل بالنفس لیا جائے گا پس اگر اس نے اپنے دعویٰ پر دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں یا دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ

---

[۱] یعنی حد تو ایک مقرری سزا ہے کہ اس میں کمی بیشی کچھ نہیں ہو سکتی ہے اور تعزیر ایسی تادیب ہے کہ وہ حد نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی سزا مقرر ہے بلکہ مجہول برائے امام المسلمین ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا حد سے زیادہ ہو سکتی ہے یا نہیں اور بیشتر کا مختار یہ ہے کہ نہیں اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا حد و تعزیر دونوں جمع ہو سکتی ہیں یا نہیں پس اکثر کا مختاری ہے کہ تفصیل ہے پس بنا بریں قولہ ایسے جرم میں واجب ہوتی ہے جو موجب حد نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جو جرم موجب حد ہے اس میں حد ہی واجب ہو گی اور بعینہ اس میں تعزیر نہیں ہے الا بوجہ دیگر از وجوہ مثلاً زنا باکرہ میں جلد ہی ورے بنظر اینکہ کے فتنہ فرو ہو جائے ایک سال اس کو شہر بدر کر دیا جائے نہ آنکہ سو کوڑے حد کے اور پچاس کوڑے نطبہ تعزیر کے مارے جائیں مثلاً تقابل ۱۲۔ [۲] ساعی سے وہ مراد ہے جو بادشاہوں کے یہاں جا کر چغلی کھا کر لوگوں کا مال لٹواتے اور تنگ کراتے ہیں ۱۲۔

سے قبیل بانفس اس وقت تک کے واسطے لیا جائے گا ان گواہوں کا حال دریافت ہو پس اگر گواہوں کی تعدیل کی گئی تو اس کو تعزیر دی جانے گی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تعزیر کبھی حبس (ایک قید بندی کی دیا گیا) کرنے کی ساتھ ہوتی ہے اور کبھی صفع کو گوشمالی کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی سخت کلامی سے اور کبھی مارنے سے اور کبھی بانیطور کہ قاضی اس کی طرف نظر ترش سے دیکھے یہ نہایہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعزیراً سلطان کو روا ہے کہ اس کا مالک لے لے اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک یہ ہرگز نہیں جائز ہے اور یہ فتح القدیر میں ہے۔

برقول امام ابو یوسفؒ کے مال لے لینے کے ساتھ تعزیر دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے مال میں سے کچھ مال لے کر اپنے پاس کسی مدت تک رکھ چھوڑے تا کہ وہ منزجر ہو پھر حاکم اس کو واپس کر دے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ حاکم اس مال کو اپنے واسطے یا بیت المال کے واسطے بالکل لے لے جیسے ظالم لوگوں کا وہم ہے اس واسطے کہ کسی مسلمان کو نہیں روا ہے کہ کسی کا مال بغیر سبب شرعی کے لے لے یہ بحر الرائق میں ہے اور شافی میں لکھا ہے کہ تعزیر کے چند مراتب ہیں تعزیر اشرف الاشراف کہ علماء اور سادات علویہ ہیں با علام ہوتی ہے یعنی قاضی اس سے کہے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم ایسا کرتے ہو پس وہ اسی سے منزجر ہو جائے گا دیگر تعزیر اشراف کہ مراد زمیندار میں بایں طور کافی ہے کہ اعلام کرے اور اس کو دروازہ قاضی پر کھینچ لایا جائے اور اس کے ساتھ اس میں خصومت واقع ہو پس وہ منزجر ہو جائے گا اور دیگر تعزیر اوساط کہ بازاری ہیں بانیطور کافی ہے کہ اعلام دور قاضی پر کھینچ لائے جانے کے ساتھ محبوس (اگر ضرورت دیکھی جائے) کر دیا جائے دیگر تعزیر خسہ دکمینگان کہ ان سب باتوں کے ساتھ اس کو مار بھی دی جائے یہ نہایہ میں ہے اور زیادہ سے زیادہ تعزیر انتالیس ۳۹ کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں اور ہمارے مشائخ نے ذکر فرمایا ہے کہ ادنیٰ مقدار برائے امام ہے کہ جس قدر سے وہ منزجر ہوتا نظر آئے اسی قدر مقدر کرے یہ ہدایہ میں ہے۔ قاضی کو چاہئے کہ اس کے سبب پر نظر کرے پس اگر اس جنس سے ہوا کہ اس میں حد (اس کے بعض افراد ہیں) واجب ہوتی ہے حالانکہ اس صورت میں کسی عارض کی وجہ سے واجب نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں انتہا درجے کی تعزیر جاری کرے اور اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی غیر کی باندی یا ام ولد کو کہا کہ او زانیہ تو اس پر انتہا درجہ کی تعزیر جاری کرے اس واسطے کہ حد قذف اس صورت میں اس وجہ سے واجب نہ ہوئی کہ مقذوف میں احصان نہیں ہے حالانکہ یہ کلام اس جنس سے ہے کہ اس میں حد واجب ہوتی ہے یعنی قذف ہے اور اگر ایسی جنس سے ہو کہ اس میں حد نہیں واجب ہوتی مثلاً کسی دوسرے سے کہا کہ او خبیث اور اس میں تعزیر واجب ہوئی تو مقدار تعزیر امام کی رائے پر ہے یہ محیط میں ہے۔

بعد ضرب تعزیر کے محبوس کرنا بھی جائز ہے اگر اس میں کوئی مصلحت ہو یہ عینی شرح کنز میں ہے اور حبس کی مدت امام کی رائے کے سپرد ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ جن صورتوں میں کہ درے مارے جاتی ہیں ان میں تعزیر کے درے سب سے سخت و زور سے مارے جائیں گے پھر اس سے کم حد زنا کے درّے پھر شراب خواری کے پھر حد قذف کے یعنی حد قذف کے درے سب سے ہلکے آسانی سے ماری جائیں گے اور جس شخص کو حد ماری گئی یا تعزیر پھر وہ اس سبب سے مر گیا تو اس کا خون بدر ہے بخلاف اس کے شوہر نے اپنی زوجہ کو بسبب ترک زینت و سنگار کے یا بسبب ترک اجابت کے یعنی شوہر نے اس کو اپنے بستر پر بلایا اور وہ نہ آئی یا بسبب ترک نماز کے یا بسبب بے مرضی شوہر کے گھر سے باہر نکلنے کے تعزیر دی پس وہ عورت اس تعزیر سے مر گئی تو شوہر اس کا ضامن (دیت کا) ہوگا اور یہ نہر الفائق میں ہے اور تعزیر مارنے میں کھڑا کر کے کپڑے پہنے ہوئے اس کو درے مارے جائیں گے مگر اس پر سے پوستین و حشو اُتار لئے جائیں گے اور تعزیر دینے کی حد میں وہ ممدود (اس کے معنی حد زنا میں مفصل مذکور ہیں) نہ کیا جائے گا ضرب درہ اس کے سب اعضاء پر متفرق لگائی جائے گی سوائے سر اور فرج (مذکر کے ہو یا مؤنث کے باطلاق زبانِ عرب) کے اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمد کا قول

ہے اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایسا ہی حدود الاصل میں مذکور ہے۔

اگر گالی والے الفاظِ بد کسی اشراف کو کہے جیسے فقہا میں سے کوئی فقیہ ہو یا کوئی علویؒ تو کہنے والے کو تعزیر دی جائے گی:

اشربۃ الاصل میں لکھا ہے کہ تعزیر ایک ہی جگہ ماری جائے گی پس جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں اختلاف روایات نہیں ہے بلکہ اختلاف جواب بسبب اختلاف موضوع کے ہے یعنی متفرق سب اعضاء پر مارنے کا حکم اس صورت میں ہے کہ تعزیر انتہا درجہ کی ہو یعنی اُنتالیس کوڑے اور ایک ہی جگہ مانے کا حکم ایسی صورت میں ہے کہ تعزیر انتہا درجے تک نہ پہونچی ہو یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور وجوب تعزیر میں اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی منکر کا مرتکب[1] ہوا یا کسی مسلمان کو ناحق اپنے قول یا فعل سے ایذا دی تو تعزیر واجب ہوگی آنکہ دروغ گوئی اس کے قول سے خود ظاہر ہو جیسے کسی آدمی کو کہا کہ او کتے او سور وغیرہ تو تعزیر واجب نہ ہوگی یہ شرح طحاویؒ میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسا لفظ بد کسی اشراف کو کہا جیسے فقہا میں سے کوئی فقیہ ہو یا کوئی علوی (سیدزادہ اولاد علی کرم اللہ وجہہ) ہو تو کہنے والے کو تعزیر دی جائے گی اور اگر عوام میں سے ہو تو تعزیر نہ دی جائے گی اور یہ قول احسن ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کسی نے کسی مسلمان کو کہا کہ او فاسق حالانکہ وہ فاسق نہیں ہے یا کہا کہ او فاسق کے بچہ یا کافر یا یہودی یا نصرانی یا نصرانی کے بچہ یا خبیث یا چور حالانکہ وہ چور نہیں ہے یا او رفاجر یا منافق یا لوطی یا قوم لوط کا کام کرنے والے یا لونڈے باز یا سود خوار (بیاج کھانے والا) یا شراب خوار یا دیوث یا مخنث یا خائن یا مخبہ کے بچہ یا زندیق یا قرطبان یا ماوی الزوانی یا ماوی اللصوص تو کہنے والے کو تعزیر دی جائے گی اور اگر کہا کہ او لوک اور سانپ اور بھیڑیے اور حجام ای بغاء اے[2] مواجرای ولد الحرام اے عیار اے ناکس اے منکوس اے مسخرہ اے کشخان اے ضحکہ اے موسوس اے ابن موسوس اے ابن اسود (سیاہ) حالانکہ اس کا باپ ایسا نہیں ہے اے دیہاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے اے لنچے تو کہنے والے کو تعزیر نہ دی جائے گی اور یہ کافی میں ہے۔

مردِ صالح سے کہا اے معفوح' اے ابن قرطبان (دیوث) تو بقول ناطفی اُس پر تعزیر واجب ہوگی:

اگر کہا کہ اے ابن الفاجرہ یا او ابن الفاسقہ تو اس پر تعزیر واجب ہوگی اس واسطے کہ اس نے اس کو ایک طرح کا عیب لگایا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر فاسق سے کہا کہ اے فاسق یا شراب خوار سے کہا کہ اے شراب خوار یا ظالم سے کہا کہ اے ظالم تو اس میں کچھ واجب نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی مرد صالح ذی مروت سے کہا کہ اے چور' اے مشرک اے کافر تو اس کو تعزیر دی جائے گی یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر کہا کہ اے پلید تو اس کو تعزیر دی جائے گی یہ واقعات میں ہے۔ اگر کہا کہ اے سفلہ تو تعزیر دی جائے گی اور یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ قال المترجم اما طلاق فی عرفنا ففیہ تامل اور اگر کہا کہ او بے نماز تو تعزیر دیا جائے گا اور یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی مرد صالح سے کہ او سفیہ تو تعزیر دی جائے گی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اگر مرد صالح سے کہا کہ اے معفوح اے ابن قرطبان (ہمارے عرف میں بھڑوا دیوث کہتے ہیں) تو ناطفی نے ذکر فرمایا ہے کہ اس پر تعزیر واجب ہوگی اور اگر کہا کہ اے بندر اے جلاد اے جواری تو اس میں تعزیر واجب نہ ہوگی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا کہ جواری کہنے میں تعزیر

---

[1] او چھا کون کے ٹھکانے اور مراد کشنا ہے جو اپنے گھر میں زانی مردوں و عورتوں کا ٹھکانا دے ۱۲۔ [2] قال مترجم لیکن ہماری عرف میں پس بعض اس میں ایسا ہے جس کی تاویل ہو سکتی ہے اور بعض ایسا ہے جس کی تاویل نہیں ممکن ہے تو ہمارے عرف میں جو قابل تاویل نہیں ہے اس پر لائق ہے کہ تعزیر دی جائے ۱۲۔

(۱) گناہ ممنوع شرعی جس پر انکار و منع کرنا واجب ہے ۱۲

واجب ہوگی اور یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کہا کہ اے معلوح تو تعزیر دی جائے گی اور حد واجب نہ ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر کہا کہ یامعلوج المسبیل تو حد واجب ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کسی صورت میں قاذف نہ ہوگا لیکن اس پر تعزیر واجب ہوگی اس واسطے کہ اس نے اس کو ایک نوع کا عیب لگایا اور قولہ معلوج بمعنی مضروب الدبر یعنی جس کو گانڈو کہتے ہیں اور یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا کہ اے ابلہ اے لاشی (یعنی ہیچ) یا اے ستور تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر کہا کہ اے قذر (پلیدی) تو اس میں تعزیر واجب ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر کسی مرد نے کسی حادثہ میں علماء کا فتویٰ لے کر اپنے خصم کے سامنے پیش کیا پس خصم نے کہا کہ میں اس پر نہیں عمل کرتا ہوں یا کہا کہ جو انہوں نے فتویٰ دیا ہے ایسا نہیں ہے حالانکہ یہ شخص جاہل ہے اور اس نے اہل علم کو تحقیر کے ساتھ یاد کیا ہے تو اس پر تعزیر واجب ہوگی۔ اگر کسی کو تعریض کے ساتھ قذف کیا یعنی اس کو زنا کاری کے ساتھ تعریض کی تو تعزیر واجب ہے یہ حاوی قدسی میں ہے۔ آدمی کے واسطے اولیٰ یہ ہے کہ جب اس سے ایسی بات کہی جائے جو موجب حد و تعزیر ہے تو اس کو جواب نہ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ اے خبیث تو احسن یہ ہے کہ اس سے باز رہے اور اگر باز نہ رہا اور قاضی کے حضور میں مرافعہ کیا تاکہ کہنے والے کو تادیب دے تو جائز ہے اور اگر باوجود اس کے کہنے والے کو جواب دیا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ اگر کسی نے طرح طرح کے گناہ و فساد کرنے کی عادت پکڑ لی تو اس پر اس کا گھر گرا دیا جائے گا اور یہ سراجیہ میں ہے۔ فخر الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی نے مسجدوں کے دروازے پر چُرانے کی عادت اختیار کر لی تو واجب ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے اور مبالغہ کیا جائے یعنی بڑھ کر تعزیر دی جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے یہ بحرالرائق میں ہے اور دروغ و فریب کے قبالے و خطوط لکھنا موجب تعزیر ہے اور نیز موجب تعزیر یہ بھی ہے کہ احکام شریعت کے ساتھ ممازحت کرے یعنی ٹھٹھول اور منجملہ موجبات تعزیر کے وہ ہے جو ابن رستم نے ذکر کیا ہے اگر بردوں کی دم کا نڈا کی یعنی سر سے کاٹ ڈالی یا باندی کے سر کے بال مونڈ ڈالے تو تعزیر واجب ہوگی اور از آنجملہ اگر سلطان نے کسی کو کسی مسلمان کے قتل پر ناحق باکراہ مجبور کیا یعنی اس طرح اکراہ کیا کہ تجھ کو قتل کروں گا اگر تو اس کو قتل نہ کرے گا پس اس نے قتل کیا تو اس کا قصاص سلطان پر ہوگا اور تعزیر قاتل پر ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو زنا کرنے پر اکراہ کیا پس اس نے زنا کیا تو جس نے اکراہ کیا ہے اس پر تعزیر واجب ہوگی اور منجملہ موجبات تعزیر کے زدمارد ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر ایک نے دوسرے پر ایسا دعویٰ کیا جو موجب تکفیر ہو:

اگر بہیمہ (چوپایہ مثل گائے بکری وغیرہ کے) سے وطی کی یا شبہہ میں وطی کی یا کسی مسلمان کو تھپڑ مارا یا بازار میں اپنے سر سے مندیل اُتار ڈالی یعنی ننگے سر پھرا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور یہ سراجیہ میں ہے اگر گواہان تعزیر بعد مشہود علیہ کے تعزیر دیئے جانے کے معلوم ہوا کہ غلام ہیں یا کافر ہیں حالانکہ مشہود علیہ تعزیر دیئے جانے سے مر گیا ہے یا دُرّوں سے مجروح ہے یا گواہوں نے بعد گواہی کے رجوع کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان پر ضمان نہیں ہے اور صاحبینؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ قنیہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی سے کہا کہ یا فاسق پھر چاہا کہ گواہوں سے اس کا فسق ثابت کرے تاکہ اپنی ذات سے تعزیر دفع کرے تو اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی اور اگر اس کے فسق کا اثبات ضمناً چاہا تو اس میں خصومت نہیں صحیح ہے مثل جرح گواہوں کے کہ کہا کہ میں نے اس کو اتنی رشوت دی ہے کہ اس پر رشوت کا مال واپس کر دینا واجب ہوگا اور گواہی قبول ہوگی ایسا ہی اس مقام پر ہے اور یہ اس

وقت ہے کہ گواہوں نے اس کے فسق کی گواہی دی اور کچھ تفصیل نہ بیان کی اور اگر فسق کی تفصیل کرنے میں ایسی بات بیان کی جو متضمن حق اللہ تعالیٰ یا حق العباد ہے تو ایسی گواہی قبول ہوگی مثال اس کی یہ ہے کہ زید نے مثلاً کسی سے کہا کہ او فاسق پھر جب وہ زید کو قاضی کے حضور میں لے گیا تو زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے اجنبیہ عورت کا بوسہ لیا یا اس کو چپٹا لیا یا اس سے خلوت کی یا مثل اس کے کوئی امر فسق بیان کیا پھر دو گواہ قائم کئے کہ جنہوں نے گواہی دی کہ ہم نے اس کو ایسا کرتے دیکھا ہے تو شک نہیں کہ ایسی گواہی قبول ہوگی اور زید کی ذات سے تعزیر دور ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے اگر ایک نے دوسرے پر ایسا دعویٰ کیا جو موجب تکفیر ہے اور مدعی اپنے دعویٰ کے اثبات سے عاجز رہا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ یہ کلام اس کی طرف سے بطریق دعویٰ نزد حاکم شرع صادر ہوا ہو اور اگر اس کا صدور بطریق بدگوئی یا انتقاص کے صادر[1] ہوا ہو تو اپنے لائق سزا دیا جائے گا یہ نہر الفائق میں سراجیہ سے منقول ہے ایک شخص حنفی مذہب کا شافعی المذہب ہو گیا تو اس کو تعزیر دی جائے گی یہ جواہر اخلاطی میں ہے زید نے عمرو کو ناحق مارا پھر عمرو نے زید کو بھی ناحق مارا تو دونوں کو تعزیر دی جائے گی اور تعزیر جاری کرنے میں پہل اس سے کی جائے گی جس نے مارنے میں پہل کی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ جو شراب خواروں کے مجمع میں بیٹھا یا جو لوگ شرابخواروں کی ہیئت پر جمع ہوئے کہ شبہ شرابخواروں کا پڑتا اگرچہ شراب نہ پی ہو تو ہر ایک کو تعزیر دی جائے گی اور جس کے ساتھ رکوۂ خمر ہے اس کو تعزیر دی جائے گی اور محبوس کیا جائے گا اور جو مسلمان شراب بیچتا ہو یا سود کھاتا ہو اس کو تعزیر دی جائے گی اور قید کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے اور ایسا ہی مغنی و مخنث (جو اغلام کراتا ہو یعنی ایسا فتنہ اس کی ذات سے برپا ہو) و نائحہ (رونے والیاں جو مصیبتوں میں اُجرت پر رویا کرتی ہیں) ان سب کو تعزیر دی جائے گی اور قید کئے جائیں گے یہاں تک کہ توبہ کریں یہ نہر الفائق میں ہے خانیہ میں لکھا ہے کہ مسلمان مقیم نے عمداً اگر رمضان میں افطار[2] کیا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور بعد اس کے قید کیا جائے گا اگر اس کی طرف سے دوبارہ افطار کر ڈالنے کا خوف ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک نے اپنے بچہ صغیر کو خمر (شراب) پلائی تو اُس کو تعزیر دی جائے گی:

ایک مرد نے اجنبیہ عورت آزادہ یا باندی کا بوسہ لیا یا اس سے معانقہ کیا یا چھوا اور یہ شہوت[3] سے کیا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور اسی طرح اگر فرج کے سوائے میں اس سے جماع کیا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی عورت نے بندر کو اپنے اوپر قابو دے دیا یعنی جماع کرنے دیا تو اس کا حکم وہی (تعزیر دی جائے گی) ہے کہ مرد نے چوپایہ جانور مادہ سے وطی کی یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور جو شخص قتل کر دیے یا چوری کرنے یا لوگوں کے مارنے میں متہم ہوا ہو وہ قید کیا جائے گا اور ہمیشہ برابر قید رہے گا یہاں تک کہ اپنی توبہ ظاہر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شیخ علی بن احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر دعویٰ تھا مگر جس پر دعویٰ ہے وہ اس کو نہ ملا آخر اس نے یہ کہا کہ اس کے اہل و عیال وغیرہ کو ظالموں کے ہاتھ میں ڈال دیا اور ناحق ایسا کیا اور بدون کفالت کے یہ فعل کیا پس ظالموں نے ان کو قید کیا اور بیڑیاں ڈالیں اور ان کو خوب مارا اور بہت سا مال عین ان کا حق غصب کر لیا پس اگر ان لوگوں نے یہ امور قاضی کے حضور میں ثابت کئے تو اس طرح بلا میں ڈالنے والے پر آیا تعزیر

---

[1] یہ امر محققین علماء کے نزدیک ایسی صورت پر محمول ہے کہ باوجود جاہل ہونے کے بطریق لہو ولعب اس نے ایسا کیا ہو ۱۲۔ [2] افطار سے مراد یہ ہے کہ روزہ نہ رکھا اور یہ مراد نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ ڈالا ۱۲۔ [3] صدر شہید نے فرمایا کہ بوسہ اجنبیہ نشان شہوت ہی پس قضاءً اس کا دعویٰ عدم شہوت قبول نہ ہوگا ۱۲۔

واجب ہوگی تو فرمایا کہ ہاں وہ تعزیر دیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ تیمیہ سے منقول ہے کسی شخص نے ایک مرد کی بیوی یا دختر کو جو صغیرہ ہے مکروفریب سے نکال کر کسی مرد کے ساتھ بیاہ دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں ایسا کرنے والے کو برابر ہمیشہ قید رکھوں گا یہاں تک کہ وہ اس عورت کو واپس کرے یا خود مر جائے۔ یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک نے اپنے بچہ صغیر کو خمر پلائی یعنی شراب تو اس کو تعزیر دی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ہاتھ سے جلق لگانا حرام ہے اور اس میں تعزیر لازم آتی ہے اور اپنی بیوی یا باندی کو اپنے ذکر سے عبث کرنے کا قابو دیا حتیٰ کہ اس کو انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور ایسے مرد پر کچھ واجب نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ شیخ ابو نصر الدبوسیؒ نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اس کو قتل کیا تو اس پر تعزیر واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ ایک غلام نے اپنے مولیٰ سے اپنی ذات کی بیع اپنے ہاتھ طلب کرتا ہے حالانکہ مولیٰ مقر ہے کہ یہ میری صحبت و ساتھ میں اچھی طرح رہا مگر اس کی درخواست قبول نہیں کرتا ہے تو اس کو تعزیر دی جائے گی کیونکہ وہ متعنت ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

کتاب السرقہ

سرقہ اوراس کے ظہور کی صور کے بیان میں

اِس میں چار ابواب ہیں

باب : ①

سرقہ کی شرعی تعریف:

شرع میں سرقہ کی یہ تعریف ہے کہ آدمی عاقل بالغ[1] نصاب محرز کو یا جس کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو درحالیکہ وہ بلاشبہ غیر کی ملک ہو بطور خفیہ لے لینا سرقہ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور خفیہ لیا جانا آیا ابتدا میں معتبر ہے یا ابتدا اور انتہا دونوں میں معتبر ہے پس فرمایا کہ اگر سرقہ دن میں ہو تو خفیہ کا اعتبار ابتدا میں ہے اور انتہا میں بھی ہے اور اگر سرقہ رات میں واقع ہوا تو خفیہ کا اعتبار فقط ابتدا میں ہے یہ نہر الفائق میں ہے حتیٰ کہ اگر رات میں خفیہ مکان میں سیند لگائی پھر مال بطریق مغالبہ و مکابرہ جہاراً اُس کے مالک سے لیا بایں طور کہ مالک جاگ گیا اور چور ہتھیار لے کر اندر داخل ہوا اور جب مالک نے اس کو اپنے مال کے لینے سے روکا تو اُس نے مالک سے مقابلہ (مگر مالک کو قتل نہیں کیا) کیا تو ایسی صورت میں بھی چور کا ہاتھ ہی کاٹا جائے گا اور اگر دن میں اُس نے مالک سے مقاتلہ کیا مثلاً مکان میں پوشیدہ سفید لگائی اور بیت میں داخل ہو گیا پھر مال کو مالک سے بطور مقاتلہ و مغالبہ لیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ سرقہ[2] کا کم سے کم نصاب دس درہم مضروبہ بوزن[3] سبعہ کہ کھرے ہوں یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اُس نے تبر جس کا وزن دس درہم غیر مضروبہ ہے چورایا یا ایسی متاع جس کی قیمت دس درہم غیر مضروبہ ہے چورائی تو بقول صحیح اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں لازم آتا ہے اور اگر نصف دینار جس کی قیمت نصاب ہے چرایا تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا لازم آتا ہے اور اگر ایسا دینار چرایا جس کی قیمت نصاب سے کم ہے تو قطع نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر دس درہم کھوٹے جن کی چاندی غالب (بنسبت تانبے یا پیتل وغیرہ کے) ہے چرائے تو ظاہر الروایہ کے موافق اس میں قطع (ہاتھ کاٹنا) نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ دس درہم چرا لیے تو اس میں حد قطع نہیں آتی ہے اِلّا آنکہ ایسے درہم بہت ہوں کہ جن کی قیمت کھرے دس درہم یا زیادہ ہو تو البتہ ہاتھ کاٹا جائے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور جب مال مسروق کی تقویم واجب آئی پس آیا ایسے نقد سے قیمت اندازہ کی جائے گی جو عزیز الوجود ہے یعنی بہت کم ہے یا ایسے نقد سے جو شہر

---

[1] قال المترجم فی فوائد القیود قولہ آدمی عاقل بالغ خواہ مسلمان ہو یا کافر خواہ مرد ہو یا عورت قولہ نصاب محرز یعنی جو نصاب کہ حفاظت میں ہو اور مصئون ہو قبل اس کے کہ اس پر ہاتھ سارق کا پہنچے: وانما قلنا انث علی اصول الحنفیة كما لا یخفی علی الماھر بفقتنا و اصولنا اور نصاب سے یہاں مراد دس درم یا زیادہ ہے اور قولہ یا جس کی قیمت یعنی عروض وغیرہ جو درم و دینار نہ ہوں قولہ درحالیکہ بلاشبہ اور لینے والا عادل یا شستہ بملک خود نہ ہو اور نیز غیر کی ملک تمام ہو جو مدعی ہے کہ میرا مال چرالیا و قولہ بطور خفیہ یعنی پوشیدہ لینا نہ بطور غصب و راہزنی و ڈاکے کے و ھذا یکفیك فاحفظہ ۱۲ [2] سرقہ جس کو ہمارے عرف میں چرانا بولتے ہیں۔ [3] وزن سبعہ معروف ہے اور ہم اس پر مقدمہ میں جرح بھی کر چکے ہیں۔

میں لوگوں کے درمیان بہت رائج ہے تو امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ ایسے دس درہم سے اندازہ کیا جائے گا جو شہر میں لوگوں میں زیادہ رائج ہے اور حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ وہ اعزا جو دس درہموں سے اندازہ کی جائے حتیٰ کہ شک کے ساتھ کاٹنا نہ واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور یہی بعض کے نزدیک مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور ایک کے اندازہ کرنے پر نہ کاٹا جائے گا اور نہ اندازہ کرنے والوں کے اختلاف کرنے کی صورت میں یعنی اگر اندازہ کرنے والا ایک ہو یا اندازہ کرنے والے اگرچہ زیادہ ہوں مگر باہم اختلاف کریں اس طرح کہ کوئی اُس کی قیمت نصاب اندازے اور کوئی نصاب سے کم تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

قیمت ایسے دو مرد عادل کے کہنے سے ثابت ہوگی جن کو معرفت قیمت میں مہارت ہے یہ تبیین میں ہے اور نصاب کا پورا ہونا چور کے حق میں ہی معتبر ہے یعنی اُسی کی طرف اعتبار کیا جائے گا کہ اُس نے چوری کس قدر کی ہے نہ مالکوں کی طرف اور اُسی وجہ سے اگر چور نے دس آدمیوں کے مال سے ایک بیت سے دس درہم ہر ایک سے ایک ایک درہم چرایا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے مگر یہ شرط ہے کہ حرز ایک ہی ہو چنانچہ اگر دو منزل مختلف سے ملا کر ایک شخص نے پورا نصاب چرایا یعنی مثلاً ہر ایک منزل سے پانچ پانچ درہم کھرے چرائے تو اس میں قطع نہیں ہے اور ایک دار کے بیوت بمنزلہ بیت واحد کے ہیں چنانچہ اگر ایک دار میں دس بیت ہوں اور ہر بیت میں ایک ایک آدمی رہتا ہو پس چور نے ہر بیت سے رہنے والے کا ایک ایک درہم کھرا چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا بخلاف اس کے اگر دار بڑا ہو اور اس میں حجرے مختلف متعدد ہوں تو ایسا حکم نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ اس سب کو ایک ہی بار نکال لائے اور اگر بعض کو نکال لایا پھر داخل ہو کر باقی کو نکال لایا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو ظاہر[1] نکال لائے چنانچہ اگر حرز میں ایک دینار نگل گیا اور باقی کو نکال لیا تو اُس کا ہاتھ قطع نہ کیا جائے گا اور اس کا انتظار نہ کیا جائے گا کہ چور اُس کو پاخانہ میں پھر لے بلکہ اُس کے مثل کا ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر ایک جماعت ہو اور چوری کرنے کا مباشر اس میں فقط بعض ہے تو ان سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا:

جو شخص کہ مباشر فعل چوری[2] کے ساتھ اس کا رد (مددگار محافظ) ہو ظاہر الروایہ میں اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایک جماعت ہو اور چوری کرنے کا مباشر اس میں فقط بعض ہے تو ان سب کا ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ ہر ایک کے حصہ میں بقدر نصاب آئے اور یہ استحسان ہے خواہ مکان حرز سے سب اس چوری کے مباشر کے ساتھ نکلے ہوں یا اس کے بعد فی الفور نکلے ہوں یا وہ ان کے بعد فی الفور نکلا ہو اگر ان چوروں میں کوئی صغیر یا مجنوں یا معتوہ ہو یا جس کا مال چرایا ہے اس کا ذی رحم محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے دس درہم چرائے پھر جس کا مال چرایا ہے وہ مر گیا پھر اس میت کے وارث دس آدمی ہوئے تو ان کو اختیار ہوگا کہ چوری مذکور کی بابت چور کا ہاتھ کٹوا دیں اور اگر ان میں سے بعض غائب ہوں تو چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہاں تک کہ سب حاضر ہوں اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ تو میرے ہر حق کے مطالبہ کا وکیل ہے پس عمرو نے خالد کو پکڑا جسے زید کے دس درہم چرانے کا اقرار کیا ہے تو عمرو کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دس درہم مال کا جس کی نسبت خالد نے اقرار کیا ہے مطالبہ کرے مگر میں اس کا ہاتھ نہ کاٹوں گا اور اگر وکیل کے واسطے خالد پر دس درہم کی ڈگری کر دی گئی پھر موکل خود حاضر ہوا تو بھی میں خالد کا ہاتھ نہ کاٹوں گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] ظاہر مقابل باطن ہے نہ مقابل خفی۔ چنانچہ اگلی عبارت سے ظاہر ہے ۱۲ منہ　[2] یعنی جو شخص چوری کر رہا ہے دوسرا اگرچہ ہاتھ سے چوری نہیں کرتا ہے مگر اس کا مددگار و محافظ ہے

سرقہ کی علت میں ہاتھ کاٹے جانے میں غلام وآزاد برابر ہیں یہ ہدایہ میں ہے سرقہ کا ظہور دو باتوں میں سے ایک بات پائی جانے پر ہوتا ہے یعنی گواہ گواہی دیں یا مجرم خود اقرار کرے پس اگر سرقہ کا ظہور اقرار کے ساتھ ہوا تو قاضی اُس سے دریافت کرے گا کہ سرقہ کیا ہے پس اگر اُس نے سرقہ کی ماہیت بیان کر دی تو قاضی اُس سے دریافت کرے گا کہ کیا چیز چرائی ہے کیوں کہ اگر مسروق (چرایا ہوا) مال نہ ہوگا تو اس کے واسطے ہاتھ کاٹنا لازم نہ آئے گا پس اگر اُس نے جنس مال بیان کی تو اُس سے مقدار مال دریافت کرے گا اور یہ اس وقت ہے کہ جو چیز اُس نے چرائی ہے وہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو بلکہ غائب ہو اور اگر مجلس قضا میں حاضر ہو اور جس کی یہ چیز چرائی ہے وہ اس کا مدعی ہو پس چور نے چوری کا اقرار کیا تو قاضی کو مسروق واس کے مقدار کے دریافت کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ اسی مسروق کو دیکھے گا کہ اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دے گا ورنہ نہیں پھر اس سے دریافت کرے گا کہ تو نے کیوں کر چرائی پھر اُس سے مکان و جگہ دریافت کرے گا مگر وقت دریافت نہ کرے گا اگرچہ اس میں تقادم عہد[1] (دیر گزر جانے) کا احتمال ہو پھر اُس سے دریافت کرے گا کہ کس کا مال چرایا ہے پھر جب اُس نے اس سب کو ٹھیک بیان کیا (بخلاف زنا کے) تو اب اس پر قاضی ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دے گا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے یہ محیط میں ہے اور امام المسلمین کے واسطے مستحب ہے کہ اس کو تلقین کرے تاکہ وہ چوری کا مقر نہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر چوری کا اقرار کیا پھر رجوع کیا پھر بعض مال کا اقرار کیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا:

اور نیز چاہیے کہ مقر کو اقرار سے پھر جانے کی تلقین کرے کہ حیلہ اُس پر سے حد دور ہو جانے کا حاصل ہو پس اگر وہ اقرار سے پھر گیا تو ہاتھ کاٹے جانے کے حق میں صحیح ہے یعنی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر مال تاوان نہ واجب ہونے کے حق میں نہیں صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر اقرار کیا کہ میں نے اس سے سو درہم اس کے چرائے پھر کہا کہ مجھے وہم ہوا ہے بلکہ میں نے فلاں شخص کے سو درہم چرائے ہیں تو ان دونوں میں سے کسی کے واسطے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر اول مقر لہ کو مال واپس دے اور اسی کے مثل دوسرے کو واپس دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے چوری کا اقرار کیا پھر رجوع کیا پھر بعض مال کا اقرار کیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ میں نے یہ دراہم چرائے ہیں اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کس کے ہیں یا کہا کہ میں اس کے مالک کو نہیں پہچانتا ہوں تو اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ دو مردوں نے اقرار کیا کہ ہم نے یہ سو درہم چرائے ہیں پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا مال ہے تو ان میں سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا خواہ ان میں سے ایک نے یہ مقولہ حکم قضا ہونے سے پہلے کہا ہو یا بعد حکم قضا ہونے کے قبل ہاتھ کاٹے جانے کے کہا ہو اسی کی امام محمدؒ نے اصل میں تصریح کر دی ہے اس واسطے کہ باب حدود میں استیفاء[2] کے لئے شعبہ بقضاء ثابت ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے وفلاں نے فلاں شخص سے یہ کپڑا جو دونوں کے ہاتھ میں ہے چرایا ہے تو امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کتاب الاصل میں ذکر فرمایا اور اس کی دو صورتیں قرار دیں ایک یہ کہ دوسرے نے اس کے اقرار کی تصدیق کی پس اس صورت میں بالاجماع دونوں کا ہاتھ کاٹا جائے گا دوم آنکہ دوسرے نے اس کی تکذیب کی تو اس کی دو صورتیں ہیں اول آنکہ دوسرا یہ کہے کہ میں نے چرایا نہیں ہے یہ کپڑا میرا کپڑا ہے، پس ایسی صورت میں بالاجماع ان دونوں میں سے کسی پر قطع واجب نہ ہوگا دوم آنکہ دوسرے نے کہا کہ میں نے نہیں چرایا اور میں نہیں پہچانتا کیسا کپڑا اور اس صورت میں اختلاف

---

[1] کیونکہ اس میں تقادم عہد سے مثل قذف کے سقوط لازم نہیں آتا ہے بخلاف حد شراب خوری وغیرہ کے کہ اس میں تقادم سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ [2] بھر پائی و پورا وصول ہو جانا۔

ہے کہ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اقرار کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور رہا انکار کرنے والا سو بالاجماع اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دوسرے نے اُس کی تصدیق کی پھر اُس سے پھر گیا تو بالاتفاق اقرار کرنے والے سے قطع ساقط ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے یہ کپڑا فلاں سے چرایا پس دوسرے نے کہا کہ تو جھوٹ بولا ہم نے نہیں چرایا ہے لیکن یہ کپڑا فلاں کا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقر کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور منکر کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ایک شخص نے دوسرے پر سرقہ کا دعویٰ کیا اور اُس نے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اُس نے قسم سے انکار کیا تو اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن مال کا ضامن ہوا اور اگر اُس نے اقرار کر لیا پھر اپنے اقرار سے پھر گیا اور انکار کیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا ولیکن مال کا ضامن ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر زید نے سرقہ کا اقرار کیا پس عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے چرایا ہے نہ اس نے تو جس کا مال چرایا ہے وہ جس کی تصدیق کرے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا پس اگر اُس نے اوّل کی تصدیق کی پھر دوسرے کی تو ہاتھ کاٹنا و مال کی ضمانت کچھ واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ دوسرے کی تصدیق کرنا اس کی تکذیب ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر مسروق منہ (جس کے ہاں چوری ہوئی) نے اوّل کی تصدیق کرنے کے بعد کہا کہ اس کو اوّل نے نہیں چرایا اور اُس کو دوسرے نے چرایا ہے تو دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اوّل پر مال بھی واجب نہ ہوگا اور دوسرا مال کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر چور نے کہا کہ میں نے اِسکو فلاں سے چرایا اور اسکو اِس شخص کے پاس جسکے ہاتھ میں ہے ودیعت رکھا:

اگر اوّل کی تصدیق کی پھر دوسرے نے اقرار کیا پس اس کی بھی تصدیق کی تو دوسرا مقر مال کا ضامن ہوگا اور اگر سرقہ کا اقرار کیا پھر مالک نے غصب کا دعویٰ کیا یا اس کے برعکس واقع ہوا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا مگر مال کا ضامن ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ نہیں اور سکوت کیا پھر کہا کہ بلکہ تو نے مجھ سے غصب کر کے لے لیا ہے تو مال کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر اقرار کیا کہ میں نے اس طفل کے ساتھ چرایا ہے یا اس گونگے کے ساتھ چرایا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر چار نے سرقہ کا اقرار کیا پھر دو نے رجوع کیا تو ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا اور اسی طرح اگر دو نے اقرار کیا پھر ایک نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے یہ کپڑا عمرو کا چرایا ہے اور عمرو نے اقرار کیا کہ اس میں سے نصف کپڑا زید کا ہے یعنی کہا کہ اس میں سے نصف کپڑا تیرا ہے اور زید نے اس سے انکار کیا تو اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر چور نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں سے چرایا اور اس کو اس شخص کے پاس جس کے ہاتھ میں ہے ودیعت رکھا یا اس کو ہبہ کر دیا یا اُس نے مجھ سے غصب کر لیا ہے اور قابض نے اُس سے انکار کیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا مگر قابض پر اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر زید نے اقرار کیا کہ میں نے اور عمرو نے خالد سے ہزار درہم چرائے تو آخر قول میں امام اعظمؒ کے مقر کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور اُس کے شریک[1] کا انتظار نہ کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور نوادر بشرؒ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اُس نے اقرار کیا کہ میں نے چرائے نو درہم نہیں بلکہ دس درہم تو امام اعظمؒ کے قیاس پر اس کا ہاتھ کاٹنا لازم نہیں آتا ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک نے کہا کہ میں نے مال فلاں سے سو درہم چرائے نہیں بلکہ دس دینار (۱۰) تو دس (۱۰) دینار کی وجہ سے اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور سو درہم کا وہ ضامن ہوگا اور مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ

[1] یعنی وہ کیا کہتا ہے مقر ہے یا منکر ہے۔ ۱۲ منہ

مقرلہٗ نے دونوں مالوں کا دعویٰ کیا ہو پس یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے چرائے سو درہم نہیں بلکہ دو سو درہم تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب مقرلہ نے فقط دو سو درہم کا دعویٰ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اُس نے کہا کہ میں نے چرائے دو سو درہم نہیں بلکہ سو درہم تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور دو سو درہم کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ اُس نے دو سو درہم چرانے کا اقرار کیا پھر اُس سے پھر گیا پس ضمان واجب ہوئی اور ہاتھ کا ٹنا واجب نہ ہوا اور سو درہم کا اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ مقرلہ اس کا دعویٰ نہیں کرتا ہے اور اگر سو درہم پر رجوع کرنے میں مسروق منہ نے اس کی تصدیق کی تو ضمان بھی واجب نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس سے دس درہم چرائے نہیں بلکہ اُس سے تو تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میں اوّل کے واسطے دس درہم کی ضمان دلواؤں گا اور دوسرے[1] کے واسطے ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا اور امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ دوسرے کے واسطے اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہاں تک کہ دوسرے کے واسطے ایک بار اور اقرار کرے پھر انہوں نے امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کیا یہ محیط سرخسی میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اقرار کیا کہ میں نے اس سے دس درہم چرائے نہیں بلکہ میں نے ان کو اس سے چرائے تو فرمایا کہ میں ان دونوں کے واسطے دس درہم کا ضامن کروں گا اور ہاتھ نہیں کاٹوں گا (ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دوں گا) یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے چرایا یہ کپڑا اُس سے اور وہ سو درہم قیمت کا ہے پھر کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اس دوسرے کو چرایا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اوّل کی بابت ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور دوسرے کی بابت ہاتھ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور لڑکا یا لڑکی اقرار سرقہ کرے تو صحیح نہیں ہے اور اگر لڑکا محتلم ہوا یا اُس کے جماع کرنے سے حمل رہا یا لڑکی حائضہ یا حاملہ ہوئی پھر اُس نے اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے سرقہ کا بلوغ خود اقرار کیا پھر کہا کہ یہ متاع میری متاع ہے یا کہا کہ میں نے اس کو ودیعت دی تھی یا کہا کہ میں نے اس کو اس سے بطور رہن کے بعوض اس دین کے جو میرا اس پر ہے لیا ہے تو اس مرد کے ذمہ سے ہاتھ کا ٹنا دور کیا جائے گا جیسے اگر گواہوں سے سرقہ ثابت ہوا ہو پھر اُس نے ایسا کہا تو یہی حکم ہے اور اگر قاضی نے کسی چور پر ہاتھ کاٹنے کا حکم بہ گواہی یا باقرار دے دیا پھر جس کی چیز چرائی تھی اُس نے کہا کہ میری متاع نہیں ہے اس کی متاع ہے اُس نے مجھ سے چرائی نہیں ہے یہ میرے پاس ودیعت تھی یا کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا اُس نے جھوٹا اقرار کیا یا مثل اس کے تو اس کے ذمہ سے ہاتھ کا ٹنا ساقط ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

زید نے عمرو پر سرقہ کا دعویٰ کیا تو مدعی پر گواہ لانے لازم ہیں اور مدعا علیہ پر قسم عائد ہوگی اور مارنا خلافِ شرح ہے اور فتویٰ دینے سے اجتناب ضروری ہے:

اور اگر کسی نے باکراہ چوری کا اقرار کیا تو اُس کا اقرار باطل ہے اور بعضے متاخرین نے اُس کے صحیح[2] ہونے کا فتویٰ دیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے جس پر سرقہ کا دعویٰ کیا گیا ہے اگر اس نے سرقہ کا انکار کیا تو فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہے کہ اس صورت میں امام المسلمین اپنی غالب رائے پر عمل کرے گا پس اگر اس کی غالب رائے میں آئے کہ یہ چور ہے اور مال اس کے پاس ہے تو اس کو

[1] وہ شخص جس کے واسطے اقرار کرنے والے نے اقرار کیا ۱۲ منہ [2] مترجم کہتا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں کیونکہ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی مراد اس قول سے قطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاید وہ قائل صحت کے ضمان کی راہ سے ہوں ۱۲ منہ

تعذیب (تعزیر) دے اور امام المسلمین کو ایسا کرنا جائز ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک امام المسلمین کو اس کے تعزیر دینے کا اختیار ہے جیسے کہ اس کو چوروں کے ساتھ جاتے دیکھے تو ایسا کر سکتا ہے (واسطے ظہور امر کے) یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو پر سرقہ کا دعویٰ کیا تو مدعی پر گواہ لانے لازم ہیں اور مدعا علیہ پر قسم عائد ہوگی اور مارنا خلاف شرح ہے اس کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ مفتی کا فتویٰ مطابق شرع ہونا چاہیے ہے زید نے عمرو پر چوری کا دعویٰ کر کے عمرو کو سلطان کے حضور میں پیش کیا اور درخواست کی کہ سلطان اس کو سزا دے تا کہ یہ اقرار کرے پھر اس کو سلطان نے ایک یا دو مرتبہ پٹوا کر قید خانہ میں واپس بھیج دیا پس عمرو کو پھر اپنے سزا پانے کا خوف ہوا اور وہ قید خانہ پر چڑھا پس وہاں سے گرا اور مر گیا اور اس کو اس قید خانہ میں ناحق مال دینے کا خسارہ بھی اُٹھانا پڑا ہے پھر چوری مذکور کے سوائے خالد کے ہاتھ سے ظاہر ہوئی تو وارثان عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے اپنے مورث کی دیت اور جو کچھ مالی خسارہ لاحق ہوا ہے سب لے لیں اس واسطے کہ یہ سب اسی زید کے سبب سے پہنچا ہے اور زید اس سبب کے برانگیختہ کرنے میں ظالم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا تو کبھی اس کا پیچھا نہ کیا جائے گا نہ فی الفور نہ بعد بخلاف اس کے اگر گواہوں کی گواہی سے اس پر چوری ثابت ہوئی پھر بھاگا تو فی الفور اس کا پیچھا کیا جائے گا اور ہاتھ کاٹا جائے گا[1] یہ محیط میں ہے اگر کسی نے کہا کہ انا سارق هذا الثواب یعنی قاف کو تنوین دی اور باء موحدہ کو زبر دیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اُس نے سارق هذا الثواب کہا یعنی باضافت تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید کے غلام کے ہاتھ میں دس درہم ہیں اُس نے اقرار کیا کہ میں نے یہ درہم عمرو کے چرائے ہیں پس اگر ایسا غلام ہو کہ اُس کو تجارت کرنے کی اجازت ہے یا مکاتب ہو اور اُس نے ایسے مال کے سرقہ کا جس کو وہ تلف کر چکا ہے یا موجود ہے اقرار کیا تو اس کا اقرار ہاتھ کاٹنے اور ضمان مال دونوں کے حق میں صحیح ہے پس اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور مال مسروقہ اگر موجود ہو تو واپس دیا جائے گا اور اگر غلام مجور ہو یعنی تصرفات سے ممنوع ہو پس اگر اُس نے ایسے سرقہ کا اقرار کیا (مال) جس کو وہ تلف کر چکا ہے تو اس کا اقرار ہاتھ کاٹے جانے کے حق میں صحیح ہے اور اگر اُس نے ایسے مال کے سرقہ کا جو بعینہ اس کے ہاتھ میں موجود ہے اقرار کیا پس اگر مولیٰ نے اُس کی تصدیق کی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال مسروقہ اس کے (مال کے) مالک کو واپس کیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے مال کے حق میں اُس کی تکذیب کی کہ یہ مال میرا ہے تو بنابر قول امام اعظمؒ کے اس صورت میں بھی اس کا اقرار حق قطع و مال دونوں میں صحیح ہے پس غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال مذکور اس کے مالک کو واپس دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر سرقہ کا ظہور گواہی (ثبوت) پر ہو تو شرط ہے کہ دو مرد عادل گواہ ہوں اور خالی عورتوں کی گواہی اس میں مقبول نہ ہوگی نہ حق مال (مال مسروق) میں اور نہ حق قطع (ہاتھ کاٹا جانا) میں اور مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی حق مال میں ہمارے نزدیک مقبول ہے اور حق قطع میں نہیں مقبول[2] ہوگی اور ایسا ہی اگر گواہی پر گواہی ہو تو وہ بھی ہمارے نزدیک حق مال میں مقبول ہے اور ہاتھ کاٹے جانے کے حق میں نہیں مقبول ہے جب دو مرد عادل نے سرقہ کی گواہی دی تو قاضی مال و قطع دونوں کے حق میں یہ گواہی قبول کرے گا پھر دونوں گواہوں سے دریافت کرے گا کہ سرقہ کیا چیز ہے پھر مال مسروق کی جنس و مقدار دریافت کرے گا بشرطیکہ مال مسروق کچہری قاضی میں حاضر نہ ہوا اور اگر مجلس قضا میں حاضر ہو تو ان سے مال مسروق کی جنس مقدار دریافت نہ کرے گا لیکن سرقہ پر نظر کرے گا جیسے ہم نے فصل اقرار میں بیان کیا ہے۔ پھر دونوں سے دریافت کرے گا کہ کیونکہ چوری کی اور گواہوں سے مکان و وقت و مسروق منہ کو بھی دریافت کرے گا پس جب انہوں نے اُس سب کو ٹھیک بیان کیا اور قاضی ان گواہوں کی

---

[1] اور اگر دیر ہوئی تو امید ہے کہ حد دور ہو مگر مال کا ضامن ہوگا۔ [2] یعنی اصلی گواہوں نے اپنی گواہی پر اوروں کو گواہ کر دیا۔ کما ذکر فی باب الشہادات۔

عدالت سے آگاہ ہے تو سارق پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دے گا اور اگر وہ گواہوں کی عدالت سے واقف نہ ہو تو اس پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ گواہوں کا حال دریافت نہ کرے اور عدالت ظاہر ہونے تک سارق کو قید رکھے گا پھر اس حالت میں کہ وہ قید ہے اگر گواہوں کی عدالت ظاہر ہو گئی پس اگر مسروق منہ حاضر ہو تو قاضی چور پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دے گا اور وہ غائب ہو تو سارق کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دے گا اور اگر مسروق منہ حاضر ہوا اور قاضی نے چور پر ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دیا پھر استیفاء قطع سے پہلے مسروق منہ غائب ہو گیا تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ واجب ہے کہ اس میں امام اعظمؒ کے دو قول ہوں کہ برقول اوّل ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور برقول دوم نہیں کاٹا جائے گا اور ان میں سے بعض نے فرمایا کہ استیفاء قطع امام اعظمؒ کے اوّل و آخر دونوں قولوں کے موافق ممنوع ہے اور اگر دو گواہوں نے چوری پر گواہی دی پھر ان دونوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد دونوں غائب ہو گئے یا مر گئے اور ہنوز قاضی نے حکم نہیں دیا یا جاری نہیں ہوا ہے تو ان دونوں صورتوں میں امام اعظمؒ کے اوّل قول کے موافق قاضی کچھ حکم نہ دے گا اور نہ نافذ کرے گا اور دوسرے قول کے موافق حکم دے کر نافذ کر دے گا اور اگر دونوں گواہ فاسق یا مرتد یا اندھے ہو گئے یا دونوں کی عقل جاتی رہی پس اگر ایسا امر قبل حکم قضاء کے واقع ہوا تو حکم قضا ہونے سے مانع ہے اور اگر یہ امور بعد حکم ہونے کے قبل پیش آئے تو جاری ہونے سے مانع ہوں گے اور اگر دو گواہوں نے دو مردوں پر گواہی دی کہ فلاں و فلاں دونوں نے فلاں شخص کی چوری کی اور دونوں گواہوں نے سرقہ بیان کیا اور جن دونوں پر گواہی دی ہے ان میں سے ایک غائب ہے نہیں ملا اور ہاتھ نہیں آیا تو بنا بر آخر قول امام ابوحنیفہ کے اور وہی صاحبینؒ کا قول ہے یہ حکم ہے کہ جو حاضر ہے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا پھر جو غائب ہے جب حاضر ہوا اور مالک مال اس کو قاضی کے حضور میں لے گیا تو قاضی اس کو حکم دے گا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر امام المسلمین نے کسی چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دے دیا پھر مسروق منہ[1] نے اس کو عفو کر دیا گیا تو اُس کا عفو کرنا باطل ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے اگر دو کافروں نے ایک کافر و ایک مسلمان پر سرقہ کی گواہی دی تو کافر کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جیسے مسلمان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگر دو گواہوں نے ایک آدمی پر گواہی دی کہ اس نے گائے چرائی ہے اور دونوں نے اس کے رنگ میں اختلاف کیا کہ دونوں میں سے ایک نے کہا کہ وہ سفید تھی اور دوسرے نے کہا کہ سیاہ تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک گواہی مقبول ہو گی اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور کرخیؒ نے فرمایا کہ یہ اختلاف ایسے دو رنگوں میں ہے جو باہم متشابہ ہوں جیسے سرخی و زردی اور جو باہم متشابہ نہیں ہیں جیسے سپیدی و سیاہی تو یہ گواہی بالاجماع مقبول نہ ہو گی اور صحیح یہ ہے کہ سب میں اختلاف ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس نے بیل چرایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے گائے چرائی تو بالاجماع گواہی قبول نہ ہو گا اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اس نے کپڑا چرایا ہے مگر ایک نے کہا کہ کپڑا ہروی تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ مروی تھا تو نسخ ابی سلیمان میں مذکور ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور نسخ ابو حفص میں مذکور ہے کہ بالاجماع ایسی گواہی قبول نہ ہو گی جس پر سرقہ کی گواہی دی گئی ہے اگر اس نے کہا کہ یہ میرا اسباب ہے کہ میں نے اس کے پاس رکھوایا تھا اور یہ منکر ہو گیا تھا یا میں نے اس سے خریدا تھا یا کہا کہ اُس نے اقرار کیا تھا کہ یہ میرا ہے تو ان سب صورتوں میں چور کے ذمہ سے حد ساقط کی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مال اس زید نے چرایا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ مال اس عمرو نے چرایا اور مسروق منہ یعنی جس کا مال چرایا ہے دعویٰ کرتا ہے کہ زید نے چرایا ہے تو زید کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] مسروق منہ: مالک مال مسروقہ یعنی جس کا مال چور نے چرایا۔

اور اگر گواہوں نے ایک غلام ماذون[1] پر دس درہم یا زیادہ کے سرقہ کی گواہی دی اور غلام منکر ہے پس اگر اُس کا مولیٰ حاضر ہو تو بالاتفاق سب اماموں کے نزدیک غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال مسروق کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر غلام نے اس کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بعینہٖ قائم ہو تو مسروق منہ کو واپس کر دے گا اور اگر مولیٰ غائب ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور مال مسروق کا ضامن ہوگا اور اگر گواہوں نے دس درہم سے کم چرانے کی گواہی دی تو قاضی مال مذکور دینے کا حکم کرے گا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ کرے گا خواہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر گواہوں نے غلام ماذون کے دس درہم چرانے کے اقرار کی گواہی دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس پر مال کا حکم دے دے گا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دے گا اور اگر کسی غلام مجور پر دس (۱۰) درہم یا زیادہ چرانے کی گواہی دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قاضی اس پر کچھ حکم نہ دے گا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور مال کا اور اگر گواہوں نے غلام مجور کے اقرار سرقہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی کو کسی طرح قبول نہ کرے گا خوہ مولیٰ حاضر ہو یا غائب ہو حتیٰ کہ غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور نہ مال کے واسطے مولیٰ اُس کے فروخت کرنے کے لیے ماخوذ ہوگا مگر غلام بعد اپنے آزاد ہونے کے مال کے واسطے ماخوذ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

پس اگر کسی کے گھر میں داخل ہوا (چور اچکا) جہاں متاع محفوظ ہے اور اُس نے متاع کو لے لیا اور اُس کو باہر نکالا تو مالک کو اختیار (روا) ہے کہ اس کو قتل کر دے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر چور سیندھ دیتا ہو کوٹھری (گھر میں) میں اور مالک نے اس کو دیکھ کر چلانا شروع کیا پس اگر وہ بھاگ گیا تو خیر ورنہ اس کو روا ہے کہ چور کو قتل کرے اور نوادر ابن رستم میں قول امام محمدؒ اس طرح مذکور ہے کہ امام محمدؒ نے کہا کہ اگر چور مکان میں سیندھ دیتا ہو اور مالک نے اس کو قتل کر دیا تو کیا اس کی دیت کا ضامن ہوگا پس امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اُس کو قتل کرنا روا ہے اور دیت کا ضامن نہ ہوگا اور مجرد اور نوادر بن سماعہ میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر چور کسی کے دار میں داخل ہوا اور مالک مکان کو معلوم ہوا اور یہ بھی جانا کہ میں اس کو پکڑ نہیں سکتا ہوں تو اس کو روا ہے کہ قتل کر دے خواہ وہ مکابرہ سے داخل ہوا یا غیر مکابرہ سے مگر حال یہ ہو کہ اُس کے مال چرا لے جانے کا ارادہ رکھتا ہو پس اگر اس کو قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص و دیت کچھ لازم نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک شخص دوسرے کے یہاں رات کو داخل ہوا اور مال چرا کر اس کو دار سے باہر نکال لایا پھر مالک مال اُس کے پیچھے دوڑا اور اُس کو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے:

فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ چور نے ایک شخص کی دیوار میں سیندھ لگانی شروع کی اور ہنوز سوراخ نہ ہونے پایا تھا کہ مالک نے اُس کو دیکھ کر اوپر سے ایک پتھر ڈال دیا کہ وہ مر گیا تو مالک کی مددگار برادری پر اس کی دیت واجب ہوگی اور مالک مذکور پر قتل لازم آئے گا یہ ذخیرہ میں ہے فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کی دیوار پر چڑھا بغرض چوری کے اور دیوار پر چادر پڑی ہے پس مالک دیوار کو خوف ہوا کہ اگر میں چلایا تو یہ چادر لے کر چل دے گا پس آیا مالک کو حلال کہ اس کو پھینک مارے تو فرمایا کہ ہاں اس کو روا ہے بشرطیکہ چادر دس درہم یا زیادہ کی ہو اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس مقدار کی شرط نہیں لگائی ہے بلکہ مطلقاً فرمایا ہے کہ اُس کو تیر وغیرہ مار دینے کا اختیار ہے۔ جنایات الجامع الصغیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص دوسرے کے یہاں رات کو داخل ہوا اور مال چرا کر اس کو دار سے باہر نکال لایا پھر مالک مال اُس کے پیچھے دوڑا اور اُس کو قتل کر ڈالا تو مالک

[1] غلام ماذون جس کو آقا کی جانب سے تجارت کا اختیار و اجازت حاصل ہو ۱۲ منہ

پر کچھ نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایسی صورت میں ہے کہ سوائے قتل کرنے کے اور کسی طرح اس سے مال واپس نہ دے سکتا ہو پس جب کہ ایسی صورت ہو تو اُس کو قتل کرنا روا ہے اور قاتل پر ضمان واجب نہ ہو گی اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک گردہ روٹی ہو اور دوسرے نے اس سے چھین لینی چاہی تو مالک کو روا ہے کہ اس سے تلوار سے مقابلہ کرے جب کہ اپنے نفس پر بھوک سے خالف[1] ہو اور اسی طرح اگر اس کے پینے کا پانی ہو تو اس میں بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

قال المترجم جب اپنے نفس پر خالف ہو بھوک یا پیاس سے یہ عام ہے خواہ ملک ایسا ہو جہاں کثرت سے پانی ملتا ہے یا مثل عرب وغیرہ کے ہو فافہم۔ ایک چور معروف ہے یعنی مشہور چور ہے اس کو کسی نے ایسی حالت میں پایا کہ وہ چوری میں نہیں مشغول تھا بلکہ اپنی اور ضرورت میں مشغول تھا تو اس کو قتل کرنا روا نہیں ہے ہاں اس کو پکڑ کر امام المسلمین کے پاس لائے تاکہ امام اُس کو قید کر کے توبہ کرائے یہ ظہیریہ میں ہے اگر مالک مال چور پر چلایا کہ وہ بھاگ گیا تو مالک کو پیچھا کر کے اس کو مارنا روا نہیں ہے الا آنکہ اُس کا کچھ مال لے بھاگا ہو تو حلال ہے کہ اس کا پیچھا کر کے اس کو ہتھیار سے مارے یہاں تک کہ اُس کا مال ڈال دے یہ محیط میں ہے اور مدعی کے حق میں مستحب ہے کہ جب چور پر دعویٰ کرے تو بایں لفظ دعویٰ کرے کہ اُس نے لے لیا نہ بلفظ سرقہ اسی طرح گواہوں کے حق میں مستحب ہے کہ چرانے کی لفظ سے گواہی نہ دیں بلکہ لے لینے کی گواہی دیں یا یوں کہیں کہ یہ مال اس طالب (مدعی) کا ہے تاکہ ہاتھ کاٹنے کی حد چور کے ذمہ سے ساقط ہو جائے۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے یہ مال چرا لیا ہے پس چور نے کہا کہ ہاں میں نے لے لیا ہے تو وہ مال کا ضامن ہو گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگرچہ اس کے بعد وہ چرا لینے کا بھی اقرار کرے یہ سراجیہ میں ہے۔

ایک نے دوسرے پر سرقہ کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اُس نے قسم سے انکار کیا تو اس پر مال کا حکم دیا جائے گا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کذا فی الظہیریہ اور اسی طرح اگر اُس نے اقرار سے رجوع کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح گواہی کی صورت میں اگر ایسا ہوا (یعنی رجوع کر لیا) تو یہی حکم ہے کہ مال کا ضامن ہو گا اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور دو گواہوں نے ایک شخص پر چوری کی گواہی دی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا کہ یہ نہیں بلکہ فلاں دوسرا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اوّل کی دیت کے دونوں گواہ ضامن ہوں گے اور اگر دوسرے دو گواہوں نے اوّل گواہوں کے رجوع کر لینے پر گواہی دی تو مقبول نہ ہو گی اور اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ دو گواہوں نے چور کے اقرار سرقہ پر گواہی دی اور منکر ہے یا خاموش ہے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر چار نے گواہی دی پھر دو نے رجوع کیا اور دوسرے شخص پر چوری کی گواہی دی تو ان دونوں مشہور علیہما میں سے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور مال کا حکم اوّل پر دیا جائے گا، یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] قولہ خالف: یعنی بھوک یا پیاس سے مر جانے کا خوف (واندیشہ دامن گیر) ہو۔

باب : ②

اُن صورتوں کے بیان میں جن میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور جن میں نہ کاٹا جائے گا

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل : ①

جن صورتوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا

جو چیز تافہ مباح دارالاسلام میں پائی جاتی ہے اُس کی چوری میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے جیسے جلانے کی لکڑیاں و گھاس و نرکل و مچھلیاں و زرنیخ و مغرہ و نورہ وغیرہ اور مچھلی میں نمک دی ہوئی اور تازی دونوں داخل ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور ساکھو و قنا و آبنوس و صندل و سبز نگینے (ہیرا وغیرہ) و یاقوت و زبرجد میں ہاتھ کاٹا جائے گا کذافی الکافی حاصل آنکہ جملہ جواہر میں ہاتھ کاٹا جائے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور سونا و چاندی و موتی و فیروزہ ان چیزوں میں ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اُس نے ان چیزوں کو ایسی صورت پر چرایا کہ جیسی مباح پائی جاتی ہیں یعنی مٹی میں ملی ہوئی اور پتھر میں مخلوط تو ہاتھ کاٹنا واجب نہ ہوگا اور ظاہر الروایت کے موافق بہر حال ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا اور جس لکڑی سے (جسے چرانے سے) ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے اگر اس کا تخت یا کرسی یا دروازہ بنایا پھر اس کو کسی نے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور گھاس و نرکل و پتر میں جیسے قبل عمل کے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا ویسے ہی اگر اس کی چٹائی وغیرہ بنائی تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یعنی مثلاً اُس کا بوریا بنایا جس کو کسی نے چرالیا تو اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر بوریے کے اصل مال پر دستکاری غالب ہو جیسے بغدادی و جرجانی چٹائیاں ہوتی ہیں کہ ان کی بناوٹ ہی کی قیمت کہلاتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس میں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا یہ کافی میں ہے اور دروازوں کے سرقہ میں جب ہی ہاتھ کاٹا جائے گا کہ جب وہ حرز میں ہوں اور خفیف ہوں کہ ایک آدمی پر اُن کا اُٹھالے جانا بھاری نہ ہو اس واسطے[1] کہ بھاری دروازوں کی چوری پر رغبت نہیں کی جاتی ہے اور اگر در سے مرکب ہوں تو ان کے سرقہ میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ تبیین میں ہے اور جو چیزیں جلد فاسد و بگڑ جاتی ہیں جیسے دودھ و گوشت و فواکہ تر[2] ان کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور فواکہ خشک جو لوگوں کے پاس رہتے ہیں جیسے اخروٹ و بادام تو ان کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ وہ حرز میں ہو اور جو فواکہ درخت پر ہوں اور جو کھیتی ہنوز کاٹی نہ گئی ہو تو اُسکی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر فواکہ بعد استحکام کے توڑ لیا اور کھیتی کاٹ کر کسی احاطہ میں جس کا دروازہ مقفل ہے رکھی گئی تو اُس کی چوری سے ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

گوشت سے جو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو یہ عام ہے خواہ گوشت نمک دیا ہوا ہو یا غیر اس کا ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے طعام چرایا حالانکہ ایسے سال میں چرایا کہ قحط ہے تو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ ایسا طعام ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہے یا جلد نہ ہو خواہ محرز ہو یا نہ ہو اور اگر سال فراخی ہو پس اگر طعام ایسا ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر طعام ایسا ہو کہ جلد نہیں بگڑتا ہے اور وہ محرز ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ پھلوں میں بھی اسی تفصیل سے یہی حکم ہے یعنی اگر سال قحط ہو تو پھلوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ ایسے پھل ہوں کہ جلد بگڑ جاتے ہوں یا جلد نہ

---

[1] قولہ اس واسطے: اس تعلیل سے غرض یہ ہے کہ عدم سرقہ کا شبہ ہے۔۱۲منہ [2] فواکہ: جن کو میوہ بولتے ہیں۔۱۲منہ

بگڑتے ہوں خواہ پھل درخت پر سے چرائے ہوں یا محرز ہوں اور اگر سال آسودگی ہو تو جلد بگڑنے والے پھلوں کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور خواہ درخت پر سے لیے ہوں یا اور جگہ محرز ہوں اور اگر پھل ایسے ہوں کہ جلد نہ بگڑتے ہوں اور محرز ہوں تو ان کی چوری سے ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ثرید و روٹی کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا:

تمام حبوب میں اور روغنوں (گھی، تیل یا چربی) میں اور طیب و عود و مشک ان سب کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر روئی یا کتان یا صوف کو چرایا تو بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر گیہوں یا جو یا آٹا یا ستو یا گھی یا چھوہارے یا منقی یا روغن زیتون کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسی طرح پہننے کی چیزوں اور فروش اور نیز لوہے و پیتل و جست کے برتنوں (یا تانبا ہو) اور لکڑی[1] اور چمڑے کمائے ہوئے اور کاغذ و چھریاں و قینچیاں و ترازوئیں اور رسیاں چرانے میں بھی ہاتھ کاٹا جائے گا (بشرطیکہ نصاب سرقہ پورا ہو) اور پتھروں کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور خام[2] کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے اور تیز پتھروں کی ہانڈیاں چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے اور نمک چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے یہ تبیین میں ہے اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ سینگوں کی چوری میں ہاتھ کاٹا نہیں ہے خواہ معمولہ ہوں یا غیر معمولہ ہوں یعنی بنائے ہوئے ہوں یا کمائے ہوئے نہ ہوں اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت باغ سے چرایا حالانکہ وہ دس درہم کا ہے تو اس میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور سرکہ (صاف کیا ہوا) و شہد کی چوری میں بالاتفاق ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ شرح مجمع البحرین میں ہے تاجر اہل عدل سے کسی باغی نے کچھ چرایا درحالیکہ وہ ان کے درمیان تھا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور شکر چرانے سے بالاجماع کاٹا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے ہاتھی دانت چرانے میں جب کہ اس سے کوئی چیز نہیں بنائی گئی ہے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ہاتھی دانت خواہ معمولہ ہو یا غیر معمولہ واجب ہے کہ اس میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اس واسطے کہ اس کے مال ہونے میں اختلاف ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے واجب ہے کہ ایسے ہاتھی دانت میں ہو جو یا استخوانہائے جمال ہے اور ہاتھی دانت غیر معمولہ میں اس واسطے ہاتھ نہ کاٹا جائے گا وہ مباح میں سے ہے اور معمولہ میں اس واسطے ہاتھ کاٹا جاتا ہے کہ اس میں صنعت غالب (ہاتھی دانت پر صنعت غالب ہوتی ہے) ہے۔ پس ایسا ہو گیا جیسے معمولہ لکڑی کذافی الایضاح یعنی جیسے لکڑی مباح ہوتی ہے مگر جب اس کے تخت وغیرہ بنائے گئے تو ان کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے ویسا ہی یہاں ہی فافہم اور ظاہر الروایۃ کے موافق آبگینہ کی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

صید کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے خواہ صید وحشی ہو یا غیر وحشی ہو خواہ خشکی کی ہو یا تری کی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور حناء کی چوری میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور نہ ریحان اور نہ بقول کی چوری میں اور نہ رطب یعنی تر و تازہ میں اور نیز انجیر و پانی و خرما کی گٹھلیاں چرانے سے ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور اگر درندہ جانوروں کو ذبح کیا گیا ہو اور ان کی کھال کسی نے چورائی تو ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے الا اس صورت میں کہ اس کھال کا بچھونا یا مصلے بنایا گیا ہو اور نیز ایسے برتن و ہانڈی کے چرانے میں جس میں طعام ہی ہاتھ

---

[1] لکڑی یعنی جو تخت و چھپت وغیرہ کے کام میں آتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی حرز میں کر لی ہوں۔۱۲ منہ [2] مترجم کے نزدیک شاید گچ و حجارہ در خام سے وہ مراد ہے جو محرز نہ ہو در نہ ایسی چیزیں جو مباح ہوتی ہیں بعد احراز کے اس کی ملک ہو جاتی ہیں جس نے ان کو احراز کیا۔ پس اگر وہ متقومہ ہوں گی تو قطع واجب ہوگا خصوصاً اس دیار میں جہاں ان کی باہم تجارت متعارف ہو واللہ اعلم۔ لیکن ظاہر الروایۃ میں ہے کہ ایسی اشیاء میں قطع ہوگا خواہ وہ محرز ہوں یا نہ ہوں اور خواہ وہ ایسی ہوں کہ ان میں دستکاری کی گئی ہو یا نہیں اور یہی صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔۱۲ منہ

کا ٹا نہیں آتا ہے اور باز یا صقر[1] وغیرہ تمام پرندوں کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور نیز وحوش کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور کتے اور چیتے کے چرانے سے ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور مرغی اور ربط اور کبوتر کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے اور مشروبات تین درجہ کے ہوتے ہیں اول حلال جیسے فقاع کے مانند چیزیں پس ان کی چوری سے ہاتھ کاٹا لازم آتا ہے اور دوم شراب نقیع التمر والزبیب چھوہارے ومنقے کو بھگو کر ان کا آب زلال لیتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور سوم وغیرہ مسکرات پس ان کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اور دوشاب انگور میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور تنبور ودوف ومزمار[2] اور ہر شے ملاہی کے چرانے میں قطع نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور طبل وبربط میں قطع نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے طبل لہو چرایا ہو اور اگر غازیوں کا طبل چرایا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے جب کہ اُس کی قیمت دس درہم ہو اور صدر شہید نے اختیار کیا ہے کہ ہاتھ کاٹنا نہیں واجب ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور یہی اصح ہے اور ولوالجیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور ثرید وروٹی کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور نوادر ابو یوسفؒ میں ہے کہ رب وجلاب میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر ذمی نے ذمی کی خمر (شراب انگوری) یعنی شراب چرائی تو چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ ایضاح میں ہے اور شطرنج چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ سونے کی ہو اور نرد کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور مصحف مجید کے چرانے میں ہاتھ کاٹا نہیں آتا ہے اگرچہ اس پر ہزار درہم کا حلیہ چڑھا ہو اور اسی طرح کتب فقہ ولغت ونحو وشعر کی کتابوں کے چرانے میں بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر کسی نے سادے مجلد (جلد بندھے) اوراق کو قبل اس کے کہ ان میں کچھ لکھا جائے چرایا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ نصاب پورا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور دفتر ہائے حساب (کھاتے) کے چرانے میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ محیط میں ہے اور دفتر ہائے حساب سے وہ دفتر مراد ہیں جن کا حساب کتاب ہو چکا ہے اور اگر وہ ہنوز حساب میں ہوں ان کا حساب نہ گذر گیا ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور دفتر ہائے قیجاء کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اس واسطے کہ ان سے مقصود ورق ہیں یہ سراج وہاج میں ہے اور تیر مال کی ڈنڈیاں چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اس کو خدنگ یعنی تیر بنالیا پھر چور نے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور سونے یا چاندی کی صلیب یا سونے وچاندی کے بُت چرانے سے ہاتھ کاٹنا نہیں لازم آتا ہے اور جن ورموں پر تصاویر ہیں اُن کے چرانے سے قطع لازم آئے گا اس واسطے کہ وہ عبادت کے واسطے نہیں رکھے گئے ہیں یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور زعفران وعنبر وورس ووسمہ وکتم کی چوری سے قطع دست ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر غلام اتنا بڑا ہو کہ ممیز اپنے نفس کا معبر ہو تو اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگرچہ وہ سوتا ہوا یا مجنون یا عجمی[3] ہو اس واسطے کہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا فریب دہی وبہکانا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر غلام غیر ممیز ہو کہ اپنے نفس سے تعبیر نہ کر سکے تو بالا جماع اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر غلام صغیر پانچ درہم قیمت کا جس کے کان میں پانچ درہم کا موتی ہے کسی نے چرالیا تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید کے عمرو پر اس درہم قرضہ ہوں پس زید نے عمرو کے بیت سے اس کے مثل چرالیے پس اگر قرضہ ایسا ہو کہ فی الحال ادا کرنا چاہیے ہے تو اس صورت میں اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر قرضہ میعادی

[1] صقر ایک پرندہ شکاری ہے اور وہ قد وقامت میں چیل سے بڑا ہوتا ہے ہندی میں اس میں گُز کہتے ہیں اور اکثر کبوتر کو شکار کرتا ہے ۱۲ منہ [2] آلات سازنگی باجہ ۱۲ [3] یعنی اس کی زبان یہاں کی زبان نہ ہو ۱۲ منہ (یعنی مقامی زبان نہ ہو' حافظ)

☆ صقر اُردو میں اسے شکرا کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے تَصَقَّر: (شکرے سے شکار کھیلنا)۔ [المنجد] ..... (حافظ)

ہوتو قیاس یہ ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے اور استحسانا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا خواہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بقدر اس کے مال کے ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اور اگر زید نے اس کا عروض مساوی دس درہم کے چرایا ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا لیکن اگر زید نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے حق کے عوض رہن لیا ہے یا اپنے حق کی ادائی میں لیا ہے اور اس کی تصریح کر دی بالا جماع اس کے ذمہ سے حدود کی جائے گی اور اگر اس نے اپنے حق سے جید قسم کے دراہم لے لیں یا اس سے کھوٹے لے لیے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر مکاتب یا غلام نے مولیٰ کے قرض دار سے کچھ چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا:

اگر اپنے حق کی جنس کے خلاف جنس کا نقد لیا ہو تو صحیح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ تبیین میں ہے اور اگر چاندی کا زیور چرالیا حالانکہ قرض دار پر درہم قرضہ ہیں یا سونے کا زیور چرالیا حالانکہ قرض دار پر دینار ہیں تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر متاع یا زیور کو چور نے تلف کر دیا اور اس پر اس کی قیمت واجب ہوئی اور وہ مثل اسی کے ہے جو قرض دار پر قرضہ آتا ہے تو بھی ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر مکاتب یا غلام نے مولیٰ کے قرض دار سے کچھ چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا الا آنکہ ان کے مولیٰ نے ان کو اپنا مال وصول کرنے کا وکیل کیا ہو تو ایسی صورت میں ہاتھ کاٹنا واجب نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے باپ کے قرض دار یا بالغ پسر یا اپنے مکاتب کے قرض دار سے چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا[1] اور اگر اپنے صغیر پسر کے قرض دار سے چرایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر اپنے غلام ماذون مدیون کے قرض دار سے کچھ چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر غلام مذکور مدیون نہ ہو یعنی قرض دار نہ ہو تو اس کا قرضہ خود مولیٰ کا مال ہوگا پس چوری سے ہاتھ نہ کاٹا جائے گا بشرطیکہ چوری کا مال اس کی جنس حق سے ہو یہ ایضاح میں ہے۔ اگر چوری ایسی دو چیزوں کی واقع ہوئی جن میں سے ایک ایسی ہے کہ اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور دوسری ایسی ہے کہ اس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو اصل یہ ہے کہ جو چیز مقصود بدزدی ہے اگر ایسی ہو کہ اس کے چرانے میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور وہ نصاب کو پہنچی ہو تو بالا جماع ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر مقصود بدزدی دوسری چیز ہو کہ جس کے چرانے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اگرچہ اس کے ساتھ ایسی چیز بھی ہو جس کے سبب سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور وہ پورے نصاب تک پہنچی ہو یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے کہ کذافی المحیط قال المترجم حاصل اصل یہ ہے کہ چوری کا مقصود ملحوظ ہوگا کہ چوری کرنے سے کیا چیز مقصود تھی اسی پر حکم کا مدار ہوگا فافہم۔

اگر چاندی کا برتن چرایا جس کی قیمت سو درہم ہے اور اس میں نبیذ یا طعام ہے جو باقی نہیں رہ سکتا ہے یا دودھ ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس صورت میں اس چیز کو مقصود قرار دیا جائے گا جو برتن کے اندر ہے اور اگر طفل آزاد کو چرایا تو ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اگرچہ طفل مذکور پر زیور ہو اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ طفل پر زیور ہو اور وہ نصاب کو پہنچ گیا ہو اور یہ اختلاف ایسے طفل میں ہے جو چلتا اور بولتا نہیں ہے کہ وہ خود اپنے قابو میں نہیں ہے اور اگر بولتا و چلتا ہو تو بالا جماع اس کے چرانے والے پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اگرچہ اس پر کثرت سے زیور ہو یہ سراج وہاج میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر ایک کتا چرایا جس کی گردن میں درہم کا طوق ہے تو میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا اور اگر گدھا چرایا جس کی قیمت نو درہم ہے اور اس پر اکاف ایک درہم قیمت کا ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر کوزہ جس میں شہد ہی چرایا جس میں سے شہد کی قیمت ایک درہم اور کوزے کی قیمت نو درہم ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر خم شراب چرایا جس میں سے خم کی قیمت دس درہم ہے تو ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر حرز میں شراب کو پی لیا اور برتن

[1] مترجم کے نزدیک مناسب مقام یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس طور پر استثنیٰ کیا جائے یعنی ایسی صورت میں کہ وہ کسی کی طرف سے وکیل بالقبض ہو ۱۲ منہ

باہر نکالا اور ظرف ایسا ہے کہ اس کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر قمقمہ چرایا جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور وہ دس درہم کا ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر قمقمہ کا پانی اس نے دار کے اندر ہی پی لیا ہو پھر خالی قمقمہ باہر نکال لایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔

امام اعظم عیشیلیہ و امام محمد عیشیلیہ کے نزدیک کفن چور پر قطع ید نہیں:

قدوری میں فرمایا کہ اگر ایسی مندیل چرائی جس میں درہموں کی تھیلی ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مندیل (مثل رومال کے ہوتی ہے) سے وہ مندیل مراد ہے کہ عادت کے موافق اس میں درہم باندھتے ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر ایسا کپڑا چرایا جس کی قیمت دس درہم نہیں ہے اور اس کی جیب میں دس درہم سکہ زدہ پائے گئے حالانکہ چور ان کو نہیں جانتا تھا تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا اور اگر وہ ان کو جان کر کپڑا چرا لایا ہو تو اُس ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر جراب چرائی جس میں مال ہے یا جوال (تھیلہ) جس میں مال ہو یا کیسہ جس میں مال ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی نے فسطاط (بڑا خیمہ) چرایا پس اگر وہ کھڑا تھا اُس حالت میں اُس کو چرایا ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر کہیں لپٹا رکھا ہوا تھا اس حالت میں چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی مرد یا عورت سے دغل بازی (کھوٹائی یا فریب دہی سے لے لیا) کر کے مال لے لیا ہو یا لوٹ لیا یا اچک لے بھاگا تو اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور کفن چور پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کسی نے قبر میں سے درہم یا دینار یا اور کوئی چیز سوائے کفن کے چرائی تو بالاجماع اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر قبر کسی بیت مقفل میں ہو تو ہماری مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس نے کفن کھود کر قبر سے چرایا ہو یا کوئی دوسرا مال اس بیت سے چرایا ہو اور اسی طرح اگر تابوت سے جو قافلہ میں ہے کفن چرایا تو اصح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر مشتری نے جو چیز بائع سے بشرط خیار بائع خریدی ہے مدت خیار کے اندر بائع سے چرائی تو اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی پھر موصی کی موت سے پہلے اس نے موصی کے پاس سے چرا لی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر موصی کی موت کے بعد قبل اپنے قبول کے چرائی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی نے مال غنائم[1] میں سے یا بیت المال[2] میں سے چرایا تو قطع نہیں آتا ہے خواہ آزاد ہو یا غلام ہو یہ نہایہ میں ہے اور ایسے مال کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جس میں چور کی شرکت ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر چور کا ہاتھ کسی متاع کی چوری میں کاٹا گیا اور یہ متاع اس کے مالک کو واپس کر دی گئی پھر چور نے دوبارہ اس کو چرا لیا تو استحساناً ہمارے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر چور کے پاس سے کسی دوسرے نے متاع سرقہ کو چرا لیا تو چور اوّل کو اور مالک کو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے چور کا ہاتھ کاٹے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اصل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب تک مال عین مسروق میں کچھ تبدیل نہیں آتا ہے اور بحالہ اس کو دوبارہ چور نے چرایا تو ہمارے نزدیک دوبارہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اس کی غیبت میں دوبارہ تبدیل ہو گیا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا مثلاً پہلے روئی چرائی کہ چور کا ہاتھ کاٹ کر مالک کو واپس دی گئی پھر جب اس کا سوت کات لیا گیا تو سوت کو دوبارہ چور نے چرایا یا سوت تھا کہ وہ بن کر کپڑا ہو گیا تو ایسا بالاجماع اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر سو درہم چرائے پس اس کی وجہ سے چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور درا ہم مذکور اس کے مالک کو واپس دیئے گئے پھر دوبارہ انہیں

---

[1] غنائم یعنی جہاد کا مال جو لوٹ میں جمع کیا گیا ہے ۱۲ منہ
[2] یعنی جس میں مسلمانوں کا استحقاق ہو۔

درہموں کو اس نے چرایا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر ان کو مع اور سو درہم کے چرایا تو اس کا پاؤں کاٹا جائے گا خواہ یہ دونوں سکّے درہموں کے باہم مخلوط ہوں یا جدا جدا ممتیز ہوں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر سونا یا چاندی چرائی اور چور کا ہاتھ اس کی وجہ سے کاٹا گیا اور مال مذکور اس کے مالک کو واپس کیا گیا پھر مالک نے اس کا برتن بنوایا تھا یا برتن سے اس کے درہم سکہ دار بنوائے پھر چور نے اس کو دوبارہ چرایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ کفایۃ البیہقی میں مذکور ہے کہ ایک کپڑا چرایا اور اس کو سلایا پھر اس کو رد کر دیا (واپس کر دیئے گئے) پھر اس میں نقصان آگیا پھر اس نے ناقص کو چورایا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر گائے چرائی کہ جس کے جرم میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور گائے مذکور اس کے مالک کو واپس دی گئی پھر مالک کے پاس وہ بچہ جنی پھر چور نے اس کا بچہ چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر کسی مال عین کی چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور عین مذکور اس کے مالک کو واپس دی گئی اور مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر اس کو خرید لیا پھر دوبارہ چور نے اس کو چرایا تو امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کسی کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور مشائخ ماوراء النہر فرماتے ہیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اسی طرح اگر مالک نے وہ چیز چور کے ہاتھ فروخت کر دی پھر اس سے خرید لی پھر دوبارہ چور نے اس کو چورایا تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ ایک نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی اور الگ کر کے رکھی تاکہ فقیروں کو بانٹ دے پھر اس کو کسی غنی یا فقیر نے چرالیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس واسطے کہ ہنوز وہ اس کی ملک میں باقی تھی اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کسی چور نے حربی مستامن[1] کا مال چرایا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ ہمارے نزدیک بدلیل استحسان ہے۔ اہل عدل کے کسی آدمی نے اہل بغی کے لشکر میں رات کے وقت غارت کی اور ان میں سے کسی آدمی کا کچھ مال چرالیا اور اس کو امام اہل عدل کے پاس لایا تو فرمایا کہ میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا اس واسطے کہ اہل عدل کو روا ہے کہ جس طور سے ان کو قدرت حاصل ہو اہل بغاوت کا مال لے لیں اور اس کو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ باغی لوگ توبہ کریں یا مر جائیں پھر یہ مال ان کے وارثوں کو دے دیا جائے گا پس اس طرح چوری کرنے میں شبہہ ہو گیا کہ اُس نے اسی طریق سے لے لیا ہو اور اسی طرح اگر باغیوں[2] میں سے کوئی آدمی اہل حق و عدل کے لشکر میں غارت کر کے مال لے گیا تو اُس کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا اس واسطے کہ اہل بغاوت مال اہل عدل کا حلال جانتے ہیں اور ان کی تاویل اگرچہ فاسد ہے لیکن جب اس کے ساتھ منعہ کا انضمام کیا گیا تو وہ بمنزلہ تاویل صحیح کے ہوگئی اور اگر اہل عدل کے ملک میں سے کسی آدمی نے دوسرے کا مال چرالیا حالانکہ چور اس کو کافر کہتا ہے اور اس کا مال لینا و خون بہانا روا رکھتا ہے تو میں اُس کا ہاتھ کاٹوں گا اس واسطے کہ تاویل یہاں منعہ سے خالی ہے اور بدون منعہ کے تاویل کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس واسطے اُس کی ضمان ساقط نہیں ہوتی ہے پس ایسا ہی ہاتھ کاٹنا بھی ساقط نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل عدل کے تحت میں ہے پس امام اہل عدل کو اس پر دسترس ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی حد اس پر پوری جاری کر دے بخلاف اس شخص کے کہ جو اہل بغاوت کے لشکر میں ہے کہ اس [تک] امام اہل عدل کا ہاتھ نہیں پہنچتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] یعنی جو شخص دار الحرب کا رہنے والا دار السلام میں کچھ مدت کے واسطے امن لے کر داخل ہوا ۱۲ امن [2] وہ لوگ جو امام وقت سے بغاوت اختیار کر کے اُس سے خلاف ہوں ۱۲

فصل : ②

حرز اور حرز سے لینے کے بیان میں

حرز کی اقسام:

حرز دو طرح کا ہوتا ہے ایک حرز کہ جس میں کوئی بات حفاظت کی خود موجود ہے جیسے بیوت دور اور ایسے حرز کو حرز بہ مکان کہتے ہیں اور یہی فسطاط و دوکان و خیموں کا حکم ہے کہ یہ سب چیزیں حرز ہوتی ہیں اگرچہ ان میں کوئی شخص حافظ نہ ہو خواہ ان میں سے چور نے ایسی حالت میں چرایا کہ اُس کا دروازہ کھلا ہوا تھا یا دروازہ ہی نہ تھا اس واسطے کہ عمارت سے غرض احراز ہوتی ہے لیکن واضح رہے کہ ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک کہ مہر نہ نکال لائے بخلاف احراز بحافظ کے کہ اگر حافظ ہو اور چور نے لے لی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا خواہ وہ باہر لایا ہو یا نہ لایا ہو دو محرز بحافظ جیسے کوئی شخص راستہ پر یا جنگل میں یا مسجد میں بیٹھا اور اپنے پاس اپنی متاع رکھ لی تو وہ اس متاع کا محرز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ حافظ مذکور اس متاع سے قریب ہو اور اگر اس سے دور ہو تو وہ اس کا حفاظت کرنے والا نہیں ہے اور قریب اس کو کہتے ہے کہ اتنے فاصلہ پر ہو کہ اس کو دیکھتا اور حفاظت کر سکتا ہو اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ حافظ سوتا ہو یا جاگتا ہو اور متاع اُس کے نیچے ہو یا پاس رکھی ہو اور یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر اپنے متاع کو صحرا میں[1] جمع کیا اور اپنے متاع پر نہیں سویا بلکہ قریب اُس کے سویا اور وہ چوری گئی تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا بشرطیکہ ایسی جگہ سویا ہو کہ اُس کو دیکھتا اور اُس کی حفاظت کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر حمام میں کسی نے نیچے سے کپڑا چرا لیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا:

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ہر نوع کا حرز علیحدہ ہے پس جو حرز جس کے واسطے معتبر ہے اگر اس میں سے یہ چیز چرائی تو ہاتھ کاٹا جائے گا جیسے مثلاً دابہ کو اصطبل سے یا بکری کو خطیرہ سے چرا لیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر ان مقاموں سے اس نے درم یا دینار چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور فتاویٰ کرخی میں ہے کہ جو چیز ایک نوع کے واسطے حرز ہے وہ ہر نوع کے واسطے حرز ہے حتیٰ کہ علمائے شریچہ بقال[2] اور قوصرہ ہائے خرما کو درہم و دینار و موتی کے واسطے حرز قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ سراج وہاج میں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہی مذہب ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور حرز بہ مکان میں احراز بحافظ کا اعتبار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر حمام میں سے رات کو چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دن کو چرایا تو نہیں اور یہ جو لوگوں کی عادت حمام میں تھوڑی رات گئے تک جانے کی ہے اس قدر بمنزلہ دن کے ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر حمام میں کسی کے نیچے سے کسی نے کپڑا چرا لیا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا جیسے مسجد میں سے کسی کی متاع چرائی حالانکہ اُس کا مالک اس کے پاس موجود ہے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہی ظاہر المذہب

---

[1] صحراء جنگل بابیان دابہ ما یدب علی الارض پھر چوپاؤں پھر سواری کے جانوروں و بقول بعض گھوڑے کے ساتھ مخصوص ہوا خطیرہ۔ بحاء مہملہ و ظاء معجمہ جو پتھروں یا کانٹوں یا لکڑیوں یا نرکل وغیرہ سے کٹہرے کے مانند میدان میں احاطہ جانوروں کے رکھنے کے لیے بناتے ہیں۔ [2] بقل ترہ: ترکاری ہے بقال ترہ فروش یعنی کنجڑا و شیریں جس میں ساگ وغیرہ رکھتا ہے اور وہ گہری ٹوکری سی ہوتی ہے یعنی کھانچہ و ٹوکرہ وغیرہ جو بانس و دیگر درختوں کی شاخوں سے بناتے ہیں اور ہمارے عرف میں معروف ہے۔ قوصرہ بقاف و صاد مہملہ زنبیل جس میں خرما وغیرہ رکھتے ہیں۔۱۲

ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی میں ہے اور اگر محرز بہ مکان ہے اور اُس کو اندر آنے کی اجازت دی گئی پھر اُس نے اجازت سے داخل ہو کر کوئی چیز چرائی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے حق میں یہ حرز نہ ہوگا اگر چہ وہاں کوئی نگہبان ہو اور اگر چہ مالک متاع اُس پر سوتا ہو اور ان عمارات میں جو ایسی ہو کہ اس میں بلا اجازت جب چاہے داخل ہو سکتا ہو اور منع نہ کیا جاتا ہو تو یہ اور جنگل کا میدان یکساں ہے کہ نگہبان بٹھا لینے سے محرز ہو جائے گا جیسے مسجد و راستہ کا حکم ہے یہ ایضاح میں ہے اور اگر کسی نے گون کو پھاڑ کر اس میں سے کچھ چرا لیا یا صندوق میں ہاتھ ڈال کر مال لے لیا تو اُس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔

اور اگر اُونٹ کو راستہ سے مع اُس کے بوجھ کے چرا لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اُس کا مالک اُس پر ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ یہ مال ظاہر غیر محرز ہے اور اسی طرح اگر جوال[1] بعینہٖ چرائی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر جوال کو چاک کر کے اس میں سے مال نکال لیا پس اگر اس کا مالک وہاں ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر جوال زمین پر پڑی ہوں پس جوال مع متاع کے چرا لیں پس اگر اس کا مالک وہاں ہو اس طرح اس کی خدمت کر سکتا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا خواہ سوتا ہو یا جاگتا ہو یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر کسی نے قطار میں سے اونٹ چرا لیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس کے ساتھ قائد یا سائق ہو تو جو اس کو کھینچتا یا ہانکتا ہو یا نہ ہو پس امامؒ نے قطار کو سائق و قائد سے محرز نہیں رکھا اگر چہ دونوں اس کے حافظ ہوں اس واسطے کہ مال جب ہی نگہبان سے محرز ہوتا ہے کہ جب اس کا قصد حفظ ہوا اور جب اس کا قصد کوئی اور امر ہو اور حفاظت کرنا اس کی تبعیت میں حاصل ہوتا ہو تو ایسا نہیں ہے حتیٰ کہ اگر قطار کے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھی ہو جو محض نگہبانی کرتا ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر چور نے حرز میں اس کو لے لیا اور ہنوز باہر نہیں لایا خواہ اس کو لادلیا ہے یا نہیں تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اس نے حرز میں سے باہر پھینک دیا جہاں اس کا ایک ساتھی ہے پس ساتھی نے اس کو لے لیا تو دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور اگر اس نے دیوار کے پیچھے سے اپنے ساتھی کو دے دی اور خود اس چیز کے ساتھ نہیں نکلا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جو اندر ہے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور باہر والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بشرطیکہ اس نے اندر ہاتھ نہ ڈالا ہو اور اگر باہر والے نے اپنا ہاتھ حرز میں میں داخل کر کے اندر والے سے یہ چیز لے لی تو امام اعظمؒ کے قول میں ان دونوں میں سے کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں کا ہاتھ کاٹوں گا یہ فتاویٰ کرخی میں ہے۔

اگر اندر والے نے مال کے سینڈ کے منہ پر رکھ دیا پھر باہر نکل کر اس کو لے لیا تو اس کو امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمایا اور یہ صحیح ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر دار میں کوئی نہر جاری ہو اور چور نے متاع کو لے کر نہر میں ڈال دیا پھر وہاں سے نکل کر اس کو لے لیا پس اگر متاع مذکور خود پانی کے روز سے باہر نکل آئی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اس نے پانی کو حرکت دی جس سے وہ متاع باہر آ گئی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس کو امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ لیکن مبسوط میں ہے کہ اگر خود پانی کے زور سے بھی نکل آئی ہو تو اصح یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ نہایہ میں ہے اور اگر چور نے اندر سے اس کو راستہ میں پھینک دیا پھر نکل کر اس کو لے لیا تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کو ایسی جگہ پھینکا کہ اسکو دیکھتا ہے پھر نکل کر اس کو لے لیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر ایسی جگہ پھینک دیا کہ اس کو دیکھتا نہیں ہے تو اس پر ہاتھ کاٹا جانا نہیں لازم آتا ہے اگر چہ نکل کر اس کو لے لیا ہو اور اگر اس کو گدھے پر لاد کر ہانک کر باہر نکال لایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر مال چرایا اور اس کو دار سے باہر نہیں نکالا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دار چھوٹا ہو کہ اہل بیوت اس کے صحن سے بے پروانہ ہوں یعنی صحن سے

---

[1] جوال معرب گوال لفظ فارسی بمانند گون تھیلہ وغیرہ کے۔ قائد: آگے سے کھینچنے والا۔ سائق: پیچھے سے ہانکنے والا۔

انتفاع کے حاجت مند ہوں اور اگر دار کبیر ہو کہ اس میں مقاصیر ہوں[1] یعنی حجرے ومنازل ہوں اور ہر مقصورہ میں رہنے والے ہوں اور اہل منازل اس دار کبیر کے صحن سے بے پروا ہوں کہ اس سے انتفاع حاصل نہ کرتے ہوں ہاں اسی قدر انتفاع حاصل کرتے ہوں جیسے کوچہ سے نفع اٹھاتے ہیں پھر مقصورہ میں سے چرا کر صحن دار میں لایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر بعض مقصورہ کے رہنے والے نے دوسرے مقصورہ کی کوئی چیز چرائی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر بیت نقب لگایا پھر نکلا اور کوئی چیز نہیں لی پھر دوسری رات میں آیا اور داخل ہو کر کوئی چیز چرالایا پس اگر مالک بیت کو نقب کا علم ہو گیا مگر اس نے اس کو بند نہیں کیا یا نقب مذکور ظاہر ہو کہ رات کو چوکیدار و راہرو اسکو دیکھتے ہوں پھر وہ ایسی ہی پڑی رہی تو اس چور پر ہاتھ کاٹا جانا نہیں لازم آتا ہے ورنہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔ چور ایک گدھے کو لے کر ایک مکان میں داخل ہوا اور کپڑے جمع کر کے گدھے پر لاد کر منزل سے باہر آیا اور اپنے گھر چلا گیا پھر اس کے بعد گدھا وہاں سے نکل کر اس کے گھر کو آیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر کسی کبوتر وغیرہ کے پاؤں وغیرہ میں کوئی چیز باندھ دی اور چھوڑ دیا پس طائر مذکور اس کے گھر میں چلا آیا اور اس نے اس طائر سے وہ چیز کھول لی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے اور اگر چور نے حرز میں سے مال چرالیا پھر دوسرا اس حرز میں داخل ہوا اور چور کو مع مال کے اپنے اوپر لاد کر نکال لایا تو خاصۃً جس کو لادلایا ہے اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر چور نے نصاب دو دفعہ یا زیادہ میں نکالا پس اگر ان دفعات کے درمیان میں مالک کو اطلاع ہو گئی کہ اس نے نقب کو درست کر دیا اور دروازہ بند کر دیا تو دوسری بار نکالنا دوسری چوری ہے اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا درصورت کہ ہر بار جو کچھ نکالا ہے وہ مقدار نصاب سے کم ہو اور اگر بیچ میں اطلاع (نقب) مالک وغیرہ واقع نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

ایک نے چھت پر سے بقدر نصاب کے چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ایک نے بدوں اجازت مالک کے دیوار کو پھوڑا پھر وہ غائب ہو گیا پھر ایک چور اس راہ سے بیت میں داخل ہوا اور کچھ چرایا تو مختار یہ ہے کہ جو کچھ چور نے چرایا ہے نقب لگانے والا اس کا ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر ایسا کپڑا چرالیا جو کہ چہ میں بچھایا گیا ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر خص[2] میں بچھا ہوا جو کہ کوچہ کی جانب ہے چرالیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دیوار بجانب دار پر یا خص بجانب سطح پر بچھایا ہوا چرالیا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر آستین (شیروانی، کوٹ وغیرہ) کے باہر درہموں کی تھیلی لٹکتی ہوئی کو کاٹ کر درہم لے لیے تو اس کا ہاتھ کاٹا نہ جائے گا:

چور نے بیت کو نقب لگا کر اس میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز لے لی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور بعض ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسے بیت کبیر پر محمول ہے جس میں نقب سے داخل ہونا ممکن ہے اور اگر بیت اس قدر چھوٹا ہو کہ نقب سے اس میں داخل نہ ہو سکے پس اس میں ہاتھ ڈال کر مال لے لیا تو بالاجماع ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر صراف کے صندوق میں یا دوسرے کی آستین (شیروانی، کوٹ وغیرہ) میں ہاتھ ڈال کر مال لے لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔ چند لوگ ایک سرائے میں یا ایک بیت میں اترے پھر ان میں کسی نے دوسرے کا مال چرالیا اور مالک مال اس کی حفاظت کرتا تھا یا اس کے سر کے نیچے تھی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر آستین کے باہر درہموں کی تھیلی لٹکتی ہوئی کو کاٹ کر

[1] مقاصیر: جمع مقصورہ جس کو ہمارے عرف میں حجرہ، کوٹھڑی بولتے ہیں۔ [2] خص: بالضم تو ارہ دکانہ یعنی جو پھوس وغیرہ سے مثل چھپر وغیرہ کے بنایا جاتا ہے۔

درہم لے لیے تو اس کا ہاتھ کاٹا نہ جائے گا اور اگر آستین میں ہاتھ ڈال کر تھیلی کو چاک کر کے درہم لے لیے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر بندش کو کھول کر لیے تو اوّل صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور دوسری صورت میں نہیں کاٹا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ منتقی میں حسن کی روایت سے امام اعظمؒ سے مذکور ہے کہ امامؒ نے فشاش کے حق میں فرمایا اور فشاش اس شخص کو کہتے ہیں جو دروازہ کی غلق کے واسطے ایسی چیزیں اپنے پاس رکھتا ہے کہ جس سے اس کو کھول لے کہ اگر فشاش نے دن میں دروازہ بند کھول لیا اور دار و بیت میں کوئی نہیں ہے اور متاع لے لی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر دار یا بیت میں کوئی اہل دار و بیت میں سے ہو اور فشاش نے متاع اس میں سے لے لی حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر فشاش نے بازار کا کوئی دروازہ کھولا تو بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور رقاف کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور رقاف وہ ہے جس کو درہم پر کھنے کو دیے جاتے ہیں پس وہ اس میں سے لے لیتا ہے اور مالک کو علم نہیں ہوتا ہے اور حاوی میں لکھا ہے کہ اگر دار کا دروازہ بھڑا ہوا ہو اور مغلق نہ ہو یعنی تالا نہ دیا ہو پھر چور اس میں خفیہ داخل ہوا اور خفیہ اسباب لے لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دروازہ دار کھلا ہوا ہو پس وہ دن میں داخل ہوا اور چرا لیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

اگر رات میں دروازہ دار سے داخل ہوا اور دروازہ مقفل نہ تھا بھڑا ہوا تھا اور اس وقت داخل ہوا کہ لوگ عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے اور خفیہ یا مکابرہ کے ساتھ مال لے لیا اور اس کے ساتھ ہتھیار ہے یا نہیں ہے اور مالک مکان اس سے آگاہ ہوا یا آگاہ نہ ہوا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر کوئی شخص کسی کے دار میں شام و عشاء کے درمیان داخل ہوا اور لوگ ہنوز آتے جاتے ہیں تو یہ وقت بمنزلہ دن کے ہے اور اگر مالک دار کو چور کا آنا معلوم ہوا اور چور نہیں جانتا ہے کہ مالک مکان اس میں ہے یا چور جانتا ہے کہ مالک مکان ہے اور مالک مکان اسکے آنے سے آگاہ نہ ہوا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دونوں کو علم ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر دونوں نہ جانتے ہوں تو بھی ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر رات میں کسی سے مکابرہ کیا حتیٰ کہ اس کا مال لے لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر دن میں اس سے مکابرہ کیا اور خفیہ اس کے گھر میں سیند لگا کر اس کی متاع کو زبردستی سے لیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور قیاس چاہتا ہے کہ دونوں صورتوں میں نہ کاٹا جائے لیکن ہم نے اوّل صورت میں استحسان کو لیا اور کہا کہ ہاتھ کاٹنا واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر حرز مین سے ایک بکری نکال لایا اور دوسری اس کے پیچھے چلی آئی اور پہلی بکری نصاب نہ تھی تو چور پر ہاتھ کاٹنا نہیں آئے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر چراگاہ سے کوئی بکری یا گائے یا اونٹ چرا لیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ الا اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا کہ ان کے ساتھ کوئی چرواہا نگہبان ہو اور بقالی میں مذکور ہے کہ چراگاہ سے مویشی چرانے میں ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اگر چہ ان کے ساتھ چرواہا ہو اس واسطے کہ چرواہا چرانے کے واسطے مقرر رہتا ہے نہ حفاظت کے واسطے پس وہ چرواہے کے ہونے سے حرز مین نہ ہوں گے اور اگر سوائے چرواہے کے ان کے ساتھ کوئی اور نگہبان ہو تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر بکریاں کسی گھر میں رات کو آ کر رہا کرتی ہوں جو انہیں کے واسطے بنایا گیا ہے اور اس گھر کا دروازہ مقفل ہوتا ہے پس چور نے دربند کو توڑ کر داخل ہو کر کوئی بکری چرا لی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور بقالی میں لکھا ہے کہ اگر دروازہ بھڑا ہو تو غلق کا اعتبار ضروری نہیں ہے الا آنکہ یہ گھر جنگل میں اکیلا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر پتھروں یا کانٹوں کا خطیرہ بنا لیا اور اس میں بکریاں جمع کیں وہ خود انہیں کے پاس سوتا ہے تو ان کے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر بکریوں کو غیر خطیرہ میں جمع کیا اور نیز کوئی نگہبان ہے یا نہیں ہے حالانکہ وہ ان کو ایک مقام پر جمع کر چکا ہے تو پھر ان کے چرانے والے کو سزائے

حد یعنی ہاتھ کاٹنے کی دی جائے گی یہ حاوی میں ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اس نے بکریوں کو ایسے مقام پر جمع کیا جو اس نے ان کی حفاظت کے واسطے مقرر و مہیا کیا ہے پھر ان میں سے چور نے چرایا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا خواہ ان کے ساتھ نگہبان ہو یا نہ ہو یہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر رضاعی ماں یا بہن کی کوئی چیز اُس کے پاس سے چرائی تو ہاتھ کاٹا جائے گا:

اگر کسی نے اپنے ماں باپ سے اگرچہ کتنے ہی اونچے درجوں کے ہوں یا فرزند سے اگرچہ کتنے ہی نیچے درجے کے ہوں یا ذی رحم محرم سے مثل بھائی و بہن و چچا و ماموں و پھوپھی و خالہ کے کوئی چیز چرائی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کے گھر سے غیر کی متاع چرا لی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر غیر کے گھر سے اپنے ذی رحم محرم کا مال چرایا تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر رضاعی ماں یا بہن کی کوئی چیز اس کے پاس سے چرائی تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر بیوی و مرد میں سے کسی نے دوسرے کا مال چرا لیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر بیوی مرد میں سے ایک نے دوسرے کی حرز خاص سے جس میں دونوں رہتے نہیں ہیں کوئی چیز چرائی تو بھی یہی حکم ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر بیوی نے اپنے شوہر سے یا شوہر نے اپنی بیوی سے مال چرا لیا پھر اس چور کو طلاق دے دی اور ہنوز اس سے دخول نہیں کیا تھا پس وہ بغیر عدت کے بائنہ ہو گئی تو بھی دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر اپنی مبتوتہ یا مختلعہ سے یعنی جس کو طلاق قطعی دے چکا ہے یا جس کو خلع[1] دے چکا ہے کوئی مال چرا لیا پس اگر وہ عدت میں ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ ایک طلاق دی ہو یا دو طلاق یا تین طلاق اور اسی طرح اگر عورت نے طلاق دینے والے شوہر کے گھر چرایا اور یہ عدت میں ہے تو عورت کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر چوری کر لینے کے بعد بیوی کو طلاق بائن دے دی اور اس کی عدت گزر گئی پھر چوری کا مقدمہ قاضی کے حضور میں پیش ہوا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ تبیین میں ہے اور اگر مرد نے کسی اجنبیہ عورت سے اس کا مال چرا لیا یا عورت نے کسی اجنبی مرد سے اس کا مال چرا لیا پھر ہنوز قاضی کے حضور میں یا امام المسلمین[2] کے حضور میں مرافعہ نہیں ہوا تھا کہ دونوں نے باہم نکاح کر لیا پھر اس مقدمہ کا مرافعہ ہوا اور چور (مرد ہو یا عورت) نے اقرار کیا تو قاضی اس کا ہاتھ نہیں کاٹے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا مگر ہنوز جاری نہ ہوا تھا کہ دونوں نے باہم نکاح کر لیا تو امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر ایسی بیوی سے چرایا جو اس پر اس وجہ سے حرام ہو گئی ہے کہ اس نے اس کی ماں یا بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر صہر[3] یا ختن کے یہاں سے چرایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ گھر داماد کا ہو اور اگر گھر اس کی دختر کا ہو تو بالاتفاق ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اسی طرح اگر صہر کا مال چرایا مگر اپنی زوجہ کے یہاں سے چرایا تو بالاتفاق ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ ختن وہ مرد رشتہ دار ہے جو اس کی ذات رحم محرم عورت کا شوہر ہو جیسے دختر کا شوہر یا سگی بہن کا شوہر وغیرہ اور ختن کے ہر ذات رحم محرم کا اور صہر وہ ہے جو اس پر بمصاہرہ حرام ہو جیسے بیوی کی ماں و اس کی بیٹی یا جیسے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) اور ان کی اولاد سے ہر ذی رحم محرم بھی صہر ہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے اپنے مالک کا مال چرایا تو اس کا ہاتھ نہ

---

[1] اس کی تصریح کتاب الطلاق میں مذکور ہے وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲۔ [2] قال المترجم عرف دیار میں قول شیخ الاسلام اظہر ہے واللہ اعلم ۱۲۔ [3] جس کو ہمارے عرف میں داماد اور ہندی میں جوائی کہتے ہیں ۱۲۔

کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر مولیٰ کے باپ یا ماں یا کسی ذی رحم محرم کا مال چرایا تو بھی یہی حکم ہے اور نیز اگر مولیٰ کی بیوی کا مال چرایا تو بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور جن لوگوں کا مال چرانے سے مولیٰ کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا ہے مولیٰ کے غلام کا ہاتھ بھی ان کے مال چرانے سے نہ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور غلام خواہ محض غلام ہو یا مدبر[1] یا مکاتب یا ماذون یا ام ولد ہو کہ اس نے اپنے مولیٰ کا مال چرایا سب کا حکم یکساں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ اس طرح اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب یا غلام ماذون سے مال چرایا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور محض غلام سے چرانے میں مولیٰ کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ مستودع کے ہے یعنی اس کے پاس امانت رکھی ہوئی ہے اور جو شخص ودیعت رکھنے والے کے پاس سے چراتا ہے اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

میزبان کے پاس سے مہمان نے کچھ چرایا تو؟

اگر مہمان نے میزبان کے یہاں سے کچھ چرایا تو اس پر ہاتھ کاٹا جانا نہیں آتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک قوم کا ایک خادم ہو اور اس نے ان کی متاع چرالی تو اس پر ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور اگر اجیر نے کسی ایسی جگہ سے جہاں جانے کی اس کو اجازت دی گئی تھی کوئی چیز چرالی تو اس پر بھی ہاتھ کاٹنا نہیں آتا ہے اور اگر کسی نے اپنا گھر دوسرے کو اجارہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں میں سے کسی نے دوسرے کا کچھ مال (نصاب سے کم نہیں ہے) چرالیا اور ہر ایک علیحدہ منزل میں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان میں سے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر موجر نے متاجر سے چرالیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اور اگر متاجر نے موجر سے چرالیا اور حال یہ ہے کہ بیت مفرد میں ہیں تو بالا جماع متاجر کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ سراج وہاج میں ہے۔

فصل : ③

کیفیت قطع و اس کے اثبات کے بیان میں

قال المترجم: یعنی اس فصل میں اوّل یہ بیان ہے کہ ہاتھ کیوں کر کاٹا جاتا ہے اور چنانچہ فرمایا کہ چور کا داہنا ہاتھ گٹے کے جوڑ سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے اور تیل میں تل[2] دیا جائے اور تیل کے دام[3] اور حسم کرانا یعنی تیل تل کر خون بند کرنا یہ ہمارے نزدیک چور پر لازم ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر اس نے دوبارہ چرایا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر اس نے تیسری بار چرایا تو باقی ہاتھ پاؤں کوئی نہیں کاٹا جائے گا مگر وہ برابر قید خانہ میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرے اور یہ استحسان ہے اور اس کو تعزیر بھی دی جائے گی اس کو مشائخ نے ذکر فرمایا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور امام المسلمین کو روا ہے کہ براہ سیاست اس کو قتل کر دے اس واسطے کہ وہ زمین میں فساد کرتا پھرتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہو یا کاٹا ہوا ہو یا داہنا پاؤں کٹا ہوا ہو تو سزائے چوری میں داہنا ہاتھ یا بایاں پاؤں نہ کاٹا جائے گا اور اگر اس کا بایاں پاؤں شل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اس کا بایاں انگوٹھا کٹا ہو یا شل ہو اور اس میں کی دو انگلیاں سوائے انگوٹھے کے ایسی ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر انگوٹھے کے سوائے ایک ہی انگلی ایسی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر اس کا ہاتھ داہنا ہاتھ شل ہو یا اس میں انگلیاں کم و ناقص ہوں تو ظاہر الروایہ

---

[1] مدبر و مکاتب و غلام ماذون وام ولد کا بیان مفصل کتاب العتاق میں درج ہے وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲۔ [2] تل کر خون بند کر دیا جائے ۱۲۔ [3] قال فی الاصل زیت یعنی زیتون کا تیل ۱۲۔

کے موافق ہاتھ کاٹا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔ اگر چور کے ایک ہی معصم [1] میں دو ہتھیلیاں ہوں تو بعض نے فرمایا کہ دونوں کاٹی جائے گی اور بعض نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی متمیز ہو اور اسی کے کاٹنے پر اقتصار ممکن ہو تو زائد نہ کاٹی جائے گی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دونوں کاٹی جائے گی اور یہی مختار ہے اور اگر وہ ان دونوں میں سے ایک ہی سے گرفت کرتا ہو تو جس سے گرفت کرتا ہے وہی کاٹی جائے گی یہ جوہرۃ نیرہ میں ہے اور اگر اس کا داہنا پاؤں ایسا ہو کہ اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں پس اگر اس پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہو اور چل سکتا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر اس پاؤں کے بل چل نہیں سکتا ہے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

حد میں جنس منفعت کی گرفت کا بالکل فوت کر دینا جائز نہیں:

جس پر چوری کی وجہ سے قطع واجب ہوا اور ہنوز اس کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا تھا کہ کسی شخص نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پس اگر قبل خصومت کے ایسا ہوا تو اس کے ہاتھ کاٹنے والے پر عمداً کاٹنے کے صورت میں قصاص ہے اور خطا کی صورت میں ارش واجب ہے اور چور کا چوری میں بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر بعد خصومت کے قبل حکم قضاء کے ایسا ہوا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اتنا فرق ہوگا کہ چوری میں چور کا بایاں پاؤں نہ کاٹا جائے گا اور اگر بعد حکم قضاء کے ایسا ہوا تو کاٹنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اس کا کاٹنا چوری میں کاٹے جانے کا نائب ہو جائے گا حتیٰ کہ چور نے جو مال سرقہ میں سے تلف کر دیا ہو اس پر اس کی ضمان واجب نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر کسی اجنبی نے داہنا ہاتھ نہیں بلکہ بایاں ہاتھ کاٹا تو چوری کی وجہ سے اس کا داہنا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا تا کہ جنس منفعت گرفت کا بالکل فوت کر دینا لازم نہ آئے اور اگر اس کا بایاں ہاتھ بھی نہ کاٹا گیا بلکہ داہنا پاؤں کاٹا گیا تو چوری کی وجہ سے جو قطع اس پر واجب تھا وہ ساقط ہو گیا اور اگر اس کا داہنا پاؤں بھی نہ کاٹا گیا بلکہ داہنا پاؤں کاٹا گیا تو چوری کی وجہ سے اس کا داہنا پاؤں کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر جلاد کے سوائے دوسرے نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو پھر بھی ضامن نہ ہوگا:

اگر حاکم نے جلاد سے کہا کہ اس مرد کا داہنا ہاتھ کاٹ دے بجرم سرقہ جس کا یہ مرتکب ہوا ہے پس جلاد نے عمداً اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جلاد پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اس کو بطور تادیب [2] کچھ سزا دی جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اس صورت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ جلاد نے عمداً اس کا بایاں ہاتھ کاٹا ہو اور اگر خطاءً اس نے ایسا کیا تو بالاجماع وہ ضامن نہ ہوگا خواہ جلاد نے اپنے اجتہاد میں خطا کی بایں طور کہ اس نے اجتہاد کیا کہ نص قرآنی میں مطلق ہاتھ مذکور ہے خواہ داہنا ہو یا بایاں ہو پس اس نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا خواہ اس سے شناخت (داہنے بائیں کی شناخت میں) میں خطا ہوئی کہ اس نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا اور یہی صحیح ہے یہ منتقی میں ہے اور اگر حاکم نے یوں کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دے پس اس نے بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو بالاتفاق ضامن نہ ہوگا اور اگر چور نے اپنا بایاں ہاتھ پیش کیا اور کہا کہ یہ میرا داہنا ہاتھ ہے پس جلاد نے اس کو کاٹ دیا تو ضامن نہ ہوگا اگر چہ جانتا ہو کہ یہ اس کا بایاں ہاتھ ہے اور حکم بالاتفاق ہے کذا فی فتح القدیر اور اگر جلاد کے سوائے دوسرے نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے۔ ہدایہ میں ہے اگر چور کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم ہو گیا پھر کسی نے اس کا داہنا ہاتھ بدوں اجازت امام المسلمین کے کاٹ دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے لیکن امام اس کو اس فعل پر تادیب کرے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر جلاد نے اس کا داہنا پاؤں کاٹ دیا تو جلاد اس پاؤں کی دیت کا ضامن ہوگا اور چور مال سرقہ کا

---

[1] معصم بالکسر جائے دست برنجن یعنی ہاتھ کا وہ مقام جہاں پر کنگن پہنتے ہیں اور اس کو ہمارے عرف میں پہنچا کہتے ہیں ۱۲۔ [2] تادیب ادب دینا ۱۲۔

ضامن ہوگا اور اگر جلاد نے چور کا بایاں پاؤں کاٹا تو جلاد اس پاؤں کی دیت کا ضامن ہوگا اور چور کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر جلاد نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹے تو اس کا داہنا ہاتھ چوری کے سبب سے کٹا ہوا قرار دیا جائے گا اور بائیں ہاتھ کا جلاد ضامن ہوگا کہ اس کی دیت چور کو ادا کرے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر جلاد نے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دے تو چور کے واسطے جلاد اس کے بائیں ہاتھ اور دونوں پاؤں کا ضامن ہوگا اور اگر چور کا داہنا ہاتھ معدوم ہو تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر چوری کے گواہوں سے چور پر سزائے قطع کا حکم دے دیا گیا پھر چھوٹ بھاگا یا ہنوز حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ چھوٹ بھاگا پھر زمانہ کے بعد پکڑا گیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر کوتوال وغیرہ اس کے پیچھے دوڑ کر اسی وقت اس کو پکڑ لائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر چور نے دو شخصوں سے چرایا ہو تو ایک کی غیبت میں چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی چور نے جوز جانبات سے چرایا اور مرافعہ قاضی بلخ کے حضور میں ہوا تو قاضی مذکور کو بعد ثبوت کے اس کے ہاتھ کاٹنے کا اختیار ہے اور اگر جوز جانبات پر باغیوں میں سے کوئی شخص براہ بغاوت بدوں تقلید از جانب والی خراساں کے غالب ہوا تو قاضی بلخ کو جوز جانبات کے چور پر حد سرقہ قائم کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور یہ نظیر اس کی ہے کہ خوارزم میں سے کسی نے چرایا اور قاضی بخارا کے پاس مرافعہ کیا گیا یہ محیط میں ہے۔ اگر سرقہ سخت سردی یا گرمی میں ثابت ہوا کہ اس کی حالت میں اس کے ہاتھ کاٹنے سے اس کی موت کا خوف ہے تو قید رکھا جائے یہاں تک کہ سختی سردی یا گرمی کی فرو ہو جائے اور اگر اگر اس قدر شدت نہ ہو کہ کاٹے جانے سے چور کی موت کا خوف ہو تو تاخیر نہ کی جائے گی بلکہ قطع کر دیا جائے گا اور اگر سردی یا گرمی میں کمی آنے تک قید رکھا گیا پھر وہ قید خانہ میں مر گیا تو مال مسروقہ کی ضمانت اس چور کے ترکہ میں واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا تا آنکہ جس سے چرایا ہے وہ حاضر ہو اور سرقہ کا مطالبہ کرے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حد میں کاٹ دوں گا اور صحیح وہی ہے جو ظاہر روایہ ہے یہ زاد الفقہاء میں ہے۔ ہمارے نزدیک چوری کا گواہی سے ثابت ہونا یا خود چور کے اقرار سے ثابت ہونا دونوں یکساں ہیں کچھ فرق نہیں ہے اور اس طرح اگر وقت قطع کے غائب (جس کا مال چرایا ہے) ہو گیا تو بھی ہمارے نزدیک یہی (کہ کاٹا نہ جائے گا) حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ مستودع یعنی ودیعت رکھنے والے سے اگر مال ودیعت چرالیا یا غاصب سے مال مغصوب چرالیا یا صاحب ربوا سے مال ربوا یا مستعیر سے مال مستعار یا مستاجر سے مال اجارہ یا مضارب سے مال مضاربت یا[1] مستبضع سے مال بضاعت یا جس نے خریدنے کے واسطے کسی چیز پر قبضہ کر لیا اس سے یہ چیز یا مرتہن سے مال مرہون چرالیا تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ چور کا ہاتھ کٹوا دے اور نیز ہر ایسا شخص جس کے ہاتھ میں دوسرے کی چیز حفاظت کے واسطے ہے جیسے باپ یا وصی وغیرہ اس کو اختیار ہے کہ چور اگر اس سے چرائے تو چور کا ہاتھ کٹوا دے اور نیز حد (جو حکم شرع لازم آئے وہ حد جاری کرادے) سرقہ بھی جاری کی جائے گی کہ جب ان لوگوں سے چرانے کی صورت میں مال مسروقہ کے اصل مالک نے نالش کی لیکن راہن کی خصومت سے جب ہی حد سرقہ چور پر جاری کی جائے گی جب بعد ادائے قرضہ کے مال مرہون قائم ہو یہ کافی میں ہے۔

---

[1] وہ شخص جس نے شرکت میں تجارت کرانے کے واسطے مال لیا ہو ۱۲۔ [2] عیال مراد وہ لوگ جو ساتھ رہتے ہوں یا پرورش مراد ہے ۱۲۔

اگر کسی چور نے مال چرالیا اور قبل اس کے کہ مقدمہ حاکم کے پاس جائے مال سرقہ اس کے مالک کو واپس دیا تو چور کو سزائے قطع نہ دی جائے گی:

اگر کسی مال مسروقہ کے سرقہ میں چور کا ہاتھ کاٹا گیا پھر دوسرے چور نے اس چور سے یہ چیز چرا لی تو اوّل چور کو یا اصل مالک کو کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے چور کا ہاتھ کٹوائے اور ایک روایت کے موافق اوّل چور کو یہ اختیار ہے کہ اس سے واپس لے اور اگر دوسرے چور نے قبل اوّل چور کے ہاتھ کاٹے جانے کے یا کسی شبہ کی وجہ سے اس کے ذمہ سے حد سرقہ دور کیے جانے کے بعد چرایا تو اوّل چور کی خصومیت کرنے سے دوسرے چور کا ہاتھ کاٹا (حد سرقہ دیا) جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔ نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک نے دوسرے سے ہزار درہم چرائے پھر ایک اور شخص نے جس کے ہزار درہم اس مسروق منہ پر آتے ہیں یہ ہزار درہم مسروقہ اس چور سے غصب کر لیے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں چور اوّل سے سزائے قطع دور کروں گا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی چور نے مال چرالیا اور قبل اس کے کہ مقدمہ حاکم کے پاس جائے مال سرقہ اس کے مالک کو واپس دیا تو چور کو سزائے قطع نہ دی جائے گی اور اگر گواہ اس نے جانے اور حکم ہو جانے کے بعد واپس کیا تو قطع کیا جائے گا اور قبل حکم قضا ہونے کے واپس کرنے میں استحساناً سزائے قطع جاری کی جائے گی اور اگر چور نے مالک مال کے فرزند یا کسی ذی رحم کو واپس دیا پس اگر وہ مالک مال کے عیال میں نہ ہو تو چور کو سزائے قطع دی جائے گی اور اگر اس کے عیال میں ہو تو نہ دی جائے گی اور اسی طرح اگر اس کی بیوی یا غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر نوکر ہے واپس کیا تو بھی حکم اسی تفصیل سے ہے اور اگر اس کے والد یا جد یا والدہ ماجدہ کو واپس دیا حالانکہ یہ لوگ اس کے عیال[1] میں نہیں ہیں تو سزائے قطع نہ دی جائے گی اور اگر ان کے عیال میں جو شخص ہے اس کو دیا تو سزائے قطع دی جائے گی اور اگر اس کے مکاتب کو واپس دیا تو سزائے قطع نہ دی جائے گی کیونکہ مکاتب اس کا غلام ہے اور اگر کسی مکاتب کا مال چرایا اور اس کے مولیٰ کو واپس دیا تو سزائے قطع نہ دی جائے گی اور اگر عیال میں سے کسی سے چرایا اور ایسے شخص کو واپس دیا جس کے عیال میں یہ عیال ہے تو سزائے قطع دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر کسی چور پر مال چوری کی بابت سزائے قطع کا حکم ہو گیا پھر مالک نے یہ مال اس کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تو ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر چور سے کسی نے یہ مال غصب کر لیا اور مالک نے غاصب سے ضمان اختیار کی تو چور سے سزائے قطع ساقط ہو گئی یہ عتابیہ میں ہے اور سرقہ دس درہم کا ہونے میں یہ معتبر ہے کہ مال مسروقہ کی قیمت اور سرقہ دس درہم ہو اور نیز بروز سزائے قطع دس درہم ہو چنانچہ اگر روز سرقہ اس کی قیمت دس درہم ہو اور اس کے بعد اس میں نقصان آ گیا پس اگر نقصان بدیں وجہ آیا کہ اس مال کے عین میں سے کچھ کمی ہو گئی ہے تو سزائے قطع دی جائے گی اور اگر بوجہ نقصان نرخ کے قیمت میں نقصان آیا ہو تو سزائے قطع نہ دی جائے گی یہ ظاہر الروایۃ کا حکم ہے کذا فی المحیط اور اگر کسی غلام نے دس درہم کی چوری کا اقرار کیا پس اگر یہ غلام ماذون ہو تو اس کا اقرار صحیح ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ مال مسروق منہ کو یعنی جس سے چرالیا ہے واپس دیا جائے گا اگر قائم ہو اور اگر تلف ہو گیا ہو تو غلام مذکور پر ضمان واجب نہ ہوگی خواہ اس کے مولیٰ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر یہ غلام محجور ہو اور مال ویسا ہی موجود ہے پس اگر اس کے مولیٰ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مسروق منہ کو مال سرقہ واپس دیا جائے گا اور اگر مولیٰ نے اس کی تکذیب کی اور

---

[1] عیال سے مراد وہ لوگ جو ساتھ رہتے ہوں یا پرورش مراد ہے ۱۲۔

کہا کہ یہ مال میرا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائے گا اور مال مذکور مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا اور اگر مال مذکور تلف ہو گیا ہو تو ہمارے سب اصحاب کے نزدیک غلام مذکور کا اقرار بابت حد شرعی یعنی سزائے قطع کے صحیح ہوگا اور غلام مذکور پر ضمان واجب نہ ہوگی خواہ اس کے مولیٰ نے اس کی تکذیب کی ہو یا تصدیق کی ہو اور یہ سب اسی وقت ہے کہ غلام وقت اقرار کے کبیر ہوا اور اگر وقت اقرار کے صغیر ہو تو اس پر سزائے قطع بالکل لازم نہیں آتی ہے لیکن مال کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر یہ صغیر ماذون ہو تو مال مسروقہ مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا بشرطیکہ ویسا ہی قائم ہو اور اگر تلف ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا۔

اگر چور کو سزائے قطع دی گئی اور مال مسروقہ بعینہٖ اس کے پاس موجود ہے تو وہ مال اس کے مالک کو واپس دیا جائے گا:

اگر غلام مجور[1] ہو پس اگر مولیٰ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی ہو تو مال مسروقہ مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا اگر ویسا ہی قائم ہو اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگی نہ فی الحال اور نہ بعد آزاد ہونے کے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر غلام نے دس درہم سے کم کی چوری کا اقرار کیا تو اس پر سزائے قطع نہ ہوگی پھر مال کی بابت دیکھا جائے گا کہ اگر یہ غلام ماذون ہو تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور مال مذکور مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا اور اگر تلف ہو گیا ہو تو ضامن ہوگا خواہ غلام مذکور کبیر ہو یا صغیر ہو اور اگر غلام مذکور مجور ہو پس اگر اس کے مولیٰ نے اس کے اقرار کی تصدیق کی تو یہی حکم ہے اور اگر تکذیب کی تو یہ مال مولیٰ کا ہوگا اور غلام کو دیکھا جائے گا کہ اگر وقت اقرار کے کبیر ہے تو بعد عتق کے مال اقراری کا ضامن ہوگا اور اگر صغیر ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر چور کو سزائے قطع دی گئی اور مال مسروقہ بعینہٖ اس کے پاس موجود ہے تو وہ مال اس کے مالک کو واپس دیا جائے گا کیونکہ مال مذکور اپنے مالک کی ملک میں باقی ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر تلف ہو گیا ہو تو سارق مذکور اس کا ضامن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے تلف کر ڈالا ہو تو بھی بنا بر مشہور کے یہی حکم ہے کہ ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ ہمارے نزدیک سزائے قطع و ضمان مال کے درمیان جمع نہیں کی جاتی ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

یہ اس وقت ہے کہ سزائے قطع واقع ہو گئی ہو اور اگر اس نے سزائے قطع دیے جانے سے پہلے تلف کر دیا یا تلف ہو گیا پس اگر مالک نے کہا کہ میں اس سے اپنے مال کی ضمان لوں گا تو پھر ہمارے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا[2] اور اگر مالک نے کہا کہ میں سزائے قطع کو اختیار کرتا ہوں تو چور کو سزائے قطع دے دی جائے گی اور اس پر ضمان نہ ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر چور کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر چور کے سوائے کسی دوسرے نے مال مسروقہ کو جو بعینہٖ موجود ہے تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ تلف کرنے والے سے اس کی قیمت تاوان[3] لے اور اگر چور نے وہ مال کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھا ہو اور وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو مستودع ضامن نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر چور نے مال مسروق کسی دوسرے کو اپنی طرف سے بذریعہ بیع یا ہبہ یا اس کے مانند وجہ کے مالک کر دیا اور یہ امر قبل چور کے ہاتھ کاٹے جانے کے واقع ہوا یا اس کے بعد واقع ہوا تو یہ تملیک باطل[4] ہے اور مال مسروق مسروق منہ کو واپس دیا جائے گا اور مشتری اپنا ثمن چور سے واپس لے گا اور اگر وہ مال مشتری یا موہوب لہ کے پاس تلف ہو گیا ہو تو مشتری یا چور کسی پر ضمان نہ ہوگی ایسا ہی امام ابو یوسف سے مروی ہے اور اگر مشتری یا موہوب لہ

---

[1] غلام مجور کی تصریح اپنے مقام پر ہے وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲۔ [2] جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ سزائے قطع و ضمان دونوں جمع نہیں کی جاتی ہیں ۱۲۔ [3] اور اس صورت میں جمع قطع و ضمان لازم نہیں آئے گا ۱۲۔ [4] کیونکہ یہ سارے تصرفات دوسرے کی ملک میں ہیں ۱۲۔

نے اس کو تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس سے تاوان (یعنی قیمت مال مذکور) لے پھر مشتری نے اپنا ثمن جو ادا کیا ہے چور سے واپس لے گا اور چور سے اس مال کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک ہی شخص نے کئی بار سرقہ کا نصابِ کامل چرایا:

اگر کسی آدمی نے چور سے غصب کر لی اور چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد وہ غاصب کے پاس تلف ہو گئی تو چور کے واسطے اس پر ضمان نہ ہوگی اور مالک کے واسطے بھی ضمان نہ ہوگی یہ ایضاح میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کئی بار چوری کی اور پھر اس کو ایک ہی حد کی سزا دی گئی تو یہ سزا اس سب کے واسطے ہوگی اس واسطے کہ جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتے ہیں جب وہ کئی مجتمع ہو جاتے ہیں تو متداخل ہو جاتے ہیں بشرطیکہ سب ایک ہی جنس کے ہوں اس لیے کہ مقصود وا قامت حد سے یہ ہوتا ہے کہ سبب جرم کے ارتکاب سے منزجر ہو بخلاف اس کے اگر اس نے ایک بار چوری کی اور اس پر حد قائم کی گئی پھر اس نے دوسری بار چوری کی تو ایسا نہیں ہے بلکہ دوسری حد قائم کی جائے گی کیونکہ ہم کو یہ یقین معلوم ہوا کہ وہ حد اوّل سے منزجر نہیں ہوا ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ اگر چوری کے مالوں کے مالک حاضر ہوئے اور انہوں نے مخاصمہ کر کے چور پر سرقہ ثابت کیا پس اگر مالہائے سرقہ چور کے پاس تلف ہو گئے ہوں یا اس نے تلف کر دیے ہوں تو وہ ان کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر ان میں سے ایک یا دو حاضر ہوئے اور انہوں نے مخاصمہ کیا اور باقی لوگ غائب ہوں پس جو حاضر ہوا اس کے واسطے قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹا پھر باقی لوگ حاضر ہوئے پس اگر چور کے پاس مالہائے سرقہ تلف ہو گئے ہوں یا اس نے تلف کر دیے ہوں بہر حال امام اعظمؒ کے نزدیک وہ باقیوں کے واسطے ان کے اموال کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ غائبوں کے سرقات کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جو شخص وقت خصومت کے حاضر تھا اس کے سرقہ کا بالا جماع ضامن نہ ہوگا اور اگر مالہائے مسروقہ قائم ہوں تو امام ان کو ان کے مالکوں کو واپس کر دے گا اور یہ واپس کرنا سزائے قطع سے مانع نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک ہی شخص نے کئی بار ہر بار سرقہ کا نصاب کا مال چرایا اور بعض سرقہ نصاب کامل میں اس سے مخاصمہ کیا گیا حتیٰ کہ بعد ثبوت کے اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی نصابوں کا امام اعظمؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور اس میں صاحبینؒ کا خلاف ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر چوری کا اقرار کیا اور جس سے چرایا ہے وہ غائب ہے پس حاکم نے اپنا اجتہاد کیا پس اپنے اجتہاد (اگرچہ امام اعظمؒ کے قول سے خلاف ہے) منہ) سے اس کا ہاتھ کٹوا دیا تو مسروق منہ کے واسطے چور مذکور کچھ ضامن نہ ہوگا اگرچہ مسروق منہ بعد حاضر آنے کے اس کے اقرار کی تصدیق کرے یہ مبسوط میں ہے۔

باب : ④

سارق مال سرقہ میں جو شے پیدا کر دے اس کے بیان میں

اگر کسی دار میں کوئی کپڑا چرایا اور دار مذکور کے اندر ہے اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیے پھر اس کو باہر نکالا پس اگر یہ کپڑا بعد چاک کر ڈالنے کے مساوی دس درہم کے نہ ہو تو بالاتفاق اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا بخلاف اس کے اگر باہر نکال لانے کے بعد اس نے پھاڑا کہ جس سے اس کی قیمت نصاب سرقہ سے کم ہو گئی اور اگر اس نے حرز کے اندر چاک کر دیا پھر اس کو باہر نکالا حالانکہ وہ مساوی دس درہم کے ہے پس اگر اس طرح عیب دار کر دینے سے نقصان یسیر آ گیا ہو تو بالاتفاق چور پر سزائے قطع ہوگی اور اگر نقصان فاحش ہو پس اگر کپڑے کے مالک نے یہ اختیار کیا کہ کپڑا اپھٹا ہوا لے کر اس سے اپنے نقصان کا تاوان لے لے تو چور پر

سزائے قطع ہوگی اور اگر یہ اختیار کیا کہ یہ کپڑا چور کو دے دے اور اس سے اپنے صحیح سالم کپڑے کی قیمت لے لے تو چور پر سزائے قطع نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر دو صورت میں اس پر سزائے قطع نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور علماء نے فاحش و یسیر کے فرق میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ نقصان فاحش اس قدر نقصان ہے کہ جس سے عین مال و کچھ منفعت فوت ہو جائے اور یسیر وہ ہے کہ اس سے کچھ منفعت زائل نہ ہو بلکہ فقط عیب آ گیا ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کپڑا پھاڑ دینے سے اس کا اتلاف ہو یعنی وہ کپڑا بے کار ہو گیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس کپڑے کی پوری قیمت اس چور سے تاوان لے اور اس سے زیادہ اختیار نہیں ہے اور چور اس پھٹے ہوئے کپڑے کا مالک ہو جائے گا اور اس کو سزائے قطع نہ دی جائے گی اور اتلاف یعنی بیکار کر ڈالنے کی یہ تعریف ہے کہ اس کپڑے کی قیمت نصف سے زیادہ گھٹ جائے یعنی اگر نصف قیمت کا بھی نہ رہے تو یہ اتلاف ہے کذا فی التبیین۔

اگر لوہا' تانبا' پیتل یا مشابہ اس کے کوئی چیز چرائی پھر اس کے برتن بنائے

اگر بکری چرائی پس اس کو ذبح کر ڈالا پھر اس کو حرز سے باہر نکال لایا تو چور کو سزائے قطع دی جائے گی اگر چہ بعد ذبح کے وہ مساوی دس درہم یا زیادہ کی ہو لیکن مسروق منہ کے واسطے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر ایسی چاندی یا سونا چرایا جس میں قطع واجب ہے پھر اس کے درہم یا دینار بنا لیے تو اس کو سزائے قطع دی جائے گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ درہم یا دینار مسروق منہ کو واپس دے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مسروق منہ کو ان درہموں یا دینار لینے کی کوئی راہ نہیں ہے کذا فی الہدایہ اور اسی طرح اگر اس چاندی یا سونے کے برتن یا زیور بنا لئے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اس نے لوہا' تانبا' پیتل یا مشابہ اس کے کوئی چیز چرائی پھر اس کے برتن بنائے پس اگر بنائے جانے کے بعد وہ وزن سے فروخت ہوتے ہوں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر بعد اس کے وہ عدد و گنتی سے فروخت ہوتے ہوں تو وہ بالاجماع چور کے ہو جائے گے اور اگر کوئی کپڑا چرا کر قطع کر کے سلایا تو سزائے قطع دی جانے کے بعد بالاجماع وہ چور کا ہوگا اور کچھ ضامن نہ ہوگا کذا فی الغیاثیہ لیکن چور کو اس سے کسی طرح انتفاع حاصل کرنا حلال نہیں اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ چور اس کا ضامن ہے یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر چور نے سروقہ کپڑے کی قمیص کرا کر ہنوز نہیں سی ہے کہ اس کو ہاتھ کاٹے جانے کی سزا دی گئی تو یہ کپڑا قطع کیا ہوا مسروق منہ کو واپس دے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر کپڑا چرا کر اس کو سرخ رنگا پس چور کا ہاتھ کاٹا گیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ کپڑا اس سے نہ لیا جائے گا اور نہ وہ ضامن[1] ہوگا کذا فی الکافی اور اگر ہاتھ کاٹے جانے کے اس نے رنگا ہو تو واپس دے گا یہ بحر الرائق و اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر چور نے اس کو سیاہ رنگا پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد اس نے سیاہ رنگا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس سے لے لیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اوّل صورت[2] اور یہ دونوں یکساں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے اور نوادر بن سماعہ میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹا گیا حالانکہ وہ چوری کا کپڑا رنگ چکا تھا یا کتر کر قمیص سی چکا تھا حتیٰ کہ مالک کو اس کے واپس لینے کا اختیار نہیں رہا تو میں چور کے حق میں یہ فتویٰ دوں گا کہ اس کا فروخت کر کے جو کچھ اس نے رنگنے و سینے میں بڑھایا ہے اس قدر اس کے ثمن سے لے لے اور باقی کو صدقہ کر دے اور اسی طرح قمیص کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے سلائی بھر لے کر باقی کو صدقہ کر دے اور اسی طرح اگر گیہوں چرا کر ان میں ستو یا آٹے بنانے کا تصرف کیا تو اس میں بھی یہی حکم ہے کہ اس

---

[1] یہ امر ظاہر ہے کہ حکم یہی ہے لیکن دیانتاً اس کو اس سے انتفاع حلال نہ ہوگا اور وہ ضامن ہوگا ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ اصل اس مسئلہ میں وہ ہے کہ جس کو ہم نے غصب کے احکام میں لکھا ہے پس اس پر اس کا حکم بھی عرف کی جانب ممنوع ہوگا ۱۲۔

کے ثمن سے بقدر اپنے خرچہ کے لے کر باقی کو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے اور اگر اس نے درہم چرا کر ان کو گداختہ کیا یا گنگن ؛ حال لیا تو مسروق منہ کو اختیار ہے کہ ان کو واپس لے لے اور اگر مال مسروقہ پیتل ہو کہ اس کے قمقمہ بنا لیے یا لوہا ہو کہ اس کی زرہ بنائی تو مسروق منہ اس کو نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح سوائے ان کے عروض میں سے اگر کوئی چیز چرائی اور اس کو اس کی حالت سے متغیر کر دیا پس اگر تغیر بنقصان ہو تو مسروق منہ اس کو لے سکتا ہے اور اگر مال مسروقہ بکری ہو جو بچہ جنی تو مسروق منہ ان دونوں کو واپس لے لے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر گیہوں چرا کر ان کو پیسا تو سزائے قطع دے جانے کے بعد وہ آٹا چور کا ہوگا اور اگر ستو چرا کر ان کو شہد یا روغن میں لت کیا تو اس میں ویسا ہی اختلاف ہی جیسا رنگنے میں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر ایک شخص نے کسی ایسے کا مال چرایا جس سے اس کا ہاتھ کاٹا جانا واجب ہوا اور اس نے عمداً کسی ایسے کا ہاتھ کاٹا ہے کہ قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جانا واجب ہوا اور اس کے ہاتھ پر چوری و قصاص دونوں طرح سے ہاتھ کاٹا جانا مجتمع ہوا تو قصاص مقدم رکھا جائے گا یعنی پہلے قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا پس وہ مال مسروقہ کا ضامن ہوگا یعنی تاوان[1] دے دے گا اور اگر قصاص کا حکم دیے جانے کے بعد ہی صاحب قصاص نے اس کو عفو کر دیا یا اس سے صلح کر لی تو چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر صلح نہ کی یہاں تک کہ زمانہ گذر گیا حالانکہ وہ دونوں اس قصاص سے صلح باہمی کی رضامندی ظاہر کرتے ہیں پھر بعد زمانہ گذرنے کے دونوں نے صلح کر لی تو پھر بسبب تقادم عہد کے سرقہ کی وجہ سے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جانا اور قصاص میں بایاں پاؤں کاٹا جانا دونوں مجتمع ہوئے تو پہلے اس سے قصاص لیا جائے گا پھر قید خانہ میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ اچھا ہو جائے پھر چوری کی بابت اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر قصاص اس کے سر میں زخم کا ہو اور چوری کی بابت ہاتھ کا ٹنا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

باب : ④

قطاع الطریق یعنی راہزنوں کے بیان میں

راہزنوں کے واسطے مخصوص احکام کا بیان:

جاننا چاہیے کہ راہزنوں کے واسطے چند احکام خاص ہیں مثل سولی دیے جانے وغیرہ کے لیکن ایسے راہزن جن کے واسطے احکام مخصوصہ ہیں شرطیں بھی ہیں ایک یہ کہ ایسے لوگ ہوں کہ ان کے واسطے شوکت و نعت ایسی حاصل ہو کہ راہ سے گذرنے والے ان کا مقابلہ نہ کر سکیں اور سامنے نہ ٹھہر سکیں اور راہگیروں پر انہوں نے رہزنی کی ہو خواہ ہتھیار سے یا لٹھ سے یا پتھر وغیرہ سے دوم آنکہ رہزنی شہر سے یا شہر سے دور ہو اور ینابیع میں لکھا ہے کہ دو قریہ اور دو مصر (دونوں کے درمیان تین رات دن دوری ہو) اور دو مدینہ کے درمیان رہزنی نہیں ہوتی ہے اور اگر ان لوگوں اور قصبہ کے درمیان میں رات دن کی راہ ہو تو وہاں رہزنی ہوگی ایسا ہی ظاہر الروایہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ان لوگوں اور قصبہ کے درمیان راہ سفر سے کم بھی ہو یا قصبہ میں انہوں نے رات کو رہزنی[2] کی ہو تو ان پر احکام راہزنوں کے جاری کیے جائیں گے اور اسی پر فتویٰ ہے سوم آنکہ یہ امر دار الاسلام میں ان سے

---

[1] یہ نہ ہوگا کہ چوری میں اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا والوجہ ظاہر ۱۲۔ [2] جن لوگوں کا مال لوٹا ان کا کوئی راہزن ایسا رشتہ دار نہ ہو کہ اگر وہ چوری کرتا تو اس پر قطع واجب نہ ہوتی بلکہ یہ ہو کہ سب کے سب ایسے ہوں کہ چوری میں ان پر سزائے قطع واجب ہو ۱۲۔

صادر ہوا ہو چہارم آنکہ تمام وہ شرائط جو چھوٹی چوری میں مذکور ہوئے ہیں پائے جائیں اور یہ شرط ہے کہ راہزن سب کے سب اجنبی ہوں صاحبان اموال کے حق میں اہل وجوب قطع ہوں اور پنجم آنکہ ان راہزنوں کے توبہ کر لینے اور مالکوں کو مال واپس کر دینے سے پہلے امام المسلمین نے ان پر قابو پایا ہوئے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر ایک جماعت روک ٹوک کی قدرت رکھنے والی یا ایک ہی شخص ایسا کہ روکنے اور باز رکھنے پر قادر ہی نکلے پھر انہوں نے راہزنی کا قصد کیا مگر ہنوز نہ کچھ مال لیا تھا نہ کسی جان کو قتل کیا تھا کہ گرفتار ہوئے تو امام ان کو قید خانہ میں کرے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کریں مگر پہلے ان کو تعزیر دی جائے گی اور اگر انہوں نے مال معصوم لے لیا یعنی کسی مسلمان یا ذمی کا مال لیا اور اس قدر مال ہے کہ درصورت اس جماعت پر تقسیم کیے جانے کے ہر ایک کو دس درہم یا زیادہ پہنچتے ہیں یا ایسی چیز پہنچتی ہے جس کی قیمت اس قدر ہوتی ہے تو امام ان لوگوں کے داہنے ہاتھ اور الٹے طرف کے پاؤں قطع کرے گا اور اگر حربی مستامنوں کی راہزنی کی ہو تو راہزنوں پر حد جاری نہ کی جائے گی اور اگر راہزنوں نے قتل کیا اور مال نہ لیا ہو تو امام المسلمین ان کو بسزائے حد شرعی قتل کرے گا حتیٰ کہ اگر اولیائے مقتول نے ان کو عفو کر دیا تو ان کی عفو کی طرف التفات نہ فرمائے گا۔ اگر راہزنوں نے مال بھی لیا اور قتل بھی کیا تو ان کو سزا دینے میں امام کو اختیار ہے چاہے ان کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں قطع کر کے پھر ان کو قتل کرے اور سولی دے اور چاہے بدوں قطع ان کو قتل کرے اور چاہے ان کو سولی دے دے اور جب سولی دینا چاہا تو ظاہر الروایہ کے موافق زندہ سولی دے کر نیزہ سے ان کا پیٹ پھوڑ دے تا کہ مر جائیں اور امام طحاوی سے مروی ہے کہ زندہ سولی نہ دے گا بلکہ قتل کر کے پھر سولی دے گا اور اول اصح ہے اور یہی امام کرخی کا قول ہے پھر صحیح یہ ہے کہ تین روز تک ان کو سولی دیا ہوا چھوڑ رکھے گا پھر روک دور کر دے گا تا کہ ان لوگوں کے جو کوئی وارث وغیرہ ہوں وہ ان کو اتار کر دفن کریں یہ کافی میں ہے۔

جب راہزن قتل کیا گیا یا قطع کیا گیا تو پھر اس پر مال کی ضمان نہیں ہوتی ہے کذا فی المحیط اور نیز جو اس نے قتل یا مجروح کیا ہے اس کا بھی ضامن نہیں ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر مباشر قتل ان میں سے ایک ہی ہوا ہو تاہم حد شرعی ان سب پر جاری کی جائے گی۔ یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر راہزن نے قتل نہ کیا اور نہ مال لیا مگر مجروح کیا ہے تو جس کے مجروح کرنے میں قصاص آتا ہے اس کی بابت اس سے قصاص لیا جا سکتا ہے اور جس میں ارش ہے اس کا ارش لیا جا سکتا ہے اور لینے کا اختیار اولیاں قصاص کو ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر راہزنوں نے مال لیا اور مجروح کیا تو داہنے طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں قطع کیے جائیں گے اور جراحات کا حکم باطل ہو جائے گا خواہ عمداً مجروح کیا ہو یا خطا سے یہ سراج وہاج میں ہے اور اگر راہزن نے توبہ کر لی پھر پکڑا گیا حالانکہ اس نے راہگیر کو عمداً قتل کیا ہے تو اولیائے[1] مقتول کو اختیار ہے چاہیں اس کو قتل کریں اور چاہیں اس کو عفو کریں اور جو مال لے لیا ہے اگر اس کے پاس تلف ہو گیا یا اس نے تلف کر دیا اس کی ضمان اس پر واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر گروہ رہزنان قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوا اور انہوں نے عمداً مقتول و مجروح کیا ہے لیکن جو کچھ مال انہوں نے لیا ہے وہ پوچ چیز ہے اور ہر ایک کے حصہ میں قدر نصاب نہیں پہنچتی ہے تو امر قصاص میں خواہ قصاص نفس ہو یا قصاص جرح اولیائے[2] قصاص کو اختیار ہے چاہے قصاص لے لیں اور چاہیں عفو کر دیں یہ نہایہ میں ہے۔

---

[1] اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوئی وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲۔ [2] قولہ اولیائے قصاص یہ لفظ نہایت جامع ہے یعنی اگر جان کا قصاص ہے تو مقتول کا وارث اور اگر جرح ہے تو خود مجروح یا اگر مر گیا ہو تو اس کے ذمہ ۱۲۔

اگر رہزنی کر کے مال لے لیا پھر اس فعل کو ترک کر کے اپنے اہل و عیال میں زمانہ تک مقیم رہا تو امام المسلمین استحساناً اُس پر حد جاری نہ کرے گا:

اگر اس نے فقط مال لے لیا اور کچھ نہیں کیا پس اگر توبہ کر کے حاضر ہوا قبل اس کے کہ گرفتار کیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے واپس کر دے اور تلف ہو گیا ہو تو اس کی ضمان دے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر رہزنی کر کے مال لے لیا پھر اس فعل کو ترک کر کے اپنے اہل و عیال میں زمانہ تک مقیم رہا تو امام المسلمین استحساناً اس پر حد جاری نہ کرے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہزنوں میں کوئی طفل ہو یا مجنون ہوا یا جس آدمی کی رہزنی کی ہے اس کا کوئی ذو رحم[1] محرم ہو تو باقیوں کے ذمہ سے حد ساقط ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔ اسی طرح اگر ان میں کوئی گونگا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر رہزنوں نے ایک بڑے قافلہ کی جس میں مسلمان اور حربی مستامن بھی ہیں رہزنی کی تو ان رہزنوں پر حد جاری کی جائے گی الا آنکہ قتل کرنا اور مال لے لینا خاصۃً حربیوں کے ساتھ واقع ہوا ہو تو ایسی صورت میں اس پر حد واجب نہ ہو گی جیسے کہ جب خالی حربی ہوں ان کے ساتھ مسلمان و ذمی کوئی نہ ہوں تو رہزنی سے حد واجب نہیں ہوتی ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر قافلہ والوں میں سے بعض نے بعض کی رہزنی کی تو حد واجب نہیں ہوتی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ رہزنوں نے ایک قافلہ کی رہزنی کی اور ایک آدمی کو قتل کیا پھر پیٹھ پھیر کر چل دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں میں ولی مقتول موجود ہو اور اس نے ان رہزنوں کا پیچھا کیا تو قافلہ والوں کو بھی ان کا پیچھا کرنا روا ہے ورنہ نہیں اور اگر ان رہزنوں نے کسی شخص کا مال لے لیا تو قافلہ والوں کو ان کا پیچھا کرنا روا ہے اگر چہ مالک مال نے ان کا پیچھا نہ کیا ہو اور اگر یہ مال تلف کر دیا گیا ہو تو قافلہ والوں کو پیچھا کرنا روا نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مال ان تلف کرنے والوں کے ذمہ قرضہ ہو گیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ان میں کوئی غلام ہو تو وہ مثل مردان آزاد کے ہے اور عورت کا بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر راہزنی کرنے میں مرد و عورتیں مشترک ہوئی ہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق ان پر سزائے قطع کی حد نہیں واجب ہو گی۔

اگر گواہوں نے رہزنوں پر عام لوگوں میں سے کسی کے رہزنی کرنے کی گواہی دی:

اگر رہزنوں میں عورت ہو جس نے قتل کیا اور مال لے لیا اور مردوں نے یہ نہیں کیا تو عورت قتل نہ کی جائے گی بلکہ مرد قتل کیے جائیں گے اور یہی مختار ہے۔ دس عورتوں نے راہزنی کی اور انہوں نے قتل کر کے مال لے لیا تو سب قتل کی جائیں اور سب مال کی رضامند ہوں گی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر رہزنوں نے اقرار کیا تو رہزن کے ایک بار اقرار کرنے سے قطع طریق ثابت ہو جاتا ہے لیکن سرقہ صغریٰ کے مثل اس میں بھی اقرار کنندہ کا پھر جانا مقبول ہے یعنی اگر اقرار سے رجوع کیا تو قبول ہو گا پس حد ساقط ہو جائے گی اور مال کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا بشرطیکہ اس نے اقرار مذکور کے ساتھ مال لینے کا اقرار کیا ہو اور نیز قطع طریق کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی سے ہوتا ہے بشرطیکہ دونوں رہزنی معائنہ کرنے کی رہزنوں کے اقرار کرنے کی گواہی دیں اور اگر ایک نے رہزنی کے معائنہ کی اور دوسرے نے رہزنوں کے اقرار رہزنی کی گواہی دی تو قبول نہ ہو گی اگر گواہ نے اپنے باپ پر رہزنی کی گواہی دی تو خواہ باپ ہو یا دادا ہو یا پردادا وغیرہ کتنے ہی اونچے درجہ کا ہو گواہی قبول نہ ہو گی اور اسی طرح اگر اپنے بیٹے یا پوتے یا

---

[1] رشتہ دار مال جن میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح جائز و حرام ہوتا ہے مثلاً بھائی، بہن و چچا بھتیجی وغیرہ ۱۲۔

پر دادے وغیرہ کتنے ہی نیچے درجہ کے فرزند پر رہزنی کی گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں گواہوں نے کہا کہ قطعوا علینا و علی اصحابنا واخذوا اموالنا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر گواہوں نے رہزنوں پر عام لوگوں میں سے کسی کے رہزنی کرنے کی گواہی دی اور اس شخص کا کوئی ولی معلوم ہوتا ہے یا نہیں معلوم ہوتا ہے تو بدوں کسی خصم کے حاضر ہونے کے ان پر حد نہیں قائم کی جائیں گی اور اگر رہزنوں نے امان لے کر داخل ہونے والے تاجروں کی رہزنی دارالحرب[۲] میں کی یا دارالاسلام میں ایسے مقام پر کی جہاں باغی لوگ غالب ہیں پھر یہ لوگ گرفتار کر کے امام المسلمین کے پاس لائے گئے تو ان پر حد نافذ نہ کرے گا اور اگر راہزن لوگ ایسے قاضی کے پاس پہنچائے گئے جس کا یہ مذہب ہے کہ ان سے مال کی ضمان لے کر اولیائے مقتولین کے سپرد کر دیا یعنی ان رہزنوں کو اولیائے مقتولین کے سپرد کر دیا پس ان لوگوں نے اولیائے مقتولین سے دیت ادا کرنے پر صلح کر لی پھر ایک زمانہ کے بعد یہ لوگ کسی دوسرے[(۱)] قاضی کے سامنے پیش کیے گئے تو وہ ان پر حد قائم نہ کرے گا اور جب کہ رہزنوں کی نسبت قاضی نے قتل کا حکم دے دیا اور اس غرض سے ان کو قید خانہ میں بند کیا پھر کسی اجنبی نے جا کر ان کو قتل کر ڈالا تو قاتل پر کچھ نہیں ہے اور اسی طرح اگر ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی کچھ نہیں لازم آئے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر امام نے رہزنوں کو قید خانہ میں بند کیا اور ہنوز ان پر پورا ثبوت نہیں ہوا ہے کہ کسی رہزن کو کسی آدمی نے جا کر قتل کر دیا پھر رہزن کی رہزنی کے گواہ قائم ہوئے تو اس کے قاتل پر بھی قصاص لازم آئے گا لیکن اگر یہ قاتل اس مقتول کا ولی ہو جس کو رہزن نے رہزنی میں قتل کیا ہے تو اس صورت میں اس قاتل پر کچھ لازم نہیں ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر لصوص[۳] نے کسی قوم کا مال لے لیا پس ان لوگوں نے کسی اور قوم سے فریاد چاہی پس دوسری قوم کے لوگوں نے ان لصوص کا پیچھا کیا پس اگر مالکان مال ان کے ساتھ ہوں تو ان کو لصوص سے قتال کرنا روا ہے اور اسی طرح اگر لصوص غائب ہو گئے ہوں اور فریاد رسی کے واسطے نکلنے والے لوگ ان لصوص کی جگہ پہنچانتے ہوں اور ان سے مال واپس کرا دینے پر قادر ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ لوگ ان لصوص کا ٹھکانا نہ پہنچانتے ہوں اور ان سے مال واپس کرا دینے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو ان کو لصوص سے مقابلہ کرنا روا نہیں ہے اور اگر مالکان مال نے رہزن سے مقابلہ کر کے اس کو قتل کیا تو ان پر کچھ واجب نہیں ہے اس واسطے کہ انہوں نے اپنے مال کے واسطے اس کو قتل کیا[۴] ہے اور اگر رہزن ان کے سامنے سے بھاگ کر ایسی جگہ چلا گیا کہ اگر اس کو یہ لوگ اسی جگہ چھوڑ دیتے تو وہ ان کی رہزنی پر قادر نہ ہوتا مگر انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا تو ان پر اس کی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ انہوں نے قتل کر ڈالا نہ بغرض اپنے مال کے اور اگر رہزنوں میں سے کوئی شخص بھاگا اور اس نے اپنے آپ کو ایسی جگہ میں ڈالا (گہرے کنوئیں میں) کہ اس حالت میں وہ قطع طریق پر قادر نہیں ہو سکتا ہے پھر یہ لوگ پیچھا کر کے اس تک پہنچے اور انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا تو ان پر اس کی دیت واجب ہوگی اس واسطے کہ اس کو قتل کرنا اپنے مال کے خوف سے نہیں واقع ہوا ہے۔ واضح ہو کہ آدمی کو اپنے مال کے واسطے قتال کرنا روا ہے اگرچہ مال مذکور بقدر نصاب بھی نہ ہو اور اس مال لینے کو جو شخص اس سے مقابلہ کرے اس کو قتل کر سکتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کا گلا گھونٹ کر اس کو مار ڈالا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی دیت اس قاتل کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اس نے شہر میں ایک بار سے زیادہ گلا گھونٹ کر مار ڈالنے کی حرکت کی ہو تو براہ سیاست یہ شخص قتل کر دیا جائے گا کذا فی الکافی۔

---

۱ انہوں نے ہمارے ساتھیوں کی راہ ماری و ہمارا مال لے لیا یعنی ان لوگوں نے ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کی رہزنی کی اور ہمارا مال لے لیا ۱۲۔

۲ دارالحرب و دارالسلام کی تعریف اپنے اپنے موقع پر بیان ہوئی وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲۔ ۳ لصوص جمع لص چور کو کہتے ہیں ۱۲۔ ۴ حتیٰ کہ اگر رہزن اس کو مار ڈالے تو یہ شہید ہوگا لقولہ علیہ السلام من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو شخص اپنے مال کے سبب سے مار ڈالا گیا تو وہ شہید ہوا ہے ۱۲۔

(۱) جس کے نزدیک عفو کرنا کچھ مؤثر نہیں ہے بلکہ حد شرعی میں ان کو سزائے قتل دسولی دی جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

کتاب السیر

اس کی تفصیل شرعی و شرط و حکم کے بیان میں

اس میں دس ابواب ہیں

باب : ①

تفسیر شرعی:

واضح ہو کہ اس کی تفسیر شرعی اس طرح کی گئی ہے کہ جہاد بلانا ہے طرف دین حق کے اور قتال کرنا ہر ایسے شخص کے ساتھ جو انکار کرتا ہے اور قبول کرنے سے تمرد[1] کرتا ہے خواہ یہ فعل اپنی جان سے کرے یا مال سے۔

شرط و حکم جہاد:

شرط اباحت جہاد دو یا تین ہیں ایک یہ کہ دشمن جس دین حق کی طرف بلایا جاتا ہے اس کے قبول سے انکار کرے اور دشمن کو ہماری طرف سے امان نہ دی گئی ہو[ا] اور ہمارے ان کے درمیان عہد ہو۔ دوم آنکہ جہاد کنندہ اپنے علم و اجتہاد سے یا جس کی رائے و اجتہاد[ب] کا معتقد ہے اس کے اجتہاد سے یہ امید کرتا ہو کہ اس جہاد سے اہل اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہو گی اور اگر اس کو جہاد و قتال کرنے میں مسلمانوں کے واسطے قوت و شوکت حاصل ہونے کی امید نہ[2] ہو تو اس کو قتال کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ اس میں اپنے نفس کو تہلکہ میں ڈالنا ہے۔ حکم جہاد[ج] یہ ہے کہ دنیا میں اس جہاد کرنے والے کے ذمہ سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور آخرت میں سعادت و ثواب عظیم حاصل ہوتا ہے جیسے اور عبادات میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جہاد قبل نفیر کے نفل ہے اور بعد نفیر کے فرض[د] عین یعنی ہر فرد پر فرض ہو جاتا ہے۔

جہاد قبل نفیر کے فرض کفایہ ہے اور بعد نفیر کے فرض عین ہے:

عامہ مشائخ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد ہر حال میں فرض ہے مگر بات اتنی ہے کہ قبل نفیر کے فرض کفایہ ہے اور بعد نفیر کے فرض عین ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

[ا] اشارہ ہے کہ امام مخصوص بذات امام المسلمین نہیں ہے بلکہ کسی نے امان نہ دی ہو ۱۲۔ [ب] محصل کلام یہ ہے کہ جہاد کرنا جب مباح ہے کہ اس کے جہاد سے یہ امید ہو کہ اہل اسلام کو زور و قوت و شوکت حاصل ہو گی اور اگر اس امید کا علم خواہ اس کو اپنے علم سے حاصل ہو یا جس پر اس کو اعتماد اور اعتقاد ہے اس کے قول سے ثابت ہو کہ اگر جہاد کیا جائے تو یہ امر حاصل ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ [ج] یہ حکم مجموع مخصوص یہ جہاد واجب ہے اور جہاد قطوع میں ثواب آخرت عظیم ہے کذا قیل اور یہ نہیں صحیح ہے کیونہ جہاد ہر حال میں فرض ہے وقد قال علیہ السلام الجہاد ماض اور قولہ شرط الاجب جہاد مراد یہ ہے کہ تحقیق جہاد جو فرض ہے اس شرط سے ہے و فیہ مسامحۃ ۱۲۔ [د] فرض عین وہ ہے کہ جس پر فرض ہوا جب تک وہ اس کو نہ ادا کرے تب تک ادا نہیں ہوتا بخلاف فرض کفایہ کے کہ جب تک ادا نہ کیا جائے تب تک جس کے ذمہ فرض ہوا ہے سب کے ذمہ رہے اور جن لوگوں میں سے بعض نے ادا کر لیا تو باقیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے ۱۲۔

(۱) سرکشی یا نافرمانی ہے ۱۲۔ (۲) ایک آدمی ایک نفس سے جہاد کرتا ہے ۱۲۔

نفیر کے معنی یہ ہیں کہ کسی شہر کے لوگوں کو خبر دی جائے کہ دشمن آ گیا تمہاری جان و مال واہل واولاد کا قصد رکھتا ہے پس جب اس طور پر ان کو خبر دی گئی تو اس شہر میں سے جو جو شخص جہاد پر قادر ہے اس پر واجب ہوگا کہ جہاد کے واسطے نکلے اور قبل اس خبر کے ان کو جہاد کے واسطے نہ نکلنے کی گنجائش تھی۔ پھر نفیر عام آ جانے کے بعد تمام اہل اسلام پر شرقاً وغرباً جہاد فرض عین نہیں ہو جاتا ہے اگر چہ ان کو نفیر عام پہنچ گئی ہو اور فرض عین انہیں پر ہوگا جو دشمن سے قریب ہیں اور وہ جہاد کرنے پر قادر ہیں اور ان پر جو دشمن سے دور ہیں تو ان پر بفرض کفایہ فرض ہوتا ہے بفرض عین حتیٰ کہ ان کو ترک جہاد کی گنجائش ہے پھر جب ان کی طرف حاجت پیش آئے بایں طور کہ جو دشمن سے قریب ہیں وہ دشمن سے مقابلہ کرنے سے عاجز ہوں یا تکاسل کر کے جہاد نہ کریں تو ان عاجز یا کسلمندوں سے جو قریب ہیں ان پر فرض عین ہو جائے گا کہ وہ نکلیں اور اگر وہ بھی عاجز یا کسلمند ہو جائیں تو جو ان سے قریب ہیں ان پر فرض عین ہوگا علیٰ ہذا القیاس تمام اہل زمین پر شرقاً وغرباً اسی ترتیب سے فرض عین ہوگا پھر واضح ہو کہ نفیر دینے والا خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اس معاملہ میں اس کی خبر مقبول ہوگی اور یہی حکم سلطانی منادی کا ہے کہ اس کی خبر بھی مقبول ہوگی خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اور شیخ ابوالحسن کرخی نے اپنی مختصر میں فرمایا کہ نہ چاہیے کہ ثغور مسلمین سے کوئی ثغر ایسے لوگوں سے جو دشمنوں کا مقابلہ لڑائی میں کریں خالی چھوڑ اجائے اور اگر کسی ثغر[1] کے لوگ دشمن کے مقابلہ سے ضعیف ہوئے اور ان پر خوف ہوا تو ان سے ادھر والے مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اگر وہ گروہ ان کی طرف جائیں اور پہلے ان پر جو سب سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں اسی ترتیب سے واجب ہوتا جائے گا اور نیز واجب ہے کہ ہتھیاروں وسواری سے ان کی مددگاری کریں تاکہ جہاد ہمیشہ قائم رہے یہ محیط میں ہے۔

ہر مرد آزاد عاقل تندرست پر جو جہاد پر قادر ہے جہاد کرنا واجب ہے:

قال المترجم واضح رہے کہ مشرکان عرب سے سوائے اسلام کے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور سوائے عرب کے اور ملک کے کفارہ سے اگر یہ اسلام نہ لائیں بلکہ جزیہ دینا قبول کریں تو قبول کیا جائے گا قال فی الکتاب اور مشرکان عرب سے جو اسلام نہیں لائے ہیں اور غیر عرب سے جو مسلمان نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا ہے قتال کرنا واجب ہے اگر چہ وہ لوگ ہم پر پہل نہ کریں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور ہر مرد آزاد عاقل تندرست پر جو جہاد پر قادر ہے جہاد کرنا واجب ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ طفل پر جہاد واجب نہیں ہے اور نہ غلام پر اور نہ عورت پر اور نہ اندھے پر اور نہ لنجے پر اور نہ اقطع[(1)] پر یہ ہدایہ میں ہے۔ جب کسی مرد نے جہاد کے واسطے نکلنا چاہا حالانکہ اس کا باپ یا ماں زندہ ہو موجود ہے تو بدوں اس کی اجازت کے اس کو نکلنا نہ چاہیے الا نفیر عام کے وقت یعنی جب جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اگر اس کے ماں و باپ دونوں ہوں اور ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے جانے کی اجازت نہ دی تو اس کو دوسرے کے حق کی وجہ سے نکلنا روا نہیں ہے پس جب ہر دو مادر و پدر نے یا دونوں میں سے ایک نے نکلنا مکروہ رکھا تو اس کو نکلنا مباح نہیں ہے خواہ یہ حالت ہو کہ ان کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو مثلاً دونوں تنگدست ہوں کہ ان کا نفقہ اسی کے ذمہ ہے یا ان کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس وقت ہے کہ اس کے والدین مسلمان ہوں اور اگر اس کے والدین کافر ہوں یا دونوں میں سے ایک کافر ہو اور دونوں نے اس کے جہاد کو جانا مکروہ رکھا یا کافر مکروہ رکھا تو اس پر لازم ہے کہ اس میں اپنے قلب سے تحری کرے پس اگر اس کی تحری میں یہ بات آئی۔

کہ انہوں نے میرا نکلنا اسی وجہ سے مکروہ رکھا ہے کہ میرے قتل ہو جانے کے خوف سے ان کے دل پر گھبراہٹ وصدمہ

---

[1] ثغر ایسے بلاد اسلام جو ملحق بسلام کفار ہو ۱۲۔

(۱) ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ۱۲۔

ہے تو نہ نکلے اور اگر اس کی تحری میں یہ بات آئے کہ انہوں نے میرا جہاد کا جانا اسی وجہ سے مکروہ رکھا کہ ہمارے دین وملت والوں سے قتال کرے گا تو اس کو اختیار رہو گا کہ بدوں ان کی رضامندی کے چلا جائے الا آنکہ ان کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں نہ نکلے گا اور اگر اس نے تحری کی اور اس کی تحری ان میں سے کسی بات پر واقع نہ ہوئی بلکہ اس کو شک رہا اور کوئی جانب گمان دوسرے پر مرجح نہ ہوئی تو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ نہ نکلے اور اگر دونوں کو اس کا نکلنا اس وجہ سے گوارا نہ ہو کہ ہمارے اہل دین سے قتال کرے گا اور نیز اس کے قتل کے خوف سے بھی ان کو بے صبری اور صدمہ ہے تو جہاد کو نہ جائے۔ اگر اس کے مادر و پدر زندہ ہیں انہوں نے اس کو جہاد کو جانے کے واسطے اجازت دے دی اور اس کے جدین و جدتین[1] بھی زندہ ہیں انہوں نے اس کا جانا مکروہ رکھا تو جد و جدہ کے اکراہ کی طرف التفات نہ کرے جہاد کے واسطے جائے اور اگر اس کے والدین مر گئے ہوں مگر دادا اور نانی زندہ ہوں یعنی باپ کا باپ اور ماں کی ماں تو بدوں ان دونوں کی اجازت کے نہیں جا سکتا ہے اور اگر اس کا سگا دادا اور سگا نانا اور سگی دادا اور اس کی سگی نانی موجود ہوں تو اجازت کا اختیار سگی نانی اور سگے دادا کو ہے۔

یہ اس وقت ہے کہ اس نے جہاد کے واسطے نکلنا چاہا اور اگر یہ چاہا کہ تجارت کے واسطے دشمن کے ملک میں امان لے کر جائے پس والدین نے اس کے نکلنے کو مکروہ رکھا پس اگر دشمنوں کے ملک کا اسیر ایسا ہوں کہ اس کی طرف سے اس کو اپنے اوپر خوف نہ ہو اور یہ لوگ ایسی قوم ہوں کہ اپنے عہد کو وفا کرنے میں معروف ہوں اور اس کو وہاں تجارت کے لیے جانے میں منفعت ہو تو ضائقہ نہیں ہے کہ یہ ان کی نافرمانی کر کے چلا جائے اور اگر دشمنوں کے ملک کے تاجروں میں مسلمانوں کے لشکروں میں سے کسی لشکر کے ساتھ جاتا ہے پس اس کے والدین نے یا ایک نے اس کو مکروہ رکھا پس اگر یہ لشکر بڑا ہو کہ غالب رائے سے دشمنوں کی طرف سے ان پر خوف نہ ہو تو بھی نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر غالب رائے کے موافق اس لشکر کے حق میں دشمنوں کی طرف سے خوف ہو تو نہ نکلے اور اسی طرح اگر سریہ[لـ] یا جریدہ الخیل[2] ہو تو بھی بدوں والدین کی اجازت کے نہ نکلے اس واسطے کہ غالب اس صورت میں ہلاکت ہی ہے اور یہ جو ہم نے ذکر کیا، یہ والدین اور اجداد و جدات کی صورت میں تھا اور رہا ان کے سوائے اور ذوی الرحم مثل بیٹے و بیٹیاں و بھائی و بہن و پھوپھیاں و ماموں و خالائیں وغیرہ ہر ذی رحم محرم کہ اس نے اس کا جہاد کے واسطے نکلنا مکروہ رکھا اور یہ امر ان پر شاق ہے پس اگر ان کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے مثلاً ان کے ملک میں کچھ مال نہیں ہے اور وہ صغیر یا صغیرہ ہیں یا کبیرہ عورتیں ہیں مگر ان کے ازواج نہیں ہیں یا کبیر مرد ہیں مگر اپاہج ہیں کہ کسی صرفہ کے لائق نہیں ہیں اور ان کا نفقہ اسی پر ہے تو بدوں ان کی اجازت کے نہ جائے اور اگر ان کے حق میں ضائع ہونے کا خوف نہیں ہے بایں طور پر ان کا نفقہ اس پر نہیں ہے مثلاً ان کا مال ہے یا مال نہیں ہے مگر وہ لوگ بالغ تندرست ہیں یا عورتیں بالغہ ہیں کہ جن کے شوہر موجود ہیں تو بدوں ان کی اجازت کے جا سکتا ہے اور رہی اس کی بیوی پس اگر اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو تو بدوں اس کی اجازت کے نہ جائے اور اگر اس کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو تو بدوں اس کی اجازت کے چلا جائے اگرچہ یہ امر اس پر شاق گذرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

عورت نے اگر اپنے پسر کو جہاد سے منع کیا پس اگر اس عورت کا قلب اس کے صدمہ فراق کا متحمل نہیں ہے اور چھوڑنے سے اس کو ضرور پہنچتا ہے تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے اور گنہگار نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں مردوں کے ساتھ ہو کر قتال کریں الا اس صورت میں کہ مسلمان لوگ مضطر ہوں اور مدد کی

لـ سریہ بالفتح و تخفیف افراد و بڑے لشکر کا ایک حصہ جمع اس کی سرایا ہے ۱۲۔

(۱) دادا نانا جد تین یعنی دادی و نانی واللہ اعلم ۱۲۔ (۲) رسالہ سواروں کا ۱۲۔

جانب محتاج ہو جائیں پس اگر مسلمان اس کی طرف مضطر ہوں بایں طور کہ خبر نفیر آئی اور عورتوں کے نکلنے کی حاجت وضرورت تھی تو قتال کے واسطے عورتوں کے نکلنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور عورتوں کو ایسی حالت میں روا ہے کہ بدوں اجازت اپنے آباء اور شوہروں کے نکلیں اور آباء وشوہروں کو ایسی حالت میں ان کی ممانعت کا اختیار نہیں ہے اور اگر نکلنے سے منع کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور اسی طرح اگر مسلمان لوگ ان کی مدد کی طرف مضطر ہوں ولیکن ان عورتوں کو دور سے تیر اندازی کر کے قتال کرنا ممکن ہو تو بھی اس طرح قتال کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور غازیوں کے واسطے روٹی وکھانا پکانے و پانی پلانے اور مجروحوں کی دوا کرنے کے واسطے جوان عورتوں نہ جائیں اور رہیں عجوزہ یعنی بڑھیا عورتوں جن کا سن اس قدر دراز ہو گیا ہے تو مضائقہ نہیں ہے کہ وہ صوف وغیرہ کے کپڑے پہن کر بڑے لشکر کے ساتھ نکلیں اور مریضوں و مجروحوں کی مدارات کریں اور پانی پلائیں وروٹی کھانا پکائیں ولیکن قتال نہ کریں۔ یعنی حکم طفل کا اور اس مرد کا جو مراہق ہے یعنی قریب بہ بلوغ ہے اگر قتال کی طاقت رکھتا ہو تو مثل حکم بالغ کے ہے جب تک کہ نفیر عام نہ پہنچی ہو یعنی یہ حکم ہے کہ بدوں اجازت والدین کے نہ نکلے اور باپ اس کو اجازت دینے سے گنہگار نہ ہوگا جیسے بالغ کو اجازت دینے سے گنہگار نہیں ہوتا ہے اگرچہ جانتا ہو کہ اکثر اس میں قتل ہو جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مدیوں نے جہاد کرنا چاہا حالانکہ قرض خواہ غائب ہے پس اگر مدیوں کا مال اس قدر ہو کہ جو کچھ اس پر قرضہ ہے اس کے ادا کے واسطے وائی ہو تو اس کے جہاد کے لیے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

کسی کو وصی کر دے کہ اگر مجھ پر حادثہ موت پیش آئے تو میرے ترکہ میں سے میرا قرضہ ادا کر دے اور اگر اس کے پاس وفائے قرضہ کے لائق نہ ہو تو اولے یہ ہے کہ ٹھہرا رہے یہاں تک کہ تحمل اس کا قرضہ ادا کرے اور اگر باوجود اس کے بدوں اجازت قرض خواہ کے اس نے جہاد کیا تو یہ مکروہ ہے اور اگر قرض خواہ نے اس کو جہاد کرنے کی اجازت دے دی مگر قرضہ سے بری نہ کیا تو بھی مستحب یہی ہے کہ ادائے قرضہ کے واسطے تحمل[1] کرے اور اگر ایسی حالت میں اس نے جہاد کیا تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور اس طرح اگر قرضہ میعادی ہو اور قرض دار بطریق ظاہر جانتا ہو کہ میں میعاد آنے سے پہلے واپس آجاؤں گا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرۃ اور اگر زید نے اپنے قرض خواہ کو عمرو پر اترائی کرا کے جہاد کا قصد کیا پس اگر زید کا عمرو پر مثل اس قرضہ کے قرض ہو تو اس کے جہاد میں جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر زید کا عمرو پر مثل اس کے مال نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ نہ نکلے اور اگر عمرو نے زید کو جہاد میں جانے کی اجازت دی اور قرض خواہ نے نہ دی تو جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جب کہ حوالہ تمام ہو گیا ہے اور اگر اس نے قرض خواہ کے لیے کسی پر اترائی نہیں کرائی ولیکن اس کی طرف سے بدوں اس کی اجازت کے کسی شخص نے اس کے قرض خواہ کے واسطے بدیں طور کفالت کر لی کہ وہ قرض دار کو بری کر دے اور اس نے قبول کیا تو ایسی صورت میں قرض دار کو روا ہے کہ جہاد کو چلا جائے اور ان دونوں میں سے کسی سے اجازت لینے کی حاجت نہیں ہے۔ اگر اس کی طرف سے کسی کفیل نے اس کے حکم سے کفالت کر لی ہو اور مدیوں کی برأت کی شرط نہیں کی تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ جہاد کو جائے جب تک کہ قرض خواہ کفیل سے اجازت حاصل نہ کرے اور اگر کفالت بغیر اس کے حکم کے کر لی ہے تو اس پر یہی واجب ہے کہ فقط طالب سے اجازت حاصل کرے اور کفیل[2] سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور یہی حال کفالت بالنفس میں ہے کہ اگر کفیل نے اس کے حکم سے اس کے نفس کی کفالت کی ہے یعنی بایں طور کہ جب قرض خواہ اس کو طالب کرے گا تو میں اس کو حاضر کروں گا اس طرح کفالت بالنفس کر لی مگر اس کے حکم سے تو اس کو بدوں اجازت کفیل کے جانے کا اختیار نہیں ہے۔

---

[1] کوشش کرنا ۱۲۔ [2] ضامن ہونے والا ۱۲۔

یہ سب کچھ جو اُوپر مذکور ہوا اُس وقت ہے کہ نفیر عام نہ ہو اور جب نفیر عام ہو تو مضائقہ نہیں:

اگر بدوں اس کے حکم کے کفالت بالنفس کر لی ہو تو بدوں اجازت لینے کفیل کے اس کے چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر قرض دار مفلس ہو اور اس کو ادائے قرضہ کے لیے کوئی حیلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ غازیوں کے ساتھ دارالحرب میں تجارت کے واسطے جائے تو مضائقہ نہیں ہے کہ چلا جائے اور قرض خواہ سے اجازت لے اور اگر اس نے کہا کہ جہاد کے واسطے جاتا ہوں شاید مجھے نفل[1] یا سہام میں سے ایسا کچھ مل جائے کہ میں اس سے اپنا قرضہ ادا کر دوں تو مجھے پسند نہیں ہے کہ بدوں اجازت قرض خواہ کے جائے۔ یہ سب جو مذکور ہوا اس وقت ہے کہ نفیر عام نہ ہو اور جب نفیر عام ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ قرض دار چلا جائے خواہ اس کے پاس وفائے قرضہ کے لائق مال ہو یا نہ ہو خواہ قرض خواہ نے اس کو جانے کی اجازت دی ہو یا منع کیا ہو پھر جب اس مقام پر پہنچا جہاں مسلمانوں نے قرار پکڑا ہے پس اگر ایسا امر نظر آئے جس سے مسلمانوں کے حق میں خوف ہو تو ضرور قتال کرے اور اگر ایسا امر ہو کہ اس سے مسلمانوں کے حق میں خوف نظر نہ آئے تو اس کو روا نہیں ہے کہ مقابلہ کرے الا باجازت اپنے قرض خواہ کے یہ محیط میں ہے۔ ایک شہر میں ایک عالم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی فقیہ وہاں نہیں ہے تو اس کو جہاد نہ کرنا چاہیے کہ وہاں کے لوگوں کو اس کے ضائع ہونے سے نقصان پہنچے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ قال المترجم یہ روایت فتاویٰ ہے اور کچھ نہیں ہے اور نہ میں نے کسی فقیہ معتمد کے قول کو دیکھا جس نے اس کی تصریح کی ہو بلکہ بعض نے تشنیع کی ہے اور اصح یہی ہے کہ جہاد بحفظ الدین ھے وقد غزا النبی و لیس یمکن وجود احد مثلہ فی العلمین من الاولین والآخرین من الملٰئکۃ والرسل والجن والانس کلھم اجمعین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی شخص کے پاس ودیعتیں ہوں جن کے مالک غائب ہوں پس اگر اس نے کسی کو وصی کر دیا کہ یہ ودیعتیں ان کے مالکوں کو واپس کر دے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جہاد کے واسطے چلا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ غلام کو نہ چاہیے کہ بدوں اجازت اپنے مولیٰ کے جہاد کے واسطے نکلے جب تک کہ نفیر عام نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جب نفیر اہل روم کی جانب سے واقع ہو تو ہر شخص پر جو قتال کر سکتا ہے واجب ہے کہ جہاد کے واسطے نکلے اگر وہ زاد و راحلہ(۱) کا مالک ہو اور پچھڑ رہنا نہیں جائز ہے الا آنکہ کوئی عذر رکھتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مشرک لوگ مسلمانوں کی زمین میں داخل ہوئے اور مال لے کر اولاد و عورتیں گرفتار کر کے لے گئے پھر مسلمانوں کو اس کا علم ہوا اور ان کو ان مشرکوں پر قوت حاصل ہے تو ان پر واجب ہوگا کہ ان کافروں کا پیچھا کریں یہاں تک کہ ان سب چیزوں(۲) کو ان کے ہاتھ سے چھوڑا لا دیں جب تک کہ کافر لوگ دارالاسلام میں ہیں اور جب وہ زمین حرب میں داخل ہو گئے تو بھی بچوں و عورتوں کے حق میں یہی حکم ہے کہ پیچھا کر کے ان کو چھوڑا لاویں جب تک کہ وہ ان کو لے کر اپنے قلعوں و حفاظت گاہ میں نہیں داخل ہوئے ہیں۔ اگر کافروں نے فقط مال ہی لے لیا اور دارالحرب میں پہنچ گئے تو مسلمانوں کو گنجائش ہے کہ ان کا پیچھا نہ کریں اور جب کافر لوگ ان چیزوں کو لے کر اپنے دارالحرب کے قلعوں و حفاظت گاہ میں پہنچ گئے پس مسلمان لوگ ان کے پیچھے وہاں پہنچے تاکہ ان کے ساتھ مقابلہ کریں تو یہ افضل ہے اور اچھا کام نے اختیار کیا اور اگر انہوں نے پیچھا نہ کیا چھوڑ دیا تو مجھے امید ہے کہ اس کی گنجائش شرعاً ہو اور ایسی صورت میں ذمیوں کے بچے و عورتیں و مال اس حکم میں بمنزلہ مسلمانوں

---

[1] نفل وہ مال اسباب غنیمت جس کو امیر لشکر نے بوقت حملہ کر دیا کہ اس جنگ میں جو جس کے ہاتھ لگے وہ اس کا ہے ۱۲۔ [2] البتہ آنحضرت ﷺ نے جہاد فرمایا حالانکہ ان کے مثل اولین و آخرین میں سے کوئی کسی عالم کیا ملائکہ میں کیا انبیاء و جن و انس جملہ میں سے نہیں ہے ۱۲۔

(۱) زادو راحلہ رکھتا ہو ۱۲۔ (۲) اموال و بچے و عورتوں ۱۲۔

کے بچے وعورتوں و مال کے ہیں پھر واضح رہے کہ ہر ایک مسلمان پر ان کا پیچھا کرنا جب فرض ہے کہ جب ان کو امید ہو کہ کافروں کے اپنے قلعوں میں گھس جانے سے پہلے ان تک پہنچ جائیں گے۔

بیت المال میں مال ہوتو امام کوسزاوار نہیں ہے کہ مالداروں پر ایسا حکم جاری کرے جس سے بدوں اُن کی خوشی خاطر کے ان کا کچھ مال لے لے:

اگر ان کی غالب رائے میں یہ امر ہو کہ نہ پہنچیں گے تو ان کو گنجائش ہوگی کہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہیں ان کا پیچھا نہ کریں یہ محیط میں ہے امام محمدؒ کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جب تک مسلمانوں کے واسطے قوت ہو تب تک جعائل[1] مکروہ[(1)] ہے اور جب نہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ بعض کو تقویت دیں پس جب تجہیز لشکر کی حاجت پڑے تو اس وقت دیکھا جائے کہ اگر مسلمانوں کے واسطے قتال کی قوت ہو یعنی بیت المال میں مال ہو تو امام کو سزاوار نہیں ہے کہ مالداروں پر ایسا حکم جاری کرے جس سے بدوں ان کی خوشی خاطر کے ان کا کچھ مال لے لے ہاں اگر صاحبان مال نے خود اپنی خوشی خاطر سے جعل دینا چاہا تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ بہتر و مرغوب فیہ ہے خواہ[2] بیت المال میں مال ہو یا نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کو قوت قتال حاصل نہ ہو بایں طور کہ بیت المال میں مال نہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ امام المسلمین مالداروں پر اس قدر مال دینے کا جو جہاد کے واسطے جانے والوں کے لیے کافی ہو حکم کرے پھر جو شخص اپنی جان و مال سے جہاد کرنے پر قادر ہو اس پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنا واجب ہے۔ جو شخص اپنی ذات سے جانے سے عاجز[3] ہے اور اس کے پاس مال ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے مال سے بجائے اپنے کسی دوسرے کو جہاد کے واسطے روانہ کرے پس ان دونوں میں سے ایک اپنی جان سے اور دوسرا اپنے مال سے جہاد کرنے والا ہو جائے گا۔

جو شخص اپنی ذات سے جانے پر قادر ہے ولیکن اس کے پاس مال نہیں ہے پس اگر بیت المال میں مال ہو تو امام المسلمین اس کو بقدر کفایت کے بیت المال سے دے دے گا اور جب امام نے اس کو بیت المال سے قدر کفایت دے دیا تو پھر اس کو روا نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے بھی جعل لے۔ اگر بیت المال میں مال نہ ہو یا مگر امام نے اس کو نہیں دیا تو اس کو روا ہے کہ دوسرے سے جعل لے کر جہاد کو جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو جعل دیا کہ میری طرف سے جہاد کرے پس اگر زید نے جعل دینے کے وقت یہ لفظ کہا ہو کہ اس مال سے میری طرف سے جہاد کر تو عمرو کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس سوائے جہاد کے اور جگہ اس مال کو صرف کرے حتیٰ کہ اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کہ اس سے اپنا ذاتی قرضہ ادا کر کے جہاد کو جائے اور اپنے بال بچوں کا نفقہ اس میں سے چھوڑ جائے اور اگر زید نے اس سے یوں کہا کہ ہو کہ یہ تیرے واسطے ہے تو اس سے جہاد کر تو عمرو کو روا ہوگا کہ اس مال کو غیر جہاد میں بھی صرف کرے جیسے اس کو جہاد میں صرف کر سکتا ہے یہ حکم شیخ الاسلام نے شرح سیر کبیر میں اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر صغیر میں ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے شرح سیر صغیر میں ذکر فرمایا کہ عمرو کو دونوں صورتوں میں اختیار ہے کہ اس مال میں سے کچھ اپنے بال بچوں کو نفقہ کے واسطے چھوڑ جائے اس واسطے کہ اس کا جہاد کا جانا بدوں اسکے بن نہیں پڑے گا پھر یہ معنی جہاد کے اعمال[4] میں سے

[1] ایک مالدار نے دوسرے کو خرچ و مال سے مدد کی کہ تو جا کر جہاد کر۱۲۔ [2] بہرحال مال داروں کا مالی مدد کرنا بہت پسندیدہ ہے۱۲۔ [3] قلت الاولی ان یقول اپنی ذات سے جانے سے معذور ہے۱۲۔ [4] پس اس سے ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے دو قول ہیں اور بظاہر وہ دونوں باہم مخالف ہیں تو یہ بات ضروری ہوئی کہ کہا جائے کہ انہوں نے اس سے رجوع کیا اور اس قول پر شمس الائمہ کے ساتھ یا تو موافقت ہوگی یا مخالفت یا یوں کہا جائے کہ صورت اوّل جب ہے کہ اس کے عیال کے واسطے کافی نفقہ ہو اور صورت ثانی جب کہ ان کے واسطے نفقہ نہ ہو اسی کے مثل کوئی اور درجہ ہو واللہ اعلم۱۲

(1) مددگاری مال۱۲۔

ہے۔ اگر زید نے عمرو کو اپنی طرف سے جہاد کے واسطے جعل دیا پھر عمرو کو از قسم مرض وغیرہ کوئی ایسا عذر پیش آتا جس سے وہ خود نہ جا سکا اور اس نے چاہا کہ بجائے اپنے کسی دوسرے کو جس قدر مال لیا ہے اس سے کم دے کر جہاد کرنے کے لیے روانہ کرے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ولیکن جو کچھ مال بچالیا ہے اس کی نسبت اگر اس کی یہ مراد ہے کہ اس کو اپنی ذات کے واسطے نہیں بچائے رکھتا ہوں بلکہ بیت المال میں داخل کر دوں گا تو بچا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے واسطے کسی قدر جعل کی شرط کی بایں طور کہ کسی کافر حربی کو قتل کردے پس اس نے قتل کر دیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں:

اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے واسطے بچالوں تو دیکھنا چاہیے کہ اگر زید نے جعل دینے کے وقت عمرو سے یوں کہا تھا کہ اس مال سے میری طرف سے جہاد کر تو عمرو کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بچے ہوئے مال کو اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اور اگر یوں کہا ہو کہ یہ مال تیرا ہے تو اس جہاد کو تو عمرو کو اختیار رہو گا کہ بچے ہوئے کو اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اور یہ ظاہر ہے کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اس صورت میں تو اس کے واسطے یہ جائز ہے کہ سب مال اپنی ذات کے واسطے رکھ لے جہاد نہ کرے۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کے واسطے کسی قدر جعل کی شرط کی بایں طور کہ کسی کافر حربی کو قتل کر دے پس اس نے قتل کر دیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ شرط کر دینے والے کو لازم ہے کہ اس نے جو شرط کر دی ہے یعنی دینے مال کی وہ پوری کر دے تو لیکن حکم قضاءً میں اس پر ادا کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب میں مذکور ہے یہ خاصتہً امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ بالا جماع[1] جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر امیر لشکر نے کسی مزدور کو اس کے اجر المثل سے اس قدر زائد پر کہ لوگ اپنے اندازے میں اتنا نقصان نہیں اٹھاتے ہیں مقرر کیا پس اجیر نے کام کیا اور مدت پوری ہوگئی تو اجر المثل سے جس قدر مزدوری زیادہ قرار دی ہے وہ زیادتی باطل ہے اور اگر امیر لشکر یا قاضی نے کہا کہ میں نے اس کو اس طرح مقرر کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ نہیں چاہیے تو پوری اجرت اس مقرر کرنے والے کو مال میں سے ہوگی اور اگر امیر لشکر نے کسی مسلمان یا ذمی سے کہا کہ اگر تو نے اس سوار کو قتل کیا تو تیرے واسطے سو درہم ہیں پس اس نے قتل کیا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر حربی کفار مقتول پڑے ہوں پس امیر لشکر نے کہا کہ جوان کے سر کاٹے اس کے واسطے دس درہم اجرت ہے تو یہ جائز ہے۔ کافروں کے سروں کا دار الاسلام میں لا دلانا مکروہ ہے یہ مضمرات میں ہے۔

امام المسلمین پر واجب ہے کہ ثغور مسلمین[2] کو قلعہ بند کرے اور دروازہ ہائے ثغور پر لشکر متعین کرے تا کہ کفارہ کو بلاد المسلمین میں وقوف سے مانع ہوں اور ان کو مقود کریں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر امام کوئی لشکر روانہ کرے تو چاہیے کہ ان پر کوئی شخص امیر مقرر کر دے اور ایسے ہی آدمی کو ان پر امیر مقرر کرے جو اس کے واسطے صالح ولائق ہو یعنی لڑائی کے کام میں خوش تدبیر ہو اور پرہیزگار ہو اور لشکریوں پر شفقت کرنے والا ہو اور سخی ہو اور شجاع ہو اور جب اس طور پر ان پر کوئی امیر مقرر کیا تو چاہیے کہ ان مجاہدین کے واسطے اس کو وصیت[3] کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ جب شرائط سرداری کے آدمی میں جمع ہوں تو امام المسلمین کو چاہیے کہ

---

[1] وہذا ہو الاصح ۱۲۔ [2] ثغور جمع ثغر در بندیاں جائے دوحرب جس کو ہمارے عرف میں گھاٹی بولتے ہیں یعنی وہ کھوکھ جس کی راہ ہو کر مخفی طور پر دشمن پر ظاہر ہوں ۱۲۔ [3] ہوشیاری و بھلائی و خیر و شفقت وغیرہ کی ۱۲۔

اس کو امیر مقرر کردے خواہ وہ قریشی ہو یا اور قبیلہ عرب سے وہ یا نبطی از موالی[(۱)] ہو یہ محیط میں ہے۔ یہ روا ہے کہ اگر امام کسی فاسق کو تدبیر لڑائی میں زیادہ لائق پائے تو اس کو امیر مقرر کردے یہ عتابیہ میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب امیر لشکر نے لشکر کو کسی بات کا حکم دیا تو لشکر پر واجب ہے کہ اس بات میں اس کی اطاعت کریں الا آنکہ بالیقین یہ بات گناہ ہو اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اہل لشکر بیقین یہ جانتے ہوں کہ امیر نے جس بات کا حکم کیا ہے اس میں ہم کو نفع پہنچے گا مثلاً امیر لشکر نے ان کو حکم کیا کہ ابھی قتال شروع نہ کرو اور ان کو بیقین معلوم ہوا کہ ابھی قتال شروع نہ کرنے میں ہمارا نفع ہے بایں طور کہ بیقین معلوم ہے کہ فی الحال ہم اہل حرب سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے پیچھے دوسرے لشکر ہے کہ وہ فی الحال میں ہمارے ساتھ مل جائے گا اور قوت بڑھ جائے گی پس جب ایسی صورت ہے تو بالیقین فی الحال قتال کا ترک کرنا اہل لشکر کے حق میں نافع ہے تو اس صورت میں امیر لشکر کی اطاعت کریں۔

شک ہے کہ نفع ہوگا یا ضرر ہوگا دونوں طرف احتمال برابر ہو تو امیر کے حکم کی اطاعت کریں:

دوم آنکہ ان کو بیقین معلوم ہو کہ جس امر کا حکم دیتا ہے اس سے ہمارا ضرر ہے مثلاً مثال مذکورہ میں دیکھتے ہوں اہل حرب ہم سے فی الحال نہیں لڑ سکتے ہیں اور تاخیر قتال میں عنقریب ان کی مدد آ جائے گی جس سے ہمارا ان سے مقابلہ کرنا دشوار ہو جائے گا اور ہم کو ضرر پہنچے گا اور یہ یقین ہو تو امیر لشکر کی اطاعت نہ کریں اور سوم آنکہ اہل لشکر کو شک ہو جس امر کا حکم دیتا ہے کہ اس میں ضرر ہوگا یا نفع ہوگا دونوں طرف احتمال یکساں ہو کسی امر کا ان کو یقین نہ ہو تو اہل لشکر پر اس کے قول کی اطاعت واجب ہے اور اسی طرح اگر امیر لشکر نے ان کو قتال کرنے کا حکم دیا اور وہ جانتے ہیں کہ بیقین ہم کو نفع پہنچے گا یا اس میں ان کو شک ہے کہ نفع ہوگا یا ضرر ہوگا دونوں طرف احتمال برابر ہو تو امیر کے حکم کی اطاعت کریں اور اگر بیقین جانتے ہوں کہ ہم کو نفع حاصل نہ ہوگا بلکہ ضرر پہنچے گا تو اس میں اس کے قول کی اطاعت نہ کریں۔ اگر اہل لشکر باہم مختلف ہوں بعض کہتے ہیں کہ اس میں ہلاکت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں نجات ہے اور کسی گمان کو دونوں گمانوں میں سے دوسرے پر ترجیح نہ ہوئی بلکہ شک رہا تو اہل لشکر پر امیر کی اطاعت واجب ہے۔ اگر امیر لشکر نے لشکر کو کسی بات کا حکم دیا اور لشکر میں سے ایک نے نافرمانی کی تو اس کو اول باری میں تادیب نہ کرے گا یعنی سزا نہ دے گا بلکہ اس کو نصیحت و فہمائش کردے گا تاکہ پھر ایسا نہ کرے پھر اگر اس کے بعد اس نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو اس کو تادیب کرے گا الا آنکہ وہ کوئی عذر بیان کرے تو البتہ اس کو چھوڑ دے گا ولیکن اس سے خدا کی قسم لے لے گا کہ میں نے ایسی حرکت بعذر کی ہے اس واسطے کہ وہ ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جو اس پر وجوب تعزیر سے مانع ہے۔

اس کا ثبوت اسی کے قول سے ہوتا ہے پس وہ اپنے قول میں بدوں قسم کے سچا نہیں قرار دیا جائے گا اور اگر امیر لشکر نے لشکر کی ترتیب صف بندی میں یوں کیا کہ ساقہ میں اقوام معین کی خصوصیت کردی اور میمنہ[۱] اور میسرہ میں بھی یوں ہی کیا کہ میمنہ چند اقوام خاص کے واسطے اور میسرہ چند اقوام خاص دیگر کے واسطے معین کردی پھر دشمن نے ساقہ پر حملہ کیا اور بہت سختی سے مقاتلہ کیا اور میمنہ و میسرہ والوں کو اہل ساقہ کے حق میں سختی و شکست کا خوف لاحق ہوا تو مضائقہ نہیں ہے کہ وہ لوگ ساقہ کی مدد کے واسطے ساقہ میں چلے جائیں۔ اور اس وقت ہے کہ اس سے ان کے مراکز میں[۲] خلل نہ پڑتا ہو اور اگر اس سے ان کے مراکز میں خلل پڑتا ہو تو

---

[۱] میمنہ وہ فوج جو صف قتال میں داہنی جانب مقرر کی جاتی ہے اسی طرح میسرہ جو بائیں جانب مقرر ہوتی ہے ۱۲۔ [۲] وہ لوگ اپنے مرکز پر قائم رہیں ترتیب صف نہ بدلتی ہو کہ جس سے لشکر بالکل درہم برہم ہو جائے ۱۲۔

(۱) یعنی سوائے عرب سے ۱۲

اہل ساقہ کو مدد دینا نہ چاہیے اور اگر امیر لشکر نے ان کو حکم دیا ہو کہ اپنے مرکزوں سے جنبش کر کے نہ جائیں اور منع کر دیا کہ کوئی دوسرے کو مدد نہ دیں تو ان کو نہ چاہیے کہ اہل ساقہ کو مدد دیں اگر چہ وہ اپنی جانب سے بے خوف ہوں اور اہل ساقہ کے حق میں خوف کرتے ہیں اور اگر امام نے اہل لشکر کو منع کر دیا کہ جانوروں کے چارہ کے واسطے نہ نکلیں تو ان کو نکلنا نہ چاہیے خواہ اہل منعت ہوں یا نہ ہوں یعنی اتنے لوگ کہ مکر دشمن کو دور کر سکتے وروک سکتے ہوں یا ایسے نہ ہوں تو دونوں یکساں ہیں و لیکن امام نے جب ان کو چارہ کے واسطے جانے سے منع کیا تو امام کو چاہیے کہ لشکر میں سے ایک قوم کو چارہ کے واسطے روانہ کرے اور ان پر ایک شخص امیر مقرر کر دے کہ وہ تمام لشکر کے واسطے چارہ لا دیں اور اگر امام نے کسی کو نہ بھیجا اور لشکر کو چارہ کی ضرورت لاحق ہوئی اور ان کو اپنی جانوں اور اپنی سواریوں کے حق میں خوف لاحق ہو اور ان کے پاس اس قدر نہیں ہے کہ جس سے چارہ خریدیں تو مضائقہ نہیں ہے کہ وہ چارہ کے واسطے جائیں اگر چہ اس میں امیر لشکر کی نافرمانی ہے۔

تیر اندازی سے لڑائی نہیں کر سکتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے کہ جو کافر تیر اندازی کرتا ہے اس کے سامنے سے فرار کر جائے:

اگر امیر لشکر نے حکم دے دیا کہ کوئی شخص چارہ کے واسطے نہ جائے الا فلاں شخص کے جھنڈے کے نیچے ہو کر تو اہل لشکر کو چاہیے کہ اس کی شرط کا لحاظ رکھیں کہ اسی کے جھنڈے کے نیچے جائیں[1] اور اسی طرح اگر امیر لشکر نے بایں عبارت کہا کہ جو شخص چارہ کے واسطے جانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ فلاں کے جھنڈے کے نیچے ہو کر جائے تو بھی چاہیے کہ اسی کے جھنڈے کے نیچے جائیں یہ محیط میں ہے۔ ماہہائے[2] حرام میں قتال کرنا روا ہے اور ان مہینوں میں قتال سے جو ممانعت کی گئی تھی وہ منسوخ ہو گئی ہے۔ اگر مسلمانوں کی تعداد کافروں کی تعداد سے نصف ہو تو مسلمانوں کو ان کی لڑائی سے بھاگ جانا حلال نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہتھیار ہوں۔ تو جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں اس کو مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ایسے کافر کے روبرو سے جس کے پاس ہتھیار ہیں دور بھاگ جائے اور اسی طرح اگر اس کے پاس تیر اندازی کا آلہ نہ ہو یعنی تیر اندازی سے لڑائی نہیں کر سکتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے کہ جو کافر تیر اندازی کرتا ہے اس کے سامنے سے فرار کر جائے اور علی ہذا مضائقہ نہیں ہے کہ ایک آدمی تین کافروں کے مقابلہ سے فرار کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار یا زیادہ ہو تو ان کو کافروں کے مقابلہ سے بھاگنا حلال نہیں ہے اگر چہ تعداد کافروں کی گئی گونہ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ان سب کا کلمہ ایک ہی ہو اور اگر ان کا کلمہ متفرق ہو تو ایک کے مقابلہ میں دو کا اعتبار کیا جائے گا اور ہمارے زمانہ میں طاقت کا اعتبار ہے اور جو شخص ایسے مقام سے فرار کر گیا جہاں اہل قلعہ منجنیق وغیرہ مار کر ضرر رسائی[3] کر سکتے ہیں یا ایسی جگہ سے جہاں تیروں یا پتھروں سے صدمہ پہنچاتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کہ امام المسلمین ایک مرد کو یا دو کو یا تین کو سریہ بنا کر روانہ کرے بشرطیکہ اکیلا یا دو یا تین اس کی طاقت رکھتا[3] ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ جہاد کے توابع سے رباط ہے یعنی ایسے مقام پر اقامت کرنا جہاں ہجوم دشمن کا کھٹکا ہے بدیں غرض کہ اگر وہ ناگاہ ہجوم کرے تو اس کو دفع کریں اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ کونسی جگہ ہے اس واسطے کہ یہ ہر جگہ متحقق نہیں ہوتا ہے اور مختار یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ اس کے ورے اسلام نہ ہو اور تجنیسین میں اسی قول پر جزم کیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

---

[1] حقیقۃً جھنڈے کے سایہ میں مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اس کی معیت میں جائیں ۱۲۔ [2] ماہہائے حرام چار ماہ ہیں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم ۱۲۔ [3] مصنف نے کہا کہ یہ قول محمدؒ کا ہے لیکن دوسروں کے نزدیک جائز نہ ہوگا مگر اسی صورت میں کہ وہ تین ہوں اور یہ اصح ہے ۱۲۔

باب : ②

قتال کی کیفیت کے بیان میں

کفار کی چند ''اصناف'' کا بیان:

جب امام المسلمین دارالحرب میں جانے کا قصد کرے تو اس کو چاہیے کہ لشکر کا معائنہ کرے تا کہ ان کی تعداد اور سواروں اور پیدیوں کو معلوم کرے پس ان کے نام لکھ لے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ جب مسلمان لوگ دارالحرب میں داخل ہو کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کریں تو پہلے ان کو اسلام کی طرف بلائیں پس اگر وہ قبول کریں یعنی اسلام لائیں تو ان کے ساتھ قتال سے باز رہیں اور اگر انکار کریں تو ان کو ادائے جزیہ کی طرف بلائیں یعنی کہیں کہ تم لوگ اپنے دین پر رہو مگر پست ہو کر جزیہ دیا کرو کذا فی الہدایہ پس اگر قبول کریں تو جو نفع ہمارے واسطے ہے وہ ان کے واسطے اور جو ہم[1] پر پڑے گا وہ ان پر بھی پڑے گا کذا فی الکنز و لیکن جزیہ کے واسطے کہنا انہیں کے حق میں جن سے جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے اور جن سے جزیہ نہ قبول کیا جائے گا ان کو جزیہ دینے کی طرف نہ بلائیں یہ تبیین میں ہے۔ واضح ہو کہ کفارہ چند صنف کے ہیں ایک صنف یہ ہے کہ ان سے جزیہ لینا جائز نہیں ہیں اور نہ ان کو ذمی بنایا[2] جائز ہے اور وہ عرب کے ایسے مشرک ہیں جو کسی کتاب آسانی کے قائل نہیں ہیں پس جب اہل اسلام ان پر غالب ہوں تو ان کے مرد یا تو اسلام لائیں ورنہ قتل کر دیے جائیں اور ان کی عورتیں و بچے سب فئی[3] ہوں گے اور دوسری صنف وہ کہ بالاجماع ان سے جزیہ لینا جائز ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں خواہ عرب کے ہوں یا کہیں اور کے ہوں اسی طرح مجوس سے بھی بالاجماع جزیہ لینا جائز ہے خواہ عرب کے ہوں یا کہیں اور کے ہوں اور تیسری صنف وہ مشرکین ہیں کہ ان سے جزیہ لینے کے جواز میں اختلاف ہے اور وہ سوائے عرب اور سوائے اہل کتاب اور سوائے مجوس کے قوم مشرک ہیں پس ہمارے نزدیک ان سے جزیہ لینا روا ہے یہ محیط میں ہے۔

اور جس کو دعوت اسلام پہنچ گئی ہے اس کو بغرض مبالغہ انداز کے دعوت اسلام کر دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے:

جس کو دعوت اسلام نہیں پہنچائی گئی ہے اس سے قتال کرنا نہیں جائز ہے الا بعد اس کے کہ اس کو اسلام کی دعوت کرے کذا فی الہدایہ اور اگر ان سے بغیر دعوت اسلام کے قتال کیا تو سب گنہگار ہوں گے لیکن جو کچھ انہوں نے ان کی جان و مال تلف کیے ہیں اس کے ضامن نہ ہوں گے جیسے ان کی عورتوں و بچوں کے تلف کرنے میں ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ مبسوط میں ہے اور جس کو دعوت اسلام پہنچ گئی ہے اس کو بغرض مبالغہ انداز کے دعوت اسلام کر دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے اور واضح رہے کہ تاکید کے واسطے دوبارہ دعوت اسلام کرنا دو شرطوں سے مستحب ہے ایک یہ کہ پہلے دوبارہ دعوت اسلام پہنچانے میں مسلمانوں کے حق میں ضرر نہ ہو اگر تقدیم دعوت اسلام میں مسلمانوں کے حق میں ضرر ہوں مثلاً معلوم ہو کہ اگر تقدیم دعوت کی جائے گی تو وہ قتال کے واسطے سامان تیار کر کے مستعد ہو رہیں گے یا کوئی حیلہ برپا کریں گے یا اپنے قلعوں کی درستی و مضبوطی کر لیں گے تو

---

[1] مثلاً دشمن چڑھ آیا تو ہم ان کے مددگار ہوں گے ۱۲۔ [2] تم ہمارے ذمہ داروں میں ہو جزیہ دیا کرو ۱۲۔ [3] فئی ہوں کہ یعنی غنیمت میں شمار ہوں گے ۱۲۔ [4] کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کی حالت میں اگر حملہ کیا اور اس حملہ میں ان کی عورتیں و بچے بھی قتل ہوئے تو وہ ان کے ضامن نہیں ہوتے ہیں لیکن عمداً قتل نہ کیے جائیں گے ۱۲۔

تقدیم دعوت اسلام دوبارہ مستحب نہیں ہے اور دوسری شرط یہ کہ اس دعوت سے طمع وامید ہو کہ شائد وہ لوگ قبول کر لیں اور اگر ان کو اس سے ناامیدی ہو تو دوبارہ دعوت میں بیکار مشغول نہ ہوں یہ محیط میں ہے۔ مضائقہ نہیں ہے کہ رات یا دن میں کافروں پر ایکبارگی تاخت کریں بدوں دعوت اسلام کے اور یہ ایسی زمین کے واسطے کہ ان کو دعوت اسلام پہنچ گئی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

لشکر بہت بڑا ہو جس پر بے خوفی وامن کے ساتھ اطمینان ہو تو اس کے ساتھ عورتوں اور قرآن مجید لے جانے میں مضائقہ نہیں:

پس جب کافروں نے اسلام اور ادائے جزیہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل سے مدد واستعانت کی دعا کر کے کافروں سے جہاد وقتال کریں کذافی الاختیار شرح المختار اور روا ہے کہ ان کے قلعوں کے نیچے منجنیقیں[1] نصب کریں اور ان کو جلادیں اور ان پر پانی سے سیل بہائیں اور ان کے درخت کاٹ ڈالیں اور ان کی کھیتی خراب کر دیں یہ ہدایہ میں ہے۔ مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے قلعہ خراب کر کے خاک میں ملائیں اور پانی میں اس کو غرق کر دیں اور عمارتیں ڈھادیں اور شیخ حسن بن زیاد کہتے تھے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہوا کہ اس قلعہ میں کوئی مسلمان قیدی نہیں ہے اور جب یہ بات معلوم ہو تو جلانا وغرق کرنا روا نہیں ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم نے اس امر سے ان کو منع کیا تو مشرکین کے ساتھ ان کو قتال کرنا وغالب ہونا متعذر ہو جائے گا اور قلعے تو بہت کم کسی قیدی سے خالی ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ اس جلانے وغرق کرنے میں کافروں کا قصد کریں گے یہ مبسوط میں ہے اور مشرکوں کو تیر مارنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ ان میں مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہوں اور اگر انہوں نے مسلمانوں کے بچے یا قیدیوں کو ڈھال بنایا تو ان کو تیر مارنے سے اہل اسلام باز نہ رہیں مگر تیر سے کفاروں کے قتل کا قصد رکھیں پھر اس طرح لڑائی میں جو مسلمان قیدی یا تاجر یا بچہ مسلمان تلف ہوا اس کی دیت ان مجاہدوں پر نہ ہوگی اور نہ ان پر کفارۂ قتل لازم آئے گا اور جب لشکر بہت بڑا ہو جس پر بے خوفی وامن کے ساتھ اطمینان ہو تو اس کے ساتھ عورتوں اور قرآن مجید لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور سریہ یعنی چھوٹے لشکر کے ساتھ جس پر اطمینان مذکور نہیں ہے اس کے ساتھ عورتوں ومصاحف کا لے جانا مکروہ ہے۔

اگر کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں گیا تو مضائقہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے جائے بشرطیکہ یہ قوم کفار ایسے ہوں کہ اپنا عہد وفا کرتے ہوں یہ ہدایہ میں ہے اور جب لشکر بڑا ہو تو خدمت کے واسطے بوڑھی عورتوں کو ساتھ لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور جوان عورتوں کا اپنے گھر میں رہنا اسلم ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بخوف فتنہ عورتیں بالکل نہ جائیں اور اگر بغرض مجامعت عورتوں کا لے جانا ضروری ہو تو باندیوں کو لے جائیں نہ آزادوں کو یہ تبیین میں ہے ایک قوم پرہیزگار لوگوں کی جہاد کے واسطے جانا چاہتی ہے اور اگر ان کے ساتھ فاسقوں کی ایک قوم بھی جہاد کو جاتی ہے جن کے ساتھ مزامیر ہیں پس اگر پرہیزگاروں سے یہ ممکن ہو کہ بدوں ان فاسقوں کے چلے جائیں یعنی جہاد میں اس قدر کافی ہوں تو ان فاسقوں کے ساتھ نہ جائیں اور اگر بدوں ان فاسقوں کے جانا ممکن نہ ہو تو ان کے ساتھ جائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ غدر نہ کریں اور غلول یعنی خیانت نہ کریں اور مثلہ[2] نہ کریں کذافی الہدایہ اور عورتوں کو قتل نہ کریں اور نہ بچوں کو اور نہ مجنون کو اور نہ شیخ فانی[3] کو اور نہ اندھے کو

---

[1] منجنیق وہ آلہ جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے پتھر وغیرہ دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں ہندی میں اس کو معلوانسی کہتے ہیں اور اب اس زمانہ میں ان کا چلن نہیں کیونکہ بجائے اس کے توپ سے جو کام نکلتا ہے وہ اس سے نہیں ممکن تھا۱۲۔ [2] مثلہ یعنی کافروں کے مقتولوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالنا۱۲۔

[3] وہ شخص جو اپنی کبرسنی کی وجہ سے اس قابل نہیں رہا کہ مقاتل کر سکے جس کو ہمارے عرف میں بوڑھا پھوس بولتے ہیں۱۲

اور نہ لنجے کو الا اس صورت میں کہ ان میں سے کسی کو تدبیر جنگ میں مداخلت ہو یا عورت ملکہ ہو یعنی ان کی بادشاہ ہو تو اس کو قتل کریں۔ اس طرح اگر ان کا بادشاہ کوئی طفل صغیر ہو اور اس کو میدان حرب میں اپنے ساتھ لائے ہوں اور اس کے قتل کرنے میں ان کی جماعت پریشان ہوئی جاتی ہو تو اس کے قتل کرنے میں مضائقہ ہے یہ جوہرۂ نیرہ میں ہے اور اگر عورت مال والی ہو کہ لوگوں کو لڑائی پر اپنے مال سے برانگیختہ کرتی ہو تو وہ قتل کردی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اس طرح ان لوگوں میں سے جو مقاتلہ کرتا ہو تو وہ بھی قتل کیا جائے مگر اتنی بات ہے کہ طفل و مجنون اسی وقت تک قتل کیے جا سکتے ہیں جب تک لڑائی کرتے ہیں اور ان دونوں کے سوائے باقیوں کے قید کیے جانے کے بعد بھی قتل کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر مجنون کبھی اچھا ہو جاتا ہو اور کبھی پھر مجنون ہو جاتا ہو تو وہ افاقہ کی حالت میں مثل صحیح کے ہے کذا فی الہدایہ اور جس کا ایک ہاتھ ایک طرف سے اور دوسری طرف سے دوسرا پاؤں کٹا ہو یا جس کا خاصتہً داہنا ہاتھ کٹا ہوا ہو وہ قتل نہ کیا جائے گا بشرطیکہ ایسے لوگ اپنے مال سے یا اپنی رائے سے لڑائی میں شریک نہ ہوں یہ محیط میں ہے۔ جس کا ایک طرف کا بدن خشک ہو گیا ہو وہ قتل نہ کیا جائے گا اور اگر باوجود اس کے وہ قتال میں شریک ہے تو اس کے قتل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اسی طرح اندھا و لنجا و بوڑھا پھوس اگر ایسے لوگ قتال میں حاضر ہوں اور کافروں کو لڑائی میں برانگیختہ کریں تو ان کے قتل میں مضائقہ نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسے لوگوں میں سے کسی کو قتل کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس کا بایاں ہاتھ کٹا ہوا یا دونوں پاؤں میں سے ایک پاؤں کٹا ہو تو وہ لڑائی کرتے والوں میں ہے پس وہ قتل کر دیا جائے گا اور اسی طرح گونگا و بہرا بھی قتل کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے جو قتل نہیں کیے جاتے ہیں لا دلانے اور دارالاسلام میں نکال لانے کی قوت حاصل ہو تو ان کو دارالحرب میں چھوڑ آنا نہ چاہیے:

طفل و معتوہ جب تک لڑائی پر انگیختہ کرتے ہوں تب تک ان کے قتل کر ڈالنے میں مضائقہ نہیں اور جب وہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئے تو پھر مسلمانوں کو ان کا قتل کرنا نہیں چاہیے اگرچہ انہوں نے کئی آدمیوں کو قتل کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مضائقہ نہیں ہے کہ مرد مسلمان اپنے ہر ذی رحم محرم کو جو مشرک ہے پہل کر کے اس کو قتل کرے سوائے والد و والدہ کیا اور اپنے اجداد و جدات [1] کے خواہ باپ دادا وغیرہ مردوں کی طرف سے ہوں یا ماں و نانی وغیرہ عورتوں کی طرف سے ہوں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس کے والد نے اس کو اس کام کے کرنے پر مضطر نہ کیا ہو اور اگر باپ نے بیٹے کو اپنے قتل کرنے پر مضطر کیا مثلاً بیٹا اس سے بھاگ نہیں سکتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اگر صف جنگ میں بیٹے نے اپنے باپ پر قابو پایا تو نہ چاہیے کہ قصد کر کے اس کو قتل کر دے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اس کو لوٹ جانے کا قابو دے تا کہ وہ جرأت حاصل کر کے مسلمانوں پر لوٹ کر آئے بلکہ اس کو کسی گوشہ میں یا کسی مقام پر جگہ تنگ کر کے لے جائے اور مضبوطی سے رکھے تا کہ کوئی دوسرا مسلمان آ کر اس کو قتل کر ڈالے یہ محیط میں ہے اور جب تک راہب صومعہ [1] میں منزوی [2] ہے تب تک قتل نہ کیا جائے گا الا آنکہ لوگوں میں مخالط [3] ہو جائے فتاویٰ قاضی خان میں ہے پس اگر مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے جو قتل نہیں کیے جاتے ہیں لا دلانے اور دارالاسلام میں نکال لانے کی قوت حاصل ہو تو ان کو دارالحرب میں چھوڑ آنا نہ چاہیے نہ عورت کو اور نہ معتوہ کو اور نہ طفل کو اور نہ اندھے کو اور نہ لنجے کو نہ دائیں و

---

[1] صومعہ عبادت خانہ یہود و نصاریٰ ۱۲۔ [2] گوشہ نشین ہے ۱۲۔ [3] مخالط ہو جائے یعنی رل مل جائے ۱۲۔

(۱) دادا نانا پر دادا پر نانا وغیرہ ۱۲۔

بائیں جانب سے ایک ہاتھ وایک پاؤں کٹے ہوئے کو اور نہ داہنے ہاتھ کٹے ہوئے کو اس واسطے کہ ان سے اولاد پیدا ہوگی پس ان کے وہاں چھوڑ آنے میں مسلمانوں پر سختی و مدد ہو جائے گی اور بائڈھا پھوس جس سے نطفہ نہیں قرار پا سکتا ہے تو چاہیں اس کو وہاں چھوڑ آئیں اور چاہیں نکال لائیں اور یہی حکم راہبوں اور صومعہ والوں کا ہے بشرطیکہ وہ سب ایسے ہوں کہ عورتوں سے جماع نہیں کر سکتے ہیں اور یہی حکم ایسی بڈھی عورتوں کا ہے جن سے اولاد ہونے کی امید نہیں ہے یہ ہدایہ سے بحر الرائق میں منقول ہے۔

امام قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ کفار دو قسم کے ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اللہ عزوجل کے منکر ہیں اور بعض وہ ہیں جو اللہ عزوجل کا اقرار کرتے ہیں مگر اس کی وحدانیت کے منکر ہیں جیسے بت پرست پس جو منکر اللہ عزوجل ہے جب اس کا اقرار کر لے تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اور جو شخص مقر اللہ عزوجل ہے اور منکر اس کی وحدانیت کا ہے جب اس کی وحدانیت کا مقر ہو جائے بایں طور کہ کہے لاالہ الاّ اللہ تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اور جو مقر بوحدانیت اللہ عزوجل ہو اور اس نے رسالت محمد رسول ﷺ سے انکار کیا ہے جب وہ رسالت محمد رسول کا اقرار کر لے تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ بت پرست یا ذمی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کرتا ہے اگر اس نے کہا اللہ تو وہ مسلمان نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں مسلم ہوں تو وہ مسلمان ہو جائے گا پھر اگر اس نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ میں حق پر ہوں، تو مسلمان نہ ہوگا اور یہودی یا نصرانی نے اگر کہا کہ لاالہ الاّ اللہ تو وہ مسلمان نہ ہوگا جب تک یہ نہ کہے و محمد رسول اللہ۔ مشائخ نے فرمایا کہ جو یہود و نصاریٰ آج کل مسلمانوں کے روبرو موجود ہیں اگر ان میں سے کسی نے کہا کہ اشهد ان لا اله الاّ الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ تو اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اپنے دین سے بیزاری کا اقرار کرے چنانچہ اگر نصرانی ہے تو کہے کہ میں نصرانیت سے بیزار ہوں اور اگر یہودی ہے تو کہے کہ میں یہودیت سے بیزار ہوں اور باوجود اس کے یوں کہے کہ میں دین اسلام میں داخل ہوا۔ اگر یہود یا نصرانی نے کہا کہ انا مسلم یعنی مسلم ہوں یا کہا کہ اسلام لایا میں تو اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسلم وہ ہے جو تابع حق و گردن جھکائے ہوئے ہو۔

اگر نصرانی یا یہودی نے کہا کہ لاالہ الاّ اللہ میں یہودیت یا نصرانیت سے بیزار ہوا اور اس کے ساتھ یوں نہ کہا کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اُس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا:

ہم حق پر ہیں پس اگر اس نے کہا کہ میں مسلم ہوں تو اس سے دریافت کیا جائے گا اگر اس نے کہا کہ اس سے میری یہ مراد ہے کہ میں نے دین نصرانیت یا یہودیت کو چھوڑا اور میں دین اسلام میں داخل ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اس نے رجوع کیا یعنی اسلام سے پھر گیا تو قتل کیا جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ میں حق کے واسطے گردن جھکائے ہوں اور میں حق پر ہوں تو مسلمان[1] نہ ہوگا اور اگر اس سے دریافت نہ کیا گیا یہاں تک کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھی تو مسلمان ہوگا اور اگر وہ قبل دریافت کیے جانے یا قبل مسلمانوں کے ساتھ جماعت میں نماز پڑھنے کے مر گیا تو مسلمان ہونے کی حالت میں مرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر نصرانی یا یہودی نے کہا کہ لاالہ الاّ اللہ میں یہودیت یا نصرانیت سے بیزار ہوا اور اس کے ساتھ یوں نہ کہا کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا حتیٰ کہ اگر مر گیا تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اگر اس نے اس کے ساتھ یہ کہا ہو کہ میں اسلام میں داخل ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہودی یا نصرانی نے کسی شخص کے جواب میں جس نے اس سے آنحضرت ﷺ کی

[1] حاصل آنکہ جن الفاظ سے صریح ان کا مسلمان ہونا نہ ثابت ہو اس وقت تک ان کی تصدیق نہ کی جائے گی ۱۲۔

رسالت کو دریافت کیا تھا یوں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ کے رسول ہیں۔ تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا۔

بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر نصرانی سے کہا گیا کہ محمد اللہ کے رسول برحق ہیں اس نے کہا کہ ہاں پھر اس سے کہا گیا کہ کیا دین نصرانیت باطل ہے پس اس نے کہا کہ ہاں پس بعض مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ وہ مسلمان نہ ہوا اور بعض نے فتویٰ دیا کہ مسلمان ہو گیا۔ اس طرح اگر نصرانی یا یہودی نے کہا کہ میں دین حنیفیہ پر ہوں تو وہ مسلمان نہ ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر یہودی نے کہا کہ میں داخل ہوا تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اگرچہ اس نے یہ نہ کہا ہو کہ میں یہودیت سے بیزار ہوا اور مجوسی نے اگر کہا کہ میں اسلام لایا یا کہا کہ میں مسلم ہوں تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اس واسطے کہ یہ لوگ اپنی ذات کے واسطے وصف اسلام کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں بلکہ ایک گونہ بدگوئی شمار کرتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اہل کتاب میں سے یا کسی اہل شرک نے ہماری جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک اس کے اسلام کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر اس نے اکیلے نماز پڑھی تو امام اعظمؒ کے قول پر اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا اور بربنائے قول صاحبینؒ کے اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا۔ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ حقیقت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ امام اعظمؒ سے جو منقول ہے اس کی یہ تاویل ہے کہ اس نے بدون اذان و اقامت کے تنہا نماز پڑھی پس ایسی صورت میں اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا اور صاحبینؒ سے جو منقول ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس نے اذان و اقامت کے ساتھ تنہا نماز پڑھی پس ایسی صورت میں اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا۔

جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اس پر اتفاق ہے کچھ اختلاف نہیں ہے۔ اجناس میں لکھا ہے کہ اگر گواہوں نے کہا کہ رایناہ یصلی بسنتہ یعنی ہم نے اس کو دیکھا کہ یہ سنت نماز پڑھتا تھا اور یہ نہ کہا کہ بجماعت نماز پڑھتا تھا پس اس نے کہا کہ میں نے اپنی نماز پڑھی ہے تو یہ اسلام نہ ہو گا یہاں تک کہ وہ کہیں کہ اس نے ہماری سی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا یہ محیط میں ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اذان دیتا اور اقامت کرتا تھا تو مسلمان ہو گا خواہ اذان سفر میں ہو یا حضر میں اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو سنا کہ مسجد میں اذان دیتا تھا تو یہ کچھ نہیں ہے جب تک یہ نہ کہیں کہ یہ مؤذن ہے چنانچہ جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ مؤذن ہے تو وہ مسلمان ہو گا اس واسطے کہ جب انہوں نے اس کو مؤذن کہا تو یہ عادۃً ہو گا پس وہ مسلمان ہو گا یہ بزازیہ سے بحرالرائق میں منقول ہے۔ اگر اس نے روزہ رکھا یا حج کیا یا زکوٰۃ ادا کی تو ظاہر الروایۃ کے موافق اس کے اسلام کا حکم نہ دیا جائے گا اور داؤد بن رشید نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے اس طور پر حج کیا جیسے مسلمان کرتے ہیں بایں طور کہ لوگوں نے اس کو دیکھا کہ اس نے احرام کے واسطے تہیہ کیا اور تلبیہ کیا اور مسلمانوں کے ساتھ مناسک حج میں حاضر رہا تو مسلمان ہو گا اور اگر وہ مناسک میں حاضر نہ ہوا یا مناسک میں حاضر ہوا مگر حج نہ کیا تو مسلمان نہ ہو گا۔ اگر ایک گواہ نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ بڑی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ میں اس کو دیکھا کہ فلاں مسجد میں نماز پڑھتا تھا تو دونوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور وہ اسلام کے واسطے مجبور کیا جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان ولیکن وہ قتل نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ اگر کسی نے ذمی سے کہا کہ اسلام لا پس اس نے کہا کہ میں اسلام لایا تو اسلام پر ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر مسلمان نے کسی مشرک پر حملہ کیا تا کہ اس کو قتل کر دے پس جب اس کو تنگ دباؤ میں کر لیا تو اس نے کہا کہ اشهدان لااله الا الله پس اگر کافر ایسی قوم میں سے ہو کہ وہ لوگ اس کلمہ کو نہیں کہتے ہیں تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس سے باز رہے اور اگر اس کو پکڑ کر امام المسلمین کے پاس لایا تو وہ آزاد مسلمان ہے بشرطیکہ اس نے یہ

کلمہ توحید قبل مرد مسلمان کے اس کو مقہور کرنے کے کہا ہو اور[1] اگر مسلمان نے اس کو مقہور کر لیا پھر اس نے یہ کلمہ کہا تو وہ فئی ہوگا لیکن قتل نہ کیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ میں نے جو کہا تھا اس سے اسلام کی نیت نہیں کی تھی بلکہ یہودیت میں داخل ہونے کی نیت کی تھی یا میں نے چاہا تھا کہ مجھے پناہ ملے تا کہ تو مجھے قتل نہ کرے تو اس کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا اور اگر ایسا ہوا کہ جب اس نے لاالہ الااللہ کہا اور مسلمان نے اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا پس وہ بھاگ گیا اور مشرکوں میں جاملا پھر لڑتا ہوا آیا پھر اس پر مرد مسلمان نے حملہ کیا پھر جب اس کو تنگ جاد بایا تو اس نے کہا کہ لاالہ الااللہ پس اگر اس کا گروہ ہو کہ وہاں وہ پناہ میں جا سکتا ہو تو اس کے قتل کر ڈالنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس کا گروہ پریشان و متفرق ہو گیا ہو تو مسلمان کو اس کا قتل کر دینا روا نہیں ہے لیکن اس کو تادیب کرے اس فعل پر جو اس سے صادر ہوا ہے۔ اگر یہ مشرک ایسے لوگوں میں سے ہو جو لاالہ الااللہ کہتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے مقر نہیں ہیں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس کے قتل کر دینے میں مضائقہ نہیں ہے اگر چہ اس نے یہ کلمہ کہا ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ اشھد لاالہ الااللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے قتل سے ہاتھ روک لے اور جب کوئی کافر اسلام پر مجبور کیا گیا اور وہ اسلام لایا تو استحساناً اس کا اسلام صحیح ہوگا اور نوادر بن رستم میں مذکور ہے کہ جو شخص نشہ میں اسلام لایا تو اس کا اسلام قبول[2] کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر بت پرست نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ مسلمان ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں دین محمد ﷺ پر ہوں یا میں حنیفیہ پر ہوں یا اسلام پر ہوں تو اس کے اسلام کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ مرگیا تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر کو اسلام تلقین کیا تو وہ مسلمان نہ ہوا اور اس طرح اگر اس کو قرآن سکھایا یا قرآن پڑھایا تو وہ مسلمان نہ ہوا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باب : ③

مصالحہ[3] اور امان کے بیان اور اس بیان میں کہ کس کی امان روا ہے

اگر امام المسلمین کی رائے میں آیا کہ اہل حرب سے مصالحہ کر لے یا بعض فریق اہل حرب سے مصالحہ کر لے اور اس میں مسلمانوں کے حق میں بھلائی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر امام المسلمین کی رائے میں آیا کہ اہل حرب سے موادعہ[4] کر لے اور اس پر کچھ مال ان سے لے لے یعنی کچھ مال لے کر ان سے موادعہ کر لے تو مضائقہ نہیں ہے و لیکن یہ حکم ہے کہ مسلمانوں کو مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو اس طرح موادعت جائز نہیں ہے اور جس قدر مال اس موادعت سے لیا ہے وہ جزیہ کے مصارف کے طور پر صرف کیا جائے گا بشرطیکہ مسلمانوں مجاہدین نے ان کے ملک میں جا کر نزول کر کے اس طرح موادعت سے مال نہ لیا ہو بلکہ اہل حرب نے اپنا ایلچی بھیج کر اس طرح صلح کی درخواست کی ہو اور اگر مسلمانوں کے لشکر نے ان کو گھیرا پس انہوں نے مال دے کر صلح کر لی تو یہ مال غنیمت ہے کہ اس کا خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر باقی کو باہم مسلمانوں میں تقسیم کر دے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اہل حرب سے کسی ایک فریق مسلمانوں نے موادعت کر لی بدوں اجازت امام کے تو موادعت جائز ہے اور یہ سب مسلمانوں پر جائز ہوگی یعنی کوئی اس کو توڑ نہیں سکتا ہے اس واسطے کہ یہ امان ہے اور ایک کا امان دینا مثل سب کے امام دینے کے ہے یعنی سب کی

---

[1] یعنی اگر وہ ہوش میں آ کر اسلام سے منکر ہو تو مرتد کے حکم میں داخل کیا جائے گا ۱۲۔ [2] سکھلانے والا مسلمان نہ ہوا کیونکہ سکھلانا اس کا اقرار نہیں ہے ۱۲۔ [3] باہم صلح و ملاپ کرنا ۱۲۔ [4] وعدہ دینا یعنی کچھ معین مدت کے واسطے لڑائی موقوف کر دینا ۱۲۔

طرف سے امان ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے اہل حرب سے ہزار دینار پر ایک سال کی شرط پر صلح کر لی تو اس کی صلح جائز ہے پس اگر امام کو یہ بات معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ سال گذر گیا تو وہ مال لے کر اس کو بیت المال میں داخل کر دے اور اگر امام کو اس کی صلح کا حال معلوم ہوا اور سال نہیں گذر گیا تو امام غور فرمائے گا پس اگر اس کے باقی رکھنے میں مصلحت ہو تو اس صلح کو باقی رکھے گا اور مال لے لے گا اور اگر اس کے توڑ دینے میں مصلحت معلوم ہو تو مال ان کو واپس دے گا پھر ان کی صلح ان کی طرف پھینک دے گا اور ان کے ساتھ قتال کرے گا اور اگر نصف سال گذر گیا ہو تو بھی کل مال استحساناً واپس کر دے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مسلمان نے اہل حرب سے کہا کہ وادعتکم بالف دینار یعنی میں نے تم سے بعوض ہزار دینار کے بمقابلہ ایک سال کے صلح کی پھر سال میں سے تھوڑا گذر گیا اور تھوڑا باقی ہے کہ امام نے ان کی صلح ان کو رد کر دی یعنی رد صلح کی اطلاع کر دی تو امام کو مال میں سے بقدر گذری ہوئی مقدار سال کے حساب سے مال میں سے ملے گا یعنی اس قدر لے لے اور باقی کے مقابلہ میں جس قدر مال رہا وہ واپس کر دے مثلاً نصف سال گذرا ہے تو نصف مال کا استحقاق اور نصف مال واپس کر دے یہ محیط میں ہے۔ اگر اہل حرب سے تین سال کے واسطے ہر سال کی بعوض ہزار درہم کے صلح کی ہو اور کل مال وصول کر لیا پھر امام نے موادعہ مذکورہ کو توڑ دینے و رد کر دینے کا قصد کیا حالانکہ ایک سال گذرا ہے تو ان کو دو تہائی مال واپس کر دے اس واسطے کہ تسمیہ[1] متفرق ہونے سے عقود متفرق ہو گئے بخلاف صورت اوّل کے کہ اس میں مال مذکور بشرط موادعت ایک سال کامل ہے اور عقد ایک ہی ہے اور مال بحرف شرط یعنی لفظ پر مذکور[2] ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ موادعت دس برس سے زیادہ تک کے واسطے روا ہے بشرطیکہ امام المسلمین کو اس موادعت میں مسلمانوں کے حق میں بہتری نظر آئے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر دشمن نے مسلمانوں کا محاصرہ کیا اور کہا کہ اگر مال دے کر صلح کر لو تو ہم کو منظور ہے تو امام المسلمین اس کو نامنظور فرمائے گا الا اسی صورت میں کہ خوف ہلاکت ہو تو روا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کافروں نے موادعت میں یہ شرط کی کہ امام اُن کو وہ شخص واپس کر دے جو ان میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آ جائے تو موادعت جائز اور شرط باطل ہے:

اگر اہل حرب نے امام المسلمین سے چند سال معلوم کے واسطے بدیں شرط صلح کی درخواست کی کہ ہم ہر سال مسلمانوں کی اس قدر مال معلوم بدیں شرط ادا کریں گے کہ ہمارے ملک میں ہم پر احکام اسلام جاری نہ ہوں تو امام اس کو منظور نہ فرمائے گا الا اسی صورت میں کہ مسلمانوں کے واسطے اس میں بہتری ہو پس اگر یہ امر مسلمانوں کے واسطے بہتر ہو اور صلح اس امر پر واقع ہوئی کہ ہر سال مسلمانوں کو سو راس النفس[3] دیں گے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انہوں نے سو راس غیر معین پر صلح کی دوم آنکہ سو راس معین پر صلح کی پس اگر سو راس غیر معین پر صلح ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ سو راس جو شرط کیے ہیں خود اہل حرب اور ان کی اولاد میں سے ہوں[4] تو یہ صلح جائز نہ ہوگی اور اگر یہ سو راس مشروطہ ان کے غلاموں و مملوکوں میں سے ہوں تو صلح جائز ہوگی اور اگر صلح سو راس معین پر جو ان کے خود نفوس و اولاد نہیں ہیں واقع ہوئی مثلاً انہوں نے شروع سال میں کہا کہ ہم کو امن دو بدیں شرط کہ یہ لوگ تمہارے واسطے ملک ہوں گے اور ہم تم سے تین سال کے واسطے جواب سے آئیں گے اس شرط سے صلح کرتے ہیں کہ ہر سال ہم تم کو

---

[1] ہر سال کے عوض ہزار درہم بیان کر دینے سے یہ موادعہ سہ سالہ تین عقد متفرق ہوئے کہ ہر سال کے واسطے ایک ایک عقد ہو گیا ۱۲۔ [2] جو مفید یعنی شرط بحسب الاستعمال ہوتا ہے اگرچہ صریح حرف شرط باعتبار نحو کے نہیں ہے ۱۲۔ [3] راس نفس یعنی نفس انسان آدمی ۱۲۔ [4] اس واسطے کہ ہنوز وہ لوگ آزاد ہیں پس مال نہ ہوں گے ۱۲۔

سوا اس اپنے مملوکوں سے دیں گے تو یہ جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کافروں نے موادعت میں یہ شرط کی کہ امام ان کو وہ شخص واپس کر دے جو ان میں سے مسلمان ہو کر ہمارے پاس آ جائے تو موادعت جائز اور شرط باطل [1] ہے کہ اس کا وفا کرنا واجب نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر امام نے ان سے صلح کر لی پھر صلح کا توڑ دینا مصلحت معلوم ہوا تو ان کی صلح ان پر پھینک دے پھر ان سے قتال کرے۔ نبذ یعنی صلح کا رد کرنا بھی ایسی طور سے ہوگا جس طور سے امان دینا واقع ہوا تھا یعنی اگر امان دینا منتشر و شہرت کے ساتھ تھا تو رد صلح بھی اعلان و انتشار کے ساتھ ہونی واجب ہے اور اگر امان دینا منتشر نہ تھا مثلاً ایک مسلمان نے ان کو پوشیدہ امان دے دی تھی تو اسی ایک شخص کا رد صلح کر دینا کافی ہے۔ پھر بعد رد صلح کے ان سے قتال کرنا اتنی مدت تک روا نہیں ہے کہ ان کا بادشاہ اس مدت میں اپنے اطراف مملکت میں خبر پہنچا سکے یعنی اتنے عرصہ تک اس کو مہلت دے کہ اس مدت میں وہ اپنے اطراف مملکت میں خبر پہنچا سکے خواہ پہنچائے یا نہ پہنچائے۔ اگر وہ لوگ اپنے قلعوں سے نکل کر شہروں میں منتشر ہو گئے ہوں اور مسلمانوں کے لشکر میں بھی آ گئے ہوں یا اپنے قلعہ انہوں نے بے مرمت کر ڈالے ہوں بسبب امان و صلح ہونے کے تو ان کو مہلت دے یہاں تک کہ سب لوگ اپنے اپنے مامن میں واپس جائیں اور اپنے قلعوں کو اس طرح بنا لیں جیسے وہ تھے اور یہ مہلت اس واسطے ہے کہ عذر کرنا ثابت نہ ہو اور یہ حکم نقض صلح کی اطلاع دہی اور مہلت دہی وغیرہ کا اس وقت ہے کہ امام نے کسی قدر مدت کے واسطے ان سے صلح کی ہو پھر قبل اس مدت کے گزرنے کے صلح توڑ دی ہو اور اگر مدت مذکور گذر گئی تو اس کے گزرنے پر خود ہی صلح ٹوٹ جائے گی پس ان کو اطلاع دہی نہ کرے گا یہ تبیین میں ہے۔ مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے کہ اہل حرب پر یا ان کے اطراف ملک پر جب تک صلح باقی ہے لوٹ مار کریں یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر انہوں نے عہد خیانت کی اور پہل کی تو ان کو نقض صلح کی اطلاع نہ دے اور ان سے قتال کرے بشرطیکہ یہ امر ان کے اتفاق کے ساتھ ہو یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر اہل حرب میں سے جن کے ساتھ موادعت و صلح ہے ایک جماعت ایسی جن کے واسطے منعت وقوت حاصل نہیں ہے دار الحرب سے نکل کر انھوں نے دار الاسلام میں رہزنی کی تو یہ امر ان کی طرف سے نقض عہد نہیں ہے اور اگر ایسی قوم نکلی جن کو منعت وقوت حاصل ہے مگر بدوں اجازت اپنے بادشاہ یا اپنے اہل مملکت کے نکلی ہے تو ان کا بادشاہ وان کے اہل مملکت اپنی موادعت پر باقی رہے گے اور یہ لوگ جنھوں نے رہزنی کی ہے ان کے قتل کرنے اور مملوک بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے بادشاہ یا اپنے اہل مملکت کی اجازت سے نکلے ہیں تو یہ امر سب کے حق میں نقض عہد ہوگا یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اگر اہل اسلام اور کسی اہل حرب سے صلح قائم ہو پھر ان میں سے ایک شخص ایسے کافروں کے ملک میں داخل ہوا جن سے مسلمانوں سے صلح نہیں ہے پھر مسلمانوں نے اس ملک پر جہاد کیا اور اس شخص کو گرفتار کیا تو وہ امن میں ہے اس پر کوئی راہ نہیں ہے اور نہ اس کے مال پر اور نہ اس کے رقیق وغیرہ پر کسی پر کوئی راہ نہیں ہے اور جن کافروں سے ہم نے صلح کر لی ہے وہ جہاں چاہیں جائیں اور جس ملک میں چاہیں داخل ہوں بہر حال وہ مامون ہیں کہ ہماری طرف سے ان کو امان ہے اور اگر مسلمانوں نے کسی ملک پر جہاں اہل حرب ہیں جہاد کیا جن سے ہم سے مصالحہ نہیں ہے اور وہاں کسی ایسے شخص کو گرفتار کیا جو ایسے ملک کا رہنے والا ہے جن سے ہم سے مصالحہ ہے مگر وہ اس ملک کے کافروں کے پنجہ میں جن پر مسلمانوں نے جہاد کیا ہے اسیر تھا تو اس صورت میں وہ ہماری لوٹ کا مال ہوگا۔ یہ سراج وہاج

---

[1] آنحضرت ﷺ نے کفار قریش سے اس شرط کے ساتھ صلح کی تھی جیسا کہ صحیح میں صلح حدیبیہ میں مذکور ہے لیکن اس زمانہ میں آیا یہ جائز ہے یا نہیں تو کتاب میں لکھا کہ نہیں جائز ہے اور کلام تمام اصول میں ہے ۱۲۔

میں ہے۔

ایسے اشخاص (ذمی) کا بیان جو جزیہ دے کر مسلمانوں کے تابع فرماں ہو کر رہیں:

واضح ہو کہ ذمی اس کو کہتے ہیں کہ اس نے عہد کیا کہ ہم مسلمانوں سے مقابلہ نہ کریں گے جزیہ ادا کریں گے اور اپنے دین پر مسلمانوں کے تابع ہو کر رہیں گے قال فی الکتاب اور اگر ذمیوں نے اپنا عہد توڑا تو وہ مثل ان مشرکوں کے ہیں جنھوں نے اپنی صلح کا عہد توڑا اور ان کا مال لے لینا جائز ہے اس واسطے کہ جزیہ کے ساتھ ان کا باقی رکھنا روا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ جو لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے اور انہوں نے غلبہ کیا اور جس ملک میں رہتے ہیں وہ دار الحرب ہو گیا تو خوف کی حالت میں ان سے بلا مال لیے صلح کر لینا روا ہے بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کے حق میں بہتری ہو اور اگر ان سے مال لے کر صلح کی تو جب ان پر فتح یاب ہوں یہ مال ان کو واپس نہ دیا جائے اس واسطے کہ یہ مال مسلمانوں کے واسطے غنیمت ہے بخلاف کے یعنی وہ گروہ مسلمان جو امام برحق کی اطاعت سے سرکشی کر کے باغی ہو جائیں تو جب لڑائی ختم ہو جائے اور باغی لوگ تابع ہوں تو ان کا مال جو ہاتھ آیا ہے وہ ان لوگوں کو واپس کر دینا واجب ہے اس واسطے کہ وہ مال غنیمت نہ ہو گا ہاں قبل لڑائی ختم ہونے کے ان کا مال ان کو واپس نہ کرے گا اس واسطے کہ اس میں ان کے حق میں اعانت ہے یہ نہر الفائق و فتح القدیر میں ہے اور عرب کے بت پرست لوگ مثل مرتدوں کے ہیں حکم موادعت میں اس واسطے کہ عرب کے بت پرستوں سے مثل مرتدوں کے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کیا جائے گا پس وہ اسلام لا دیں یا ان کو تلوار حکم ہے اور سردار لشکر اسلام کو یا اور کوئی قائد[1] ہو اس کو یہ مکروہ ہے کہ اہل حرب کا ہدیہ قبول کر کے مخصوص اپنے واسطے کر لے بلکہ یوں کرنا چاہیے کہ اس کو مسلمانوں کے واسطے مال غنیمت قرار دے۔ اہل حرب کے ہاتھ ہتھیاروں و کراع کا فروخت کرنا مکروہ ہے خواہ ان سے صلح ہو گئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور نیز ان کے پاس یہ سامان بھیجنا بھی مکروہ ہے اور اس طرح لوہا وغیرہ جو چیز اصل آلات حرب ہے ان کے یہاں بھیجنا یا ان کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اور ذمیوں کے یہاں ان چیزوں کا بھیجنا مکروہ نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر حربی ایک تلوار لایا اور بجائے اس کے کمان یا نیزہ یا ڈھال خریدی تو دار الاسلام سے باہر نہ جانے دے یہ مبسوط میں ہے اور اگر اس کو درہموں کے عوض فروخت کر کے پھر دوسرے خریدی تو مطلقاً منع کیا جائے گا یہ تبیین میں ہے اور اگر اہل حرب کے کسی بادشاہ نے درخواست کی کہ میں تمہارا ذمی ہوتا ہوں بدین شرط کہ جزیہ ادا کروں گا اور اپنی مملکت میں جس طرح چاہوں گا قتل و ظلم وغیرہ سے حکم کروں گا تو اسلام میں یہ امر روا نہیں ہے اور اس کی درخواست قبول نہ کی جائے گی اور اگر کوئی قطعہ زمین اس کا ہو جس میں اُس کے اہل مملکت سے ایک قوم ساکن ہو جو اس کے غلام ہوں کہ جس کو ان میں سے چاہتا ہے فروخت کرتا ہے پھر اُس نے مسلمانوں سے ذمی ہو کر صلح کر لی تو بعد صلح کے بھی وہ لوگ اُس کے غلام ہوں گے جیسے پہلے تھے کہ جن کو چاہے فروخت کر دے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ان پر اس کا دشمن غالب آیا پھر مسلمانوں نے اپنے ذمی ہونے کی وجہ سے اس دشمن کو زیر کر کے ان غلاموں کو اُس سے چھین لیا تو قبل تقسیم غنیمت کے یہ سب مملوک اس ذمی بادشاہ کو مفت واپس دیئے جائیں گے اور اگر تقسیم غنیمت ہو چکی ہو تو پھر بقیمت واپس دیئے جائیں گے جیسے دیگر اموال اہل ذمہ کا حکم ہے اور علیٰ ہذا اگر بادشاہ مذکور مسلمان ہو گیا اور جو لوگ اُس کی مملوکہ زمین میں اُس کے غلام ہیں وہ بھی مسلمان ہو گئے یا اس کی زمین والے مسلمان ہوئے اور بادشاہ مسلمان نہ ہوا تو یہ لوگ جو اُس کی زمین میں ہیں اس کے غلام رہیں گے۔ جیسے پہلے تھے یہ مبسوط میں ہے۔

---

[1] چھوٹے لشکر کا سردار یا ماتحت سردار یعنی نائب سردار ۱۲۔

فصل :

امان کے بیان میں

اگر کسی مرد مسلمان آزاد نے یا عورت مسلمہ آزادہ نے کسی کافر یا ایک جماعت کفار کو یا اہل قلعہ کو یا ایک شہر والوں کو امان دی تو اس کا ان لوگوں کو امان دینا صحیح ہے اور مسلمانوں میں سے کسی کو روا نہ ہوگا کہ پھر ان لوگوں سے قتال کرے لیکن اگر اُس کا اس طرح امان دینا خلاف مصلحت ہو کہ اس میں مفسدہ نظر آئے تو امام المسلمین ان کی امان توڑنے سے ان کو اطلاع دے دے گا جیسے کہ اگر خود امام نے امان دی پھر مصلحت اس امان کے توڑ دینے میں ظاہر ہوئی تو ان کو امان توڑ دینے کی اطلاع کرے گا اور اگر امام نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا اور لشکر اسلام میں سے کسی آدمی نے ان کو امان دے دی حالانکہ اس میں خرابی ہے تو امام ان لوگوں کو امان توڑ دینے سے مطلع کر دے گا اور اس شخص کو جس نے امان دے دی تھی تادیب کرے گا یہ ہدایہ میں ہے اور ذمی کا امان دینا باطل ہے لیکن اگر امام نے ذمی کو حکم کیا کہ ان حربیوں کو امان دے دے پس اُس نے دے دی تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔

اور مکاتب کا امان دینا روا ہے اور جو مسلمان کہ اہل حرب کے ملک میں تاجر ہے یا جو مسلمان کہ ان کے ہاتھ میں مقید ہے اس کا امان دینا روا نہیں ہے اور جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اور وہاں موجود ہے اور اُس نے اہل حرب کو امان دے دی تو اُس کی امان روا نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر غلام نے امان دی پس اگر ہو جہاد و قتال کرنے میں اپنے مولیٰ کی طرف سے اجازت یافتہ ہے تو بلا خلاف اس غلام کا امان دینا روا ہے اور اگر وہ قتال سے ممنوع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کا امان دینا نہیں صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ غلام مجور کی امان میں یہ اختلاف مذکور اُس صورت میں ہے کہ یہ جہاد بدون بغیر عام پہنچنے کے واقع ہوا ہو اور اگر جہاد کے واسطے نفیر[1] عام پہنچی ہو کہ جس سے ہر فرد بشر پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس غلام کی امان بلا خلاف صحیح ہوگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہر صورت میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر طفل بالغ ہوا مگر ہوا اسلام کے ارکان و اوصاف نہیں بیان کر سکتا ہے بسبب نہ جاننے کے اور امر معیشت کو نہیں سمجھتا ہے تو اس کی امان صحیح نہیں:

اور باندی کے امان دینے میں بھی وہی تفصیل ہے جو غلام میں مذکور ہوئی یعنی اگر باندی اپنے مولیٰ کی اجازت سے قتال کرتی ہو تو اُس کا امان دینا صحیح ہے اور اگر وہ قتال نہ کرتی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی امان نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی طفل نے امان دی حالانکہ غیر عاقل ہے یعنی اُس کے نفع و ضرر کو نہیں سمجھتا ہے تو اُس کی امان نہیں صحیح ہے جیسے مجنوں کا حکم ہے اور اگر وہ اسلام کو سمجھتا ہو اور وصف اسلام بیان کرتا ہو یعنی اسلام کس کو کہتے ہیں پس ہو ٹھیک ٹھیک بیان کرتا ہو حالانکہ وہ قتال سے ممنوع ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں صحیح ہے (امان اس کی) اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اگر وہ قتال کے واسطے اجازت یافتہ ہو تو اصح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور جو شخص مختلط العقل ہو مگر وہ اسلام کو جانتا ہو اور اس کا وصف بیان کرتا ہو تو وہ بمنزلہ طفل عاقل کہ ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر طفل بالغ ہوا مگر وہ اسلام کے ارکان و اوصاف نہیں بیان کر سکتا

---

[1] عام طور پر اشتہار و اعلان ہو ۱۲۔

ہے بسبب نہ جاننے کے اور امر معیشت کو نہیں سمجھتا ہے تو اس کی امان صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بمنزلہ امر تد کے ہے اور یہی حکم لڑکی کا ہے خواہ لڑکی آزاد ہو یا باندی ہو یہ محیط میں ہے۔

اور اگر مسلمانوں میں سے کسی مرد نے ایک گروہ مشرکوں کو امان دے دی پھر دوسرے گروہ مسلمانوں نے ان پر تاخت کی اور مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور اموال کو لوٹ لیا اور اُس کو آپس میں تقسیم کر لیا اور ان عورتوں سے ان کی اولاد ہوئی پھر اس گروہ مسلمانوں کو جنہوں نے تاخت کی ہے امان دیئے جانے کا حال معلوم ہوا تو قتل کرنے والوں پر جس کو اُنھوں نے قتل کیا ہے اس کی دیت واجب ہوگی اور عورتیں اور مال ان کے اہل کو واپس دیئے جائیں گے اور ان عورتوں سے چونکہ اُنھوں نے وطی کی ہے ان کا مہر تاوان دیں گے اور ان سے جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ بغیر قیمت آزاد ہوں گے اور اپنے والد کے مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کی تبعیت میں مسلمان ہوں گے کہ ان کے واپس دیئے جانے کی کوئی راہ نہیں ہے اور واضح ہو کہ عورتیں تین (۳) حیض گذر جانے کے بعد واپس دی جائیں گی اور اس عدت کے زمانہ میں یہ عورتیں کسی عادل کے پاس چھوڑی جائیں گی اور عادل اس معاملہ میں بوڑھی پرہیزگار عورت ہوگی نہ مرد یہ محیط میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے اہل حرب کو امان کی ندا پکار دی تو سب اہل حرب ان کی امان دہی کی آواز سُن کر امن میں ہو جائیں گے چاہے کسی زبان میں ان کو ندا دی ہو خواہ انہوں نے اس کلام کو سمجھ کر امان معلوم کر لی ہو یا اس زبان کو نہ سمجھے اور اس سے امان کو نہ معلوم کیا ہو صرف آواز سنی ہو جیسے عربی زبان میں ان کو امان دینے کی منادی کر دی حالانکہ وہ لوگ رومی ہیں کہ عربی نہیں سمجھتے ہیں یا نبطی زبان میں ان کو ندائے امان دی حالانکہ یہ لوگ ایسی قوم ہیں کہ نبطی نہیں سمجھتے ہیں اور مثل اس کے تو ایسی صورت میں آواز سن کر وہ مامون ہو جائیں گے اور اگر کافروں نے مسلمانوں کے امان دہی کی آواز نہیں سنی تو ان کے واسطے امان حاصل نہ ہوگی پس اس کا قتل کرنا اور گرفتار کرنا روا ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مقام سے ان کو منادی کی کہ وہاں سے آواز سُن سکتے ہیں مگر دیگر قرائن سے ہر جہت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے آواز نہیں سُنی ہے مثلاً یہ لوگ خواب میں تھے یا قتال میں مشغول تھے تو یہ امان ہوگئی اور معلوم ہونے سے یہاں یہ مراد ہے کہ غالب رائے سے یہ امر معلوم ہوا نہ بعلم حقیقی اور واضح رہے کہ سب کو امان حاصل ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ آواز امان کو سب لوگ سُنیں بلکہ اکثروں کا سُن لینا کافی ہے اور یہ سب کے سُن لینے کے قائم مقام رکھا جائے گا اور اگر مسلمانوں نے کسی حربی سے کہا کہ لاتخف مت خوف کر یا اس سے کہا کہ تو امان یافتہ ہے یا اس سے کہا کہ لاباس علیك تو اندیشہ سختی مت کر تو یہ سب امان ہے اور اگر اُس سے کہا کہ لك امان الله[1] تو امان ہوگی اور اس طرح اگر کہا کہ لك عهد الله یا لك ذمة الله یا اُس سے کہا کہ پڑھ آ اور اللہ تعالیٰ کا کلام سن یا اس سے کہا کہ اتر تاکہ ہم نے بچاؤ دیا تو بھی اس کو امان حاصل ہوگئی اور اگر سردار لشکر اسلام نے کسی جماعت معین سے جو قلعہ میں محصور ہیں کہا کہ تم نکل کر ہماری طرف آؤ ہم تم سے صلح کی بابت مراضت (مساوات، رضامندی) کریں اور تم امان یافتہ ہو یا یہ لفظ نہ کہا کہ تم امان یافتہ نہ ہوں گے اور اگر اُن سے کہا کہ ہمارے پاس اُتر آؤ تو یہ امان ہے اور اگر ان سے کہا کہ ہماری طرف نکلو اور ہم سے خرید و فروخت کرو تو یہ امان ہے اور اگر اہل حرب کسی قلعہ میں یا کسی مضبوط جگہ میں جہاں ان کو پناہ وقوت حاصل ہے موجود ہوں پس کسی مسلمان نے کسی حربی کو اشارہ سے کہا کہ ہمارے پاس چلا آ یا اہل قلعہ کو اشارہ سے کہا کہ تم دروازہ کھول دو اور آسمان کی طرف اشارہ کیا پس اُنھوں نے دروازہ کھول دیا اور گمان کیا کہ یہ امان ہے اور جو فعل اس مرد مسلمان نے کیا ہے وہ مسلمانوں اور ان حربیوں کے درمیان معروف ہو کہ جب ایسا کیا جاتا

---

[1] تیرے واسطے امان اللہ ہے ۱۲۔

ہے تو امان ہوتی ہے یا یہ امر اس طرح ان میں معروف نہ ہوں بہر حال ان مشرکوں کو امان ہو گی اور اگر دشمن کی طرف اپنی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا کہ جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ میرے پاس آؤں حالانکہ یہ اشارہ کرنے والا اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو آئے گا تو میں تجھے قتل کروں گا پس دشمن مذکور چلا آیا تو وہ امان یافتہ ہے اُس کا قتل کرنا روا نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مشرک نے اس کے اشارہ کو سمجھا اور اس کو امان خیال کیا اور اشارہ کرنے والے کے اس قول کو کہ اگر آئے گا تو تجھے قتل کروں گا نہیں سُنا یا سُنا مگر نہ سمجھا ہو اور اگر اشارہ کرنے والے کا یہ قول سُن کر سمجھ لیا ہے پھر بھی چلا آیا تو یہ امان نہ ہو گی اور علی ہذا اگر مسلمان نے کافر سے کہا کہ چلا آتا کہ میں تجھے قتل کر دوں پس کافر نے اوّل کلام سنا اور سمجھ لیا اور آخر کلام نہیں سُنا یا سنا مگر نہیں سمجھا پس چلا آیا تو اس کو امان ہے اور اگر اُس نے آخر کلام سُن کر سمجھ لیا ہے تو امان نہ ہو گی اور علی ہذا اگر مسلمان نے مشرک سے کہا کہ چلا آ اگر قتال کرنا چاہتا ہے اگر تو مرد ہے پس اُس نے اوّل کلام کو سُن کر سمجھ لیا اور آخر کلام کو نہیں سُنا یا آخر کلام کو سُنا اور اُس کو نہیں سمجھا پس چلا آیا تو اس کو امان ہو گی اور اگر اُس نے اوّل و آخر کلام سب سُنا اور سمجھ لیا ہے پھر چلا آیا تو اس کو امان نہ ہو گی اور علی ہذا اگر حربی سے کہا کہ یہاں آ دیکھ تو میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔

اگر حربی نے کہا: آمنو بی اعلی او لادی :

اگر ایک جماعت کفار نے مسلمانوں سے کہا کہ آمنونا علی ذراریناً یعنی ہم کو امان دو بشرط آنکہ ہمارے ساتھ ہماری ذریات بھی امن میں ہوں پس مسلمانوں نے ان کو اس طرح پر امان دی تو وہ لوگ اور ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اگرچہ کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو سب امان میں داخل ہو گی ولیکن اولاد پسران اس امن میں داخل ہو گی اولاد دختران اس میں داخل نہ ہو گی یہ سیر کبیر میں ہے کذا فی الظہیر یہ اور اگر حربی نے کہا کہ آمنو بی اعلی او لادی یعنی امان دو مجھ کو بشرط آنکہ اس میں میری اولاد بھی داخل ہو پس مسلمانوں نے اس کو اس طرح امان دی تو وہ اور اس کی اولاد صلبیہ[ل] سب اولاد میں سے مردوں کی اولاد سب داخل ہوں گی اور عورتوں[(۱)] کی طرف سے جو اس کی اولاد ہو وہ داخل نہ ہو گی اور اگر اُس نے کہا کہ امنو نی علی اولاد او لادی یعنی مجھے امان دو بشرط آنکہ میری اولاد کی اولاد کی اولاد اس میں داخل ہو تو شیخ الاسلام اور قاضی رکن الاسلام علی سغدی نے ذکر کیا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اس صورت میں دختروں کی اولاد از روئے حکم روایت داخل ہوں گی اور اگر اس نے کہا کہ امنونی علی آبادیٔ یعنی مجھے امان دو بشرط آنکہ میرے آباء اس میں داخل ہوں اور اُس کے مادر و پدر دونوں موجود ہیں تو امان میں داخل ہو جائیں گے اور اگر اُس کے مادر و پدر نہ ہوں بلکہ جد و جدہ موجود ہوں تو ان دونوں کے واسطے امان حاصل نہ ہو گی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ان کی زبان میں جس میں وہ باتیں کرتے ہیں جد کو بھی باپ بولتے ہوں جیسے پسر کے پسے کو بیٹا بولتے ہیں تو جد بھی بمنزلہ پسر کے امان میں داخل ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر حربی نے کہا کہ مجھے امان دو بدیں شرط کہ میرے مولیٰ اس میں داخل ہوں حالانکہ اس کے مولیٰ یعنی غلام کوئی نہیں ہے فقط باندیاں ہیں تو استحساناً یہ باندیاں اُس کے ساتھ امان میں داخل ہوں گی :

اگر حربیوں نے کہا کہ امنونا علی ابنائنا یعنی ہم کو امان دو بایں شرط کہ ہمارے ابناء اس میں داخل ہوں حالانکہ ان کے

ل قولہ صلبیہ یعنی خاص اس کی پشت و نطفہ سے بیٹا بیٹی جو کوئی جس قدر ہوں ۱۲۔

(۱) روایت آگئی ہے ۱۲۔

بیٹے و بیٹیاں موجود ہیں تو سب امان میں داخل ہوں گے اور اگر ان کی اولاد نرینہ نہ ہوں بلکہ خاصۃً لڑکیاں ہوں تو وہ کوئی امن میں داخل نہ ہوں گی بلکہ سب مال غنیمت ہوں گی اور اگر انہوں نے کہا کہ امنونا علی بناتنا و اخواتنا یعنی ہم کو امان دو بشرطیکہ ہماری بیٹیاں و بہنیں امان میں داخل ہوں گی تو یہ امان خاصۃً[1] مؤمّون کے واسطے ہوگی اس میں کوئی مذکر ان کی اولاد وغیرہ میں سے داخل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ امنونی علی اخوتی حالانکہ اس کے بھائی اور بہنیں موجود ہیں تو سب کی سب امان میں داخل ہوں گی اور اگر اس کی بہنیں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی مذکر نہ ہو تو بھی سب کی سب امان میں داخل ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر حربیوں نے کہا کہ امنوناعلی ابنائنا حالانکہ ان کے صلبی فرزند و پسروں کے پسر موجود ہیں تو ہر دو فریق امان میں داخل ہوں گے اور اگر ان کے صلبی پسر نہ ہوں بلکہ پسروں کے پسر ہوں تو بھی وہ امان میں ہوں گے اور اگر حربیوں نے کہا کہ امنوناعلی ابائنا حالانکہ ان کے باپ نہیں ہیں بلکہ اجداد موجود ہیں تو اجداد اس امان میں داخل نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر اُنھوں نے کہا کہ ہم کو امان دو بشرط آنکہ ہماری مائیں اس میں داخل ہوں حالانکہ ان کی مائیں جنھوں نے ان کو جنا ہے نہیں موجود ہیں بلکہ ان کے جدات موجود ہیں تو یہ عورتیں اس امان میں داخل نہ ہوں گی اور اگر حربی نے کہا کہ مجھے امان دو بدیں شرط کہ میرے موالی اس میں داخل ہوں حالانکہ اس کے موالی یعنی غلام کوئی نہیں ہے فقط باندیاں ہیں تو استحساناً یہ باندیاں اُس کے ساتھ امان میں داخل ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی حربی نے قلعہ کے اندر سے امیر لشکر اسلام سے کہا کہ امنونی علی متاعی مجھے امان دو بشرط آنکہ میری متاع اس میں داخل ہے پس اس طرح اُس کو امان دی تو وہ امن میں ہوگا اور اس کی متاع اُس کے ساتھ امن میں ہوگی کہ اُس کو سپرد کی جائے گی لیکن متاع میں درہم و دینار و سونا و چاندی و زیور و جواہر و جانوران سواری و ہتھیار[2] داخل نہ ہوں گے اور ان کے سوائے باقی چیزیں کپڑے و فروش و تمام متاع بیت یہ سب شیزیں متاع میں داخل ہوں گی اور استحساناً متاع کے تحت میں بیوت بھی داخل ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر حربی نے کہا کہ مجھے امان دو مع دس نفر کے تو یہ دس سوائے اُس کی ذات کے قرار دیے جائیں گے اور ان دس کی تعیین کا خیار امام کو ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ امنو عشرۃ من اھل بیتی او فی اُس کے عشرۃ من اہل حصنی یعنی میرے اہل بیت کے دس آدمیوں میں یا میرے قلعہ کے دس آدمیوں کے ساتھ میں مجھے امان دو تو اُس کو اور اس کے سوائے اور نو نفر کو امن حاصل ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے امان دو میرے دس بھائیوں کے ساتھ میں تو اُس کو اور اُس کے سوائے اُس کے دس بھائیوں کو امان حاصل ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ فی عشرۃ من ولدی یعنی میری دس اولاد کے ساتھ میں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ امان دو مجھے میرے دس بھائیوں کے ساتھ میں جن میں میں بھی ہوں یا میری دس اولاد کے ساتھ ہیں جن میں میں بھی ہوں تو اس کے سوائے بھی دس نفر کو امان ملے گی اور اگر کہا کہ میرے دس اہل بیت کو جن میں سے میں بھی ہوں یا میرے دس اہل قلعہ کو جن میں میں بھی ہوں تو دس نفر کو امان ملے گی جن میں سے ایک یہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ امان دو مجھ کو میرے موالی کے ساتھ میں حالانکہ اُس کے موالی[3] ایسے ہیں کہ اُنہوں نے اس کو آزاد کیا ہے اور موالی ایسے ہیں کہ جن کو اُس نے آزاد کیا ہے تو یہ امان ان دونوں[4] فریق کو شامل نہ ہوگی بلکہ ایک ہی فریق کو ان میں سے شامل ہوگی اور جس کو اس مستامن نے مراد لیا ہے اسی فریق کو شامل ہوگی یعنی بیان تعیین

---

[1] قولہ خاصۃً موئنوں یعنی امان طلب کرنے والے مع ان کے موئنوں کے خاصۃً بدوں شمول نرینہ اولاد کے ۱۲۔ [2] کیونکہ لفظ متاع کے معنی ہیں یہ چیزیں داخل نہیں ہیں ۱۲۔ [3] موالی جمع مولیٰ اور مولیٰ آزاد کرنے والے اور آزاد کیے گئے دونوں پر بولتے ہیں ۱۲۔ [4] یہ ہمارے نزدیک ہے اور بررائے امام شافعیؒ چاہیے کہ دونوں کو بھی نہ شامل ہوے ۱۲۔

اس مستامن کو ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے کسی کی تعیین کی نیت نہیں کی تھی تو ہر دو فریق استحساناً اس امان میں شامل ہوں گے اور اگر مسلمانوں نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا اور سردار قلعہ نے قلعہ پر سے ظاہر ہو کر کہا کہ مجھے مع میرے دس اہل قلعہ کے امان دو بدین شرط کہ میں قلعہ کو تمہارے واسطے کھولے دیتا ہوں پس مسلمانوں نے کہا کہ تیرے واسطے ایسا ہی ہے پس اُس نے کھول دیا تو وہ مع دس اہل قلعہ کے امن میں ہوگا پھر دس آدمیوں کے معین کرنے کا اختیار اسی سردار قلعہ کو ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میرے واسطے مع میرے اہل قلعہ کے امان کا عقد کرو بدین شرط کہ تم اس قلعہ میں داخل ہو پس اس میں نماز پڑھو پس اسی پر اُس کے ساتھ عقد امان قرار دیا تو مسلمانوں کے لیے اس قلعہ میں سے نفوس واموال میں سے قلیل وکثیر کچھ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اہل حرب میں سے کوئی شخص امان کا طالب ہوا اور اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کا ذکر نہ کیا تو؟

اگر اہل حرب میں سے کسی مرد نے اہل اسلام سے امان طلب کی اور اس کو امان دی گئی پھر اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا اور کہا کہ میری بیوی ہے اور اپنے ساتھ چھوٹے اطفال لایا اور کہا کہ یہ میری اولاد ہے حالانکہ ان کو اپنی امان میں ذکر نہیں کیا تھا بلکہ یہی کہا تھا کہ مجھے امان دو تا کہ میں تمہارے پاس آؤں یا دارالاسلام میں آؤں یا تمہارے لشکر میں آؤں جو دارالحرب میں موجود ہے تو ایسی صورت میں قیاس یہ ہے کہ سوائے اس کے باقی جتنے ہیں سب مال فئی ہوں لیکن یہ امر قبیح ہے پس اُس کے ساتھ ہم ان کو بھی استحساناً امان میں داخل کرتے ہیں اور اسی طرح اگر اُس کے بہت سے مرد وعورت ہوں پس اُس نے کہا کہ یہ میرے رقیق[1] ہیں اور اُنہوں نے اُس کے قول کی تصدیق کی یا وہ لوگ صغیر ہیں کہ اپنے حال سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اس میں اُن کے تصدیق کرنے کی احتیاج نہیں ہے تو اس میں بھی ایسا ہی قیاس واستحسان جاری ہے چنانچہ بحکم استحسان ہم اُس سے قسم لے کر اُس کے قول کی تصدیق کریں گے اور اس کے ساتھ ان کو بھی مامون قرار دیں گے حالانکہ قیاس یہ ہے کہ یہ سب سوائے اُس کی ذات کے فئی ہوں[2]۔ اسی طرح سواری کے جانوروں اور اجیر مزدور جو اس کے ساتھ آئیں ان میں بھی ایسا ہی حکم بقیاس وباستحسان ہے اور اگر اس کے ساتھ چند مرد ہوں جن کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ میری اولاد ہیں اور اُنہوں نے اُس کی تصدیق کی تو یہ لوگ قیاساً واستحساناً دونوں طرح سے فئی ہوں گے اور اگر اطفال صغیر اس کے ساتھ ہوں اور وہ ایسے ہیں کہ اپنے نفس سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ کون ہیں پس اس حربی نے کہا کہ یہ میری اولاد ہیں اور اُنہوں نے اُس کی تصدیق کی بحکم قیاس وہ فئی ہوں گے اور استحساناً وہ فئی نہ ہوں گے اور اگر ان اطفال نے اُس کی تکذیب کی تو وہ مسلمانوں کے لیے فئی ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ بالغہ عورتیں ہوں اور اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں اور ان عورتوں نے تصدیق کی تو قیاساً فئی ہوں گی اور استحساناً مامون ہوں گی بالجملہ اس جنس کے مسائل میں اصل یہ قرار پائی کہ جو شخص اپنے نفس کے واسطے اپنے آپ امان طلب کر سکتا ہے بلحاظ غالب واکثر کے تو وہ امان میں دوسرے کا تابع نہیں قرار دیا جائے گا اور جو شخص بلحاظ غالب واکثر کے اپنے واسطے امان اپنے آپ نہیں لیتا ہے تو وہ امان میں دوسرے کا تابع کیا جائے گا پس علیٰ ہذا اگر حربی نے اپنے واسطے امان لی تو اس کی ماں وجدہ نہیں وپھوپھیاں وخلائیں و ہر عورت جو اُس کی ذات رحم محرم ہو امان میں اس کے تابع کی جائیں گی اور اس حربی کا باپ وجد و بھائی وغیرہ جو خود امان لیتا ہے ایسے لوگ اس حربی کے ساتھ اس کی تبعیت میں داخل امان نہ ہوں گے اور جو شخص کہ مستامن کے امان تبعیت میں داخل امان ہوتا ہے اگر مستامن کے ساتھ دارالاسلام میں داخل ہوا پس معلوم ہوا کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ اُس نے کہا یعنی مستامن کے ساتھ داخل امان ہونے والے لوگوں میں سے ہے یا مستامن دعویٰ کیا کہ یہ ایسا ہے اور جو ساتھ آیا ہے اُس نے اس کے قول کی تصدیق کی تو بہرحال دونوں

---

[1] مملوک یعنی غلام وباندی ۱۲۔ [2] بدوں قتال ومشقت کے مال ہاتھ آیا ہے ۱۲۔

صورتوں کا حکم یکساں ہے اور وہ اس مستامن کی امان کی تبعیت میں داخل امان ہوگا اور اگر اُس نے اس مستامن کی تکذیب کی تو وہ فئی ہوگا اور اگر پہلے تکذیب کی پھر تصدیق کی تو بھی فئی ہوگا اور اگر پہلے اس کی تصدیق کی پھر تکذیب کی تو اس میں تفصیل ہے کہ اس مستامن حربی کے مملوک رقیق اور اُس کی اولاد صغار جو اپنے نفس سے تعبیر کر سکتے ہیں ہن میں رہیں گے اور اُس کا اجیر وعورت بالغہ اگر اُنھوں نے اول مرتبہ اس کی تصدیق کی تو اپنی ذات پر اُس کے رقیق ہونے کا اقرار نہ کیا کیونکہ مستامن نے خود ہی ان پر رقیت کا دعویٰ نہیں کیا ہے پس وے آزاد باقی رہے پھر جب اس کے بعد اُنھوں نے اس کی تکذیب کی تو اُنھوں نے اپنی ذاتوں پر رقیت کا اقرار کر لیا اور حربی اگر اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کرے تو اُس کا اقرار رقیت صحیح ہوتا ہے اور مسئلہ محصور میں بیان فرمایا کہ اگر محصور نے مسلمانوں سے امان طلب کر لی بدین شرط کہ میں مسلمانوں کے پاس حاضر آؤں گا تو امان میں اُس کا لباس اور جو ہتھیار پہنے ہوئے ہے اور جانور سواری اور جو کچھ روپیہ واشرفی وغیرہ اپنے ساتھ نکال لایا ہے داخل ہوگا یہ استحسان ہے اور ماسوائے اس کے جو کچھ رہا وہ فئی ہوگا پھر واضح ہو کہ اُس کے ہتھیاروں وکپڑوں میں سے اس قدر داخل امان ہوں گے جتنے ہتھیار اُس کے مثل آدمی باندھ سکتا ہے یا جتنے کپڑے اُس کے مثل آدمی پہنتا ہے حتیٰ کہ اگر اُس نے چند کمانیں اپنے مونڈھے پر لگائیں چند تلواریں لٹکائیں یا چند قبائیں پہنیں یا چند عمامہ اپنے سر پر باندھ لیے جیسے کوئی بوجھ لادے ہوئے ہے تو بقدر زیادتی کے اُس کے نہ ہوں گے (بلکہ فئی ہوں گے) یہ محیط میں ہے۔

اگر سردار لشکر اسلام نے امیر قلعہ کے پاس کسی ضرورت سے کوئی ایلچی بھیجا پھر ایلچی وہاں گیا اور وہ مسلمان ہو گئے پھر جب اُس نے پیغام پہنچایا تو کہا کہ امیر لشکر اسلام نے میری زبانی تجھے اور تیرے اہل مملکت کے واسطے امان بھیجی ہے پس تو دروازہ کھول کے یا امیر قلعہ کے پاس دروغ بنایا ہوا سردار لشکر اسلام کی طرف سے خط لیا گیا زبانی یہ امر بیان کیا اور اس بیان کے وقت چند آدمی مسلمان بھی حاضر تھے پس جب امیر قلعہ نے دروازہ قلعہ کھول دیا اور مسلمان اس میں گھس پڑے اور اُنھوں نے لوٹنا وگرفتار کرنا شروع کیا تو امیر قلعہ نے کہا کہ تمہارے ایلچی نے ہم سے بیان کیا کہ تمہارے سردار لشکر نے ان کو امان دی ہے اور ان مسلمانوں نے جو وقت بیان کے حاضر تھے گواہی دی تو یہ سب لوگ امان میں ہوں گے کہ جو کچھ اُن سے لیا گیا ہے وہ سب ان کو واپس دیا جائے گا اور اگر یوں واقع ہوا کہ جو شخص امیر قلعہ کے پاس گیا ہے وہ سردار لشکر اسلام کا ایلچی نہیں ہے بلکہ اُس نے اپنی طرف سے ایک خط جعلی بنایا اور اُس کو لے کر سردار قلعہ کے پاس گیا اور زبانی اُن سے یہ بات بیان کی اور کہا کہ میں سردار لشکر اسلام کا ایلچی اور مسلمانوں کا ایلچی ہوں پھر ایسا واقع ہوا تو یہ سب لوگ مسلمانوں کے واسطے فئی ہوں گے ولیکن امام کو جائز ہے کہ ان لوگوں کا قول قبول کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر سردار لشکر اسلام کے ایلچی نے بعد سردار کے پیغام پہنچانے کے فلاں قائد[1] لشکر نے تم کو امان دی ہے اور مجھے اس امر کے واسطے بھیجا ہے اور مسلمانوں نے تا دروازۂ امیر لشکر تم کو امان دی ہے اور میں نے بھی تم کو قبل اپنے تمہارے پاس داخل ہونے کے تم کو امان دی تھی اور تم کو آواز وندا کر دی تھی اور اس کی اس گفتگو پر قوم حاضرین مسلمان گواہ ہوئی تو اس صورت میں یہ سب فئی ہوں گے بشرطیکہ جو کچھ اُس نے بیان کیا ہے وہ دروغ خبر دی ہو اور اگر کسی مسلمان نے اُس کو کسی حاجت واسطے بھیجا ہو پس ایلچی نے اُس کی ضرورت پوری کر کے کہا کہ جس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اُس نے تم کو امن دی ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر امام نے یا کسی مسلمان نے کسی ذمی کو حکم کیا تو ان حربیوں کو امان دے دے پس اگر ذمی سے یوں کہا کہ ان کو

---

[1] قائد چھوٹا سردار جو کسی گروہ پر افسر ہو یا سردار کے ماتحت نائب ہو ۱۲۔

امان دے دے پس ذمی نے حربیوں سے کہا کہ میں نے تم کو امان دی یا کہا کہ فلاں نے تم کو امان دی تو دونوں یکساں ہیں اور وہ سب امان یافتہ ہو جائیں گے اور اگر ذمی سے کہا کہ تو فلاں نے تم کو امان دی پس ذمی نے ان سے کہا کہ فلاں نے تم کو امان دی تو بھی وہ سب امان یافتہ ہو جائیں گے اور اگر ذمی نے کہا کہ میں نے تم کو امان دی تو یہ باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مسلمانوں نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا پس امیر لشکر نے اہل قلعہ سے کہا کہ اگر کبھی کسی وقت[1] میں تم کو امان دوں تو میری امان باطل ہے یا تو امان باطل ہے یا تو تمہارے واسطے امان حاصل نہ ہوگی یا تو میں نے وہ امان تمہارے سرماری یعنی رد کر دی پھر اُسی امیر لشکر نے ان کو امان دی تو اُس کی امان باطل ہوگی اور اگر امیر لشکر نے کسی منادی کو حکم دیا کہ لشکر میں پکار دے کہ جس نے تم میں سے اہل قلعہ کو امن دی تو اس کی امان باطل ہے پھر کسی مسلمان نے اہل قلعہ کو امان دی تو اس کی امان جائز ہوگی اور اگر منادی کو حکم کیا کہ اہل قلعہ کو پکار کر مطلع کر دے یا خط لکھ بھیجا یا ایلچی بھیج دیا کہ اگر کسی مسلمان نے تم کو امن دیا تو اس کی امان پر اعتماد نہ کرنا کہ اس کی امان باطل ہے پھر کسی مسلمان نے ان کو امان دی اور اہل قلعہ اس کی امان پر قلعہ سے اُتر آئے تو وہ لوگ فئی ہوں گے اور اگر امیر لشکر نے اہل قلعہ سے کہا کہ اگر تم کو کوئی مسلمان امان دے، تو تم کو امان حاصل نہ ہوگی یہاں تک کہ میں تم کو امان دوں پھر ان کے پاس کوئی مسلمان آیا اور کہا کہ میں سردار لشکر کی طرف سے تمہارے پاس ایلچی آیا ہوں کہ تم کو سردار لشکر نے امان دی پس اہل قلعہ اس خبر پر قلعہ سے اُتر کر حاضر ہوئے تو وہ سب امان یافتہ ہوں گے اگرچہ مرد مذکور اس خبر میں کاذب ہو اور اگر اہل قلعہ سے امیر لشکر نے کہہ دیا ہو کہ تم کو امان حاصل نہ ہوگی اگر کسی مسلمان نے تم کو امان دی یا میری طرف سے ایلچی بن کر آیا یہاں تک کہ میں خود تم کو امان دوں اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہوا تو یہ سب لوگ فئی ہوں گے اور اگر امیر نے اس کے پاس ایلچی بھیجا ہو اور اُس نے پیغام امان امیر کا پہنچایا تو وہ لوگ امان یافتہ ہوں گے اور اگر اُن سے کہا کہ جب[2] میں تم کو امان دوں تو میری امان باطل ہے پھر ان کو امان دی تو یہ امان صحیح ہوگی یہ سرخسی میں ہے۔

اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے کسی قلعہ یا شہر کا محاصرہ کیا پس اُنھوں نے مسلمان سے درخواست کی کہ تم ہم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اتار دو یعنی ہم تمہارے پاس آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ہم پر حکم کرے اس شرط پر ہم کو بلاؤ تو مسلمانوں کو اس طرح پر بلانا نہیں چاہیے یہ محیط میں ہے اور اگر مسلمانوں نے ان کو حکم اللہ تعالیٰ پر اُتارا باوجود یہ کہ ان کو ایسا نہ چاہیے تو امام کو چاہیے کہ ان پر اسلام پیش کرے پس اگر وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو سب آزاد ہوں گے (۱) کہ ان کو ان کا مال و عورتیں و اولاد سب سپرد کر دیئے جائیں گے اور ان کا ملک دار اسلام ہو جائے گا اور ان کی اراضی میں سے فقط عشر[3] لیا جائے گا اور اگر اُنہوں نے اسلام سے انکار کیا تو امام ان کو ذمی بنا دے گا اور ان پر جزیہ مقرر کرے گا اور ان کی زمین پر خراج باندھے گا اور یہ لوگ رقیق نہیں بنائے جائیں گے اور نہ قتل کیے جائیں گے اور نہ وہ لوگ اپنی محفوظ جگہ میں واپس کیے جائیں گے اور اگر مسلمانوں میں سے کسی ایک معین کے حکم پر اُترے تو یہ جائز ہے پس اگر اس مسلمان نے ان پر قتل کا یا رقیق بنائے جانے کا یا ذمی بنائے جانے کا حکم کیا تو یہ حکم جائز ہوگا اور اگر اُس نے یہ حکم کیا کہ اپنی جگہ پر واپس کر دیئے جائیں تو یہ حکم نہیں جائز ہے اور اگر فلاں مذکور قبل اس کے کہ ان کے حق میں کچھ حکم کرے مر گیا یا قتل کیا گیا تو وہ لوگ ایسے ہو جائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اُترے یعنی ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو حکم اللہ تعالیٰ پر اُتر آنے

---

[1] شامل ہے تمام زمانہ و وقتوں کو ۱۲۔ [2] جب سے احاطہ عموم اوقات و زمانہ کا نہ ہوگا لہٰذا بعد وقت یا مجلس کے اس کا حکم نافذ نہ رہے گا پس امان صحیح ہوگی ۱۲۔
[3] جس کو ہمارے عرف میں محصول و لگان بولتے ہیں ۱۲۔

(۱) جیسے اراضی اسلام کا حکم ہوا ۱۲۔

کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر اس مسلمان نے اپنے آپ کو حکومت سے خارج کیا یعنی کہا کہ میں ان کے حق میں حکم ہونے سے خارج ہوتا ہوں تو وہ خارج ہو جائے گا اور اگر اُس نے پہلے یہ حکم کیا کہ واپس کر دیئے جائیں پھر ان کے قتل کیے جانے کا حکم کیا تو استحساناً نہیں صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کافروں نے امان کی درخواست کی بدیں شرط کہ ہم پر ایمان پیش کیا جائے پس اگر ہم قبول کر لیں تو خیر ورنہ ہم اپنی جائے محفوظ میں واپس کر دیے جائیں تو امام المسلمین پر اُسکا قبول کرنا واجب ہے:

اگر انھوں نے کسی مسلمان کو بطور مذکور حکم قرار دیا لیکن یہ مسلمان بسبب اپنے فسق کے یا بسبب محدود القذف[1] ہونے کے ایسا ہے کہ اس کی گواہی روا نہیں ہے تو ان کے حق میں اس کا حکم جائز ہوگا خواہ ان کے قتل کیے جانے کا یا رقیق بنائے جانے کا یا سوائے اس کے اور حکم کرے[2] یہ محیط میں ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ اگر اہل حرب کسی ایسے شخص کے حکم پر اترے جو محدود القذف ہے یا اندھا ہے تو یہ جائز نہیں[3] ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر انہوں نے کسی غلام یا طفل آزاد کو جو عاقل ہو گیا ہے حکم ہے تو اس کا حکم جائز نہ ہوگا اور اگر باوجود اس کے وہ اس کے حکم پر اترے تو ذمی بنائے جائیں گے جیسے حکم اللہ تعالیٰ پر اترنے کی صورت میں ہے۔ اگر وہ کسی ذمی کے حکم پر اترے پس اس ذمی نے قتل کیے جانے وان کی عورتیں و بچہ رقیق بنائے جانے کا یا اس کے اور حکم کیا تو جائز ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر کیا ہے اور اگر قبل اس کے کہ ذمی کو اپنے اوپر حکم بنادیں وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پھر ان کے حق میں ذمی کا کوئی حکم مثل قتل کیے جانے یا رقیق بنائے جانے وغیرہ کے جائز نہ ہوگا بلکہ اس صورت میں امام المسلمین ان کو آزاد مسلمان قرار دے گا کہ ان کے اوپر کوئی راہ نہ ہوگی۔ اگر انہوں نے کسی عورت کو حکم قرار دیا تو اس عورت کا حکم ان میں سب طرح کا روا ہے سوائے حکم قتل کے کہ اگر عورت مذکورہ ان کے حق میں قتل کیے جانے کا حکم کرے تو قبول نہ ہوگا ایسا ہی زیادات میں مذکور ہے۔ جو مسلمان ان کے ہاتھ میں مقید ہے وہ حکم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور اس طرح جو مسلمان ان کے ملک میں تاجر ہے وہ بھی حکم نہیں ہوسکتا ہے اور اس طرح اگر ان میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر وہیں رہا ہے وہ بھی حکم نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح ان میں کا جو شخص لشکر اسلام میں ہے وہ بھی حکم نہیں ہوسکتا ہے اور سیر کبیر میں لکھا ہے کہ اگر اہل حرب نے یہ شرط کی کہ ہم لوگ فلاں کے حکم پر اترتے ہیں بدیں شرط کہ اگر اس نے ہمارے حق میں کچھ حکم کیا تو یہ حکم پورا ہوگا اور اگر اس نے کچھ حکم نہ کیا تو ہم کو ہمارے مقام حفاظت میں واپس کر دو یا یہ شرط کی کہ ہم فلاں کے حکم پر بدیں شرط اترتے ہیں کہ اگر اس نے ہمارے حق میں یہ حکم کیا کہ یہ لوگ اپنے مقام محفوظ میں واپس پہنچا دیے جائیں تو تم لوگ اس کو پورا کر دو تو مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ ان کو اس شرط پر اتاریں اور اگر انہوں نے اس شرط پر ان کو اتارا تو حاکم کو نہ چاہیے کہ ان کے حق میں یہ حکم کرے کہ اپنے مقام محفوظ میں واپس کر دیے جائیں اور اگر مسلمانوں نے ان کے اس شرط پر اتارا اور حاکم نے ان کے حق میں یہی حکم کیا کہ اپنے مقام محفوظ میں واپس کر دے جائیں تو ہم اس کے حکم کو پورا کریں گے اور اہل حرب کو ان کے مقام محفوظ میں واپس کر دیں گے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر امیر لشکر نے اہل قلعہ میں سے کسی قوم کو امان دی بدیں شرط کہ وہ فلاں کے غلام ہوں اور وے اس امر پر راضی ہوئے اور فلاں کی طرف اتر گئے تو مسلمانوں میں سے جو ان کو لوٹ لے اسی کے واسطے فئی ہوں گے اور فلاں کے بخصوص غلام نہ ہوں گے۔ اگر کافروں نے امان کی

---

[1] کسی کو تہمت زنا لگانے کے سبب سے حد مارا گیا ۱۲۔ [2] مثلاً اگر اس نے حکم دیا کہ واپس کر دیے جائیں تو یہ حکم روا نہیں ہے اگرچہ اس نے حکم دیا اور اپنے عہد سے بری ہو گیا ۱۲۔ [3] پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ۱۲۔

درخواست کی بدین شرط کہ ہم پر ایمان پیش کیا جائے پس اگر ہم قبول کر لیں تو خیر ورنہ ہم اپنی جائے محفوظ میں واپس کر دیے جائیں تو امام المسلمین پر اُس کا قبول کرنا واجب ہے اور اگر اس شرط پر کہ ان پر اسلام پیش کیا جائے وہ لوگ اُترے پس ان پر اسلام پیش کیا گیا مگر اُنھوں نے قبول نہ کیا تو ان کو اختیار رہو گا کہ وہ اپنے قلعہ میں چلے جائیں اور مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ان کو قتل کریں اور ان کی عورتوں و بال بچوں کو گرفتار کر لیں اور اگر ان لوگوں نے بعد انکار اسلام کے ادائے خراج پر رضامندی ظاہر کی تو یہ امر ان کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر وہ لوگ رہا نہ کیے جائیں گے کہ اپنے مقام محفوظ میں جا کر جنگ کریں اور اگر بعضے اہل قلعہ اس شرط پر اُتر آئے کہ فلاں جو کچھ ہمارے حق میں حکم کرے ہم کو منظور ہے پھر ان لوگوں کے قلعہ سے جدا ہونے کے بعد قلعہ مذکور فتح کیا گیا اور جو شخص مقاتل قلعہ میں تھا قتل کیا گیا تو یہ لوگ جو اس شرط سے نکل آئے تھے اپنی شرط مذکور پر ہوں گے اور اگر ان لوگوں نے یہ بھی شرط کی ہو کہ بشرط عدم رضامندی کے ہم لوگ اپنے قلعہ کو واپس کیے جائیں اور حال یہ گذرا ہے کہ قلعہ منہدم کیا گیا ہے تو یہاں سے جو اقرب مقام ایسا ہو کہ اس میں محفوظ ہو سکیں وہاں بھیج دیے جائیں گے اور اگر تمام اہل قلعہ کے اتفاق سے اتنے لوگ اس طرح صلح کے واسطے نکلے ہوں تو مسلمان لوگ اہل قلعہ کو قتل نہیں کریں گے اور اگر اُنھوں نے قتل کیا تو ان پر کچھ کفارہ وغیرہ لازم نہ آئے گا ولیکن اُنھوں نے اساءت[1] کی اور اگر وہ لوگ اس شرط سے نکلے کہ ہمارے حق میں والی بذات خود حکم کرے تو والی مثل لشکر کے ایک سپاہی مسلمان کے ہے پس ویسا ہی اس کا حکم بھی ہوگا۔ اور اگر وہ لوگ علی حکم اللہ تعالیٰ وحکم فلاں اُتر آئے تو یہ مثل اس کے ہے کہ علی حکم اللہ تعالیٰ اُترے اور اگر وہ لوگ علی حکم فلاں وفلاں اُتر آئے پھر ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو اس کے بعد اکیلے دوسرے کا حکم ان کے حق میں روانہ ہوگا اور منتقی میں فرمایا کہ ہاں اس وقت روا ہوگا کہ ہر دو فریق یعنی کفار و مسلمان اس کے حکم تنہا پر رضامند ہو جائیں اور نیز اُسی مقام پر فرمایا کہ اور اسی طرح اگر ہر دو زندہ ہیں مگر دونوں نے حکم میں اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ کسی کا حکم تنہا روانہ ہوگا الا آنکہ ہر دو فریق کسی ایک کے حکم پر رضامند ہو جائیں اور اگر ہر دو حکم میں سے ایک نے حکم کیا کہ ان میں سے لڑنے والے قتل کیے جائیں اور ان کے بال بچے رقیق[2] بنائے جائیں اور دوسرے نے یہ حکم کیا کہ نہیں سب کے سب رقیق بنائے جائیں تو ان میں سے کوئی قتل نہ کیا جائے گا اور سب کے سب مرد عورت و بچے مسلمانوں کے واسطے فئی[3] ہوں گے اور اگر دونوں نے حکم کیا کہ ان میں سے لڑنے والے قتل کیے جائیں اور ان کے بال بچے رقیق بنائے جائیں تو امام المسلمین کو ان کے حق میں اختیار ہے چاہے یہی کرے کہ لڑنے والوں کو قتل اور انکی عورتوں و بچوں کو رقیق کرے اور چاہے سب کو ذمی قرار دے اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کے حکم پر اُتر آئے اور کسی کو معین نہیں کیا تو معین کرنا امام المسلمین کے اختیار میں ہوگا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص افضل ہوگا اُس کو مختار کرے گا اور اگر بعد حکم قرار دینے کے قبل حکم جاری ہونے کے وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو وہ آزاد مسلمان ہوں گے اور اگر حاکم نے ان کے ذمی ہونے کا حکم قبل ان کے مسلمان ہونے کے دے دیا تو اراضی ان کے واسطے خراجی رہے گی اور اگر نے ان کے حق میں یہ حکم کیا کہ ان میں سے جتنے سرکردہ ہیں ان کے غدر کا خوف ہے قتل کیے جائیں اور باقی مرد عورتیں رقیق بنائی جائیں تو ایسا حکم جائز ہوگا اور اگر نے ان کے حق میں یہ حکم دیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں اور عورتیں و بچے رقیق بنائے جائیں پس ان میں سے مرد قتل کیے گئے اور عورتیں و بچے رقیق بنائے گئے تو یہ زمین فئی ہوگی چاہے امام المسلمین اس کو پانچ حصے کر کے ایک حصہ رکھ کر چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دے اور چاہے اس کو اپنے حال پر والی کے قبضہ میں چھوڑ دے اور اس زمین کی آبادانی کے واسطے ایسے لوگوں کو بلائے جو اس کو تعمیر کریں اور اس کا خراج ادا کریں جیسے ذمیوں کی زمین بیکار افتادہ کی نسبت حکم ہے

---

[1] برا و نالائق کام کیا ۱۲۔ [2] غلام و مملوک ۱۲۔ [3] وہ مال غنیمت جو بغیر مشقت ولڑائی کے ہاتھ لگے ۱۲۔

اور اگر اہل حرب کے اُتر آنے کے بعد قبل حاکم کے حکم کے[1] حاکم مر گیا تو یہ لوگ اپنے مقام محفوظ میں واپس کر دیئے جائیں ماسوائے مسلمانوں کے یعنی جو مسلمان ہو گئے ہیں کہ ان میں سے جو آزاد ہیں وہ مفت الگ کر دیئے جائیں گے اور ساتھ لے لیے جائیں گے اور جو لوگ مملوک ہیں وہ قیمت دیکر ان میں سے نکال لیے جائیں گے اسی طرح جو ہمارا ذمی ان کے پاس ہو اور بھی جو ان کا زبردست مسلمان ہو کر ہم سے اعانت چاہے پھر واضح رہے کہ جس صورت میں بموجب شرائط وغیرہ کے یہ واجب ہوا کہ وہ اپنے مقام میں واپس کر دیئے جائیں تو اسی مقام پر واپس دیئے جائیں گے جہاں سے نکال کر ہمارے پاس آئے تھے اور جو مقام اس سے زیادہ مضبوط ہو یا جہاں لشکر زیادہ موجود ہے وہاں واپس نہ کیے جائیں گے یہ محیط میں ہے۔

جس چیز سے امان واقع ہو تو اس چیز کے مثل مضر اور اس سے زیادہ مضر دونوں سے امان ہو گی:

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے اہل قلعہ میں سے کسی شخص سے کہا کہ اگر تو نے ہم کو چنین و چنان رہنمائی کی تو تو امن دادہ شدہ ہے یا کہا کہ تو تجھ کو ہم نے امان دی پھر اُس نے اس طرح رہنمائی نہ کی تو امام کو اختیار ہے چاہے اس کو قتل کر دے اور چاہے اُس کو رقیق بنائے اور اگر اس سے یوں کہا کہ ہم نے تجھ کو امان دی بدین شرط کہ ہم کو چنین و چنان رہنمائی کرے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اُس نے رہنمائی نہ کی تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور اس میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنی امان پر ہو گا کہ امام کو اُس کا قتل کرنا یا رقیق بنانا روا نہیں ہے اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہوا اور اہل حرب کے کسی ایسے قلعہ یا شہر کے نزدیک ان کا گذر ہوا کہ ان مسلمانوں کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اور مسلمانوں نے چاہا کہ ان لوگوں کے سوائے دوسروں کے طرف جائیں پس اہل شہر نے اُن سے کہا کہ تم ہم کو اس بات کا عہد دو کہ ہماری اس نہر سے پانی نہ پیو یہاں تک کہ ہمارے یہاں سے کوچ کر جاؤ بریں شرط کہ ہم تم سے قتال نہ کریں گے اور نہ تمہارا پیچھا کریں گے جس وقت تم کوچ کر جاؤ گے پس اگر ایسا عہد دینے میں مسلمانوں کے واسطے منفعت ہو تو اُن سے یہ معاہدہ[2] کر لیں اور جب اُن سے یہ معاہدہ کر لیا تو ان کو نہ چاہیے کہ اس نہر سے خود پانی پئیں یا اپنے جانوروں کو پلائیں بشرطیکہ بالیقین معلوم ہو کہ یہ ان لوگوں کے پانی کے واسطے مضر ہو گا یا ضرر و عدم ضرر کچھ نہ معلوم ہو اور اگر مسلمان اس پانی کی طرف محتاج ہوں تو ان کو چاہیے کہ یہ معاہدہ ان کے سر پھینک دیں یعنی توڑ دیں اور ان کو مطلع کر دیں اور اگر بالیقین ان کے پانی میں اس وجہ سے ضرر نہ پہنچتا ہو مثلاً پانی بہت کثرت سے ہو تو بدون رد معاہدہ کے مسلمانوں کو روا ہے کہ خود پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور جیسا حکم پانی کے حق میں مذکور ہوا ہے ویسا ہی گھاس و چارہ کے حق میں بھی ہے اور اگر ان لوگوں نے مسلمانوں سے یہ معاہدہ لیا ہو کہ ہمارے کھیتوں و درختوں و پھلوں سے کچھ معترض نہ ہوں اور مسلمانوں نے ان سے یہ عہد کر لیا پھر مسلمانوں کو اُس کی حاجت لاحق ہوئی تو مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ان میں سے کسی چیز سے کچھ معترض ہوں جب تک کہ ان کو عہد رد کر دینے کے بعد اس کی اطلاع نہ دے دیں خواہ یہ امر ان کفاروں کے حق میں مضر ہو یا نہ ہو اور اگر کفاروں نے عہد لیا کہ ہمارے کھیتوں و گھاس کو نہ جلاؤ پس مسلمانوں نے ان سے یہ عہد کر لیا تو مسلمانوں کو واجب ہے کہ اس کو وفا کریں پس ان کے کھیتوں و گھاس میں سے کچھ نہ جلائیں اور اس کا مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں سے اپنے کھانے کی چیز کھائیں اور جانوروں کو چارہ دیں اور اگر انھوں نے یہ عہد لیا کہ ہمارے کھیتوں میں سے نہ کھاؤ اور نہ ہماری گھاس سے چارہ دو اور مسلمانوں نے ان سے عہد کر لیا تو مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ اس میں سے کچھ کھائیں یہ جلائیں یا اپنے جانوروں کو چارہ دیں اور اس جنس کے

---

[1] یعنی جن کو حاکم بدا ہے ۱۲۔ [2] باہم عہد و پیمان کرنا ۱۲۔

مسائل میں اصل یہ ہے کہ جس چیز سے امان[1] واقع ہو تو اس چیز کے مثل مضر اور اس سے زیادہ مضر دونوں سے امان ہوگی اور جو بات اس سے کم مضر ہے اس سے امان نہ ہوگی اور اسی وجہ سے اگر کافروں نے معاہدہ لیا کہ ہماری کھیتیاں نہ جلاؤ اور مسلمانوں نے یہ عہد دیا تو مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ان کھیتوں کو غرق کر دیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کفار شہر نے معاہدہ لیا کہ اس راہ سے نہ گذرو بدین شرط کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے اور نہ قید کریں گے پس اگر یہ عہد دینا مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو عہد دینے میں مضائقہ نہیں ہے پس مسلمان لوگ دوسری راہ اختیار کریں اگرچہ دوسری راہ مسلمانوں پر دور پُر مشقت ہو اور اگر اس کے بعد مسلمانوں نے اسی راہ سے گذرنا چاہا دوسری راہ سے نہیں جاتے ہیں تو مسلمانوں کو یہ اختیار نہیں ہے جب تک کہ معاہدہ توڑ کر ان کو اطلاع نہ دی دیں اور مسلمان بھی ان میں کسی کو قتل یا قید نہ کریں گے اور اس راہ سے گذرنے سے امان ہونا قتل اور قید سے بھی امان ہوگی اور اگر کافروں نے ہم سے عہد لیا کہ ہم ان (جمع دہ علی المشہور) کے دیہات (گاؤں) کو خراب نہ کریں یعنی اُن کی عمارت برباد نہ کریں تو مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے دیہات میں جو متاع وغیرہ از قسم عمارت نہیں ہے ہم پائیں اور لے لیں اور تخریب کرنے سے امان دینا متاع (اس واسطے کہ یہ قلیل الضرر ہے) و اناج وغیرہ سے امان نہ ہوگی اور اگر اُنھوں نے یہ شرط کی کہ جو شخص ہم ان کا قید کریں اس کو قتل نہ کریں تو اس کو اسیر کر لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اُنھوں نے شرط لی کہ ہم ان میں سے کوئی قید کریں تو ہم کو نہ چاہیے کہ ان کو قتل کریں یہ قید کریں یعنی دونوں باتیں ہم کو نہیں کرنی چاہییں ہیں یہ محیط میں ہے۔

اور اگر اہل حرب نے کہا کہ ہم کو امان دو حتیٰ کہ ہم تمہارے لیے دروازۂ قلعہ کھول دیں اور تم داخل ہو بدین شرط کہ تم ہم پر اسلام پیش کرو پس ہم مسلمان ہو جائیں پھر اُنھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ لوگ امن میں ہوں گے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے قلعہ سے نکل آئیں پھر ان کا عہد ان کو رد کر کے اطلاع دے دیں گے اور اگر مسلمانوں نے بھی ان پر شرط لیا ہو کہ اگر تم لوگ اسلام سے انکار کر جاؤ گے تو ہمارے تمہارے درمیان امان نہیں ہے اور وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور باقی مسئلہ بحالہا ہے تو اگر اُنھوں نے اسلام سے انکار کیا تو مضائقہ نہیں ہے کہ ان میں سے لڑنے والے قتل کیے جائیں اور وہ رقیق بنائے جائیں اور اگر ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے انکار کیا تو جو مسلمان ہوا وہ آزاد ہے اور جس نے انکار کیا وہ فئی ہے اور اگر امام المسلمین نے اس پر اسلام پیش کیا اور اُس نے انکار کیا اور وہ فئی قرار دیا گیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کو قتل نہیں کر سکتا ہے لیکن وہ فئی رہے گا اور گر امام نے اس پر اسلام پیش کیا اور اُس نے انکار کیا اور ہنوز اُس پر فئی ہونے کا حکم نہیں دیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تو استحساناً آزاد ہوگا اور گر حربی نے حاضر ہونے کے ارادہ پر یہ شرط کی ہو کہ مجھے تم امان دو بدین شرط کہ تم مجھ پر اسلام پیش کرو پس اگر میں تین روز تک میں مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ میرے واسطے امان نہ ہوگی پس مسلمانوں نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس کو اس وقت سے تین رات دن تک مہلت ہوگی پس اگر مدت گذری اور وہ مسلمان نہ ہوا تو بدون حکم کے وہ فئی ہوگا اور اگر اُس نے اکیلے یہ شرط کی ہو کہ اگر میں تین روز تک مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ میں تمہارا غلام ہوں گا یا تمام اہل قلعہ نے یہی شرط کی تو وہ لوگ جیسے اُنھوں نے شرط کے ساتھ التزام کیا ہے سب مسلمانوں کے اہل ذمہ ہوں گے اور اگر مسلمان نے کافر سے کہا تو امان یافتہ ہے بریں کہ تو اُتر آئے پس تو ایمان لائے تو وہ بعد چلے آنے کے قبل اسلام لانے کے امان یافتہ ہوگا پس اُس کو اس کی حفاظت گاہ میں پہنچا دینا واجب

---

[1] مثلاً کھیتی میں سے نہ کھانے پر معاہدہ ہوا پس امان دی کہ نہ کھائیں گے تو یہ امان اس کے کھانے اور اس کے جلانے اور اس کو تباہ کر دینے وغیرہ سب سے امان ہوگی خواہ کھانا ہو یا کھانے کے مثل مضر امر ہو مثلاً نوچ ڈالنا یا اس سے بڑھ کر مثلاً آگ لگا دینا وغیرہ ۱۲۔

ہوگا اگر مسلمان نہ ہو جائے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو امان یافیہ ہے بریکہ اُتر آئے پس تو ہم کو سو دینار دے پس اُس نے قبول کیا اور چلا آیا پھر اُس نے دینار دینے سے انکار کیا تو بھی اس کا اس کے مامن میں پہنچا دینا واجب ہے اس واسطے کہ اوّل صورت میں یہ امان معلق بشرط قبول اسلام اور دوم میں معلق بادائے دینار ہے پس جب وہ چلا آیا اور قبول کیا تو وہ امان یافتہ ہوگا اور دینار اُس کے ذمہ ہوں گے پس جب اُس نے دینار دینے سے انکار کیا تو قید خانہ میں رکھا جائے گا تاکہ ان کو ادا کرے مگر وہ فئی نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے حق میں امان ثابت ہو گئی ہے پس جب اُس نے کسی وقت دینار ادا کر دیئے تو اُس کی راہ چھوڑ دینی واجب ہوگی تاکہ وہ اپنے مامن میں پہنچ جائے اور یہ دینار اُس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوں گے الا اسلام لانے سے یا ذمی بن جانے سے اور اسی طرح اگر اُس نے صلح کی ہو بدین شرط کہ تم کو ایک راس دیں گے تو اس پر واجب ہوگا کہ اوسط درجہ کا ادا کرے یا اُس کی قیمت ادا کرے اور اگر حربی نے مسلمانوں سے کہا کہ مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمہارے پاس آؤں پس میں نے تم کو سو دینار دوں گا اور اگر تم کو نہ دوں تو میرے واسطے امان نہیں ہے یا یوں کہا کہ اگر میں قلعہ سے اُتر کر تمہارے پاس آیا اور میں نے تم کو سو دینار دے دیئے تو میں امان یافتہ ہوں پھر وہ اُتر کر چلا آیا اور مسلمانوں نے اس سے دینار طلب کیے پس اُس نے دینے سے انکار کیا تو قیاساً وہ فئی ہوگا مگر استحساناً فئی نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ امام المسلمین کے حضور میں پیش کیا جائے گا پس امام اس کو حکم کرے گا کہ مال ادا کرے پس اگر اُس نے ادا کیا تو خیر (وہ امان یافیہ ہوگا) ورنہ اُن کو فئی قرار دے گا اور اگر محصور[1] لوگوں میں سے کسی شخص نے کہا کہ تم مجھے امان دو حتیٰ کہ میں تمہارے پاس اُتر آؤں بدوں شرط کہ میں تم کو نفر قیدیوں کی طرف کسی مقام پر رہنمائی کروں گا پس مسلمانوں نے اسی شرط پر اس کو امان دی پھر جب وہ اتر آیا تو اُن کو اس مقام پر لے آیا مگر دیکھا تو وہاں کوئی قیدی نہیں ہے۔ پس اُس نے کہا کہ قیدی یہاں تھے مگر کہیں چلے گئے مگر میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ کہاں چلے گئے تو یہ شخص اپنے قلعہ میں یا جہاں سے وہ آیا ہے وہیں پہنچا دیا جائے گا اور جو شخص حربی ہمارے قبضہ میں اسیر ہے اگر اُس نے کہا کہ مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمھیں سو راس نفر کی طرف رہنمائی کروں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے پھر اُس نے مسلمانوں کی رہنمائی نہ کی تو امام کو اختیار ہوگا کہ اس کو قتل کر دے یعنی وہ امان یافتہ نہ ہو جائے گا اور اگر محصور نے کہا کہ مجھے امان دو کہ میں تمہارے پاس آؤں بدین شرط کہ میں تم کو سو راس نفر قیدیوں کی طرف کسی مقام پر رہنمائی کروں گا بدین شرط کہ اگر میں سو نفر کی طرف رہنمائی نہ کروں تو میں تمہارے واسطے فئی یا رقیق ہوں گا پھر اس نے شرط وفا نہ کی تو وہ مسلمانوں کے واسطے فئی ہوگا مگر مسلمانوں کو اُس کا قتل کرنا روا نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ تم مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمہارے پاس آؤں پس تم کو ایسے گاؤں کی رہنمائی کروں جس میں سو راس بردے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان کو مسلمان پہلے پا چکے تھے یا اس کی رہنمائی سے پہلے وہ جانتے تھے اگرچہ پائے نہ تھے تو اس کی رہنمائی کچھ نہ ہوگی اور وہ فئی ہوگا اور اگر وہ مسلمانوں کو راہ سے لے گیا اور مسلمان اس راہ چلے پھر قبل وہاں تک پہنچنے کے مسلمان پہچان گئے یا مرد مذکور نے مسلمانوں کو اس جگہ کا پتا بتا دیا اور خود ان کے ساتھ نہ گیا پس مسلمان اس کے بتے پر گئے یہاں تک کہ اُنھوں نے یہ قیدی[2] پائے تو یہ اس کی رہنمائی میں داخل ہے اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے امان دو بدین شرط کہ میں تمھیں ایسے بطریق کی رہنمائی کروں کہ تم اس کے عیال و اولاد تک پہنچ جاؤ اور اگر ایسا نہ کروں تو میرے واسطے امان نہیں ہے پھر جب وہ اُتر آیا تو دیکھا کہ مسلمانوں نے بطریق پالیا ہے پس کہا کہ یہی راستہ ہے جس کے بتلانے کا میں نے قصد کیا تھا تو کچھ نہیں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ بدین شرط یہ اُن کو اس قلعہ کے بطریق کی رہنمائی کروں اور وہ قلعہ سے

---

[1] محصور وہ جن کو چاروں طرف سے حصار میں اس طرح گھیرا کہ ان کو کسی جانب نکلنے کی راہ نہیں ۱۲۔ [2] واضح رہے کہ قیدیوں سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مقید ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ میں رہنمائی کروں گا کہ سو جرے تمہارے ہاتھ آئیں گے ۱۲۔

رہنمائی کرتا ہوا اُتر آیا یہاں آ کر دیکھا کہ مسلمان لوگ اس راستہ کو پا گئے تھے تو وہ امن یافتہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے کسی قلعہ یا شہر کی یا اس قلعہ یا اس شہر کی رہنمائی کا التزام کر لیا ہو تو ایسی صورت میں یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب : ④

غنائم اور اس کی تقسیم کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل : ①

غنائم کے بیان میں

مالِ غنیمت اور مالِ فئے میں فرق:

واضح ہو کہ غنیمت اس مال کا نام ہے جو کافروں سے قہر وغلبہ لیا گیا اور حالیکہ لڑائی قائم ہے اور فئی اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بغیر قتال کے لیا گیا جیسے خراج وجزیہ وغیرہ اور غنیمت سے پانچواں حصہ لیا جاتا ہے اور فئی میں سے نہیں لیا جاتا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور جو مال کافروں سے بطور ہدیہ یا سرقہ[1] یا اچک لینے یا ہبہ کے حاصل ہوتا ہے وہ غنیمت نہیں ہے بلکہ وہ خاصکر لینے والے کا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کافران اہل حرب کے شہروں میں سے کسی شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے قبل اس کے کہ مسلمان لوگ اُن پر لڑائی میں غالب آئیں تو وہ سب آزاد مسلمان ہوں گے کہ اُن پر یا ان کی اولاد دو عورتوں پر یا اُن کے اموال پر کوئی راہ نہیں ہے اور اُن کی اراضی پر مثل اراضی اسلام کے عشر مقرر کیا جائے گا نہ خراج یعنی پیداوار میں سے دسواں حصہ لیا جائے گا اور اسی طرح اگر قبل مسلمانوں کے غالب ہونے کے وہ لوگ ذمی ہو گئے تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس قدر فرق ہے کہ اس صورت میں اُنکی اراضی پر خراج مقرر کیا جائے گا اور نیز ان پر ہر نفر پر جزیہ موافق قاعدہ کے مقرر کیا جائے گا اور اگر مسلمان ان پر غالب ہو گئے اور بعد مسلمانوں کے غالب ہو جانے کے وہ اسلام لائے تو امام المسلمین کو ان کے حق میں اختیار ہے چاہے اُن کو اور ان کے مالوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دے اور اس صورت میں پہلے پانچواں حصہ ان میں سے نکال لے گا اور وہ واسطے یتیموں اور مسکینوں اور ابناء السبیل[2] وغیرہ کے رکھے گا اور چار و پانچویں حصے ان مجاہدین میں تقسیم کر دے گا جیسے مال غنیمت تقسیم ہوا ہے اور اس اراضی[3] پر عشر مقرر کرے گا اور اگر چاہے ان پر احسان کرے کہ ان کی گردنیں اور بال بچے اور اموال سب ان کو واپس کر دے اور ان کی اراضی پر عشر مقرر کرے اور اگر چاہے خراج مقرر کرے اور اگر ان لوگوں پر مسلمان غالب آئے پس وہ مسلمان نہ ہوئے تو امام کو اختیار ہے چاہے ان کو رقیق بنا دے پس ان کو ان کے اموال کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دے پس اگر اُس نے تقسیم کا قصد کیا تو اس کل غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر جہاں اس کو رکھنا وصرف کرنا چاہیے رکھے گا اور باقی کو ان مجاہدوں کے درمیان تقسیم کر دے گا اور اس اراضی پر عشر مقرر کرے گا اور چاہے ان میں سے مردوں کو قتل کر کے عورتوں و بچوں و

---

[1] واضح ہو کہ وہ واقع یہ سرقہ نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسے سرقہ سے حاصل ہوتا ہے اس طریقہ سے یا جیسا اچک لے بھاگنے سے حاصل ہوتا ہے اس طریقے سے حاصل کیا گیا ہے اور وہ در حالت قیام حرب کے مثل مال غنیمت کے حلال ہے ۱۲۔ [2] وہ لوگ جو اپنے دیس سے دور ہوں ۱۲۔ [3] اس واسطے کہ وہ لوگ مسلمان ہیں ۱۲۔

مالوں کو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تقسیم کر دے اور چاہے ان کی جانوں وان کے بال بچوں کے ساتھ احسان کرے پس ان کو اور ان کے مالوں کو انہیں کے سپرد کر دے اور موافق دستور شرعی ان پر جزیہ مقرر کرے اور ان کی اراضی پر خراج باندھے کذا فی المحیط خواہ اس زمین کا پانی عشری ہو جیسے بارش کا پانی و چشموں و تالابوں و کنووں کا اور چاہے خراجی ہو جیسے ان نہروں کا پانی جن کو اہل عجم نے کندہ کیا ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر کفار اہل حرب پر جو مغلوب ہوئے ہیں اس طرح احسان کیا کہ ان کی جانیں اور اراضی ان کو سپرد کر دی اور عورتیں و بچے و باقی اموال مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیے تو یہ جائز مگر مکروہ ہے الا اُس صورت میں کہ اُن کے پاس اتنا مال چھوڑ دیا ہو جس سے زراعت کر سکیں اسی طرح اگر یوں احسان کیا کہ ان کی جانیں و اراضی و عورتیں و بچے ان کے سپرد کیے اور باقی تمام اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیئے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے الا آنکہ اُنکے قبضہ میں اس قدر مال بھی چھوڑ دیا جس سے وہ زراعت کر سکتے ہیں تو بغیر کراہت جائز ہے اور اگر فقط ان حربیوں کی جانیں ان کو بخش دیں اور باقی اراضی مع سب اموال دیگر کے غانمین کے درمیان تقسیم کر دیں تو یہ جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُن لوگوں کی اراضی نہ ہو اور امام نے چاہا کہ ان پر ان کو بخشش دینے کے ساتھ احسان کرے تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اور چاہے ان سب کو تقسیم کر دے فقط اراضی رہنے دے اور اراضی کو بمنزلہ مجاہدین پر وقف کی ہوئی کے رکھے اور اگر چاہے اراضی میں اہل ذمہ میں سے دیگر اقوام کو لاکر بسائے اور اس کو خراجی قرار دے خواہ خراج مقاسمہ مقرر کرے یا خراج مقاطعہ اور یہ سب خراج انہیں مجاہدین کو حاصل ہوگا یہ شرح طحاوی سے تاتارخانیہ میں نقل ہے۔

جو لوگ اسیر ہوں ان کے حق میں امام کو اختیار ہوتا ہے چاہے ان کو قتل کر دے اور چاہے رقیق بنا دے:

اگر کسی اہل ذمہ نے اپنا عہد توڑ کر غدر کیا اور اپنی اراضی پر غالب ہو گئے یا مسلمانوں کے ملکوں سے کسی شہر وغیرہ پر قابض ہوئے اور یہ دار بالاتفاق دارالحرب ہو گیا پھر مسلمانوں نے ان کو مغلوب کیا اور امام المسلمین کو اُن لوگوں کے حق میں اختیار حاصل ہوا تو امام چاہے ان پر احسان کرے کہ ان کی جانیں اور اموال و بال و بچے و اراضی کو تسلیم کر دے اور ان کی اراضی پر خراج مقرر کر دے اور چاہے عشر مقرر کرے اور یہ نام کے واسطے عشر ہے درحقیقت یہ خراج ہی ہے اور اسی وجہ سے ایسا عشر مصارف خراج کی جگہ صرف ہوتا ہے اور چاہے دو چند عشر مقرر کرے جیسے حضرت امام عادل عمرؓ نے بنی تغلب کے اوپر مقرر کیا تھا اور اگر امام نے ان میں سے مردوں کو قتل اور عورتوں و بچوں کو تقسیم کر دیا اور اراضی بلا مالکان رہے گی پس اس میں کوئی قوم مسلمان لاکر بسائی کہ وہ مسلمانان غانمین (صاحبان غنیمت) کی مددگاری کریں اور یہ اراضی اُن کے واسطے کر دی تاکہ اس سے مؤنث (مددگاری) ادا کریں تو جائز ہے لیکن یہ فعل برضامندی انہیں لوگوں کے کرے گا کہ جن کو اس اراضی میں منتقل کر کے لانا چاہتا ہے اور جب اس اراضی میں کسی قوم مسلمان کو منتقل کر کے لایا اور یہ اراضی ان کی مملوکہ ہو گئی تو چاہے اس اراضی پر عشر مقرر کرے اور چاہے خراج مقرر کرے اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی قوم مرتد ہو گئی اور وہ اپنے دیار پر یا مسلمانوں کے دیار میں سے کسی دار پر غالب ہوئی اور یہ دار بالاتفاق دارالحرب ہو گیا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے تو ان کے مردان سے سوائے تلوار یا اسلام کے کچھ قبول نہ کیا جائے گا چنانچہ اگر اُنھوں نے اسلام سے انکار کیا تو وہ قتل کر دیئے جائیں گے اور ان کی عورتیں و بچے غانمین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے اور ان پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور ان کی اراضی و اموال بھی درمیان غانمین تقسیم کر دے جائیں گے اور اس اراضی پر عشر مقرر کیا جائے گا اور اگر امام المسلمین کی رائے میں یہ بہتر معلوم ہوا کہ مرد سب قتل کر دیئے جائیں اور عورتیں و بچے ان مجاہدوں کے درمیان تقسیم کر دی اور اراضی تقسیم نہ کی جائے اور اُس نے یہ امر مسلمانوں کے حق میں بہتر دیکھا تو ایسا کر سکتا ہے پھر اس کے بعد اگر

اُس کی رائے میں بہتر معلوم ہو کہ اس زمین میں کوئی ذمی قوم لا کر بسائے کہ وہ اپنی ذات اور اس اراضی کا خراج ادا کیا کریں، تو ایسا کر سکتا ہے پھر جب اُس نے ایسا کر دیا تو یہ اراضی ان ذمیوں کی ملک ہو جائے گی کہ ان کی ذریات (عیال و اطفال و ان کی اولاد) نسلاً بعد نسلٍ اُن کے وارث ہوں گے اور اس کی اراضی کا خراج ادا کرتے رہیں گے پس جاننا چاہیے کہ اس مقام پر ذمیوں کا منتقل کر کے لانا ذکر فرمایا یا بخلاف مسئلہ یا تقدم کے اس وجہ سے کہ ذمیوں کو مرتدوں کے قتل کیے جانے سے کچھ غیظ و غضب لاحق نہ ہوگا اور ماتقدم میں ایسا نہیں ہے اور اگر امام المسلمین کے غالب ہو جانے کے بعد مرتد لوگ مسلمان ہو گئے تو وہ آزاد ہوں گے ان پر کوئی راہ نہ ہو گی لیکن ان کی عورتیں و بچے و اموال کے حق میں امام کو اختیار ہے چاہے ان کو غانمیں کے درمیان تقسیم کر دے اور اراضی پر عشر مقرر کرے اور چاہے انہیں مرتدین مسلمان شدہ کو ان کی عورتیں و بچے و اراضی بطور احسان دے دے اور اراضی پر چاہے عشر مقرر کرے اور چاہے خراج باندھے اور اگر امام نے چاہا کہ ان کی جو اراضی عشری تھی اُس کو عشری رہنے دے اور جو خراجی تھی اُس کو خراجی اپنے حال سابق پر رکھے تو اُس کو یہ بھی اختیار ہے اور اگر ایسے ذمیوں پر جنھوں نے اپنا عہد توڑ دیا تھا یا اہل حرب پر امام غالب آیا اور امام نے چاہا کہ ان کو ذمی بنا دے کہ خراج ادا کیا کریں اور حال یہ ہے کہ قبل ان پر غالب ہونے کے لڑائی کی حالت میں اُن کا مال حاصل ہوا ہے تو یہ مال اُن لوگوں کو واپس نہ کیا جائے گا الا بسبب عذر کے اور عذر فقط یہ ہے کہ یہ لوگ تعمیر (آباد کرنا) اراضی و اُس کی زراعت پر بدون اس مال کے قادر نہ ہوں اور رہا وہ مال جو ان لوگوں کے قبضہ میں موجود رہا ہے پس اگر عمارت اراضی و اس کی زراعت کے واسطے اس مال کی طرف محتاج ہوں تو امام اُس کو ان سے نہ لے گا اور اگر اس کے محتاج نہ ہوں تو امام کو اختیار ہے چاہے اس کو ان سے لے کر غانمین کے درمیان تقسیم کر دے اور چاہے نہ لے مگر اولیٰ یہ ہے کہ یہ مال انہیں کے قبضہ میں چھوڑ دے بغرض ان کی تالیف قلوب (خاطر داری و دل جوئی) کے تاکہ اسلام کی بھلائیوں پر واقف ہو کر مسلمان ہو جائیں اور اسی طرح ان پر غالب آنے سے پہلے ان کی عورتیں یا بچوں میں سے جو کوئی گرفتار کر لیا ہو وہ بھی واپس نہ کیا جائے گا اور بعد ان پر غالب آنے کے جو ان کے پاس ہیں اُن میں سے کوئی ان سے نہ لے گا اور جب امام نے بلاد اہل حرب سے کوئی بلد فتح کر لیا اور اس بلد کو اور اُس کے لوگوں کو مجاہدین فتح کرنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا پھر چاہا کہ ان لوگوں پر ان کی گردنوں و اراضی کے ساتھ احسان کرے یعنی ان کی جانیں ان کے سپرد کرے کہ ذمی رہیں اور ان کی اراضی ان کے ملک میں دے دے بادائے خراج تو امام کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر ان پر اس طرح احسان کر دیا پھر چاہا کہ تقسیم کرے تو یہ اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور جو لوگ اسیر ہوں ان کے حق میں امام کو اختیار رہتا ہے چاہے ان کو قتل کر دے اور چاہے رقیق بنا دے سوائے ایسے اسیروں کے جو مشرکان عرب سے یا مرتدان اسلام سے ہوں کہ اُن سے سوائے اسلام یا تلوار کے اور کچھ قبول نہیں کیا جائے گا اور چاہے ان کو مسلمانوں کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے مگر سوائے مشرکان عرب و مرتدان اسلام کے کہ یہ لوگ ذمی بھی نہیں ہو سکتے ہیں اور جو شخص ان اسروں میں سے مسلمان ہو گیا اُس کے حق میں اور کوئی اختیار نہیں ہے سوائے استرقاق کے کہ اس کو رقیق قرار دے سکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ ان کو دارالحرب میں واپس کر دے۔

مفادات کرنے میں اہل لشکر کی رضامندی شرط ہے:

واضح ہو کہ اگر مسلمانوں میں سے اہل حرب کے ہاتھ میں اسیر ہوں تو اہل حرب کے اسیروں سے مفادات کر لینا یعنی ان اسیروں کو اہل حرب کو دے کر اپنے اسروں کو اُن سے لے لینا امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے کذافی الکافی والمتون لیکن اس میں اختلاف ہے بنابریں زاد میں مذکور ہے کہ کہ صحیح قول امام اعظمؒ کا ہے اتنی اور امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ کافروں کی

قیدی عورتیں یا مرد مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں دے کر مسلمان قیدی سے جو کافروں کے پنجے میں ہیں مفادات کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ان میں سے اظہر روایت یہی ہے کذا فی المحیط اور یہی عامہ مشائخ کا قول ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ مفادات[1] کرنے میں اہل لشکر کی رضامندی شرط ہے اس واسطے کہ اس میں مال عین سے ان کے حق کا ابطال ہے اور اگر ماسوائے مردوں کے اس مفادات سے اہل لشکر نے انکار کیا تو امیر لشکر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دیگر مفادات کرے اور رہے رجال یعنی قیدی مرداں کفار پس اگر ہنوز تقسیم واقع نہ ہوئی ہو تو امیر کو اختیار ہے کہ ان مردوں کو دے کر مسلمان قیدیوں کو چھڑا لے اور اگر تقسیم واقع ہو چکی ہو تو امام کو یہ اختیار نہیں ہے الا برضامندی لشکر۔ اگر بادشاہ کفار کا ایلچی آیا کہ وہ کسی مقام پر اسیروں سے مفادات کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے مسلمانوں سے عہد لیا کہ تم ہم کو امان دو ان قیدیوں کے لانے پر یہاں تک کہ فدیہ کر لینے سے فارغ ہوں اور اگر فدیہ کر لینے پر اتفاق نہ ہو تو ہم ان مسلمان قیدیوں سمیت جو ہمارے ساتھ ہیں واپس آئیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا عہد وفا کریں اور جیسے ان سے مفادات کی شرط کی ہو مفادات کریں خواہ مفادات میں مال دینا شرط کیا ہو یا اور قیدی وغیرہ لیکن اگر مفادات پر باہم رضامندی نہ ٹھہری اور کافروں نے مسلمان قیدیوں کو لے کر واپس جانا چاہا حالانکہ مسلمانوں کو ان پر قوت حاصل ہے تو مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ان کافروں کو چھوڑ دیں کہ وہ مسلمان قیدیوں کو اپنے ملک میں واپس لیں جائیں اور ان پر لازم ہے کہ معاہدہ کی اس شرط کا وفا ترک کریں اور قیدیوں کو ان کے ہاتھوں سے چھڑائیں مگر سوائے اس چھڑا لینے کے اور کسی چیز کا ان سے تعرض نہ کریں یہ محیط میں ہے۔

کافروں سے اس طرح مال کے عوض مفادات کرنا کہ کافروں سے مال لے کر ان کے قیدی رہا کریں تو یہ امر مذاہب مشہورہ میں سے کسی مذہب کے موافق نہیں جائز ہے۔ اگر کافروں کا قیدی جو ہمارے پاس ہے مسلمان ہو گیا تو روا نہیں ہے کہ جو مسلمان ان کی قید میں ہیں ان کے عوض اس سے مفادات کر لے جائے الا اُس صورت میں کہ اس کا دل اس امر سے خوش ہو اور یہ اپنے اسلام پر مامون ہو۔ اسیروں پر احسان کرنا یعنی ان کو مفت چھوڑ دینا روا نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب مشرکوں کے لڑکے اسیر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مائیں اور باپ بھی اسیر ہیں تو ان اطفال سے مفادات کر لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اکیلا طفل اسیر کر کے دار الاسلام میں نکال لایا گیا تو بعد اس کے اس کے ساتھ مفادات کر لینا نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب میں غنیمت تقسیم کر دی گئی کہ طفل کسی مسلمان غازی کے حصہ میں آیا یا اموال غنیمت فروخت کر دیئے گئے یعنی کسی مسلمان نے یہ مال غنیمت خرید لیا تو بھی اس سے مفادات نہیں روا ہے کہ یہ طفل اس شخص کی تبعیت میں جس کے ملک میں بوجہ تقسیم کے یا خرید کے آیا ہے محکوم (اس پر مسلمان ہونے کا حکم بالتبع ہو گیا) باسلام ہو گیا ہے یہ محیط میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے گھوڑے و ہتھیار کفار سے لئے پھر کافروں نے ان کے عوض مفادات کی درخواست کی بایں طور کہ مال لے کر یہ چیزیں ہم کو دے دی جائیں تو ایسا کرنا نہیں جائز ہے اور اگر انہوں نے درخواست کی کہ ہمارا قیدی ہم کو دے دو اور اس کی مفادات میں یہ مرد مشرک لے لو یا دو مشرک لے لو تو مسلمانوں کو ایسا کرنا نہیں جائز ہے۔ جو مسلمان دار الحرب میں اسیر ہوں ان کی مفادات کرا لینا بعوض[1] درہم یا دیناروں کے یا ایسی چیزوں کے جن سے امر جنگ میں تقویت نہیں لے جاتی ہے جیسے کپڑے وغیرہ سے جائز ہے مگر ہتھیار یا گھوڑے دے کر چھڑانا نہیں جائز ہے یہ سراج وہاج میں ہے امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر آزاد مسلمان یا ذمی آدمی نے جو حربی کافروں کے پنجہ میں دار الحرب میں قید ہے کسی مسلمان یا ذمی سے جو امان لے کر دار الحرب میں گیا ہے کہا کہ مجھے فدیہ دے کر ان

سے چھڑا لے یا مجھے ان سے خرید لے پس اس نے ایسا ہی کیا اور اس کو دارالاسلام میں نکال لایا تو وہ یہاں آزاد ہوگا اس پر ملک کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن جس قدر مال اس قیدی کے فدیہ میں اس نے دیا ہے وہ اس اسیر رہاشدہ کے ذمہ قرضہ ہوگا پس تمام جو کچھ اس نے فدیہ میں دیا ہے اس سے واپس لے گا بشرطیکہ مقدار دیت سے زائد نہ ہو اور اگر اس نے مقدار دیت سے زائد مال اس کے فدیہ میں دیا ہے تو اس پر رہاشدہ سے فقط بقدر دیت کے واپس لے سکتا ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ ہے وہ نہیں لے سکتا ہے۔ قال المترجم یعنی جب اسیر مسلمان یا ذمی نے اپنے خرید لینے کا حکم دیا تو یہ حقیقت میں خرید نہیں بلکہ تفدیہ ہے پس ملک نہ ہوگی جو کچھ فدیہ دیا ہے واپس لے گا مگر جو مقدار دیت یعنی دس ہزار درہم سے زائد ہو وہ نہیں لے سکتا کیونکہ خرید کا حکم ہے پس زائد دیت سے غبن (غبن فاحش یعنی کھلا ہوا نقصان جس کو عام طور پر لوگ جان سکتے ہیں) فاحش ناجائز ہوگا بخلاف حکم تفدیہ کے فافہم۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ بقیاس قول امام اعظمؒ چاہئے کہ جس قدر اس نے اس کے فدیہ میں دیا ہے سب واپس لے لے خواہ مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو اصح یہ ہے کہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سب کے نزدیک وہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے اور علیٰ ہذا اگر اسیر مذکور نے اس سے کہا ہو کہ ہزار درہم فدیہ دے کر مجھے ان سے چھڑا لے اور مامور کو اتنے کے عوض چھڑا لینا ممکن نہ ہوا حتیٰ کہ اس نے زیادہ دے کر چھڑا لیا تو مامور مذکور اس سے فقط ہزار درہم واپس لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر غلام ماذون نے کسی کو حکم کیا کہ مجھے فدیہ کرا دے تو یہ اس ماذون کے مولیٰ پر جائز ہوگا:

اگر اسیر نے مامور سے یعنی جس سے اپنے چھڑانے کے واسطے کہا ہے یوں کہا کہ مجھے ان لوگوں سے فدیہ کرا لے بعوض اس چیز کے جو تیری رائے میں آئے یا جس کے عوض تو چاہے یا یوں کہا کہ مجھے تو ان سے فدیہ کرانے اور میرے فدیہ کرا لینے میں جو تو کرے گا جائز ہوگا تو اس صورت میں جو کچھ وہ اس کے فدیہ میں دے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو سب واپس لے گا اور اگر یہ قیدی غلام ہو یا باندی ہو اور اس نے کسی مسلمان یا ذمی مستامن سے کہا کہ مجھے ان سے خرید لے یا فدیہ کرا لے پس اس نے اس کی قیمت کے مثل یا کم یا زیادہ پر ایسا کر لیا تو یہ جائز ہے اور وہ اس مشتری کا غلام ہوگا۔ اگر غلام نے کہا کہ مجھے میرے واسطے خرید دے پس اگر اس کو اس کے مثل قیمت یا بغبن یسیر خرید دیا اور ان کو خبر دی کہ میں اس کو اس کی ذات کے واسطے خریدتا ہوں تو یہ غلام آزاد ہوگا کہ اس پر ملک کی کوئی راہ نہ ہوگی پھر مامور کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس نے اس غلام کو فدیہ میں دیا ہے اس سے واپس لے یہ محیط میں ہے۔ اگر مکاتب نے کسی شخص کو حکم دیا کہ مجھے فدیہ کرا دے پس اس نے فدیہ کرا دیا تو جس قدر اس نے فدیہ میں دیا ہے مکاتب سے واپس لے گا اور اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز (جو مال کہ بدل کتابت مقرر ہوا تھا اس کو ادا نہ کر سکا) ہو گیا تو مال مذکور اس کی گردن پر قرضہ ہوگا یعنی اس کے عوض وہ مولیٰ کے پاس سے فروخت کرایا جا سکتا ہے۔ اگر مکاتب نے اس کو حکم دیا کہ مجھے پانچ ہزار درہم کے عوض فدیہ کرا دے حالانکہ اس کی قیمت ہزار درہم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے قول کے موافق نہیں جائز ہے الا بقدر ہزار درہم کے لیکن یہ اس وقت تک ہے کہ وہ آزاد نہیں ہوا ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی کو حکم کیا کہ مجھے فدیہ کرا دے تو یہ اس ماذون کے مولیٰ پر جائز ہوگا یعنی اگر اس نے فدیہ کرا دیا تو جو مال دیا ہے وہ اس ماذون کے مولیٰ سے نہیں لے سکتا ہے اور نہ اس ماذون کے رقبہ سے وصول پا سکتا ہے جب تک وہ مملوک ہے ہاں جب آزاد ہو جائے تو یہ مال اس پر ادا کرنا لازم ہوگا۔ اگر کسی اجنبی نے دوسرے کو حکم کیا کہ جو دارالحرب میں اسیر ہے اس کو خرید لے پس اگر مامور سے یوں کہا کہ اس کو میرے واسطے خرید لے یا کہا کہ اس کو میرے مال سے خرید لے تو مامور اس مال کو جس کے عوض خریدا ہے اس حکم دینے والے سے لے گا اور اگر اس نے یہ لفظ کہ میرے

واسطے یا میرے مال سے نہ کہا ہو تو وہ اس حکم دینے[1] والے سے واپس نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ اس کا خلیط (شریک یا خلیط) ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر قیدی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ مجھے فدیہ کرا دے پھر وکیل نے کسی دوسرے سے کہا کہ اس کو میرے واسطے خرید دے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر وکیل نے اس سے کہا کہ اس کو میرے واسطے میرے مال سے خرید دے تو بھی جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ اس اسیر مؤکل سے یہ مال واپس لے اور اگر وکیل نے دوسرے وکیل سے یوں کہا کہ اس کو خرید اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا میرے مال سے پھر دوسرے وکیل نے خرید ا تو وہ متطوع یعنی احسان کنندہ ہو جائے گا حتیٰ کہ وکیل دوئم کسی سے یہ مال نہیں لے سکتا ہے اور وکیل اوّل بھی اپنے مؤکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک گروہ مسلمانوں نے اپنے چندہ سے مال جمع کیا اور ایک شخص کو دیا کہ وہ دار الحرب میں جا کر حربیوں سے مسلمان قیدیوں کو خرید ے تو یہ شخص اس ملک کے تاجروں سے دریافت کرے گا پس جس کی نسبت اس کو خبر دی جائے کہ یہ آزاد ہے اور ان لوگوں کے پنجہ میں اسیر ہے تو شخص مذکور اس کو خرید لے گا مگر اسی قدر قیمت دے گا کہ اگر یہ واقع میں غلام ہوتا تو اس مقام پر اس کی کیا قیمت ہوتی پس اسی قدر قیمت سے تجاوز نہ کرے گا یعنی بعوض اس کی مثل قیمت کے یا خفیف زیادتی کے ساتھ خرید سکتا ہے اور اگر شخص مامور نے کسی اسیر کو خرید نا چاہا پس اسیر نے اس سے کہا کہ میرے واسطے مجھے خرید لے پس مامور نے اسی مال سے جو اس کو دیا گیا ہے خرید دیا تو مامور اس مال کا ضامن ہوگا اور اسیر مذکور سے جس کو خرید دیا ہے یہ مال واپس لے گا اور اگر شخص مامور مذکور نے اس اسیر سے جس نے اس سے وقت ارادہ خرید کے یہ کہا تھا کہ مجھے میرے واسطے خرید لے یوں کہا کہ میں تجھے بعوض اس مال کے جو مجھے دیا گیا ہے بغرض حصول ثواب خریدوں گا پھر اس کو خرید ا تو مالکان مال کے واسطے خرید نے والا ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ دار الحرب میں سے ایک اس پر معین آزاد یعنی مثلاً خالد کو بعوض مال مسمّیٰ کے یعنی مثلاً بعوض ہزار درہم کے خرید ے پس عمرو نے خالد کو خرید ا تو خالد پر عمرو کے واسطے اس مال سے کچھ واجب نہ ہوگا۔ ہاں عمرو کو یہ اختیار ہوگا کہ زید سے یہ مال واپس لے بشرطیکہ زید نے اس کے واسطے اس مال کی ضمانت کر لی ہو یا یہ کہا ہو کہ اس کو میرے واسطے خرید دے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا ہو کہ تو خالد کو خالد کی ذات کے واسطے خرید اور اس کے ثواب کی اللہ تعالیٰ سے امید رکھ تو عمرو زید سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

دار الحرب سے واپسی ہو تو کفار کے ظروف و اثاث میں سے ہر چیز کو اس طرح توڑے کہ بعد شکستہ ہونے کے وہ نفع کے لائق نہ رہیں:

ایک شخص دار الحرب میں داخل ہوا اور اس کے پاس اس قدر مال ہے کہ اس سے فقط ایک قیدی خرید سکتا ہے تو عالم اسیر کے خرید نے سے جاہل قیدی کا خرید نا افضل ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ جب امام المسلمینؒ نے دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف عود کرنا چاہا اور حال یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کثرت سے مویشی ہیں کہ ان کو دار الاسلام میں لانے پر قدرت نہیں ہے تو یہ نہ کرے کہ ان کی کونچیں کاٹ کر وہاں چھوڑ ے بلکہ ان کو ذبح کر کے جلا دے اور ہتھیاروں کو بھی جلا دے اور جو ہتھیار ایسے ہوں کہ سوختہ نہ ہو سکیں مثلاً لوہے کے ہیں تو ان کو ایسی جگہ دفن کر دے جہاں کفار واقف نہ ہوں یہ کافی میں ہے۔ کفار کے ظروف و اثاث میں سے ہر چیز کو اس طرح توڑے کہ بعد شکستہ ہونے کے وہ نفع کے لائق نہ رہیں اور روغنوں اور تمام سیالی چیزوں کو اس طرح بہائے کہ پھر اہل

---

[1] اور واضح ہو کہ وہ اس اسیر سے کسی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے ۱۲۔

کفر اس سے انتفاع حاصل نہ کر سکیں اور یہ سب امور اس واسطے کرے کہ اہل کفر گھٹ کر جلیں اور رہے قیدی پس جب ایسے ہوں کہ ان کو دارالاسلام میں منتقل کر لانا متعذر ہو تو ان میں سے مردوں کو قتل کر دے اگر وہ اسلام نہ لائیں اور عورتوں و بچوں کو اور بوڑھوں کو ایسی زمین میں چھوڑ دے کہ وہاں بھوک و پیاس سے مر جائیں۔ اس واسطے کہ ان کا قتل کرنا تو متعذر ہے کیونکہ ممانعت ہے اور ان کا باقی رکھنا غیر موجہ ہے اور اسی واسطے جب مسلمان لوگ دارالحرب میں سانپ یا بچھو پائیں تو یہ کریں گے کہ بچھو کی دم کاٹ دیں گے اور سانپ کے دانت توڑ دیں گے اور ان کو بالکل قتل نہ کریں گے تاکہ جب تک مسلمان وہاں ہیں تب تک مسلمانوں سے انکا ضرر دفع ہو اور پیچھے ان کی نسل باقی رہے تاکہ موجب ایذا کے کفار ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ واضح ہو کہ اصل یہ ہے کہ جب تک غنائم دارالاسلام میں نہ آ جائیں کہ جس سے محرز ہو جاتے ہیں تب تک وہ مملوک نہیں ہو جاتے ہیں کذا فی محیط السرخسی اور اس اصل پر چند مسائل بنی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر مجاہدین غانمین سے کسی شخص نے غنیمت کی باندیوں میں سے کسی باندی سے وطی کی پس اس کے بچہ پیدا ہوا اور وطی کرنے والے نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور عقر[1] واجب ہوگا اور یہ باندی اور بچہ اور یہ عقر ان سب غانمین کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مال غنیمت امام نے دارالحرب میں تقسیم کر دیا پھر کوئی مجاہد جس کو غنیمت کا حصہ ملا ہے دارالحرب ہی میں مر گیا قبل اس کے کہ اس کا حصہ غنیمت دارالاسلام میں آ جائے تو اس مال کی اس کے ورثہ میراث نہ[2] پائیں گے۔ از انجملہ یہ ہے کہ اگر غنیمت میں سے کوئی چیز کسی غازی نے تلف کر دی تو ہمارے نزدیک وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر امام نے بدوں اپنے[3] اجتہاد کے اور بدوں حاجت غازیوں کے مال غنیمت تقسیم کر دیا تو ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہے یہ تبیین میں ہے۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ متصل بدارالاسلام نہ ہو اور جس صورت میں کہ متصل بدارالاسلام ہو اور امام نے اس کو فتح کر لیا اور اس پر احکام اسلام جاری کئے تو تقسیم کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر امام نے غنیمت کو دارالحرب میں اپنے اجتہاد سے یا بسبب حاجت غازیوں کے تقسیم کر دیا تو قسمت صحیح ہے اور دارالاسلام میں غنیمت نکال لائے جانے کے بعد جو غازی مرا ہے اس کا حصہ اس کے وارثوں کے واسطے میراث ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ جو مدد مسلمانوں کی دارالحرب میں جا ملی ہے یہ لشکر مدد بھی اس غنیمت میں ان کا شریک ہوگا اور ان کی شرکت جب ہی منقطع ہوگی کہ جب یہ غنیمت دارالاسلام میں محرز ہو چکی ہو یا دارالحرب میں تقسیم ہو گئی ہو یا امام نے غنیمت کو فروخت کر دیا ہو۔ اگر لشکر نے دارالحرب میں سے کوئی شہر فتح کیا اور ان پر غالب ہو گئے پھر ان لوگوں سے مددی لشکر جا ملا تو مدد والے ان لوگوں کے ساتھ غنیمت میں شریک ہوں گے اس واسطے کہ یہ شہر بلاد اسلام میں سے ہو گیا۔ بازاری[4] آدمیوں کے واسطے سہم نہیں ہوتا ہے الا اس صورت کہ وہ قتال کریں پس اگر وہ قتال کریں تو ان کو حصہ غنیمت ملے گا اور سوار و پیادہ کی حالت اس وقت کی معتبر ہے جس وقت اس نے قتال کیا ہے یعنی اگر سواری کی حالت میں قتال کیا ہے تو اس کو حصہ سوار ملے گا اور اگر پیادہ قتال کیا ہے تو حصہ پیادہ ملے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اسی طرح جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا تھا اور لشکر اسلام داخل ہونے پر وہ لشکر میں آ گیا اور جو مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا تھا تو بہ کر کے لشکر میں آ گیا اور جو

---

[1] وہ مال جو نکاح غیر صحیح کی وطی اور وطی شبہ سے مرد پر لازم ہوتا ہے ۱۲۔ [2] اصل یوں ہے کہ اگر کوئی غانم قبل اس کے غنیمت دارالاسلام میں آ کر محرز ہو جائے مر گیا تو اس کے وارث اس کے حصے غنیمت کے وارث نہ ہوں گے ۱۲۔ [3] امام عالم کامل ہے اس کے اجتہاد میں یہ ٹھیک معلوم ہوا کہ غنیمت بدوں اور دارالاسلام کے ملک نہیں ہو جاتی ہے پس اس نے تقسیم کر دی تو یہ روا ہے ۱۲۔ [4] لشکر اسلام میں بازاری جو ہمیشہ ساتھ رہیں اور سہم یعنی جیسے سوار و پیادہ کے واسطے ایک سہم و دو سہام مقرر ہیں ۱۲۔

امان لے کر دار الحرب میں تجارت کے واسطے گیا تھا اور لشکر اسلام میں ملحق ہو گیا تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ اگر انہوں نے شامل ہو کر قتال کیا تو مستحق حصہ غنیمت ہوں گے ورنہ ان کو کچھ نہ ملے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ واضح رہے ردء[1] اور مقاتل دونوں یکساں ہیں[2] یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر امام کو ضرورت ہوئی کہ غنیمت بار کر کے دار الاسلام میں منتقل کیا جائے اور مال غنیمت میں جانورانِ بار برداری ہیں تو امام اس مال غنیمت کو ان پر لاد کر دار الاسلام میں منتقل کرائے گا:

اگر لشکر اسلام کے ساتھ اجیر ہوں یعنی مسلمان مزدور ہوں کہ ان کو کسی نے خدمت کے واسطے مزدور کر لیا ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے خدمت ترک کر کے کفار سے قتال کیا تو وہ مستحق سہم ہوا اور اگر اس نے خدمت ترک نہیں کی ہے تو اس کے واسطے کوئی استحقاق نہیں ہے دراصل یہ ہے کہ جو شخص قتال کے واسطے داخل ہوا وہ مستحق سہم ہے خواہ اس نے قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو اور جو شخص غیر قتال کے واسطے داخل ہوا وہ مستحق نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ وہ قتال کرے اور قتال کی اہلیت بھی رکھتا ہو اور جو شخص لشکر کے ساتھ قتال کے واسطے داخل ہوا پھر اس نے قتال کیا یا مرض وغیرہ کی وجہ سے قتال نہ کیا تو اس کے واسطے اس کا سہم غنیمت ہوگا اگر پیادہ ہے تو پیادہ کا حصہ اور اگر سوار ہے تو سوار کا حصہ اور جو شخص قتال کے واسطے داخل ہوا پھر کفار کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا پھر قبل اس کے کہ غنیمت دار الاسلام میں نکال لائی جائے وہ رہا ہو گیا تو اس کے واسطے اس کا سہم غنیمت ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر امام کو ضرورت ہوئی کہ غنیمت بار کر کے دار الاسلام میں منتقل کیا جائے اور مال غنیمت میں جانورانِ بار برداری ہیں تو امام اس مال غنیمت کو ان پر لاد کر دار الاسلام میں منتقل کرائے گا۔ اگر مال غنیمت میں جانورانِ بار برداری نہ ہوں لیکن امام کے ساتھ بیت المال میں سے جانور وغیرہ بار برداری فاضل ہیں تو ان پر لاد کر منتقل کرائے اور اگر امام کے ساتھ فاضل بار برداری نہ ہوں لیکن غنیمت حاصل کرنے والوں میں سے ہر ایک کے ساتھ فاضل بار برداری ہے پس اگر ان کی خوشی ہو تو اجرت پر ان کی بار برداری پر مال غنیمت لاد لائے اور اگر ان کی خوشی نہ ہو تو اجرت سے ان پر لاد لانے کے واسطے ان مالکوں پر جبر و اکراہ نہیں کرے گا یہ سیر صغیر میں ہے اور سیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام ان لوگوں کو ان کی بار برداریوں پر اجر المثل کے عوض اس مال کے لادنے پر مجبور کرے گا اور اگر غانمین میں سے ہر ایک کے واسطے فاضل بار برداری نہ ہو بلکہ بعض کے ساتھ فاضل بار برداری ہو پس اگر مالک خوشی سے راضی ہوا کہ اجرت پر کل غنیمت اس کی بار برداری پر لادا یا جائے تو جائز ہے اور اگر وہ خوش نہ ہو تو بنا بر روایت سیر صغیر کے اس کو مجبور نہیں کر سکتا اور بنا بر روایت سیر کبیر کے اس کو اس کام پر مجبور کرے گا۔ یہ محیط میں ہے اور مضائقہ نہیں ہے کہ دار الحرب میں لشکر کو علوقہ دے اور جو طعام اہل لشکر پائیں وہ کھا دیں، اور یہ مثل روٹی و گوشت اور اس چیز کے جو طعام میں مستعمل ہوتی ہے جیسے گھی اور شہد و روغن زیتون و سرکہ اور نیز مضائقہ نہیں ہے کہ تدہین[3] کریں ایسے دہن (روغن) سے جو کھایا جاتا ہے مثل گھی و روغن زیتون و سرکہ کے اور مضائقہ نہیں ہے کہ کو اس سے تدہین کرے اور اپنے جانور کی اور جو ادہان[4] کہ نہیں کھائے جاتے ہیں مثل روغن بنفشہ و خیری اور روغن ورد اور اس کے مانند کے تو اس کو روا نہیں ہے کہ اس سے تدہین کرے۔ جو شے نہ کھائی جاتی ہے اور نہ پی جاتی ہے تو اہل لشکر میں سے کسی کو روا نہیں ہے کہ اس سے کچھ انتفاع حاصل کرے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

---

[1] وہ لوگ جو قتال کرنے والوں کے پیچھے ان کی حفاظت و مددگاری وغیرہ کے واسطے مسلح ہوں ۱۲۔ [2] جو لوگ لشکر میں قتال کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے یا کسی گھاٹی پر یا عورتوں و بچوں و مال کے پاس مسلح تیار کھڑے ہیں دونوں یکساں ہیں اگرچہ محافظ رد، اور مال واولاد قتال نہ کرتے ہوں ۱۲۔ [3] کسی عضو میں روغن ملنا جس کو ہمارے عرف میں تیل لگانا بولتے ہیں ۱۲۔ [4] ادہان جمع دہن روغن کو کہتے ہیں ۱۲۔

اگر اہل لشکر کو آگ روشن کرنے کی حاجت ہوئی خواہ پکانے کے واسطے یا صدمہ سردی دفع کرنے کی غرض سے تو مضائقہ نہیں ہے کہ اہل حرب کی لکڑیاں و نرکل وغیرہ جو پائیں وہ جلا دیں بشرطیکہ یہ جلانے کے واسطے رکھی گئی ہوں:

اگر لشکر کے ساتھ تاجر لوگ دار الحرب میں داخل ہوئے جن کا ارادہ قتال کا نہیں ہے تو ان کو روا نہیں ہے کہ طعام میں سے کوئی چیز کھائیں یا اپنے جانوروں کو کھلائیں الا اس صورت میں کہ خرید کر کے دام دے دیں اور اگر ایسے تاجر نے اس میں سے کوئی چیز خود کھائی یا اپنے جانور کو کھلائی تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اس کے پاس اس میں سے کوئی چیز باقی ہو تو اس سے وہ لے لی جائے گی اور رہا لشکر مجاہدین کا تو ان کو مضائقہ نہیں ہے کہ اپنے غلاموں کو جو ان کے ساتھ داخل ہوئے ہیں بدین غرض کے سفر میں ان کے کاموں میں اعانت کریں ایسے کھانے پینے کی چیزوں سے ان کو کھلائیں اور یہی حکم ان مجاہدوں کی عورتوں اور بچوں کا ہے ہاں جو شخص ان مجاہدوں کے ساتھ مزدور خدمت کرنے کے واسطے مقرر ہو کر گیا ہے وہ نہیں کھا سکتا ہے۔ جب بڈھی عورتیں بدین غرض لشکر کے ساتھ داخل ہوئیں کہ لشکر کے بیماروں اور زخمیوں کا علاج کریں تو یہ عورتیں خود کھائیں گی اور اپنے جانوروں کو کھلائیں اور اپنے رفیقوں کو کھلائیں یہ سراج وہاج میں ہے۔ کچھ فرق نہیں ہے ایسے طعام میں کہ جو کھانے کے واسطے مہیا ہو اور ایسے طعام میں جو کھانے کے واسطے مہیا نہ ہو یعنی دونوں طرح کا طعام کھا سکتے ہیں حتیٰ کہ اہل لشکر کو روا ہے کہ گائے، بکریاں اونٹ وغیرہ مویشی کو ذبح کر کے کھائیں اور ان کی کھالیں مال غنیمت میں داخل کر دیں اور اسی طرح حبوب و شکر و فواکہ تر و خشک (گیہوں و چنا و جو وغیرہ) اور ہر شے جو عادت کے موافق کھائی جاتی ہے کھائیں اور یہ اطلاق ایسے شخص کے حق میں ہے جس کے واسطے سہم[1] غنیمت ہو یا وہ رضخ[2] کے طور پر غنیمت سے پانے کی لیاقت رکھتا ہو خواہ وہ غنی ہو یا فقیر ہو اور تاجر و مزدور خدمت کو ایسا کھانا نہ دیا جائے گا الا آنکہ گیہوں کی روٹی یا پکا ہوا گوشت ہو تو ایسی صورت میں تاجر و مزدور کو بھی کھلا دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر لشکر نے چارہ اپنے جانوروں کے واسطے اور طعام اپنے کھانے کے واسطے اور لکڑیاں استعمال کے واسطے اور روغن استعمال کے لئے اور ہتھیار لڑائی کے واسطے دار الحرب سے لے لئے تو ان کو یہ روا نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی چیز فروخت کریں اور نہ ان چیزوں سے تمول حاصل کرنا روا ہے یعنی ان کو ذخیرہ کر کے اپنے وقت حاجت کے واسطے نگاہ نہ رکھیں اور اگر انہوں نے اس میں سے کوئی چیز فروخت کی تو اس کا ثمن مال غنیمت میں داخل کر دیں یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر انہوں نے تل یا پیاز یا ساگ یا مرچ وغیرہ ایسی چیزیں پائیں جو عادت کے موافق بطور تعیش کھائی جاتی ہیں تو ان میں سے تناول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور دواؤں و خوشبو میں سے کچھ استعمال کرنا روا نہیں ہے اور واضح ہو کہ یہ حکم جواز اُسی وقت ہے کہ امام المسلمین نے ان کو کھانے پینے کی چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے سے منع نہ کیا ہو اور اگر امام نے ان کو اُس سے منع کر دیا ہو تو ان کو ایسی چیزوں سے انتفاع حاصل کرنا مباح نہیں ہے اور اگر اہل لشکر کو آگ روشن کرنے کی حاجت ہوئی خواہ پکانے کے واسطے یا صدمہ سردی دفع کرنے کی غرض سے تو مضائقہ نہیں ہے کہ اہل حرب کی لکڑیاں و نرکل وغیرہ جو پائیں وہ جلا دیں بشرطیکہ یہ جلانے کے واسطے رکھی گئی ہوں اور اس کے سوائے اور کام کے واسطے رکھی گئی ہوں یعنی عادت کے موافق ظاہر ہو کہ ایسی چیز جلانے کی نہیں ہے مثلاً لکڑی کے کھوتے اور کھوتیاں بنانے کے واسطے رکھی گئی ہوں اور حال یہ کہ اس کی قیمت ہے تو اس کا استعمال کرنا روا نہیں ہے اور اگر گھوڑوں کے واسطے جو نہ ملیں تو مضائقہ نہیں ہے کہ گیہوں دے

---

[1] یعنی حصے میں سے مستحق حصہ ہو جیسے سوار و پیادہ و لڑائی والا ۱۲۔ [2] جیسے عورتیں کہ ان کے واسطے حصہ غنیمت نہیں ہے مگر رضخ کے طور پر دی جا سکتی ہیں ۱۲۔

اور اگر اس نے دار الحرب میں صابن یا حرض[1] جو احراز میں کی ہوئی ہے پائی تو اس سے انتفاع حاصل نہیں کر سکتا ہے الا بوقت ضرورت اور اگر دار الحرب کی زمین میں حرض لگی ہو اور اس نے اس میں سے کچھ کاٹ لی پس اگر اس کاٹ لی ہوئی کی کچھ قیمت ہو تو اس سے انتفاع نہیں جائز ہے الا بوقت ضرورت اگر اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو اس کو بدون ضرورت لاحق ہونے کے بھی استعمال کر سکتا ہے۔ اگر اہل لشکر میں سے ایک شخص نے کسی آدمی کو اپنے لئے چارہ لانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور وہ کسی مطمورہ کو گیا اور وہاں سے چارہ لایا پھر کہا کہ میری رائے میں یوں آیا ہے کہ میں یہ چارہ تجھے نہ دوں اور اپنے واسطے رکھوں اور تجھ کو تیری اجرت واپس کر دوں اور مستاجر نے ہٹ کی کہ نہیں میں یہ چارہ ہی لوں گا پس اگر اجیر نے یہ اقرار کیا کہ میں یہ چارہ بر بنائے اجارہ لایا ہوں تو اس پر جبر کیا جائے گا کہ مستاجر کو دے درصورتیکہ دونوں اس چارہ کے حاجت مند ہوں یا دونوں اس سے بے پرواہوں اور اگر اجیر[2] کو اس کی حاجت ہو اور مستاجر اس سے بے پرواہ ہو تو اجیر کو اختیار ہے کہ اس کو نہ دے لیکن اجیر کے واسطے اجرت بھی نہ ہوگی اور اگر اس کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا ہو کہ میرے واسطے خشک گھاس کاٹ لائے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے اگر مستاجر[3] اس گھاس سے بے پرواہ ہو اور اجیر کو اس کی ضرورت ہو مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اجیر نے اقرار کیا کہ میں اسی کے واسطے کاٹ لایا ہوں۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر دار الحرب میں کوئی درخت پایا اور اس میں سے لکڑی لی پس اگر اس جگہ اس کی کچھ قیمت ہو تو اس سے انتفاع حاصل کرنا نہیں روا ہے الا اس صورت میں کہ کھانا پکانے یا صدمہ سردی دفع کرنے کے واسطے جلادیں اور اگر اس جگہ اس لکڑی کی کچھ قیمت نہ ہو لیکن اہل لشکر نے اس میں کوئی ایسی دستکاری کی ہے جس سے اس کی قیمت ہوگئی ہے تو اس سے انتفاع حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اگر اس کو دار الاسلام میں نکال لائے اور امام نے تقسیم مال غنیمت کا قصد کیا پس اگر اس مقام پر جہاں امام نے تقسیم غنائم کا قصد کیا ہے اس لکڑی میں سے بے بنی ہوئی کی کچھ قیمت ہو تو امام کو اس ساختہ کے حق میں اختیار ہے چاہے ان سے ساختہ کو لے کر ان کو اس قدر قیمت جو بسبب دستکاری کے اس میں بڑھ گئی ہے دے کر اس ساختہ کو غنائم میں داخل کر لے اور چاہے اس ساختہ کو فروخت کر کے اس کا ثمن اس کے ساخت وغیر ساختہ دونوں قیمتوں پر تقسیم کرے پس جس قدر ساختہ کے حصہ میں بہ نسبت غیر ساختہ کے حصہ ثمن کی زیادتی ہو اس قدر حصہ دستکاری ہوگا وہ اس دستکار کو دے دے جس نے اس لکڑی میں دستکاری کی ہے اور جو باقی رہا وہ غنیمت میں داخل کر دے پس غنیمت پانے والوں کا حق دستکاری منقطع نہ ہوگا۔ اگر اس لکڑی کی دار الحرب میں کچھ قیمت نہ ہو اور دار الاسلام میں بھی جہاں امام نے تقسیم غنائم کا قصد کیا ہے کچھ قیمت نہ ہو تو وہ لکڑی اسی کو مسلم رہے گی جو اپنے ساتھ لے آیا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے منیٰ یا عرفات میں سے کسی مقام پر اپنا خیمہ کھڑا کر لیا حالانکہ اس سے پہلے اس مقام پر ایک شخص دیگر اُترا کرتا تھا اور یہ امر معروف ہے:

اگر اہل لشکر میں سے کسی آدمی نے کسی مقام پر طعام کثیر پایا جس میں سے تھوڑا اس کی حاجت سے بچا اور اس نے چاہا کہ اس کو دوسرے مقام پر لاؤں لے جاؤں مگر دیگر حاجتمندان لشکر میں سے کسی نے اس سے اس طعام کو طلب کیا پس اگر وہ جانتا ہے کہ

[1] اشنین و بسکون وسط بچی کو کہتے ہیں جو صابون بنانے والوں کے کام آتی ہے ۱۲۔ [2] مزدوری کرنے والا ۱۲۔ [3] کسی شخص کو مزدوری پر مقرر کرنے والا ۱۲۔

مجھے اس دوسرے مقام پر طعام نہ ملے گا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اس طلب کرنے والے کو دینے سے انکار کرے اور اپنے ساتھ اس کو دوسرے مقام پر لے جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا انکار کرنا حلال نہیں ہے اور اگر باوجود شخص اوّل کی حاجت کے دوسرے طالب نے اس سے یہ طعام لے لیا اور ہنوز اس میں سے کھایا نہیں ہے کہ شخص اوّل نے امام سے نالش کی اور امام کو شخص اوّل کی حاجت بجانب اس طعام کے معلوم ہوئی تو امام اس کو واپس کرا دے گا اور اگر اوّل اس کا محتاج نہیں اور دوسرا اس کا محتاج معلوم ہوا تو امام اس کو دوسرے سے واپس نہ لے گا اور اگر امام کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں اس سے بے پروا ہیں تو ایسی خصومت[1] میں امام اس کو دوسرے سے لے لے گا مگر اوّل کو واپس نہ دے گا بلکہ ان دونوں کے سوائے کسی دوسرے کو دے گا۔ یہ حکم جو ہم نے بیان کیا ہے ہر ایسی چیز میں جاری ہے جس میں مسلمان لوگ بحق شرعی یکساں ہیں جیسے رباطات میں اترنا کسی مقام پر یا مسجدوں میں انتظار نماز کے واسطے بیٹھنا یا منیٰ میں یا عرفات میں حج کے واسطے کسی جگہ اترنا چنانچہ اگر مسجد میں کسی جگہ کوئی بیٹھا تو وہ اس مقام کا بہ نسبت دوسرے شخص کے مستحق ہے۔ اگر کسی نے بوریا بچھایا اگر اس کو کسی دوسرے کے حکم سے بچھا دیا ہے تو بچھوانے والا کے خود بچھانے کے مانند ہے یعنی اس جگہ کا مستحق وہی ہے جس نے بچھوایا ہے اور اگر بچھانے والے نے خود بدون حکم دوسرے کے بچھایا ہے تو بچھانے والا اس کا مستحق ہے اس کو اختیار ہے کہ یہ جگہ جس کو چاہے دے دے۔ اسی طرح اگر کسی نے منیٰ یا عرفات میں سے کسی مقام پر اپنا خیمہ کھڑا کر لیا حالانکہ اس سے پہلے اس مقام پر ایک شخص دیگر اُترا کرتا تھا اور یہ امر معروف ہے تو جو شخص اب کی مرتبہ اس مقام پر پہلے آن کر اترا ہے وہی اس کا مستحق ہے اور دوسرا جس کا اس مقام پر اترنا معروف ہے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو اس مقام سے اٹھائے۔ اگر اس نے اس مقام میں سے بہت جگہ وسیع اپنی حاجت سے زیادہ لی تو غیر کو اختیار ہے کہ اس سے اس کی جگہ کا وہ گوشہ جس کی اس کو حاجت نہیں ہے لے کر وہاں اس کے برابر آپ اترے اور اگر اتنی جگہ کو اس سے ایسے دو آدمیوں نے طلب کیا کہ ہر ایک کو ان میں سے اس جگہ کی ضرورت ہے اور جو شخص پہل کر کے وہاں اتر چکا ہے اس نے چاہا کہ میں ان میں سے ایک کو دوں دوسرے کو نہ دوں تو اس کو یہ اختیار رہوگا کہ اگر ان دونوں میں سے ایک پیش قدمی کر کے وہاں اُتر پڑا پھر اس شخص نے جو پہل کر کے اس مقام وسیع میں اُتر چکا ہے اور وہ بے پرواہ ہے یہ چاہا کہ اس کو وہاں سے ہانک کر کے دوسرے ایسے شخص کو جو اس جگہ کا محتاج ہو وہاں اُتارے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے جو وہاں پہل کر کے اُترا تھا یہ کہا کہ میں نے اس قدر زائد گوشہ مقام کو فلاں کے واسطے اس کے حکم سے لے لیا تھا کہ اس کو یہاں اتاروں گا اپنے واسطے نہیں لیا تھا تو اس سے اس امر پر قسم لی جائے گی اور بعد قسم کھانے کو اس کو یہ اختیار رہوگا کہ جو یہاں اترا ہے اس کو اٹھائے اور یہی حکم طعام و چارہ کا ہے کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں کے حکم سے اس کے واسطے لیا تو قسم لے کر اس کا قول مسلم ہوگا اور اگر اہل لشکر میں سے دو آدمیوں نے ایک نے جو پائے اور دوسرے نے زکل۔ پھر دونوں نے باہم اس کا مبادلہ[2] کیا اور جس نے جو چیز خرید لی ہے اس کا حاجت مند ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے دوسرے سے خریدا ہے اس کو استعمال میں لائے اور یہ دونوں کے درمیان میں بیع نہ ہوگی اس واسطے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار تھا کہ بقدر اپنی حاجت کے لے لے لیکن چونکہ لانے والے کی حاجت مقدم مانع تھی کہ بغیر اس کے رضامندی کے نہیں لے سکتا تھا پس بایں مبائعہ ہر ایک نے دوسرے کو راضی کر لیا پھر جو استعمال کیا تو اصلی مباح ہونے پر نہ بایں مبائعہ مذکورہ اور یہ صورت بمنزلہ اس کے ہے کہ چند مہمان ایک دسترخوان پر مجتمع ہوئے کہ ہر مہمان اس امر سے منع کیا گیا کہ اپنا ہاتھ اس طعام کی طرف دراز کرے جو دوسرے کے سامنے ہے بغیر رضامندی دوسرے کے اور اگر دوسرے کی

---

[1] جس کو ہمارے عرف میں جھگڑا و تکرار بولتے ہیں ۱۲۔ [2] باہم ایک دوسرے کے شے کو کسی شے کے عوض لینا ۱۲۔

طرف سے رضامندی پائی گئی تو ہر ایک کو دونوں میں سے اختیار ہوگا کہ جو طعام چاہے کھائے مگر بایں نیت کہ مہمانی کرنے والے کی ملک ہے جو اس نے مباح کر دی ہے نہ آنکہ دوسرے مہمان نے مباح کر دی اور اگر یہ صورت ہو کہ دونوں میں سے ہر ایک نے جو کچھ دوسرے کے مبادلہ میں دیا ہے جیسے دوسرے سے لی ہوئی چیز کا حاجت مند تھا ویسا ہی اپنی دی ہوئی چیز کا حاجت مند ہے پس ان دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ جو دونوں نے باہم مبادلہ کیا ہے اس کو توڑ دے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ جو کچھ بائع نے دیا ہے بائع اس کا حاجت مند ہو اور مشتری اس سے بے پروا ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ جو دیا ہے وہ لے لے اور جو لیا ہے واپس کر دے اور اگر یہ ہوا کہ جب بائع نے واپس کر لینے کا قصد کیا تو مشتری نے وہ چیز جو خریدی ہے کسی دوسرے شخص کو جو اس چیز کا حاجت مند ہے دے دی تو بائع کو اس سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر دونوں نے باہم مبایعت[1] کر لی حالانکہ دونوں اس سے بے ہیں یا دونوں کو اس کی حاجت ہے یا ایک بے پروا ہے اور دوسرا حاجت مند ہے اور ہنوز دونوں میں باہمی قبضہ نہ ہوا تھا کہ ایک کی رائے میں آیا کہ اس مبایعت کو توڑ دے تو اس کو اختیار ہوگا کہ ترک کر دے اور اگر ایک نے دوسرے کو کوئی چیز قرض (اس مال سے جو دار الحرب میں ہے) دی بدیں شرط کہ لینے والا اس کے مثل ادا کر دے گا پس اگر دونوں میں سے ہر ایک اس چیز سے بے پروا ہو یا ہر ایک اس کا حاجت مند ہو تو قرض لینے والے پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا اگر اس نے اس چیز کو تلف کر دیا ہو اور اگر ہنوز تلف نہیں کیا ہے موجود ہے قرض دینے والا اس کا مستحق ہے اگر اس نے چاہا کہ میں واپس کر لوں تو واپس لے سکتا ہے اور اگر لینے والا حاجت مند ہو اور اس کا دینے والا اس سے بے ہو تو دینے والا اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اگر یہ صورت ہو کہ قرض کے دین لین کے وقت دونوں اس سے بے ہوں پھر قبل اس کے کہ لینے والا اس کو تلف کر دے دونوں اس کے حاجت مند ہو گئے تو دینے والا اس کا مستحق ہے اور اگر لینے والا پہلے حاجت مند ہوا پھر دینے والا حاجت مند ہوا یا نہ ہوا بہر حال لینے والے پر دینے والے کو کوئی راہ نہیں ہے۔ اگر ایسے گیہوں میں سے جو داخل غنیمت ہیں کسی کے پاس سے دوسرے نے اپنے ذاتی درہموں کے عوض خریدے اور درہم دے دیئے اور گیہوں پر قبضہ کر لیا تو یہی مشتری ان گیہوں کا مستحق ہوا بشرطیکہ ان کا حاجت مند ہو۔ اگر دونوں میں سے ایک نے بیع توڑ دینے کا قصد کیا اور گیہوں ہنوز بعینہ قائم ہیں تو اس کو یہ اختیار ہے پس مشتری گیہوں کو واپس کر دے گا اور اپنے درہم لے لے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں ان گیہوؤں سے بے پرواہ ہوں یا مشتری بے پرواہ ہو اور بائع ان کا حاجت مند ہو اور اگر مشتری ہی اس کا حاجت مند ہو تو بائع پر واجب ہوگا کہ مشتری کو اس کے درہم واپس کر دے اور گیہوں مشتری کو مسلم رہیں گے اور مشتری نے وہ گیہوں تلف کر دیئے ہوں تو بائع پر واجب ہوگا کہ مشتری کا ثمن واپس کر دے اور جو کچھ مشتری نے تلف کر دیا ہے وہ بہر حال اس کو مسلم رہا۔ اگر مشتری چلا گیا اور بائع کو یہ قدرت حاصل نہ ہوئی کہ اس کو اس کا ثمن واپس کر دے تو یہ درہم اس کے پاس بمنزلہ لقطہ کے ہوں گے مگر فرق یہ ہے کہ درہم اس کے پاس مضمون ہیں۔ اگر اس نے غنائم کے جمع و تقسیم کرنے والے کے حضور میں یہ امر پیش کیا پس اس نے کہا کہ میں نے تیری بیع کی اجازت دی اور ثمن داخل کرے تو اس کو جائز ہوگا کہ ثمن مذکور صاحب غنائم کے حضور میں پیش کر دے یعنی دے دے۔ پھر اگر اس کے بعد مالک دراہم آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے گیہوں قبل اس کے کہ صاحب غنائم بیع کی اجازت دے تلف کر دیئے ہوں تو دراہم مذکورہ اس کو واپس دیئے جائیں گے اور اگر اس نے بعد اجازت بیع کے تلف کیے ہوں قبل اس کے تلف نہ کیے ہوں تو دراہم مذکورہ مال غنیمت میں داخل ہوں گے اور اگر مشتری نے کہا کہ قبل تیری اس بیع کی اجازت دینے کے میں نے گیہوں کھا لئے تھے پس

---

[1] یعنی باہم ایک دوسرے نے ایک دوسرے کی شے کا مبادلہ کیا ۱۲۔

مجھے درہم واپس کر دے اور اس نے اس امر پر قسم کھائی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اس کو درہم واپس نہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ اس کے گواہ قائم کرے کہ میں نے اجازت بیع سے پہلے گیہوں کھا لئے تھے۔ اگر دو آدمیوں میں سے ایک نے گیہوں پائے اور دوسرے نے کپڑا پھر دونوں نے باہم مبایعت کا قصد کیا تو دونوں کو یہ اختیار نہیں اور اگر دونوں نے ایسا کیا اور ہر ایک نے جو کچھ دوسرے سے لیا تھا وہ دارالحرب میں تلف کر دیا تو دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہ ہوگی مگر اتنی بات ہے کہ کپڑے کا فروخت کرنے والا بیع کرنے میں گنہگار ہوا اور اسی طرح اس کا مشتری بھی، اگر دونوں نے تلف نہ کیا یہاں تک کہ دارالاسلام میں داخل ہوئے تو ہر ایک پر یہ واجب ہوا کہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ واپس[1] کر دے اور اگر اس کو تلف کرے گا تو ضامن ہوگا اور اگر یہ دونوں دارالحرب میں ہوں اور دونوں تلف نہیں کیا ہے تو جس نے کپڑے پر قبضہ کیا ہے اس پر واجب ہے کہ کپڑے کو غنیمت میں داخل کر دے جیسے کہ اگر اسی نے ابتدا میں پایا ہوتا تو اس پر غنیمت میں داخل کر دینا واجب تھا۔ جس نے گیہوؤں پر قبضہ کیا ہے اس کے حق میں اس صورت میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے جو صورت اوّل میں گذرا باعتبار حاجت مندی ہر دو یا بے پروائی ہر دو یا حاجت گیرندہ نہ دہندہ یا حاجت دہندہ نہ گیرندہ اور گیہوں کا خریدنے والا چلا گیا کہ اس کا نشان و پتہ نہیں چلتا ہے تو صاحب مغانم[2] اس کپڑے کو اس شخص سے جس کے پاس ہے لے لے گا جیسے اگر وہی ابتداءً پاتا تو لے لیتا۔ اگر کپڑے کا خریدنے والا چلا گیا اس طرح کا اس کا نشان و پتہ نہیں چلتا ہے اور دوسرا موجود ہے تو صاحب مغانم گیہوں کے خریدار سے جب تک دارالحرب میں ہیں کچھ معترض نہ ہوگا جیسے کہ اگر اس نے ابتداءً پائے ہوتے تو بھی یہی حکم تھا پھر اگر خریدنے والا ان گیہوؤں کو قبل اس کے کہ کھا جائے دارالاسلام میں نکال لایا تو صاحب مغانم ان گیہوؤں کو اس سے لے کر مال غنیمت میں داخل کر دے گا۔ یہ محیط میں ہے۔

قبل تقسیم واقع ہونے کے بدون حاجت پیش آنے کے کپڑے و متاعہائے غنیمت سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے:

اگر مال غنیمت میں سے کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہوا یا کوئی کپڑا پہن لیا یا کوئی ہتھیار اُٹھایا اور ہنوز تقسیم واقع نہیں ہوئی ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جبکہ اس کو اس چیز کی حاجت پڑی ہو۔ پھر جب لڑائی سے فارغ ہوا تو اس کو غنیمت میں واپس کر دے اور اگر اس نے رد کرنے سے پہلے تلف کر دیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر اس کو کچھ حاجت نہ ہو مگر وہ غنیمت کے گھوڑے پر سوار ہو لیا تاکہ اپنے گھوڑے کو محفوظ رکھے یا کپڑا پہن لیا تاکہ اپنے کپڑے محفوظ رکھے تو یہ مکروہ ہے لیکن اگر تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ قبل تقسیم واقع ہونے کے بدون حاجت پیش آنے کے کپڑے و متاعہائے غنیمت سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں ایک جماعت کا اشتراک ہے لیکن جب یہ لوگ کپڑے اور گھوڑوں وغیرہ چار پایوں و ہتھیار و متاع کے حاجت مند ہوں تو امام المسلمین دارالحرب میں ان کے درمیان اموال غنیمت تقسیم کر دے گا۔ پس حاصل یہ ہے کہ اگر ایک[3] کو حاجت ہوئی تو اس کو اموال غنیمت سے انتفاع مباح ہے اور اگر سب کو حاجت ہوئی تو امام المسلمین تقسیم کر دے گا اور ان چیزوں کا حکم بخلاف مردمان اسیر شدہ کے ہے کہ اسیروں کو امام وہاں تقسیم نہ کرے گا اس واسطے کہ ان اسیروں کی طرف حاجت دو طرح سے ہے یا وطی کے واسطے یا خدمت کے واسطے اور یہ فضول حاجت ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر مجاہدین نے اجتماع کیا اور دارالحرب میں امام

---

[1] یعنی غنیمت میں داخل کر دے ۱۲۔ [2] مغانم جمع مغنم بمعنی مال غنیمت ۱۲۔ [3] ظاہر ایک سے مراد یہ ہے کہ کل نہیں ہوں وہ حاصل آنکہ اگر قلیل محتاج ہوئے تو انتفاع حاصل کریں اور اگر کثیر محتاج ہوئے تو امام تقسیم کر دے ۱۲۔

سے تقسیم کی درخواست کی تو امام ان کو عطیہ دے گا پھر اگر انہوں نے عطیہ قبول نہ کیا تو بخوف فتنہ امام ان کے درمیان تقسیم کر دے گا۔ اسی طرح اگر امام کے پاس باربرداری نہ ہو جس پر مال غنیمت لادلائے تو بھی دارالحرب میں امام ان کے درمیان تقسیم کر دے گا۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کو ولانے کی کلفت برداشت کرے یہ محیط میں ہے اور جب مسلمان لوگ دارالحرب سے نکل آئے تو پھر ان کو روا نہیں ہے کہ اموال غنیمت سے اپنے چوپایوں کو چارہ دیں اور نہ یہ جائز ہے کہ خود اس میں سے کھائیں اور جس کے پاس چارہ و طعام بچ رہا ہو وہ غنیمت میں داخل کر دے اگر وہ تقسیم نہ ہوئی ہو اور اگر تقسیم ہوگئی ہو تو اگر خود غنی ہو تو بچے ہوئے کو صدقہ کر دے اور اگر فقیر ہو تو اس سے انتفاع حاصل کرے اور اگر دارالاسلام میں آ جانے کے بعد اس سے انتفاع حاصل کر لیا تو اس کی قیمت مال غنیمت میں داخل کر دے اگر غنیمت ہنوز تقسیم نہیں ہوئی ہے اور اگر تقسیم ہوگئی ہو تو اس کی قیمت صدقہ کر دے بشرطیکہ تو نگر ہو اور اگر فقیر ہو تو اس پر کچھ نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر کوئی مسلمان یا ذمی دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور وہاں اس نے مال پایا پھر مسلمان لوگ اس دارالحرب پر غالب ہوئے تو اس مال کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ اس شخص کا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا:

جو حربی دارالحرب میں مسلمان ہو گیا تو اس نے اسلام سے اپنی جان و اپنی اولاد خرد سال کو جو بالغ نہیں ہوئی ہیں محفوظ کر لیا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے سے پہلے مسلمان ہو گیا اور اگر بعد گرفتار ہونے کے مسلمان ہوا تو وہ غلام ہے اور اسی طرح اگر اس کا مال و اولاد پکڑ لئے گئے اور وہ نہیں پکڑا گیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو مسلمان ہونے سے اس نے فقط اپنے نفس کو محفوظ کیا اور نیز جو مال اس کے پاس ہے یا اس کی ودیعت کسی مسلمان یا ذمی کے پاس ہے اس کے ساتھ محفوظ ہوئی اور اس کی اولاد کبیر یعنی بالغہ اور اس کی زوجہ و زوجہ کا حمل اور اس کے اموال غیر منقولہ اور اس کا غلام جو حربیوں کی طرف سے قتال کرتا ہے اور جو اس کا مال کسی حربی کے پاس غصب یا ودیعت ہو ان میں سے کوئی محفوظ نہ ہوں گے بلکہ یہ سب فئی ہوں گے۔ اسی طرح جو چیز اس کی کسی مسلمان یا ذمی کے پاس غصب ہو وہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فئی ہو گی اور اگر کوئی مسلمان یا ذمی دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور وہاں اس نے مال پایا پھر مسلمان لوگ اس دارالحرب پر غالب ہوئے تو اس مال کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ اس شخص کا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا چنانچہ سب صورتوں میں وہی حکم ہے سوائے ایسے مال کے جو اس کا کسی حربی کے پاس ہو کہ روایت ابو سلیمان کے موافق یہ مال اسی مسلمان یا ذمی مستامن کا ہوگا اور روایت ابو حفص کے موافق اس میں بھی وہی حکم ہے کہ فئی ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ روایت ابو سلیمان اصح ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ مسلمان لوگ اس دارالحرب پر غالب آئے ہوں اور اگر مسلمانوں نے اس دارالحرب پر غارت کی اور غالب نہیں ہوئے تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا تمام مال فئی ہو جائے گا سوائے اس کی جان اور اس کی اولاد صغار کے اور جو شخص کہ دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلا آیا تو اس کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جیسا کہ محیط میں ذکر فرمایا ہے یہ تبیین میں ہے۔

فصل : ۲

در کیفیت قسمت

لشکری (سوار یا پیادہ) کے واسطے غنائم کی تقسیم:

امام المسلمین غنیمت کو تقسیم کرے گا پس پانچواں حصہ نکال کر باقی چار پانچویں حصے غانمین کے درمیان تقسیم کرے گا پھر امام اعظمؒ کے نزدیک سوار کے واسطے دو سہام اور پیدل کے واسطے ایک سہم ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سوار کے واسطے تین سہام ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور جو شخص لشکر پر امیر مقرر کیا گیا ہے وہ اس حکم میں بمنزلہ ایک لشکری[1] کے ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اسبیجابی نے شرح طحاوی میں فرمایا کہ اگر سوار کے پاس کئی گھوڑے ہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق فقط ایک ہی گھوڑے کا حصہ لگایا جائے گا اور گھوڑوں میں کچھ فرق نہیں ہے چنانچہ عربی و نجیب و برذون و ہجین وغیرہ جن پر گھوڑے کا اطلاق ہوتا ہے سب یکساں ہیں مگر جس کے پاس سواری میں اونٹ یا خچر یا گدھا ہو تو وہ اور پیدل یکساں ہیں۔ یہ غایۃ البیان میں ہے اور جو شخص دارالحرب میں سوار داخل ہوا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہے۔ اگر کسی نے گھوڑا استعار لیا یا اجارہ پر لیا اور قتال کے واسطے لیا ہے پس وقت تقسیم غنیمت کے اس کو لے کر حاضر ہوا تو اس کے واسطے سوار کا حصہ لگایا جائے گا یعنی اس گھوڑے کا حصہ اس کو دیا جائے گا۔ اگر اس نے گھوڑا جس پر قتال کیا ہے غصب کر کے لیا ہے اور اس کو حاضر لایا تو بطریق حرام اس کے حصہ کا مستحق ہوا پس چاہئے کہ اس گھوڑے کا حصہ صدقہ کر دے۔ واضح رہے کہ اگر اس کا گھوڑا اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ غنیمت حاصل ہوئی یا جب وہ داخل ہوا اس کا گھوڑا مر گیا یا دشمن اس کو پکڑ لے گیا یا ٹانگ توڑ دی یا لنگڑا ہو گیا خواہ قبل حصول غنیمت کے یا بعد حصول غنیمت کے تو اس میں کچھ فرق نہ ہو گا بلکہ وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہو گا خواہ وہ شخص دفتر میں سواروں میں لکھا ہو یا پیدلوں میں مرقوم ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر دارالحرب میں پیدل داخل ہوا پھر اس نے گھوڑا خریدا یا مستعار[2] لیا یا اس کے واسطے باستحقاق واجب ہوا اور اس نے سوار ہو کر قتال کیا تو اس کو پیدل کا حصہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اصل[3] یہ قرار پائی ہے کہ معتبر ہمارے نزدیک وہ حالت ہے کہ جب اس نے دارالاسلام سے مجاوزت بدارالحرب کی ہے یعنی جس حال سے وہ دارالاسلام سے پار ہوا ہے۔ اگر اس نے سوار یہاں سے تجاوز کیا اور دارالحرب میں سوار داخل ہوا پھر اس نے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا یا رہن کر دیا یا اجارہ پر دیا یا ہبہ کیا یا عاریت دیا تو ظاہر الروایہ کے موافق گھوڑے کا حصہ باطل ہو جائے گا اور پیدل کا حصہ پائے گا۔ یہ سراج وہاج میں ہے۔ اگر اس نے قتال سے فراغت کے بعد گھوڑا فروخت کر دیا تو اس کو سوار کا حصہ ساقط نہ ہو گا اور اس میں اتفاق ہے کچھ اختلاف نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر اس نے حالت قتال میں اس کو فروخت کر دیا تو اصح قول کے موافق اس کا حصہ سوار ساقط ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی غاصب نے اس کا گھوڑا غصب کر لیا اور اس کو قیمت تاوان دے دی تو وہ پیادہ رہ گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر دارالحرب میں سوار داخل ہوا مگر قتال کی حالت میں اس نے بسبب ضیق[4] مقام یا جھاڑ درختوں کے پیادہ قتال کیا تو ایسے لوگوں کو سواروں کا حصہ چاہئے اور اگر وہ دارالحرب میں ایسے گھوڑے پر سوار

---

[1] یعنی اگر سوار ہو تو مثل سوار کے ورنہ پیادہ ۱۲۔ [2] عاریت لیا جس کو ہمارے عرف میں مانگے کا بولتے ہیں ۱۲۔ [3] مترجم کہتا ہے کہ بعض فقہائے نے کہا کہ لڑائی کی حالت معتبر ہے یعنی جس حالت سے اس نے قتال کیا ہے و لیکن اصح وہی ہے جو وہاں مذکور ہوا فافہم واللہ اعلم ۱۲۔ [4] یعنی جگہ کی تنگی کے سبب سے ۱۲۔

ہو کر داخل ہوا جس پر قتال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے خواہ بسبب اس کے کہ یہ گھوڑا بہت بوڑھا ہے یا بسبب اس کے کہ یہ بہت بچہ ہے کہ سواری لینے کے لائق نہیں ہے تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر یہ گھوڑا ایسا مریض ہو کہ اس پر سوار ہو کر قتال نہیں کر سکتا ہے مثلاً پتھر وغیرہ سے اس کا سم گھس گیا یا اس کو ضلع کی بیماری پیدا ہوگئی پس اسی حال سے اس پر وہ حد دار الاسلام سے تجاوز کر کے دار الحرب میں داخل ہوا پھر اس کی بیماری زائل ہوگئی اور ایسا ہو گیا کہ اس پر قتال کر سکتا ہے اور یہ غنائم حاصل ہونے سے پہلے واقع ہوا تو استحساناً اس کا سواروں کا حصہ لگایا جائے گا۔ اگر اس نے غصب کئے ہوئے یا مستعار یا اجارہ لئے ہوئے گھوڑے پر درب[1] سے تجاوز کیا پھر مالک نے اس سے واپس کر لیا پس وہ جنگ میں پیدل حاضر ہوا تو اس کے حق میں دو روایتیں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

بحری جہاد والے کی بابت غنائم کا مسئلہ:

جو شخص بحر (دریا، سمندر) میں کشتی پر سوار ہو کر قتال کرتا ہے وہ دو سہام کا مستحق ہے اگرچہ کشتی میں گھوڑے پر سوار ہو کر قتال نہیں کر سکتا ہے۔ یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اس نے اپنا گھوڑا کسی شخص کو ہبہ کر دیا اور اس کو سپرد کر دیا اور جس کو ہبہ کیا ہے وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر دار الحرب میں بقصد قتال داخل ہوا اور اس لشکر کے ساتھ اس گھوڑے کا ہبہ کرنے والا بھی گیا پھر اس نے اپنی ہبہ سے رجوع کر کے اپنا گھوڑا لے لیا تو جس قدر غنائم قبل اس کے اپنی ہبہ سے رجوع کرنے کے حاصل ہوئے ہیں اس میں اس موہوب لہ کا حصہ سوار کا لگا دیا جائے گا اور جس قدر غنائم اس کے رجوع کر لینے کے بعد حاصل ہوئے ہیں ان میں اس کا پیدل کا حصہ لگایا جائے گا اور ہبہ کرنے والا جس نے ہبہ سے رجوع کر لیا ہے جملہ غنائم میں اس کا حصہ پیدل کا لگایا جائے گا اور اگر اپنا گھوڑا دار الاسلام میں بطور بیع فاسد کے فروخت کیا اور اس کو مشتری کے سپرد کر دیا جس کو مشتری لشکر کے ساتھ دار الحرب میں لے گیا اور گھوڑا بیچنے والا بھی ان کے ساتھ داخل ہوا ہے پھر اس نے بوجہ بیع فاسد ہونے کے اپنا گھوڑا واپس کر لیا تو جو کچھ غنائم میں حاصل ہوں اس میں بائع کا حصہ پیدل کا لگایا جائے گا خواہ واپس کر کے لینے سے پہلے حاصل ہوئے ہوں یا اس کے بعد اور مشتری ان غنائم کے حصہ میں جو واپس کر لینے سے پہلے حاصل ہوئے ہیں سوار قرار دیا جائے گا اور جو اس کے بعد حاصل ہوئے ہیں ان میں پیدل قرار دیا جائے گا۔ ایک شخص اپنا گھوڑا دار الحرب میں لے گیا تا کہ اس پر سوار ہو کر قتال کرے پھر کسی نے گواہ قائم کر کے اپنا استحقاق ثابت کر کے اس کے ہاتھ سے یہ گھوڑا لے لیا تو استحقاق ثابت کر لینے والا جملہ غنائم میں پیدل قرار[2] دیا جائے گا اور جس پر استحقاق ثابت کر کے لیا ہے وہ ان غنائم میں جو قبل واپس لینے کے حاصل ہوئی ہیں سوار قرار دیا جائے گا اور جو اس کے بعد حاصل ہوئی ہیں ان میں پیدل ٹھہرایا جائے گا دو مردوں میں سے ایک کے پاس گھوڑا ہے اور دوسرے کے پاس خچر ہے پس دونوں نے باہم بیع کر لی اور دونوں ان کو لے کر دار الحرب میں داخل ہوئے پھر ایک نے اپنے خریدے ہوئے میں عیب پا کر واپس کر کے جو دیا تھا وہ واپس کر لیا تو خچر خریدنے والا جملہ غنائم میں پیدل ہوگا اور گھوڑا خریدنے والا ان غنائم میں جو قبل باہمی رد بیع کے حاصل ہوئی ہیں سوار قرار دیا جائے گا اور جو بعد اس کے حاصل ہوئی ہیں ان میں پیدل قرار دیا جائے گا۔ اگر اپنا گھوڑا دار الاسلام میں ایک شخص کے پاس جس کا اس پر قرضہ آتا ہے بعوض اس قرضہ کے رہن کر دیا پھر راہن و مرتہن دونوں دار الحرب میں داخل ہوئے اور مرتہن یہ گھوڑا بھی اپنے ساتھ لے گیا تا کہ اس پر قتال کرے پھر راہن نے مرتہن کو اس کا قرضہ دار الحرب میں ادا کر کے اس سے اپنا گھوڑا لے لیا تو رہن کرنے والا جملہ غنائم میں جو فک رہن سے پہلے یا بعد حاصل ہوئی ہیں پیدل قرار دیا جائے گا اور اسی طرح مرتہن بھی جملہ غنائم[3] میں پیدل ہوگا اور اگر اس نے اپنا گھوڑا دار الحرب میں فروخت کر دیا پھر دوسرا گھوڑا خرید لیا تو ہوا استحساناً جیسا سوار تھا ویسا ہی رہے گا اور اگر کسی

---

[1] درب پہاڑ کی تنگ گھاٹی کے دروازہ کو کہتے ہیں ۱۲۔ [2] اس صورت میں کہ وہ وقت داخل ہونے دار الحرب کے پیدل تھا اور واضح ہو کہ مستحق علیہ غنائم قبل استرداد کے حصہ سوار کو قیاساً ظاہر یہ تھا کہ صدقہ کرے و لیکن استحساناً صدقہ نہ کرے گا فافہم ۱۲۔ [3] غنائم غنیمت کی جمع ہے ۱۲۔

مسلمان نے کسی مسلمان دیگر کا گھوڑا قتل کر دیا اور مالک فرس کو قیمت دے دی اور اس نے لے لی اور اس کے عوض دوسرا گھوڑا نہ خریدا تو جو غنائم حاصل ہوئی ہیں ان میں اس کے واسطے سواروں کا حصہ لگایا جائے گا۔ جس نے اپنا گھوڑا دارالحرب میں بکراہ فروخت کیا تو اس کے گھوڑے کا حصہ ساقط نہ ہوگا۔ اگر غازی نے اپنا گھوڑا دارالحرب میں درہموں کے عوض فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے غنائم حاصل ہو چکی ہیں پھر اس نے دوسرا گھوڑا مستعار لیا یا اجارہ پر لیا پھر اور غنائم حاصل ہوئیں تو جو غنائم بعد بیع کے حاصل ہوئی ہیں وہ ان میں پیدل قرار دیا جائے گا اور اجارہ لینے یا عاریت لینے والا بجائے مشتری کے قرار نہ دیا جائے گا بخلاف اس کے اگر اس نے دوسرا گھوڑا خرید لیا تو بنا بر حکم استحسان کے وہ سوار ہی قرار پائے گا۔ اگر کسی نے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا پھر اس کو دوسرا گھوڑا ہبہ کیا گیا اور اس کو سپرد کر دیا گیا تو وہ سوار قرار پائے گا اس واسطے کہ جو چیز ہبہ کر دی گئی ہے وہ اپنی ذات سے اس کی ملک میں آ گئی پس وہ مثل مشتری کے ہوا اور اگر پہلا گھوڑا اس کے پاس باجارہ یا بعاریت ہو پس اس کے ہاتھ سے لے لیا گیا پھر اس نے دوسرا خریدا تو دوسرا بجائے اوّل کے قائم ہوگا اور اگر پہلا باجارہ ہوا اور دوسرا بھی بہ اجارہ ہو یا پہلا بعاریت ہو تو دوسرا بھی بعاریت ہو تو بجائے اوّل کے قائم ہوگا اور اگر اوّل باجارہ ہوا اور دوسرا بعاریت ہو تو دوسرا بجائے اوّل کے نہ ہوگا اور اگر اوّل عاریت ہوا اور دوسرا باجارہ ہو تو دوسرا بجائے اوّل کے قائم ہوگا پھر دارالحرب میں عاریت لینے والے نے اگر پہلا گھوڑا اس کے ہاتھ سے واپس لئے جانے کے بعد دوسرا گھوڑا مستعار لیا تو بعد اس کے جو غنائم ہوں ان میں وہ سوار قرار دیئے جانے اور سواروں کے حصہ پانے کا بسبب قیام دوم کے مقام اوّل میں جب ہی مستحق ہوگا کہ جب دوسری عاریت والے کا کوئی اور گھوڑا سوائے اس گھوڑے کے ہو جو اس نے عاریت دیا ہے اور اگر عاریت دہندہ کا دوسرا گھوڑا سوائے اس کے نہ ہو تو جو غنائم اس کے بعد حاصل ہوں ان میں عاریت لینے والا سواروں کے حصہ کا مستحق نہ ہوگا پس عاریت دینے والا بسبب اپنے اس گھوڑے کے سواروں کے حصہ کا مستحق ہوگا پس اگر عاریت لینے والا بھی حصہ سوار کا مستحق ہو تو لازم آئے کہ دونوں میں سے ہر ایک بسبب ایک ہی گھوڑے کے ایک ہی غنیمت میں سے حصہ کامل کا مستحق ہوا اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر دارالاسلام میں اس نے ایک گھوڑا خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ واقع نہ ہوا یہاں تک کہ وہ دارالحرب میں داخل ہوا پھر مشتری نے اس گھوڑے پر قبضہ کیا اور ثمن ادا کر دیا تو بائع و مشتری دونوں پیدل قرار پائیں گے اور اگر ثمن میعادی ہو یا فی الحال ادا کرنا ٹھہرا ہو کہ مشتری نے دارالحرب میں داخل ہونے سے پہلے اس کو ادا کر دیا پھر دونوں دارالحرب میں داخل ہوئے اور مشتری نے گھوڑے پر قبضہ کیا تو استحساناً مشتری سوار قرار دیا جائے گا۔ اگر دو آدمی ایک گھوڑے کو جو ان کے درمیان شرکت میں ہے لے کر دارالحرب میں بدین قصد داخل ہوئے کہ کبھی اس پر سوار ہو کر یہ قتال کرے اور کبھی وہ تو یہ دونوں پیدلوں میں شمار ہوں گے اور اسی طرح اگر دو گھوڑے لے کر داخل ہوئے اور دونوں میں سے ہر ایک گھوڑا دونوں کے درمیان نصفا نصف مشترک ہے تو بھی وہ دونوں پیدلوں میں شمار ہیں لیکن اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو اپنا حصہ اجارہ پر دے دیا یا قبل اس کے کہ وہ دارالحرب میں داخل ہوں تو اس صورت میں اجارہ لینے والا سوار ہوگا اور اگر دونوں نے باہم بخوشی خاطر یہ قرار دیا کہ ہر ایک دونوں گھوڑوں میں سے جس گھوڑے پر چاہے سوار ہو تو دیکھا جائے کہ اگر دارالحرب میں داخل ہونے سے پہلے دونوں میں ایسی رضامندی باہمی ہو گئی ہے تو دونوں سوار ہوں گے اور اگر دارالحرب میں داخل ہونے کے بعد ایسا کیا ہے تو دونوں پیدل ہوں گے۔ بقصد قتال اس طرح سواری لینے کے بٹوارے پر دونوں میں سے کسی پر جبراً نہ کیا جائے گا ہاں اگر یہ بٹوارہ نہ بقصد قتال ہو تو بنا بر قول امام محمدؒ کے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے دونوں اس پر مجبور کئے جائیں گے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے مجبور نہیں کئے جائیں گے لیکن اگر دونوں اپنی خوشی خاطر سے اس پر راضی ہوئے تو قاضی اس کو نافذ کر دے گا۔ یہ محیط میں ہے۔

مملوک و آنسہ کے حصوں کے متعلق:

مملوک کے واسطے حصہ نہ لگایا جائے گا اور نہ عورت کے واسطے اور نہ طفل کے واسطے اور نہ ذمی کے واسطے لیکن برائے امام المسلمین ان کو رضخ[1] کے طور پر دیا جاسکتا ہے اور مکاتب بمنزلۂ غلام کے ہے اور غلام کو رضخ جب ہی دیا جائے گا کہ جب اس نے قتال کیا ہو اور عورت اگر مریضوں کی پرداخت کرتی ہو اور مجروحوں کی مداوات کرتی ہو تو اس کو رضخ دیا جائے گا اور ذمی کو جب ہی رضخ دیا جائے گا کہ جب اس نے قتال کیا یا راہ بتائی و قتال نہ کیا لیکن واضح رہے کہ جب اس نے قتال کیا تو اس کو رضخ اس قدر نہ دیا جائے گا کہ سہم کے برابر پہنچ جائے لیکن اگر راہ بتائی کہ جس میں منفعت عظیم ہے تو اس کو سہم سے زیادہ بھی دیا جاسکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور طفل مراہق جو قریب بہ بلوغ پہنچا اور بالغ نہیں ہوا ہے اور معتوہ[2] اگر انہوں نے قتال کیا تو ان کو رضخ دیا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ پھر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک رضخ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال لینے سے پہلے دیا جاتا ہے۔ یہ فتح القدیر میں ہے۔ پانچواں حصہ جو امام المسلمین نے غنائم میں سے نکال لیا ہے وہ تین سہام پر تقسیم کیا جائے گا جس میں سے ایک حصہ یتیموں کے واسطے ہوگا اور ایک حصہ مسکینوں کے واسطے اور ایک حصہ ابن السبیل کے لئے کہ فقرائے ذوی القربیٰ انہیں میں داخل ہوں گے اور وہ لوگ مقدم رکھے جائیں گے اور ذوی القربیٰ میں سے تونگروں کو نہ دیا جائے گا۔ قرآن مجید کی آیت میں خمس کے بیان میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے بھی ذکر کیا یعنی اپنا نام پاک بھی ذکر فرمایا سو یہ بدین فائدہ کہ تبرکاً افتتاح کلام بنام پاک اوتعالیٰ عزہمہ ہوئے اور اسی آیت میں بعد اپنے نام پاک کے نام شریف اپنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر فرمایا ہے سو حضرت محمد ﷺ کا حصہ بسبب ان کی وفات کے ساقط ہو گیا جیسے کہ صفی ساقط ہو گیا اور صفی وہ شے ہے کہ جو آنحضرت ﷺ غنیمت میں سے مثل زرہ یا تلوار یا باندی وغیرہ کے اپنے واسطے چن لیتے تھے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر امام نے غنائم کو لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے گھروں میں متفرق ہو گئے پھر ایک شخص آیا:

اگر پانچواں حصہ ان تینوں اصناف مذکورہ میں سے ایک ہی صنف کے صرف میں کر دیا تو بھی ہمارے نزدیک روا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر امام نے غنائم کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور غنائم رقیق و متاع وغیرہ تھی پس امام نے بعضوں کو رقیق بانٹ دیئے اور بعضوں کو چوپائے جانور بانٹ میں دیئے اور بعضوں کو درہم یا دینار دیئے اور بعضوں کو گھوڑے یا ہتھیار دیئے مگر سوار و پیادہ میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ جو شرعی مقرر ہے دیا تو یہ جائز ہے خواہ برضامندی غانمین ہو یا بغیر رضامندی غانمین اور خواہ اس طرح تقسیم دارالحرب میں کی ہو یا دارالاسلام میں۔ اگر امام نے غنائم کو تقسیم کیا اور ہر حق دار نے اپنا حق لے لیا اور مسلمانوں میں کسی کے حصہ میں ایک باندی آئی اور اہل لشکر اپنے اپنے گھروں میں متفرق ہو کر چلے گئے پھر جو باندی اس شخص کے حصہ میں آئی ہے اس نے دعویٰ کیا کہ میں آزادہ باندی اہل ذمہ میں سے ہوں مجھ کو مشرک لوگ قید کر کے لے گئے تھے اور اس نے اس دعویٰ پر دو گواہ عادل مسلمان قائم کئے تو امام اس کے آزاد ہونے کا حکم دے دے گا اور جب امام نے اس کے آزاد ہونے کا حکم دے دیا تو آیا تقسیم ٹوٹ جائے گی یا نہیں پس بنا بر قیاس کے ٹوٹ جائے گی اور استحساناً جب وہ چیز جو استحقاق میں جاتی

---

[1] رضخ عطیہ قلیل یعنی مذکورہ لوگوں کو مال غنیمت سے امام المسلمین بطور عطیہ کے تھوڑا سا مال دے گا اور وہ مجاہدین کی طرح تقسیم میں شریک نہ کیے جائیں گے ۱۲۔

[2] خفیف العقل ۱۲۔

رہی ہے قلیل ہو مثلاً ایک باندی یا دو باندیاں یا تین باندیاں ہوں اور اہل لشکر اپنے اپنے گھروں میں متفرق ہو گئے ہوں تو تقسیم نہ ٹوٹے گی۔ اگر اہل لشکر اپنے اپنے گھروں میں متفرق نہ ہوئے ہوں یا متفرق ہوئے ہوں مگر جو چیز استحقاق میں جاتی رہی ہے وہ کثیر ہو پس اگر تین سے زیادہ باندی ہوں مثلاً قیاساً و استحساناً تقسیم ٹوٹ جائے گی اور علیٰ ہذا اگر امام نے غنائم کو لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے گھروں میں متفرق ہو گئے پھر ایک شخص آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے واقعہ قتال میں ان لوگوں میں موجود تھا اور اس پر دو گواہ قائم کئے اور اس کے واسطے اس امر کا حکم دے دیا گیا تو قیاساً تقسیم ٹوٹ جائے گی اور استحساناً نہ ٹوٹے گی اور اس کو بیت المال سے اس کے حصہ کی قیمت دے دی جائے گی اور در صورتیکہ وہ چیز استحقاق میں جاتی رہی ہے کثیر ہو اور تقسیم ٹوٹنے کا حکم دیا گیا تو پھر اس کے بعد روایات مختلف ہیں بعض میں مذکور ہے کہ جس کے حصہ میں ایسا استحقاق ثابت ہوا ہے امام اس سے کہے گا کہ اہل لشکر میں سے جس پر تجھ کو قدرت حاصل ہو اس کو یہاں لے آ اور بعض میں مذکور ہے کہ امام خود ان کے جمع کرنے کا متولی ہوگا اور امام نے دونوں باتوں میں سے جو اختیار کی وہ جائز ہے پھر اس کے بعد غنیمت کو دیکھے گا پس اگر مال غنیمت عروض یا کیلی یا وزنی اصناف مختلفہ میں سے ہو تو امام اس شخص کو جس کے حصہ میں استحقاق پیدا ہوا ہے حکم دے گا کہ جن لشکریوں پر تجھ کو قدرت حاصل ہوئی ہے یعنی تجھے مل گئے ہیں ان سے جو ان کے پاس حصہ ہے اس میں سے جتنا تیرا مخصوص حصہ پہنچتا ہے وہ لے لے بدیں حساب کہ اگر تمام لشکر پر جو کچھ اس کے پاس اس کا حصہ ہے تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کو جو کچھ پہنچے وہی تیرا حق اس میں سے ہے اس قدر ان میں سے ہر ایک کے حصہ سے لے لے گویا جو اس کے ہاتھ میں (ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں) موجود ہے اس کے ساتھ مال غنیمت کچھ اور تھا ہی نہیں اور اگر تمام مال غنیمت کیلی یا وزنی چیز ہوں اور ایک ہی صنف کی ہوں تو جس شخص پر وہ قادر ہوا ہے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے نصف لے لے گا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے غنائم حاصل کیے اور ان غنائم میں ایک مصحف ہے جس میں یہود یا نصاریٰ کی کتابوں میں سے کچھ ہے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ توریت ہے یا زبور ہے یا انجیل ہے یا کوئی کفر کی چیز ہے تو امام کو نہ چاہیے کہ اس کو مسلمانوں پر تقسیم کرے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اس کو آگ سے جلائے اور جب کہ اس کا جلانا مکروہ ٹھہرا تو اس کے بعد دیکھے کہ اگر اس کے ورق کے واسطے کچھ قیمت ہو اور بعد محو کرنے کے اور دھو ڈالنے کے اس سے انتفاع حاصل کیا جا سکتا ہے مثلاً دباغت کی ہوئی کھال پر لکھا ہوا ہو یا اس کے مثل ہو تو امام اس تحریر کو محو کر کے ان اوراق کو غنیمت میں داخل کر دے اور اگر اس کے ورق کی کچھ قیمت نہ ہو اور بعد محو کرنے کے اس سے انتفاع حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے مثلاً کاغذ پر لکھا ہوا ہو تو اس کو دھو ڈالے اور آیا یہ کر سکتا ہے کہ بدوں محو کیے اسی طرح اس کو دفن کر دے پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہاں اس تک کافروں کا ہاتھ پہنچے کا وہم نہ ہو تو دفن کر دے اور اگر ایسا مقام ہو کہ وہاں اس تک کافروں کا ہاتھ پہنچنے کا وہم ہو تو دفن نہ کرے۔ اگر امام نے کسی مسلمان کے ہاتھ اس کے فروخت کرنے کا ارادہ کیا پس اگر وہ شخص جو خریدنا چاہتا ہے بلحاظ اس کے حال کے اس کی طرف سے یہ خوف ہو کہ مال سے لالچ کے وہ اس کتاب کو مشرکوں کے ہاتھ فروخت کر دے گا تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ شخص معتمد علیہ ہو اور معلوم ہو کہ وہ مشرکوں کے ہاتھ نہیں فروخت کرے گا تو اس کے ہاتھ فروخت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ کلام کی کتابوں کے فروخت کرنے میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے کہ جو شخص اس کو خریدنا چاہتا ہے اگر اس کے حال سے یہ خوف ہو کہ یہ گمراہی[1] میں ڈالے گا اور فتنہ ظاہر ہوگا تو امام کو اس کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اور اگر وہ معتمد علیہ ہو کہ اس پر گمراہ کرنے اور فتنہ کا خوف نہ ہو تو اس کے ہاتھ فروخت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

---

[1] خواہ وہ اسی کی ذات کے لیے ہو یا دوسروں کے لیے بہر طور پر جس شخص کی ذات سے ایسا احتمال ہو کہ وہ اپنے لیے یا دوسروں کے لیے باعث گمراہی فتنہ ہوگا تو اس کے ہاتھ نہ فروخت کرے ۱۲۔

ایسی چیزیں غنیمت میں آئی ہیں جن کی قیمت ہے جیسے شکاری کتا و دیگر جانور پرندے تعلیم یافتہ مثل باز و شکرہ وغیرہ کے تو مثل اور اموال کے یہ مال بھی غنیمت ہیں:

اگر مسلمانوں نے مال غنیمت میں سونے یا چاندی کی گھنٹی جس میں صلیب و تماثیل[1] پڑے ہیں پائی تو قبل تقسیم غنائم کے ان کا شکستہ کر دینا مستحب ہے اور اگر کسی مسلمان کے ہاتھ اس کو فروخت کرنا چاہا اگر یہ خریدار مرد معتمد ہے کہ اس سے یہ خوف نہیں ہے کہ مشرکوں کے ہاتھ فروخت کر دے گا تو اس کے ہاتھ بیچ ڈالنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس پر اعتماد نہ ہو بلکہ خوف ہو کہ شاید مشرکوں کے ہاتھ لالچ سے بیچ ڈالے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اور اگر سکہ دار درہم و دینار پر صلیب یا تماثیل ہوں اور شکستہ کرنے سے پہلے ان کا تقسیم کرنا یا کسی کے ہاتھ بیع کرنا چاہا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور جو ایسی چیزیں غنیمت میں آئی ہیں جن کی قیمت ہے جیسے شکاری کتا و دیگر جانور پرندے تعلیم یافتہ مثل باز و شکرہ وغیرہ کے تو مثل اور اموال کے یہ مال بھی غنیمت ہیں کہ غانمین کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے اور اسی طرح خشکی کے شکار و سونے چاندی وغیرہ کی کانیں اور گڑے ہوئے خزانہ جو کچھ حاصل ہوئے یا ان کے سمندر غوطہ خور مسلمانوں نے جو کچھ نکالا[(1)] ہے وہ سب فئی ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی غانمین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اور مچھلیاں اور باقی سب جانور شکار جو کھائے جاتے ہیں اور شکار کر کے پکڑے جاتے ہیں ان کا حکم مثل دیگر ماکولات کے یعنی کھانے کی چیزوں کے ہے اور غنیمت کے شکاری کتے و باز و صقر سے شکار کرنا مکروہ ہے اور بلیوں کا تقسیم کر دینا جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسا گھوڑا پایا جس پر یہ لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہے تو یہ اور جس پر کچھ نہیں لکھا ہے دونوں یکساں ہیں رہا یہ امر کہ ایسا گھوڑا مسلمانوں کا قرار دیا جائے گا یا حربیوں کی یعنی کس نے اس کو اس طرح وقف کیا ہے تو جس مقام پر وہ پایا گیا ہے اس سے استدلال کیا جائے گا پس اگر ایسی جگہ پایا گیا کہ بیشتر اس میں مسلمان ہیں یا مسلمانوں کے قریب ہو تو وہ مسلمانوں کا قرار دیا جائے گا اور لقطہ ہوگا پس اس کے ساتھ وہی کیا جائے گا جو اور لقطوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اگر ایسی جگہ پایا گیا کہ غالب وہاں مشرک ہیں یا قریب مشرکین کے ہے تو وہ اہل حرب کا قرار دیا جائے گا اور غنیمت میں شمار ہوگا پس اس کے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو اور غنائم کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر مسلمانوں نے اس کو مشرکوں سے لیا اور مسلمانوں کے ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ لشکر اسلام کے گھوڑوں میں سے ہے اور امام غنائم کو تقسیم کر چکا ہے یا اس گھوڑے کو فروخت کر چکا ہے یا ہنوز نہیں تقسیم کر چکا اور نہیں فروخت کیا ہے اور یہ گھوڑا جس کے قبضہ میں تھا وہ حاضر ہوا تو وہ اس گھوڑے کو مفت لے لے گا خواہ قبل تقسیم کے پائے یا بعد تقسیم کے اور اس کا حکم وہی ہوگا جو مدبر و ام ولد کے حق میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمانوں نے غنیمت حاصل کی اور اس کو احراز نہیں کیا ہے یہاں تک کہ دشمن ان پر غالب آیا اور انہوں نے مسلمانوں سے یہ اموال غنیمت لے لیے پھر دوسرا لشکر مسلمانوں کا آیا اور اس نے غالب ہو کر دشمنوں سے یہ غنیمت لے لی تو یہ غنیمت ان دوسروں کے واسطے ہوگی پہلوں کے واسطے نہ ہوگی اور اگر پہلوں نے اُس کو دارالاسلام میں لا کر احراز کر لیا ہو پھر ایسا واقع ہوا تو دوسروں پر واجب ہوگا کہ یہ اموال غنیمت پہلوں کو واپس کر دیں اور جب امام نے پانچواں حصہ نکال کر باقی چار پانچویں حصہ لشکر کو

---

[1] صلیب بمعنی چلیپا جو شکل سولی بنی ہوتی ہے اور انصاری اس کی پرستش کرتے ہیں۔ تماثیل جمع تمثیل بمعنی مورت خواہ وہ انسان کی ہو یا کسی دیگر جاندار کی جیسے اکثر ہندو گوسالہ و مہادیو وغیرہ کی بنوا کر مکانوں میں رکھتے اور تبرکاً گلے میں کنٹھی میں ڈال کر پہنتے ہیں ۱۲۔

(۱) سوتی وغیرہ ۱۲۔ ☆ تماثیل (مذکر) تمثال کی جمع۔ (۱) تصویریں مورتیں۔ (۲) فرمان شاہی۔ (فیروز اللغات)...... (حافظ)

دے دیں اور پانچواں حصہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو اہل لشکر کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ ان کو مسلم رہے گا اور اسی طرح اگر اس نے پانچواں حصہ نکال کر اس کے مستحقین کو دیا اور باقی چار پانچویں حصے اس کے ہاتھ میں تلف ہو گئے تو پانچواں حصہ اپنے مستحقین کو مسلم رہے گا۔ اگر امام نے کچھ غنیمت لشکر میں سے بعض کے پاس ودیعت رکھی قبل اس کے کہ اموال غنائم تقسیم ہوں اور اس نے بیان نہ کیا جو کچھ اس نے کیا ہے یہاں تک کہ مر گیا تو وہ کچھ ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایسی جماعت نے جن کو قوت ومنعت حاصل ہے دار الحرب میں داخل ہو کر غنیمت حاصل کی:

امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر ایک یا دو تین مسلمانوں یا اس قدر مسلمان یا ذمی جن کو قوت منعت[1] حاصل نہیں ہے بدوں اجازت امام کے دار الحرب میں داخل ہوئے اور وہاں انہوں نے غنائم حاصل کیے اور اس کو دار الاسلام میں نکال لائے تو یہ سب انہیں کے واسطے ہوگا اس میں سے پانچواں حصہ[2] نہیں نکالا جائے گا اور اگر امام نے ایسے داخل ہونے والے کو اجازت دی ہو تو جو کچھ حاصل کریں اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیا جائے گا اور جو باقی رہے وہ مثل سہام غنائم کے ان میں تقسیم ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر ایسی جماعت نے جن کو قوت ومنعت حاصل ہے دار الحرب میں داخل ہو کر غنیمت حاصل کی تو اس میں پانچواں حصہ ہے کہ امام لے لے گا اگرچہ امام نے ان کو اجازت نہ دی ہو یہ ہدایہ میں ہے۔ امام ابو الحسن کرخیؒ نے فرمایا کہ اگر دار الحراب میں دو فریق آپس میں متفق ہوئے ایک وہ فریق ہے کہ امام کی اجازت سے داخل ہوا ہے اور دوسرا بغیر اجازت گیا ہے حالانکہ باوجود ان کے اجتماع کے بھی ان کو قوت منعت حاصل نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کچھ غنیمت حاصل کی تو جو کچھ ایسے لوگوں کو ملا ہے جس کو امام نے اجازت دی ہے اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی انہیں کے درمیان تقسیم ہوگا کہ اس میں دوسرے فریق والے شرکت نہیں کر سکتے ہیں اور جو کچھ ایسے لوگوں نے پایا ہے جن کو اجازت حاصل نہ تھی تو ان میں سے ہر ایک نے جو کچھ پایا ہے وہ اس کا ہے کہ اس میں اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اور دوسرے فریق میں سے کوئی شرکت نہیں کر سکتا ہے اور اگر فریق اجازت یافتہ وغیرہ اجازت یافتہ دونوں ایک چیز کے لینے میں شریک ہوئے تو وہ ان میں لینے والوں کی تعداد پر تقسیم ہوگی پھر جس قدر اجازت یافتہ لینے والوں کے حصہ میں آئی ہے اس میں سے پانچواں حصہ لے کر باقی انہیں میں بحساب سہام غنیمت کے تقسیم کر دی جائے گی چنانچہ اس فریق کے سب لوگ لینے والے اور غیر لینے والے اس میں سے حصہ رسید پائیں گے اور جو کچھ اس فریق کے حصہ میں ہے جو اجازت یافتہ نہیں ہیں وہ ان کے لینے والوں کے درمیان انہیں کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اس فریق میں جو شخص لینے میں شریک نہ تھا اس کو کچھ نہ ملے گا اور اس میں سے پانچواں حصہ بھی نہیں ہے۔ اگر فریق اجازت یافتہ وغیرہ اجازت یافتہ دونوں مجتمع ہو گئے کہ ان کے اجتماع سے ان کو قوت منعت حاصل ہو گئی تو ایک جماعت نے جو کچھ غنیمت حاصل کی وہ ان سب کے درمیان بعد پانچواں حصہ نکالنے کے بہ حساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگی اور اس طرح ہر گروہ نے قبل اکٹھا ہونے کے یا بعد اکٹھا ہونے کے جو کچھ حاصل کیا ہے دونوں کا حکم یکساں ہے چنانچہ اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیا جائے گا اور باقی ان سب کے درمیان بحساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگا اور اگر وہ جماعت جو باجازت امام داخل ہوئی ہے اس کو قوت منعت حاصل ہے اور انہوں نے غنائم حاصل کیے پھر ایسے ایک یا دو آدمی جن کو منعت نہیں حاصل ہے بغیر اجازت امام کے دار الحرب میں چوروں کی طرح داخل ہوئے اور لشکر مذکور کے غنائم حاصل کرنے کے بعد ان سے مل گئے پھر اس کے بعد انہوں نے غنائم حاصل کیے اور ایک دو جو بطور چوروں

[1] یعنی مقابلہ کرنے والوں کو دور کر سکیں ۱۲۔ [2] اس لیے کہ انہوں نے باوجود قوت ومنعت نہ ہونے کے بغیر اجازت امام کے اس طریقہ سے مال حاصل کیا تو وہ انہیں کا حق ہوگا ہاں اگر امام کی اجازت سے یا قوت ومنعت کے ساتھ ہوتے تو پانچواں حصہ نکالا جاتا ۱۲۔

کے داخل ہوئے ہیں انہوں نے بھی لشکر سے ملنے سے پہلے غنیمت حاصل کی اور اس کے بعد بھی حاصل کی تو ان سب نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں سے پانچواں حصہ نکالا جائے گا اور باقی ان کے درمیان بحساب سہام غنیمت کے تقسیم ہوگا لیکن جو غنیمت ان دو کے ملنے سے پہلے اہل لشکر نے حاصل کی ہے اس میں اہل لشکر کے ساتھ یہ ایک دو آدمی جو بطور چوروں کے داخل ہوئے ہیں شریک نہ ہوں گے مگر یہ ایک دو جو بطور چور کے داخل ہوئے ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں اہل لشکر شریک ہوں گے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر امام نے غنائم کو تقسیم کر دیا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور غنیمت میں سے کچھ خفیف باقی رہا کہ بسبب کثرت لشکر اور قلت اُس چیز کے تقسیم نہیں بن پڑتی ہے تو امام المسلمین اس کو مساکین پر صدقہ کر دے اور اگر صدقہ نہ کی بلکہ مسلمانوں کے لیے کسی وقت حاجت وسختی کے واسطے بیت المال میں داخل کیا تو اس کو یہ بھی اختیار ہے اور اگر اہل لشکر میں سے ایک قوم امیر لشکر کے پاس آئی اور انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر دور ہیں ہم یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکتے پس غنائم میں سے ہمارے حق ہم کو تخمینہ و انداز سے دے دیجئے اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تم ہماری طرف سے حلت میں ہو پس امیر لشکر نے ان کو اسی انداز سے دے دیا اور وہ چلے گئے پھر جب باقیوں کو اسی انداز سے ان کا حصہ دیا تو جو لوگ چلے گئے تھے ان کے حصہ سے باقیوں کا حصہ زیادہ پڑا تو امیر المسلمین اس کو صدقہ نہ کرے گا بلکہ ایک سال اس کو رکھ چھوڑے گا اور ان مسلمانوں کو خبر کرے گا اور یہ بقیہ مال بسبب ان کے قول کے کہ تم حلت میں ہو اس امیر کا نہیں ہو جائے گا اور اگر امیر نے یہ مال صدقہ کر دیا پھر اُس کے حقدار آئے تو ان کو اختیار ہوگا کہ اس کے مال سے اپنا حق تاوان لیں اور امیر اس تاوان کو بیت المال سے نہ لے سکے گا اور نہ خمس میں سے لے سکے گا۔ یہی حکم امام المسلمین کے حق میں ہے کہ اگر امام المسلمین نے یعنی جو سب سے بڑا سردار مسلمانوں کا ہے اس نے بذات خود جہاد کیا اور اس طرح تقسیم غنیمت واقع ہوئی اور اس نے بقیہ کو صدقہ کر دیا پھر اس کے حق دار آئے تو ان کو اختیار ہوگا کہ امام سے اس حق کا تاوان لیں اور یہ تاوان اس امام کے مال سے ہوگا کہ اس کو کہیں سے اور کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے جیسے امیر لشکر کی صورت میں مذکور ہوا ہے لیکن اگر امام نے یہ مصلحت دیکھی کہ یہ مال مسکینوں کو قرضہ دے اور قرضہ کے طور پر ان میں تقسیم کر دیا بسبب ان کی حاجت کے پھر جب اس کے حق دار آئے اور انہوں نے صدقہ کی اجازت نہ دی تو امام ان کو مالہائے فقرا و مساکین میں سے اس قدر رد دے گا۔

صاحبِ مقاسم کو یہ اختیار نہیں کہ زیادتی کو صدقہ کرے:

مشائخ نے ذکر کیا کہ اس مقام پر تین نفر سردار ہیں اوّل امام اکبر دوئم امیر لشکر سوئم صاحب مقاسم یعنی وہ شخص کہ جس کو تقسیم غنائم کا کام سپرد کر دیا گیا ہے پس صاحب مقاسم کو یہ اختیار ہی نہیں ہے کہ زیادتی کو صدقہ کر دے[1] اور امیر لشکر کو یہ اختیار ہے کہ زیادتی کو صدقہ کر دے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ بیت المال فقرا و مساکین پر فقیر و مسکینوں کو قرضہ دے دے اور امام اکبر کو یہ اختیار ہے کہ زیادتی کو صدقہ کرے اور چاہے بیت المال مساکین پر مسکینوں کو قرضہ دے دے اور اگر ایک لشکر عظیم نے غنائم حاصل کیے اور اس کو دارالاسلام میں نکال لائے اور وہ تقسیم نہیں کیے گئے یہاں تک کہ لوگ متفرق ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے اور ان کے گھروں کا پتہ معلوم نہیں ہے مگر بعض اس لشکر میں سے رہ گئے تو امام المسلمین ان باقیوں کو ان کے حصے دے دے گا اور غائبوں کے حصے رکھ چھوڑے گا پھر اگر ایک سال گزر گیا اور کوئی طالب حاضر نہ ہوا تو ان کو صدقہ کر دے گا اور اگر غنائم میں سے کسی شخص نے کوئی

---

[1] لیکن باوجود اس اختیار کے وہ ضامن رہے گا پس اگر وہ حصہ دار اس پر راضی ہو گئے تو فبہا ورنہ امیر لشکر اپنے مال سے اس قدر ان کو دے گا ۱۲۔

چیز بطور غلول[1] لے لی اور اس کو نہ لایا یہاں تک کہ غنائم تقسیم کر دی گئی اور مستحقان غنائم متفرق ہو گئے پھر اس کو لایا تو امام کو روا ہے کہ اس کے قول کی تصدیق کرے اور اس سے لے کر اس میں سے پانچواں حصہ نکال کر فقیروں و مسکینوں کو دے دے اور باقی کو رکھ چھوڑے یہاں تک کہ اس کے مستحقین حاضر آئیں اور جب اس کے مستحقون کے آنے سے ناامید ہو جائے تو اس کو صدقہ کر دے اور یہ بھی روا ہے کہ اس کے قول کی تکذیب کرے او جو کچھ لایا ہے اس میں سے پانچواں حصہ اس سے لے لے اور باقی چار پانچویں حصے اس کے پاس چھوڑے کہ اس کا مواخذہ اسی پر رہے۔ اگر غلول کرنے والا اس کو امام کے پاس نہ لایا بلکہ اس نے خود اس فعل سے توبہ کی تو اس کو رکھ چھوڑ دے اس وقت تک کہ اس کے مستحق کے آنے کی امید رکھتا ہو اور جب اس کی یہ امید منقطع ہو جائے تو اس کو اختیار ہے چاہے صدقہ کر دے مگر یہ بشرط ضمان ہوگا کہ اگر مستحق نے اس کے صدقہ کی اجازت نہ دی تو یہ ضامن ہوگا لیکن احسن وہی ہے کہ امام کو دے دے کذا فی المحیط۔

فصل : ③

تنفیل کے بیان میں

امام اور امیر لشکر کو مستحب ہے کہ تنفیل کرے۔ اگر امام یا امیر لشکر نے تنفیل کی اور کسی کے واسطے غنیمت میں سے جو غانمین کے ہاتھ آ گئی ہے کچھ قرار دیا تو ایسی تنفیل جائز نہیں ہے اور تنفیل اسی مال کی جائز ہے جو ہنوز ہاتھ نہیں آیا چنانچہ اگر امام نے کہا کہ جو شخص جو کچھ پائے وہ اس کی ہے پھر ان میں سے کسی ایک نے دارالحرب میں کوئی چیز پائی تو وہ خاصۃ اسی کی ہو گی کہ اس میں خمس یعنی پانچواں حصہ نہ ہوگا اور نہ اس میں کوئی دوسرا مشارک ہوگا اور اگر وہ دارالحرب میں مرگیا تو جو کچھ اس نے پایا ہے وہ اس کی میراث ہوگا یعنی اس کے وارثوں کو جو دارالاسلام میں ہیں ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام کو یہ نہ چاہیے کہ کل ماخوذ کی تنفیل کرے بایں طور کہ لشکر سے کہے کہ جو کچھ تم حاصل کرو وہ تمہارا ہے۔ اگر امام دارالحرب میں لشکر کے ساتھ داخل ہوا اور کسی ٹکڑے لشکر پر کوئی امیر کر کے سریہ روانہ کیا اور ان سے کہہ دیا جو کچھ تم حاصل کرو وہ تمہارا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر دارالاسلام سے اس طرح سریہ روانہ کیا اور ان کے لیے کل غنیمت کی جو حاصل کریں تنفیل[2] کر دی تو یہ نہیں چاہیے اور دارالاسلام میں غنیمت احراز کر لینے کے بعد غنیمت میں سے تنفیل نہیں کر سکتا ہے الاخمس یعنی پانچویں حصہ میں سے تنفیل ہوگی یہ کافی میں ہے اور بعد غنیمت حاصل ہونے کے قبل تقسیم کے بعض ایسے مجاہدین کے واسطے جن کو سختی و محنت زیادہ پہنچی تھی اپنے اجتہاد سے تنفیل کی پھر ایسے امام کے پاس مقدمہ پیش ہوا جو بعد حصول غنیمت کے تنفیل روا نہیں جانتا ہے تو دوسرے امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو اول نے کیا اس کو توڑ دے۔

امام نے کوئی سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ کیا اور کہا جو کچھ تم حاصل کرو اُس میں سے تمہارے واسطے تہائی ہے:

امام محمدؒ نے فرمایا کہ قاتل اسباب مقتول کا بنفس القتل مستحق نہیں ہوتا ہے تا وقت کہ امام پہلے قتل کرنے کے اس کے واسطے تنفیل نہ کرے یعنی یوں کہہ دے کہ جس مجاہد نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے اور یہ ہمارے سب علماء کا مذہب

---

[1] مال غنیمت سے کسی شے کے چرا لینے کو غلول بولتے ہیں ۱۲۔ [2] امیر لشکر مجاہدین لشکر سے لڑائی پر جاتے وقت یوں کہے کہ دشمن کا مال جو کچھ جس کے ہاتھ اس لڑائی میں آئے وہ اسی کا ہے ۱۲۔

ہے اور اگر پانچواں حصہ نکال لینے کے بعد تنفیل کی بایں طور کہ امام نے سریہ روانہ کیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اس میں سے بعد پانچواں حصہ نکال لینے کے تمہارے واسطے تہائی یا چوتھائی ہے پھر باقی میں تم لوگ لشکر کے شریک ہو تو یہ مطلقاً جائز ہے اس طرح یہ بھی جائز ہے کہ امام نے کوئی سریہ (چھوٹا لشکر یعنی بڑے لشکر کا ایک حصہ قلیل) روانہ کیا اور ان سے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اس میں سے تمہارے واسطے تہائی ہے یا کہا کہ تمہارے واسطے چوتھائی ہے پھر باقی میں تم لوگ لشکر والوں کے ساتھ شریک ہو پس یہ روا ہے اگر چہ اس میں خمس میں جو فقراء کا حق ہے ان کے حق کا ابطال لازم آتا ہے کہ بعد خمس لے لینے کے تنفیل ماقبی میں سے نہیں کی ہے پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر ان کے واسطے تہائی یا چوتھائی مطلقاً نفل کی ہو تو ان کو تہائی یا چوتھائی تمام غنیمت میں سے پہلے دے دے گا پھر باقی میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی کو تمام لشکر پر تقسیم غنیمت میں مشروع ہے اور سریہ والے جن کو نفل مل چکی ان لوگوں میں شامل ہوں گے اور اگر اہل سریہ کے واسطے تہائی یا چوتھائی کی نفل بعد پانچواں حصہ نکالنے کے کی ہو تو پہلے تمام غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی میں سے اہل سریہ کو ان کا حصہ نفل دے دے گا پھر باقی کو تمام لشکر پر مع اہل سریہ کے بحساب سہام غنیمت تقسیم کر دے گا۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر امام نے اہل لشکر سے کہا کہ جو کچھ تم حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ نکالنے کے بعد باقی تم سب پر مساوی نفل ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ جب کہ اسباب مقتول کا قاتل کے واسطے نفل نہ قرار دیا گیا تو وہ منجملہ غنیمت کے ہوگا کہ اس میں قاتل وغیرہ قاتل سب برابر ہوں گے اور اسباب مقتول اس کا گھوڑا ہے یا جو سواری ہو اور جو اس پر کپڑے و ہتھیار ہوں اور جو مرکب پر کاٹھی وزین وغیرہ آلات ہوں اور جو اس کا مال اس کے ساتھ گھوڑے پر اس کے حقیبہ یا کمر میں ہو مگر اس کا غلام اور جو کچھ غلام کے ساتھ ہو اور غلام کی سواری کا جانور اور جو کچھ اس جانور پر ہے اور جو کچھ مقتول کے گھر میں ہے وہ اسباب مقتول میں داخل نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر امیر لشکر نے کہا کہ جس کسی نے کافر کو قتل کیا تو مقتول کا گھوڑا اس کا ہے پھر ایک نے ایک کافر کو پا پیادہ قتل کیا حالانکہ اس کافر کے ساتھ اس کا غلام اس کا گھوڑا لیے اس کے پہلو میں ایک جانب دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہے تو یہ گھوڑا اس قاتل کا ہوگا اس واسطے کہ مقصود امام یہ ہے کہ ایسے کافر کو قتل کرے جو سوار ہو کر لڑنے پر قادر ہو اور اس مقتول پر صادق ہے کہ وہ سوار ہو کر لڑنے پر قادر تھا بخلاف اس کے اگر اس کا غلام اس کا گھوڑا اس کے پہلو میں ایک جانب لیے ہوئے نہ کھڑا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا یہ تبیین میں ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ تنفیل سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ باقی مجاہدین کا حق اس مال نفل سے منقطع ہو جاتا ہے اور رہا یہ امر کہ جس کے واسطے نفل کر دیا ہے اس کی ملک میں آجانا سو یہ جب ہی ہوتا ہے کہ جب یہ مال دارالاسلام میں آجانے سے احراز میں ہو جائے جیسے اور غنائم میں حکم ہے پس اگر امام نے لشکر سے کہا کہ جن سے کوئی باندی پائی وہ اسی کی ہے پھر کسی مسلمان نے ایک باندی پائی اور اس کا استبراء کر لیا اور ہنوز وہ دارالحرب میں ہے تو امام اعظم و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس باندی سے اس کو وطی کرنا یا اس کو فروخت کر دینا روا نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔

امام کو نہ چاہیے کہ کافروں کی ہزیمت و اسلام کی فتح کے روز تنفیل کرے اور اسی طرح یہ بھی نہ چاہیے کہ قبل ہزیمت و فتح کے تنفیل مطلقاً کرے بدوں استثناء روز ہزیمت و فتح کے یعنی یوں کہے کہ جن سے جس کافر کو قتل کیا اس کا اسباب اسی کا ہے یا جس نے کوئی قیدی گرفتار کیا وہ اسی کا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جس نے جو کافر قتل کیا قبل ہزیمت کفار و فتح اسلام کے تو اس کا اسباب قاتل ہی کا ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ چاہیے نہیں اگر امام نے اس طرح مطلقاً تنفیل کی کہ روز فتح کو استثناء نہ کیا تو تنفیل مذکور بروز فتح و ہزیمت بھی باقی رہے گی چنانچہ بروز فتح و ہزیمت جو غازی جس کافر کو قتل کرے گا اس کا اسباب اسی غازی کا ہوگا یہ محیط میں ہے

امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر امام نے کہا کہ جس نے جس کافر کو قتل کیا اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر ایک غازی نے ایک کافر کو مجروح (گھائل) کیا اور دوسرے غازی نے اس کو قتل کر دیا پس اگر اوّل نے اس کافر کو ایسا مجروح کیا ہو کہ ایسے زخم سے زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور مجروح کو اتنی قوت نہیں رہی ہے کہ قتل میں مدد کر سکے یا ہاتھ سے یا کلام مشورہ سے اہل کفر کو مدد دے سکے تو اُس کا اسباب پہلے غازی کا ہوگا اور اگر اوّل کے زخم سے یہ زندہ رہ سکتا ہو یا باوجود اس زخم کے اس میں ہاتھ یا کلام مشورہ سے مدد دینے کی قوت ہو تو اس کا اسباب دوسرے غازی کا ہوگا پھر جاننا چاہیے کہ اگر امام نے تنفیل بعد خمس کی یعنی مثلاً یوں کہا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو پانچواں حصہ لینے کے بعد اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے تو پانچواں حصہ اس اسباب میں سے لے لیا جائے گا اور اگر مطلقاً اس کے اسباب کو نفل کر دیا یعنی یوں کہا کہ جس نے جس کافر کو قتل کیا اس کا باپ اسی قاتل کا ہے تو اس صورت میں اسباب میں سے پانچواں حصہ نہ لیا جائے گا اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔

اسلوبِ عربیت سے مسائل اخذ کرنے میں احتیاطیں:

اگر امیر نے لشکر سے دارالحرب میں جب کہ وہ بمقابلہ دشمن صف آرا تھے کہا کہ جس نے جس دشمن کو قتل کیا اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر امیر لشکر نے خود کسی کافر کو قتل کیا تو استحساناً مقتول کا اسباب امیر لشکر کا ہوگا اور اگر یوں کہا کہ جس کافر کو میں نے قتل کیا تو اس کا اسباب میرا ہی ہوگا تو اس طرح وہ اس اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر امیر نے یوں کہا کہ جس نے تم میں سے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا اسباب قاتل ہے کا ہے پھر امیر لشکر نے کسی کافر کو قتل کیا تو امیر کو کچھ نہ ملے گا اور اگر امیر نے کہا کہ جس کو میں نے قتل کیا اس کا اسباب میرا ہی ہے پھر کسی کو قتل نہ کیا یہاں تک کہ کہا کہ تم میں سے جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر امیر نے خود کسی کافر کو قتل کیا تو اس کا اسباب ملے گا۔ اگر امیر نے لشکر سے کہا کہ اگر تم میں سے کسی مرد نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا اسباب اسی کا ہے پھر دو آدمیوں نے ایک کافر کو قتل کیا تو استحساناً اس کا اسباب ان دونوں کا ہوگا اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ جس نے قتل کیا کسی کافر کو تو مقتول کا اسباب اسی کا ہے تو بھی صورت مذکورہ میں مقتول کا اسباب ان دونوں کا ہوگا اور اگر تین آدمیوں نے ایک کو قتل کیا تو استحساناً ان کے واسطے کچھ نہ ہوگا قال المترجم یہ باسلوب عربیت ہے فی قوله ان قتل رجل منكم و قوله من قتل قتيلا اور ہماری زبانیں پس میرا گمان ہے کہ ہر صورت میں سوائے ایک کے قاتل ہونے کے اس استحسان کے موافق اسباب کا استحقاق نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر امام نے کہا کہ جس نے جس کافر کو قتل کیا تو اس کا اسباب اسی کا ہے پھر ایک مسلمان نے ایک کافر کو تیر یا نیزہ مار کر اس کو گھوڑے سے گرا دیا اور اپنے لشکر میں کھینچ لایا اور کافر مذکور یہاں چند روز رہ کر اس زخم سے مر گیا اور ہنوز مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا ہے تو اس مقتول کا اسباب اس کے قاتل ہی کو ملے گا اور اگر کافر مذکور دارالاسلام میں آ کر غنیمت تقسیم ہونے کے بعد مر گیا تو قاتل کو اس اسباب میں بایں خصوصیت کچھ نہ ملے گا اور اگر غازی نے اس کو مجروح کیا اور مشرکوں نے اس مجروح کو چھین لیا اور اپنے لشکر میں لے بھاگے اور غازی نے اس کا اسباب لے لیا پھر اس غازی اور باقی غانمین میں اختلاف ہوا چنانچہ غازی نے کہا کہ مجروح مذکور قبل تقسیم غنیمت کے مر گیا اور غانمین نے کہا کہ نہیں بعد تقسیم غنیمت مرا ہے تو قول غانمین کا قبول ہوگا اور غازی کے گواہ ان لوگوں پر قبول نہ ہوں گے لاّ آنکہ گواہ مسلمان ہوں اور اگر کوئی مرد غازی کسی کافر کو اس کے گھوڑے کی زین سے اٹھا لایا اور صف یا لشکر کی طرف لا کر اس کو ذبح کر ڈالا تو اس کے اسباب میں سے اس غازی کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کو صف

میں اٹھالانے کے بعد اس سے قتال[1] کر کے اس کو قتل کیا تو وہ مستحق اسباب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر امیر لشکر نے کہا کہ جس نے اکیلے تم میں سے کسی کافر کو قتل کیا وہ اس کے اسباب کا مستحق ہے پھر دو غازیوں نے کسی کو قتل کیا تو اس کے اسباب کے مستحق نہ ہوں گے اور نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی مسلمان سے کہا کہ اگر تو نے اس کافر کو قتل کیا تو اس کا اسباب تیرے ہی واسطے ہے پس اس مسلمان اور ایک دوسرے مسلمان دونوں نے اس کو قتل کیا تو پورا سامان اسی مسلمان (جس کو امیر نے خطاب کیا تھا کہ اگر تو نے اس کافر کو قتل کیا ۱۲ منہ) کو ملے گا اور دوسرے کے واسطے اس میں سے کچھ نہ ہوگا اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر امام نے دس مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم نے قتل کیا ان دس کو خاصۃً یا دس مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم نے فلاں قریہ کے لوگوں کو اسیر کیا یا قتل کیا تو تمہارے واسطے چنین و چنان ہے یعنی کوئی غیر معین چیز کی تنفیل کی پھر ان لوگوں کے ساتھ سوائے ان کے اور لوگ بھی شریک ہو گئے بدوں اجازت امام المسلمین کے تو یہ سب کے سب مال غنیمت میں شریک ہوں گے اور فرمایا کہ یہ صورت مشابہ تنفیل[2] شے معین کے نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر امیر نے ایک غازی سے کہا کہ اگر تو نے ایک کافر کو قتل کیا تو تیرے واسطے اس کا اسباب ہوگا پس اس نے دو کافروں کو قتل کیا تو اس کے واسطے خاصۃً اوّل مقتول کا اسباب ہوگا اور اگر امیر نے تمام اہل لشکر سے کہا کہ اگر تم میں سے کسی مرد نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے واسطے اس کا اسباب ہوگا پھر ان میں سے ایک نے دس کافروں کو قتل کیا تو ان سب کے اسباب کا مستحق ہوگا یہ استحسان ہے۔

اگر کسی مرد معین سے کہا کہ اگر تو نے کافر کو قتل کیا تو تیرے واسطے اس کا اسباب ہے پس اس نے دو کافروں کو ساتھ ہی قتل کیا تو اس کے واسطے ان میں سے ایک کا اسباب ہے پس دونوں میں سے ایک اسباب جس کو چاہے اختیار کرے اور اختیار کرنے کا کام اس قاتل کو سپرد ہوگا نہ امام کو کذا فی الظہیر یہ اور اسی طرح اگر امیر نے کہا کہ اگر تو نے کوئی قیدی حاصل کیا تو وہ تیرا ہوگا پس اس نے آگے پیچھے دو قیدی پکڑے تو پہلا قیدی اسی کا ہوگا اور اگر اس نے ساتھ ہی دو قیدی پکڑے تو ان میں سے ایک چھانٹ لینے کا اختیار اسی کو ہوگا اور اگر مشرکوں کی صف میں سے دس مشرک نکل کر میدان میں قتال کرنے کو آئے اور مبارز (مقابل کہ ان کے ساتھ لڑائی کے واسطے آئیں ۱۲ منہ) طلب کیے پس امیر نے دس مسلمانوں سے کہا کہ ان کی جانب نکل کر جاؤ اگر تم نے ان کو قتل کیا تو ان کے سامان تمہارے واسطے ہوں گے پس یہ مسلمان نکلے اور ہر مسلمان نے اپنے مقابل کو قتل کیا تو استحساناً ہر قاتل کے واسطے اپنے مقتول کا اسباب ہوگا اور اگر انہوں نے نو مشرکوں کو قتل کیا اور دسواں بھاگ گیا تو استحساناً ان کے اسباب کے مستحق ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر امیر نے کہا کہ جس نے کافر کو قتل کیا تو اس کے واسطے اسباب ہے پھر ایک ذمی نے جو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر قتال کرتا تھا کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا۔

اس طرح اگر کسی تاجر نے کسی کافر کو قتل کیا تو وہ بھی اس کے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ قبل اس کے وہ قتال کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اسی طرح اگر مسلمان عورت یا ذمیہ عورت نے قتل کیا تو وہ اپنے مقتول کے اسباب کی مستحق ہوگی اور اسی طرح اگر غلام نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ وہ اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ ہو کر قتال کرتا ہو یا نہ کرتا ہو بہر حال یہ لوگ اپنے مقتول کے اسباب کے مستحق ہوں گے اور اگر امیر نے کہا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کے واسطے اس کا اسباب ہے پس اس

---

[1] عمداً نہیں چھوڑا ہے بلکہ اتفاق سے دور ہا ہو کر اس کے ساتھ مقابل ہوا پس مسلمان نے اسے قتل کیا اور عمداً بغرض حصول اسباب چھوڑنا حیف و حرام ہے کہ نظر بجہاد نہیں بلکہ بحال ہوئی ۱۲۔ [2] شے معین کی تنفیل کرنی مثل غیر معین کی تنفیل کے نہیں ہے ۱۲۔

کلام کو بعض نے سُنا اور بعض دیگر نے نہ سنا پھر کسی نے ایک کافر کو قتل کیا تو مقتول کا اسباب اس کو ملے گا اگر چہ اس نے کلام امام کو نہ سنا ہو۔ اگر امام نے کوئی سریہ روانہ کیا اور اپنے اہل لشکر میں کہا کہ میں نے اس سریہ کے واسطے چہارم غنیمت نفل کر دی حالانکہ اہل سریہ میں سے اس کو کسی نے نہ سنا تو استحساناً اہل سریہ کو نفل ملے گی اور اگر امیر نے کہا کہ جس نے قیدی پکڑا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے دو یا تین قیدی پکڑے تو سب اسی کے ہوں گے اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں سے کچھ چیز لایا اس کے واسطے اس چیز میں سے تھوڑا ہوگا پھر ایک شخص کپڑے یا بردے لایا تو جس قدر اس میں سے امیر کی رائے میں آئے اس کو دے کہ یہ اختیار امیر کے ہاتھ ہے۔ اگر امیر نے کہا کہ جس نے کوئی کافر قتل کیا اس کے واسطے اس کا اسباب ہوگا پس اس نے کسی اجیر کو جو مشرکوں کا مزدور تھا اور ان کے ساتھ ہو کر لڑتا نہ تھا قتل کیا یا ان کے ساتھ کے تاجر کو یا غلام کو جو اپنے مولیٰ کے ساتھ خدمت گذرا تھا یا ایسے شخص کو جو نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا تھا یا ایسے ذمی کو جو عہد توڑ کر مشرکوں حربیوں کے ساتھ مل گیا تھا قتل کیا تو قاتل کو ان کا اسباب ملے گا اور اگر اس نے کسی عورت مشرکہ کو قتل کیا پس اگر وہ قتال کرتی تھی تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر قتال نہ کرتی تھی تو اس کا اسباب قاتل کو نہ ملے گا اور اگر ایسے طفل کو جو ہنوز بالغ نہیں ہوا ہے قتل کیا تو اسباب نہ پائے گا۔

اگر حربیوں میں سے کسی مریض یا مجروح کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا خواہ اس مریض یا مجروح کو استطاعت قتال ہو یا نہ ہو۔ اگر بڈھے پھوس کو قتل کیا جس سے خود قتال کرنے یا رائے دینے کا وہم نہیں ہوتا ہے اور نہ اس سے نسل کی امید ہے تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر امیر نے کہا کہ جس نے کسی بطریق (بطریق رئیس نصاریٰ مثلاً صوبہ دار وغیرہ ۱۲ منہ) کو قتل کیا تو اس کا اسباب اسی قاتل کا ہے پھر بطریقوں میں سے نہیں بلکہ اور کافروں میں سے ایک کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے ادھیڑ کو قتل کیا اس کا اسباب اس کے قاتل کا ہے پس اس نے جوان کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر امیر نے کہا کہ جوان قتل کرے پھر اس نے بوڑھے کو قتل کیا تو اسباب کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر امیر نے کہا کہ جو اسیر کو لایا اس کے واسطے اس قدر نفل ہے پھر ایک شخص وصیف کو پکڑ لایا تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ اسیر اسم بالغ مذکر کا ہے اور وصیف اسم صغیر کا ہے پس اس نے جنس میں اختلاف کیا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ جو وصیف لائے اس کے واسطے اس قدر ہے پھر ایک شخص اسیر یعنی بالغ مذکور کو یا دودھ پیتے ہوئے کو گرفتار کر کے لایا تو کچھ مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے جنس میں خلاف کیا اور اگر امیر نے کہا کہ جس نے مشرکین کے صعلوکوں میں سے کسی صعلوک[1] کو قتل کیا تو اس کے واسطے اس کا اسباب ہوگا پھر کسی غازی نے ایک بطریق کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ بطریق کے اسباب کی قیمت بہ نسبت اسباب صعلوک کے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کہا کہ جو شخص ہزار درہم غنیمت لایا اس کے واسطے اس قدر ہے پھر ایک شخص ہزار دینار لایا تو کچھ مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ خلاف جنس لایا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کافروں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا تو حکم تنفیل مذکور باقی رہے گا:

اگر لشکر اسلام دار الحرب میں داخل ہوا اور قبل از انکہ قتال کی نوبت پہنچے امیر لشکر نے کہا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کے واسطے اس کا اسباب ہوگا تو یہ حکم تنفیل کا ہر قتیل کے حق میں ہے جس کو دار الحرب میں اپنے اسی جہاد میں قتل کریں برابر جاری رہے گا یہاں تک کہ یہ لوگ دار الاسلام میں واپس آئیں اور اگر اسی روز باہم مسلمانوں و مشرکوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور کوئی

---

[1] صعلوک درویش فقیر ۱۲۔

فریق دوسرے سے منہزم[1] نہ ہوا حتی کہ پھر دوسرے روز لڑائی ہوئی اور کسی مسلمانوں نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا اس واسطے کہ جنگ اوّل باقی ہے تو تنفیل بھی باقی رہے گی اور اگر کافروں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا تو حکم تنفیل مذکور باقی رہے گا اور اسی طرح اگر کافران حربی شکست کھا کر بھاگے اور اپنے قلعوں میں داخل ہوئے اور مسلمان ان کے تعاقب میں ہیں ہنوز واپس نہیں ہوئے حتی کہ کافروں نے اپنے قلعوں میں قرار پکڑا اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا اور برابر لڑائی جاری ہی تو تنفیل مذکور کا حکم برابر رہے گا اور اگر کافران حربی نے شکست کھا کر اپنے شہروں و قلعوں میں پناہ لی اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ کیا پھر مسلمان لوگ ان کے شہروں و قلعوں میں سے کسی شہر یا قلعہ کی طرف گذرے اور ان کا محاصرہ کیا پھر کسی مسلمان نے کسی ایسے کافر کو قتل کیا جو شکست کھا کر یہاں پناہ گزیں ہوا ہے تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اس طرح اگر مسلمانوں نے منہزم شدہ کافروں کا پیچھا کیا اور راہ میں ایک قلعہ کی طرف گذر ہوا جس میں سوائے ان منہزم شدہ کافروں کے جن کا تعاقب کیا ہے ایک جماعت کفارہ با قوت منعت ہے پھر ان میں سے کسی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی بطریق قتل کیا گیا پس امیر نے کہا کہ جو شخص اس کا سر لائے اس کے واسطے اس قدر نفل ہے پس اگر یہ بطریق مقتول و اس کا سر ایسے مقام پر ہو کہ اس پر قدرت نہیں ہو سکتی ہے الا بقتال و خوف تو سر لانے والا مستحق نفل ہوگا اور اگر ایسے مقام پر ہو کہ بغیر قتال و خوف کے اس کا سر حاصل ہو سکتا ہے تو لانے والا کچھ مستحق نہ ہوگا اور اگر امیر نے معین چند لوگوں سے کہا ہو کہ جو شخص تم میں سے اس کا سر لائے اس کے واسطے اس قدر ہے تو یہ تنفیل نہیں بلکہ اجارہ فاسدہ (مزدوری پر مقرر کیا ۱۲ منہ) ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مسلمانوں و کافروں نے قتال کے واسطے صف بندی کی اور اس وقت میں امیر لشکر نے مسلمانوں سے کہا کہ جو شخص کسی کافر کا سر لایا اس کے واسطے غنیمت میں سے پانچ سو درہم ہیں تو یہ مردوں کے سروں پر ہوگی نہ لڑکوں کے سروں پر چنانچہ جو شخص کسی مرد کافر کا سر لایا وہ مستحق پانچ سو درہم کا ہوگا ورنہ نہیں اور بخلاف اس کے اگر ایسی حالت میں کہ کفار شکست کھا کر بھاگ گئے اور لڑائی ختم ہو گئی ہے امیر لشکر نے کسی سے زبان عربی میں کہا کہ من جاء براس فلہ کذا یعنی جو کوئی راس لایا یعنی سر لایا اس کے واسطے پانچ سو درہم ہیں تو یہ قیدیوں پر ہوگی نہ مردوں کے سر کاٹ لانے پر۔ اگر زید ایک مرد کافر کا سر لایا اور کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کا سر لایا ہوں اور عمرو نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا مگر اس کا سر اس زید نے لے لیا تو جو شخص اس مقتول کا سر لایا ہے وہی پانچ سو درہم کا مستحق ہوگا اور اسی کا قول قسم سے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے قبول ہوگا اور دوسرے پر اپنے دعویٰ کے گواہ لانا لازم ہیں چنانچہ اگر اس نے مسلمان گواہ پیش کیے کہ اسی نے اس کو قتل کیا ہے تو اسی کے واسطے پانچ سو درہم کا حکم دیا جائے گا اور اگر ایک شخص ایک سر لایا اور مسلمانوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ سر دشمنوں میں سے ایک شخص کا ہے جو مر گیا تھا اور اس نے اس کا سر کاٹ لیا اور جو شخص سر لایا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا جو سر لایا ہے لیکن اس سے قسم لی جائے گی۔

یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ یہ سر کسی مشرک کا سر ہے اور اگر شک پیدا ہو گیا کہ یہ مسلمان کا سر ہے یا مشرک کا سر ہے اور معلوم نہیں ہوتا ہے تو علامت سے شناخت کی جائے پس اگر اس پر علامت مشرکان ہو مثلاً اس کے بال کترے ہوئے ہوں تو وہ مستحق نفل ہوگا اور اگر اس پر علامت اسلام ہو مثلاً داڑھی میں خضاب سرخ ہو تو وہ مستحق نفل نہ ہوگا اور اگر اس طرح بھی شناخت نہیں ہو سکتی اور اشتباہ موجود رہا یہ نہ کھلا کہ مسلمان کا سر ہے یا کافر کا تو لانے والا مستحق نفل نہ ہوگا اور اگر زید ایک سر لایا کہتا ہے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کے ساتھ عمرو ہے وہ کہتا ہے کہ اس کو میں نے ہی قتل کیا ہے اور زید سے قسم طلب کی پس زید نے قسم اس نکول

---

[1] پست و شکست خوردہ ۱۲۔

(قسم کھانے سے انکار کیا ۱۲منہ) کیا تو قیاساً دونوں میں سے کوئی مستحق نفل نہ ہوگا اور استحساناً عمرو کو مال نفل دیا جائے گا۔ اگر دو آدمی ایک سر لائے کہتے ہیں کہ ہم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور سر مذکور دونوں کے قبضہ میں ہے تو مال نفل ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور اسی طرح اگر تین آدمی یا زیادہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر امیر لشکر نے کہا کہ جو اس شہر کے دروازہ سے یا اس قلعہ کے دروازہ سے یا اس مطمورہ کے دروازہ سے داخل ہو اس کے واسطے ہزار درہم ہیں پھر مسلمانوں میں سے ایک قوم ہجوم کر کے ایکبارگی اس میں داخل ہو گئی پھر آگے اُس کا ایک دوسرا دروازہ بند نظر آیا تو ان لوگوں کے واسطے نفل کا استحقاق ہوگا اور ان میں سے ہر ایک ہزار درہم کا مستحق ہوگا بخلاف اس کے اگر امیر نے کہا کہ جو اس میں داخل ہو اس کے واسطے چہارم غنیمت ہے پھر دس آدمی ایکبارگی داخل ہوئے تو ان کے واسطے فقط ایک چوتھائی غنیمت ملے گی جس میں سب شریک ہوں گے اور اگر داخل ہوا پھر دوسرا داخل ہوا تو برابر ایسے سب داخل ہونے والے اس مقدار نفل میں شریک ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ دشمن ملتجی ہوئے۔

اگر امیر لشکر نے کہا کہ جو دروازہ مطمورہ (تہہ خانہ) میں داخل ہو اس کے واسطے اس مطمورہ کا بطریق ہے یعنی بطریق مذکور اس کو دیا جائے گا پھر ایک جماعت داخل ہوئی تو ان کے واسطے فقط یہی بطریق ہوگا بخلاف[1] اس کے اگر امیر نے مطلقاً کہا کہ اس کے واسطے بطریق ہے پھر چند لوگ داخل ہوئے تو ہر ایک کو ایک ایک بطریق علیحدہ علیحدہ ملے گا اور اگر قلعہ کے اندر فقط تین بطریق پائے گئے تو ان لوگوں کے واسطے یہی تین بطریق ہوں گے اور کچھ نہ ملے گا بخلاف اس کے اگر کہا کہ جو شخص اس میں داخل ہو اپس واسطے اس کے ایک باندی ہے پھر لوگ داخل ہوئے اور قلعہ فتح ہونے پر دیکھا گیا اس میں فقط دو یا تین باندیاں تھیں تو ہر ایک داخل ہونے والے کے واسطے اوسط درجہ کی باندی کی قیمت ہوگی اس واسطے کہ یہ کہنا کہ اس کے واسطے ایک باندی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے واسطے اوسط درجہ کی باندی کی قیمت ہوگی اور اگر یوں کہا کہ تو اس کے واسطے ان کی باندیوں میں سے ایک باندی ہوگی پھر دیکھا گیا تو اس میں فقط دو یا تین باندیوں تھیں تو مثل مذکورہ سابق ان سب داخل ہونے والوں کو یہی باندیاں ملیں گی اور کچھ نہ ملے گا اور اگر امام نے کہا کہ جو اس میں داخل ہو اس کے واسطے ہزار درہم ہیں پس کچھ لوگ جانب دروازہ سے داخل ہوئے اور کچھ لوگ چھت کی طرف سے اس طرح اترے کہ اوروں نے ان کو ان کی اجازت سے لٹکا کر اتار دیا پس ان سب نے قلعہ مذکور فتح کر لیا تو یہ لوگ مال کے مستحق ہوں گے یعنی ہر ایک ہزار درہم کا مستحق ہوگا مگر یہ حکم اس وقت ہے کہ لٹک کر ایسی جگہ پہنچ گئے ہوں کہ اہل قلعہ سے مقابلہ کر سکتے ہوں اور اگر ایسی جگہ ہوں کہ مقابلہ نہیں کر سکتے مثلاً دیوار سے ایک ہاتھ یا دو ہاتھ لٹکے ہوئے ہوں تو یہ لوگ نفل کے مستحق نہ ہوں گے۔

اگر امیر نے تین اشخاصِ معین سے کہا کہ جو تم میں سے اس قلعہ کے دروازہ سے اوّلاً داخل ہوا اس کے

---

[1] قولہ بخلاف اس کے الخ مترجم کہتا ہے کہ نسخہ میں یہاں مطبوعہ میں یہاں عبارت تغیر دے کر برخلاف اصل نسخہ کے یوں لکھی بخلاف الوقال من دخل فلہ جاریہ یعنی فلہ قیمۃ جاریۃ فانہ یعطی لکل واحد قیمۃ جاریہ وسطا انتہی اور مترجم کو اس مقام کی صحت میں بہت تامل ہوا ں گاہ نظر آیا کہ تغیر کرنے والے نے اصل نسخہ کی عبارت بھی حاشیہ پر لکھ کر طبع کر دی ہے اس عبارت پر نظر کرنے سے تردد واقع ہوا اور وہی عبارت صحیح ہے پس میں نے اسی کا ترجمہ کیا ہے اور جو عبارت متغیر لکھی گئی وہ غلط ہے اور بدلنے والے کی غلط فہمی ظاہر کیونکہ حاصل مقام یہ ہے کہ امیر نے اگر باضافت تنفیل کی مثلاً چہارم غنیمت یا بطریق قلعہ یا مملوک اہل قلعہ تو اس صورت میں دیکھے گا جو حاصل ہو زیادہ کچھ نہ ملے گا اور اگر امیر نے بلا اضافت کہا مثلاً جو داخل ہوا اس کے لیے ہزار درہم یا غلام یا بطریق یا باندی ہو تو ایسی صورت میں چاہے قلعہ میں سے درہم یا غلام یا باندی ملیں یا نہ ملیں لشکری کو ایسی چیز میں سے اوسط درجہ کی قیمت دی جائے گی اور واضح ہو کہ ظاہر العبارت بدلنے والے محسنین کلکتہ ہیں جنھوں نے مقام کو نہ سمجھا اور عبارت بدل ڈالی متعدد بر ۱۲۔

واسطے تین راس بردے ہیں اور درم کے واسطے دوراس اور سوم کے واسطے ایک راس ہے:

اگر لٹکانے والوں نے ان کو لٹکایا حتیٰ کہ جب بیچ تک پہنچ تو رسی ٹوٹ گئی اور یہ لوگ قلعہ میں گرے تو ایسی صورت میں بھی مستحق نفل ہوں گے اور اگر امیر نے کہا کہ جو اوّل داخل ہوا اس کے واسطے تین راس بردے ہیں اور جو درم داخل ہوا اس کے واسطے دوراس اور جو سوم داخل ہوا اس کے واسطے ایک راس ہے پس ایک داخل ہوا پھر ایک اور داخل ہوا تو ہر ایک اس قدر کا مستحق ہوگا جو اس کے واسطے بیان کر دیا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تم میں جو داخل ہوا اس کے واسطے تین راس بردے ہیں اور دوئم کے واسطے دو راس اور سوم کے واسطے ایک راس ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر تینوں ساتھ ہی داخل ہوئے تو اوّل و ثانی کی نفل باطل ہوگئی اور ثالث کی نفل میں یہ لوگ سب مشترک ہوں گے اور اگر اوّل مرتبہ دو ایک ساتھ داخل ہوئے تو اوّل کی نفل باطل ہوئی اور دوئم کی نفل میں یہ دونوں شریک ہوں گے اور اگر کسی مرد سے کہا کہ اگر تو اولاً داخل ہوا تو میں تجھے کھانا نہ دوں گا (میں تجھے کچھ نفل نہ دوں گا) اور اگر تو دوبارہ داخل ہوا تو تیرے واسطے دوراس بردے ہیں۔ پھر وہ اوّلاً داخل ہوا تو قیاساً اس کے واسطے کچھ نہیں ہے مگر استحساناً وہ نفل مشروط یعنی دو بردے کا مستحق ہوگا اور اگر اس سے پہلے ایسی گفتگو نہ ہوئی ہو تو وہ کچھ مستحق نہ ہوگا اور اگر امیر نے تین اشخاص معین سے کہا کہ جو تم میں سے اس قلعہ کے دروازہ سے اوّلاً داخل ہوا اُس کے واسطے تین راس بردے ہیں دوم کے واسطے دوراس اور سوم کے واسطے ایک راس ہے پھر ان تینوں میں سے ایک مرد اس قلعہ کے دروازہ سے داخل ہوا حالانکہ اس کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ہے تو تین بردے اسی کے واسطے ہوں گے کہ امیر نے ان تین کی طرف اس تنفیل میں اضافت کر دی ہے چنانچہ یہ کہہ دیا کہ تم میں سے پس مراد اس کی اوّل سے یہ ہوئی کہ تم میں سے جو اوّل داخل ہو خواہ تنہا یا عام کے ساتھ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر امیر نے یوں کہا کہ دو آدمیوں میں سے جو اوّل داخل ہو پھر ایک مرد داخل ہوا اور اس کے ساتھ چند بہائم گھس گئے یا کہا کہ مردوں میں سے جو اوّل داخل ہو پھر ایک مرد داخل ہوا اور اس کے ساتھ چند عورتیں گھس گئیں تو یہ اوّل داخل ہونے والا مستحق نفل مشروط ہوتا ہے پس ایسا ہی صورت مذکورہ میں بھی ہے۔

اگر امیر نے تینوں سے یوں کہا کہ تم میں سے جو شخص کہ لوگوں سے قبل اولاً داخل ہوا تو اس کے واسطے اس قدر نفل ہے پھر ان میں ایک داخل ہوا اور اس کے ساتھ دوسرا شخص بھی انہیں تین میں سے اور لوگوں مسلمان یا کافروں میں سے داخل ہوا تو اس کے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا۔ اگر امیر نے کہا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص اولاً اس قلعہ میں داخل ہوا اس کے واسطے تین بردے ہیں پھر اس قلعہ میں پہلے ایک ذمی داخل ہوا پھر ایک مسلمان داخل ہوا تو وہ نفل مذکور کا مستحق ہوگا بخلاف اس کے اگر کہا کہ لوگوں میں جو شخص اوّلاً اس میں داخل ہوا اس کے واسطے تین بردے ہیں پھر ایک ذمی پہلے داخل ہوا پھر ایک مسلمان داخل ہوا تو مسلمان مذکور مستحق نفل نہ ہوگا۔ اگر امیر نے کہا کہ کل جو شخص کہ تم میں سے اولاً اس قلعہ میں داخل ہوا اس کے واسطے ایک بردہ ہے پھر پانچ آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ہر ایک داخل ہونے والا ایک راس کا مستحق ہوگا بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ جو داخل ہوا یا کوئی مرد کہ داخل ہوا تو یہ حکم نہیں ہے اس واسطے کہ یہ کلمہ ایک فرد کے واسطے ہے اور اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں پانچواں داخل ہوا اس کے واسطے ایک راس ہے پھر پانچ آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ان میں ہر ایک داخل ہونے والا پانچویں کی نفل کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر امیر نے کہا کہ جس نے سونا پایا وہ اس کا ہے یا کہا کہ جس نے چاندی پائی وہ اس کی ہے پھر ایک شخص نے تلوار جس میں چاندی یا سونے کا حلیہ ہے پائی تو یہ حلیہ (زیور و آرائش جیسے تلوار کے قبضہ پر طلائی و نقرئی زیور بناتے ہیں ۱۲ منہ) اس کا ہوگا اور تلوار غنیمت میں

ہوگی پس دیکھا جائے گا کہ اگر حلیہ الگ کرنے میں ضرر فاحش نہ ہو تو تلوار میں سے الگ کر کے اس شخص کو دیا جائے گا اور اگر حلیہ الگ کرنے میں حاضر فاحش ہو تو قیمت حلیہ اور قیمت شمشیر پر نظر کی جائے گی پس اگر حلیہ کی قیمت زیادہ ہو تو اس شخص کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہیے تلوار کی قیمت دے کر تلوار مع حلیہ اور قیمت شمشیر پر نظر کی جائے گی پس اگر حلیہ کی قیمت زیادہ ہو تو اس شخص کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تلوار کی قیمت دے کر تلوار مع حلیہ یعنی اسی طرح محلی نے لے اور اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو امام کو اختیار ہوگا یہ چاہے اس شخص کو حلیہ کی قیمت جنس حلیہ کے خلاف سے جو ساختہ ہو دے دے یعنی اگر حلیہ چاندی کا ہے تو دیناروں سے اس کی قیمت یا سونے کا ہے تو درہموں سے اس کی قیمت دے دے اور تلوار مع حلیہ کے غنیمت میں داخل کر دے اور چاہیے حلیہ اس کے پاس چھوڑ دے اور اگر دونوں میں سے کسی نے نہ لی تو تلوار فروخت کر دی جائے گی اور اس کا ثمن اس تلوار کے پھل اور حلیہ کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس ثمن میں سے جو حصہ قیمت حلیہ کے پڑتے میں پڑے وہ اس شخص کا ہوگا جس کے واسطے نفل کی گئی تھی اور باقی داخل غنیمت ہوگا اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر تلوار کی اور حلیہ کی قیمت مساوی ہو تو کیا حکم ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت میں امام کو اختیار حاصل ہونا چاہیے یہ محیط میں ہے۔

اگر امیر نے کہا کہ جس نے زیور پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے کافروں کے بادشاہ کا تاج پایا تو یہ اُس کا نہ ہوگا:

اگر سرخ (زین جس میں چاندی کا کام ہے) مفضض یا لگام مفضض یا جلد بندھی ہوئی مفضض جس میں وہ اپنی کتابیں لکھتے تھے ایسے شخص نے پائی جس کی نسبت امام نے سونا و چاندی نفل کر دی ہے تو اس کو فقط چاندی ملے گی اور اصل شے داخل غنیمت ہوگی اور اسی طرح اگر سونے یا چاندی کا زیور جس میں نگینے جڑے ہیں یا انگوٹھی جس پر نگینہ ہے پائی تو زیور اس کا ہوگا اور اس میں سے سب نگینہ نکال کر غنیمت[1] میں داخل کیے جائیں گے۔ اگر اس نے کواڑ پائے جس میں چاندی کی کیلیں اس طرح جڑی ہیں کہ اگر اس نے جدا کی جائیں تو دروازہ تباہ ہو جائے حتیٰ کہ دروازہ نہ باقی رہے تو ایسی حالت میں اس کو کچھ نہ ملے گا اور اسی طرح اگر زین میں اس طرح کی کیلیں جڑی ہوں یا اس پر ایک یا دو پھلیاں اس طرح ہوں کہ اکھاڑ لینے کی صورت میں زین نہیں رہتی ہے تباہ ہوئی جاتی ہے تو بھی اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس نے مشرکوں میں سے کوئی شخص گرفتار کیا جس نے اپنے دانت سونے سے باندھے تھے تو اس کو یہ سونا نہ ملے گا بخلاف اس کے اگر اس نے اپنی ناک سونے کی بنوا کر لگائی ہو تو اس کو یہ ناک ملے گی اور اگر امیر نے کہا کہ جس نے زیور پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے کافروں کے بادشاہ کا تاج (شرعاً جائز ہے ہذا ہو الاصل ۱۲ منہ) پایا تو یہ اس کا نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر تاج ہائے زمانہ میں سے ہو تو اس کا ہوگا اور اگر اس نے موتی یا یاقوت یا زمرد پایا جس میں کچھ سونا نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو کچھ نہ ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ اسی کے ہوں گے۔

اگر امیر نے کہا کہ جس نے لوہا پایا وہ اسی کا ہے اور جس نے سوائے اس کے کچھ پایا تو اس کو اس کا نصف ہے تو لوہا سب اسی کو ملے گا خواہ پتر ہو یا برتن یا ہتھیار وغیرہ اور رباطن[2] تلوار اور چھری سو اس میں سے نصف اس کا ہوگا کیونکہ وہ غیر حدید ہے اور اگر کہا کہ جس نے سونا یا چاندی پائی وہ اس کی ہے پھر ایک نے سونے کی بافت کا کپڑا پایا پس اگر سونا اس کا تار ہو تو اس کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر امیر نے اہل لشکر سے کہا کہ جس نے تم میں سے سونا پایا تو اس میں سے اس کے واسطے اس قدر ہے تو اس

---

[1] ظاہراً حکم مطلق ہے کہ نگینہ اکھاڑنے سے ضرر فاحش ہو یا نہ ہو اور شاید محلی تلوار کے مانند تفصیل ہو ۱۲۔ [2] بطن نیام یعنی تلوار و خنجر کا میان جس میں ان ہتھیاروں کو رکھتے ہیں ۱۲۔

تثقیل کی تحت میں دراہم[1] مضروبہ وسونے کا زیور وتبر سب داخل ہوں گے اور اسی طرح اگر کہا کہ جس نے چاندی پائی تو تثقیل کے تحت میں دراہم مضروبہ چاندی کا زیور و چاندی کا تبر سب داخل ہوں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ جس نے قز پائی وہ اسی کی ہے پھر ایک شخص نے قبا یا جبہ پایا جس کی تہ میں قز بھری ہے تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے قز کا کپڑا پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک شخص نے جبہ پایا جس کا استر قز کا اور ابرہ اور کپڑا ہے تو اس کو قز کا کپڑا ملے گا اور دوسرا کپڑا داخل غنیمت ہوگا پس یہ جبہ فروخت کر دیا جائے گا اور اس کا ثمن اس کے استر کی قیمت اور باقی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا چنانچہ جس قدر قیمت استر ہو وہ اس شخص کو دے دیا جائے گا اور باقی داخل غنیمت ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے جبہ حریر پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ پایا جس کا ابرہ یا استر حریر ہے پس اگر اس کا ابرہ حریر ہو تو پورا جبہ اسی کا ہوگا اور اگر استر حریر ہو تو اس کے واسطے اس میں سے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا جس نے جبہ خز پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے ایک جبہ پایا جس کا ابرہ خز ہے اور استر سمور یا قز تو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ جبہ کی نسبت سمور یا فنک کی طرف ہوتی ہے نہ خز کی طرف یعنی سمور کا جبہ کہلائے گا خز کا نہ کہلائے گا اور اگر کہا کہ جس نے خز کا کپڑا پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ خز پایا کہ اس کا استر سمور یا فنک ہے تو اس میں فقط ابرہ اس کا ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے فنک پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے جبہ خز پایا جس کا استر فنک ہے تو استر اسی کا ہوگا اس واسطے کہ استر کپڑا کہلاتا ہے۔

اگر کہا کہ جس نے ''بز'' حاصل کیا تو یہ لفظ روئی اور کتان کے کپڑوں پر ہوگا:

اگر معین کر کے کہا کہ جس نے یہ جبہ خز پایا وہ اسی کا ہے پھر ایک نے اس کو پایا پھر دیکھا گیا تو اس کا استر فنک وغیرہ کسی دوسرے کپڑے کا ہے تو پورا جبہ اسی کا ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے تم میں سے قبائے خز یا قبائے مردی پائی وہ اسی کی ہے پھر ایک نے اس صنف کی قبا دھری پائی جس کا استر خز نہیں ہے یا مردی نہیں ہے تو اس کو فقط ابرہ ملے گا اور اگر کہا کہ جو جزرہ لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک جزر دریا گائے یا بیل لایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ جو جزور[2] لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک شخص ناقہ یا اونٹ لایا تو اسی کے واسطے ہوگا اور اگر کہا کہ جو شخص بکرا لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک شخص بھینس لایا تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جو شخص کبش لایا وہ اسی کے واسطے ہے پھر ایک شخص نعجہ یا معز لایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا کہ جس نے بز حاصل کیا تو یہ لفظ روئی کے اور کتان کے کپڑوں پر ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا ہے اور مشائخؒ نے کہا کہ یہ اہل کوفہ کے عرف پر ہے کیونکہ اہل کوفہ کے عرف میں بز کا لفظ روئی و کتان کے کپڑے پر واقع ہوتا ہے اور ان کا بیچنے والا بزاز کہلاتا ہے اور ہمارے دیار کے عرف میں بز کا لفظ روئی و کتان پر واقع نہیں ہوتا ہے اور ان کا بائع بزاز نہیں کہلاتا ہے بلکہ کرباسی کہلاتا ہے اور ہمارے عرف میں بز کا لفظ فقط ریشمی کپڑوں پر واقع ہوتا ہے اور اسی کے بائع کو بزاز بولتے ہیں۔

قال المترجم ہمارے عرف میں بزاز ہر قسم کے کپڑے فروخت کرنے والے کو کہتے ہیں کچھ خصوصیت ریشمی و روئی و کتان کی نہیں ہے اور لفظ بز کا استعمال بطور عرف نہیں ہے۔ ثوب کا اطلاق شامل ہے دیباج کو و برنسوں کو یعنی سندس وقز و کساء اور اس کے مانند کو اور نہیں شامل ہے فرش و ثاث و کمل و پردہ وغیرہ کے مانند کو اور اس لفظ کے تحت میں ٹوپی و عمامہ داخل نہیں ہے اور لفظ متاع کا اطلاع کپڑوں و قمیص و فرش و پردوں پر ہوتا ہے پس اگر ثوب کی نفل کر دی اور اس نے ان میں سے کوئی چیز پائی تو اس کا مستحق ہوگا اور اگر ظروف و چھاگلیں و قمقمے و پتیلیاں تانبے یا پیتل کی پائیں تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔ اگر امیر لشکر اسلام نے دارالحرب میں داخل

---

[1] قولہ دراہم مضروبہ ظاہراً یہ سہو ہے اور صحیح یہ ہے دینار ہائے مضروبہ ۱۲۔ [2] جزر بفتح جیم و سکون زا منقوطہ بعدہ راء مہملہ گوسپند فربہ اور جزرہ بمعنی ایک گوسپند فربہ ۱۲۔

ہونے کا قصد کیا اور اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کے پاس زرہیں کم ہیں حالانکہ ان کو اپنے قتال میں اس کی ضرورت ہے پس اس نے کہا کہ جو شخص زرہ کے ساتھ داخل ہوا اس کے واسطے غنیمت میں سے اس قدر نفل ہے یا کہا کہ اس کے واسطے مثل حصہ غنیمت کے حصہ ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جو شخص دو زرہ کے ساتھ داخل ہوا اس کے واسطے اس قدر ہے تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو شخص تین زرہوں کے ساتھ داخل ہوا اس کے واسطے تین سو ہیں اور جو چار زرہوں کے ساتھ داخل ہوا اس کے واسطے چار سو ہیں تو ان میں سے دو زرہوں کی نفل جائز ہے اور اس سے زیادہ جو کچھ ہے اس کی نفل نہیں روا ہے یعنی ابتداء سے منعقد ہی نہ ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر تین زرہوں کا پہنا ممکن ہے اور ان کو پہن کر قتال کر سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کے حق میں کچھ زیادہ نفع ہے تو تین کے ساتھ بھی نفل جائز ہوگی۔ اگر امیر نے کہا کہ جو شخص گھوڑے کے ساتھ داخل ہوا اس کے واسطے اس قدر ہے تو ایسی تنفیل نہیں روا ہے بخلاف اس کے اگر کہا کہ جو شخص زرہوں کے ساتھ داخل ہوا۔

اس کے واسطے اس قدر ہے کہ جائز ہے اور نوزدر میں تیزوں وڈھالوں کے ساتھ داخل ہونے کی صورت ذکر کر کے جواب دیا کہ اس کی تنفیل بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر امیر نے گھوڑے سواروں سے کہا کہ جو شخص تم میں سے داخل ہوا اور حالیکہ اس کے گھوڑے پر ایک تجفاف ہے تو اس کے واسطے اس قدر ہے اور جو اس طرح داخل ہوا کہ اس کے گھوڑے پر دو تجفاف ہیں تو اس کے واسطے اس قدر نفل ہے تو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ بعض نسخوں میں مذکور ہے اور اس کی صورت میں ذکر کیا کہ ایک شخص دو تجفاف کے ساتھ داخل ہوا اور اس کے ساتھ دو گھوڑے ہیں تو دونوں کے واسطے جو نفل قرار دی ہے وہ جائز ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ ایک شخص دو تجفاف کے ساتھ داخل ہوا اور اس میں دو گھوڑوں کے ساتھ ہونے کا ذکر نہیں ہے اور جواب وہی مذکور ہے کہ دونوں کی تنفیل جائز ہے اور حکم دونوں حال میں صحیح ہے۔ اگر امیر نے کہا کہ جو شخص تم میں سے تین تجفاف کے ساتھ داخل ہوا تو اس کے واسطے اس قدر ہے تو دو تجفاف[1] کی نفل جائز ہوگی اور اس سے زیادہ کی جائز نہ ہوگی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس صورت میں دو سے زیادہ کی بھی جائز ہوگی کہ تین تجفاف میں اس کے حق میں اور مسلمانوں کے حق میں منفعت ہو جیسے تین زرہوں کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر امیر نے کسی کو دیوار قلعہ پر دیکھا جو مسلمانوں سے قتال کرتا ہے پس کہا کہ جو شخص چھت پر چڑھ کر اس کو پکڑ لائے تو وہ اسی کے واسطے اور پانچ سو درہم ہیں پھر ایک شخص چڑھ کر پکڑ لایا تو بھی پوری نفل پائے گا۔

امیر نے دیوارِ قلعہ پر کسی کو دیکھا کہ جس نے اسکو گرفتار کیا اسی کا ہے پھر مرد مذکور دیوار پر سے باہر کی جانب گر پڑا:

اگر یہ شخص دیوار قلعہ سے باہر کی طرف گر پڑا حالانکہ امیر نے اس کی گرفتاری کے واسطے نفل مذکور مقرر کر دی تھی پھر اس کو کسی مسلمان نے گرفتار کر کے قتل کر دیا تو اس کو کچھ نفل نہ ملے گی اور اگر دیوار قلعہ سے اس کو کسی مسلمان نے تیر مار کر گرا دیا تو وہ نفل کا مستحق ہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار پر چڑھ گیا اور اس کا قصد کیا حالانکہ وہ دیوار سے اندر قلعہ کی جانب گر پڑا ہے پس اس کو قتل کر دیا تو نفل کا مستحق ہوگا اور اگر امیر نے دیوار قلعہ پر کسی کو دیکھ کر کہا کہ جس نے اس کو گرفتار کیا اسی کا ہے پھر مرد مذکور دیوار پر سے باہر کی جانب گر پڑا اور کسی نے اس کو پکڑا تو دیکھا جائے گا کہ اگر ایسے مقام پر گرا ہے کہ مسلمانوں کی گرفتاری سے روکا جاتا ہے تو گرفتار کرنے والے کا ہوگا اور اگر ایسے مقام پر گرا ہو کہ مسلمانوں کے گرفتار کرنے سے روکا نہیں جاتا ہے تو اس کا نہ ہوگا اور اگر امیر نے کہا

---

[1] تجفاف اپ نمد یعنی وہ کپڑا کہ گھوڑے کا پسینہ خشک کرنے کے واسطے اس کی پیٹھ پر زین کے نیچے رکھتے ہیں ہندی میں اس کو تیر انگوار اور اردو میں عرق گیر☆ کہتے ہیں ۱۲۔

☆ (۱) خوگیر، پالان (۲) پسینہ پونچھنے کا رومال (۳) دواؤں کا عرق کشید کرنے کا آلہ (فیروز اللغات)...... (حافظ)

کہ جو قلعہ پر چڑھ کر اہل قلعہ پر اترا اس کے واسطے اس قدر ہے پھر ایک شخص دیوار پر چڑھ گیا مگر اندر نہیں اتر سکتا ہے تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر امیر نے ایک ثلمہ (روزن کو کہتے ہیں جس کو ہندی میں موہ بولتے ہیں ۱۲ منہ) دیکھ کر کہا جو ثلمہ سے داخل ہوا اس کے واسطے اس قدر ہے پھر ایک شخص دوسرے ثلمہ سے داخل ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دوسرا ثلمہ سختی وتکلف مشقت میں مثل اوّل کے ہوتو وہ نفل کا مستحق ہوگا اور اگر اس سے کم ہوتو کچھ مستحق نہ ہوگا۔

اگر امیر نے کہا کہ جو شخص ہم کو راہ بتادے دس نفر رقیق پر اس کے واسطے ایک نفر ہے پھر ایک نے بتائی اور اس کے بتانے کے پتہ ونشان پر مسلمان لوگ گئے اور یہ راہ بتانے والا ان کے ساتھ نہ گیا اور انہوں نے رقیق پائے تو راہ بتانے والے کے لیے کچھ نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر امیر نے حربی قیدیوں سے کہا کہ تم میں سے جس نے دس نفر پر رہنمائی کی وہ آزاد ہے پھر ان میں سے ایک نے دس نفر پر راہ بتائی اور خود ساتھ نہ گیا اور مسلمان لوگ پتہ ونشان بتائے ہوئے پر گئے اور وہاں انہوں نے دس نفر اسیر کیے تو راہ بتانے والا آزاد ہوگا لیکن چھوڑ دیا جائے گا کہ دارالحرب میں واپس جائے لیکن اگر قیدی مذکور نے یہ شرط کر لی ہو کہ جب میں تم کو راہ بتادوں اور پہنچادوں تو میں آزاد ہوں تم مجھے چھوڑ دوں کہ میں اپنے شہر کو چلا جاؤں تو اس صورت میں کہ اس نے راہ بتائی اور مسلمان اس طرح پہنچ گئے تو اس کی راہ چھوڑ دی جائے گی اور اگر امیر نے کہا کہ میں تم کو دس لڑنے والوں پر راہ بتادوں گا اور میں آزاد ہوں پس امام نے کہا کہ ہاں پھر وہ گیا اور اس نے راہ بتائی یعنی دس مل گئے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر امام نے اہل حرب سے کہا کہ ہم کو سفر نفر یدو بدین شرط کہ تم لوگ اپنے قلعوں میں امن سے رہو پس انہوں نے نوّے نفر دیے تو امام کو روا ہے کہ ان سے مقاتلہ کرے لیکن جس قدر ان سے لیے ہیں ان کو واپس کر دے گا اور اگر یہ لوگ سب مسلمان ہو گئے یا بعض مسلمان ہو گئے تو ان کی قیمت واپس کر دے گا اور اگر امام نے سردار اہل قلعہ سے کہا کہ تمہارے پاس جو سو نفر مسلمان قیدی ہیں ہم کو دے دو بر ینکہ تم امن سے ہو پھر اس نے نوّے نفر دیے تو ان سے مقاتلہ کرے اور اس میں سے کوئی بھی واپس نہ دے گا اور نہ کچھ معاوضہ میں واپس دے گا۔

اگر امیر نے کسی قیدی سے کہا کہ جس نے ہمیں دلالت کی دس قتال کرنے والوں پر یعنی ایسے دس آدمیوں حربیوں پر جو قتال کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے ان کو لے جا کر ایسے دس حربیوں پر دلالت کی جو ایک قلعہ کے اندر ہیں کہ ان پر دسترس نہیں ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر اس نے ایسے دس حربیوں پر دلالت کی جن پر دسترس بوجہ قلعہ وغیرہ کے ممتنع نہیں ہے لیکن وہ مسلمانوں سے بھاگ گئے تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ مسلمانوں کے قریب ہو جانے سے پہلے بھاگ گئے تو مقہور کر لینے و غالب ہو جانے کی دلالت اس کے طرف سے نہ پائی گئی پس وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر مسلمانوں کے قریب ہو جانے کے بعد وہ بھاگ گئے تو وہ آزاد ہوگا اور اگر امیر لشکر نے قیدیوں سے کہا کہ جس نے ہم کو فلاں قلعہ یا ایسے جنگل یا لشکر گاہ شاہی کی دلالت کی تو وہ آزاد ہے پھر ان میں سے ایک نے ان کو اس طرح رہنمائی کی مگر اہل اسلام ظفر یاب نہ ہوئے تو قیدی مذکور آزاد ہوگا اور اگر امیر نے دارالحرب میں غنائم حاصل کیے اور دارالاسلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جو شخص ہم کو دارالاسلام کے سیدھے راستہ پر دلالت کرے اس کے واسطے ایک نفر ہے پھر ایک مسلمان نے اس کو پتہ ونشان بتا کر راہ دارالاسلام کی رہنمائی کی اور خود ساتھ نہ گیا تو وہ کچھ مستحق نہ ہوگا اور اگر ان کے ساتھ گیا اور راستہ کی دلالت کی تو اس کو اس کا اجر المثل ملے گا کہ مسمی سے متجاوز نہ ہوگا یعنی اگر ایسے رہنمائی کرنے والے کی اجرت ایک نفر بردہ ہوتو اس کو بردہ ملے گا اور اگر کم ہوتو کم ملے گی اور اگر زیادہ ہوتو بردہ سے زیادہ نہ ملے گی۔

تاجر لوگ اہلِ استحقاقِ غنیمت سے ہیں پس وہ مستحق نفل بھی ہوں گے:

اگر کہا کہ جس نے ہم کو راہ کی دلالت کی تو اس کے واسطے اس کی اہل و اولاد ہوگی پھر ایک قیدی نے اس کو راہ بتلائی تو یہ لوگ یعنی قیدی و اس کے اہل و اولاد اپنے قیدی ہونے میں مثل سابق اسیر ہوں گے اور اگر کہا کہ تو اس کے واسطے اس کی جان اور اس کے اہل اولاد دوسو در ہم از غنیمت ہوں گے پھر اس نے رہنمائی کی تو اس کے واسطے یہ سب ہوں گے اور اگر کہا کہ اگر کسی نے ہم کو فلاں حصن کے راہ کی رہنمائی کی تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے ان کو اس قلعہ کی کئی راہوں میں سے جو سب سے زور کی راہ تھی وہ بتلائی تو وہ آزاد ہو جائے گا بشرطیکہ لوگ یہ راہ چلتے ہوں اور اگر لوگ اس راہ سے وہاں نہ جاتے ہوں تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ اگر امیر نے کہا کہ جس نے ہم کو فلاں قلعہ کی فلاں راہ بتلائی تو وہ آزاد ہے پھر ایک قیدی نے اس کو سوائے اس راہ کے دوسری راہ کی دلالت کی تو دیکھا جائے گا کہ جس راہ کو امیر نے بیان کیا ہے یہ دوسری راہ فراخی اور رفاہیت میں اس کے مثل ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اگر اس دوسری راہ میں بہ نسبت راہ مذکورۂ امیر کے مشقت زیادہ ہو تو آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امیر لشکر نے اگر دارالحرب میں اہل لشکر کو تنفیل کی اور کہا کہ جس نے کراع و سلاح و متاع وغیرہ ایسی چیزوں سے کچھ حاصل کیا تو اس کے واسطے اس میں سے چہارم ہے تو اس تنفیل کے تحت میں ہر وہ آدمی داخل ہوگا جس کو مال غنیمت میں سے بطور سہم یا بطور رضخ[1] کے کچھ ملتا ہے اور جس کو سہم یا رضخ کی طرح کچھ غنیمت سے نصیب نہیں ملتا ہے وہ اس تنفیل میں داخل نہ ہوگا پس عورتیں و لڑکے و غلام و اہل ذمہ کہ جن کو غنیمت میں سے بطور رضخ ملتا ہے وہ اس نفل کے مستحق ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ لیکن اگر امام نے آزاد بالغ مسلمانوں کی تخصیص کر دی ہو تو ایسی صورت میں عورتوں و لڑکوں و غلاموں و اہل ذمہ کو اس تنفیل میں کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور تاجر لوگ اہل استحقاق غنیمت سے ہیں پس وہ مستحق نفل بھی ہوں گے اور جو حربی کہ اس نے ہم سے امان کر لی ہے اگر بدوں اجازت امام کے اس نے قتال کیا ہو تو اس کے واسطے غنیمت سے کچھ نہیں ہے پس وہ مستحق نفل بھی نہ ہوگا اور اگر اُس نے باجازت امام قتال کیا ہو تو بطور رضخ کے وہ مستحق غنیمت ہے پس وہ مستحق نفل بھی ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر امام نے کہا کہ جس نے تم میں سے کسی کو قتل کیا تو اس کا اسباب اسی کے واسطے ہے پھر اہل حرب میں سے کوئی قوم مسلمان ہو گئی اور ان میں سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا یا لشکر کے بازاریوں میں سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا تو قیاساً وہ مستحق اسباب مقتول نہ ہوگا اور استحساناً اس کے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اگر کہا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اسی کا اسباب اسی کے واسطے ہے پھر اس لشکر کی مدد کے واسطے دوسرا لشکر دارالاسلام سے داخل ہوا اور ان میں سے کسی نے کسی مشرک کو قتل کیا تو اس کے واسطے اس کا اسباب ہوگا بشرطیکہ سردار اوّل ہے دونوں لشکروں کا سردار ہو اور اصل یہ ہے کہ جس کا قتل فی الجملہ مباح ہو تنفیل میں اس کے قتل کر ڈالنے سے اس کے اسباب کا مستحق ہوتا ہے اور ہر اسباب کہ اگر اس میں تنفیل نہ ہو تو بذریعہ غنیمت کے اس کا استحقاق ثابت ہو تو اس کی تنفیل صحیح ہے اور جس اسباب کا استحقاق بذریعہ غنیمت نہیں ہوتا ہے اس کی تنفیل بھی صحیح نہیں ہے۔ پس اگر امیر نے کہا کہ جس نے تم میں سے کسی کافر کو قتل کیا اس کا اسباب اسی کا ہے پھر ایک غازی نے کسی اجیر اہل حرب کو جس نے مسلمانوں سے قتال نہیں کیا ہے یا کسی تاجر حربی کو جو ان کے لشکر میں ہے یا کسی ذمی کو جو عہد توڑ کر حربیوں کی طرف چلا گیا ہے یا کسی حربی مریض کو جو قتال کرنے پر قادر نہیں ہے قتل کر دیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا اس واسطے کہ ان لوگوں کا قتل مباح ہے اور اگر کسی عورت یا طفل کو قتل کیا تو اس

[1] عطیہ قلیل جو غازیوں کے مددگار غلام و عورتوں کو امیر لشکر اسلام بطور جائزہ دیتا ہے ۱۲۔

کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یہ دونوں مقاتل ہوں اور اگر کسی بڈھے[1] پھوس کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کسی مسلمان نے کفار کے ساتھ ہو کر مسلمان سے قتال کیا اور اس مسلمان کو کسی غازی نے قتل کر دیا تو نفل میں اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ مسلمان اور جو اس کے ساتھ ہے وہ غنیمت نہیں ہو سکتا ہے اور اگر یہ اسباب جو اس کے پاس ہے مشرکوں نے اس کو عاریت دیا ہو پس مسلمانوں نے اُس کو قتل کیا تو اس اسباب کا مستحق ہوگا اور اگر حربیوں کی عورت یا طفل نے کسی مشرک کو اپنا اسباب عاریت دیا ہو جو اس کے پاس ہے پس کسی غازی نے اس مشرک کو قتل کیا تو یہ اسباب ایسا ہے کہ جیسے اہل حرب میں سے بالغ کا اسباب اس کے پاس عاریت ہو یعنی یہ اسباب نفل و غنیمت ہوگا۔

اگر کسی مسلمان نے کسی مشرک کو درحالیکہ وہ اپنی صف میں ہے تیر مار کر قتل کیا اور مشرکوں نے اس مقتول کا اسباب اتار لیا پھر کافروں نے شکست کھائی اور یہ اسباب مال غنیمت میں پایا گیا تو وہ غنیمت ہی ہوگا اور قاتل کو نہ ملے گا:

اگر مسلمان یا ذمی نے اپنے ہتھیار کسی حربی کو عاریت دیے اور اس نے مسلمانوں سے قتال کیا اور کسی غازی نے اس حربی کو قتل کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ مسلمان ہیں دارالحرب میں مسلمان ہوا اور ہنوز ہمارے یہاں ہجرت کر کے نہیں آیا تو اس حربی مقتول کا اسباب اس کے قاتل کا ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور یہ اختلاف اس بناء پر ہے کہ ایسے مسلمان کا مال امام اعظمؒ کے نزدیک غنیمت ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ہوتا ہے اور اگر یہ عاریت دینے والا مسلمان دارالاسلام کا ہے تو حربی مذکور مقتول کا ایسا اسباب نفل نہ ہوگا کیونکہ ایسے مسلمان کا مال بالاتفاق غنیمت نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں مسلمان ہوا اور دارالاسلام میں ہجرت کر کے نہیں آیا ہے پھر کسی حربی نے براہ غصب اس کے ہتھیار لے کر ان سے قتال کیا اور کسی مسلمان نے اس کو قتل کیا تو قاتل اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوا اور کسی مشرک نے اس کے ہتھیار غصب کر لیے اور انہیں ہتھیاروں سے لشکر اسلام سے قتال کیا اور کسی غازی نے اس کو قتل کیا تو اس کے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اگر کسی مسلمان نے کسی مشرک کو درحالیکہ وہ اپنی صف میں ہے تیر مار کر قتل کیا اور مشرکوں نے اس مقتول کا اسباب اتار لیا پھر کافروں نے شکست کھائی اور یہ اسباب مال غنیمت میں پایا گیا تو وہ غنیمت ہی ہوگا اور قاتل کو نہ ملے گا اور اگر کافروں نے شکست کھائی اور بھاگے اور یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے اس کا اسباب اتار لیا ہے یا نہیں اتارا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر انہوں نے اس کے تن سے اسباب اتارا ہے اور پایا گیا تو وہ فئی ہوگا اور اگر مقتول کے تن سے کچھ نہیں اتارا ہے تو وہ سب قاتل کا ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کے مقتول ہونے پر مشرک لوگ اس کو کھینچ لے گئے اور ہنوز اس کا اسباب اس کے تن پر ہے اس میں سے کچھ نہیں اتارا گیا ہے کہ کافروں نے شکست کھائی اور بھاگے تو اس کا اسباب قاتل کا ہوگا۔

اگر لشکر ایک مرحلہ یا دو مرحلہ چلا تھا کہ لوگوں نے اس اسباب کو کسی جانور پر لدا ہوا پایا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ کسی شخص کے ہاتھ میں تھا یا نہیں تو قیاساً یہ اسباب قاتل کا ہوگا اور استحساناً نہ ہوگا اور اگر مشرکین نے اس کا جانور پکڑ لیا اور اس پر مقتول کو لاد لیا حالانکہ اسباب مقتول اس کے تن پر موجود ہے پھر مسلمانوں نے اس کو پکڑا تو اسباب مذکور قاتل کا ہوگا اور اگر کافروں نے مقتول کے جانور پر مقتول کو اور اس کے ہتھیاروں اور اپنے ہتھیاروں اور متاع کو لاد لیا پھر یہ گرفتار کیا گیا تو یہ فئی ہوگا الا اس صورت میں کہ

---

[1] بڈھے پھوس سے یہ مراد ہے کہ اس کا عدم و جود برابر ہو کہ نہ وہ لڑائی کے کام کا اور نہ رائے دینے کے کام کا اور نہ اس سے نسل کی امید ۱۲۔

اسباب دیگر بہت خفیف مثل لوٹے وغیرہ کے ہوتو اسباب مذکور قاتل کا ہوگا اور اگر وارثان مقتول نے اس کا جانور پکڑ لیا اور اس پر مقتول اور اس کے ہتھیاروں کو لاد لیا تو یہ فیئی ہوگا اور اسی طرح اگر وصی ہوتو بمنزلہ وارث کے ہے اور اگر امیر نے کہا کہ جس نے کسی مشرک کو قتل کیا تو اس کے واسطے اس کا فرس[1] ہے پھر ایک نے ایسے مشرک کو جو برزون (دوغلام گھوڑا جو فرس نہیں کہلاتا ۱۲ منہ) پر سوار ہے قتل کیا تو قاتل اس کے اسباب کا مستحق ہوگا۔ اگر گدھے یا خچر یا اونٹ پر سوار ہوتو اس کے سلب کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے کسی مشرک کو قتل کیا تو قاتل کے واسطے اس کا برذون ہے پھر کسی مشرک کو جو فرس پر سوار ہے قتل کیا تو اس کے فرس کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ گھٹیا چیز کی تنفیل سے وہ بڑھیا چیز کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا روا ہے یعنی جانور سواری قاتل کے واسطے ہے پھر کسی کافر کو جو گدھے یا خچر یا فرس پر سوار تھا قتل کیا تو اس جانور کا مستحق ہوگا اور اگر اونٹ پر سوار تھا تو اونٹ کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کہا کہ جس نے کسی مشرک کو خر مادہ پر قتل کیا وہ اسی کے واسطے ہے پھر نر گدھے پر کسی کافر کو قتل کیا تو قاتل نر گدھے کا مستحق نہ ہوگا اس واسطے کہ جو لفظ مادہ کے واسطے ہے وہ نر کو شامل نہیں ہے اور اسی طرح اونٹنی و اونٹ میں ہے بخلاف بغل و بغلہ کے کہ یہ دونوں اسم جنس میں کہ خچر و خچری دونوں پر بولتے ہیں پس نر و مادہ دونوں شامل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب : ⑤

استیلاء[2] کفار کے بیان میں

کفار ترک اگر کفار روم پر غالب ہوئے اور ان کو قید کر کے لے گئے اور ان کے اموال لوٹ لیے تو ان کے مالک ہو جائیں گے پھر اگر ہم لوگ ترک پر غالب آئے تو جو کچھ وہ روم سے لے گئے ہیں اس میں سے بھی جو کچھ ہم کو ملے گا وہ ہمارے واسطے حلال ہوگا اگرچہ ہمارے اور روم کے درمیان موادعت ہو اور ہم سے اور ان ہر دو گروہ میں سے ہر ایک سے موادعت (مدت معین کے واسطے صلح ہے ۱۲ منہ) ہو اور اگر ہر دو فریق باہم لڑے اور ایک فریق غالب ہوا تو ہم کو روا ہے کہ فریق غالب سے دوسرے فریق کا مال جو انہوں نے لوٹا ہے خرید کریں اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ دارالحرب میں احراز کر لینا شرط ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ وہ لوگ اپنے دیار میں اس[3] مال غنیمت کو احراز کر لیں اور اگر ہم سے ہر دو فریق سے موادعت ہو اور دونوں فریق ہمارے دیار میں باہم لڑے تو ہم کو فرقہ غالب سے کچھ خرید لینا روا نہیں ہے اور اگر ہر دو فریق اپنے دیار میں لڑے جو مسلمان امان لے کر وہاں گیا ہے اس کو فریق غالب سے فریق مغلوب کا لوٹا ہوا مال خرید لینا جائز ہے خواہ آدمی ہو یا اور مال ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر حربی لوگ ہمارے اموال پر غالب ہوئے اور اس کو اپنے دیار میں لے جا کر احراز میں کر لیا تو ہمارے مذہب کے موافق اس کے مالک ہو جائیں گے پھر اس کے بعد اگر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے اور لوٹ کے مال میں مالک قدیم نے اپنی چیز جس کو کافر لوٹ لائے تھے پائی اور ہنوز غنیمت تقسیم نہیں ہوئی ہے تو اس کو مفت لے لے گا اور اگر بعد تقسیم غنیمت کے ایسے شخص کے پاس پائی جس کے حصہ میں آئی ہے پس اگر قیمتی چیزوں میں سے ہو تو بقیمت اس کو لے لے گا اگر چاہے اور اگر مثلی چیزوں میں سے ہو تو بعد تقسیم ہو جانے کے اس کو

---

[1] سوار کافر کا وہ گھوڑا جس پر وہ سوار ہے اور فرس و برذون وغیرہ کہتے ہیں تفاوت زبان عرب کی اصطلاح میں ہے اور ہماری زبان میں مطلق گھوڑا بولتے ہیں تفاوت نہیں ہے ۱۲۔ [2] غالب ہو جانے کو استیلاء کہتے ہیں استیلاء کفار کافروں کا غالب ہونا ۱۲۔ [3] خرید جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ ان کے حرز میں آ گیا ہو اور حرز اس طرح ہو جاتی ہے کہ دارالحرب میں انہوں نے احراز کیا ہو یہ شرط نہیں ہے کہ اپنے دار میں احراز کریں جیسے مسلمانوں کے حق میں شرط ملک ہے ۱۲۔

نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ابن مالک نے بواسطہ امام ابو یوسفؒ کے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اگر غنیمت کے مال میں ایسی لونڈی یا غلام آیا جس کو کفار مسلمانوں کے یہاں سے قید کر لے گئے تھے اور وہ تقسیم غنیمت سے کسی شخص کے حصہ میں آیا پھر اس کا مولیٰ قدیم آیا تو اس شخص سے جس کے حصہ میں پڑا ہے اس کے لینے کے روز کی قیمت دے کر لے سکتا ہے اور جس روز خود لینا چاہتا ہے اس روز کی قیمت (اگر اس روز کی قیمت سے آج کم ہو تو پائے گا ۱۲) دینے سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے مالوں پر غالب ہو کر اس کو دار الحرب میں اپنے احراز میں لے گئے ہوں اور اگر انہوں نے ان اموال کا احراز نہ کیا ہو یہاں تک کہ مسلمان لوگ ان پر غالب ہو گئے اور اموال مذکورہ ان سے چھین لیے پھر کسی مال کا مالک آیا تو اس کو مفت لے لے گا اس واسطے کہ یہ بسبب عدم احراز کے کافر لوگ اس کے مالک نہیں (پس مال مذکور اپنے مالک کی ملک رہا ۱۲ منہ) ہوئے تھے اور اسی طرح اگر کافروں نے ان اموال کو دار الاسلام میں تقسیم کر لیا تو ان کی تقسیم نہیں جائز ہے تو جب مسلمان لوگ ان پر غالب ہو گئے اور یہ اموال ان سے لے لیے تو ہر مال کا مالک اس کو مفت لے لے گا اور اگر کسی مسلمان نے ایک غلام جس کو حربی قید کر کے لے گئے تھے دار الحرب میں ان سے خرید کر کے لایا اور اس کا مولیٰ قدیم آیا تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے ثمن دے کر اسے لے لے یا چھوڑ دے۔ اگر مولیٰ مذکور اس کو لینے سے پہلے مر گیا پھر اس کا وارث اس غلام کے لینے کا مطالبہ کرتا ہوا آیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وارث مذکور نہیں لے سکتا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو بھی لینے کا اختیار ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر مثلی چیز کو دشمن نے کسی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ لایا تو اس کے مثل دے کر مالک قدیم اس کو نہ لے گا اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں:

ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر ایک مسلمان نے ایک غلام فروخت کیا اور ہنوز مشتری کو سپرد نہ کیا تھا کہ دشمن اس کو قید کر کے لے گیا پھر بائع مر گیا پھر کوئی مسلمان اس کو خرید لایا تو بائع کے وارث کو اختیار ہوگا کہ اس کو اس مسلمان سے ثمن دے کر لے لے اور مشتری اوّل کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے ہر دو ثمن دے کر اس کو وارث بائع سے لے لے لیکن اگر مشتری اوّل کا حق اس میں نہ ہوتا تو وارث بائع کو خرید لانے والے مسلمان سے لے لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ جس کو دشمن گرفتار کر کے لے گیا ہے اس سے کسی تاجر نے خریدا اور دار الحرب سے یہاں لایا تو مالک قدیم اس کو تاجر مذکور سے بعوض اس ثمن کے لے سکتا ہے جس کے عوض تاجر مذکور نے اس سے خریدا ہے اور اگر تاجر نے اس کو کسی اسباب کے عوض خریدا ہو تو اس اسباب کی قیمت کے عوض لے سکتا ہے اور اگر تاجر نے اس کو حربی سے بر بیع فاسد خریدا ہو تو اس غلام کی قیمت کے عوض لے سکتا ہے اور اگر حربی نے کسی مسلمان کو یہ غلام ہبہ کر دیا ہو تو بھی مالک قدیم اس کو اس کی قیمت کے عوض لے سکتا ہے کذافی التبیین وہی حکم مثلی چیز کا ہے کہ اگر مثلی چیز کو دشمن نے کسی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ لایا تو اس کے مثل دے کر مالک قدیم اس کو نہ لے گا اس واسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور نیز اگر ایسی چیز کو حربی سے کسی مسلمان نے قدر و صفت میں اس کے مثل دے کر خریدا ہو تو بھی مالک قدیم اس کو نہ لے گا کیونکہ بے فائدہ ہے لیکن اگر مشتری نے کم مقدار یا کھوٹی چیز دے کر خریدا ہو تو ایسی صورت میں مالک قدیم کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس نے دے کر لی ہے اسی کے مثل دے کر لے لے کیونکہ اس میں فائدہ ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

ایک مسلمان نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اور بیان (کون تم میں سے آزاد ہے) نہ کیا یہاں تک کہ

ان دونوں کو دشمن قید کر کے لے گیا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے اور یہ دونوں غلام ہاتھ آئے اور ان کو دارالاسلام میں نکال لائے تو دونوں اپنے مولیٰ کو دیئے جائیں گے اور اگر ان دونوں کے قید ہو کر دارالحرب میں محرز ہو جانے کے بعد مالک مذکور نے ان دونوں میں سے ایک کے حق میں معین کر کے عتق بیان کر دیا ہو تو اس کا بیان صحیح ہوگا اور اہل کفر دوسرے غلام کے مالک ہو جائیں گے اور اگر اہل کفر ان دونوں میں سے ایک ہی کو اپنے احراز دارالحرب میں لے گئے ہوں تو دوسرا جو باقی رہا وہی عتق کے واسطے متعین ہو جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر حربی کوئی غلام گرفتار کر کے لے گئے اور اس کو کوئی شخص خرید کر کے دارالاسلام میں نکال لایا پھر اس کی آنکھ پھوڑی گئی اور اس کا ارش اس آنکھ پھوڑنے والے سے لیا گیا تو غلام کا مولانے قدیم اس کو اس ثمن کے عوض لے سکتا ہے جس کے عوض خریدنے والے نے دشمن سے خریدا ہے اور ارش مذکور اس سے نہیں لے سکتا ہے اور ثمن میں سے بھی کچھ گھٹایا نہ جائے گا اور اگر اہل حرب کسی غلام کو گرفتار کر کے لے گئے اور ایک شخص نے ان سے ہزار درہم کو خریدا پھر دوبارہ اہل حرب اس کو گرفتار کر کے دارالحرب میں لے گئے پھر ان کو دوسرے شخص نے ان سے ہزار درہم کو خریدا تو مولیٰ اوّل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے مشتری سے اس کو لے لے مگر مشتری اوّل کو اختیار ہے کہ چاہیے دوسرے مشتری سے اس کا ثمن دے کر لے لے پھر مولیٰ اوّل اس مشتری سے چاہیے تو دو ہزار درہم دے کر لے لے اور اسی طرح اگر وہ شخص جس کے پاس سے دوبارہ قید کر لیا تھا غائب ہو تو مولیٰ اوّل کو اس کے لینے کا اختیار نہ ہوگا جیسے کہ اس کی حالت حضور میں ہے کذافی الہدایہ اور اگر مشتری اوّل نے اس کے لینے سے انکار کیا تو مولیٰ اوّل اس کو دوسرے مشتری سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر مشتری اوّل نے اس کو دوسرے مشتری سے خرید لیا تو ملک قدیم کو اس سے لینے کا اختیار نہ رہے گا اس واسطے کہ مشتری اوّل کی ملک عود کرنے کے ضمن میں مالک قدیم کے لیے لینے کا حق ثابت ہوا تھا اور اس صورت میں اس کی ملک سابق نے عود نہ کیا تھا بلکہ بخرید جدید ملک جدید حاصل ہوتی ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دشمن سے گرفتار کردہ شدہ غلام خرید کیا اور اس کو دارالاسلام میں نکال لایا پھر اس کا مالک قدیم حاضر نہ ہوا یہاں تک کہ اس مشتری نے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک قدیم حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے ثمن دے کر لے لے اور اوّل سے مطالبہ کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے اوّل مشتری سے جب ہی لے سکتا ہے کہ جب تک غلام مذکور اس کی ملک میں باقی ہو اور اس میں کوئی ایسی بات نہ پیدا ہوئی ہو کہ جس کی وجہ سے وہ مولیٰ قدیم کی ملک میں کر دینے سے ممنوع ہو اور اگر مالک قدیم نے چاہا کہ بیع ثانی کو توڑ دے پھر مشتری اوّل سے اس ثمن کو دے کر لے لے جو اس نے دشمن کو دیا ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ امام محمدؒ نے سیر صغیر میں فرمایا کہ اگر حربی سے خرید لانے والے نے اس کو اجارہ پر دیا یا رہن کیا اور مولیٰ قدیم نے لینا چاہا تو مولیٰ قدیم کو اختیار ہے کہ اس کا عقد اجارہ توڑ دے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ عقد رہن توڑ دے یہ محیط میں ہے۔ اگر مشتری اوّل نے یہ غلام کسی کو ہبہ کر دیا ہو تو مولیٰ قدیم اس عقد ہبہ کو توڑ نہیں سکتا ہے مگر موہوب لہ (جس کے واسطے واہب نے ہبہ کیا) سے اس غلام کی قیمت اس کو دے کر لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر غلام مذکور نے جنایت کی اور مشتری اوّل نے اولیائے جنایت کو یہ غلام دے دیا تو ولی جنایت سے بھی مولیٰ قدیم اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے۔

اسی طرح اگر مشتری اوّل نے عمداً جنایت کی پھر ولی جنایت سے اس غلام کے دینے پر صلح کر لی تو بھی مولیٰ قدیم اس صلح کو توڑ نہیں سکتا بلکہ اس کی قیمت دے کر ولی جنایت سے لے سکتا ہے اور اگر جنایت عمداً نہ ہو بلکہ خطا ہو تو مولیٰ قدیم اس جنایت کے ارش کو دے کر ولی جنایت سے لے سکتا ہے اور اگر حربی نے کسی مسلمان کو ایسا غلام ہبہ کر دیا پھر کسی شخص نے اس کی آنکھ پھوڑ دی اور

اس مسلمان نے یہ غلام اسی کے ذمہ ڈال کر اس سے اس کی قیمت لے لی تو مالک قدیم کو اختیار ہے کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے اس غلام کو قیمت دے کر لے لے جو کانے کے حساب سے ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سلامت دونوں آنکھوں کی صورت میں جو قیمت تھی وہ دے کر لے سکتا ہے اور یہ وہ قیمت ہے جو اس نے موہوب لہ کو دی اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس بچہ کو کسی نے قتل کیا حتیٰ کہ موہوب لہ نے قاتل سے اس کی قیمت لے لی پھر مالک قدیم حاضر آیا تو اس کو بچہ کی قیمت لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن باندی کو چاہے وہ قیمت دے کر جو موہوب لہ کے قبضہ کے روز تھی لے لے یا چھوڑ دے اور اگر ماں مر گئی یا قتل کی گئی اور بچہ موجود ہو تو مالک قدیم اس بچہ کو بعوض اس کے حصہ کے لے سکتا ہے یعنی قیمت کو بچہ اور اس کی ماں پر اس طرح تقسیم کیا جائے کہ ماں کی وہ قیمت اعتبار کی جائے جو بروز ہبہ و قبضہ تھی اور بچہ کی وہ قیمت جو اس روز ہے یعنی جس دن مالک لینا چاہتا ہے پس اس تقسیم میں جو حصہ قیمت بمقابلہ قیمت ولد آئے اسی کے عوض بچہ کو لے سکتا ہے۔ اگر دارالاسلام میں ایک نے دوسرے سے ایک غلام بعوض ہزار درہم کے جو فی الحال ادا کرنا قرار پائے ہیں خرید کیا اور ہنوز اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ دشمن اس کو گرفتار کر کے لے گیا پھر کوئی شخص اس کو پانچ سو درہم کو خرید لایا تو بائع اس کو پانچ سو درہم دے کر لے سکتا ہے پھر جب بائع نے اس کو لے لیا تو مشتری بائع سے دونوں ثمن ایک ہزار پانچ سو درہم کے عوض لے سکتا ہے۔

اگر بائع نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے خریدنے والے سے پانچ سو درہم دے کر لے لے۔ اگر بائع نے اس کو ہزار درہم ادھار کو فروخت کیا ہو تو مشتری اس کے واپس لینے کا مستحق ہوگا بہ نسبت بائع کے اور اگر اس نے انکار کیا تو بائع سے کہا جائے گا کہ پانچ سو درہم کے عوض لے لے کر تیرے ہی سپرد کیا جائے گا اور اگر دشمن کسی غلام کو گرفتار کر کے لے گیا اور کسی نے اس سے ہزار درہم کو خرید کیا اور دارالاسلام میں لایا پھر دوبارہ اس کو دشمن قید کر کے لے گیا پھر دوسرے نے دشمن سے پانچ سو درہم کو خریدا پھر مالک قدیم اور مشتری اوّل دونوں محکمۂ قاضی میں حاضر ہوئے اور قاضی کو اوّل مشتری کی خرید کا حال معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پس قاضی نے مالک قدیم کے واسطے مشتری سے لے لینے کا حکم دیا تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ پس غلام مذکور دوسرے مشتری کو واپس دیا جائے گا تاکہ مشتری اوّل اس سے لے لے پھر مشتری اوّل سے مالک قدیم ہر دو ثمن دے کر لے سکتا ہے اور اگر مالک قدیم نے مشتری دوئم سے بدوں حکم قضاءً کے لے لیا یا اس سے خرید لیا پھر مشتری اوّل حاضر ہوا تو اس کو مالک قدیم سے ہزار درہم دے کر لے سکتا ہے پھر مالک قدیم اس سے ہر دو ثمن دے کر لے سکتا ہے۔ اس طرح اگر مشتری دوئم نے غلام مذکور اس کے مالک قدیم کو ہبہ کر دیا تو مشتری اوّل سے لے سکتا ہے مگر اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے اس واسطے کہ وہ اس صورت میں مثل اجنبی کے ہوا پھر مالک قدیم کو اس سے یعنی مشتری اوّل سے ثمن اور یہ قیمت دونوں دے کر لے سکتا ہے اور اگر مرتہن کے پاس سے غلام مرہون گرفتار کر لیا گیا اور اس کو کوئی شخص ہزار درہم کو خرید لایا اور راہن و مرتہن دونوں حاضر ہوئے تو لینے کا استحقاق مرتہن کو ہے پس اگر اس نے یہ ثمن دے کر لے لیا تو احسان کرنے والا ہوا یعنی یہ ثمن محسوب بحساب راہن نہیں کر سکتا اور اس سے نہیں لے سکتا ہے جیسے کہ غلام نے اس کے پاس جنایت کی اور اس نے فدیہ دے کر بچا لیا تو اس فدیہ میں وہ متطوع ہوتا ہے اور گر مرتہن نے اس کے لینے سے انکار کر دیا تو راہن اس کو ثمن دے کر لے سکتا ہے اور جب راہن نے اس کو لے لیا تو قرضہ مرتہن ساقط ہو گیا اور فدیہ ان دونوں پر آدھا آدھا ہوگا اگر مرہون کی قیمت دو ہزار اور قرضہ ایک ہزار ہو اور جس طرح وہ رہن تھا ویسا ہی رہے گا اور اگر مرتہن نے اس کا فدیہ دینے سے انکار کیا پس راہن نے اس کا فدیہ دے دیا تو مرتہن اس کو لے لے گا اور اس کے پاس بعوض نصف قرضہ کے رہن رہے گا۔

اگر کسی غلام نے جنایت کی پھر کافر لوگ غالب ہوئے اور اس غلام کو بھی قید کر کے دارالحرب میں لے گئے پھر لشکر اسلام ان پر غالب آیا.......:

اگر راہن نے اس کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے فدیہ دے کر اس کو لے لیا تو مثل سابق کے اس کے پاس رہن رہے گا اور مرتہن مذکور فدیہ کے حصہ راہن میں یعنی نصف فدیہ حصہ راہن دینے میں احسان کنندہ ہوگا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے اس کا فدیہ دے دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نصف فدیہ کو راہن سے لے لے گا احسان کنندہ قرار نہ دیا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی احسان کنندہ ہوگا اور اگر مال مرہون کوئی مثلی چیز ہو اور مرتہن نے فدیہ نہ دیا تو رہن کے فدیہ دے کر لینے کے بعد مرتہن اس کو رہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی غلام نے جنایت کی پھر کافر لوگ غالب ہوئے اور اس غلام کو بھی قید کر کے دارالحرب میں لے گئے پھر لشکر اسلام ان پر غالب آتا اور غلام مذکور کو دارالاسلام میں نکال لائے اور مالک قدیم نے اس کو نہ لیا چھوڑ دیا اور ولی جنایت نے اس کو جرم جنایت سے لینا چاہا حالانکہ غنیمت تقسیم ہو چکی ہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس واسطے کہ ولی جنایت کے واسطے خالی حق ثابت ہے اور اس سے ملک[1] توڑنا نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایسا غلام جس کو کفار قید کر لے گئے تھے اور بعد غلبہ لشکر اسلام کے دارالاسلام میں غنیمت تقسیم ہونے میں وہ کسی شخص کے حصہ میں آیا اور اس کا مولیٰ قدیم حاضر نہ ہوا یہاں تک کہ اس شخص نے اس کو آزاد یا مدبر کر دیا تو روا ہے۔ اگر بجائے غلام کے باندی تھی کہ اس کو اس شخص نے کسی کے ساتھ بیاہ دیا اور شوہر سے اولاد جنی تو مالک قدیم کو حاضر ہو کر اختیار رہو گا کہ باندی اور اس کی اولاد کو لے لے اور نکاح توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے جس کے حصہ میں پڑی ہے اس کا عقر[2] لیا یا کسی نے اس باندی پر جنایت کی تھی اس کا جرمانہ لیا ہو تو مولیٰ قدیم کو اس باندی کے ساتھ اس عقر و جرمانہ کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ یہ مبسوط میں ہے۔

امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص کی ملک میں ایک کُر فارسی جید چھوہارے ہیں اس کو کفارہ نے لیا اور دارالحرب میں لے گئے پھر کوئی مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوا اور ان سے یہ چھوہارے بعوض دو کُر فارسی ردی چھوہارے کے خریدے اور ان کو دارالاسلام میں لے آیا پھر مالک قدیم حاضر ہوا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس خریدنے والے سے لئے[3] ایسا ہی زیادات میں مذکور ہے اور اسیر کبیر میں امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ دو کُر ردی چھوہارے دے کر لے سکتا ہے اس واسطے کہ جس نے دشمن سے یہ کُر خرید کیا ہے اس نے بہ خرید صحیح خریدا ہے اس واسطے کہ دارالحرب میں مسلمان و حربی کے درمیان ربوا[4] جاری نہیں ہوتا ہے پس جب خرید صحیح ہوئی تو جتنے کو مشتری کو پڑی ہے وہ دے کر لے لینے کا استحقاق اس کو حاصل ہوگا جیسے درہموں کے عوض خریدنے کی صورت میں اس قدر درہم دے کر لے سکتا ہے اور زیادات میں جو حکم مذکور ہے کہ نہیں لے سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے دشمن سے یہ کُر خریدا ہے اس نے بخرید (بخرید صحیح نہیں خریدا ہے) فاسد خریدا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ربوا کو مطلقاً[5] حرام کر دیا ہے پس چونکہ اس بیع میں ربوا واقع ہو بیع فاسد ہوئی اور جو چیز بیع فاسد خریدی گئی ہے وہ مشتری کے پاس مضمون بالقیمۃ ہے یعنی اس کے تاوان میں مشتری پر قیمت واجب ہے ثمن نہیں واجب ہے اور اس صورت میں اس خریدی ہوئی چیز کی قیمت یہ ہے کہ اس کے مثل

---

[1] جس کے حصہ میں پڑا ہے اس کی ملک میں آ گیا ہے پس اس کی ملک اتنے حق کی وجہ سے نہیں ٹوٹ سکتی ہے ۱۲۔ [2] کسی نے اس باندی سے شبہ میں وطی کی اس کا مہر ۱۲۔ [3] جو کچھ اس نے دیا ہے وہ ثمن دے کر کسی طرح نہیں لے سکتا ہے ہاں چاہے خرید لے ۱۲۔ [4] وہ زیادتی جو بطریق نامشروع لی جائے جس کو بیاج کہتے ہیں ۱۲۔ [5] اگر ایسا معاملہ بیع واقع ہوا جو دارالسلام میں سود قرار پاتا ہے تو وہاں بھی سود قرار دیا جائے گا ۱۲۔

چھوہارے دیں اور اس کے مثل چھوہارے دے کر لینے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور مبادلہ میں جب فائدہ نہ ہو تو بیع ناروا ہے اور ہمارے مشائخ میں سے محققین نے فرمایا کہ جو حکم سیر کبیر میں مذکور ہے وہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور جو حکم زیادات میں مذکور ہے وہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اس واسطے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مسلمان و حربی کے درمیان دار الحرب[1] میں ربوا جاری ہوتا ہے۔

اگر صورت مذکورہ میں مسلمان نے حربی سے کُر مذکور کے برابر ردی چھوہارے (جیسے اور جس قدر اپنے دیے ہیں) ہاتھوں ہاتھ دے کر لیے ہوں اور ان کو دار الاسلام میں نکال لایا تو سب روایات کے موافق مالک قدیم کو اختیار ہو گا کہ اس سے ایک کُر ردی دے کر لے لے اور اگر مشتری نے حربیوں سے کُر مذکور بعوض شراب یا سور کے خریدا ہو اور دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق لینے کا اختیار نہ ہو گا لیکن اگر یہ مشتری ذمی ہو تو مالک قدیم کو اختیار ہو گا کہ اس کو سور یا شراب کی قیمت دے کر اس سے لے لے اور اگر حربیوں سے خریدنے والے نے اس کو اسی کے مثل دے کر خرید کیا ہو اور دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق اس سے لینے کا اختیار نہ ہو گا۔ اگر مشتری مذکور نے اس کُر کے مثل ادھار پر خریدا ہو اور دار الاسلام میں لے آیا تو بھی مالک قدیم کو (اس واسطے کہ مبادلہ بیفائدہ ہے) اس سے لینے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر کافروں نے کسی مسلمان کے ہزار درہم ان درہموں میں سے جو بیت المال میں قبول کیے جاتے ہیں یعنی کھرے درہم لیے اور ان کو دار الحرب میں لے گئے پھر کوئی مسلمان وہاں داخل ہوا اور اس نے غلہ کے ہزار درہم دے کر ان سے یہ ہزار درہم خریدے اور باہمی قبضہ کے بعد دونوں متفرق ہوئے پھر دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو سب روایات کے موافق اختیار ہو گا جیسے درہم غلہ اس نے دیئے ہیں انہیں کے مثل دے کر دراہم مذکورہ لے لے اور اگر ان کو دیناروں کے عوض بصرف صحیح خرید کیا اور دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو اختیار ہو گا کہ انہیں دیناروں کے مثل دے کر اس سے لے لے۔

اس طرح اگر اس مسلمان نے ان کے ہاتھ ہزار درہم غلہ کے بعوض ہزار درہم بیت المال کے نقد کے فروخت کیے اور حربیوں نے نقد بیت المال میں وہی درہم دے جن کو وہ لوگ یہاں سے لوٹ لے گئے ہیں اور مسلمانوں مذکور ان کو دار الاسلام میں لے آیا تو مالک قدیم کو اختیار ہو گا کہ مثل دراہم غلہ دے کر اس سے یہ دراہم لے لے۔ اگر کافر لوگ دار الاسلام سے مسلمان کا کُر لے گئے اور اس کو دار الحرب میں لے جا کر احراز کر لیا پھر امان لے کر کوئی مسلمان دار الحرب میں داخل ہوا اور ایک کُر گیہوں کی بیع سلم میں ان کو سو درہم دیے اور یہ بیع سلم صحیح قرار پائی ہے پھر جب مسلم فیہ[2] ادا کرنے کی میعاد آئی تو انہوں نے یہی کُر جو دار الاسلام سے لے گئے ہیں اس کو ادا کیا پس اس نے قبضہ کر لیا اور اس کو دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اختیار ہو گا کہ اس سے سو درہم دے کر لے لے اور اگر مسلمان نے حربیوں کے ہاتھ کوئی اسباب ایسے ہزار درہم کو فروخت کیا جو نقد بیت المال ہوں پھر انہوں نے اس کو وہی ہزار درہم نقد بیت المال دیے جو دار الاسلام میں سے کسی مسلمان کے لیے گئے ہیں اور اپنے احراز میں کر لیے ہیں پس اس نے ان پر قبضہ کیا اور ان کو دار الاسلام میں لایا تو مالک قدیم کو اختیار نہ ہو گا کہ اس سے یہ دراہم لے اور اگر اہل حرب کسی مسلمان کا ایک کُر گیہوں لے گئے اور دار الحرب میں لے جا کر اپنے احراز میں کر لیا پھر کوئی مسلمان امان لے کر دار الحرب میں داخل ہوا اور ان کے ہاتھ کوئی اسباب بعوض ایک کُر گیہوں کے جو بعینہٖ نہیں ہیں بلکہ مشتری کے ذمہ قرار پائے ہیں فروخت کیا پھر مشتری نے وہی کُر جس کو دار الاسلام سے لے گئے ہیں ادا کیا پس بائع نے قبضہ کر لیا اور اس کو دار الاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم

[1] اگر ایسا معاملہ بیع واقع ہوا جو دار الاسلام میں سود قرار پاتا ہے تو وہاں بھی سود قرار دیا جائے گا۱۲۔ [2] وہ جنس جو بیع مسلم میں بائع سے قرار پائی ہے۱۲۔

کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو لے لے۔ اگر حربیوں نے کُر مسلمان کو اپنے دار میں احراز[1] کر لیا پھر کوئی مسلمان امان لے کر ان کے دار میں داخل ہوا اور اس نے ان لوگوں کو ایک کُر گیہوں قرضہ دیے پھر انہوں نے اس کو اس کے قرضہ میں وہی کُر ادا کیا جس کو وہ دارالاسلام سے اپنی حرز دارالحرب میں لے گئے ہیں پس قبضہ کر کے اس کو دارالاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اس کُر کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی جو کُر اس نے قرضہ میں دیا ہے اور حربیوں نے لیا ہے وہ اس کُر کے جو وہ اپنی حرز امیں لے گئے ہیں مثل ہو یا گھٹ کے ہو یا اس سے کھرا ہو یہ محیط میں ہے۔

اہلِ حرب کسی مسلمان کی چاندی کی چھاگل لے گئے ہوں جس کی قیمت ہزار درہم اور وزن پانچ سو مثقال ہے پھر کسی مسلمان نے دشمن سے اس کے وزن سے زیادہ یا کم کے عوض اس کو خریدا تو مالک قدیم اس کی قیمت کے عوض اس کو لے سکتا ہے:

اگر دشمن نے مسلمان سے دس کپڑے لیے یعنی غالب ہو کر کسی مسلمان کے دس کپڑے لوٹ کر دارالاسلام سے دارالحرب میں نکال لے گیا پھر کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور اس نے کوئی اسباب دشمن کے ہاتھ دس کپڑوں کے عوض فروخت کیا جن کا وصف اور ادا کرنے کی مدت بیان ہوگئی ہے حتیٰ کہ بیع بہمہ وجوہ صحیح ہے پھر دشمن نے اس کو وہی دس کپڑے ادا کیے جن کو لوٹ کر اپنے احراز میں لے گیا پس مسلمان مذکور ان کپڑوں کو دارالاسلام میں نکال لایا تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اس کو اس کی متاع کی قیمت دے کر یہ کپڑے لے لے۔ اگر گیہوں کا کُر جس کو اہل حرب یہاں سے اپنے احرازا میں لے گئے ہیں دو مسلمانوں نے اہل حرب سے خرید لیا اور باہم تقسیم کر لیا پھر ایک نے اپنا حصہ تلف کر ڈالا تو مالک قدیم کو اختیار ہے کہ نصف باقی کو نصف ثمن مذکور دے کر لے لے اور اگر بجائے کُر کے اس مسئلہ میں کپڑے ہوں تو باقی نصف کپڑوں کو مالک قدیم اگر چاہے تو چوتھائی ثمن اور تلف شدہ کی نصف قیمت دے کر لے سکتا ہے اور اہل حرب کسی مسلمان کی چاندی کی چھاگل لے گئے ہوں جس کی قیمت ہزار درہم اور وزن پانچ سو مثقال ہے پھر کسی مسلمان نے دشمن سے اس کے وزن سے زیادہ یا کم کے عوض اس کو خریدا تو مالک قدیم اس کی قیمت کے عوض اس کو لے سکتا ہے چاہیے جس قدر تک پہنچے مگر یہ قیمت اس کی جنس کے خلاف سے ہوگی یعنی اگر چاندی کی چھاگل ہے تو سونے سے قیمت اور اگر سونے کی چھاگل ہے تو چاندی سے قیمت ادا کرے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر اس کے وزن کے مثل درہم ہاتھوں ہاتھ دے کر خرید کر کے دارالاسلام میں لایا ہو تو مالک قدیم کو اختیار ہوگا کہ اسی قدر درہم دے کر اس سے لے لے یہ سب روایات کے موافق حکم ہے اور اگر اس کے مثل وزن کے درہم ادھار پر خرید کر کے دارالاسلام میں لایا تو یہ صورت اور دو صورت یہ کہ اس نے زیادہ یا کم درموں کے عوض خریدا ہے سب یکساں ہیں یعنی مالک قدیم بقیمت لے سکتا ہے اور اگر تاجر مذکور نے ابریق کو حربیوں سے بعوض شراب یا سور کے خریدا ہو تو مالک قدیم کل روایات کے موافق مختار ہے کہ چاہے اس کے خلاف جنس سے اس کی قیمت دے کر لے لے اور گر کوئی ذمی اس کو شراب یا سور کے عوض خرید کر کے دارالاسلام میں لایا ہو تو مالک قدیم اس ابریق کو بعوض قیمت شراب یا سور کے جو اس نے دیئے ہیں لے سکتا ہے اور سیر کبیر میں مذکور ہے کہ کسی غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے اور کوئی مسلمان ان سے اس غلام کو بعوض ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے خرید کر کے دارالاسلام میں لایا[2] تو دیکھا جائے کہ اگر اس کی قیمت ہزار درہم یا ہزار سے کم ہے تو مولیٰ قدیم اس کو ہزار درہم دے کر لے لے

---

[1] یعنی اپنے قبضہ میں پوری طرح محفوظ کر لیا ۱۲۔ [2] یہ حاصل کلام امام محمدؒ مذکور ہے بشرح فقہاء ۱۲۔

سکتا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو پوری قیمت دے کر لے سکتا ہے مگر شراب جس کا دینا مذکور ہوا ہے اس کے بسبب سے ہزار سے کمی یا ہزار سے زیادتی نہ کی جائے گی اور اگر مسلمان نے ان سے یہ غلام بعوض ہزار درہم اور مردار جانور یا خون کے خرید ہو تو مالک قدیم اس کو ہزار درہم دے کر لے سکتا ہے اور مردار خون کی وجہ سے ہزار پر کچھ بڑھایا نہ جائے گا اگرچہ غلام کی قیمت ہزار سے زیادہ [1] ہو اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام غصب کیا اور غاصب کے ہاتھ سے حربیوں نے غلبہ کر کے لیا اور اس کو اپنے حرز دارالحرب میں لے گئے پھر مسلمان نے اس دارالحرب میں فتح پا کر غنیمت حاصل کی پھر عمرو نے یہ غلام غنیمت میں دیکھا اور ہنوز غنیمت تقسیم نہیں ہوئی ہے تو اس کو مفت لے سکتا ہے اور غاصب پر ضمان نہ ہوگی اور اگر بعد تقسیم غنیمت کے جس غازی کے حصہ میں آیا ہے اس کے پاس دیکھا تو مذکور ہے کہ عمرو کو اختیار ہے کہ چاہے اس شخص سے جس کے حصہ میں آیا ہے اس غلام کی اس روز کی قیمت جس روز لینا چاہتا ہے اس کو دے کر لے لے اور اگر چاہے اس سے غلام نہ لے اور غاصب سے غلام کی اس روز کی قیمت جس دن اس نے غصب کیا تھا تاوان لے لے پھر اگر مالک قدیم نے یہ اختیار کیا کہ غازی سے لینے کے روز کی غلام کی قیمت دے کر غلام لے لیا تو غاصب سے بھی قیمت نہیں لے سکتا ہے بلکہ اس قیمت اور غاصب کرنے کے روز کی غلام کی قیمت دونوں میں سے جو کم ہو وہ لے لے گا مثلاً غلام مذکور کی قیمت بروز غصب ہزار درہم تھی اور جس غازی کے حصہ میں پڑا ہے اس سے لینے کے روز کی قیمت دو ہزار درہم ہے پس مالک قدیم دو ہزار درہم دے کر اس سے لے لیا تو وہ غاصب سے وہی قیمت لے گا جو بروز غصب تھی یعنی ہزار درہم اور اگر روز غصب کی قیمت ہزار درہم ہو پھر نرخ گھٹ جانے کی وجہ سے غازی سے لینے کے روز پانچ سو درہم تھے کہ اس نے پانچ سو درہم دے کر لے لیا تو غاصب سے بھی پانچ سو درہم واپس لے گا۔

یہ سب اس صورت میں کہ مالک قدیم نے غازی سے جس کے حصہ میں آیا ہے غلام لینا اختیار کیا اور اگر اس نے غازی سے نہ لیا بلکہ غاصب سے اس کے غصب کرنے کے روز کی قیمت تاوان لینی اختیار کی تو جب غاصب نے تاوان دے دیا تو اس کا حکم بعد تاوان دینے کے مثل مالک قدیم کے ہے یعنی جس سے غصب کر لیا تھا چنانچہ اگر اس نے غلام کو غنیمت میں قبل اس کی تقسیم کے پایا تو بغیر کچھ دیئے ہوئے مفت لے لے گا اور اگر بعد تقسیم غنیمت کے کسی غازی کے پاس جس کے حصہ میں پڑا ہے پایا تو اس کی قیمت دے کر اس کو لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں نے جہاد میں غالب ہو کر یہ غلام غنیمت میں حاصل نہیں کیا بلکہ کوئی مسلمان جو دارالحرب میں داخل ہوا ہے ان سے خرید لایا پس اگر مولیٰ قدیم نے غاصب سے ہنوز اس کی قیمت روز غصب تاوان نہ لی ہو تو اس کو دو طرح کا اختیار ہے چاہیے خرید لانے والے کو اس کا ثمن دے کر اس سے غلام لے لے اور چاہے اس سے نہ لے اور غاصب سے روز غصب کی قیمت غلام لے لے پس اگر اس نے خرید لانے والے سے اس کا ثمن دے کر غلام لے لیا تو غاصب سے قیمت روز غصب اور ثمن مذکور جو اس نے مشتری کو ادا کیا ہے دونوں میں سے جو کم ہو وہ تاوان لے سکتا ہے اور اگر اس نے خرید لانے والے سے غلام نہ لیا اور غاصب سے روز غصب کی قیمت تاوان لے لی تو اس کے بعد مالک قدیم کو غلام پر ہاتھ لگانے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور غاصب مذکور بجائے مالک قدیم کے قائم ہوگا پس غاصب مذکور کو اختیار ہوگا کہ چاہے خرید لانے والے سے اس کا ثمن دے کر غلام لے لے اور چاہیے چھوڑ دے۔ پھر اگر غاصب نے خرید لانے والے کو اس کا ثمن دے دیا یا جس غازی کے حصہ میں پڑا ہے اس کو اس کی قیمت دے دی اور غلام اس سے لے لیا پھر مالک قدیم نے چاہا کہ غاصب سے جو قیمت تاوان لی ہے وہ غاصب کو واپس کر کے غلام اس سے لے لے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر مالک قدیم نے غاصب سے اپنے زعم کے موافق قیمت

---

[1] فرق یہ ہے کہ مردار و خون مال ہی نہیں ہے اور شراب مال ہے مگر مسلمانوں کے حق میں مال متقوم نہیں ہے فافہم ۱۲۔

حاصل کی ہے بایں طور کہ دونوں نے روز غصب کی قیمت میں اختلاف کیا چنانچہ غاصب نے کہا کہ جس روز میں نے غصب کیا ہے اس روز غلام کی قیمت ہزار درہم تھی اور مالک نے کہا کہ دو ہزار درہم تھی اور مالک نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے اور غاصب سے دو ہزار درہم قیمت پائی یا گواہ نہ تھے پس غاصب سے قسم طلب کی اور غاصب نے قسم کھانے سے انکار کیا پس غاصب سے دو ہزار درہم حاصل کیے یا دونوں نے مالک کے دعویٰ کے موافق مقدار پر باہمی رضامندی سے صلح کر لی تو ان تینوں صورتوں میں مالک قدیم کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ چاہے غاصب کو اس کی قیمت واپس کر کے غلام لے لے یا چھوڑ دے۔

جس صورت میں مالک قدیم کو اختیار واپسی قیمت واخذ غلام یا ترک غلام حاصل ہوا ہے اگر ایسی صورت میں مالک قدیم نے کہا کہ میں یہ قیمت جو مجھے ملی ہے رکھے لیتا ہوں ......:

دوئم یہ کہ اگر مالک نے غاصب کے زعم کے موافق قیمت پائی ہے بایں طور کہ مالک کے پاس گواہ نہ تھے اس نے غاصب سے قسم طلب کی پس غاصب نے قسم کھائی اور مالک نے اس سے ہزار درہم موافق اس کے دعویٰ کے پائے پھر غلام مذکور غاصب کے ہاتھ میں آیا جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے تو مالک قدیم کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے غاصب سے جو قیمت لی ہے اس کو واپس کر کے غلام لے لے اور چاہے غلام اسی کے پاس رہنے دے۔ پھر امام محمدؒ نے کتاب[1] میں ذکر فرمایا کہ ہرگاہ مالک قدیم نے غاصب کے زعم کے موافق غلام کی قیمت اس سے لے لی ہو پھر اس نے غلام مذکور حربیوں سے خرید لانے والے کے پاس یا ان سے غازی کے پاس جس کے حصہ میں پڑا ہے دیکھا اور قیمت غلام وہی ہے جو مالک قدیم کہتا تھا یعنی مثلاً دو ہزار درہم تو مالک قدیم کو اختیار دیا جائے گا اور اگر غلام کی قیمت اس قدر پائی گئی جیسے غالب کہتا تھا یا اس سے بھی کم پائی گئی پس آیا مالک قدیم کو اختیار حاصل ہوگا یا نہیں سو امام محمدؒ نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا ہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اختیار حاصل ہوگا اور دوسری ایک روایت میں ہے کہ نہیں حاصل ہوگا پھر واضح ہو کہ جس صورت میں مالک قدیم کو اختیار واپسی قیمت واخذ غلام یا ترک غلام حاصل ہوا ہے اگر ایسی صورت میں مالک قدیم نے کہا کہ میں یہ قیمت جو مجھے ملی ہے رکھے لیتا ہوں اور اس غلام ظاہر شدہ کے روز غصب کی پوری قیمت تک میں جس قدر اور مجھے زیادہ چاہیے ہے وہ غاصب سے لے لوں گا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ اس قدر وہ اختیار رکھتا ہے کہ چاہے یہ قیمت واپس کر کے غلام لے لے اور چاہے یہی قیمت رہنے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر کوئی مال عین کسی مستاجر کے اجارہ میں یا کسی کے پاس عاریت یا ودیعت ہو اور حربی کفار غالب ہو کر اس کو اپنے حرز دارالحرب میں لے گئے پھر مال مذکور دارالاسلام میں آیا پس آیا مستاجر یا مستودع یا مستعیر کو مخاصمہ کر کے واپس لینے کا اختیار شرعی ہے یا نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مال عین جہاد کی غنیمت میں آیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ مطالبہ کرے پس قبل تقسیم ہونے غنیمت کے مطالبہ کرنے سے مفت بغیر کچھ دیئے ہوئے لے گا اور یہی اختیار مستعیر[2] و مستودع کو ہے پھر جب مستاجر اس کو لے لے گا تو اس کا اجارہ عود کرے گا اور اجرت اس مدت گذشتہ کی کہ جس میں اس نے کوئی انتفاع نہیں پایا ہے اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر مستاجر کے اس دعویٰ سے کہ یہ مال جو غنیمت میں آیا ہے اس کے پاس اجارہ میں تھا مسلمانوں نے انکار کیا تو

---

[1] اپنی کتاب میں جس سے مسئلہ مذکور نقل ہوا ۱۲۔ [2] اجارہ یعنی والا جس کو ہمارے عرف میں ٹھیکہ دار بولتے ہیں مستودع جس کے پاس ودیعت رکھی گئی مستعیر عاریت لینے والا ۱۲۔

مستاجر کو اس امر کے گواہ قائم کرنے ضرور ہوں گے کہ یہ اس کے پاس اجارہ سے انکار کیا میں تھا اور جب حاکم نے گواہ قبول کر کے مال مذکورہ اس کو دے دیا پھر اجارہ دینے والا آیا اور اُس نے اُس کے اجارہ سے انکار کیا اور بیان کیا کہ یہ مال اس کے پاس عاریت یا ودیعت تھا تو اس میں قول اس مال کے مالک عین کا مقبول ہوگا۔ اگر غنیمت تقسیم ہوگئی پھر اس نے کسی غازی کے پاس پایا جس کے حصہ میں پڑا ہے تو بھی اس کو مخاصمہ کا اختیار ہے پس اگر اس شخص نے جس کے حصہ میں پڑا ہے مدعی کے پاس اجارہ میں ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اجارہ پر گواہ قائم کیے تو اثبات اجارہ کے گواہ مقبول ہوں گے اور وہ اثبات اجارہ کے واسطے خصم ہو سکتا ہے پھر اس کے بعد اس کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اس غازی کو اس مال کی قیمت دے کر اس سے لے یا اسی کے پاس چھوڑے اور اگر بجائے مستاجر کے مستعیر یا مستودع ہو اور بعد تقسیم غنیمت کے اس نے کسی غازی کے پاس جس کے حصہ میں آیا ہے پایا تو وہ اس غازی کے مقابلہ میں خصم نہیں ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال مذکور اس کے پاس ودیعت یا عاریت تھا تو اس کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور تقسیم ہو جانے کے بعد ان دونوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جس کے حصہ میں آیا ہے اس سے قیمت دے کر لے لیں اور بعد قیمت کے یہ دونوں اس مال کی نسبت مثل اجنبی کے ہوں گے یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام مسلمان کو دشمن اسیر کر کے لے گئے اور اپنے دارالحرب میں لے جا کر اپنے احراز میں کر لیا پھر وہ ان سے چھوٹ گیا:

اگر کسی یتیم کا غلام اہل حرب قید کر کے لے گئے اور اس کو کوئی مشتری دام دے کر خرید لایا اس خرید لائے ہوئے غلام کا مولیٰ قدیم مر چکا ہے جس کا وارث اس کا فرزند یتیم موجود ہے تو اس یتیم کے وصی کو اختیار ہے کہ یتیم کے واسطے مشتری کو اس کا ثمن دے کر لے لے اور اپنی ذات کے واسطے نہیں لے سکتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یتیم کے واسطے بھی وصی کو مشتری کا ثمن دے کر اس سے لے لینے کا جب ہی اختیار ہے کہ ثمن مذکور اس غلام کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں ہے کہ کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب قید کر کے اپنے حرز دارالحرب میں لے گئے پھر کسی مسلمان نے دارالحرب میں داخل ہو کر ان سے یہ غلام خریدا اور دارالاسلام میں نکال لایا اور یہاں کسی عورت سے اس غلام کے رقبہ پر نکاح کیا اور نکاح میں اس غلام کا رقبہ[1] مہر قرار دیا ہے پھر اس کا مولیٰ قدیم حاضر آیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس غلام کو اس کی قیمت دے کر لے لے۔ اگر مشتری نے بغیر مہر کسی عورت کو اس کے نکاح میں لیا پھر اس عورت سے اس امر پر صلح کی کہ اس کے مہر کے عوض جو واجب ہوا ہے یہ غلام سپرد کرے گا تو مولیٰ قدیم سے کہا جائے گا کہ چاہے اس عورت کے مہر مثل کے عوض اس غلام کو لے لے یا چھوڑ دے۔ اگر کسی شخص نے مشتری پر کسی مال کا دعویٰ کیا اور دعویٰ بیان نہ کیا پھر مشتری نے اس سے اس کے اس دعویٰ سے اس غلام پر صلح کر لی تو مولیٰ قدیم اس سے یہ غلام اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے مقدار دعویٰ میں اختلاف کیا تو صلح کنندہ کا قول قبول ہوگا اگر غلام مسلمان کو دشمن اسیر کر کے لے گئے اور اپنے دارالحرب میں لے جا کر اپنے احراز میں کر لیا پھر وہ ان سے چھوٹ گیا اور ان کا کچھ مال بھی لے آیا اور دارالاسلام کی طرف بھاگا پھر کسی مسلمان نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کا مولیٰ قدیم آیا تو پکڑ لینے والے سے یوں ہی لے سکتا ہے کہ اس کی قیمت دے دے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے۔

جو کچھ مال اس غلام کے پاس تھا وہ اسی کا ہے جس نے اس کو گرفتار کیا چنانچہ مولیٰ قدیم کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی

---

[1] بمعنی گردن اور اس سے مراد خود اس کی ذات ہے ۱۲۔

اور بقیاس قول امام اعظمؒ کے مولیٰ قدیم اس کو مفت بغیر کچھ دیے ہوئے لے لے گا کیونکہ جب وہ دارالاسلام میں داخل ہوا تو وہ جماعت مسلمانوں کے واسطے فئی ہو گیا کہ امام المسلمین اس کو لے لے گا اور اس کا پانچواں حصہ لے کر باقی چار پانچویں حصے تمام مسلمانوں میں تقسیم کروں گا اور امام محمدؒ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہے اور کہا کہ جب اس کو پکڑ لیا تو وہ غنیمت ہوا اور اس کے پانچ حصے میں سے ایک حصہ لے لیا جائے گا اگر اس کا مولیٰ قدیم حاضر نہ آیا اور باقی پانچویں حصے اور جو مال اس کے پاس ہے سب پکڑ لینے والے کا کر دیا جائے گا پھر اگر اس کے بعد اس کا مولیٰ قدیم حاضر ہوا تو اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے اور اگر پانچ حصے کیے جانے سے پہلے حاضر آیا تو اس کو مفت لے لے گا اور اگر کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب قید کر کے لے گئے اور اس کے مولیٰ نے مسلمان نے اس کو آزاد کر دیا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے اور یہ غلام ہاتھ آیا تو اس کا مولیٰ قدیم اس کو مفت لے لے گا اور عتق مذکور باطل ہے اور اگر مسلمان لوگ اس کو دارالحرب سے نکال لائے پھر مولیٰ قدیم نے قبل اس کے تقسیم کیے جانے کے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے۔ ایک حربی دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا یہاں کسی کا کچھ طعام یا کوئی متاع چرا لی اور اس کو لے کر دارالحرب میں داخل ہوا پھر اس سے کوئی مسلمان خرید کر کے اس کو دارالاسلام میں نکال لایا تو اس کا مالک اس کو مفت لے سکتا ہے اس واسطے کہ حربی مذکور اس مال کا دارالاسلام سے نکال لے جانے سے پہلے ضامن تھا پس دارالحرب میں لے جانے سے اس کا احراز کر لینے والا نہ ہوگا اور اگر کسی مسلمان نے اس حربی کے پاس کچھ مال ودیعت رکھا کہ جس کو وہ دارالحرب میں لے گیا تو حربی مذکور اس مال کا احراز کر لینے والا جائے گا پھر اگر اہل حرب جب سب مسلمان ہو گئے یا ذمی ہو گئے یا یہی شخص مسلمان یا ذمی ہو گیا تو مال مذکور اسی کا ہوگا اس واسطے کہ وہ دارالاسلام میں اس مال کا ضامن نہ تھا کوئی حربی ہمارے یہاں امان لے کر داخل ہوا حالانکہ اس کے ساتھ کوئی ایسا غلام ہے جس کو اس نے مسلمانوں سے دارالحرب میں لے جا کر اپنے حرز میں کر لیا ہے پھر اس کو حربی مذکور سے کسی مسلمان نے خرید لیا تو مالک قدیم کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری کو اس کا ثمن دے کر اس سے یہ غلام لے لے۔

بشر بن الولید نے امام ابو یوسفؒ سے املاء میں روایت کی ہے کہ اگر اسیر کی ہوئی باندی کو اہل حرب سے کسی مسلمان نے خرید ایا اس کے حصہ غنیمت میں آئی اور اس سے اس باندی کو اس کے مولیٰ قدیم نے بحکم[1] حاکم لے لیا یعنی قبل گرفتار ہونے کے جو کوئی جنایت یا قرضہ اس باندی کے ذمہ ہو وہ اس باندی کے ساتھ لگے گا اور جس بائع سے مالک قدیم نے اس کو خریدا ہے اگر اس میں سے کسی عیب قدیم ہونے سے واقف ہو تو بائع اوّل کو بسبب اس عیب کے واپس کر سکتا ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا ہو کہ جس سے واپس نہیں کر سکتا ہے تو عیب قدیم کا نقصان بائع اوّل سے لے سکتا ہے اور مولیٰ مذکور کو ان امور کے مطالبہ کی اہل حرب سے خرید لانے والے یا جس کے حصہ میں پڑی ہے اس کی طرف کوئی راہ نہیں ہے لیکن اگر اس میں کوئی ایسا عیب نکلا جو اہل حرب کے پاس پیدا ہو گیا ہے یا اس نے خرید لانے والے کے پاس یا جس کے حصہ میں پڑی ہے اس کے پاس پیدا ہو گیا ہے تو اس عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر وہ اس کے پاس مر گئی یا اس میں کوئی عیب اس کے پاس پیدا ہو گیا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور اگر مالک قدیم نے اس سے باندی کو بدوں حکم حاکم کے لیا ہو تو جو کچھ قرضہ اس باندی پر ہوگا وہ اس کے ساتھ آئے گا اور جنایت جو اس کے گرفتاروں پر ہو گی وہ اس باندی کے پیچھے ساتھ نہ لگے گا اور مالک مذکور اس باندی کو کسی عیب قدیم کے پانے سے اس کے بائع اوّل کو واپس نہ کر سکے گا مگر جس سے لیا ہے اس کو بسبب عیب قدیم یا جدید کے واپس کر سکتا ہے اور اگر باندی مذکورہ اس کے پاس مر گئی ہو یعنی واپس نہ کر سکتا ہو تو جس سے لیا ہے اس سے اس کے نقصان عیب قدیم یا جدید کو لے سکتا

---

[1] قاضی کے حضور میں مقدمہ پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ اچھا مالک قدیم اس کو مشتری کا ثمن ادا کر کے لے سکتا ہے ۱۲۔

ہے اور اگر اس شخص کے پاس سے جس نے اس کو بہ قیمت لے لیا ہے کسی نے استحقاق ثابت کر کے لیا یعنی یہ ثابت کر دیا کہ یہ باندی میری ملک ہے پس اگر اس لینے والے نے اس کو حکم حاکم کے ساتھ لیا ہو تو جس سے یہ باندی لی ہے اسی کو واپس کر دے پھر یہ استحقاق ثابت کرنے والا اس سے بہ قیمت یا ثمن لے لے گا اور اگر اس نے بغیر حکم حاکم لی ہو تو جس نے گواہوں سے اپنا استحقاق ثابت کیا ہے وہ اسی قدر رد کر لے لے گا جس قدر لینے والے نے لی ہے۔

ایک شخص کے غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر مولیٰ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ غلام مذکور میرے واسطے بعوض ہزار درہم کے ان سے خرید کر پھر مرد مذکور نے اس کو اپنے واسطے خریدا تو غلام مذکور اسی حکم دینے والے یعنی مولیٰ قدیم کا ہوگا:

ہر دو صورت میں اس استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ اگر اس میں کوئی عیب قدیم پایا جائے تو جس بائع سے اس کو خریدا ہو اس سے رجوع کرے اور اگر اس شخص نے جس نے باندی مذکورہ کو اوّل مرتبہ ثمن دے کر لے لیا ہے باندی مذکورہ کو آزاد کر دیا یا باندی مذکورہ اس سے بچہ جنی پس اگر اس نے بحکم قاضی اس کو لیا ہے تو جب اس مستحق نے اپنا استحقاق ثابت کیا تب قاضی اس کے آزاد کرنے کو باطل کر دے گا اور قیاساً وہ شخص اس بچہ کو بھی مثل اس کی ماں کے اس مستحق کی ملک میں رقیق[1] واپس کر دے گا لیکن میں استحساناً یہ حکم دیتا ہوں کہ جس نے اوّل مرتبہ لیا ہے وہ اپنے اس بچہ کو مستحق اس کی قیمت دے کر آزاد اپنے پاس رکھے۔ اگر دو غلاموں کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے اور ان دونوں کو ایک شخص ایک ہی ثمن دے کر خرید لایا تو ان کے مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ چاہے ان دونوں میں سے ایک ہی کو اس کا حصہ ثمن مشتری کو ادا کر کے لے لے اور دوسرے کو چھوڑ دے۔ ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص کے غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر مولیٰ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ غلام مذکور میرے واسطے بعوض ہزار درہم کے ان سے خرید کر پھر مرد مذکور نے اس کو اپنے واسطے خریدا تو غلام مذکور اسی حکم دینے والے یعنی مولیٰ قدیم کا ہوگا اور اسی طرح اگر مولیٰ نے اس شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ان لوگوں سے ہبہ مانگ لے پس مرد مذکور نے اپنے واسطے ہبہ مانگ لیا تو بھی وہ مولیٰ مذکور کا ہوگا اور اسی طرح اگر مولیٰ نے اس کو حکم کیا کہ اہل حرب سے غلام مذکور اس کے مولیٰ کے واسطے مانگ لے پھر مرد مذکور نے اس کو اہل حرب سے خرید کیا اور یہ خرید بعوض شراب کے واقع ہوئی تو بھی یہ غلام اپنے مولیٰ کے واسطے ہوگا اور یہ غلام حربیوں کی طرف سے مولیٰ مذکور کے لیے ہبہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر مولیٰ کو آگاہی حاصل ہوئی کہ میرا مملوک دارالحرب سے نکالا گیا ہے پھر اس نے ایک مہینہ تک اس کو طلب نہ کیا تو درنگی سے اس کا حق ساقط نہ ہو جائے گا اور امام محمدؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ ساقط ہو جائے گا اور اگر غلام اسیر شدہ کا وہ مولیٰ جس کے پاس سے غلام مذکور اسیر کیا گیا تھا مشتری کے دارالحرب سے نکال لانے کے بعد مر گیا تو امام محمدؒ کے قول پر اس کے وارثوں کو اختیار رہوگا کہ مشتری مذکور سے لے لیں مگر فقط بعض وارث اگر چاہیں تو نہیں لے سکتے ہیں اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وارثوں کو لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کافر حربی کسی مسلمان کا غلام مسلمان اسیر کر کے دارالحرب میں لے گیا اور اپنے احراز میں کر لیا پھر اس کو آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دیا یا بجائے غلام کے باندی تھی کہ اس سے استیلاد کر لیا کہ اس سے اولاد پیدا ہوئی پھر اہل اسلام نے غالب ہو کر ان اسیر شدہ مملوکوں کو مع اولاد کے پایا تو یہ سب آزاد ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] جس طرح اس بچہ کی ماں صاحب استحقاق کی مملوکہ ہے اسی طرح یہ بچہ بھی مملوک ہوگا ۱۲۔

ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی مسلمان کے غلام کو اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر ان سے کسی شخص نے یہ غلام خرید کیا اور دارالاسلام میں لایا پھر اہل حرب دوبارہ اس کو گرفتار کر کے لے گئے پھر اہل حرب نے غلام مذکور اس مشتری کو ہبہ کر دیا تو مولیٰ قدیم کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے مشتری سے مشتری کا ثمن اور غلام کی قیمت دونوں دے کر لے لے اور بشر نے اپنی نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور غاصب سے اہل حرب گرفتار کر کے لے گئے پھر غاصب نے غلام مذکور ایک شخص کے ہاتھ میں پایا جس نے اس کو اہل حرب سے خریدا ہے تو اس غاصب کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا مولیٰ حاضر ہو اور املاء میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر مشرکوں نے کسی نابالغ کا غلام اسیر کر لیا اور دارالحرب میں لے گئے پھر مسلمانوں نے اس ملک پر جہاد کیا اور غلام مذکور غنیمت میں آیا اور ایک غازی کے حصہ میں پڑا پھر اس صغیر کے باپ نے قیمت دے کر نہ لیا بلکہ غازی مذکور کے سپرد کیا پھر نابالغ مذکور بالغ ہوا تو آیا غلام لے لینے کا حق جاتا رہا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں وہ غلام کی نسبت اپنا حق رکھتا ہے چاہے لے لے یہ محیط میں ہے۔ واضح رہے کہ اگر اہل حرب ہمارے آزاد مرد وعورتیں یا مدبر یا مکاتب یا ہماری ام ولد باندیاں گرفتار کر کے لے جائیں تو ہمارے استحقاق کی رو سے وہ ان کے مالک نہ ہو جائیں گے اور اگر ہم لوگ ان کے ان مذکوریں کو گرفتار کر لائیں تو ہم ان سب کے مالک ہو جائیں یہ کافی میں ہے۔

اگر اہل حرب کسی مسلمان کا مملوک مدبر یا مکاتب یا ام ولد گرفتار کر کے لے گئے اور مسلمانوں نے جہاد کر کے غنیمت میں اس کو حاصل کیا اور تقسیم غنیمت میں وہ کسی کے حصہ میں آیا تو اس کا مولیٰ قدیم اس کو بعد قسمت[۱] واقع ہونے کے بھی مفت بغیر کچھ دیئے ہوئے لے لے گا مگر جس کے حصے میں پڑا تھا اس کو امام المسلمین اس کی قیمت بیت المال سے دے دے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اس کو اہل حرب سے کوئی شخص دام دے کر خرید لایا ہو تو مولیٰ قدیم کو اختیار ہوگا کہ اس مشتری سے مفت لے لے اور اگر یہ شخص جس کو حربی گرفتار کر کے لے گئے ہیں محض آزاد ہو پھر اس کو کوئی شخص حربیوں سے خرید کر کے دارالاسلام میں نکال لایا تو آزاد مذکور ویسا ہی آزاد ہوگا مشتری کا اس پر کچھ نہیں ہے الا اس صورت میں کہ اس نے مشتری مذکور کو اس طرح حربیوں سے معاملہ خرید کرنے کا حکم کیا ہوئے تو ایسی صورت میں ثمن مذکور اس پر قرضہ ہوگا اور اگر مسلمان کا غلام دارالاسلام سے حربیوں کی طرف بھاگ گیا اور انہوں نے پکڑ لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے مالک نہ ہوں گے اور اگر غلام مذکور کی جگہ مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی قیمت ادا کرنے کے واسطے سعایت میں ہے بھاگ گیا اور حربیوں نے اس کو گرفتار کر لیا تو بالاتفاق اس کے مالک نہ ہوں گے اور جب ثابت ہوا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لینے سے اہل حرب اس کے مالک نہیں ہوتے ہیں تو اگر ایسے غلام کو حربیوں سے کوئی شخص خرید لایا یا انہوں نے اس کو ہبہ کیا یا غنیمت میں آیا خواہ غنیمت تقسیم کر دی گئی یا نہیں پھر مالک قدیم نے اس کو پایا تو جہاں پائے مفت لے لے گا لیکن درصورت یہ کہ غنیمت تقسیم ہو گئی اور یہ غلام کسی کے حصہ میں آیا پھر اس سے مالک قدیم نے بناء پر استحقاق مذکور لے لیا تو اس شخص کو جس کے حصہ میں آیا تھا اس کا عوض بیت المال سے دے دیا جائے گا اور جس کے حصہ میں تھا اس کے لیے غلام مذکور واپس لانے کا جعل[۲] بھی مالک مذکور پر واجب نہ ہوگا۔

اگر حربیوں میں سے کسی کا غلام مسلمان ہو گیا پھر ہمارے یہاں نکل کر چلا آیا یا اس ملک پر مسلمان

---

[۱] جیسے وہ قبل تقسیم کے مفت لے سکتا تھا اس طرح بعد تقسیم کے بھی مفت لے لے گا مگر اس صورت میں کہ بعد تقسیم لیا ہے جن کے حصہ میں وہ پڑا تھا۔ اس کا عوض بیت المال سے ہوگا ۱۲۔ [۲] عوض مشقت یعنی مزدوری ۱۲۔

غالب ہوئے تو وہ آزاد ہے:
فقہاء نے فرمایا کہ اگر غلام بھاگ گیا اور اس کے پاس مولیٰ کا مال ہے تو حربی لوگ اس مال کے جو اس کے پاس ہے مالک ہو جائیں گے اور خود اس غلام کے مالک نہ ہوں گے اور اگر کوئی اونٹ چھوٹ کر وحشیانہ ان کے یہاں بھاگ گیا اور انہوں نے پکڑ لیا تو اس کے مالک ہو جائیں گے اور اگر کوئی آدمی خرید کر کے اس کو دارالاسلام میں نکال لایا تو اس کے مالک قدیم کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے ثمن دے کر اس کو لے لے۔ اگر کوئی غلام اپنے ساتھ ایک گھوڑا و متاع لے کر حربیوں کی جانب بھاگ گیا اور انہوں نے یہ سب پکڑ لیا اور کسی شخص نے ان سے یہ سب خریدا اور دارالاسلام میں نکال لایا تو مولیٰ قدیم کو اختیار ہے کہ غلام کو مفت اور گھوڑے و متاع کو مشتری کا ثمن دے کر لے لے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذا فی السراج وہاج۔ اگر حربیوں میں سے کسی کا غلام مسلمان ہو گیا پھر ہمارے یہاں نکل کر چلا آیا یا اس ملک پر مسلمان غالب ہوئے تو وہ آزاد ہے اور اس طرح اگر حربیوں کے غلام ہمارے لشکر میں نکل کر چلے آئے تو وہ آزاد ہیں یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر حربی ہمارے یہاں امان لے کر داخل ہوا اور اس نے کوئی مسلمان غلام خریدا اور کسی طور سے اس کو دارالحرب میں لے گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک غلام مذکور اس کی ملک سے آزاد ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت مثل قول امام اعظمؒ کے بھی مروی ہے کہ اور اسی طرح اگر غلام مذکور ذمی ہو تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر حربی کا غلام دارالحرب میں مسلمان ہو گیا تو بالاتفاق وہ اس حربی کا غلام ہوگا جیسے تھا پس اگر حربی نے اس کو کسی مسلمان یا حربی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور اگر کوئی دارالحرب میں مسلمان ہو گیا اور وہاں اس کے مملوک موجود ہیں پھر وہ ہمارے یہاں نکل کر چلا آیا تو پھر اس کے پیچھے اس کا کوئی غلام بھی مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلا آیا تو وہ مثل سابق کے اپنے مولیٰ مذکور کا غلام ہوگا اور اس طرح اگر وہ حالت کفر ہی میں نکل آیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر اہل حرب کسی مال پر جس کو انہوں نے مسلمانوں سے لیا تھا مسلمان ہوئے یا سب ذمی ہو گئے تو مال مذکور انہیں کا ہوگا کہ مسلمانوں کو ان سے لے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اس طرح اگر کوئی حربی دارالحرب سے نکل کر ہمارے یہاں چلا آیا یعنی یہیں کی سکونت اختیار کی اور اس کے ساتھ ایسے مال مذکور میں سے کچھ ہے تو اس سے اس مال کی نسبت تعرض نہیں ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر مسلمانوں نے اہل حرب میں سے کچھ لوگ گرفتار کیے اور ہنوز ان کو باہم تقسیم نہ کیا اور نہ ان کو دارالاسلام میں نکال لائے یہاں تک کہ یہ قیدی ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر اپنے مامن میں بھاگ گئے یا اہل حرب نے غلبہ کیا اور ان کو چھوڑ کر اپنے مامن میں لے گئے پھر مسلمانوں میں سے دوسری قوم غالب ہوئی اور خاص ان قیدیوں کو بھی گرفتار کر کے دارالاسلام میں نکال لائے خواہ باہم تقسیم کر لیا یا ہنوز تقسیم نہیں کیا پھر اوّل فریق اور دوئم فریق نے ان اسیروں کی بابت قاضی کے حضور میں مخاصمہ کیا تو فریق دوم ہی ان قیدیوں کا مستحق ہے اور اگر مسئلہ مذکورہ میں فریق اوّل نے دارالحرب میں ان قیدیوں کو باہم تقسیم کر لیا ہو مگر ان کو دارالاسلام میں نکال کر نہیں لائے اور باقی مسئلہ بحال خود واقع ہوا تو ایسی صورت میں فریق اوّل ہی ان اسیروں کا مستحق ہوگا پس اگر فریق اوّل نے ان اسیروں کو دوسرے فریق کے پاس قبل تقسیم غنیمت کے پایا تو مفت بغیر کچھ دیئے ہوئے لے لیں گے اور اگر تقسیم ہونے کے بعد پایا تو ان کو یہ اختیار رہوگا کہ چاہیں قیمت دے کر اس سے لے لیں جیسے ان کو اپنی اور املاک کی نسبت بھی اختیار حاصل ہے اور اس طرح اگر فریق اوّل ان کو دارالاسلام میں نکال لایا اور باہم تقسیم کر لیا پھر وہ بھاگ گئے یا اہل حرب پر غالب ہو کر ان کو چھوڑا لے گئے اور باقی مسئلہ بحال خود واقع ہوا تو بھی فریق اوّل ہی ان کا مستحق ہوگا اور اگر فریق اوّل ان اسیروں کو دارالاسلام میں نکال لایا اور ہنوز

باہم تقسیم نہ کیا تھا کہ یہ لوگ چھوٹ کر بھاگ گئے یا حربی لوگ غالب ہو کر ان کو چھوڑا لے گئے پھر باقی مسئلہ بحال خود واقع ہوا تو اس صورت میں اگر فریق دوئم کے باہم تقسیم کر لینے کے بعد فریق اوّل حاضر آیا تو فریق دوئم ہی ان قیدیوں کا مستحق ہوگا چنانچہ اسی طرح یہ مسئلہ زیادات میں مذکور ہے۔

اگر فریق دوئم کے باہم تقسیم کر لینے سے پہلے فریق اوّل حاضر ہوا تو اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں مذکور ہے کہ فریق اوّل ہی مستحق ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ فریق دوئم مستحق ہوگا اور اگر فریق اوّل ان کو اپنے احراز میں دارالاسلام میں نکال لائے اور باہم تقسیم نہ کیا یہاں تک کہ حربیوں نے غالب ہو کر ان کو چھوڑا لیا اور ہنوز ان کو دارالحرب میں اپنے احراز میں نہیں لے جانے پائے تھے کہ مسلمانوں میں سے دوسری قوم نے دارالاسلام میں ان پر غالب ہو کر ان اسیروں کو ان سے لے لیا تو فریق دوئم ان اسیروں کو فریق اوّل کو واپس کر دینے گے خواہ باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اگر فریق دوئم کے درمیان ان کا بانٹ دینے والا ایسا امام ہو جس کے نزدیک مشرکوں کا اس طرح لے لینا تملیک و احراز ہے تو ایسی صورت میں فریق دوم ہی ان کا مستحق رہے گا یہ محیط میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ دارالحرب ایک ہی شرط سے دارالاسلام ہو جاتا ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا اظہار ہو۔ امام محمدؒ نے زیادات میں بیان فرمایا کہ دارالاسلام امام اعظمؒ کے نزدیک جب ہی دارالحرب ہو جاتا ہے کہ تین شرطیں پائی جائیں ایک یہ کہ اس میں احکام کفار کے برسبیل اشتہار جاری ہوں اور حکم اسلام کے موافق اس میں حکم نہ دیا جائے دوئم یہ کہ یہ ملک دارالحرب سے اس طرح متصل ہو کہ ان دونوں کے درمیان بلاد اسلام میں سے کوئی بلاد نہ ہو اور سوم یہ کہ اس میں کوئی مسلمان اور کوئی ذمی اپنی امان اوّل پر جو اس کو قبل غلبہ کفار کے حاصل تھی باقی نہ رہے یعنی جو امان مسلمان کو اپنے اسلام سے اور ذمی کو اپنے عقد ذمہ سے حاصل تھی باقی نہ رہے اور اس صورت مسئلہ تین وجہ سے ہے ایک یہ کہ اہل حرب ہمارے کسی دیار پر غالب ہو جائیں اور دوئم یہ کسی شہر کے لوگ اسلام سے مرتد ہو کر غالب ہو جائیں اور احکام کفر وہاں جاری کریں سوم یہ کہ کسی شہر کے ذمی اپنا عقد[1] ذمہ توڑ دیں اور برسبیل تغلب اس شہر پر قابض ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں سے ہر صورت میں یہ صوبہ یا شہر یا ملک جب ہی دارالحرب ہو جائے گا کہ جب تینوں شرطیں مذکورۂ بالا پائی جائیں اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک ہی شرط ہے دارالاسلام بھی دارالحرب ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں احکام کفر جاری و ظاہر ہوں اور یہ قول موافق قیاس کے ہے۔ پھر اگر کوئی ملک بسبب تینوں شرائط مذکورہ بالا پائی جانے کے دارالحرب ہو گیا پھر اس کو امام نے فتح کیا اور غنیمت لوٹ میں آئی پھر قبل تقسیم غنیمت کے وہاں کے لوگ حاضر ہوئے تو اس کو مفت بغیر کچھ دیئے لے لیں گے یعنی دی جائے گی اور اگر بعد تقسیم ہو جانے کے حاضر ہوئے تو ہر ایک اپنی اپنی چیز اس کی قیمت دے کر لے سکتا ہے اور رہی زمین پس بعد فتح کر لینے امام المسلمین کے وہ اپنے حکم اوّل کی طرف عود کرے گی یعنی اگر وہ زمین خراجی تھی تو خراجی ہو جائے گی اور اگر عشری تھی تو عشری ہو جائے گی لیکن اگر قبل اس کے امام نے اس پر خراج باندھ دیا ہو تو وہ عود کرنے میں عشری نہ ہوگی یہ سراج وہاج میں ہے۔

---

[1] یعنی باہم جو عہد و پیمان تھا اس پر قائم نہ رہیں بلکہ اس کے خلاف غدر و بدعہدی کریں ۱۲۔

باب : ⑥

مستامن یعنی امان لے کر داخل ہونے والے کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل : ①

مسلمان کی امان لے کر دارالحرب میں داخل ہونے کے بیان میں

اگر کوئی مسلمان تاجر امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوا تو اس پر حرام ہے کہ حربیوں کی جانوں یا مالوں سے کچھ تعرض کرے لیکن اگر ان تاجروں کے ساتھ حربیوں کے بادشاہ نے جان بوجھ کر غدر کیا بایں طور کہ ان کے مال لے لیے یا قید کیا یا اور کسی نے ظلم کیا اور بادشاہ نے جان بوجھ کر منع نہ کیا تو ایسی حالت میں ان تاجروں کو ان کی جانوں و مالوں سے تعرض کرنا مباح ہے مانند اس شخص کے جس کو اہل حرب قید کر کے لے گئے یا بطور چوروں کے وہ ان کے ملک[1] میں پوشیدہ داخل ہوا کہ اس کو یہ امور مباح ہوتے ہیں پس اس طرح ایسے تاجروں کو بھی روا ہے کہ ان کا مال لے لے اور ان کو قتل کرے مگر یہ نہیں روا ہے کہ وہاں کی کسی عورت سے حلال جان کر وطی کرے اس واسطے کہ فروج کی حاست سوائے ملک کے نہیں ہوتی ہے اور جب تک کہ اپنے دارالاسلام میں حربیہ عورت کو لا کر اپنے احراز میں نہ کرے تب ملک متحقق نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس نے دارالاسلام میں اپنی منکوحہ عورت کو جس کو اہل حرب قید کر کے لے گئے ہیں پایا یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اور حال یہ ہے کہ اہل حرب نے ان عورتوں سے وطی نہیں کی ہے تو یہ عورتیں اس کی ملک میں باقی ہیں پس ان سے وطی کر سکتا ہے مگر ان عورتوں سے اگر اہل حرب نے وطی کی ہو تو ان عورتوں کے حق میں شبہہ پیدا ہو گا پس ان عورتوں پر عدت واجب ہو گی لہٰذا جب تک ان کی عدت منقضی نہ ہو جائے تب تک ان سے وطی کرنا اس کو روا نہیں ہے بخلاف اس کے اگر محض مملوکہ باندی کو اہل حرب قید کر کے لے گئے ہوں اور اس کو اس نے وہاں پایا تو اس کے ساتھ اس کو وطی کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اہل حرب نے اس سے وطی نہ کی ہو اس واسطے کہ حربی ایسی باندی کے مالک ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے اس کو جائز نہیں ہے کہ اس باندی سے کسی طرح کچھ تعرض کرے بشرطیکہ ان کے دیار میں امان لے کر داخل ہوا اور امان توڑی نہیں گئی اور اپنی زوجہ و ام ولد و مدبرہ سے اس کو تعرض جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر دو مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوئے پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو عمداً یا خطاءً قتل کیا تو قاتل پر اس کے مال سے مقتول کی دیت واجب ہو گی:

اگر تاجر مذکور نے خود غدر کیا اور حربیوں کی کوئی چیز لے کر دارالاسلام میں نکال لایا تو اس کا مالک تو ہو جائے گا مگر یہ ملک خبیث یعنی حرام طور پر مالک ہو گا پس اس کو حکم دیا جائے گا کہ یہ چیز صدقہ کر دے۔ اگر اس تاجر کے ہاتھ کسی حربی نے کوئی چیز قرض بیچی یا اس نے کسی حربی کے ہاتھ قرض بیچی یا اس تاجر و حربی میں سے کسی نے دوسرے سے غصب کر لی پھر تاجر مذکور دارالاسلام میں چلا آیا اور حربی مذکور بھی امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا یا کسی حربی نے دوسرے حربی کے ہاتھ کوئی چیز قرض بیچی یا ایک حربی نے دوسرے حربی کی کوئی چیز غصب کر لی پھر دونوں امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوئے اور یہاں کے حاکم کے حضور میں نالش پیش کی تو ان دونوں میں سے کسی کے واسطے دوسرے پر کچھ حکم کسی چیز کا نہ دیا جائے گا اور اگر دونوں حربی مذکور مسلمان ہو کر

---

[1] ملک نکاح ہو یا ملک رقبہ ۱۲۔

دارالاسلام میں آ گئے ہوں تو جس کا قرضہ چاہیے ہے اس کے واسطے قرض دار پر اس کے قرضہ کا حکم دے دیا جائے گا اور رہی غصب کی صورت سو سب وجوہ مذکورۂ بالا میں غصب کی بابت قضاءً کچھ تعرض نہ کیا جائے گا لیکن جس صورت میں کہ مسلمان حربیوں کے یہاں امان لے کر داخل ہوا اور حربی کی کوئی چیز غصب کر لی ہے اور حربی مسلمان ہو کر یہاں آیا اور نالش پیش کی ہے تو غاصب کو از راہ دیانت مال غصب اس کو واپس کر دینے کا حکم دیا جائے گا مگر قضاءً اس پر حکم نہ دیا جائے گا۔ اگر دو مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوئے پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو عمداً یا خطاءً قتل کیا تو قاتل پر اس کے مال سے مقتول کی دیت واجب ہوگی اور خطاءً قتل کرنے کی صورت میں اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور رہا قصاص سو ظاہر الروایہ کے موافق قصاص واجب نہیں ہوتا ہے اگر یہ دونوں قیدی ہوں یعنی کفار ان کو دارالاسلام سے قید کر کے لے گئے ہوں پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا مسلمان تاجر نے کسی مسلمان اسیر کو قتل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہیں ہے سوائے اس کے کہ خطاءً قتل کرنے کی صورت میں کفارۂ قتل ادا کرنا واجب ہے یہ کافی میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کہ مسلمان تاجر اہل حرب کے یہاں جو چاہے جو چیز لے جائے سوائے کراع و سلاح و سبی کے اور اگر حربیوں کے یہاں کچھ نہ لے جائے تو میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے۔

کراع وسلاح سے مراد:

شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں فرمایا کہ کراع سے مراد ہر طرح کے گھوڑے اور خچر و گدھے و اونٹ و مال لادنے کے بیل ہیں اور سلاح سے مراد یہ ہے کہ جو قتال کے واسطے مہیا کیا ہو اور لڑائی میں استعمال کیا جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ وہ سوائے لڑائی کے اور کام میں استعمال کیا جاتا ہو یا نہ کیا جاتا ہو اور تمام جنس سلاح ہے خواہ خرد ہو یا کلاں ہو چنانچہ کہ سوئی و سوجا تک ان کے یہاں بھر لے جانا کراہیت میں یکساں ہیں۔ اسی طرح جس لوہے سے ہتھیار بنائے جاتے ہیں اس کا بھرتی کر کے دارالحرب میں لے جانا مکروہ ہے اور اسی طرح حریر و دیباج اور قز جو غیر معمول یعنی ساختہ ہوئے تو اس کا لے جانا بھی مکروہ ہے۔ اگر حمر ابریشم یا قز کے باریک کپڑے ہوں تو ان کو لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور پیتل و کانسہ اہل حرب کے یہاں لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے اور یہی حکم قلعی کا ہے اس واسطے کہ غالباً انکا استعمال ہتھیاروں میں نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ غالب ہتھیار اپنے اس سے بناتے ہوں تو ان میں سے کسی چیز کا ان کے یہاں لے جانا حلال نہیں ہے اور نسور زندہ (جمع نسر طائر ۱۲ منہ) یا مذبوحہ کا مع بازو دن کے اہل حرب کے یہاں لے جانا روا نہیں ہے اس واسطے کہ غالباً ان کے بازو کے پروں سے نشاوب و تیل کی ڈنڈی لگائی جاتی ہے اور اگر عقاب کے بازو کے پروں سے ایسا کیا جاتا ہو تو اس کا بھی اسطور سے داخل کرنا روا نہیں ہے اور اگر وہ شکاری ہی کے واسطے اس ملک میں جاتے ہوں تو ان کا وہاں لے جانا روا ہے اور باز و صقر[1] کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر مسلمانوں نے امان لے کر دارالحرب میں تجارت کے واسطے جانے کا مقصد کیا حالانکہ اس کے ساتھ اس کا گھوڑا و ہتھیار ہیں کہ جس کو اہل حرب کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو اس کے ساتھ لے جانے سے منع نہ کیا جائے گا لیکن یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اہل حرب اس سے ان چیزوں کے واسطے کچھ معترض نہ ہوں گے اور اسی طرح باقی جانوران سواری کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر یہ تاجران چیزوں سے کسی چیز کی نسبت متہم ہو کہ ان کے ہاتھ بیچنے کے واسطے لیے جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائے گی کہ میں بیچ کے واسطے ان چیزوں کو نہیں لیے جاتا ہوں اور فروخت نہ کروں گا یہاں تک کہ اس کو دارالحرب سے دارالاسلام میں نکال لاؤں الا بوجہ

---

[1] باز و صقر: دونوں پرندے شکاری ہیں باز تو معروف ہے اور صقر کی ہندی لگڑ ہے جو کبوتر وغیرہ کا شکار کرتا ہے ۱۲☆

☆ ص ۳۰۲ پہ ہم اس کے متعلق لکھ چکے وہاں سے ملاحظہ کریں یہاں پہ (کئی اور جگہ کی طرح) مترجم نے اختلاطاً بطور تکرار لکھا ہے...... (حافظ)

ضرورت وسختی پیش آنے کے پس اگر اس نے اس طور پر قسم کھائی تو تہمت مذکورہ اس کے ذمہ سے دور ہو جائے گی اور دارالحرب میں لے جانے دیا جائے گا اور اگر اس نے قسم نہ کھائی تو ان میں سے کوئی چیز دارالحرب میں نہ لے جانے پاؤں گا اور روکا جائے گا۔

اگر ذمی نے تجارت کے واسطے امان لے کر جانے کا قصد کیا تو وہ گھوڑا و ہتھیار ساتھ لے جانے سے منع کیا جائیگا:

اس طرح اگر دریا کی راہ سے مال تجارت کشتی میں بھر کر لے جانا چاہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک یا دو غلام لے جانے کا قصد کیا تا کہ اس کی خدمت کیا کریں تو اس کو ممانعت نہ کی جائے گی اس واسطے کہ اس کو خدمت کی حاجت ہے مگر ایسے غلاموں کے لے جانے سے منع کیا جائے گا جن کی تجارت کا ارادہ رکھتا ہے پس اگر متہم ہوا کہ بیچنے کے واسطے لے جاتا ہے تو اس سے قسم لی جائے گی۔ اگر ذمی نے تجارت کے واسطے امان لے کر جانے کا قصد کیا تو وہ گھوڑا و برذون وہتھیار ساتھ لے جانے سے منع کیا جائے گا لیکن اگر ذمی مذکور ان اہل حرب جب کے ساتھ عداوت رکھنے میں معروف ہو اور مامون ہو کہ ایسا نہ کرے گا تو اس کا حال مثل مسلمان تاجر کے ہے۔ اگر اس نے اپنی تجارت کے واسطے خچر یا گدھے یا گاڑی یا اونٹ پر سوار ہو کر یا لاد کر دارالحرب میں جانا چاہا تو منع نہ کیا جائے گا مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ خچر و کشتی و رقیق جو وہاں ساتھ لے جاتا ہے ان کے ہاتھ فروخت کرنے کا قصد نہیں رکھتا ہے اور ان کو فروخت نہ کرے گا یہاں تک کہ ان کو دارالاسلام میں نکال لائے گا الا بسبب ضرورت پیش آنے کے اور اگر حربی مستامن نے دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف لوٹ جانے کا ارادہ کیا ہو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے ذکر کی ہیں کسی چیز کو ساتھ لے جانا چاہا تو اس کو اس سے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا لیکن اگر حربی مذکور کسی مسلمان یا ذمی کو کشتی یا کوئی جانور سواری کرایہ پر دے کر لایا ہو اور یہاں سے یہ چیز واپس لیے جاتا ہو تو ایسی صورت میں وہ منع نہ کیا جائے گا اور اگر اہل حرب ایسے لوگ ہوں کہ جب کوئی تاجر مسلمان یا ذمی ان کے یہاں ان چیزوں میں سے کوئی چیز لے جاتا ہے تو پھر واپس نہیں لانے دیتے ہیں مگر اس کا ثمن اس کو دے دیتے ہیں تو تاجر مسلمان یا ذمی کو ان کے یہاں ہر قسم کے گھوڑے وہتھیار و رقیق لے جانے سے ممانعت کی جائے گی مگر خچر و گدھے و بیل و اونٹ لے جانے سے نہ روکا جائے گا اور اسی طرح ایک کشتی لے جانے سے جس پر سوار ہوتا ہے اور اسباب لادتا ہے منع نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے دوسری کشتی اس کے ساتھ لے جانے کا قصد کیا تو اس سے روک دیا جائے گا اور یہ سب بحکم استحسان ہے اور ایسی حالت میں وہ اپنے ساتھ کوئی خادم خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو نہیں لے جانے پائے گا اور اگر کوئی حربی ہمارے یہاں امان لے کر کراع وسلاح و رقیق کے ساتھ داخل ہوا تو جو کچھ ساتھ لایا ہے اس کو لے کر لوٹ جانے سے منع نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے چیزیں درہموں یعنی نقد کے عوض بیچ ڈالیں پھر اس نقد کے عوض یہاں سے بھی دوسری چیزیں خریدیں خواہ ویسے ہی کہ ایسی اس کی تھیں یا ان سے افضل یا ان سے بدتر تو وہ ان چیزوں میں سے کسی کو دارالحرب میں نہ لے جانے پائے گا اور اس طرح اگر اس نے وہی بعینہ خرید لیں جن کو فروخت کیا ہے یا مشتری سے درخواست کی کہ مجھے اقالہ[1] کر لے پس مشتری نے اس بیع کا قبل قبضہ مبیع کے یا بعد قبضہ مبیع کے اقالہ کر دیا یا مشتری نے ان خریدی ہوئی چیزوں کو بسبب خیار رویت کے یا بسبب خیار شرط کے جو مشتری نے اپنے واسطے شرط کیا تھا حربی مذکور کو واپس کر دیا تو بھی یہی حکم ہے کہ حربی مذکور ان چیزوں کو یہاں سے نہ لے جانے پائے[2] گا۔ اگر حربی مذکور نے بیع میں اپنے واسطے خیار شرط کر لیا ہو پھر اس خیار کی وجہ سے بیع کو توڑ دیا تو اس کو اختیار رہے گا چاہے ان چیزوں کو اپنے ساتھ واپس لے جائے۔ یہ محیط میں ہے۔

---

[1] اس بیع کو رد کرے اور بیع کو توڑ دے ۱۲۔ [2] چاہے فروخت کر کے قیمت و دام نقد لے جائے یا سوائے ایسی چیزوں کے دوسرے قسم کے اسباب کو خریدے ۱۲۔

اگر حربی کوئی تلوار لایا اور بجائے اس کے کمان یا نیزہ یا ڈھال خریدی تو یہاں سے دارالحرب میں نہ لے جانے پائے گا اور اسی طرح اگر اپنی تلوار سے بہتر دوسری تلوار اپنی تلوار سے بدل لی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری تلوار اس کی تلوار کے مثل یا خراب ہو تو اس کو ساتھ لے جانے سے منع نہ کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ ہرگاہ اس نے اپنے ہتھیار کے عوض دوسری جنس کا ہتھیار بدل لیا تو اس کو نہ لے جانے پائے گا اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو دارالاسلام میں فروخت کر دے خواہ یہ ہتھیار جو اس نے بدل لیا ہے اس کے ہتھیار کی نسبت فائدہ میں بہتر ہو یا بدتر ہو اور اگر اس نے اپنے ہتھیار کے بدل میں اسی جنس کا ہتھیار لیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے ہتھیار کے مثل یا اس سے خراب ہے تو اس کو لے کر دارالحرب میں لوٹا جا سکتا ہے روکا نہ جائے گا اور اگر اس ہتھیار سے اچھا ہو تو لے جانے نہ پائے گا اور اگر اس نے اپنے ہتھیار کے مثل بدل لیا پھر دونوں نے باہم بیع کا اقالہ کر لیا ہو تو جو ہتھیار اس کو ملا ہے یعنی اسی کا پہلا ہتھیار کہ بعد اقالہ کے ملا ہے اس کو لے کر دارالحرب میں لوٹا جا سکتا ہے اور اگر اس نے بیع مبادلہ میں اپنے ہتھیار سے اچھا یا خراب بدل لیا ہو پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بعد اقالہ کے جو ہتھیار اس کا اس کے ہاتھ آیا ہے اس کو دونوں صورتوں میں ساتھ لے کر واپس نہیں جا سکتا ہے اور کراع کا مبادلہ کرنا سب صورتوں میں وہی حکم رکھتا ہے جو ہتھیار کے مبادلہ میں ہم نے بیان کیا اور اگر اس نے اپنے نر گدھے کے عوض مادہ گدھی بدل لی یا نر گھوڑے کے عوض مادہ گھوڑی بدل لی تو اس کو دارالحرب میں لے جانے سے روکا جائے گا اگرچہ جس کو لے جاتا ہے قیمت میں اس سے کم ہو جس کو بدل کر چھوڑے جاتا ہے اور اگر اس نے اپنے نر خچر کے عوض مادہ خچری بدل لی خواہ قیمت میں اس کے مثل ہو یا کم ہو تو چھوڑ دیا جائے گا کہ اس کو لے جائے۔

اگر روم کے دو اشخاص حربی امان لے کر ہمارے یہاں داخل ہوئے اور ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ رقیق اور دوسرے کے ساتھ ہتھیار ہیں:

اگر اس نے اپنی مادیان کے عوض نر بدل لیا تو نہیں لے جانے پائے گا اور اگر اس نے اپنے اصل گھوڑے کے عوض پر ذون یعنی دوغلا گھوڑا لیا یا برذون عوض اصل گھوڑا بدل لیا تو اس کے ساتھ لے جانے سے روکا جائے گا اور نہ لے جانے پائے گا اور اگر اس نے اپنی مادہ گھوڑی کے عوض دوسری مادہ گھوڑی جو اس کی گھوڑی سے دوڑ میں کم ہے بدل لی لیکن بدلی ہوئی گھوڑی اس کی گھوڑی کے بہ نسبت مضبوط زیادہ ہے اور اس سے نسل کی امید زیادہ ہے تو لے جانے سے روکا جائے گا اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو یہاں فروخت کر دے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ جو گھوڑی اس نے دے دی ہے اس کی بہ نسبت یہ گھوڑی جس کو لے جاتا ہے انتفاع حاصل کرنے میں سب طرح سے کم یا برابر ہے تو لے جا سکتا ہے اور رہی باندی و غلام یعنی رقیق سو ان کو کسی طرح بعد تبدیل کر لینے کے نہیں لے جا سکتا ہے اس پر جبر کیا جائے گا کہ فروخت کر دے خواہ جو رقیق بدلے میں لیا ہے اس جنس کا ہو جو اس نے دیا ہے یا غیر جنس ہو خواہ اس سے گھٹ کر ہو یا بڑھ کر ہو یا برابر ہو۔ اگر روم کے دو شخص حربی امان لے کر ہمارے یہاں داخل ہوئے اور ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ رقیق اور دوسرے کے ساتھ ہتھیار ہیں پھر دونوں نے آپس میں رقیق اور ہتھیاروں کا مبادلہ کر لیا یا ہر ایک نے اپنا مال دوسرے کے ہاتھ درہموں کے عوض بیچ ڈالا پھر ہر ایک نے اس چیز کو جو اس نے اس طرح حاصل کی ہے دارالحرب میں لے جانا چاہا تو منع نہ کیا جائے گا اور اگر روم کا کوئی حربی یہاں امان لے کر داخل ہوا اور اپنے ساتھ کراع یا سلاح یا رقیق لایا پھر یہاں سے اس نے چاہا کہ تاتار یا دیلم وغیرہ کسی ایسے کافروں کے ملک میں جو مسلمان کے دشمن ہیں ان چیزوں کو لے کر جائے تا کہ

ان کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کو اس سے منع کیا جائے گا اور اسی طرح اگر ان چیزوں کو ایسے دارالحرب میں داخل کرنا چاہا جن سے مسلمانوں کو موادعت[1] ہے تو بھی منع کیا جائے گا اور اگر ایسے ملک میں لے جانا چاہا جہاں کے لوگ مسلمانوں کے اہل ذمہ ہیں تو منع نہ کیا جائے گا اور اگر دو حربی مستامن ہمارے یہاں آئے ایک درہم کا ہے اور دوسرا تاتارکا ہے اور ان میں سے ایک کے ساتھ رقیق اور دوسرے کے ساتھ کراع یا سلاح ہیں پھر دونوں نے باہم ان چیزوں کا مبادلہ کرلیا یا ہر ایک نے دوسرے کی متاع کو درہموں کے عوض خریدا تو دونوں میں سے کسی کو نہ چھوڑا جائے گا کہ وہ اپنی خریدی ہوئی اس چیز کو اپنے ملک میں لے جائے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے یکساں صنعت کے ہتھیار بدل لیے تو ہر ایک کو اختیار دیا جائے گا کہ اپنی خریدی ہوئی چیز کو اپنے ملک میں لے جائے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے بہ نسبت دوسرے کے بہتر لیا ہو تو جس نے دونوں میں سے خراب لیا ہے وہ اپنے خراب ہتھیار کو اپنے ملک میں لے جا سکتا ہے اور جس نے بہتر لیا ہے وہ نہیں لے جا سکتا ہے بلکہ اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے بمنزلہ اس کے جیسے کہ حربی نے مسلمان سے ایسا مبادلہ کیا چنانچہ اس میں بھی یہی حکم ہوتا ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے افضل ہتھیار کے بائع کو مشتری نے بسبب خیار رویت یا اپنے خیار شرط یا بسبب عیب کے خریدا ہوا ہتھیار واپس کر دیا ہو تو بھی وہ اس کو دارالحرب میں واپس نہیں لے جا سکتا ہے بخلاف اس کے اگر دونوں نے باہم رقیق[2] سے مبادلہ کرلیا اور یہ دونوں رقیق یکساں ہیں یا ان میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے تو اس صورت میں ان دونوں کا مبادلہ بمنزلہ مبادلہ مسلمان یا ذمی و مستامن کے قرار نہ دیا جائے گا پس در صورتیکہ ہر دو رقیق میں مساوات متحقق ہو تو جس کی ملک میں اس بیع سے جو رقیق آ گیا ہے اس کو اپنے ملک میں لے جانے سے ممانعت نہ کی جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک افضل ہو اور دوسرا گھٹیا ہو تو جس نے گھٹیا لیا ہے وہ منع نہ کیا جائے گا اور جس نے افضل لیا ہے اس کو ممانعت (روکا جائے گا ۱۲ منہ) کی جائے گی اور اگر دونوں نے باہم باندی و غلام کا مبادلہ کیا ہو تو دونوں میں سے کسی کو اجازت نہ ہوگی کہ جو اس نے لیا ہے اس کو اپنے ملک میں لے جائے اس واسطے کہ نر و مادہ کا اختلاف جنسی ہے کذا فی المحیط۔

فصل : ②

حربی کے امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہونے کے بیان میں

اگر حربی امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا تو اُس کو یہ قدرت نہ دی جائے گی کہ یہاں سال بھر تک رہے اور امام المسلمین اس سے فرما دے گا کہ اگر تو سال بھر تک یہاں رہے گا تو میں تجھ پر جزیہ باندھ دوں گا پھر اگر امام کے اس طرح اس سے فرمانے کے بعد وہ سال تمام ہونے سے پہلے اپنے ملک کو واپس گیا تو اس پر کوئی راہ نہیں ہے اور اگر نہ گیا یہیں رہا تو وہ ذمی ہے اور جزیہ کے واسطے سال اس وقت سے شمار ہوگا جس وقت سے امام نے اس سے کہہ دیا ہے نہ۔ اس وقت سے کہ جس وقت سے وہ دارالاسلام میں داخل ہوا ہے اور امام کو یہ بھی روا ہے کہ اگر مصلحت دیکھے تو اس کے واسطے اس سے کم مدت مقرر کر دے مثلاً مہینہ یا دو مہینے چنانچہ اس کے بعد اگر وہ رہا تو ذمی ہو جائے گا پھر جو مدت مقرر کر دی ہے اگر اس کے بعد گزر جانے کے وہ ذمی ہو گیا تو از سر نو اس سے اس وقت کے بعد سے آئندہ سال کے واسطے جزیہ لے گا لیکن اگر اس کے واسطے یہ شرط کر دی ہو کہ اگر تو سال بھر تک رہا تو

---

[1] مدت معین تک باہم صلح ہے اور اس وقت تک لڑائی سے مہلت دی گئی ہے ۱۲۔ [2] یعنی غلام کو دوسرے غلام سے مبادلہ کیا ۱۲۔

تجھ سے جزیہ لوں گا تو ایسی صورت میں سال تمام ہونے پر جزیہ لے لے گا کذا فی التبیین۔

پھر اس کے بعد وہ نہ چھوڑا جائے گا کہ دارالحرب میں لوٹ جائے یہ کفایہ میں ہے۔ اگر کوئی حربی ہمارے ملک میں امان لے کر آیا اور اس نے یہاں کوئی زمین خراجی خریدی پھر جب اس پر خراج باندھا گیا تب ہی سے وہ ذمی ہو گیا اور اسی طرح اگر اس نے زمین عشری خریدی تو وہ زمین بنا بر قول امام محمدؒ کے عشری رہے گی اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے خراجی ہو جائے گی پس خراجی باندھے جانے کے وقت سے اس سے آئندہ سال کا جزیہ لیا جائے گا اور اس کے حق میں ذمیوں کے احکام ثابت ہوں گے چنانچہ دارالحرب میں جانے سے منع کیا جائے گا اور اس کے و مسلمان کے درمیان قصاص[1] جاری ہوگا اور اگر کسی مسلمان نے اس کی شراب یا سور کو تلف کر دیا تو اس کی قیمت تاوان دے گا اور اگر وہ خطا سے قتل کیا گیا تو اس کی دیت واجب ہوگی اور واجب ہوگا کہ جو چیز اس کو تکلیف دہ ہو وہ اس سے دور کی جائے چنانچہ اس کی غیبت حرام ہوگی جیسے مسلمان کی غیبت حرام ہے اور خراج باندھنے سے یہ مراد ہے کہ اس پر خراج لازم کر دیا جائے گا اور جب سے اُس نے سبب خراج کیا ہے اس وقت سے وقت خراج کی میعاد پوری ہو جانے پر اُس سے لے لیا جائے گا اور سبب خراج اس اراضی کی زراعت ہے یا اس کو اس زمین میں زراعت کی قدرت حاصل ہو اگرچہ اس نے بیکار چھوڑ رکھا ہو بشرطیکہ اس کی ملک میں یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کوئی حربی ہمارے یہاں امان لے کر داخل ہوا اور اس نے کسی ذمیہ عورت سے نکاح کیا تو اس عورت سے نکاح کرنے کی وجہ سے یہ مرد حربی ذمی نہ ہو جائے گا:

خالی خریدنے ہی سے ظاہر الروایہ کے موافق ذمی نہیں ہو جاتا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے اس اراضی کو فروخت کر دیا قبل اس کے کہ اس کا خراج واجب ہوئے تو اس کے خرید کی وجہ سے ذمی نہ ہو جائے گا اور اگر خراجی زمین کو اجارہ پر لے کر اس میں زراعت کی تو ذمی نہ ہو جائے گا اور اگر ایسی زمین خراجی ہو کہ جس کا خراج موظف[2] نہیں ہے بلکہ بٹائی ہے اور حربی نے اپنے بیجوں سے اس میں زراعت کی پھر جو کچھ پیداوار ہوئی اس میں سے امام نے خراج لیا اور خراج کا حکم اس مزارع[3] یعنی حربی پر جاری کیا نہ مالک زمین پر تو امام اس حربی کو ذمی قرار دے گا اور اس پر اس کی جان کا خراج بھی مقرر کرے گا یعنی جزیہ مقرر کرے گا اور اگر حربی مستامن نے ایسی اراضی کو خریدا جس کا خراج بٹائی پر ہے اور اس کو کسی مسلمان کو اجارہ پر دے دیا اور امام نے اس کا خراج اس مسلمان مستاجر سے لے لیا اور اس کا مذہب یہ ہے کہ خراج مذکور زراعت پر ہوتا ہے تو مستامن مذکور ذمی نہ ہو جائے گا اور اگر مستامن نے خریدی ہوئی زمین میں زراعت کی اور یہ زمین خراجی ہے پھر اس کی کھیتی جمی پھر زراعت کو ایسی آفت پہنچی کہ وہ جاتی رہی تو زمین مذکور پر اس سال خراج نہ ہوگا اور حربی مذکور ذمی نہ ہو جائے گا۔ اگر حربی مستامن ایک زمین کا مالک ہوا اور مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے کم میں اس اراضی پر خراج واجب ہوا تو جس وقت سے اس کی زمین پر خراج واجب ہوا ہے جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہوا ہے اس وقت سے وہ ذمی ہو جائے گا اور اس پر اس کے نفس کا جزیہ واجب ہوگا کہ جس روز سے اس کی زمین پر خراج واجب ہوا ہے اس کے بعد سے ایک سال گذرنے پر اس سے یہ جزیہ لے لیا جائے گا۔ اگر حربیہ عورت امان لے کر ہمارے یہاں داخل ہوئی اور ان سے کسی ذمی یا مسلمان[4] سے نکاح کر لیا تو وہ ذمیہ ہو گئی اور اگر کوئی حربی ہمارے یہاں امان لے کر داخل ہوا اور اس نے کسی ذمیہ عورت سے نکاح کیا تو اس عورت سے نکاح کرنے کی وجہ سے یہ مرد حربی ذمی نہ ہو جائے گا۔ یہ

---

[1] اگر کوئی معاملہ پیش آئے ۱۲۔ [2] مقدار معینہ مقررہ ۱۲۔ [3] زراعت کنندہ جس کو کاشتکار کہتے ہیں ۱۲۔ [4] بایں طور کہ وہ عورت یہودیہ یا نصرانیہ یعنی اہل کتاب سے تھی ۱۲۔

سراج وہاج میں ہے۔

اگر حربی مستامن اپنے دارالحرب میں لوٹ گیا اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ ودیعت چھوڑ گیا یا ان پر کچھ قرضہ چھوڑ گیا تو حربی مذکور کا خون بعد دارالحرب میں داخل ہونے کے حلال ہو گیا ولیکن جو مال اس کا مسلمانوں یا ذمیوں کے پاس دارالاسلام میں ہے وہ ویسا ہی باقی رہے گا کہ اس کا تصرف میں لانا حرام ہے پھر اگر حربی مذکور وہاں سے گرفتار کر کے لایا گیا یا لشکر اسلام اس دارالحرب پر غالب ہوا اور حربی مذکور قتل کیا گیا تو اس کا قرضہ ساقط ہو گیا اور جو مال اس کا ودیعت تھا وہ فئی ہو گیا اور اگر اس کا کچھ مال یہاں رہن تھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو مرتہن اپنے قرضہ میں لے لے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ مال مرہون فروخت کیا جائے گا اور اس کے ثمن سے مرتہن کا قرضہ پورا ادا کر کے جو کچھ باقی بچے گا وہ بیت المال کا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر اہل اسلام اس دارالحرب پر غالب نہ ہوئے مگر حربی مذکور قتل کیا گیا تو اس کا قرضہ و مال ودیعت اس کے وارثوں کا حق ہے اور اسی طرح اگر وہ اپنی موت سے مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو مالہائے اہل حرب کہ مسلمانوں کو بغیر قتال حاصل ہوئے ہیں وہ مثل خراج کے مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کیے جائیں گے اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد اس مال[1] سے مثل اس اراضی کے ہے جس سے وہاں کے کافروں کو جلاوطن کر دیا اور مثل جزیہ کے ہے اور جاننا چاہیے کہ کہ ایسے مالوں میں پانچواں حصہ نہیں ہوتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر حربی مستامن دارالاسلام میں اپنا مال چھوڑ کر مر گیا اور اس کے وارث دارالحرب میں ہیں تو اس کا مال اس کے وارثوں کے واسطے رکھ چھوڑا جائے گا پھر جب وہ لوگ یہاں آئیں تو ضروری ہے کہ اپنی وارثت پر گواہ قائم کریں تاکہ مال پائیں پھر اگر انہوں نے اہل ذمہ میں سے گواہ قائم کیے تو استحساناً مقبول ہوں گے پھر اگر ان گواہوں نے اس طرح بیان کیا کہ حربی مذکور کا ہم کوئی وارث سوائے ان کے نہیں جانتے ہیں تو مال مذکور ان لوگوں کو دے دیا جائے گا مگر ان لوگوں سے کفیل لے لیا جائے گا بنظر آنکہ مال مذکور کا کوئی مستحق ظاہر ہو تو کفیل مذکور ضامن رہے۔ اگر حربیوں کے بادشاہ نے ان کی وارثت کا خط لکھ دیا تو مقبول نہ ہوگا اگرچہ ثابت ہو جائے کہ یہ خط ان کے بادشاہ کا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگرچہ حربی نے اپنا غلام تاجر دارالاسلام میں امان لے کر بھیجا پھر غلام مذکور یہاں مسلمان ہو گیا تو فروخت کر دیا جائے گا اور اس کا ثمن حربی مذکور کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر حربی امان لے کر ہمارے یہاں داخل ہوا اور دارالحرب میں اس کی بیوی اور نابالغ و بالغ اولاد اور مال ہے کہ جس میں سے کچھ کسی ذمی کے پاس ودیعت ہے اور کچھ کسی حربی کے پاس ودیعت ہے اور کچھ کسی مسلمان کے پاس ودیعت ہے پھر حربی مذکور یہاں مسلمان ہو گیا حتیٰ کہ وہ آزاد مسلمان رہا پھر اس دارالحرب پر لشکر اسلام غالب آیا تو یہ سب جو مذکور ہوا ہے فئی ہوگا یعنی اس کی بیوی اولاد صغار و کبار و حملہ مال و ودیعت سب فئی ہوگا اور اسی طرح اگر اس کی بیوی حاملہ ہو تو جو لڑکا یا لڑکی اس کے پیٹ میں ہے وہ بھی فئی ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر مقتول لقیط ہو اور اس کو ملتقط نے یا کسی دوسرے نے قتل کیا:

اگر اس مسئلہ میں اس کی اولاد میں سے کوئی بچہ گرفتار ہو کر دارالاسلام میں آیا تو وہ اپنے باپ کی تبعیت میں مسلمان ہوگا مگر وہ جیسا فئی یعنی مال غنیمت تھا ویسا ہی رہے گا اور اس کا مسلمان ہونا اس کے رقیق ہونے کی منافی نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر وہ دارالحرب ہی میں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں چلا آیا پھر اس دارالحرب پر لشکر اسلام نے غلبہ پایا تو اس کی اولاد صغار جو دارالحرب

---

[1] یہ جو فرمایا کہ جو مالہائے اہل حرب بغیر قتال حاصل ہوئے ہوں اس مال سے مراد ایسے مال ہیں جیسے زمین حاصل ہوئی کہ وہاں کے لوگوں کو جلائے وطن کر دیا اور وہ اس پر راضی ہوئے کہ قتال نہ کریں گے تم زمین لے لو ہم یہاں سے چلے جائیں گے مثلاً یا جزیہ ہے کہ بغیر قتال حاصل ہوتا ہے اگرچہ پہلے قتال ہو چکا ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ ان باتوں میں مثل اس کے ہے جیسا کہ وہم ہوتا ہے ۱۲۔

میں تین دو اپنے باپ کی تبعیت میں آزاد مسلمان ہوں گے اور جس قدر مال اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس وہاں ودیعت رکھا تھا وہ سب اسی کا ہوگا اور باقی جو کچھ مال سوائے اس کے ہے وہ سب فیئی ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر اس کو کسی مسلمان نے عمداً یا خطاءً قتل کیا اور اس مقتول کے وارث وہاں مسلمان موجود ہیں تو اس قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا سوائے کفارہ کے کہ فقط خطا سے قتل کرنے کی صورت میں کفارۂ قتل واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر کسی نے خطا سے ایسے مسلمان کو قتل کیا جس کا کوئی ولی نہیں ہے یا ایسے حربی کو قتل کیا جو امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہو کر پھر مسلمان ہو گیا تھا تو ایسے مقتول کی دیت اس قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اس دیت کو امام المسلمین وصول کر لے گا اور اس قاتل پر کفارۂ قتل واجب ہوگا اور اگر عمداً ایسے مسلمان کو قتل کیا جس کا کوئی وارث نہیں ہے یا ایسے حربی مستامن کو قتل کیا جو مسلمان ہو گیا تھا اور حال یہ ہے کہ اس مستامن مسلمان ہو جانے والے کے ساتھ میں اس کا کوئی وارث قصداً مسلمان نہیں ہوا ہے اور نہ تبعاً مسلمان ہوا بایں طور کہ اپنے ہمراہ اپنا کوئی صغیر لڑکا لایا ہوتا تو ایسی صورت میں امام المسلمین کو اختیار ہے کہ چاہے قاتل کو قصاص میں قتل کرے اور چاہے قاتل سے مقتول مذکور کی دیت بطور صلح کے نہ بطور جبر کے لے لے لیکن اگر قاتل کو عفو کر دینا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔ اگر مقتول لقیط[1] ہو اور اس کو ملتقط[2] نے یا کسی دوسرے نے قتل کیا پس اگر خطا سے قتل کیا ہے تو کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس کی دیت قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہو کر بیت المال میں داخل ہوگی اور قاتل پر کفارۂ قتل واجب ہوگا اور اگر عمداً قتل کیا تو امام کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قصاص میں قتل کرے اور چاہے اس سے دیت پر صلح کر لے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

جہاد کر کے کسی قوم کو اسیر کیا اور ان کو لے آئے پس اس قوم نے دعویٰ کیا کہ ہم اہل اسلام سے ہیں یا مسلمانوں کے ذمیوں میں سے ہیں:

اصل یہ ہے کہ جو شخص جس دار میں ہے اس کے اس دار کے اہل ہونے کے واسطے یہ دار دلیل ظاہری ہے یعنی جس مقام پر جو شخص پایا گیا وہ مقام اس امر کی دلیل ظاہری ہے کہ یہ شخص وہیں کا ہے اور علامات بہ نسبت مکان کے اقوی ہوتے ہیں اور گواہ بہ نسبت علامات وغیرہ سب کے اقوی ہیں چنانچہ اگر کسی چھوٹے لشکر اسلام نے جو باتحتی کسی سردار کے سوائے امام المسلمین کے ہے جہاد کر کے کسی قوم کو اسیر کیا اور ان کو لے آئے پس اس قوم نے دعویٰ کیا کہ ہم اہل اسلام سے ہیں یا مسلمانوں کے ذمیوں میں سے ہیں اور ان لوگوں نے ہم کو دارالاسلام سے اسیر کیا ہے اور اس لشکر والوں نے کہا کہ یہ لوگ اہل حرب ہیں ہم نے ان کو دارالحرب میں گرفتار کیا ہے تو قول ان اسیروں کا قبول ہوگا اور اگر قیدیوں نے کہا کہ انھوں نے ہم کو دارالحرب میں قید کیا ہے لیکن ہم اہل اسلام یا ذمی ہیں اور ہم دارالحرب میں امان لے کر تجارت کے لیے یا ملاقات کے واسطے داخل ہوئے تھے یا ہم لوگ اہل حرب کے پنجہ میں اسیر تھے تو ان لوگوں کا قول قبول نہ ہوگا اور یہ لوگ رقیق قرار دیے جائیں گے لیکن اگر ان لوگوں میں اسلام کی علامتیں مثل ختنہ و خضاب و مونچھیں کتری ہونے و قرأت قرآن و فقہ وغیرہ کے پائی جائیں اور انہوں نے اسلام کا دعویٰ کیا تو ان سے گرفتار و رقیق ہونا دور کیا جائے گا اور اسی طرح اگر دارالحرب پر غالب ہو جانے کے بعد دارالحرب میں کسی قیدی میں ایسی علامات پائی گئیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر اس لشکر میں سے بعض نے ان قیدیوں پر گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات و نفع کے واسطے

---

[1] لقیط کسی مقام سے پڑا ہوا اٹھالایا گیا اور اسے کوئی وارث و حسب نسب و حال کچھ معلوم نہیں ہے ۱۲۔ [2] لقیط کا اٹھالانے والا ۱۲۔

ہے اور اگر تاجروں (دارالحرب میں جو مسلمان تاجر مال لے کر گئے ہیں ۱۲ منہ) نے ان قیدیوں پر گواہی دی تو مقبول ہوگی اس واسطے کہ ان کی ان قیدیوں میں شرکت نہیں ہے اور سیر کبیر میں لکھا ہے کہ اہل لشکر میں سے بعض کی گواہی ان پر مقبول ہوگی اور یہ اختلاف اس جہت سے ہے کہ وضع مسئلہ مختلف ہے یعنی سیر کبیر میں صورت مسئلہ میں یہ ہے کہ بڑا لشکر جہاد کر کے ان کو اسیر کر کے لایا پس ایسی صورت میں شرکت عام ہوگی اور ایسی عام شرکت ایسی گواہی قبول ہونے سے مانع نہیں ہے جیسے دو فقیروں کی گواہی بیت المال کے واسطے ہوتی ہے کہ شرکت تمام فقیروں کی علی العموم ہے اور یہاں وضع مسئلہ چھوٹے لشکر میں ہے اور ایسی شرکت خاص ہے پس یہ قبول گواہی سے مانع ہوگی اور اگر اہل ذمہ نے ان قیدیوں کے نفع کی گواہی دی بایں طور کہ یہ لوگ مسلمان یا ذمی ہیں تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ ذمیوں کی گواہی مسلمانوں پر[1] ہے یہ کافی میں ہے۔

فصل : ③

ایسے ہدیہ کے بیان میں ہیں جو بادشاہ اہلِ حرب مسلمانوں کے سردارِ لشکر کے پاس بھیجے

اگر مسلمانوں میں سے کسی ایک بزرگ مسلمان کے پاس جس کو قوت منفعت حاصل نہیں ہے ہدیہ بھیجا تو یہ ہدیہ خاص اُسی کا ہوگا:

امام محمدؒ نے فرمایا کہ دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ لشکر اسلام کے سردار کے پاس یا امام المسلمین کے پاس جو لشکر کے ہمراہ ہے بھیجے تو اس کے قبول کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ مال ہدیہ مسلمانوں کے واسطے فئی جائے گا۔ اسی طرح اگر حربیوں کے بادشاہ نے مسلمانوں کے قائدین[2] میں سے کسی قائد کے پاس جن کو قوت منعت حاصل ہے ہدیہ بھیجا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے کسی ایک بزرگ مسلمان کے پاس جس کو قوت منفعت حاصل نہیں ہے ہدیہ بھیجا تو یہ ہدیہ خاص اسی کا ہوگا منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی گروہ لشکر دارالحرب میں داخل ہوا اور اہل حرب نے اس لشکر میں سے کسی لشکری یا قائد کو ہدیہ بھیجا تو وہ غنیمت ہوگا لیکن اگر اس طرح تنفیل[3] کر دی گئی ہو کہ جو چیز جس کو ہدیہ بھیجی جائے وہ اسی کی ہوگی تو ایسا ہی ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر خلیفہ کے عاملوں میں سے کسی عامل کو جب کہ خلیفہ نے اس کو کسی کام کے واسطے بھیجا ہے کوئی چیز ہدیہ دی گئی تو خلیفہ کو چاہئے کہ یہ مال ہدیہ اس عامل سے لے کر مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دے بشرطیکہ ہدیہ دینے والے نے اپنی خوشی خاطر سے اس کو ہدیہ بھیجا ہو اور اگر باکراہ و مجبوری بھیجا ہو تو چاہیے کہ ہدیہ دینے والے کو واپس کر دے اگر اس پر قادر ہو اور اگر نہ قادر ہو تو اس کو بیت المال میں رکھ دے اور اس پر بھی قصہ جو اس کی بابت گذرا ہے تحریر کر دے اور اس کا حکم مثل مال لقطہ کے ہوگا اور اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہو پھر اس لشکر کے سردار نے دشمن کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے پھر اگر اس کے بعد دشمنوں کے بادشاہ نے بھی ہدیہ بھیجا تو دیکھا جائے گا کہ دشمنوں کے بادشاہ نے جو کچھ ہدیہ بھیجا ہے اگر اس کی قیمت اس ہدیہ کی قیمت کے برابر ہو جو سردار لشکر نے دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجا تھا یا اس سے خفیف زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا نقصان

---

[1] کافروں کی گواہی مسلمانوں پر ہے اور یہ جائز نہیں ہے ۱۲۔ [2] قائد یعنی لشکر کے سردار سے نیچے تھوڑی فوج کے جو افسر ہیں ان میں سے کسی پاس بھیجا بشرطیکہ اس کو اپنی ماتحت فوج سے ایسی قوت و منعت حاصل ہو کہ دفع کر سکے گزند پہنچا سکے ۱۲۔ [3] اس کی توضیح قبل ازیں ایک دو بار گزر چکی وہاں پر دیکھیں ۱۲۔

اُٹھاتے ہیں تو وہ خاصۃً سردار لشکر کے واسطے ہوگا اور اگر ہدیہ بادشاہ دشمنان اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ ایسے نقصان کو اپنے اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں تو اس میں سے بقدر ہدیہ امیر لشکر کے امیر کا ہوگا اور جس قدر زیادہ ہو وہ غنیمت ہوگا قال المترجم قولہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا نقصان اٹھاتے ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ مبصر ہیں ان میں سے ایک نے مثلاً دس روپیہ قیمت اندازہ کی اور دوسرے نے ساڑھے دس روپیہ اندازکی اور باقی اندازہ کرنے والے اس دس اور ساڑھے دس میں انداز کرتے ہیں تو یہ آدھا درہم زیادتی ایسی زیادتی شمار کی جاتی ہے کہ جو لوگ اپنے اندازہ میں اٹھا جاتے ہیں بلکہ گویا یہ زیادتی ہے اور اگر مثلاً ہدیہ بادشاہ حربیاں بارہ یا پاندرہ روپیہ یا زیادہ ہو تو ساڑھے دس روپیہ سے جس قدر زائد ہے وہ ایسی زیادتی قرار دی جائے گی کہ لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں اور تامل سے یہ مقام سمجھ لینا چاہیے اور جہاں کہیں یہ عبارت مذکور ہے اس کا یہی مطلب ہے۔

اسی طرح اگر امیر ثغور[1] نے حربیوں کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجا اور بادشاہ مذکور نے اس سے دو چند یا زیادہ ہدیہ بھیجا تو اس میں بھی یہی حکم ہے یعنی اس میں سے بقدر ہدیہ سردار موصوف کے سردار موصوف کا ہوگا اور باقی جس قدر زائد ہے وہ سب بیت المال میں داخل ہوگا اور اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے قلعوں میں سے کسی قلعہ کا یا شہروں میں سے کسی شہر کا محاصرہ کیا اور اس حالت میں امیر لشکر نے حربیوں کے ہاتھ اپنا کوئی اسباب وغیرہ فروخت کیا تو اس کے ثمن کو دیکھا جائے گا کہ جو ثمن حربیوں نے دیا ہے اگر اس چیز کی قیمت کے برابر ہو جو امیر نے اس کے ہاتھ فروخت کر دی ہے یا اس کی قیمت سے فقط اس قدر زیادہ ہو جس قدر لوگ اپنے اندازہ کرنے میں نقصان اٹھا جاتے ہیں تو یہ پورا ثمن امیر مذکور کا ہوگا اور اگر ثمن مذکور بیع مذکور کی قیمت سے اس قدر زائد ہو کہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں ایسی زیادتی دے کر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اس میں سے قیمت اسباب سے جتنا زیادہ ہو وہ داخل غنیمت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ ایسی حالت میں حربیوں کے ہاتھ فروخت کرنا کیسا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے خواہ کوئی چیز ہو سب چیزوں کا حکم یکساں ہے یہ محیط میں ہے۔

باب : ⑦

عشر وخراج کے بیان میں

اراضی کی اقسام واحکام:

اگر زمین سے مال گزاری مقاسمہ یا موظف لے جائے یعنی خراج تو وہ زمین خراجی ہے اور اگر دسواں حصہ لیا جائے تو وہ زمین عشری ہے۔ ھکذا قال المترجم تفھیماً للناس۔ اراضی دو قسم کی ہوتی ہے عشری و خراجی پس زمین عرب سب عشری ہے اور یہ زمین تہامہ و حجاز و مکہ و یمن و طائف و عمان و بحرین کی ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ زمین عرب کی عذیب سے تا کہ وعدن تا اقصائے حجر اور سواد عراق کی بھی زمین ایسی ہی ہے پس جو زمین اس میں سے عجمیوں کی (کھودی گئی) نہروں سے سینچی جائے اور وہ خراجی ہوگی اور سواد عراق کی حد طولی تجوم موصل سے تا زمین عبادان و حد عرضی زمین حلوان کی منقطع الجبل سے تا اقصائے زمین قادسیہ ہے جو متصل بعذیب از اراضی عرب ہے۔ ماسوائے اس کے ہر ملک جو بعنوت (قہر و غلبہ) فتح کیا گیا اور وہاں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے اور امام نے ان لوگوں پر احسان کیا تو یہ زمین خراجی ہوگی اگر اس زمین کو خراجی پانی پہنچتا ہو۔ جو ملک بہ صلح فتح کیا گیا اور اس کے لوگوں نے خراج قبول کیا تو یہ زمین خراجی ہوگی اور جو ملک کہ بعنوت فتح کیا گیا اور امام نے اس ملک کو فتح کرنے والے مجاہدین کے

---

[1] دارالاسلام کی سرحد جو ملک کفار سے ملحق ہے اس سرحد کے حاکم اسلام نے ۱۲۔

درمیان تقسیم کر دیا تو وہ عشری اراضی ہو گی اور جو ملک بعنوت فتح کیا گیا اور قبل اس کے کہ امام ان کے حق میں کچھ حکم کر دے وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو امام کو اس اراضی کی بابت اختیار رہی چاہیے اس کو غانمین کے درمیان تقسیم کر دے پس وہ عشری ہو گی اور چاہے وہاں کے لوگوں پر احسان کر کے انہیں کے پاس رہنے دے پھر اس کے بعد امام کو اختیار ہو گا چاہے اس اراضی پر خراج باندھے بشرطیکہ خراجی پانی سے سینچی جاتی ہو اور چاہے عشر مقرر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بلادِ عجم میں سے جو ملک کہ امام نے قہر وغلبہ سے فتح کیا اور اس میں متردد ہوا کہ آیا ان لوگوں پر ان کی جانوں اور اراضی کے ساتھ احسان کرے کہ ان کو آزاد کر کے ان کی زمین ان کے پاس چھوڑے......:

جس ملک کے لوگ بطوع[1] خود مسلمان ہو گئے وہ اراضی عشری ہو گی اور اس طرح اراضی عرب میں سے اگر کوئی زمین قہر وغلبہ سے فتح کی گئی حالانکہ وہاں کے لوگ بت پرست تھے پھر وہ لوگ بعد فتح ہو جانے کے مسلمان ہو گئے اور امام نے اراضی مذکور ان کے پاس چھوڑی تو ان کے پاس وہ اراضی عشری رہے گی اور اسی طرح بلادِ عجم میں سے جو ملک کہ امام نے قہر وغلبہ سے فتح کیا اور اس میں متردد ہوا کہ آیا ان لوگوں پر ان کی جانوں اور اراضی کے ساتھ احسان کرے کہ ان کو آزاد کر کے ان کی زمین ان کے پاس چھوڑے اور اراضی پر خراج باندھے یا اراضی کو غانمین کے درمیان تقسیم کر کے اس پر عشر باندھے پھر کہا کہ میں نے اس اراضی کو عشری کر دیا پھر اس کی رائے میں آیا کہ اس اراضی کے لوگوں پر ان کی گردنوں اور اراضی کے ساتھ احسان کرے تو احسان مذکور کے بعد یہ اراضی عشری باقی رہے گی۔ ایسا ہی امام محمدؒ نے اپنے نوادر میں اور کرخی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح اگر زمین خراجی سے خراج کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ عشری پانی سے سینچی جانے لگی تو وہ بھی عشری ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

خراج قفیز ایک درہم ہے جریب رطبہ پر پانچ درہم ہیں جریب کرم یعنی پھلواری انگور پر دس درہم ہیں:

اگر کسی نے ارض موات[2] کو زندہ کیا پس اگر یہ زمین اراضی خراجی سے ہو تو خراجی ہو گی اور اگر تحت عشری سے ہو تو عشری ہو گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس زمین کا زندہ کرنے والا یعنی آباد و مزروع کرنے والا مسلمان ہو۔ اگر ذمی ہو گا تو اس پر خراج باندھا جائے گا اگرچہ وہ تحت عشری سے ہو۔ اراضی بصرہ ہمارے نزدیک عشری ہے بسبب اجماع صحابہؓ کے یہ سراج وہاج میں ہے۔ خراج دو قسم کا ہوتا ہے خراج مقاسمہ و خراج وظیفہ پس خراج مقاسمہ یہ ہے کہ زمین کی پیداوار میں سے مثل پانچواں حصہ یا چھٹا حصہ وغیرہ کے باندھ دیا جائے اور خراج وظیفہ یہ ہے کہ مالک زمین کے ذمہ کچھ واجب کر دیا جائے کہ جب اس کو اراضی سے انتفاع کرنے پر قابو حاصل ہو تو خراج مذکور اس کے ذمہ متعلق ہو گا یا فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ خراج مقاسمہ متعلق بہ پیداوار ہے اور زراعت پر قابو پانے سے متعلق نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے باوجود قدرت زراعت کے اراضی کو معطل چھوڑ دیا تو خراج مذکور مثل عشر کے واجب نہ ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اور خراج وظیفہ اس تفصیل سے ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اراضی خراجی کی ہر جریب پر جو زراعت کی صلاحیت رکھتی ہے ایک قفیز ایک درہم ہے اور جریب رطبہ پر پانچ درہم ہیں او جریب کرم یعنی پھلواری انگور پر دس درہم ہیں کذا فی المحیط اور ماسوائے مذکور کے دیگر اصناف مثل زعفران دروئی و بستان وغیرہ کے بحسب طاقت خراج باندھا جائے گا اور انتہائے طاقت یہ ہے کہ خراج اس کی نصف پیداوار تک پہنچے اور بستان ہر ایسی اراضی ہے کہ دیواروں سے گھری ہوا

---

[1] اپنی خوشی خاطر و رغبت و رضامندی کے ساتھ مسلمان ہو گئے ۱۲۔ [2] اراضی موات وہ زمین جو محض بیکار پڑی ہو اور کسی طرح کی منفعت از قسم زراعت وغیرہ اس سے حاصل نہ ہوتی ہو اور اس کا زندہ کرنا یہ کہ اس میں زراعت کرے ۱۲۔

اور اس میں درختان خرما اور درختان انگور و دیگر اشجار[1] ہوں اور اسی طرح ہوں کہ درختوں کے درمیان کشادہ میں زراعت ممکن ہو اور اگر اشجار باہم ایسے گنجان ہوں کہ اراضی میں زراعت ممکن نہ ہوتو وہ کرم یعنی چار دیواری کا باغ انگور ہوگا کذا فی الکافی۔

جریب ذراع ملک سے ساٹھ ہاتھ مربع رقبہ کا نام ہے اور ذراع ملک سات مٹھی کا ہوتا ہے جو عام لوگوں کے ذراع سے ایک مشت زیادہ ہوتا ہے یہ سب کتاب العشر والخراج[2] کی عبارت ہے اور شیخ اسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے کہا کہ جریب ساٹھ ہاتھ مربع زمین کا نام ہے یہ قول امام محمدؒ کا اپنی اراضی کی جریبوں کا بیان ہے اور یہی تقدیر تمام اراضی کے حق میں لازم نہیں ہے بلکہ شہروں کے اختلاف سے اراضی کی جریب بھی مختلف ہوتی ہیں پس ہر شہر میں وہاں کے لوگوں کا رواج معتبر ہوگا اور قفیز سے مراد صاع ہے پس وہ آٹھ رطل عراقی ہوتے ہیں جس کے چار من شرعی ہوئے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے اور یہ قفیز گیہوں سے ہوگی چنانچہ کتاب العشر والخراج کے ایک مقام پر یوں ہی لکھا ہے اور دوسرے مقام پر اس کتاب میں لکھا ہے کہ جو اس زمین میں بویا جائے اس اناج سے یہ قفیز ہوگی اور یہی صحیح ہے اور چاہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ قفیز مع دولب اناج کے ہوگی اور دولپ کی تفسیر میں گفتگو ہے۔ بعضوں نے کہا دولپ زائد کے یہ معنی ہیں کہ ناپنے والا ڈھیری میں سے ناپنے کے وقت قفیز کے دونوں جانب اپنے ہاتھ کشادہ رکھ لے اور جس قدر اناج اس کے ہاتھ میں گرے اس کو تھامے رہے اور قفیز مع اس اناج کے عاشر کی تھیلی میں ڈال دے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ناپنے والا قفیز کو پُر کرے پھر قفیز کی چوٹی پر ہاتھ پھیرے حتیٰ کہ جو دانہ اس کی چوٹی پر ہیں وہ گر پڑیں پھر اس قفیز کو عاشر (وہ شخص جو عشر لینے کے واسطے مقرر ہے ۱۲ منہ) کی تھیلی میں ڈال دے پھر ڈھیری سے دولپ بھر کے زائد اس کی تھیلی میں ڈال دے اب جاننا چاہیے کہ یہ مقدار مذکور جو خراج موظف قرار دی گئی ہے سال میں فقط ایک مرتبہ واجب ہوتی ہے چاہے مالک زمین اس زمین میں ایک مرتبہ زراعت کرے یا کئی مرتبہ زراعت کرے۔ بخلاف خراج مقاسمہ و عشر کے اس واسطے کہ خراج مقاسمہ و عشر میں پیداوار کا کوئی حصہ واجب ہوتا ہے پس مکرر پیداوار سے مکرر واجب ہوگا۔ پھر یہ مقدار خراج جو ہم نے بیان کی ہے یہ جب ہی واجب ہوگی کہ اراضی کو اس کو ادائی کی طاقت ہو یعنی اس کی پیداوار اس قدر ہو کہ اس پر خراج باندھا جائے اور اگر اراضی اس کی طاقت نہ رکھتی ہو بایں طور کہ اس کی پیداوار کم ہو تو جس مقدار تک اس کی طاقت ہو وہاں تک گھٹا دیا جائے گا پس جو وظیفہ حضرت عمرؓ نے مقرر کیا ہے اگر اراضی کو اس کی برداشت کی طاقت نہ ہو تو اس سے کمی کر دینا بالاجماع جائز ہے اور رہا یہ امر کہ اس وظیفہ سے بڑھا دینا جب کہ اراضی کو اس بڑھتی کی طاقت ہے بایں طور کہ اس کی پیداوار بہت کثرت سے ہے تو اس کا کیا حکم ہے سو جس اراضی پر وظیفہ مقرر کر دینا حضرت عمرؓ سے صادر ہو گیا ہے اس پر زیادہ کر دینا بالاجماع جائز نہیں ہے۔

خراجِ مقاسمہ کی تقدیر امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہے:

اس طرح اگر کسی اور امام سے ان اراضی پر حضرت عمرؓ کے وظیفہ کے مثل وظیفہ مقرر کرنا صادر ہو گیا ہو تو ان پر بڑھانا بھی بالاجماع نہیں جائز ہے اگرچہ یہ اراضی اس زیادتی کی طاقت رکھتی ہوں اور اگر اسی امام نے اس اراضی پر حضرت عمرؓ کے وظیفہ کے برابر وظیفہ مقرر کر دیا پھر اس وظیفہ پر بنظر طاقت اراضی بڑھانے کا قصد کیا تو اس کو یہ روا نہیں ہے اگرچہ اراضی کو زیادہ خراج موظف[3] برداشت کرنے کی طاقت ہو اور اس طرح اگر اسی امام نے چاہا کہ اس وظیفہ سے تحویل کر کے دوسرا وظیفہ مقرر کرے یعنی

---

[1] وہ چیزیں جو ساگ و بھاجی وغیرہ کہلاتی ہیں۔ [2] مصنفہ امام خصاف ۱۲۔ [3] وہ شخص جو عشر لینے کے واسطے مقرر ہے ۱۲۔

مثلاً پہلے درہموں سے اس کا خراج تھا اب اس کو تحویل کر کے خراج مقاسمہ باندھنا چاہا یا خراج مقاسمہ بندھا تھا اس کو تحویل کر کے خراج درہم باندھنا چاہا تو یہ بھی اس کو روانہیں اور اگر اس نے وظیفہ مذکورہ سے بڑھا کر مالکان اراضی پر زیادہ باندھ دیا یا تحویل کر کے ان پر دوسرا وظیفہ مقرر کیا اور ان پر اس کا حکم دے دیا اور یہ اس نے اپنی رائے سے کیا پھر اس کے بعد دوسرا شخص والی ہوا اور دوسرے کی رائے اس کے خلاف ہے تو دیکھا جائے کہ اگر والی اوّل نے جو کچھ ان پر کیا ہے وہ ان کی خوشی خاطر سے کیا ہے تو جو کچھ اوّل نے کیا ہے دوسرا بھی اس کو جاری رکھے اور اگر اوّل والی نے اس امر کو بغیر ان کی خوشی خاطر کے کیا ہو تو اراضی کو دیکھا جائے کہ اگر یہ اراضی قہر و غلبہ سے فتح کی گئی ہوں پھر امام نے لوگوں پر احسان کر کے ان کے سپرد کی ہوں تو بھی جو کچھ اوّل نے کیا ہے دوسرا اس کو جاری رکھے اور اگر غلبہ اسلام سے پہلے صلح ہو کر یہ اراضی فتح ہوئی ہوں اور باقی مسئلہ بحالہا[1] ہے تو دوسرا امام اس فعل کو جو اوّل نے کیا ہے توڑ دے گا اور رہیں وہ اراضی جن پر پہلے پہل امام المسلمین خراج باندھنا چاہتا ہے اور اس نے وظیفہ حضرت عمرؓ سے زیادہ باندھنا چاہا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق و بنا برقول امام محمدؒ کے جائز ہے اور بنا بر دوسری روایت کے امام ابو یوسفؒ سے اور بنا برقول امام اعظمؒ کے نہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور رہا خراج مقاسمہ سو خراج مقاسمہ کی تقدیر امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہے لیکن نصف پیداوار سے زائد مقدار نہ ہو گی جو شخص زمین خراجی کا مالک ہو اس سے خراج لیا جائے گا چاہے وہ کافر ہو یا مسلمان ہو صغیر ہو یا بالغ ہو آزاد ہو یا غلام ماذون یا مکاتب ہو مرد ہو یا عورت ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر اراضی وقف ہو تو اس پر بھی عشر یا خراج جیسی زمین ہو واجب ہو گا یہ دجیز کردری میں ہے اگر کسی اراضی کو جس کا خراج موظف ہے کسی غاصب نے غصب کر لیا پس اگر غاصب مذکور منکر ہو اور مالک کے پاس گواہ نہ ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر غاصب نے اس میں زراعت نہیں کی تو اس کا خراج کسی پر نہ ہو گا اور اگر غاصب نے اس میں سے زراعت کی ہے اور زراعت نے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا تو اس کا خراج غاصب پر ہو گا اور اگر غاصب مذکور غصب کر لینے کا اقرار کرتا ہو یا مالک کے پاس گواہ ہوں اور زراعت نے زمین مذکور کو نقصان نہیں پہنچایا تو اس کا خراج مالک زمین پر ہو گا اور اگر زراعت نے اس کو نقصان پہنچایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا خراج مالک زمین پر ہو گا خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر ہو گو مالک نے مقدار نقصان کے عوض جس کو غاصب سے تاوان لے گا اس کو اجارہ پر دی ہے۔ بیع الوفا کی صورت میں اگر مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو مشتری بمنزلہ غاصب کے قرار دیا جائے گا اور اگر اپنی خراجی زمین کسی کو اجارہ پر دی یا عاریت دی تو اس کا خراج مالک زمین پر ہو گا جیسے مزارعت پر دینے کی صورت میں ہے۔ لیکن اگر اراضی مذکور چار دیواری دار باغ انگور ہو یا طاب ہو یا اس کے درخت باہم بہت گنجان ہوں کہ درمیانی زمین قابل زراعت نہ ہو تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر اپنی زمین عشری کو اجارہ پر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا عشر مالک پر ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک مستاجر پر ہو گا اور اگر اپنی زمین عشری کسی کو عاریت دی اور مستعیر نے اس میں زراعت کی تو اس میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں یعنی ایک روایت میں عشر مالک پر اور دوسری میں عشر مستعیر پر ہو گا اور اگر قابل زراعت کو اجارہ پر یا مستعار لیا پھر مستاجر یا مستعیر[2] نے اس میں انگور کے پیڑ لگائے یا اس کو رطاب لگایا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کا خراج مستاجر یا مستعیر پر ہو گا۔

عشری زمین کو غصب کرنا اور بعد ازاں اس میں کھیتی باڑی کرنا:

اگر عشری زمین غصب کر کے اس میں زراعت کی اور زراعت نے زمین کو نقصان نہیں پہنچایا تو مالک زمین پر اس کا عشر واجب نہ ہو گا اور اگر زراعت نے اس میں نقصان پہنچایا ہے تو مالک زمین پر اس کا عشر واجب ہو گا گویا مقدار نقصان کے عوض مالک

---

[1] امام نے بغیر ان کی خوشی خاطر کے بڑھایا یا تحویل کی ۱۲۔ [2] کسی چیز کو عاریت لینے والا ۱۲۔

نے غاصب کو اجارہ پر دی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے اپنی خراجی زمین کسی کے ہاتھ فروخت کر دی درحالیکہ وہ زمین فارغ ہے یعنی اس میں کھیتی وغیرہ موجود نہیں ہے پس اگر سال میں سے اس قدر مدت باقی ہو کہ اس میں مشتری اراضی مذکور میں زراعت کر سکتا ہو تو مشتری مذکور پر خراج واجب ہوگا خواہ زراعت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اگر سال میں سے اس قدر مدت کہ جس میں مشتری زراعت کر سکے باقی نہ رہی ہو تو اس کا خراج بائع کے ذمہ ہوگا اور اس میں گفتگو ہے کہ اس باب میں فقط گیہوں و جو کی کھیتی کا اعتبار ہے یا چاہے کوئی زراعت ہو عام ہے اور نیز معتبر اس قدر مدت ہے کہ کھیتی اس میں تیار ہو کر کاٹنے کے لائق ہو جائے یا اتنی مدت کہ کھیتی اس میں خراج سے دو چند قیمت پر پہنچ جائے چنانچہ ان سب میں اختلاف ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ مقدار مدت تین مہینہ ہے پس اگر تین مہینہ باقی ہوں تو مشتری پر خراج واجب ہوگا ورنہ بائع پر واجب ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر زمین میں دو فصلیں ربیع و خریف پیدا ہوتی ہوں اور ان دونوں میں سے ایک بائع کو ملی ہے اور دوسری مشتری کو سپرد کی گئی ہے:

اگر کسی نے زمین خراجی خریدی اور مشتری کو اتنا وقت نہ ملا کہ جس میں زراعت کر سکے اور سلطان نے سال تمام پر مشتری سے اس کا خراج لے لیا تو مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بائع سے اس کو واپس لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مالک نے کاشتکار سے اپنی زمین نکال لی حالانکہ اس کے قبضہ میں تھی اور وہ روکنے پر قادر نہیں ہے پھر سلطان نے سال تمام پر کاشتکار سے خراج لے لیا تو وہ مالک سے خراج مذکور کے مثل واپس لے گا اور ظاہر الروایۃ کے موافق واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ دجیز کردری میں ہے۔ اگر زمین میں دو فصلیں ربیع و خریف پیدا ہوتی ہوں اور ان دونوں میں سے ایک بائع کو ملی ہے اور دوسری مشتری کو سپرد کی گئی ہے یا بائع و مشتری دونوں میں سے ہر ایک اپنے واسطے ایک ایک پیداوار کو حاصل (ہر ایک کو اتنا وقت ملا ہے) کر سکتا ہے تو اس زمین کا خراج ان دونوں پر ہوگا ایسا صدر الاسلام نے شرح کتاب العشر والخراج میں ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زمین خراجی فروخت کی پھر مشتری نے ایک مہینہ کے بعد دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اسی طرح فروخت کی یہاں تک کہ سال گذر گیا اور زمین مذکور ان میں سے کسی کے ہاتھ میں تین ماہ نہیں رہی تو اس کا خراج کسی پر نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں صحیح حکم یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اگر اخیر مشتری کے قبضہ میں ہونے کی حالت میں تین ماہ باقی رہے ہوں تو زمین مذکور کا خراج اسی پر ہوگا کسی نے ایسی زمین فروخت کی جس میں کھیتی ہے جو ہنوز تیاری پر نہیں پہنچی ہے پس زمین کو مع اس کھیتی کے فروخت کیا تو بہرحال اس کا خراج مشتری پر ہوگا اور اگر کھیتی میں دانہ بستہ ہو کر کھیتی تیار ہو جانے کے بعد فروخت کی ہو تو فقیہ ابو اللیث نے ذکر فرمایا کہ یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ جب زمین فارغ یعنی کھیتی وغیرہ سے خالی فروخت کی اور اس کے ساتھ کٹے ہوئے گیہوں یعنی کٹی ہوئی کھیتی فروخت کی اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب خراج لینے والے آخر سال پر خراج لیتے ہوں اور اگر شروع سال میں خراج لے لیتے ہوں بطور تعجیل کے تو یہ محض ظلم ہے کہ نہ بائع پر واجب ہوتا ہے اور مشتری پر اور اگر کسی شخص کی زمین خراجی میں اس کا ایک قریہ ہے جس میں بیوت (کوٹھریاں و حویلیاں) و منازل میں جن کو وہ کرایہ پر چلاتا ہے یا نہیں چلاتا ہے تو اس قریہ کی بابت کچھ واجب نہ ہوگا۔

اگر کسی شخص کی ملک میں مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی مدار خط[1] ہو جس کو اس نے بستان بنایا یا اس میں

---

[1] وقت فتح کے امام نے اس کے واسطے خط کر دیا یعنی نشان کر کے دے دیا ہو ۱۲۔

درختان خرما لگائے اور اس کو اپنی منزل (جس میں رہتا ہے) سے خارج کر دیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ باقی زمین بھی تابع (جس میں رہتا ہے ۱۲ منہ) دار مذکور ہے اور اگر اس نے کل دار کو بستان بنایا پس اگر وہ اراضی عشری میں سے ہوتو اس پر عشر اور اگر اراضی خراجی کے تحت میں ہوتو اس پر خراج واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک شخص نے زمین خراجی خریدی اور اس میں مکان بنایا تو اس پر خراج واجب ہوگا اگرچہ اس میں زراعت کرنے پر قدرت نہیں باقی رہی یہ محیط میں ہے۔اگر سلطان نے خراج زمین کو مالک زمین کے واسطے کر کے بدون اس سے وصول کر کے اس کو دینے کے اسی پر چھوڑ دیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر جائز ہے بخلاف قول امام محمدؒ کے اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے بشرطیکہ مالک زمین خراج سے پانے کی اہلیت رکھتا ہو اور اسی جواز مذکور پر قاضیوں اور عالموں کے واسطے بھی اسی طرح جائز ہے اور جس پر خراج واجب ہوا اگر سلطان نے اس سے طلب نہ کیا تو مالک زمین پر واجب ہے کہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر بعد طلب کرنے کے بطور خود صدقہ کر دیا تو اس کے عہدہ سے بری و خارج نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عامل نے بدون علم سلطان کے کاشتکار پر خراج چھوڑ دیا تو حلال نہیں ہے اگرچہ کاشتکار مذکور کو خراج میں سے پانے کی اہلیت رکھتا ہو یہ وجیز کردری میں ہے۔امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر سلطان نے عشر کو مالک زمین کے واسطے کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر سلطان نے عشر کو مالک زمین پر چھوڑ دیا تو اس میں دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ غفلت سے چھوڑا بایں طور کہ بھول گیا تو ایسی صورت میں جس پر عشر واجب ہوا ہے اس پر واجب ہے کہ بقدر عشر کے فقیر پر صدقہ کر دے اور دوئم یہ کہ قصداً یا وجود اپنے علم کے چھوڑا اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں اوّل آنکہ جس پر عشر واجب ہوا ہے وہ غنی ہے تو ایسی صورت میں یہ مال اس کے واسطے سلطان کی طرف ہی جائز ہوگا اور سلطان اس کے برابر مال کو بیت المال خراجی سے نکال کر بطور تاوان کے بیت المال صدقہ میں داخل کرے گا اور دوئم آنکہ جس پر واجب ہوا ہے وہ فقیر ہو یعنی عشری جانب حاجت مند ہو تو اس پر اس کا چھوڑ دینا جائز ہے اور یہ اس پر صدقہ ہوگا پس جائز ہوگا جیسے کہ اگر اس سے لے کر پھر اس کو مصرف خراج کے طور پر دے دیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ جس کاشتکار نے ادنیٰ و اعلیٰ دو کاشتوں میں سے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف بلا عذر انتقال کیا تو اس پر اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا:

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی کی ملک میں زمین خراجی ہو اور اس نے اس زمین کو معطل رکھا تو اس پر خراج واجب ہوگا کذا فی المحیط اور یہ حکم اس وقت ہے کہ خراج موظف ہو اور اگر خراج مقاسمہ[1] ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس کاشتکار نے ادنیٰ و اعلیٰ دو کاشتوں میں سے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف بلا عذر انتقال کیا تو اس پر اعلیٰ کا خراج واجب ہوگا مثلاً کسی کے پاس زعفران کی کاشت کے لائق زمین ہے اس نے زعفران چھوڑ کر کوئی اناج بویا تو اس پر زعفران کا خراج واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کسی کے پاس چار دیواری دار باغ انگور ہو اور اس نے کاٹ کر صاف زمین کر کے اناج بویا تو اس پر باغ انگور مذکور کا خراج واجب ہوگا۔یہ مسئلہ ایسا ہے کہ خود جان لینا چاہیے اور فتویٰ نہ دینا چاہیے تاکہ حکام ظالم مالہائے رعیت پر طمع کا ہاتھ نہ پھیلائیں یہ کافی میں ہے۔جس پر خراج بندھا ہے اگر وہ مسلمان ہو گیا تو بدستور سابق اس سے خراج لیا جائے گا اور یہ روا ہے کہ مسلمان کسی ذمی سے خراجی زمین خریدے اور مشتری سے خراج لیا جائے یہ ہدایہ میں ہے۔ایک ہی زمین پر عشر و

---

[1] جس کو ہمارے عرف میں بٹائی بولتے ہیں خواہ وہ چوتھائی حصہ کے ساتھ یا نصف کے ساتھ یا اس سے کم و بیش ۱۲۔

خراج جمع نہ کیا جائے گا چاہے زمین عشریہ ہو یا خراجیہ ہو۔ اگر تجارت کے واسطے کوئی زمین عشری یا خراجی خریدی تو زمین مذکور کا عشر یا خراج واجب ہوگا اور زکوٰۃ تجارت لازم نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی ذمی کافر نے زمین عشری خریدی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس سے خراج لیا جائے گا یہ زاد میں ہے۔ اگر ایسی قوم جس پر خراج بندھا ہے اپنی اراضی کے آباد کرنے و پیداوار کرنے و حاصلات اٹھانے سے عاجز ہوئے اور ان کے پاس اس قدر نہیں ہے کہ اس سے خراج ادا کریں تو امام کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ان کی اراضی ان کے ہاتھ سے نکال کر دوسرے کی ملک میں دے دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

خراجی اراضی کو عضو معطل کی طرح بیکار چھوڑ رکھا تو؟

کتاب العشر و خراج میں فرمایا کہ اگر اراضی خراجیہ میں سے کسی زمین کا مالک اس کی کمائی سے عاجز ہوا اور اس کو معطل[1] چھوڑ دیا تو امام کو اختیار ہے کہ اس کے قبضہ سے نکال کر ایسے شخص کے قبضہ میں دے دے جو اس کی پرداخت کرے اور اس کا خراج ادا کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں صحیح حکم یہ ہے کہ پہلے اس زمین کو اجارہ پر دیئے اور اجرت سے بقدر خراج کے لے کر باقی کو مالک کے واسطے رکھ چھوڑے ایسا ہے امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر اجارہ پر لینے والا کوئی نہ ملے تو کسی کو تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ کی بٹائی پر جیسے حصہ بٹائی پر ایسی زمین دی جاتی ہو دے دے پھر مالک زمین کے حصہ میں سے بقدر خراج کے لے کر باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر بٹائی پر لینے والا بھی کوئی نہ ملے تو ایسے شخص کو دے دے جو اس کی پرداخت کرے اور اس کا خراج ادا کرے اور اس کے جواز کی وجہ دو باتوں میں سے ایک پر ہے یا تو یہ کہ جس کو دی ہے وہ زراعت کرنے و خراج ادا کرنے میں قائم مقام مالک کا ہے یا اس کے پاس مقدار خراج کے عوض اجارہ میں ہے کہ جو کچھ اس سے لیا گیا وہ امام کے حق میں خراج ہے اور جس نے دیا ہے اس کے حق میں مال اجارہ ہے یعنی اس نے گویا اجرت ادا کی ہے پھر فرمایا کہ اگر امام کو ایسا شخص بھی نہ ملا جو اس کو خراج پر لے تو امام اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے بقدر خراج کے نکال کر باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے اور بعض نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا ہے کہ امام اس اراضی کو فروخت کرے یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے چاہیے کہ اس کو فروخت نہ کرے اس واسطے کہ اس کے مال کو فروخت کر ڈالنے میں اس پر حجر یعنی منع از تصرف لازم آتا ہے حالانکہ امامؒ کے نزدیک مرد آزاد پر حجر روا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں یہ سب اماموں کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ امام اعظمؒ ایسے موقع پر آزاد کے حق میں بھی حجر روا رکھتے ہیں جس کا نفع عائد بجانب عام ہو۔

بعض کتابوں میں اس مسئلہ میں مذکور ہے کہ امام المسلمین دوات زراعت و بیل خرید کر کے کسی آدمی کو دیں دے تا کہ وہ اس سے زراعت کرے پھر جب حاصلات آئے تو اس میں سے جو کچھ خرچ پڑا ہے اور خراج لے کر باقی کو مالک زمین کے واسطے رکھ چھوڑے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امام المسلمین مالک زمین کو بیت المال سے اس قدر قرضہ دے کہ جس سے وہ بیل اور اودات کاشتکاری خریدے اور مضبوطی کر لے اور کوئی تحریر کرا لے تا کہ وہ زراعت کرے پھر جب حاصلات ظاہر ہو تو اس میں سے خراج لے لے اور جو کچھ قرض دیا ہے وہ مالک زمین پر ادھار ہوگا اور فرمایا کہ اگر بیت المال میں کچھ نہ ہو تو زمین مذکور ایسے شخص کو دے دے جو اس کی پرداخت کرے اور اس کا خراج ادا کیا کرے۔ پھر درصورتیکہ مالک زمین زراعت سے عاجز ہوا اور امام نے اراضی مذکورہ کے ساتھ ایسا فعل کیا جو ہم نے بیان کیا ہے پھر مالک زمین کو قدرت زراعت و کام کی قوت حاصل ہوگئی تو جس کے قبضہ میں ہے امام اس سے لے کر مالک زمین کو واپس کر دے گا سوائے ایک صورت بیع کے کہ اگر کسی کے ہاتھ فروخت کر دی ہو تو

---

[1] بیکار بے غور و پرداخت چھوڑ دیا ۱۲۔

اس سے واپس نہ لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اہل خراج اراضی چھوڑ کر بھاگ گئے تو حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت ذکر کی ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے اس اراضی کی پرداخت بیت المال سے کرے اور جو غلہ حاصل ہوگا وہ مسلمانوں کا ہوگا اور چاہے کہ لوگوں کو مقاطعہ پر دے دے اور جو ان سے لے گا وہ بیت المال کا ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اہل خراج مر گئے تو امام المسلمین ان کی اراضی زراعت پر دے دے اور چاہے اس اراضی کو اجارہ پر دے اور اس کی اجرت بیت المال میں داخل کرے اور اگر اہل خراج چھوڑ کر بھاگ گئے تو امام اس اراضی کو اجارہ پر دے اور اجرت میں سے بقدر خراج کے لے لے اور باقی کو مالکان اراضی کے واسطے رکھ چھوڑے پھر جب وہ لوگ واپس آئیں تو یہ باقیات ان کو دے دے اور جس سال وہ لوگ بھاگے ہیں جب تک وہ سال نہ گذر جائے تب تک اجارہ پر نہ دے گا یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر اہل ذمہ اپنی اراضی سے دوسرے ملک میں منتقل کیے گئے تو بعذر صحیح ہے اور بدوں عذر نہیں صحیح ہے اور عذر یہ ہے کہ ان لوگوں کو قوت وشوکت حاصل نہ ہو پس اہل حرب کی طرف سے ان پر خوف ہو یا ان کی طرف سے ہم پر خوف ہو بایں طور کہ مسلمانوں کے پوشیدہ حالات سے اہل حرب کو آگاہ کر دیں اور ان لوگوں کو ان کی اراضی کی قیمت ملے گی یا اس ملک سے جہاں منتقل کیے گئے ہیں ان کو اراضی کے مثل اراضی ملے گی اور ان پر اس اراضی کا جہاں منتقل کیے گئے ہیں خراج واجب[1] ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جہاں سے منتقل کیے گئے ہیں اس اراضی کا خراج ان پر واجب ہوگا مگر اوّل اصح ہے اور ان کی اراضی سابقہ خراجیہ ہوگی اور اگر کسی مسلمان نے اس میں توطن اختیار کی تو اس پر اس اراضی کا خراج واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ کسی گاؤں میں اراضی ہے جس کے مالکان مر گئے یا غائب ہو گئے اور اہل قریہ اس کے خراج ادا کرنے سے عاجز[2] ہوئے اور چاہا کہ اس کو سلطان کے سپرد کر دیں تو سلطان اس اراضی کے حق میں وہی کرے گا جو ہم نے بیان کیا ہے اور اگر سلطان نے چاہا کہ اس اراضی کو اپنی ذات کے واسطے لے لے تو اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے پھر اس سے خود خرید لے۔ ایک قوم نے ایک قطعہ زمین خریدا جس میں چار دیواری کے باغہائے انگور اور کھیت ہیں تو کل کا اخراج یکجائی مشترک ادا کریں اور اگر ان میں سے ایک نے باغہائے انگور اور دوسرے نے اراضی خریدی اور خراج کی تقسیم چاہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر باغہائے انگور کا خراج معلوم ہو اور نیز خراج اراضی معلوم ہو تو حکم وہی رہے گا جو قبل خرید کے تھا۔

اگر خراج اراضی کسی مسلمان پر متوالی دو سال کا چڑھ گیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس سے پورے گذشتہ ایام کا خراج لیا جائے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں:

اگر خراج باغ ہائے انگور معلوم نہ ہو اور تمام قطعہ مذکور کا خراج یکجائی ہو تو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ باغہائے انگور دراصل باغہائے انگور ہی تھے کہ سوائے باغ ان کو رہونے کے ان کا کچھ اور رہونا ثابت ومعلوم نہیں ہوتا ہے یعنی کوئی نہ نہیں کہتا ہے کہ دراصل اراضی تھی پھر باغ انگور ہو گئی بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ دراصل یہ باغہائے انگور ہی تھے اور اس اراضی کا بھی یہی حال ہے تو خراج باغہائے انگور اور خراج اراضی پر نظر کی جائے پس جب ان میں سے ہر ایک کا خراج معلوم ہو جائے تو پورے قطعہ زمین کا خراج ان دونوں پر تقسیم کر دیا جائے پس جس قدر ہر ایک کے پرتے میں پڑے وہی اس پر واجب ہوگا۔ کسی گاؤں کی اراضی کا خراج علی التفاوت ہے یکساں نہیں ہے پھر جس کی اراضی کا خراج زیادہ ہے اس نے درخواست دی کہ میری اراضی کا خراج اوروں کے برابر

---

[1] ان پر اسی اراضی کا خراج جہاں منتقل کئے گئے ہیں واجب ہوگا ۱۲۔ [2] اس میں کھیتی وغیرہ کر کے نفع لینے اور خراج دینے سے عاجز ہوئے ۱۲۔

کر دیا جائے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ خراج ابتداء میں برابر تھا یا علی التفاوت تھا تو جیسا قبل اس کے ہوتا رہا ہے اسی حال پر چھوڑا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی خراجی زمین کو مقبرہ یا بھاڑے کی کاروان سرائے یا فقیروں کا مسکن بنا دیا تو خراج ساقط ہو جائے گا۔ اگر خراج اراضی کسی مسلمان پر متوالی دو سال کا چڑھ گیا تو امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے نزدیک اس سے پورے گذشتہ ایام کا خراج لیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں بلکہ اسی سال کا لیا جائے گا جس میں وہ اب ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح سیر صغیر میں ذکر کیا ہے۔

صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ذکر کی ہیں اور صدر اسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے پورا گذشتہ کا خراج لے لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اس کی زمین پر پانی چڑھ آیا یعنی غرق ہو گئی یا اس سے پانی منقطع ہو گیا یعنی ٹوٹ گیا یا وہ زراعت کرنے سے باز رکھا گیا تو اس پر خراج واجب نہ ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ امام محمدؒ نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ اگر زمین خراجی ڈوب گئی پھر دوسرا سال شروع ہونے سے اس قدر مدت پہلے اس کا پانی خشک ہو گیا کہ اتنی مدت میں وہ دوبارہ زراعت کرنے پر قادر ہے مگر اس نے زراعت نہ کی تو اس پر خراج واجب ہوگا اور اگر دوسرا سال شروع ہونے سے پہلے اتنی مدت پانی خشک ہوا کہ اتنے دنوں میں زراعت کر لینے پر قادر نہیں ہوا تو اس پر خراج واجب نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت آسمانی ایسی پہنچی کہ اس سے احتراز ناممکن ہے مثل غرق و سوختگی و شدت پالا و اولا وغیرہ تو اس پر خراج واجب نہ ہوگا اور اگر غیر آسمانی آفت ایسی پہنچی کہ اس سے احتراز ممکن ہے جیسے کھا لینا بندروں یا درندوں یا چوپاؤں وغیرہ کا یا اس کے مثل کوئی آفت پہنچی تو خراج ساقط نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر کاٹنے سے پہلے کھیتی تلف ہو گئی تو خراج ساقط ہوگا اور اگر کاٹے جانے کے بعد تلف ہوئی تو ساقط نہ ہوگا یہ سراج وہاج میں ہے۔

جو زمین عشری ہے اگر اس کی کھیتی قبل کاٹے جانے کے تلف ہوئی تو عشر ساقط[1] ہوگا اور اگر بعد کاٹے جانے کے تلف ہوئی تو جو کچھ نصب مالک زمین تھا وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور جو کاشتکار کے حصہ رسدی پر حصہ عشر تھا وہ بذمہ مالک زمین باقی رہے گا۔ خراج مقاسمہ بھی بمنزلہ عشر کے ہے اس واسطے کہ اس میں بھی اسی پیداوار میں سے کچھ حصہ واجب ہوتا ہے عشر میں اور اس میں فقط یہی فرق ہے کہ دونوں کا مصرف جدا جدا ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ کل پیداوار تلف ہو گئی اور اگر اکثر حصہ تلف ہو گیا اور کچھ باقی رہ گیا تو باقی کو دیکھا جائے کہ اگر اتنا رہ گیا ہے کہ دو قفیز۔ دو درہم تک پہنچتا ہے تو ایک قفیز ایک درہم خراج واجب ہوگا اور بالکل ساقط نہ ہوگا اور اگر اس سے کم باقی رہا تو نصف حاصلات واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ صواب اس صورت میں یہ ہے کہ پہلے دیکھا جائے کہ اس شخص نے اس زمین میں کیا خرچ کیا ہے پھر حاصلات کو دیکھا جائے پھر پہلے اس حاصلات میں سے جو کچھ اس نے خرچ کیا ہے وہ اس کو محسوب دیا جائے پھر اگر کچھ باقی رہے تو اس میں اسی طور سے کیا جائے جیسے ہم نے بیان کیا ہے یہ سراج وہاج ومحیط میں ہے۔

کیا حاکم آسمانی آفات کی صورت میں نقصان میں حصہ دار ہوگا؟

حاصل پیداوار تلف ہو جانے سے خراج جب ہی ساقط ہو جاتا ہے کہ سال میں سے اتنی مدت نہ باقی رہی ہو کہ اس میں دوبارہ کھیتی کر لینے پر قادر ہوئے اور اگر ایسی مدت باقی رہی ہو تو خراج ساقط نہ ہوگا (یہ خراج موظف میں ہے) اور ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا اول تھا ہی نہیں اور ایسا ہی حکم کرم یعنی باغ انگور کا ہے کہ اگر اس کے پھل آسمانی آفت سے جاتے رہے پس اگر کچھ جاتے

[1] کیونکہ عشر اس کی پیداوار میں سے واجب ہے نہ مثل خراج موظف کے فعل ہذا خراج مقاسمہ بھی مثل عشر کے ہے ۱۲۔

رہے اور کچھ باقی رہے پس اگر باقی اتنے ہیں کہ بیس درہم تک پہنچ جاتے ہیں اس سے زیادہ ہیں تو اس پر دس درہم واجب ہوں گے اور اگر بیس درہم تک نہیں پہنچتے ہیں تو ماقی میں نصف مقدار واجب ہو گی اور یہی حکم رطاب کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اکاسرہ[1] یعنی شاہان کسریٰ جو مجوسی تھے ان کے افعال پسندیدہ میں سے ایک یہ بات تھی کہ جب کاشتکار کی کھیتی کو کوئی آفت آسمانی ان کے عہد میں پہنچتی تھی تو اس کا خرچ و بیج اپنے خزانہ سے اس کو تاوان دے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ کاشتکار نفع میں ہمارا شریک ہے پس نقصان میں ہم اس کے شریک کیوں کر نہ ہوں اور مسلمان سلطان اس خلق کے اختیار کرنے میں بدرجہ اولیٰ لائق ہے یہ دجیز کردری میں ہے اگر کسی نے خراجی زمین میں باغ انگور لگایا تو جب تک باغ انگور پھل نہ دیوئے تب تک اس پر زمین زراعت کا خراج واجب ہوگا اور اسی طرح اگر دیگر پھلدار درخت لگائے تو بھی درختان مذکورہ کے پھل دینے تک اس پر زمین زراعت کا خراج واجب ہوگا اور جب درختان انگور پورے ہو کر پھل لائے پس اگر انگوروں کی قیمت بیس درہم یا زیادہ تک پہنچی تو اس پر دس درہم واجب (جو کھیتی کا خراج ہے) ہوں گے اور اگر بیس درہم سے کم پہنچی ہو تو اس پر نصف پیداوار حاصلات واجب ہو گی اور اگر نصف حاصلات مذکور بقدر ایک قفیز (فی جریب دس درہم) ایک درہم کے بھی نہ پہنچی ہو تو ایک قفیز و ایک درہم سے کم نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ وہ زراعت کرنے پر قادر تھا۔

اگر کسی کے ملک میں ایسا قطعہ زمین ہے کہ وہ اجمہ[2] ہے حالانکہ اس میں کثرت سے شکار ہے تو اس پر خراج واجب نہیں ہے اور اگر کسی کی زمین میں نرکل کھڑا ہے یعنی میستان[3] ہے یا جھاؤ کا جنگل ہے یا درختان صنوبر یا بید مجنون یا دیگر اشجار ایسے لگے ہیں کہ پھل نہیں دیتے ہیں تو دیکھا جائے کہ اگر مالک زمین اس کو قطع کر کے اس کے مزروعہ کرنے پر قادر تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر خراج واجب ہوگا اور اگر اس کے درست کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس پر خراج بھی واجب نہ ہوگا اور اگر زمین خراجی میں ایسی زمین ہو کہ اس میں سے قلیل یا کثیر نمک نکلتا ہے تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے کہ اگر مالک زمین اس کے اصلاح کرنے اور مزروعہ کر دینے اور خراجی پانی نے پانی پہنچانے پر قادر تھا تو اس پر خراج واجب ہوگا اور اگر وہاں خراجی[4] پانی نہیں پہنچ سکتا تھا یا وہ پہاڑ پر واقع ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچ سکتا ہے تو خراج واجب نہ ہوگا۔ اگر زمین خراجی کے درمیان کوئی قطعہ زمین سبخہ[5] واقع ہے کہ مزارعت کے لائق نہیں یا اس کو پانی نہیں پہنچتا ہے پس اگر مالک زمین مذکور اس کی اصلاح کر سکتا تھا مگر نہ کی تو اس پر اس کا خراج واجب ہوگا اور اگر اصلاح نہیں کر سکتا تھا تو اس پر خراج بھی واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم واضح ہو کہ یہاں دو وقت ہیں ایک وقت وجوب خراج اور دوسرا وقت ادائے خراج واجبہ فافہم۔

امام اعظمؒ کے نزدیک وقت وجوب خراج کا اوّل سال ہے یعنی شروع سال مگر بدیں شرط کہ زمین نامیہ حقیقتاً یا اعتباراً اس کے قبضہ میں ایک سال باقی رہے یہ ذخیرہ کی کتاب العشر والخراج میں ہے اور والیٔ ملک کو چاہیے کہ خراج کے واسطے ایسے شایستہ آدمی کو مقرر کرے جو لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان سے خراج لینے میں انصاف و عدل کو پیش نظر رکھے اور ہر بار جب غلہ پیدا ہو تب ان سے بقدر اس کے خراج لے لے یہاں تک کہ آخر غلہ پر پورا خراج حاصل ہو جائے اور اس کلام سے مراد یہ ہے کہ بقدر غلہ کے خراج مقرر کرے چنانچہ اگر کسی زمین میں ربیع و خریف دو فصلیں پیدا ہوتی ہوں تو غلہ ربیع حاصل ہونے کے وقت شایستہ

---

[1] بعضوں نے کہا کہ لقب شاہان فارس کا ہے اور یہ اقرب ہے ۱۲۔ [2] تالاب ہے کہ اس میں نرکل وغیرہ کے درخت ہوتے ہیں ۱۲۔ [3] جھاڑی مختلف درختوں کی مثلاً جھاؤ و نرکل و بانس و دیگر درختان خودرو وغیرہ ۱۲۔ [4] اگر اصلاح پر قادر نہیں ہے تو بدرجہ اولیٰ واجب نہ ہوگا ۱۲۔ [5] شورہ زار جس کو ہندی میں اوسر بولتے ہیں کہ اس مقام پر کنکر و ریت ہوتا ہے اور کوئی چیز نہیں جمتی ہے ۱۲۔

متولے مذکور اندازو تخمینا سے یہ لحاظ کرے کہ اس زمین میں غلہ خریف کتنا پیدا ہوگا پس اگر اس کی خاطر میں جم جائے کہ مثل غلہ ربیع کے پیدا ہوگا تو خراج کے دو حصہ کر ڈالے پس غلہ ربیع میں سے نصف خراج لے لے اور باقی نصف خراج میں تاخیر کرے یہاں تک کہ غلہ خریف پیدا ہوئے پس نصف خراج اس میں سے لے لے۔ ایسا ہی بقول میں کرے کہ دیکھے کہ اگر یہ ایسی چیزوں میں سے ہے جو پانچ مرتبہ نوچی جاتی ہیں یعنی ایک مرتبہ نوچنے کے بعد پھر ہری ہو کر دوبارہ وسہ بارہ اسی طرح پانچ مرتبہ تک نوبت پہنچتی ہے تو خراج کے پانچ ٹکڑے کر کے ہر مرتبہ سے پانچواں حصہ خراج لے لے اور اگر ایسی نباتات سے ہو کہ چار مرتبہ نوچی جاتی ہیں تو ہر مرتبہ سے چہارم خراج وصول کر لے اور اسی قیاس پر سمجھ لینا چاہیے یہ محیط میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نوادر میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے خوشی سے اپنی زمین کا خراج سال یا دو سال کا پیشگی بطور تعجیل ادا کر دیا تو یہ جائز ہے:

جس پر خراج یا عشر واجب ہو گیا ہے اگر وہ مر گیا تو یہ اس کے ترکہ سے وصول کر لیا جائے گا اور اختلاف بلاد کے موافق غلہ کی پختگی کا وقت بھی مختلف ہے پس پیداوار غلہ کی ادراک کے وقت خراج لیا جائے گا اور مالک اراضی کو حلال نہیں ہے کہ جب تک خراج ادا نہیں کیا ہے تب اس پیداوار میں سے کھائے ہاں بعد ادائے کرنے کے کھانا حلال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نیز جس میں سے عشر دینا چاہیے ہے اس میں سے بھی کھانا حلال نہیں ہے یہاں تک کہ عشر ادا کرے اور اگر کھا جائے گا تو ضامن ہوگا اور سلطان کو اختیار ہے کہ زمین خراجی کی پیداوار روک رکھے یہاں تک کہ خراج وصول کر لے یہ ظہیریہ میں ہے اور امام محمدؒ نے اپنی نوادر میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے خوشی سے اپنی زمین کا خراج سال یا دو سال کا پیشگی بطور تعجیل ادا کر[1] دیا تو یہ جائز ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی زمین کا خراج پیشگی دیا پھر اسی سال زمین غرق ہو گئی تو فرمایا کہ جو کچھ خراج اس نے ادا کیا ہے وہ اس کو واپس کر دیا جائے پھر اگر اس کے قبضہ میں نہ دیا گیا اور اس نے دوسرے سال اس میں زراعت کی تو اس سال کے خراج میں محسوب کر دیا جائے گا۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کا دو سال کا خراج ادا کر دیا یعنی پیشگی پھر اس زمین پر پانی چڑھ آیا اور غرق آب[2] ہو کر دجلہ ہو گئی تو فرمایا کہ جو کچھ امام نے وصول کیا ہے وہ اس کو واپس کر دے بشرطیکہ بعینہ موجود ہو اور اگر امام نے اس خراج کو دے دیا ہو یعنی مجاہدین کے صرف میں لایا ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

باب : ⑧

جزیہ کے بیان میں

جزیہ اس مال کا نام ہے جو اہل ذمہ سے لیا جاتا ہے کذا فی الھدایہ اور جزیہ فقط اسی ذمی پر واجب ہوتا ہے کہ مرد بالغ ہو لیاقت قتال رکھتا ہو عاقل ہو محترف ہو اگر چہ اپنے حرفہ کو اچھی طرح نہ جانتا ہو یہ سراجیہ میں ہے اور جزیہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ کہ صلح و تراضی سے ان پر مقرر کیا گیا ہو پس اس کی مقدار وہی رہے گی جس پر باہم اتفاق ہوا ہے اسی حساب سے ہر ایک پر مقرر ہوگا یہ کافی میں ہے پس اس مقدار سے زیادہ نہ کیا جائے گا اور کم بھی نہ کیا جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے۔ دوم جزیہ وہ کہ جب امام المسلمین

---

[1] خواہ مخواہ لے لینا حرام ہے ۱۲۔ [2] نسخہ مطبوعہ میں دجلہ اول مہملہ جیم کے ساتھ ہے پس اس بنا پر اس کے دیار کی جانب یہ حکم راجع ہوگا اور صورت مسئلہ اس زمین کے واسطے ہوگی جو دجلہ کے دونوں کنارے پر واقع ہے اور ظاہر نزدیک مترجم کے دخل بواو وحاء مہملہ ہے فافہم ۱۲۔

کافروں پر غالب ہوا اور احسان کر کے ان کو ان کی املاک پر باقی رکھ کر ان پر از سر نو جزیہ اپنی رائے سے مقرر کیا کذافی الکافی۔ پس یہ جزیہ مقدر بقدر معلوم ہے خواہ چاہیں یا انکار کریں راضی ہوں یا ناراض ہوں پس تو نگر پر ہر سال میں وزن سبعہ کے اڑتالیس درہم مقرر کیے جائیں گے چنانچہ ماہواری چار درہم وصول کرے گا اور جو شخص متوسط الحال ہے اس پر سالانہ چوبیس درہم یعنی ماہواری دو درہم ہوں گے اور جو شخص فقیر معتمل ہے اس پر سالانہ بارہ درہم یعنی ماہواری ایک درہم مقرر ہوگا کہ **کذافی فتح القدیر والھدایہ والکافی۔**

معتمل سے کیا مراد ہے؟

معتمل کے معنی میں گفتگو ہے اور اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ معتمل وہ ہے کہ جو کام کرنے پر قادر ہو اگرچہ اپنا حرفہ اچھی طرح نہ جانتا ہو۔ علماء نے تو انگر اور متوسط الحال اور فقر ان تینوں کی شناخت میں گفتگو کی ہے چنانچہ شیخ امام ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ ہر بلاد میں وہاں کا عرف معتبر ہوگا پس جس بلاد والے اپنے شہر میں جس کو تو انگر شمار کرتے ہوں یا متوسط یا فقیر شمار کرتے ہوں وہ ایسا ہی ہوگا اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے اور امام کرخیؒ نے فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو دو سو درہم یا کم کا مالک ہو اور متوسط وہ ہے جو دو سو درہم سے زائد دس ہزار درہم تک کا مالک ہو اور تو نگر وہ ہے جو دس ہزار درہم سے زائد کا مالک ہو اور شیخ رضی اللہ عنہ (قاضی حسن بن منصورؒ) نے فرمایا کہ اعتماد اس باب میں کرخیؒ کے قول پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ معتمل میں یہ ضروری ہے کہ وہ تندرست ہو اور سال میں زیادہ مدت اس کی تندرستی ہونا کافی ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ ایضاح میں مذکور ہے کہ اگر ذمی تمام سال بیمار رہا اور اس نے کام کرنے پر قدرت نہ پائی حالانکہ وہ خوشحال ہے تو اس پر جزیہ واجب نہ ہوگا اور اسی طرح اگر نصف سال یا زیادہ بیمار رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر باوجود قدرت و تندرستی کے اس نے کام کرنا چھوڑا تو وہ معتمل کے حکم میں ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ جزیہ ہمارے نزدیک ابتدائے سال سے واجب ہوتا ہے اور جزیہ اہل کتاب پر ہے خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور مجوس و بت پرستان عجم پر ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر یہ جزیہ لینے کا وقت سال کا آخر زمانہ ہے قبل اس کے کہ دوسرا سال شروع ہو جائے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ہر دو مہینہ پر قسط کر کے لیا جائے گا اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ماہواری یعنی ہر ہر مہینہ لیا جائے گا اور اصح وہی قول اوّل ہے یہ مبسوط میں ہے۔

یہودیوں میں سامری داخل ہیں اور نصاریٰ میں فرنگ وارمنی داخل ہیں۔ اگر لشکر اسلام نے اہل کتاب و مجوس و بت پرستون پر جو عجم کے ہوں غلبہ پایا قبل اس کے کہ ان پر جزیہ مقرر کیا جائے یعنی بغیر صلح کے تو وہ لوگ اور ان کی عورتیں و بچے سب فئی[1] ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔ رہے صابی لوگ سو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ان سے جزیہ لیا جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نہیں لیا جائے گا اور رہے مبیضہ سو مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائے کہ اگر وہ جدید پیدا ہوئے ہیں تو وہ لوگ مرتد ہیں کہ ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا بلکہ وہ لوگ قتل کیے جائیں گے اور اگر وہ لوگ پرانے ہوں یعنی قدیمی یہ فرقہ چلا آتا ہو تو ان سے جزیہ لیا جائے گا اور رہے زندیق لوگ سو ان سے جزیہ لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عرب کے بت پرستوں پر جزیہ باندھا جائے گا اور نہ مرتد لوگوں پر جزیہ ہوگا بلکہ اسلام لائیں یا قتل کیے جائیں اور اگر ان لوگوں پر غلبہ حاصل ہوا تو ان کی عورتیں و بچے فئی ہوں گے اور ان کے مردوں میں سے جو شخص مسلمان نہ ہوا وہ قتل کیا جائے اور واضح ہو کہ عورت و بچہ و اندھے پر جزیہ نہیں ہے اور نیز مفلوج اور بڈھے پھوس اور فقیر غیر معتمل[2] پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ یہ ہدایہ میں ہے اور نیز مجنون اور اپاہج پر بھی جزیہ نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے

---

[1] مال غنیمت میں سے شمار ہوں گے اور اس کے اہل کو تقسیم کیے جائیں گے ۱۲۔ [2] غیر معتمل وہ شخص جو اپنے حرفہ کے ذریعہ سے کما نہیں سکتا ہے ۱۲۔

اور معتوہ سے بھی نہ لیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور جن لوگوں کے ہاتھ و پاؤں کٹے ہوئے ہوں ان پر جزیہ واجب نہیں ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور مملوک و مکاتب و مدبر و ام ولد پر جزیہ نہیں باندھا جائے گا نہ ان کے مولیٰ اور ان کی طرف سے ادا کریں گے اور ایسے راہبوں پر بھی نہیں باندھا جائے گا جو لوگوں سے الگ ہیں مخالطت نہیں کرتے ہیں یہ ہدایہ میں ہے اور ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ نصاریٰ بخران پر ان کے رؤس و اراضی پر سالانہ ہزار حلہ کہ ہر حلہ پچاس درہم کا ہوئے باندھا جائے گا جس میں سے ہزار حلہ ماہ صفر میں اور ہزار حلہ ماہ رجب میں واجب ہوں گے اور یہ ان کے رؤس یعنی ہر ہر نفر پر اور ان کی اراضی پر تقسیم کیا جائے گا پس جو کچھ ان کے رؤس کے مقابلہ میں آئے وہ جزیہ ہوگا اور جو ان کی اراضی پر پڑے وہ خراج ہوگا اور یہ ولوالجی نے فرمایا ہے یہی صحیح ہے بسبب اس کے کہ حدیث کے موافق ہے مگر اس کی اتنی بات کہ ہر حلہ پچاس درہم کا ہو اور امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں فرمایا کہ یہ حلہائے بیان کردہ شدہ دو ہزار حلہ میں جو ان کی اراضی اور ان کے رؤس پر باندھے جائیں گے اور ان کے مردوں کی تعداد ہر ہر نفر پر جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں اور بخران کی ہر ہر زمین پر تقسیم کیے جائیں گے اگرچہ بعض نے اپنی زمین پوری یا تھوڑی کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دی ہو یا کسی ذمی یا تغلبی[1] کے ہاتھ فروخت کر دی ہو اور اراضی کے خراج مذکور میں عورت و بچہ سب کی اراضی مثل مردوں کی اراضی کے ہیں مگر جزیہ رؤس سو وہ مردوں پر ہے عورتوں و بچوں پر نہیں ہے۔ یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر نصرانی کماتا ہوئے مگر اس کے خرچ سے نہیں بچتا ہے تو اس سے جزیہ راس نہ لیا جائے گا:

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں حلہ کو بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ ہر حلہ ایک اوقیہ ہے یعنی اس کی قیمت اس قدر ہے قلت و اوقیہ چالیس درہم وزن کا ہوتا ہے اور شائد اس پر پچاس درہم چڑھتے ہوں بس قول ولوالجی اس کے موافق ہوگا لیکن نہر الفائق میں نقلاً از فتح القدیر اس پر اعتراض کیا کہ بس قول والوالجی کے ہر حاپہ پچاس درہم ہو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اوقیہ چالیس درہم ہے انتھی و قد اشرت الی الجواب فافھم اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان کے سب مرد مر گئے یا مسلمان ہو گئے تو دو ہزار حلہ میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور یہ سب مقدار یعنی دو ہزار درہم ان کی اراضی سے وصول کیا جائے گا یہ حاوی قدسی میں ہے اور جو مرد ان میں سے مسلمان ہو گیا اس کے راس کا جزیہ ساقط ہو جائے گا اور وہ مقدار ان لوگوں پر ڈالی جائے گی جو مسلمان نہیں ہوئے ہیں۔ نجرانی کا آزاد کیا ہوا غلام جس کو مولیٰ کہتے ہیں وہ مثل ذمی کے غلام آزاد کیے ہوئے کے ہے کہ اس پر اس کی ذات کا جزیہ باندھا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے نقل ہے اور واضح ہو کہ حلہ کہتے ہیں تہ بند و چادر کو اور یہی اور جب تک دو کپڑے نہ ہوں تب تک حلہ نہ کہلایا گا یہ کفایہ میں ہے اور حجت میں لکھا ہے کہ اگر نصرانی کماتا ہوئے مگر اس کے خرچ سے نہیں بچتا ہے تو اس سے جزیہ راس نہ لیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر مسلمان کا آزاد کیا ہوا غلام مرد نصرانی ہو تو اس پر جزیہ باندھا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

قریشی نے اگر کافر غلام آزاد کر دیا تو اس سے جزیہ لیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمیوں میں سے کوئی لڑکا شروع سال میں قبل اس کے کہ ان لوگوں پر جزیہ باندھا جائے محتلم ہوا یعنی اس کو احتلام ہوا جو علامات بلوغ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تونگر ہے تو اس پر جزیہ باندھا جائے گا اور اس سے اس سال کا جزیہ لے لیا جائے گا اور اگر ان لوگوں یعنی ذمی مردوں پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ محتلم ہوا ہے تو اُس پر جزیہ نہ باندھا جائے گا یہاں تک کہ یہ سال گزر جائے اور اگر شروع سال میں کوئی غلام آزاد کیا گیا

---

[1] تغلبی قوم ہے مشرکان عرب سے جس پر دو چند جزیہ صلح میں قرار پایا ہے ۱۲۔

حالانکہ اس کے پاس مال اس کی ملک ہے پس اگر ان لوگوں پر جزیہ باندھے جانے سے پہلے آزاد کیا گیا تو اس پر بھی جزیہ باندھا جائے گا اور اس سال کا جزیہ اس سے لیا جائے گا اور اگر مردوں پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ آزاد کیا گیا تو اس پر جزیہ باندھا جائے گا یہاں تک کہ سال گزر جائے اور اگر حربی قبل اس کے کہ ذمی مردوں پر جزیہ باندھا جائے ذمی ہو گیا تو اس پر جزیہ باندھا جائے گا اور اس سال کا جزیہ اس سے لیا جائے گا اور اگر ذمی مردوں پر جزیہ باندھے جانے کے بعد وہ ذمی ہوا تو اس پر جزیہ نہ باندھا جائے گا یہاں تک کہ یہ سال گزر جائے اور جو شخص کسی ایسے مرض وغیرہ میں گرفتار ہے کہ قابل جزیہ کے نہیں ہے اگر اس کو افاقہ ہو گیا تو جب تک یہ سال نہ گزر جائے اس پر جزیہ نہ باندھا جائے گا خواہ ذمی مردوں پر جزیہ باندھے جانے سے پہلے اس کو افاقہ ہو گیا ہو یا اس کے بعد ہوا ہوئے اور خواہ وہ بعد وضع جزیہ[1] کے غنی ہو گیا یا اس سے غنی ہو گیا اور جس پر جزیہ واجب الادا ہے اگر وہ مر گیا یا مسلمان ہو گیا حالانکہ اس پر گزشتہ کا جزیہ باقی ہے تو ہمارے نزدیک یہ باقی اس سے نہ لے جائے گی اور اسی طرح اگر وہ اندھا ہو گیا یا لنجا یا لولا یا بڈھا پھوس ہو گیا کہ کسی کام کرنے پر قادر نہیں ہے یا فقیر ہو گیا کہ اس کو کچھ دسترس نہیں ہے حالانکہ اس پر پچھلا جزیہ لفس باقی ہے تو یہ باقی ساقط ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ذمی سال میں کچھ دنوں غنی رہا اور کچھ دنوں فقیر رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر زیادہ دنوں غنی رہا ہو تو اس سے تو انگروں کا جزیہ لیا جائے گا (جو تونگروں سے لیا جاتا ہے) اور اگر اس کے برعکس ہو تو فقیروں کا جزیہ لیا جائے گا اور اگر آدھے سال تو نگر اور آدھے سال فقیر رہا تو اس سے متوسط حال والوں کا جزیہ لیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر امام کے جزیہ مقرر کرنے سے پہلے مریض چنگا ہو گیا تو اس پر جزیہ باندھا جائے گا اور جزیہ باندھنے کے بعد اگر وہ چنگا ہوا تو اس پر جزیہ اس سال کا نہ باندھا جائے گا اور جزیہ کا پیشگی دو سال یا زیادہ کے واسطے ادا کرنا جائز ہے اور اگر ذمی نے دو سال کے واسطے پیشگی جزیہ ادا کیا پھر اسلام لایا تو ان میں سے ایک سال کا خراج واپس کر دیا جائے گا مگر سال اوّل کا خراج واپس نہ کیا جائے گا جبکہ یہ سال شروع ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہوا یا مر گیا ہو یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہ مسئلہ اس امام کے قول پر ہے جو شروع سال سے جزیہ واجب ہونے کے فرماتا ہے اور جامع صغیر میں اسی پر تخصیص کر دی ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر پے در پے چند سال ذمی پر چڑھ گئے اور اس سے جزیہ نہ لیا گیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا تو ہمارے نزدیک اس سے جزیہ کا مطالبہ نہ کیا جائے گا اور اگر ذمی مذکور مسلمان نہ ہوا بلکہ اپنے کفر پر جمار ہا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس سے گذشتہ سالوں کے جزیہ کا مطالبہ نہ کیا جائے گا اور نیز اس سال کے جزیہ کا جس میں وہ ہے مطالبہ نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ یہ سال پورا ہوئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر ذمی بحرانی و نبطی کے درمیان ایک باندی ہے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا پس دونوں نے ساتھ ہی اس کے نسب کا دعویٰ کیا پھر وہ بچہ بڑا یعنی بالغ ہوا تو اس پر نصف خراج بحرانیوں کا سا اور نصف خراج نبطیوں کا سا ہو گا یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر بحرانی و تغلبی کے درمیان مشترک باندی سے لڑکا پیدا ہوا اور دونوں نے ساتھ ہی اس کے نسب کا دعویٰ کیا پھر اس کے ہر دو باپ مر گئے اور یہ لڑکا بالغ ہوا تو سیر میں مذکور ہے کہ اگر پہلے تغلبی مرا تو اس سے اہل بحران کا جزیہ لیا جائے گا اور اگر پہلے بحرانی مر گیا تو اس سے بنی تغلب کا جزیہ لیا جائے گا اور اگر دونوں ساتھ ہی مر گئے تو نصف تغلبیوں کا سا اور نصف بحرانیوں کا سا لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ذمی نے مال جزیہ اپنے غلام یا نائب کے ہاتھ بھیجا تو یہ قدرت اس کو نہ دی جائے گی چنانچہ سب روایات میں سے اصح روایت بھی ہے بلکہ اس کو تاکید کی جائے گی کہ جزیہ کو خود حاضر کرے اور کھڑا ہو کر ادا کرے اور اس

---

[1] وضع جزیہ یعنی جزیہ مقرر کرنا ۱۲۔

سے وصول کرنے والا بیٹھا ہوگا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی سبلت کو پکڑ کر خوب جنبش دے گا اور کہے گا کہ اے ذمی لا اپنا جزیہ دے یہ تبیین میں ہے اور ادا کرنے والے کا ہاتھ نیچے رہے گا اور لینے والا کا ہاتھ اوپر ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے اراضی و جماجم[1] کو جمع کر کے دونوں کا خراج یکجائی درہموں یا دیناروں یا کیلی یا وزنی یا کپڑوں سے مقرر کرے اور چاہے ہر ایک کو الگ الگ کر دے یعنی ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ خراج مقرر کرے پس اگر امام نے جمع کر کے ایک ہی خراج مقرر کیا تو بقدر حال جماجم و ان کی تعداد کے و بقدر اراضی کے دونوں پر یہ جزیہ مجموعی عدل و انصاف سے تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر جماجم کے حصہ میں پڑے وہ جزیہ ہے کہ روس ذمیوں پر بترتیب مذکورہ بالا مقرر ہوگا اور جس قدر اراضی کے حصہ میں پڑے وہ خراج ہوگا کہ ہر اراضی پر بقدر اس کی پیداوار کے بترتیب مذکورہ بالا مقرر کیا جائے گا پھر اگر جماجم میں سے بسبب موت یا اسلام لانے کے تعداد کم ہوگئی تو جماجم کے حصہ میں سے اسی قدر حصہ گھٹا کر اراضی پر منتقل کیا جائے گا بشرطیکہ اراضی ان کو برداشت کر سکے اور اس طرح اگر کل جماجم ہلاک ہو گئے تو ان کا حصہ منتقل کر کے اراضی پر بڑھا دیا جائے گا بشرطیکہ اراضی برداشت کر سکے اور اگر اراضی برداشت نہ کر سکے تو یہ مقدار مذکورہ تمام مجموعی خراج سے طرح[2] دی جائے گی۔

اگر جماجم اس کے بعد کثرت سے ہو گئے تو جماجم کا حصہ ان کی طرف رد کر دیا جائے گا اور اگر اراضی کی پیداوار میں کمی ہو گئی تو بقدر نقصان کے اس میں سے حصہ کم کر کے جماجم پر ڈالا جائے گا بشرطیکہ جماجم اس کو برداشت کر سکیں پھر اگر اس کے بعد اراضی اپنے حال کمال پر ہو گئی تو حصہ مذکورہ پھر اراضی پر رد کر دیا جائے گا اور اگر اس حصہ کو جماجم نہیں برداشت کر سکتے ہیں تو ساقط ہو جائے گا لیکن جب پھر اس اراضی دینی طاقت پر آ جائے اور برداشت کر سکے تو پھر پورا کر دیا جائے گا اور اگر اراضی تمام تلف ہو گئیں بایں طور کہ غرق ہو گئیں یا نمناک ہو گئیں یعنی ان میں سے پانی چھوٹنے لگا اور وہ ایسی تر مٹی ہو گئی کہ قابل زراعت نہیں ہے اور جماجم باقی رہے تو حصہ اراضی بجانب جماجم منتقل نہ کیا جائے گا اور اگر امام نے علیحدہ علیحدہ جماجم و اراضی کا خراج مقرر کیا پس جماجم پر کسی قدر حصہ معلومہ مقرر کیا اور اراضی پر بھی کسی قدر حصہ معلومہ بیان کیا تو کمی وغیرہ کی صورت میں یہ نہ ہوگا کہ ہر دو میں سے کوئی دوسرے کا حصہ برداشت کرے بلکہ وہ حصہ جو سر دست نہیں اٹھا سکتا ہے اس قدر سے جو اس پر مقرر کی گئی ہے طرح دے دیا جائے گا یہاں تک کہ پھر اس کی ایسی حالت ہو جائے کہ جو طرح دیا گیا ہے اس کو برداشت کرے پس پھر اس پر عائد کیا جائے گا اور اگر امام نے ان لوگوں سے اس طور پر صلح کی کہ ان کی اراضی سے کل مال لے لے گا اور جماجم سے کل لے لے گا اور اراضی سے کچھ نہ لے گا تو یہ صحیح نہیں ہے بلکہ کل مال جماجم و اراضی پر ترتیب مذکورۂ سابق تقسیم کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔

اگر کسی ملک کے لوگ جن سے امام نے کسی قدر مال معلوم پر صلح کی ہے کہ جس کو وہ اپنے جماجم و اراضی سے ادا کریں گے سب مسلمان ہو گئے تو ان کا خراج روس ساقط ہو جائے گا اور خراج اراضی ساقط نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے واللہ اعلم۔

فصل :

اگر ذمیوں نے جدید بیعوں[3] یا کنیسوں کا بنانا چاہا یا مجوس نے آتش خانہ بنانا چاہا

اگر انہوں نے مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر یا فنائے شہر میں اس کا بنانا چاہا تو بالاتفاق سب کے نزدیک منع کیے

---

[1] جماجم جمع جمجمہ بمعنی کاسہ سر و مراد یہاں روس کفار ہیں یعنی ہر ہر نفر کفار و ہر ہر عدد ۱۲۔ [2] اس طرح بمعنی اگرانا اور یہاں مراد کم کر دینے سے ہے یعنی اسی قدر کم کر دی جائے گی ۱۲۔ [3] بیعہ و کنیسہ عبادت خانہ یہود و نصاریٰ جس کو ہمارے عرف میں گرجا بولتے ہیں اور بیعہ اہل کتاب کے درویشوں کے خانقاہ کو بولتے ہیں ۱۲۔

جائیں گے اور اگر انہوں نے سواد اور دیہات میں اس کا بنانا چاہا تو اس میں روایات مختلف ہیں اور روایتوں کے خلاف کی وجہ سے مشائخ نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے چنانچہ مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اس سے بھی منع کیے جائیں گے مگر ایسے گاؤں میں جہاں کے اکثر رہنے والے ذمی ہوں منع نہ کیے جائیں اور مشائخ بخارا نے جس میں سے امام ابو بکر محمد ابن الفضل بھی ہیں فرمایا کہ منع نہ کیے جائیں گے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ وہ لوگ سواد شہر میں بھی بنانے سے منع کیے جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زمین عرب میں شہروں و دیہاتوں سب جگہ اس سے منع کیے جائیں گے یہ ہدایہ میں ہے۔

جیسے جدید بیعہ و کنیسہ کا بنانا نہیں روا ہے ایسے ہی جدید صومعہ کا بنانا بھی نہیں روا ہے کہ جس میں یہاں تک کہ ایک شخص ان میں سے اپنے طریقہ پر عبادت کرے بخلاف اس کے اگر کسی نے اپنے گھر میں کوئی جگہ نماز کے واسطے بنائی کہ اس میں نماز پڑھے تو اس سے منع نہ کیا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سواد شہر و دیہات میں جو بیعے و کنائس قدیمی بنے ہوئے ہوں وہ نہ ڈھائے جائیں گے اور رہا شہروں میں سو امام محمدؒ نے اجارات میں ذکر کیا ہے کہ شہر میں جو ہوں وہ نہ ڈھائے جائیں گے اور کتاب العشر والخراج میں ذکر کیا کہ مسلمانوں کے شہروں میں جو ہوں وہ ڈھائے جائیں گے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح اجارات کی روایت ہے کہ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ان کی بیعوں میں سے یا کنیسوں میں سے کوئی بیعہ یا کنیسہ قدیمی منہدم ہو گیا تو ان کو اختیار ہو گا کہ اسی مقام پر جیسا تھا ویسا ہے بنالیں اور اگر انہوں نے کہا کہ ہم اس کو یہاں سے تحویل کر کے دوسری جگہ بنا دیں گے تو ان کو یہ اختیار نہ ہو گا بلکہ اسی مقام پر اس قدر عمارت کا جیسا پہلے تھا بنا سکتے ہیں اور پہلی عمارت سے زیادہ کرنے سے منع کیے جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

واضح رہے کہ قدیمی سے یہ مراد ہے کہ جب امام اسلام نے ان کے شہر کو فتح کیا یا ان سے مصالحہ کر لیا کہ جزیہ دیا کریں اور تابع اسلام ہو کر اپنے دین پر اپنے ملک پر قائم رہیں اس سے پہلے کا بنا ہوا ہو اور یہ شرط نہیں ہے کہ لامحالا وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ کے زمانہ میں موجود ہو یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر ان کا کوئی کنیسہ کسی گاؤں میں ہو پھر اس کنیسہ والوں نے اس میں بہت عمارت بنالی پھر یہ گاؤں بھی منجملہ امصار[1] کے ہو گیا تو بنا بر روایت کتاب العشر کے ان کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو گرا دیں اور بنا بر عامہ روایات کے ان کو یہ حکم نہ کیا جائے گا اور اس طرح اگر ان کا کوئی کنیسہ کسی شہر سے قریب ہو پھر انہوں نے اس کے گرد عمارات بنانی شروع کیں اور یہاں تک بڑھیں کہ یہ موضع اس شہر سے متصل ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا شہر کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے تو بھی ان کو اس کنیسہ کے ڈھادینے کا حکم کیا جائے گا اور صحیح وہی حکم ہے جو عامہ[2] روایات میں مذکور ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر اہل حرب کی کسی قوم نے درخواست صلح اس شرط پر کی کہ ہم لوگ مسلمانوں کے اہل ذمہ اس شرط سے ہوتے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے ہمارے ملک میں کوئی شہر اپنے واسطے بنایا یا اختیار کیا تو ہم کو اس میں جدید بیعہ یا کنیسہ بنانے سے اور علانیہ شراب و سور فروخت کرنے سے منع نہ کریں تو مسلمانوں کو اس شرط پر ان سے مصالحہ نہ کرنا چاہیے اور اگر اس شرط پر ان سے صلح کر لی تو ان کو اس صلح کے توڑنے کا اختیار ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

کنائس، بیعے و آتش خانہ جو کہ اس مقام کے شہر اسلام ہو جانے سے پہلے کے تھے وہ اسی حال پر چھوڑ

---

[1] خواہ شہر یا مضاف شہر یعنی اس کا اطراف ۱۲۔ [2] یعنی منہدم کرنے کا حکم کیا جائے گا ۱۲۔

دیئے جائیں گے جس طرح شہرِ اسلام ہو جانے سے پہلے اہلِ ذمہ وہاں کیا کرتے تھے:

اگر کسی قوم اہل حرب نے مسلمانوں سے صلح کی بدین شرط کہ ہم اپنے جانوں واراضی سے مسلمانوں کے اہل ذمہ بدین شرط ہوتے ہیں کہ ہم سے مسلمان لوگ یہ شرط کرلیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے گھروں وگاؤں وقصبوں وشہروں میں مقاسمہ کریں حالانکہ اس میں کنیسے وبیعے وآتش خانہ ہیں اوران میں شراب وسور علانیہ فروخت کی جاتی ہے اور علانیہ ماؤں وبیٹیوں وبہنوں سے نکاح کیا جاتا ہے اور مجوس کا ذبیحہ ومردار علانیہ فروخت کیا جاتا ہے تو ایسی صلح میں جو چھوٹا یا بڑا شہر کہ وہ مسلمانوں کا شہر ہو جائے گا کہ اس میں نماز جمعہ قائم کی جائے گی اور حدود شرعی جاری کیے جائیں گے تو ایسے شہروں میں ان آدمیوں کوان سب امور کے اظہار سے ممانعت کی جائے گی اوران کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس میں کوئی جدید بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ بنائیں جو قبل صلح کے نہ تھا اوراس میں علانیہ شراب نہ بیچنے پائیں گے اور نہ سوراور نہ مرداراور نہ مجوسیوں کا ذبح کیا ہوا جانور۔ نیز یہ بھی اختیار نہ ہوگا کہ اس میں علانیہ ماؤں ودیگر محارم عورتوں کے ساتھ نکاح ظاہر کریں اوران کے لیے کچھ بھی روانہ ہوگا الاخصلت واحدہ۔ کنائس وبیعے وآتشخانہ جو کہ اس مقام کے شہر اسلام ہو جانے سے پہلے کے تھے وہ اسی حال پر چھوڑ دیے جائیں گے جس طرح شہر اسلام ہو جانے سے پہلے اہل ذمہ وہاں کیا کرتے تھے لیکن یہ لوگ اپنی صلیبین اپنے کنائس سے باہر نہ نکالیں گے۔ اگر ان کے ایسے کنیسوں میں سے کوئی کنیسہ منہدم ہو گیا تو اس کو ویسا ہی بنالیں گے جیسا وہ پہلے تھا اور اگر انہوں نے کہا کہ ہم اس کو یہاں سے تحویل کر کے شہر میں دوسرے مقام پر بنائیں گے تو ان کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر امام کسی قوم اہل حرب پر غالب آیا پھر اس کو مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ذمی بنا کر ان پر اور ان کی اراضی پر خرچ باندھے اور اس ملک کو غانمین کے درمیان تقسیم نہ کرے جیسے حضرت عمرؓ نے سودا کوفہ والوں کے ساتھ کیا تھا تو یہ جائز ہے پس جب ایسا کیا تو یہ لوگ ذمی ہو جائیں گے اور منع نہ کیے جائیں گے کنیسہ بنانے سے اور نہ بیعہ بنانے سے اور نہ آتش خانہ بنانے سے اور نہ بیع خمر سے اور نہ بیع خنزیر سے اور نہ اظہار ان تمام افعال سے جو ہم نے ان کی ملت کے بیان کیے ہیں یہ سراج وہاج میں ہے۔

اگر اہل حرب میں سے کسی قوم نے ذمی ہو جانے پر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے ذمی ہو جانے کے بعد ہم اپنے دیہاتوں یا شہر میں کنیسے وبیعے وآتش خانہ بنائیں گے......؟

اگر امام نے بلاد اہل شرک میں سے کوئی شہر قہر وغلبہ سے فتح کیا پھر ان لوگوں سے اس شرط پر صلح کی کہ ان کو ذمی بنائے حالانکہ اس سرزمین میں قدیمی بیعے وکنائس وآتش خانہ میں یا اہل شرک کے گاؤں میں سے کوئی گاؤں ایسا ہے پھر یہ گاؤں مسلمانوں کے شہروں میں سے ایسا شہر ہو گیا کہ اس میں نماز جمعہ قائم کی جاتی ہے اور حدود شرعی جاری ہیں تو امام ان اہل ذمہ کو ان کنیسوں وبیعوں میں اپنی ملت کی نماز پڑھنے سے ممانعت کردے گا اور ان کو حکم کرے گا کہ ان مکانوں کو اپنے رہنے کے گھر بنالیں کہ ان میں رہا کریں اور امام کو یہ نہ چاہیے کہ ان کو منہدم[1] کردی اور اگر اہل حرب میں سے کسی قوم نے ذمی ہو جانے پر اس شرط سے صلح کی کہ اپنے ذمی ہو جانے کے بعد ہم اپنے دیہاتوں یا شہر میں کنیسے وبیعے وآتش خانہ بنادیں گے پھر بعد صلح کے ایسا موضع جہاں انہوں نے بنایا ہے مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر ہو گیا تو مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ اس میں سے کچھ ڈھادیں اور یہ حکم بنا بر عامہ روایت کے ہے اور بنا بر روایت کتاب العشر والخراج کے مسلمانوں کو ان کے ڈھادینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح اگر ان کے شہروں میں

---

[1] ڈھانا' گرانا ونیست ونابود کرنا ۱۲۔

سے کوئی شہر مسلمانوں کے واسطے ایسا شہر ہو گیا کہ اس میں جمعہ قائم کیا جاتا ہے اور حدود شرعی جاری ہیں پھر مسلمانوں نے اس شہر کو چھوڑ دیا اور دوسرے مقام پر چلے گئے اور یہاں کوئی مسلمان نہ رہا سوائے پانچ سات مسلمانوں کے یعنی بہت کم پھر اہل ذمہ نے از سر تو اس میں کیسے بنائے پھر مسلمانوں نے اپنی مصلحت دیکھ کر عود کیا اور اسی شہر میں آ کر رہے اور یہ شہر ایسا ہو گیا کہ اس میں نماز جمعہ وعیدین قائم کی جاتی ہے اور حدود شرعی جاری ہیں تو جو کنائس انہوں نے جدید بنا لیے تھے وہ ہدم نہ کیے جائیں گے۔

شیخ رکن الاسلام علی سعدی نے فرمایا کہ اسی طرح اگر اس شہر کے مسلمانوں کا شہر ہو جانے کے بعد اہل ذمہ نے اس میں کوئی جدید کنیسہ بنا لیا اور مسلمانوں نے اس کو منہدم نہ کیا یہاں تک کہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے پھر مصلحت سمجھ کر مسلمان لوگ اس میں عود کر کے چلے آئے اور وہ مسلمانوں کا شہر ہو گیا تو بھی کنیسائے مذکور ہدم نہ کیے جائیں گے اور جو شہر ایسا ہو کہ وہ مسلمانوں کا شہر بنایا ہوا ہے اور قبل اس کے شہر بنانے کے اس میں بیعے و کنیسے تھے پھر مسلمانوں نے چاہا کہ ذمیوں کو ان میں نماز پڑھنے سے منع کریں پس ذمیوں نے کہا کہ ہم لوگ ایسی قوم اہل ذمہ ہیں کہ ہم نے امام المسلمین سے اپنے بلاد پر صلح کر لی ہے پس تم کو یہ روا نہیں ہے کہ ہم کو ان کنیسوں میں نماز پڑھنے سے منع کرو اور مسلمانوں نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم نے تمہارے ملک کو بزور شمشیر غلبہ کر کے فتح کیا ہے پس ہم نے تم کو اہل ذمہ کر دیا پس ہم کو روا ہے کہ ہم تم کو ان کنائس میں نماز پڑھنے سے منع کریں پس یہ مقدمہ اس امام کے حضور میں پیش کیا گیا جو اس وقت میں امام ہے اور اس ملک کے فتح کا زمانہ دراز گذرا ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ بات کیوں کر ہوئی تھی تو امام موصوف دریافت کرا دیں گا کہ فقہا و اہل خبر کے پاس اس باب میں کوئی اثر ہے پس اگر فقیہوں نے کوئی خبر بیان کی تو اس کو لے کر اس کے موافق کاربند ہو گا اور اگر فقیہوں کے پاس کوئی خبر نہ ہو یا اخبار مختلف ہوں تو امام اس دیار کو بطریق صلح فتح کیا ہوا قرار دے گا اور قول انہیں اہل ذمہ کا قبول کرے گا مگر ان سے قسم لے گا اور اگر ایک خبر میں بیان ہوا کہ یہ صلح سے فتح ہوا ہے اور دوسری خبر میں مذکور ہے کہ یہ قہر و غلبہ سے فتح ہوا ہے تو بھی قول اہل ذمہ قبول ہو گا۔

اگر کسی قوم نے دوسری قوم کی شہادت پر شہادت یعنی گواہی دی کہ اس دیار والوں سے صلح کر کے فتح کیا گیا ہے اور دوسری قوم نے دوسری قوم کی شہادت پر شہادت دی کہ دیار قہر و غلبہ سے فتح کیا گیا ہے تو قہر و غلبہ سے فتح کیے جانے کی گواہی اولیٰ یعنی مقبول ہو گی اور اگر کوئی اثر کسی ثقہ سے روایت کیا ہوا ملا کہ یہ دیار صلح سے لیا گیا ہے اور شہادت پر شہادت گذری کہ یہ دیار صلح سے فتح کیا گیا ہے تو جو امر اس گواہی میں مذکور ہے وہی حق یعنی وہی مقبول ہو گا لیکن اس شرط سے کہ گواہان اصل و گواہان فرع ہر دو فریق مسلمان ہوں اور اگر اثر کسی ثقہ سے روایت کیا گیا کہ یہ دیار صلح سے لیا گیا ہے اور شہادت پر شہادت گذری کہ قہر و غلبہ سے فتح کیا گیا ہے تو بھی گواہی مذکور مقبول ہو گی بلکہ اس صورت میں عام ہے خواہ گواہ لوگ مسلمانوں میں سے ہوں یا ذمیوں میں سے ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔ یہ سزاوار ہے کہ کوئی ذمی اس اختیار پر نہ چھوڑ دیا جائے کہ وہ مسلمان سے مشابہت پیدا کرے یعنی ذمی مسلمان سے مشابہت نہ کرنے پائے نہ لباس میں اور نہ سواری میں اور نہ وضع و ہیات میں اور ذمیوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کیا جائے لا اسوقت سوار ہونے پائیں کہ اس کی حاجت ہوئے کذا فی المحیط پھر جب اہل ذمہ بسبب ضرورت کے سوار ہوئے مثلاً امام کو محاربہ اور مسلمانوں سے برائی دور کرنے میں ان کی مدد کی حاجت ہوئی پس سوار ہو کر دشمن سے لڑنے کو گئے تو چاہیے کہ جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو وہاں سواری سے اتر پڑیں پھر اگر ضرورت برابر باقی رہے تو ان کو حکم کیا جائے کہ اکاف کی ہیات کی زین بنوا دیں کذا فی الکافی قال المترجم اکاف الاخر کذا قالو اور خچر پر سوار ہونے سے منع نہ کیے جائیں گے اور نیز گدھے کی سواری سے بھی منع نہ کیے جائیں لیکن اس سے ممانعت کیے جائے کہ مسلمانوں کے زین کے طور کی زین بنا دیں اور چاہیے کہ ان کے قربوس

زین پر مثل انار کے ہو اور شیخ ابو جعفر نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی قربوس زین مثل مقدم اکاف کے جو مثل انار کے ہوتا ہے ہونی چاہیے ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان کی زین مثل مسلمانوں کی زین کے ہو لیکن اس کے آگے کی طرف ایک چیز مثل انار کے بنی ہو لیکن قول اوّل اصح ہے اور منع کیے جائیں چادر پہننے اور عماموں اور دراعہ پہننے سے جس کو علمائے دین پہنتے ہیں اور چاہیے کہ وہ لوگ کلاہہائے معترو بہ اوڑھیں اور اس طرح اس سے منع کیے جائیں کہ ان کی نعلین کی شراک مثل شراک مسلمانوں کی نعلین کے ہوں اور ہمارے دیار میں مرد لوگ نعلین نہیں پہنتے ہیں بلکہ مکاعب پہنتے ہیں پس واجب ہے کہ ان کے مکاعب مثل ہمارے مکاعب کے نہ ہوں بلکہ اس کے خلاف ہوں اور چاہیے کہ کچھ کھرکھرے موٹے بدرنگ ہوں اور زنیب دار نہ ہوں۔ نیز چاہیے کہ وہ تنگ پکڑے جائیں تاکہ ان میں سے ہر شخص موٹے ڈورے کے مثل بنا کر اپنی کمر میں باندھے رہے اور چاہیے کہ یہ لیطہ یا صوف سے ہو اور ابریشم سے نہ ہو اور چاہیے کہ گندہ غلیظ ہو ایسا رقیق نہ ہو کہ بدون نگاہ گڑونے کے اس پر نظر نہ پڑے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ چاہیے کہ اس کو اپنی کمر میں گرہ دے کر باندھے اور اس کے حلقہ نہ بنائے جیسے مسلمان پیٹی باندھتا ہے بلکہ دائیں بائیں اس کے چھوڑ لٹکائے رہے۔ نیز موزہ ہائے زنیت دار نہ پہننے پائیں گے اور چاہیے کہ ان کے موزے کھرجھرے موٹے بدرنگ ہوں اور اسی طرح وہ لوگ قباہائے زنیت دار وقمیص ہائے زینت دار پہننے پائیں بلکہ کرباس کی موٹی قبائیں جن کے تکمے لابے اور دامن کوتاہ ہوں پہنیں اور اسی طرح کرباس کی موٹی قمیص جن کے گلے کے چاک سینہ پر ہوں مثل عورتوں کے ایسی قمیصیں پہننے پائیں گے اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب مسلمانوں نے ان پر بروز شمشیر غلبہ پایا ہوئے اور اگر ان کے ساتھ بعض ان چیزوں پر صلح واقع ہوئی ہو تو وہ لوگ موافق صلح کے رکھے جائیں پھر مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ ایسی صورت میں ہمارے اور ان کے درمیان مخالفت وضع فقط ایک علامت کے ساتھ شرط ہے یا دو علامتوں یا تین علامتوں سے اور حاکم امام ابو محمدؒ فرماتے تھے کہ اگر امام نے ان کے ساتھ صلح کی اور ایک علامت پر ان کو ذمہ دے [2] دیا ہے تو اس علامت پر اور نہ بڑھائی جائیں گی اور اگر کسی ملک کو بروز شمشیر غلبہ وقہر سے فتح کیا تو امام کو اختیار رہوگا کہ ان پر بہت سی علامات مذکورہ لازم کردے یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی ذمی نے کسی مسلمان سے بیعہ کا راستہ پوچھا تو مسلمان کو نہ چاہیے کہ اس کو بیعہ کی راہ بتائے اس واسطے کہ یہ معصیت پر راہ بتلانی ہوگی:

واجب ہے کہ ان کی عورتوں سے بھی مسلمان عورتوں سے تمیز کردی جائے راہ چلنے کی حالت اور حماموں میں داخل ہونے کی حالت میں چنانچہ اس غرض سے ان کی عورتوں کی گردنوں میں لوہے کے طوق ڈلوائے جائیں اور مسلمان عورتوں کی ازار سے ان کی ازار مخالف رہے اور ان کے گھروں کے دروازوں پر ایسے علامات مقرر کردیئے جائیں جن سے مسلمانوں کے گھروں سے تمیز ہو جائے تاکہ یہ نہ ہو کہ ان کے دروازوں پر سائل کھڑا ہو کر ان کے واسطے مغفرت کی دعا کرے پس حاصل یہ ہے کہ ایسے امور سے ان کی تمیز کردینی واجب ہے کہ وہاں کے لوگوں میں یہ امور بحسب رواج وزمانہ کے ذلت وحقارت ومقہوریت پر دلالت کریں نہ ان کے ذلیل وحقیر ومقہور ہونے پر اشعار ہو جائے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر کسی ذمی نے کسی مسلمان سے بیعہ کا راستہ پوچھا تو مسلمان کو نہ چاہیے کہ اس کو بیعہ کی راہ بتائے اس واسطے کہ یہ معصیت پر راہ بتلانی ہوگی۔ اگر کسی مسلمان کا باپ یا ماں ذمی ہو تو

---

[1] قربوس کو زین پر جو سامنے کی جانب کس قدر اونچا رہتا ہے ۱۲۔ [2] مثلاً کہا کہ بدین شرط تم ہماری ذمہ داری میں ہو کہ ایسا ایسا کرو اور مسلمانوں سے خلاف وضع کس طرح کرو کہ اپنی کمر میں زنار باندھو تو بس یہی ایک رہے گی ۱۲

مسلمان کو نہ چاہیے کہ اس کو گھر سے بیعہ کو پہنچادے اور یہ روا ہے کہ اس کو بیعہ سے ہاتھ پکڑ کر گھر پہنچادے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ذمی لوگ ہتھیار نہ اٹھانے پائیں گے اور جب راستہ میں چلیں تو مسلمان لوگ متفق ہو کر اس طرح چلیں کہ ذمی راستہ میں دبکر چلیں اور کوئی مسلمان ان سے سلام کرنے میں پہل نہ کرے ہاں اگر وہ لوگ پہلے سلام کریں تو جواب میں فقط علیکم کہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ذمیوں کے غلام اس واسطے تنگ نہ پکڑے جائیں گے کہ زنار باندھیں اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

نصرانی کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے گھر میں مسلمانوں کے شہر میں ناقوس بجائے اور اختیار نہیں ہے کہ نصرانیوں کو اپنے گھر میں نماز کے واسطے جمع کرے ہاں اس کو یہ اختیار ہے کہ خود تنہا نماز پڑھ لے اور نصرانیوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے کنیسوں سے صلیبیں وغیرہ نکالیں اور اگر انہوں نے زبور یا انجیل پڑھنے میں اپنی آواز بلند کی پس اگر اس میں اظہار شرک ہو تو اس سے منع کیے جائیں گے اور اگر اس سے اظہار شرک واقع نہ ہو تو ممانعت نہ کی جائے گی اور مسلمانوں کی بازاروں میں اس کے پڑھنے سے منع کر دیئے جائیں گے اور اسی طرح اسلام کے شہر و فنائے شہر میں شراب وسور کے فروخت کرنے اور شراب وسور ظاہر کرنے سے منع کیے جائیں گے اور اگر فنا ہائے شہر سے دور ہو گئے تو وہاں صلیب[1] نکالنے و ناقوس بجانے میں مضائقہ نہیں ہے اور ہر ویہ موضع میں جو شہر ہائے اسلام سے نہ ہو وہاں ایسے امور سے منع نہ کیے جائیں گے اگرچہ اس مقام میں گنتی کے چند مسلمان رہا کرتے ہوں ایسا ہی امام محمدؒ نے سیر کبیر میں فرمایا ہے اور بہت سے ائمہ بلخ نے فرمایا کہ یہ قول امام محمدؒ نے نظر بخصوص دیہات کوفہ فرمایا ہے اس واسطے کہ وہاں ان دیہات کے تمام رہنے والے ذمی در وافض ہیں اور ہمارے دیار کے دیہاتوں میں بھی اہل ذمہ ایسے امور سے منع کیے جائیں گے جیسے شہروں میں منع کیے جاتے ہیں اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دیہات میں ایسے امور کے اظہار واحداث سے کسی حال میں منع نہ کیے جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بخیس خواہرزادہ میں فرمایا کہ اگر اہل ذمہ نے مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں یا مسلمانوں کے گاؤں میں سے کسی گاؤں میں ایسا کوئی امر کیا جس پر صلح نہیں کی ہے یعنی داخل صلح نہیں ہے مثل زنا و فواحش و مزامیر و طبل و راگ و امور اور نوحہ سے رونا اور کبوتر بازی وغیرہ تو اس سے منع کیے جائیں گے جیسے مسلمان منع کیے جاتے ہیں اور تجرید میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ ان کے یہاں ان کے مکانوں میں اتریں اور نہ چاہیے کہ ان کے گھروں و اراضی میں سے کوئی چیز لیں الا انکی جانب سے تملیک کے ساتھ یعنی جب وہ لوگ بخوشی اجازت دیں و مالک کر دیں تو لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر مسلمانوں نے اراضی موات میں جس کا کوئی مالک نہیں ہے کسی شہر کی بنیاد ڈالی اور اس اراضی کے قریب میں اہل ذمہ کے گاؤں ہیں پھر مذکور بہت بڑھ گیا یعنی آبادی بہت بڑھی یہاں تک کہ ان گاؤں تک پہنچ کے یا ان سے متجاوز ہو گئی تو یہ دیہات اس شہر میں سے ہو جائیں گے کیونکہ شہر نے ان کے اطراف سے ان کو گھیر لیا ہے۔ پھر اگر ان ذمیوں کے قدیمی بیعے و کنائس ان دیہاتوں میں ہوں تو وہ اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور اگر مسلمانوں کے شہر ہو جانے کے بعد انہوں نے ان دیہاتوں میں جو شہر میں سے ہو گئے ہیں کوئی بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ جدید بنانا چاہا تو اس سے منع کر دیئے جائیں گے شہر ہائے اسلام میں سے جو شہر ایسا ہو کہ اس میں نماز جمعہ ہوتی ہو اور حدود شرعی قائم ہوں وہاں کسی مسلمان یا ذمی کو نہ چاہیے کہ علانیہ شراب یا سور داخل کرے اور اگر کسی مسلمان نے ایسے شہر میں شراب یا سور داخل کی اور کہا کہ میں اس شہر سے ہو کر جاتا تھا اور شراب کو میں سرکہ بنانے کو لیے جاتا ہوں یا کہا کہ یہ میری نہیں ہے بلکہ دوسرے کی ہے اور یہ نہ بتلایا کہ کس کی ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شخص مرد متدین ہو کہ اس پر شراب خواری کا شبہ واتہام نہ ہو تو اس کی راہ چھوڑ دی

---

[1] صلیب چلیپا جو بشکل سولی ہوتی ہے اور اس کو نصاریٰ پوجتے ہیں ناقوس نرسنگھ و تدری و سنکھ وغیرہ ۱۲۔

جائے گی۔

حکم دیا جائے گا کہ اس کو سرکہ کر دے اور اگر مرد مذکور شراب خواری میں متہم ہو یعنی اس پر شبہ ہو تو اس کی شراب بہادی جائے گی اور اس کے سور ذبح کر کے آگ سے جلا دیئے جائیں گے اور اگر امام نے دیکھا کہ بغیر تعزیر کے باز نہ آئے گا اور قصد کیا کہ اس کو کوڑے مار کر قید کر کے تعزیر پر دے جائے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہو تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر اس نے فقط کوڑے مارنے یا قید کرنے پر اقتصار کیا تو یہ بھی کر سکتا ہے مگر اس کو یہ نہ چاہیے کہ جس مشک یا کپے یا ظرف دیگر میں شراب تھی اس کو پھاڑ ڈالے یا توڑ ڈالے اور اگر اس مشک وغیرہ کو پھاڑ ڈالا یا ظرف کو توڑ ڈالا تو اس کا ضامن ہو گا ہاں اگر امام نے مصلحت دیکھی کہ یہ بات اس شخص کے حق میں عقوبت کے طور پر کرے پس خود کیا یا کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دیا پس اس نے کیا تو ضمان لازم نہ ہو گی اور اگر امام نے شراب کی مشک یا برتن اور وہ جانور جس پر یہ لدے تھے پکڑ کر اس سب کو فروخت کر دیا تو بیع باطل ہے۔ اگر شہر ہائے اسلام سے کسی شہر کے اندر شراب لانے والا کوئی ذمی ہو پس اگر یہ شخص جاہل ہو تو امام اس کی متاع اس کو واپس کر کے اس کو شہر سے نکال دے گا اور اس کو آگاہ کر دے گا کہ اگر پھر ایسی حرکت کی تو تجھ کو سزا دوں گا اور جاہل ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذمی مذکور یہ نہ جانتا ہو کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے ہے یعنی شراب ایسے شہر کے اندر نہیں لانا چاہیے ہے۔ اگر ذمی مذکور نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو امام موصوف اس کی شراب نہیں بہادے گا اور نہ اس کے سوروں کو قتل کرے گا لیکن اگر یہ مصلحت معلوم ہو کہ اس کو تادیباً سزا دے خواہ کوڑے مارنے یا قید کرنے سے تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی مسلمان نے اس کو تلف کر دیا تو وہ ضامن ہو گا لیکن جو شخص امام ہے اگر اس کا مذہب یہ ہو کہ ایسے بے ادب ذمی کے ساتھ بطریق عقوبت ایسا کرنا جائز ہے پس اس نے خود کیا یا دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دے دیا تو ایسی صورت میں اس پر ضمان نہ ہو گی۔

اگر ذمیوں نے اپنے گاؤں میں سے کسی گاؤں یا اپنے شہروں میں سے کسی شہر میں فسق و فجور کی ایسی باتوں میں سے جس پر صلح واقع نہیں ہوئی ہے کوئی بات اظہار کرنی اور علانیہ کرنی چاہی:

اگر ذمیوں میں سے کوئی شخص کشتی میں شراب لاد کر مثل دجلہ و بغداد وغیرہ دریا میں روانہ ہوا اور دریا کی راہ میں اس کو لیے ہوئے بغداد یا مدائن یا واسط کے اندر ہو کر گزرا تو اس سے منع نہ کیا جائے گا اور اس طرح اگر شہر اسلام کے اندر راہ سے شراب لے کر گزرنا چاہا اور حال یہ ہے کہ سوائے اس راہ کے دوسرا راستہ نہیں ہے تو بھی ممانعت نہ کی جائے گی امام کو چاہیے کہ ان کے ساتھ کوئی مرد امین بھیج دے تاکہ مسلمان میں سے کوئی ان سے تعرض نہ کرے اور تاکہ یہ لوگ مسلمانوں کے مسکینوں میں سے کسی مسکن میں جہاں کے مسلمان شراب خواری سے متہم ہیں دخل نہ کرنے پائیں۔ اگر ذمیوں نے اپنے گاؤں میں سے کسی گاؤں یا اپنے شہروں میں سے کسی شہر میں فسق و فجور کی ایسی باتوں میں سے جس پر صلح واقع نہیں ہوئی ہے کوئی بات اظہار کرنی اور علانیہ کرنی چاہی مثل زنا وغیرہ فواحش کے جن کو اپنے اپنے دین کے موافق حرام جانتے ہیں تو وہ لوگ اس سے منع کیے جائیں گے جیسے مسلمان منع کیے جاتے ہیں اور اسی طرح سکر سے بھی منع کیے جائیں گے اس واسطے کہ وہ اس کو حلال نہیں جانتے بلکہ اصل شراب خواری کو حلال جانتے ہیں اور اسی طرح علانیہ اظہار سے مزامیر و طنبورہ لہو وغیرہ فروخت کرنے سے منع کیے جائیں گے اور جس نے ان میں سے کوئی چیز توڑ ڈالی تو اس پر ضمان نہ ہو گی جیسے مسلمان کی ایسی کوئی چیز توڑ ڈالنے سے ضمان نہیں ہوتی ہے اور یہ بنا بر قول صاحبینؒ کے ہے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے توڑنے والا اس کی قیمت کا بدین حساب کہ یہ تراشیدہ و خراشیدہ لکڑی ہے ضامن ہو گا اور لہو کے واسطے ہونے

کے حساب سے جو قیمت ہے اس کا ضامن نہ ہوگا جیسے مسلمان کی ایسی چیز توڑ ڈالنے کی صورت میں حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

فتاویٰ قاضی خان کے کتاب العشر والخراج سے ایک مسئلہ کا استنباط:

اگر کسی مسلمان کی بیوی ذمیہ عورت ہو تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو شراب پینے سے منع کرے اس واسطے کہ یہ اس کے نزدیک حلال ہے ہاں اس کو یہ اختیار ہے کہ اپنے مکان میں اس کو شراب لانے سے منع کرے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ عورت مذکورہ پر غسل جنابت کے واسطے جبر کرے اس واسطے کہ یہ اس پر واجب نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کتاب العشر والخراج میں فرمایا کہ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا جائے گا کہ مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں کوئی گھر یا حویلی خریدے اور نیز کسی کو یہ بھی اختیار نہ دیا جائے گا کہ شہر اسلام میں رہنے پائے اور اسی روایت کو حسن بن زیاد نے اختیار کیا ہے اور بنا بر عامہ کتب کی روایات کے ان کو دارالاسلام میں رہنے کی گنجائش دی جائے گی سوائے زمین عرب کے کہ اگر کوئی شہر یا صوبہ عرب ہو مثل حجاز وغیرہ کے تو وہاں ان کو رہنے کا قابو نہ دیا جائے گا کذا فی المحیط اور شیخ شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ بنا بر روایت عامہ کتب کے ان کے رہنے پانے کا حکم جب ہی ہے کہ جب یہ لوگ تھوڑے ہوں کہ ان کے یہاں رہنے کی وجہ سے تعطل لازم نہ آئے اور مسلمانوں کی کوئی جماعت بمقابلہ ان کے قلیل نہ سمجھی جائے اور اگر کثرت سے ذمیوں نے سکونت بشر اسلام چاہی کہ جس سے تعطل لازم آتا ہے اور مصالح خراج میں خلل پڑتا ہے یا ان کی وجہ سے مسلمانوں کی کوئی جماعت قلیل سمجھی جاتی ہے تو ان کو منع کیا جائے گا کہ مسلمانوں کے درمیان نہ رہیں اور کہا جائے گا کہ ایسی طرف جا کر رہو جہاں مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور یہ حکم امام ابو یوسفؒ سے امالی میں محفوظ ہے اور اگر ایسے شہروں میں سے کسی شہر میں ان لوگوں نے گھر خریدے پھر چاہا کہ ان گھروں میں سے کسی کو بیعہ یا کنیسہ[1] یا آتش خانہ بنا دیں کہ اپنی عبادت کے واسطے وہاں جمع ہوا کریں تو ان کو اس سے ممانعت کی جائے گی۔ اگر انہوں نے مسلمانوں سے اس کام کے واسطے کوئی گھر یا کوٹھری اجارہ پر لی تو مسلمان کے حق میں مکروہ ہے کہ ان کو اجارہ پر دے دے۔ اگر مسلمانوں نے ان کو گھر یا حویلی اجارہ پر دی تا کہ اس میں اتریں پھر انہوں نے اس مکان میں ایسی کوئی بات ظاہر کی کہ جو ہم نے ذکر کی ہے تو مالک مکان اور غیر مالک مکان سب کو اختیار ہے کہ ان کو اس سے منع کریں اور عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ذمیوں میں سے کسی نے ادائے جزیہ سے انکار کیا یا کسی مسلمان کو قتل کیا یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا یا آنحضرت ﷺ کو بدگوئی سے یاد کیا تو ایسے ذمی کا عہد ذمہ[2] نہیں ٹوٹے گا۔ اگر قبول جزیہ سے انکار کیا تو اس نے اپنا عہد توڑا۔ ذمی کا عہد جب ہی ٹوٹے گا کہ جب وہ دارالحرب میں جا ملے یا کسی گاؤں میں کسی مقام پر یا کسی قلعہ یا گڑھی میں یہ لوگ غلبہ کر کے مسلمانوں سے قتال کریں چنانچہ جب ایسا کریں گے تو بالکل عہد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور جب عہد ٹوٹ گیا تو اس کا حکم مثل مرتد کے ہے یعنی جو اسلام سے پھر گیا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دارالحرب میں جا ملا تو جا ملنے کا حکم ہونے سے اس کی موت کا حکم ہوگا یعنی گویا وہ حکماً مر گیا اور اگر اس نے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کا عہد ذمہ پھر عود کرے گا اور ذمی کے عہد توڑنے سے اس کی ذریات کی امان باطل نہ ہوگی مگر اس کی ذمی بیوی جس کو وہ دارالاسلام میں چھوڑ گیا ہے اس سے وہ بائنہ ہو جائے گی اور اس پر اجماع ہے اور اس کا مال اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اور نیز ذمی مذکور عہد توڑ کر جو مال اپنے ساتھ

---

[1] بیعہ وکنیسہ یہود و نصاریٰ آتش خانہ مجوس کا وہ آگ کا کنڈ جس میں وہ آگ کو روشن کرتے اور اس کی پرستش کرتے ہیں ۱۲۔ [2] قال المترجم ولیکن آنحضرت ﷺ کی بدگوئی کی صورت میں اگر اس کو سننے والے نے قتل کر ڈالا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر یہ نہ ہو تو امام پر واجب ہے کہ ایسے مردود کو سخت تعزیر دی جائے ۱۲۔

دارالحرب میں لے گیا ہے اس میں بھی اس کا حکم مثل مرتد کے ہے اور اگر اس دارالحرب پر مسلمانوں نے غلبہ پایا تو ذمی تمام مسلمانوں کے واسطے فئی ہوگا اور اگر وہ دارالحرب میں جاملا پھر دارالاسلام میں واپس آ کر یہاں سے اپنا مال لے کر اس کو دارالحرب میں لے گیا پھر اس دارالحرب پر اسلام غالب آیا تو اس ذمی مذکور کے وارث اس مال کے جس کو ذمی مذکور لوٹ کر لے گیا ہے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے مفت حقدار ہیں اور بعد تقسیم کے قیمت دے کر لے سکتے ہیں اور اگر ذمی مذکور قید کیا گیا تو وہ رقیق بنایا جائے گا بخلاف مرتد کے کہ اگر اسلام سے پھر کر دارالحرب میں جاملا پھر دار مذکور پر مسلمانوں نے غلبہ پایا اور مرتد مذکور کو قید کیا گیا تو قتل کر دیا جائے گا بشرطیکہ مسلمان نہ ہو جائے اور اسی طرح اگر ذمی مذکور بعد عہد توڑنے کے واپس آیا یا قبل اس کے تو اس پر جزیہ مقرر کرنا روا ہے بخلاف مرتد کے کہ اس سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ کیا جائے گا کذا فی فتح القدیر۔

باب : ⑨

مرتدوں کے احکام کے بیان میں

مرتد کی تعریف و حکم:

مرتد عرف میں اُسی کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھرنے والا ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور مرتد ہونے کا حکم یہ ہے کہ بعد وجود ایمان[۱] کے کلمۂ کفر اپنی زبان پر جاری کرے اور ردت صحیح ہونے کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنوں کا مرتد ہونا نہیں صحیح ہے اور نہ ایسے طفل کا جو عقل نہیں رکھتا ہے مگر جو مجنوں ایسا ہو کہ کبھی صحیح ہو جاتا ہو اور کبھی مجنوں تو دیکھا جائے کہ اگر اس نے حالت افاقہ میں ارتداد کیا ہے تو صحیح ہے اور اگر حالت جنوں میں مرتد ہوا ہے تو نہیں صحیح ہے۔ اسی طرح جو شخص نشہ میں ایسا چور ہے کہ اس کی عقل جاتی رہی ہے تو اس کا ارتداد بھی نہیں صحیح ہے اور بالغ ہونا صحت ارتداد کے واسطے شرط نہیں ہے اور نیز مذکر ہونا بھی صحت ارتداد کے واسطے شرط نہیں ہے اور طوع[۲] صحت ارتداد کے واسطے شرط ہے یعنی خوشی خاطر سے پس جو شخص باکراہ مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا اس کا ارتداد نہیں صحیح ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ جو طفل کہ سمجھدار ہے وہ ہر ایسا لڑکا جو یہ جانتا ہو کہ اسلام سبب نجات دوزخ ہے اور حرام و ناپاک کو پاک حلال سے تمیز کرتا ہو اور شیریں کو تلخ سے تمیز کرتا ہو یہ سراج وہاج میں ہے۔

جب مسلمان اسلام سے پھر گیا نعوذ باللہ منہ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا:

فتاویٰ قاضی اور ہدایہ میں اس کی تقدیر کہ جب ایسا سمجھدار ہو جائے یہ بیان کی ہے کہ سات برس کا ہو جائے یہ نہر الفائق میں ہے اور جس کو مرض برسام لاحق ہوا یا ایسی کوئی چیز کھلا دی گئی کہ عقل جاتی رہی اور ہذیان کے لگا پس مرتد ہو گیا تو یہ ارتداد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر معتوہ ہو یا موسوس یا کسی وجہ سے اس کی عقل مغلوب ہو گئی ہو تو اس کا بھی یہی حال ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔ جب مسلمان اسلام سے پھر گیا نعوذ باللہ منہ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر اس کو کوئی شبہ پیش ہو تو اس کو اس نے ظاہر کیا تو وہ شبہ صاف صاف کھول کر دور کیا جائے لیکن بنا بر قول مشائخ کے یہ جاننا چاہئے کہ اس پر اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور وہ تین روز تک قید خانہ میں محبوس رکھا جائے گا پس اگر اس میں مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی اس وقت ہے کہ اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اس نے مہلت طلب نہ کی تو اسی وقت قتل کر دیا جائے گا اور اس حکم میں غلام

---

[۱] اولیٰ یہ کہ بیجا بے ایمان کے اسلام کہا جائے ۱۲۔ [۲] جب تک رضامندی اور خوشی خاطر کے ساتھ مرتد ہونا نہ ثابت ہوگا تو اس کا مرتد ہونا صحیح نہ ہوگا ۱۲۔

وآزاد کے درمیان کچھ فرق نہیں ہے یہ سراج وہاج میں ہے۔اس کے مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت ادا کرے اور سوائے اسلام کے باقی تمام دینوں سے بیزاری کرے اگر اس دین سے جس کی طرف منتقل ہوا ہے بیزاری کی تو بھی کافی ہے یہ محیط میں ہے اور ناطفی نے حسن کی کتاب لارتداد سے اجناس میں نقل کیا ہے کہ اگر مرتد نے توبہ کی اور اسلام کی طرف عود کیا پھر کافر ہو گیا یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا اور ہر بار امام سے مہلت مانگی تو امام اس کو تین روز کی مہلت دے گا پھر اگر چوتھی بار اس نے کفر کی طرف عود کیا پھر مہلت کی درخواست کی تو امام اس کو مہلت نہ دے گا چنانچہ اگر مسلمان ہو گیا تو خیر ورنہ اس کو قتل کر دے گا اور شیخ کرخی نے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کہ اگر تیسری بار کے بعد بھی اسلام سے پھر گیا اور امام کے پاس لایا گیا تو بھی اس سے توبہ کرنے کو کہے گا پس اگر اس نے توبہ نہ کی تو اس کو قتل کر دے گا اور اس کو مہلت نہ دے گا۔اگر توبہ کی تو اس کو تکلیف دہ مار مارے گا مگر اس قدر نہ ہو گی کہ حد شرعی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر اس کو قید کرے گا اور قید خانہ سے نہیں نکالے گا یہاں تک کہ اس پر توبہ کی عاجزی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے ظاہر حال سے ایسے شخص کا سا حال ظاہر ہو کہ جو اخلاص سے کام کرتا ہے پھر جب اس نے ایسا کیا تو اسکی راہ چھوڑ دی جائے گی پھر جب رہا کیا گیا پھر اس نے ارتداد کیا تو ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف رجوع کرے اور قتل نہ کیا جائے گا الا یہ کہ اسلام لانے سے انکار کرے اور شیخ ابوالحسن کرخی نے فرمایا کہ یہ ہمارے سب اصحاب کا قول ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ کرنے کو کہا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر قبل اس کے کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے کسی نے اس کو قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو یہ مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔چونکہ کراہت تنزیہی ہے پس اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاتل یا قاطع پر ضمان واجب نہ ہو گی لیکن اگر اس نے بغیر اجازت امام کے ایسا کیا ہے تو اس کے اس فعل پر اس کو تادیب دی جائے گی۔یہ غایۃ البیان میں ہے۔اگر طفل مرتد ہوا حالانکہ وہ سمجھدار ہے تو اس کا مرتد ہونا امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک ارتداد ہے یعنی معتبر وصحیح ہے کہ اس پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائے گا مگر وہ قتل نہ کیا جائے گا۔یہ سراج وہاج میں ہے۔اگر طفل قریب بہ بلوغ جس کو مراہق کہتے ہیں مرتد ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔اور مرتدہ عورت قتل نہ کی جائے گی بلکہ قید خانہ میں محبوس رکھی جائے گی اور ہر تین روز میں ایک بار اس پر مار پڑے گی تاکہ اسلام لائے لیکن اگر کسی نے اس کو قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ نہ ہو گا اس واسطے کہ اس میں شبہ ہے کہ قاتل پر بالیقین قصاص وغیرہ واجب ہو گا کہ نہیں یا مرتدہ عدم قتل میں مشتبہ ہے۔باندی مرتدہ پر اسلام کے واسطے جبر کرنے کا کام اس کے مولیٰ کو دیا جائے گا کیونکہ اس میں دونوں حق جمع ہوئے جاتے ہیں بایں طور کہ مولیٰ کا مکان اس مرتدہ کے واسطے قید خانہ کر دیا جائے اور اسلام لانے کے واسطے اس کو تادیباً مار دینا اس کے مولیٰ کو سونپ دیا جائے اور باوجود اس کے مولائے مذکور اس سے اپنی خدمت بھی لیا کرے گا اور اصل میں ذکر فرمایا کہ باندی مرتدہ اس طرح پر اپنے مولیٰ کو جب سپرد کی جائے گی کہ مولیٰ کو اس کی خدمت وغیرہ کی حاجت ہو اور صحیح یہ ہے کہ مرتدہ مذکور اس کے مولیٰ کو سپرد کی جائے گی خواہ مولیٰ کو حاجت ہو یا نہ ہو خواہ وہ درخواست کرے یا نہ کرے یہ تبیین میں ہے۔مگر واضح رہے کہ اس کا مولیٰ اس سے وطی نہ کرے گا اور عورت صغیرہ جو سمجھدار ہو وہ مثل بالغہ کے ہے اور خنثیٰ[1] مشکل مثل عورت کے ہے۔یہ نہر الفائق میں ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق جو کچھ اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ اس کی ردت کا قرضہ

[1] وہ شخص جس میں مرد وعورت ہونے کی علامات دونوں برابر ہوں اور کسی علامت کو غلبہ نہ ہو ۱۲۔

دینے کے بعد فئی ہوگا:

حرہ مرتدہ جب تک دارالاسلام میں موجود ہے تب تک گرفتار کر کے رقیقہ نہیں بنائی جائے گی اور اگر وہ دارالحرب میں جا ملی پھر وہاں سے گرفتار کر کے لائی گئی تو رقیقہ بنائی جائے گی اور امام اعظمؒ سے نوادر میں یہ روایت بھی ہے کہ وہ دارالاسلام میں بھی رقیقہ بنائی جائے گی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ اگر اس روایت کے موافق ایسی مرتدہ باندی کے حق میں فتویٰ دے دیا جائے جس کا شوہر موجود ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور چاہئے کہ اس کا شوہر اس کو امام سے رقیق بنوا لے یا امام اس مرتدہ مذکورہ کو اس کے شوہر کو ہبہ کر دے بشرطیکہ وہ مصرف ہو یعنی ایسا ہو کہ اس کو بیت المال سے مل سکتا ہو پس وہ اس باندی مرتدہ کا مالک ہو جائے گا اور ایسی حالت میں وہی اس کے قید کرنے اور مارنے کا متولی ہوگا تاکہ اسلام لائے یہ فتح القدیر میں ہے۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر مرتد نے روت سے یعنی مرتد ہو جانے سے انکار کیا کہ میں مرتد نہیں ہوا ہوں اور توحید باری عزاسمہ کا اور شناخت حضرتِ ﷺ کی رسالت کا اور دین اسلام کی حقیقت کا اقرار کیا تو یہ امر اس کی جانب سے توبہ قرار دیا جائے گا۔ یہ محیط میں ہے۔ مرتد کی ارتداد سے اس کی ملک اس کے مال سے بزوال موقوف زائل ہو جاتی ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی ملکیت کا حکم عود کرے گا اور اگر مر گیا یا حالت روت میں قتل کیا گیا تو اس کی حالت اسلام کی کمائی کا اس کا وارث بعد ادائی اس کے قرضۂ اسلام کے میراث پائے گا اور جو کچھ اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ اس کی روت کا قرضہ دینے کے بعد فئی ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مرتد کی ملک اس کے مال سے زائل نہیں ہوتی ہے پھر اس شخص کے حق میں جو مرتد کا وارث ہوگا امام اعظمؒ سے روایات مختلفہ آئی ہیں چنانچہ امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ مرتد کی موت یا قتل کئے جانے کے وقت یا اس کے دارالحرب میں جاملنے کا حکم دیئے جانے کے وقت وہ وارث ہو یعنی اس کے وارث ہونے میں یہ امر معتبر ہے اور یہی اصح ہے اور اگر مرتد مر گیا یا قتل کیا گیا یا اس کے دارالحرب میں جاملنے کا حکم دیا گیا تو اس کی مسلمان بیوی اس وقت تک کہ عورت مذکورہ[1] عدت میں ہو وارث ہوگی اس واسطے کہ وہ روت کے حکم فار[2] میں ہو گیا اس واسطے کہ روت بمنزلہ مرض کے ہے اور مرتدہ کا وارث اس کا شوہر نہ ہوگا الا آنکہ عورت مریضہ ہو تو وارث ہوگا اور اس عورت کے تمام اقارب مستحقین اس کے تمام مال کے وارث ہوں گے یہاں تک کہ اس کی حالت روت کی کمائی کے بھی وارث ہوں گے یہ تبیین میں ہے۔

اگر دارالحرب میں لاحق ہوا بحالت ارتداد یا حاکم نے اس کی لحاق کا حکم دیا تو اس کے مملوک مدبر وام ولد سب آزاد ہو جائیں گے اور اس کے تمام قرضے جو میعادی تھے فی الحال واجب الادا ہو جائیں گے اور جو مال اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو دیا جائے گا اس میں ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور حالت اسلام میں جو اس نے وصیت کی ہے اس کی نسبت مبسوط وغیرہ میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق یہ وصیت مطلقاً باطل ہو جائے گی خواہ وصیت ایسی ہو کہ وصیت قربت ہے یعنی طاعت وعبادت ہے یا ایسی ہو کہ قربت نہ ہو کچھ فرق نہیں ہے اور اس میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ فتح القدیر میں ہے۔ جب تک کہ مرتد دارالاسلام میں پریشان پھرتا ہو تب تک قاضی ان احکام مذکورہ میں سے کوئی حکم نہ دے گا۔ یہ محیط میں ہے۔ مرتد نے حالت روت میں آ کر کچھ تصرف کیا تو اس کے تصرف میں چار وجوہات ہیں اوّل وہ تصرف جو بالاتفاق اماموں کے نزدیک نافذ

---

[1] صورت آنکہ مرتد طلاق دے کر مر گیا یا قتل کیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا اور اس کے چلے جانے کا حکم ایسی حالت میں ہوا کہ عورت مذکورہ عدت میں تھی تو وارث ہوگی اور اگر عدت گزر جانے کے بعد یہ امور واقع ہوئے تو کسی صورت میں وارث نہ ہوگی ۱۲۔ [2] مثل اس شخص کے اس کا بھی حکم ہوگا جو اپنی بیوی کو مرض الموت میں طلاق دے گویا کہ وہ اس عورت کے میراث میں شریک ہونے سے گریز کرنے والا ہے ۱۲۔

ہوگا جیسے قبول ہبہ و استیلاد چنانچہ اگر اس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو گا اور یہ بچہ بھی اس کے وارثوں کے ساتھ میراث پائے گا اور یہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر مرتد نے شفعہ مشتری کو سپرد کر دیا تو صحیح ہے و نافذ ہوگا اور اگر اس نے اپنے غلام ماذون کو مجبور کر دیا تو نافذ ہوگا دوم آنکہ بالاتفاق وہ تصرف باطل ہے جیسے نکاح چنانچہ مرتد کے واسطے جائز نہیں ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرے نہ مسلمان عورت سے نہ مرتدہ سے نہ ذمیہ عورت سے خواہ آزاد ہو یا مملوکہ ہو اور اگر نکاح کیا تو باطل ہوگا اور مرتد کا ذبیحہ اور اس کا تیر یا کتے و باز سے شکار کیا ہوا حرام ہے۔ سوم وہ تصرف جو سب کے نزدیک بالاتفاق موقوف رہے گا جیسے شرکت مفاوضہ چنانچہ اگر اس نے کسی مسلمان سے شرکت مفاوضہ کی تو بالاتفاق ابھی یہ شرکت موقوف رہے گی پس اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ شرکت مفاوضہ نافذ ہو جائے گی اور اگر مر گیا یا حالت ردت پر قتل کیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اس کے چلے جانے کا حکم دے دیا تو شرکت مذکورہ باطل ہو جائے گی اور جڑ سے مفاوضہ باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی۔ یہ صاحبین ؒ کا قول ہے اور امام اعظم ؒ کے نزدیک جڑ سے باطل نہ ہوگی۔ چہارم ایسا تصرف جس کے موقوف رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہے جیسے خرید فروخت۔ اجارہ۔ عتاق۔ مدبیر۔ کتابت وصیت قبضہ دین (جمع دین پر قرضہ ادھار وغیرہ)۔ چنانچہ امام اعظم ؒ کے نزدیک یہ تصرفات موقوف رہیں گے کہ اگر مسلمان ہوگا تو نافذ ہو جائیں گے اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا یا دارالحرب میں جا ملنے کا حکم دیا گیا تو باطل ہو جائیں گے۔ اگر مکاتب نے اپنی ردت کی حالت میں تصرف کیا گو بالاتفاق اس کا تصرف نافذ ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مرتد نے نصرانیہ باندی سے وطی کی کہ جو حالتِ اسلام میں اُس کی ملک تھی:

اگر کسی شخص نے اپنے مرتد غلام یا مرتدہ باندی کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مرتد توبہ کر کے دارالاسلام میں عود کر کے آیا پس اگر قاضی نے ہنوز اس کے دارالحرب میں جا ملنے کا حکم نہیں دیا یعنی ایسا حکم دیئے جانے سے پہلے وہ تائب ہو کر عود کر آیا ہے تو اس کے مال سے حکم ردت[1] باطل ہو جائے گا پس ایسا ہوگا کہ گویا وہ برابر مسلمان ہی رہا ہے اور اس کے مملوک مدبر و ام ولدوں میں سے کوئی خود اس کی طرف سے آزاد شدہ نہ ہوگا اور اگر قاضی کے حکم مذکور دینے کے بعد وہ تائب ہو کر واپس آیا ہے جو کچھ مال وہ اپنے وارثوں کے ہاتھ میں پائے اس کو لے لے اور جو کچھ وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا ہو خواہ ایسے سبب سے زائل کیا ہے جو قابل فسخ ہوتا ہے جیسے بیع و ہبہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جو قابل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے اعتاق[2] و تدبیر و استیلاد تو اس مال کو مرتد کسی طرح نہیں پا سکتا ہے اور وارث کا تصرف مذکور بجائے خود صحیح رہے گا اور وارث پر تاوان بھی لازم نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر مرتد مذکور مر گیا یا قتل کیا گیا تو اس کا فرزند اس کا وارث نہ ہوگا:

اگر مرتد نے نصرانیہ باندی سے وطی کی کہ جو حالتِ اسلام میں اس کی ملک تھی پھر اس کے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد وہ بچہ جنی اور مرتد مذکور نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو یہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور بچہ مذکور آزاد ہو گا اور اس کا فرزند ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ پھر اگر مرتد مذکور مر گیا یا قتل کیا گیا تو اس کا فرزند اس کا وارث نہ ہوگا اور اگر مسئلہ مذکور میں بجائے نصرانیہ کے مسلمہ باندی ہو تو یہ فرزند اس کا وارث ہوگا خواہ مرتد مذکور مر گیا یا قتل کیا گیا یا دارالحرب میں چلا گیا ہو۔ اگر کوئی مرتد اپنا مال لے کر دارالحرب میں چلا گیا پھر غلبہ پا کر یہ مال لے لیا گیا تو وہ فئی ہوگا اور مرتد مذکور کے وارثوں کو اس مال کی طرف کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر مرتد دارالحرب میں جا ملا پھر لوٹ کر دارالاسلام میں آ کر یہاں سے اپنا مال لے گیا اور اس کو دارالحرب میں

---

[1] ردت سے جو حکم اس کے مال میں لگا تھا وہ باطل ہو جائے گا ۱۲۔ [2] اعتاق آزاد کرنا مدبیر مدبر کرنا۔ استیلاد ام ولد بنانا ۱۲۔

داخل کرلیا پھر یہ مال غلبہ[1] پا کر لے لیا گیا تو یہ مال اس کے وارثوں کو جو دارالاسلام میں ہیں واپس دیا جائے گا لیکن اس میں دو صورتیں ہیں کہ قبل تقسیم کے ان کو مفت دے دیا جائے گا اور بعد تقسیم ہو جائے کے بقیمت واپس دیا جا سکتا ہے۔ اگر مرتد دارالحرب میں ملے گا اور یہاں اس کا ایک غلام ہے پس اس کے بیٹے کے واسطے اس غلام کا حکم دیا گیا پس اس کے بیٹے نے اس غلام کو مکاتب کرلیا پھر مرتد مذکور تائب ہو کر مسلمان واپس نہ آیا تو کتابت مذکور اپنے حال پر درست رہے گی اور مال کتابت اور ولاء اسی شخص کی ہو گی جو مسلمان ہو کر واپس آیا ہے یہ کافی میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ہنوز مکاتب مذکور مال ادا کر کے آزاد نہیں ہوا ہے اور اگر مکاتب مذکور کے مال ادا کر کے آزاد ہو جانے کے بعد وہ واپس آیا تو اس آزاد شدہ کی ولاء اس کے بیٹے کی ہو گی یہ نہایہ میں ہے۔

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر مرتد نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر دارالحرب میں جاملا یا مرگیا یا حالت ارتداد پر قتل کیا گیا وہ دارالاسلام میں زندہ موجود ہے بہر حال بالاتفاق اس مقتول کی دیت اس مرتد کے مال سے ہو گی پس اگر اس کی کمائی فقط حالت اسلام کی یا فقط حالت ردت کی ہو تو اسی سے پوری دیت دے دی جائے گی اور اگر حالت اسلام و ردت کی کمائیاں ہوں تو بقول صاحبینؒ دیت دونوں سے دی جائے گی اور دونوں کی کمائیاں ہوں تو بنا بر قول امام اعظمؒ پہلے اس کی اسلام کی کمائی سے ادا کی جائے گی پھر اگر کچھ کمی رہی اور پوری ادا نہ ہوئی تو باقی اس کی ردت کی کمائی سے پوری کر دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ مرتد مذکور قبل مسلمان ہو جانے کے قتل کیا گیا یا مرگیا ہو اور اگر وہ بعد مرتد ہونے کے پھر مسلمان ہو کر مرا یا نہیں مرا تو بالاتفاق دیت مذکورہ اس کی دونوں کمائیوں سے دی جائے گی یہ تبیین میں ہے۔ اگر مرتد نے کچھ مال غصب کرلیا یا کوئی چیز تلف کر دی تو بالاتفاق اس کی ضمان اس مرتد کے مال سے دی جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غصب کرنا یا مال تلف کر دینا یا بالمعائنہ (گواہان سے) ثابت ہو اور اگر فقط مرتد کے اقرار سے ثابت ہوا تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ مال تاوان اس کی دونوں حالتوں کی کمائیوں سے دیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی ارتداد کی کمائی سے دیا جائے گا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے۔ یہ سب یہ صورت ہے کہ خطا کار خود مرتد ہو اور اگر یہ صورت ہو کہ مرتد پر کسی نے جنایت کی بایں طور کہ اس کے مرتد ہو جانے کے بعد کسی نے اس کا ہاتھ یا پاؤں عمداً کاٹ ڈالا تو امام محمدؒ نے اصل میں بیان فرمایا ہے کہ یہ جنایت کرنے والا کچھ ضامن نہ ہو گا خواہ مرتد مذکور اس قطع کی وجہ سے حالت ردت پر مرگیا یا مسلمان ہو کر مرا ہو۔ یہ حکم جب ہے کہ اس کے مرتد ہونے کی حالت میں قطع کیا ہو اور اگر اس طرح ہوا کہ اس کے مسلمان ہونے کی حالت میں کسی مسلمان نے اس کا ہاتھ کاٹا خواہ عمداً یا خطا سے پھر جس کا ہاتھ کاٹا ہے وہ مرتد ہو گیا اور اسی زخم قطع کی وجہ سے حالت ردت پر مرگیا تو کاٹنے والے پر اس عضو کی دیت واجب ہو گی خواہ خطا سے کاٹا ہو یا عمداً کاٹا ہو اور وہ جان تلف شدہ کا ضامن نہ ہو گا پس اگر کاٹنے والے نے عمداً کاٹا ہے تو ضمان مذکور اس کے مال سے واجب ہو گی اور اگر خطا سے کاٹا ہے تو اس کی مددگار برادری پر واجب ہو گی۔

اگر ہاتھ کاٹنے والا مرتد ہو گیا اور جس کا ہاتھ کاٹا ہے وہ مسلمان باقی رہا اور ہاتھ کاٹنے والا اپنی ردت پر قتل کیا گیا پھر مقطوع الید یعنی جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے وہ بھی مر گیا:......

یہ حکم اس وقت ہے کہ جس کا عضو قطع کیا وہ اس قطع کی وجہ سے حالت ردت پر مرا ہو اور اگر وہ مسلمان ہو گیا پھر حالت اسلام پر اس قطع کی وجہ سے مرگیا پس اگر وہ شخص دارالحرب میں نہیں گیا ہے یا جاملا مگر حکم لحاق[2] سے پہلے مسلمان ہو کر عود کر آیا ہے تو

[1] خواہ لشکر اسلام نے فتح پا کر لوٹ لیا یا چور وہاں سے چرا لایا فتامل فیہ ۱۲۔ [2] لاحق ہونا اور مل جانا یعنی جب تک اس پر حکم لاحق ہونے اہل دارالکفر کے ساتھ نہیں دیا گیا ۱۲۔

استحساناً اس کی جان دیت پوری پوری واجب ہوگی خواہ عمداً کاٹا ہو یا خطا سے قطع کیا ہو مگر فرق اس قدر ہے کہ خطا سے قطع کرنے کی صورت میں دیت مذکور اس قطع کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور عمداً کی صورت میں خاص اسی کے مال پر واجب ہوگی اور عمداً قطع کی صورت میں قطع کرنے والے پر قصاص واجب نہ ہوگا اور یہی[1] امام اعظم و امام ابویوسفؒ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر وہ دارالحرب میں جاملا اور قاضی نے اس کے لحاق کا حکم دے دیا پھر تائب ہوکر مسلمان واپس آیا پھر بسبب قطع مذکور کے مرگیا تو قاطع پر نصف دیت واجب ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اگر ہاتھ کاٹنے والا مرتد ہوگیا اور جس کا ہاتھ کاٹا ہے وہ مسلمان باقی رہا اور ہاتھ کاٹنے والا اپنی روت پر قتل کیا گیا پھر مقطوع الید یعنی جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے وہ بھی مرگیا تو اصل میں مذکور ہے کہ اگر اس نے عمداً قطع کیا ہو تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر خطا سے قطع کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہوگیا ہو تو اس کی مددگار برادری پر اس مقطوع کے ہاتھ کی ضمان واجب ہوگی اور اگر مرگیا ہو تو قاطع کی مددکار برادری پر جان کی دیت کاملہ واجب ہوگی اور اگر مدبرہ باندی یا ام ولد مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں چلی گئی پھر اس کا مولیٰ دارالاسلام میں مرگیا پھر وہ گرفتار ہوکر پکڑ آئی تو فئی ہوگی بخلاف اس کے اگر ایسی باندی مولیٰ کے قبضہ سے حربیوں کی رقیت[2] میں آگئی ہو پھر وہ اسیر ہوکر آئی تو مولیٰ کو واپس کردی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر مکاتب مرتد ہوگیا اور دارالحرب میں جاملا اور اس نے کچھ مال کمایا پھر وہ مع اس مال کے گرفتار کیا گیا اور اس نے اسلام لانے سے انکار کیا پس قتل کیا گیا تو اس مال سے اس کے مولیٰ کو مال کتابت ادا کردیا جائے گا اور جو باقی رہا وہ وارثان مکاتب کا ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایسا ہو کہ جو کچھ مکاتب مذکور کا مال رہا ہے وہ اس کی ادائے کتابت کے واسطے کافی نہ ہو تو جو کچھ ہے وہ اس کے مولیٰ کا ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک غلام مع اپنے مولیٰ کے مرتد ہوکر دونوں دارالحرب میں جاملے پھر مولیٰ وہیں مرگیا اور غلام مذکور اسیر ہوکر دارالحرب سے دارالاسلام میں لایا گیا تو وہ فئی ہوگا پھر اگر مسلمان نہ ہوا تو قتل کردیا جائے گا۔ اگر غلام مرتد ہوکر مولیٰ کا مال لے کر دارالحرب میں چلا گیا پھر مع اس مال کے گرفتار ہوکر آیا تو وہ فئی نہ ہوگا بلکہ اس کے مولیٰ کو واپس کردیا جائے گا ایک قوم اسلام سے مرتد ہوکر مسلمانوں سے لڑے اور اپنے شہروں میں سے کسی شہر پر غالب ہوئے جو ان کی زمین[3] حرب میں ہے اور ان کے ساتھ ان کی عورتیں و بچے ہیں پھر مسلمان لوگ ان پر غالب آئے تو ان کے مرد قتل کیے جائیں گے اور عورتیں و بچے اسیر کرکے رقیق بنائے جائیں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر بیوی و مرد دونوں مرتد ہوکر دارالاسلام سے دارالحرب میں چلے گئے پس عورت وہاں حاملہ ہوئی اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور یہ بچہ جب بالغ ہوا تو اس کے بھی فرزند ہوا پھر مسلمان لوگ ان پر غالب ہوئے تو ہر دو فرزند فئی ہوں گے مگر ان میں سے فرزند اوّل پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور دوسرے فرزند پر اسلام کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا ۔ اگر عورت مذکورہ دارالاسلام میں حاملہ ہوگئی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ کافی میں ہے۔

جس نے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا کہ میں ایماندار ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تو وہ کافر ہے:

اور نوادر میں مذکور ہے کہ اگر بیوی و مرد دونوں مرتد ہوکر مع اپنے فرزند صغیر کے دارالاسلام سے دارالحرب میں چلے گئے پھر اس فرزند کے بالغ ہونے پر اس کے بھی فرزند پیدا ہوا پھر اس دوسرے فرزند کو مسلمانوں نے فتح پاکر گرفتار کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس پر اسلام کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ جس شخص کا اسلام بہ تبعیت اس کے والدین کے قرار پایا ہے اگر وہ مرتد بالغ ہوا تو درصورت انکار اسلام کے قیاساً قتل کیا جائے گا اور استحساناً قتل نہیں کیا جائے گا اور اگر صغیرسنی میں مسلمان ہوا

---

[1] حکم باستحسان ۱۲۔ [2] مملوکیت و غلامی کا ہونا ۱۲۔ [3] اشارہ ہے کہ یہ شہر بسبب ارتداد و جنگ کے دارالحرب ہوگیا ۱۲۔

اور مرتد بالغ ہو تو قیاساً قتل کیا جائے گا اور استحساناً قتل نہ کیا جائے گا۔ جو شخص کہ باکراہ اسلام لایا ہے اگر مرتد ہو گیا تو استحساناً قتل نہ کیا جائے گا مگر واضح رہے کہ ان تینوں صورتوں میں اس پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر اسلام لانے سے پہلے کسی نے اس کو قتل کیا تو قاتل پر کچھ لازم نہ ہو گا اور جو کہ دارالاسلام میں لقیط پایا گیا ہے وہ محکوم باسلام ہو گا یعنی اس کے مسلمان ہونے کا حکم بہ تبعیت دارالاسلام دیا جائے گا پھر اگر وہ کافر بالغ ہوا تو اس پر اسلام لانے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور قتل نہ کیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ موجبات کفر چند انواع ہیں از انجملہ وہ ہیں جو متعلق بایمان و اسلام ہیں چنانچہ اگر کسی نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا ایمان صحیح ہے یا نہیں تو یہ خطائے عظیم ہے لیکن اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میرے دل سے شک رفع ہے یا نہیں تو خیر اور جس نے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا کہ میں ایماندار ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تو وہ کافر ہے لیکن اگر اس نے یہ مراد بیان کی کہ مجھے یہ نہیں معلوم کہ دنیا سے ایمان کے ساتھ نکلوں گا تو ایسی صورت میں اس کے کافر ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا جس شخص نے قرآن یعنی کلام اللہ تعالیٰ کی نسبت کہا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے تو وہ کافر ہے اور جس نے ایمان مخلوق ہونے کو کہا وہ بھی کافر ہے اور جس نے اعتقاد کیا کہ ایمان و کفر ایک ہے تو وہ کافر ہے اور جو ایمان سے راضی نہ ہوا وہ کافر ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

جو شخص اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوا وہ کافر ہے اور جو دوسرے شخص کے کفر پر راضی ہوا اس کے حق میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور کتاب التخیر میں کلمات کفر کے بیان میں لکھا ہے کہ جو دوسرے کے کفر پر راضی ہوا تا کہ وہ ہمیشہ عذاب دیا جائے تو اس کے کفر کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر دوسرے کے کفر پر راضی ہوا تا کہ اللہ جل شانہ کے حق میں وہ بات کہے جو اس کی صفات کے لائق نہیں ہے تو اس کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ جس نے کہا کہ میں صفت اسلام نہیں[1] جانتا ہوں تو وہ کافر ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے یہ مسئلہ بہت مبالغہ کے ساتھ ذکر فرمایا اور کہا ہے کہ ایسے شخص کا نہ کچھ دین ہے اور نہ نماز اور نہ روزہ اور نہ کوئی طاعت اور نہ نکاح اور اس کی اولاد سب زنا ہوگی۔ جامع میں مذکور ہے کہ اگر کسی مسلمان نے صغیرہ نصرانیہ سے نکاح کیا اور اس دختر کے والدین نصرانی ہیں پھر وہ بالغ ہوئی درحالیکہ وہ دینوں میں سے کسی دین کو نہیں سمجھتی اور نہ اس کو وصف کر سکتی ہے کہ کیونکر ہے حالانکہ یہ عورت[2] معتوہہ نہیں ہے تو وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہوگی۔ امام محمدؒ کے اس قول کی کہ کس دین کو نہیں سمجھتی ہے۔ یہ معنی ہیں کہ اپنے دل سے نہیں جانتی پہچانتی ہے اور اس قول کی کہ نہ اس کو وصف کر سکتی ہے یہ معنی ہیں کہ زبان سے اس کو بیان نہیں کر سکتی ہے قال المترجم یعنی مثلاً اسلام کو بیان نہیں کر سکتا ہے کہ کیا ہے اور نہ دل سے جانتا ہے تو وہ کافر (تنبیہ☆) ہے اور اگر یوں بیان کیا کہ اسلام یہ ہے کہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول و بندے ہیں اور قیامت و حشر و جزا و غیرہ سب حق ہے تو یہ اسلام کے واسطے کافی ہے۔ فافہم اسی طرح اگر صغیرہ مسلمہ سے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوئی تو وہ اسلام کو نہیں سمجھتی ہے اور نہ وصف کر سکتی ہے حالانکہ وہ معتوہہ نہیں ہے تو وہ بھی اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک عورت سے کہا گیا کہ توحید میدانی یعنی تو توحید کو جانتی ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ جس بیان سے مکتب میں لڑکے کہتے ہیں وہ مجھے یاد نہیں ہے تو یہ اس کے حق میں مضر نہیں ہے اور اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچانتی ہی نہیں ہوں تو ایسی عورت مؤمنہ نہیں ہے اور اس کا نکاح صحیح نہ ہوا اور حماد بن ابی حنیفہؒ سے روایت ہے کہ جو شخص مر گیا اور اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ میرا خالق اور اللہ عزوجل نے

---

[1] قولہ نہیں جانتا یعنی اسلام کیا ہے اور اس کا کیا اعتقاد اور کیونکر ہے ۱۲۔ [2] پیدائشی بیوقوف سفید بمنزلہ پاگل کے ۱۲۔

☆ (تنبیہ) قولہ کافر ہے یعنی اس میں ایمان نہیں اور تکفیر کیا جائے گا بحکم ظاہر شرع کافر کہلائے گا ۱۲۔

کوئی اور گھر سوائے اس گھر کے رکھا ہے اور ظلم حرام ہے تو وہ مسلمان نہیں مرا یہ محیط میں ہے۔

ایک نصرانی کسی مسلمان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرتا کہ میں تیرے پاس مسلمان ہولوں پس اس نے کہا کہ تو فلاں عالم کے پاس جاتا کہ وہ تجھ پر اسلام پیش کرے پس تو اسکے پاس مسلمان ہو:

ایک شخص گناہ کر رہا ہے اور کہتا جاتا ہے کہ مسلمانی ظاہر کرنا چاہئے تو اس کے کفر کا حکم دیا جائے گا۔ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائی میں مسلمان ہوں اس نے کہا کہ تجھ پر و تیری مسلمانی پر لعنت ہے تو ایسا کہنے والا کافر کہا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ایک نصرانی مسلمان ہو گیا پھر اس کا مالدار باپ مر گیا پس اس نے کہا کہ کاش میں اس وقت تک مسلمان نہ ہوا ہوتا کہ اس کا مال میراث لیتا تو اس کے کافر ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ایک نصرانی کسی مسلمان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرتا کہ میں تیرے پاس مسلمان ہولوں پس اس نے کہا کہ تو فلاں عالم کے پاس جاتا کہ وہ تجھ پر اسلام پیش کرے پس تو اس کے پاس مسلمان ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ اس طرح[1] درنگ کرنے والا کافر نہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک کافر مسلمان ہو گیا پس اس سے ایک شخص نے کہا کہ تجھے اپنے دین کی طرف سے کیا بلا پیش آئی تھی تو یہ کہنے والا کافر ہو گا یہ خلاصہ میں ہے۔ یہاں تک کہ تو بیان ایسی صورتوں کا ہوا جو متعلق بایمان و اسلام ہیں اور قسم دیگر وہ کلمات کفر ہیں جو ذات اللہ تعالیٰ و اس کی صفات وغیرہ سے متعلق ہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے وصف کیا اللہ تعالیٰ کو ایسے وصف سے جو لائق شان الٰہی نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام سے تمسخر کیا یا اس کے اوامر میں سے کسی امر یعنی حکم سے تمسخر کیا یا اس کے وعدہ ثواب یا عتاب وعقاب کا انکار کیا یا اس کا کوئی شریک گردانا یا فرزند یا بیوی قرار دی یا اللہ تعالیٰ کو جہالت یا عاجزی یا نقص کی طرف منسوب کیا تو وہ کافر ہو گا یعنی حکم دیا جائے گا کہ وہ کافر ہے اور اگر کسی نے کہا کہ روا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا فعل کرے جس میں کچھ حکمت نہیں ہے تو کافر کہا جائے گا اور اگر یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہوتا ہے تو کافر ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں میری آنکھ و نگاہ میں ایسا ہے جیسے یہودی:

اگر کسی نے کہا کہ اگر خدا مجھے اس کا حکم کرے گا یا اگر خدا بھی اس کا حکم کرے گا تو نہ کروں گا تو اس نے کفر کیا یہ محیط میں ہے اور تجنیز میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جو ید و وجہ[2] کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے واسطے آیا ہے حالانکہ وہاں ہرگز یہ جوں جو ظاہر میں سمجھتے ہیں مراد نہیں ہیں پس آیا فارسی میں یا اردو میں اللہ تعالیٰ شانہ پر ان الفاظ کا اطلاق جائز ہے یا نہیں۔پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ اس نے اس لفظ سے عضو کے معنی نہ سمجھ لئے ہوں اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔قال المترجم جن بعض مشائخ نے یہ اطلاق جائز کیا ہے ان کے قول کے یہ معنی ہیں کہ ہم بالیقین جانتے ہیں کہ بحکم آیہ لیس کمثلہ شئی اس کے مثل کوئی چیز کسی طرح کبھی نہیں ہے بالضرور ہاتھ و چہرہ سے ایسا عضو مراد نہیں ہے پس کوئی کیفیت نہیں معلوم ہے کہ وجہ الٰہی یا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کیا اور کیونکر ہے جیسے خود ذات الٰہی جل شانہ بالکل مجہول الکیفیت ہے پس ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بمعنی صفت ہے جس کی کیفیت ہم کو بالکل نہیں معلوم ہے اور یقین سے معلوم ہے کہ ایسے ہاتھ جو عضو معروف ہے ہرگز نہیں ہے اور یہ امام اعظمؒ و دیگر ائمہ و علمائے متقدمین میں سے منقول ہے واللہ اعلم اور اگر کہا کہ فلاں نے عینی کا لیھودی عین اللہ یعنی فلاں میری آنکھ و نگاہ میں ایسا ہے جیسے یہودی اللہ تعالیٰ کی آنکھ میں تو کافر کہا جائے گا اور اسی پر جمہور مشائخ

---

[1] قولہ اس طرح درنگ یعنی اس کے مسلمان کر لینے میں تاخیر کرنے والا کسی عالم کی طرف بھیجنے میں ۱۲۔ [2] قولہ ید بمعنی ہاتھ اور وجہ بمعنی چہرہ ۱۲۔

ہیں اور بعض نے کہا کہ اگر اس سے مراد اس شخص کے فعل کو زیادہ قبیح جانتا ہو تو کافر نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کوئی آدمی مر گیا پس ایک نے کہا کہ خدا کو وہ چاہیے تھا تو تکفیر کیا جائے گا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ این کار ایست خدای را افتادہ است یعنی یہ کام ہے کہ خدا کو کرنا پڑ گیا ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی لیکن یہ کلمہ زشت ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کسی نے اپنے ساتھ جھگڑا کرنے والے سے کہا کہ میں تیرے ساتھ خدا کے حکم کے موافق کام کرتا ہوں پس اس کے مخاصم نے کہا کہ میں حکم خدا کو نہیں جانتا ہوں یا کہا کہ یہاں حکم نہیں چلتا ہے یا کہا کہ یہاں نہیں حکم ہے یا کہا کہ خدائے حاکمی وانشاید یا کہا کہ یہاں شیطان ہے کہ حکم کرتا ہے تو یہ سب کفر ہے۔ اور شیخ حاکم عبدالرحمٰن سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کہا کہ برسم کار کنم بحکم نے یعنی رسم پر کام کرتا ہوں حکم پر نہیں پس آیا یہ کفر ہے تو فرمایا کہ اگر اس کی مراد فساد حق و ترک شرع واتباع رسم ہے نہ رد حکم تو تکفیر نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے اپنے کپڑے ایک مقام پر رکھے اور کہا کہ میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا پس دوسرے نے کہا کہ تو نے ان کو ایسے کے سپرد کیا جو چور کو منع نہیں کرتا ہے اگر چہ چرائے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور وہ کافر (اگر کلمہ برا کہے) نہ ہو جائے گا۔ ایک نے کہا کہ اگر مادروغ می گویم خدا دروغ می گوید تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ ایک نے اپنی بیوی سے غصہ میں کہا کہ آن روسپی[1] کہ تر ازادو آن بغی کہ ترا کشت و آن خدائے کہ ترا آفرید تو بعض نے فرمایا کہ کفر ہوگا۔ شیخ ابونصر دبوسی سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا پس انہوں نے چند روز اس میں غور وفکر کی اور کچھ جواب نے دیا اور مولف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ کفر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی شخص کی نسبت کہا کہ یہ شخص مریض نہیں ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بھولا ہوا ہے یا کہا کہ یہ اس چیز سے ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ بھول گیا ہے تو یہ بعض کے نزدیک کفر ہے اور یہی اصح ہے۔ اگر کہا کہ خدائے ہازیاں تو بس نیایدمن چگو نہ بس آیم تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے نزدیک دوست تر ہے اللہ تعالیٰ سے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ خلاصہ میں ہے۔

قال المترجم وفیہ نظر اور اگر کہا کہ فلاں کو قضائے بد پہنچی تو خطائے عظیم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ البتہ خدا تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے پس تو بھی لوگوں سے احسان کر جیسے خدا نے تیرے ساتھ کیا اس نے کہا کہ جا خدا سے لڑائی کر کہ تو نے اس کو یہ ثروت کیوں دی ہے تو اصح قول کے موافق اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ دو مردوں کے درمیان خصومت ہے پس ایک نے ان میں سے کہا کہ جا اور سیڑھی لگا اور آسمان پر جا کر خدا سے لڑائی کر تو اکثر مشائخ نے کہا کہ یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ صاحب جامع اصغر نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ شود باخدائے جنگ کن تو بعضوں نے کہا کہ یہ کفر ہوگا اور اسی طرح شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے میلان کیا ہے اور شیخ امام نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ نکاح کی تجدید کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے مکان ثابت کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی چنانچہ اگر کہا کہ خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے پس اگر اس قول سے یہ قصد کیا جو ظاہر اخبار میں وارد ہے اس کی حکایت ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر مراد مکان ثابت کرنا ہے تو تکفیر کی جائے گی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو اکثر کے نزدیک تکفیر کی جائے گی اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ انصاف کے واسطے بیٹھا ہے یا انصاف کے واسطے کھڑا ہوا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو فوق[2] وتحت سے موصوف کیا یہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا آسمان پر خدا ہے اور زمین پر فلاں تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ فتاویٰ

---

[1] روسپی اور بغی دونوں کے معنی زن بدکارہ کے ہیں جیسے ہمارے عرف میں بیوہ و چھنال کا اطلاق عورت بدکارہ پر کیا جاتا ہے ۱۲۔

قاضی خان میں ہے۔

جس نے اللہ تعالیٰ کو منسوب بجور کیا مثلاً کہا کہ ظالم ہے تو وہ کفر کا مرتکب ہوا:

اگر کہا کہ خدا فرو می نگرد از آسمان یا کہا کہ می بیند یا کہا کہ از عرش تو یہ اکثر کے نزدیک کفر ہے الا آنکہ عربی میں کہے کہ یطلع تو ایسا نہیں ہے۔ اگر کہا کہ خدائے از بر عرش می داند تو یہ کفر نہیں ہے۔ اگر کہا کہ از زیر عرش می داند تو یہ کفر ہے اور اگر کہا کہ اری اللہ تعالٰی فی الجنۃ (دیکھتا ہوں میں خدا کو جنت میں) تو یہ کفر ہے اور اگر کہا کہ من الجنۃ تو یہ کفر نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ شیخ ابوحفص ؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو منسوب بجور کیا یعنی مثلاً کہا کہ ظالم ہے تو وہ البتہ کافر ہوا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک نے کہا کہ یا رب این ستم مپسند یعنی اے پروردگار (اس پر ایسا سختی کرنا پسند نہ کر) یہ ظلم پسند نہ کر تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اور اصح یہ ہے کہ تکفیر نہ کی جائے گی[۱] اور اگر کہا کہ خدائے عزوجل بر تو ستم کناد[۲] چنانکہ تو بر من ستم کردی تو اصح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہ کی جائیگی اور اگر کسی نے کہا کہ کاش اگر اللہ تعالیٰ نے دن قیامت کے انصاف کیا تو میں تجھ سے اپنی داد پاؤں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر بجائے کاش اگر کے یوں کہا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے الی آخرہ تو تکفیر نہ کی جائے گی۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز حق و انصاف سے فیصلہ کیا تو میں تجھے اپنے حق کے لئے ماخوذ کروں گا تو یہ کفر ہے یہ محیط میں ہے۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ بولتے ہیں کہ یہ جگہ ایسی ہے کہ نہ یہاں اللہ ہے اور نہ رسول تو فرمایا کہ اس محاورہ سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس جگہ حکم خدا و حکم رسول کے موافق کام نہیں کیا جاتا ہے پھر پوچھا گیا کہ اگر ایسی جگہ کے واسطے یہ کہا گیا جہاں کے لوگ زاہد متقی ہیں تو فرمایا کہ اگر وہاں بحکم خدا و رسول کا بند ہوتے ہیں تو اس نے ان کاموں کے دین ہونے سے انکار کیا مثل نماز ہائے پنجگانہ کے پس اس کی تکفیر کی جائے گی یہ تمیمیہ میں ہے۔ اگر ظالم کے ظلم کرتے وقت کہا یارب اس سے یہ ظلم پسند نہ کر اور اگر تو پسند کرے گا تو میں پسند نہ کروں گا۔ تو یہ کفر ہے گویا اس نے یوں کہا کہ اگر تو راضی ہوا تو میں راضی نہ ہوں گا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اے خدا روزی مجھ پر کشادہ کر دے یا میری تجارت چلتی کر دے یا مجھ پر ظلم نہ کر تو شیخ ابونصر دبوسی نے فرمایا کہ یہ شخص کافر ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کسی سے کہا اگر تو دونوں جہان کا خدا ہو جائے گا تو بھی تجھ سے اپنا حق لے لوں گا تو اُسکی تکفیر کی جائیگی:

ایک نے دوسرے سے کہا کہ جھوٹ مت بول اس نے کہا کہ جھوٹ ہے کس واسطے۔ اسی واسطے کہ اس کو بولیں تو فی الحال کافر ہو جائے گا اور اگر کسی سے کہا گیا کہ رضائے خدا طلب کر اس نے کہا کہ مجھے نہیں چاہئے ہے یا کہا کہ اگر خدا مجھے بہشت میں کر دے تو اس کو غارت کر دوں گا یا کسی سے کہا گیا کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی مت کر کہ تجھے دوزخ میں ڈال دے گا پس اس نے کہا کہ میں دوزخ سے نہیں ڈرتا ہوں یا اس سے کہا گیا کہ بہت نہ کھا یا کر خدا تجھے دوست نہ رکھے گا پس اس نے کہا کہ میں تو کھاؤں گا خواہ مجھے دوست رکھے یا دشمن تو ان سب سے تکفیر کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کہا گیا کہ بہت مت ہنس یا بہت مت سو یا بہت مت کھا پس اس نے کہا کہ اتنا کھاؤں گا اور اتنا سوؤں گا اور اتنا ہنسوں گا جتنا میرا جی چاہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ گناہ مت کر کہ خدا کا عذاب سخت ہے پس اس نے کہا کہ میں عذاب کو ایک ہاتھ سے اُٹھا لوں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر اس سے کہا گیا کہ ماں و باپ کو آزار مت دے پس اس نے کہا کہ ان دونوں کا مجھ پر کچھ حق نہیں ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی لیکن گنہگار ہو

---

[۱] فوق او پر تحت نیچے ۱۲۔ [۲] کیونکہ یہ محاورہ بمعنی ظلم نہیں ہے بلکہ دعا ہے کہ اس سختی کو دور کر دے فافہم ۱۲۔ [۳] بطریق مقابلہ و مراد پاداش ہے ۱۲۔

گا۔ ایک نے کہا کہ اے شیطان میرا کام کر دے تا کہ جو تو کہے کروں گا۔ ماں و باپ کو آزاد کر دوں گا اور جو کچھ تو نہ کہے گا نہ کروں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ تخییر سے تاتارخانیہ میں منقول ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ اگر تو دونوں جہان کا خدا ہوا جائے گا تو بھی تجھ سے اپنا حق لے لوں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے جھوٹ بات کہی جس کو کسی نے سن کر کہا کہ میرا خدا اس تیرے جھوٹ کو سچ کر دے یا کہا کہ میرا خدا تیرے اس دروغ میں برکت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ قریب بہ کفر ہے اور مصباح میں لکھا ہے کہ ایک نے جھوٹ کہا پس دوسرے نے کہا کہ اللہ تیرے جھوٹ میں برکت دے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے کہا فلاں تیرے ساتھ سیدھا نہیں چلتا ہے پس اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ سیدھا نہ چلے تو شیخ نے فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی۔ قال المترجم وفیہ نظر اور تخصیر میں لکھا ہے کہ میں نے صدرالاسلام جمال الدین سے دریافت کیا کہ ایک نے کہا کہ خدا تعالیٰ زر کو دوست رکھتا ہے کہ مجھے نہیں دیا ہے تو فرمایا کہ اگر اس کلام سے اس کا قصد یہ ہے کہ خدائے عزوجل کی طرف نسبت بخل کی کہے تو تکفیر کیا جائے مگر مجرد اس قول سے زر کو دوست رکھتا ہے تکفیر نہ کی جائے گی۔ یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ انشاء اللہ تو یہ کام کرے گا پس اس نے کہا کہ میں بغیر انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام کروں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ظالم نے کسی پر ظلم کیا پس مظلوم نے کہا کہ یہ بتقدیر الٰہی ہے پس ظالم نے کہا کہ میں بغیر تقدیر الٰہی کرتا ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کہا کہ اے خدا اپنی رحمت مجھ سے دریغ مت کر تو یہ الفاظ کفر میں سے ہے۔ یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر بیوی و خصم کے درمیان جھگڑا طول کھینچا اور دیر تک باہم جھگڑے و سخت کلامی کے ساتھ باتیں رہیں پس مرد نے بیوی سے کہا کہ خدا سے ڈر اور اپنے آپ کو اس کی نافرمانی سے بچا۔ پس عورت نے اس کو جواب دیا کہ میں نہیں اس سے ڈرتی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اس کو معصیت ظاہرہ پر عتاب کر کے اس کو اللہ تعالیٰ سے خوف دلایا ہے پس اس نے یہ جواب دیا تو اس سے مرتدہ ہو جائے گی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر شوہر نے اس کو ایسے امر پر عتاب کیا ہے جس میں خدا کی طرف سے خوف کا مقام نہیں ہے تو وہ کافرنہ ہو گی لیکن اگر اس نے اپنے اس کلام سے استخفاف[1] کیا ہے تو اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی ایک نے دوسرے کو مارنا چاہا پس اس سے اس بیچارہ نے کہا کہ آیا تو خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے اس نے کہا کہ نہیں تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا پس جواب میں فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ تقویٰ اسی میں ہے جو میں کرتا ہوں اور اگر کوئی آدمی گناہ کرتا ہوا دیکھا گیا پس دوسرے نے اس سے کہا کہ آیا تو خدا سے نہیں ڈرتا ہے پس اس نے کہا کہ نہیں تو کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ اس کی تاویل ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی سے کہا گیا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا ہے پس اس نے حالت غصہ میں کہا کہ نہیں تو کافر ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ تا امی شویم بدتر خدائے باما میشو دبد تر تامی شویم نیکو تر خدائے باما میشو دنیکو تر یعنی جتنا میں بدتر ہوتا جاتا ہوں خدا میرے ساتھ بدتر ہوتا جاتا ہے اور جتنا میں نیک تر ہوتا ہوں اتنا خدا میرے ساتھ نیک تر ہوتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا: از خدائے می بنیںم واز تو یا کہا: از خدائے امید میدارم و تبو:

قال المترجم وھذا اصح اور عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی حکم خدا یا شریعت پیغمبر خدا ﷺ کو ناپسند کرے مثلاً کسی سے

---

[1] خوف الٰہی کی تحقیر کی کہ کچھ چیز نہیں ہے ۱۲۔

کہا گیا کہ خدا تعالیٰ نے چار عورتیں حلال کر دی ہیں پس وہ کہے کہ میں اس حکم کو پسند نہیں کرتا ہوں تو یہ کفر ہے۔ یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر عورت نے اپنے پسر سے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا پس پسر نے کہا کہ واللہ میں نے نہیں کیا پس اس عورت نے غصہ میں کہا کہ مہ نو مہ واللہ تو مشائخ نے اس عورت کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ جس نے کہا کہ خدائے عزوجل ہو اور کوئی چیز نہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے وفیہ نظر۔ اگر کسی نے کہا کہ خدائے عزوجل نے میرے حق میں سب نیکی کی ہے بدی میری طرف سے ہے تو اس نے کفر کیا یہ محیط میں ہے وفیہ نظر اور ایک شخص سے کہا گیا کہ باری[1] بازن بس نیامدی بس اس نے کہا کہ خدائے بازنان بس نیامد من چگونہ بس آئم تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ از خدائے می بیتم وازتو یا کہا کہ از خدائے امید میدارم وتبو تو اسی طرح کہنا قبیح ہے اور اگر یوں کہتا کہ از خدائے می بیتم وسبب ترا امیدانم تو یہ اچھا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر نالش میں اپنے خصم سے قسم طلب کی پس خصم نے شروع کیا کہ میں قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی پس اس طالب نے کہا کہ میں اللہ کی قسم نہیں چاہتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں کہ تو طلاق یا عتاق کی قسم کھا تو ہمارے بعضے اصحاب کے نزدیک کافر ہو گیا اور عامہ مشائخ کے نزدیک کافر نہ ہوگا اور تجنیس ناصری میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ سوگند[2] تو ہمان ست و کیر خر ہمان یعنی ہر دو یکساں ہے۔ تو اس نے کفر کیا۔ اگر کسی سے کہا کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں تجھ کو ہمیشہ دعا میں یاد رکھتا ہوں تو مشائخ نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔ قال المترجم اثبت اکثر کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دروغ پر شاہد کیا یا دانا گردانا ہے تو کافر کہا جائے گا واللہ اعلم اور اگر بطریق مزاح کے کہا کہ من خدا ایم[3] یعنی خود آیم تو اس نے کفر کیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تراحق ہمسایہ نمی باید یعنی تجھے حق ہمسایہ نہیں چاہئے اس نے کہا کہ نہیں پس کہا کہ تراحق شوے نمی (شوہر) باید اس نے کہا کہ نہیں پس کہا کہ تراحق خدا نمی باید پس اس نے کہا کہ نہیں تو عورت مذکورہ نے کفر کیا۔ کسی شخص نے اپنی بیماری وضیق عیش میں کہا کہ باری بدانی کہ خدا تعالیٰ مرا چرا آفریدہ اس چوں از لذتہائے دنیا مرا ہیچ نیست یعنی مجھے معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے جبکہ دنیا کی لذتوں سے میرے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ لیکن ایسا کلام کرنا خطائے عظیم ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے گناہوں پر ضرور عذاب کرے گا پس اس نے کہا کہ خدائے را نشاندہ کہ تا خدائے ہمہ آن کند کہ تو میگوئی یعنی تو نے خدا کو بٹھا دیا ہے تاکہ جو تو کہے وہی سب خدا کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ محیط میں ہے۔

تخییر میں مذکور ہے کہ کسی نے کہا کہ خدائے چہ تواند کرد چیزے دیگر نتواند بجز دوزخ یعنی خدا کیا کر سکتا ہے کچھ اور نہیں کر سکتا سوائے دوزخ کے تو اس نے کفر کیا اور اسی کے مثل یہ ہے کہ کسی نے ایک حیوان قبیح کو دیکھ کر کہا کہ پیش کار نماندہ است خدائے کہ چنین آفریدہ یعنی اے خدا کوئی اور کام نہیں رہ گیا تھا کہ تو نے اس کو پیدا کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ایک فقیر نے اپنی محتاجی کی تکلیف میں کہا کہ فلاں ہم بندہ است باچندے نعمت و من ہم بندہ رچنین رنج بارے ایں چنین عدل باشد یعنی اے خدا فلاں بھی بندہ ہے کہ اس قدر نعمت کے ساتھ ہے اور میں بھی بندہ ہوں کہ اپنے رنج و مشقت میں گرفتار ہوں بھلا یہ بھی کچھ عدل ہے تو اس نے کفر کیا۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ خدا سے ڈر اس نے کہا کہ خدا کہاں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کہا پیغمبر قبر میں نہیں

---

[1] جیسے بولتے ہیں کہ تو اپنی عورت سے نہ جنا ۱۲۔ [2] وہی تیری قسم ہے اور وہی گدھے کا عضو تناسل یعنی دونوں یکساں ہیں ۱۲۔ [3] مترجم کہتا ہے کہ اگر اس نے اس طرح کہ کلمہ کفر میں اور اس کے لفظ میں صریح التباس ہو تو اس پر کفر کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے اس کے ساتھ اس کی توضیح بھی کی مثلاً یوں کہا کہ خدا ایم اور ظاہر کیا کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ خود آیم تو اس کے کفر میں تامل ہے واللہ اعلم ۱۲۔

ہے یا کہا کہ خدا کا علم قدیم نہیں ہے یا کہا کہ جو معدوم ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر عبداللہ نامی کسی آدمی کو پکارنے میں لفظ اللہ کے آخر کاف تصغیر لاحق کیا پس اگر یہ پکارنے والا عالم ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور عبدالخالق کی تصغیر کی خویق کیا تو بھی اگر عالم ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خدا تیرے دل پر رحمت کرے میرے دل پر نہیں۔ پس اگر اس نے رحمت سے بے پروائی کا قصد کیا ہے تو کافر ہوا اور اگر یہ قصد کیا کہ میرا دل اثبات الٰہی سے ثابت ہے اس میں کوئی اضطراب نہیں ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی۔ ایک طفل اپنے باپ کو پکارتا ہے حالانکہ اس کا باپ نماز پڑھ رہا ہے پس ایک شخص نے اس طفل سے کہا کہ ٹھہر بے لونڈے کہ تیرا باپ اللہ اللہ کرتا ہے تو یہ کفر نہیں ہے اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدمت اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کسی اندھے یا مریض کو دیکھ کر کہا کہ خدا نے تجھے دیکھا اور مجھے دیکھا اور تجھ کو ایسا پیدا کیا پھر میرا کیا گناہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کہا کہ بخدائے وبخاک پائے تو یعنی قسم خدا و قسم تیرے پاؤں کی خاک کی کہ میں ایسا نہ کروں گا تو یہ شخص کافر ہوا اور فارسی زبان کے محاورہ کے موافق قسم بخدا و بخاک پائے تو کو لکھا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کہا کہ بخدائے وبجان وسر تو یعنی قسم خدا کی و قسم تیری جان و سر کی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔

قال المترجم مگر اوّل سے بہت قریب ہے اگرچہ استخفاف[1] صریح نہیں نکلتا ہے فافہم۔ اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو متعلق بانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ واضح ہو کہ جس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں سے بعض کا اقرار نہ کیا یا سنن مرسلین میں سے کسی سنت کو ناپسند کیا تو وہ کافر ہوا۔ اور شیخ بن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے حضرت خضر علیہ السلام یا حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ جس بزرگ کے نبی ہونے کی تمام امت بالاتفاق قائل نہیں ہے اس کی نبوت سے انکار کرنے والا ایسا ضرر نہ پائے گا اور اگر یوں کہا کہ اگر فلاں نبی ہوتا تو میں اس پر ایمان نہ لاتا تو اس نے کفر کیا یہ محیط میں ہے۔ شیخ جعفر سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں تمام انبیاء اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہ تھے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ یہ عتابیہ میں ہے۔ شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فواحش کی جانب مثل زنا کا قصد کرنے وغیرہ کی جانب انبیاء علیہم السلام کو منسوب کرتا ہے کہ جیسے حشویہ فرقہ کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت بکتے ہیں تو فرمایا کہ ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی اس واسطے کہ ایسا قول ان حضرات علیہم السلام کی نسبت ان کے حق میں شتم ہے اور استخفاف ہے۔ حضرت ابوذرؒ نے فرمایا کہ جو قائل ہے کہ ہر گناہ کفر ہے اور باوجود یکہ کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے گناہ کیا ہے تو وہ کافر ہے اس لئے کہ اس نے شتم کہا۔ اگر اس نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام نے عصیان نہیں کیا ہے نہ در حالت نبوت کے اور نہ قبل اس کے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اس واسطے کہ یہ نصوص قرآنی کا رد ہے اور میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ اگر کوئی شخص یہ نہ جانے کہ حضرت محمد ﷺ آخر الانبیاء یعنی خاتم النبیین ہیں کہ سب سے آخر میں ان پر نبوت ختم ہوگئی ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ یتیمیہ میں ہے۔ قال المترجم بعض مشائخ کی قید بایں معنی ہے کہ سنا انہیں بعض سے ہے ورنہ بالاتفاق جو شخص اس کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے اور جو نہ جانتا ہو اگرچہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لایا ہے تو وہ ناقص ہے فافہم۔ شیخ ابو حفص کبیر نے فرمایا کہ جس کسی نے خواہ کوئی ہو اگر اپنے دل میں کسی نبی کا بغض رکھا تو وہ کافر ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر فلاں نبی ہوتا تو میں اس کو پسند نہ کرتا اور اس سے راضی نہ ہوتا تو بھی کفر ہے۔ اگر کہا کہ فلاں پیغامبر ہوتا تو میں اس کی طرف نہ گرویدہ ہوتا پس اگر پیغامبر سے اس کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا تو

---

[1] خفیف و حقیر سمجھنا ۱۲۔

اس صورت میں اس کی تکفیر کی جائے گی جیسے اس کہنے میں کہ واگر خدائے تعالیٰ مجھے کسی کام کا حکم دیتا تو میں نہ کرتا تکفیر کی جاتی ہے۔

اگر کسی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدمی تھے یا جنی تو اُس کی تکفیر کی جائے گی:

جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص اور اس کے سُسر کے درمیان جھگڑا اور گفتگو پیش آئی پس داماد نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے بشارت دیں گے تو میں تیرے[1] حکم کی پابندی نہ کروں گا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ اگر کسی نے کہا کہ جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے اگر وہ راست وعدل ہو تو ہم نے نجات پائی تو یہ کافر ہوا۔ اسی طرح اگر کہا کہ انا رسول اللہ یا فارسی میں کہا کہ من پیغمبرم یا اردو میں کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ ہے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر ایسا ہوا کہ جس وقت اس نے یہ کلام کیا ہے اس وقت ایک شخص دیگر نے اس سے معجزہ طلب کیا تو یہ دوسرا بھی بنابر قول بعض کے تکفیر[2] کیا جائے گا اور متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوسرے کی غرض معجزہ طلب کرنے سے اس کو عاجز وفضیحت کرنا ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بلفظ تصغیر کہا مثلاً عربی میں شعیر کہا تو بعضوں کے نزدیک تکفیر کیا جائے گا اور مطلقاً اور دوسروں کے نزدیک مطلقاً نہیں بلکہ جب اس کی نیت میں اہانت ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدمی تھے یا جنی تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ فلاں پیغمبر است حق خویش از ولجانم یعنی اگر فلاں پیغمبر ہے تو بھی اس سے اپنا حق لے لوں گا تو یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر محمد درویشک بوحریا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیر درویش تھے) کہا کہ جامہ پیغمبر ریمناک بوُد (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پیپ بھرا تھا) یا کہا کہ ان کے ناخن بڑے بڑے تھے تو بعض نے فرمایا کہ مطلقاً اس کی تکفیر کی جائے گی قال المترجم موافق زبان اردو کے یہی اصح ہے اور بعض نے کہا کہ اگر اس نے بطریق اہانت کے کہا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ اس مرد نے ایسا ویسا کہا ہے تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا قال المترجم یہی اصح ہے ہمارے نزدیک واللہ اعلم اور اگر ایسے شخص کو بدزبانی سے یاد کیا جس کا نام محمد یا احمد یا اس کی کنیت ابوالقاسم ہے چنانچہ اس کو کہا کہ اے چھنال کے بچے تو اور جو اور کہ خدا کا اس نام یا اس کنیت کا بندہ ہے تو بعض مقام پر ذکر فرمایا کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت یاد رکھتا تھا پھر بھی اس نے ایسا کہا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ ہر معصیت گناہ کبیرہ الا معاصی انبیاء علیہم السلام کہ ان کے معاصی سب صغیرہ ہیں تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ ہر عصیان جو عمداً ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا کرنے والا فاسق ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے معاصی عمداً تھے تو اس نے کفر کیا اس واسطے کہ یہ شتم ہے اور اگر کہا کہ معاصی انبیاء علیہم السلام کے عمداً نہ تھے تو یہ کفر نہ ہوگا یہ تیمیہ میں ہے اور رافضی اگر حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہو یا مثل اس کے بدزبانی سے یاد کرتا ہو اور ان کو لعنت کرتا ہو نعوذ باللہ منہ تو وہ کافر ہے اور اگر فقط اتنی بات ہو کہ حضرت علی کرم اللہ کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا بلکہ مبتدع ہے اور معتزلی مبتدع[1] ہوتا ہے لیکن اگر اس نے دیدار الٰہی کا محال ہوتا کہا تو اب کافر ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت زنا لگائی تو وہ کافر ہوا اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی بیویوں رضی اللہ عنہن کو ایسی تہمت لگائی نعوذ باللہ منہ تو کافر نہ کہا جائے گا لیکن مستحق لعنت ہوگا اور اگر کہا کہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اصحاب نہ تھے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی لیکن مستحق لعنت ہوگا

---

[1] احتمال ہے کہ ضمیر راجع ہو بجانب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ان کے حکم کی پابندی نہ کروں گا والاول اظہر ۱۲۔ [2] اس معنی پر کہ اس نے اس کی تصدیق کر کے اس سے معجزہ طلب کیا حالانکہ پیغمبری ختم ہو چکی ۱۲۔

یہ خزانۃ الفقہ میں ہے۔ جس نے امامت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انکار کیا تو وہ بعض کے نزدیک کافر ہے اور بعض نے کہا کہ مبتدع ہے کافر نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اسی طرح جس نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار کیا وہ بھی اصح قول کے موافق کافر ہے اگرچہ اس میں اقوال اختلافی کئی ہیں کذا فی الظہیریہ اور جو لوگ حضرت عثمان و حضرت علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں ان کی تکفیر کرنا واجب ہے یعنی کافر کہنا واجب ہے۔ سب زیدیوں کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس اعتقاد پر کہ وہ عجم میں سے ایک نبی ظاہر ہونے کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے اس ناپاک اعتقاد کے موافق وہ ہمارے حضرت رسول اللہ خاتم النبیین محمد ﷺ کے دین پاک کو منسوخ کرے گا یہ وجیز کردری میں ہے اور روافض کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس قول پر کہ مردے لوٹ کر دنیا میں آئیں گے اور ارواح میں تناسخ[۱] ہوتا ہے یعنی اواگون ہوتا ہے اور اسد کی روح اماموں میں منتقل ہوئی اور اس قول پر کہ ائمہ اطہار میں سے ایک امام پوشیدہ ہو گئے ہیں وہ آخر میں نکلیں گے اور اس قول پر کہ شرعی امر و نہی جب تک امام موصوف نکلے معطل ہے اور اس قول پر کہ جبرائیل علیہ السلام نے غلطی سے وحی آئی حضرت محمد ﷺ کو پہنچائی نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور ایسے سب لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام وہی ہیں جو مرتدوں کے احکام ہیں۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ کاش اگر آدم گیہوں نہ کھاتے تو ہم لوگ شقی نہ ہوتے تو اُس کی تکفیر کی جائے گی:

اکراہ الاصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کو شتم کرے پس اس نے کہا حالانکہ تو اس میں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں کچھ نہیں گذرا میں نے محمد کا شتم کیا جیسے اکراہ کرنے والوں نے مجھ سے چاہا تھا حالانکہ میں اس پر راضی نہیں ہوں تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر نہ کی جائے گی جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا پس اس نے کہا حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو وہ کافر نہ ہوا اور دوم یہ کہ وہ کہتا ہے کہ میرے نیت اس وقت ایک نصرانی محمد نام تھا پس میں نے اس کو شتم[۳] کیا تو اس صورت میں بھی اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور وجہ سوم یہ کہ اُس نے کہا کہ میرے دل میں ایک شخص نصرانی محمد نام کا خیال آیا مگر میں نے اس کو شتم نہیں کیا بلکہ محمد ﷺ کو شتم کیا تو اس صورت میں وہ قضاءً و دیانتاً تکفیر کیا جائے گا اور جس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ مجنوں ہو گئے تھے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور جس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ پر بیہوشی طاری کی گئی تھی اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ کاش اگر آدم گیہوں نہ کھاتے تو ہم لوگ شقی نہ ہوتے تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور جس نے غیر متواتر کا انکار کیا تو وہ کافر ہوا یعنی جو حدیث یا جو امر شرعی اس طور پر روایت کیا گیا اور چلا آتا ہے کہ عقل میں نہیں آتا کہ غلطی و سہو یا دروغ ہو تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہے جیسے پنجگانہ نمازوں کی تعداد رکعات مثلاً جو شخص خبر مشہور کا انکار کرے بعض کے نزدیک اس کی بھی تکفیر کی جائے گی اور عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ کہا جائے گا کہ گمراہ ہو گیا ہے اور تکفیر نہ کی جائے گی اور یہی صحیح ہے اور جس نے خبر واحد سے انکار کیا تو اس کے انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر ایسا شخص اس کے قبول نہ کرنے سے گنہگار ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی نبی کی نسبت یہ تمنا کی کہ کاش یہ نبی نہ ہوتا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ مراد ہے کہ اگر وہ مبعوث نہ ہوتا تو حکمت سے خارج نہ تھا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر اس نے اس بزرگ نبی کی نسبت استخفاف و عداوت دل میں رکھی ہے تو کافر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس روایت کے ٹھیک کیا معنی ہیں اور نہ اس کی وجہ معنی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر کسی نبی کے لفظ سے عام مراد ہے یعنی ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کو بھی

---

[۱] خلاصہ یہ ہے کہ اگر معتزلی دیدار الٰہی ممکن ہونے کا قائل نہیں ہے تو وہ مبتدع ہے اور اگر دیدار الٰہی محال ہونے کا قائل ہے تو کافر ہے ۱۲۔ [۲] جسمی حالت بدلتی رہتی ہے اور روح لوٹ پوٹ اسی جہاں میں دوسرے قالبوں میں رہتی ہے ۱۲۔ [۳] شتم گالی دینا اور برا کہنا ۱۲۔

شامل ہے تو میرا اعتقاد ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور عجب کہ اگر کوئی کہے کہ اگر خدا فلاں پیغمبر کو نہ بھیجتا تو خارج از حکمت نہ تھا تو علی الاختلاف اس کی تکفیر کی جائے گی کہ نسبت عبث ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا فلیتامل فیہ۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھے پیغمبر ﷺ مردک کہیں تو مواخذہ نہ چھوڑوں تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں بھی کہوں تو تکفیر کی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس چیز کو پسند کرتے تھے مثلاً کہا کہ کدوے (لوکی) دراز کو پسند فرماتے تھے پس اس دوسرے نے کہا کہ میں اس کو نہیں پسند کرتا ہوں تو یہ کفر ہے۔ ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے اور بعضے متاخرین نے کہا کہ اگر اس نے یہ قول بطور اہانت کے کہا ہے تو کفر ہے اور بدون اس کے کفر نہیں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے پس ہم سب جولاہہ کی اولاد ہوئے تو یہ کفر ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ آنحضرت ﷺ جب کھانا کھاتے تھے تو اپنی تین انگلیاں چاٹتے تھے (اس امر کی مراد یہ ہے کہ یہ فعل تہذیب کے خلاف ہے) پس دوسرے نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے تو یہ کفر ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ دہقانوں کی کیا پاکیزہ رسم ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ قول طریقہ مسنون کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر کہا جائے گا۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ کیا رسم ہے کہ موچھیں کترواکر یا منڈواکر پست کر دینا اور دستار زیر گلولانا پس اگر اس نے قول مذکور سنت رسول اللہ ﷺ میں طعن کرنے کے طور پر کہا ہے تو اس نے کفر کیا یہ محیط میں ہے۔ اگر عاشوراء کے روز کسی سے کہا کہ سرمہ لگا کر سرمہ لگانا اس روز سنت ہے اس نے کہا کہ عورتوں ومخنثوں کا کام ہے تو کافر ہو جائے گا اور تخییر میں لکھا ہے کہ ایک نے کوئی بات کہی پس دوسرے نے کہا کہ دروغ می گوید اگر ہمہ پیغمبر است یعنی جھوٹ کہتا ہے اگر بالکل پیغمبر ہے تو اس پر کفر لازم ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اس کی بات پر گرویدہ نہ ہوگا اگر بالکل پیغمبر ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ گران خوی ست اگر ہمہ پیغمبر ست یعنی بدخلق ہے اگر بالکل پیغمبر ہے یا کہ اگر رسل یا ہمہ فرشتہ مقرب است یا کہا کہ اگر مرسل ست یا ہمہ فرشتہ مقرب است گران جان ست تو فی الحال کافر ہوگا۔

ایک نے چاہا کہ اپنے غلام کو مارے پس دوسرے نے اس سے کہا کہ اس کو مت مار پس اس نے جواب دیا کہ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ فرما دے کہ مت مار تو بھی نہ چھوڑوں گا یا کہا کہ اگر آسمان سے آواز دے کہ مت مارو تو بھی ماروں گا تو اس پر کفر لازم ہوگا شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے صدر الاسلام جمال الدین سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے احادیث نبی ﷺ میں سے کوئی حدیث پڑھی پس دوسرے نے اس سے کہا کہ ہمہ روز خلشہا خواند تو شیخ نے فرمایا کہ اگر کہنے والے نے اس کی اضافت پڑھنے والے کی طرف کی نہ نبی ﷺ کی طرف تو دیکھا جائے گا کہ اگر ایسی حدیث ہے جو متعلق بدین واحکام شرعی ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر ایسی حدیث ہے جو اس سے متعلق نہیں ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اس کی گفتگو اس امر پر محمول کی جائے گی کہ اس کی مراد یہ ہے کہ اس کے سوائے دوسری چیز کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ قال المترجم[1] ینبغی ان یضربا الضرب الموجع۔ اگر کسی نے کہا کہ بحرمت جوان عربی تو یعنی نبی ﷺ تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کسی نے کہا کہ پیغمبر ﷺ ایک وقت پیغمبر تھے اور ایک وقت ایسا تھا کہ پیغمبر نہ تھے یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ نبی ﷺ قبر میں مومن ہیں یا کافر ہیں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ غرالمعانی میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ خلاف مت کہہ اس نے کہا کہ پیغمبران خلاف گفتند یعنی پیغمبروں نے خلاف کہا ہے کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ خلاف مت کہہ اس نے کہا کہ پیغمبران خلاف گفتند یعنی پیغمبروں نے خلاف کہا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ کلمہ کفر ہے چاہیے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس کو ایسی ضرب دینا جس سے دو دردناک ہو سزاوار ۱۲۔

کہ عورت توبہ کرے اور نکاح کی تجدید کر کے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا میں فلاں کی گواہی کی سماعت نہ کروں گا اگرچہ جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام ہو تو اُس کی تکفیر کی جائے گی:

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے تیرا دیکھنا ایسے ملک الموت کا دیکھنا ہے تو یہ خطائے عظیم ہے اور اس کی تکفیر میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس کی تکفیر کی جائے اور اکثروں نے فرمایا کہ نہیں تکفیر کی جائے گی یہ محیط میں ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ بعض نے فرمایا کہ اگر اس نے یہ قول بسبب عداوت ملک الموت کے کہا ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ لفظ بسبب کراہت موت کے کہا ہے تو کافر نہ ہو جائے گا اور اگر کہا کہ روئے فلاں دشمن میدارم چون روئے ملک الموت تو اکثر مشائخ کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی اور تجنیس میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں فلاں کی گواہی کی سماعت نہ کروں گا اگرچہ جبرائیل و میکائیل ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کسی نے فرشتوں میں سے کسی کو عیب لگایا تو تکفیر کی جائے گی۔ ایک نے کہا کہ مجھے ہزار درہم دے تاکہ میں ملک الموت کو بھیجوں کہ وہ روح فلاں کو رفع کرے تاکہ اس کو قتل کرے پس آیا ایسے قائل کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیخ ابوذر رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کے ساتھ استخفاف کرتا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں مقام میں تیرے کام میں مدد کروں گا تو بعض نے فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر مطلقاً کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نبی ہوں یا تیرا ایلچی ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اگر گواہ حاضر نہ ہوئے پس اس نے کہا کہ خدا اور رسول کو میں نے گواہ کیا یا کہا کہ خدا و فرشتوں کو گواہ کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ دائیں ہاتھ کے فرشتہ اور بائیں طرف کے فرشتہ کو گواہ کیا تو تکفیر (اگرچہ نکاح نادرست ہے) نہ کی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اب ان الفاظ کا بیان ہے جو متعلق بہ قرآن ہیں۔ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے وہ کافر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور جس نے آیت قرآن میں سے کسی آیت کا انکار کیا یا اس سے تمسخر کیا اور خزانہ میں لکھا ہے کہ یا عیب لگایا تو کافر ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ﴿قل اعوذ برب الفلق﴾ اور ﴿قل اعوذ برب الناس﴾ کے قرآن کا جزو ہونے سے انکار کیا تو اس کی تکفیر نہ کیا جائے گی اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ تکفیر کی جائے گی کیونکہ بعد صدر اول کے اس امر پر اجماع ہو گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں سے ہیں اور صحیح وہی قول اول ہے اس واسطے کہ اجماع[1] متاخر اختلاف متقدم کو رفع نہیں کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر دف بجانے پر یا بانسری بجانے پر قرآن کو پڑھا تو ان سے کفر کیا۔ ایک نے قرآن پڑھا پس کسی نے کہا کہ اینچہ بانگ طوفان است (یہ کیا آواز طوفان ہے) تو یہ کفر ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ قرآن تو نے بہت پڑھا مگر ہم سے جنایت کو دور نہ کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ قل ھو اللہ احد اپوست باز کردی یعنی تو نے قل ھو اللہ احد کی کھال کھینچ دی یا کہا کہ الم نشرح وار گریبان گرفتہ یعنی الم نشرح کا تو نے گریبان پکڑا ہے یا جو شخص مریض کے پاس یٰسین پڑھتا تھا اس سے کہا کہ یٰسین مردہ کے منہ میں مت رکھ یا کسی سے کہا کہ ای کوتاہ تر از زنا اعطیناک یعنی انا اعطیناک سے بھی زیادہ کوتاہ یا جو شخص قرآن

---

[1] قال المترجم وایضاً یہ اجماع عند المحققین اس مرتبہ پر نہیں ہے کہ کسی کی اس سے تکفیر کی جائے فافہم ۱۲۔

پڑھتا تھا اور کوئی کلمہ اس کو یاد نہیں آتا تھا اس سے کہا کہ والتفت الساق بالساق یا کسی کے پاس قدح بھر کے لایا اور کہا کہ کاسا دہاقا یا کسی سے بطریق مزاح کے کہا کہ فکانت سرابا یا ناپ وتول کے وقت بطریق مزاح کے کہا کہ واذا کالو اووزنوهم یخسرون یا کسی سے کہا کہ تو نے الم نشرح کی پگڑی باندھی ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ تو نے علم کو ظاہر کیا ہے یا کسی موضع کے لوگوں کو جمع (یعنی کسی جگہ کے) کیا اور کہا فجمعنا هم جمعا یا کہا وحشر ناهم فلم نغادر منهم احدا یا کسی سے کہا کہ تو وانازعات نزعا کیوں کر پڑھتا ہے نون کے پیش سے یا زیر سے اور اس کی مراد طنز ہے یا کسی شخص نے کہا کہ اقراء اشتملك قال الله تعالیٰ كلابل ران یعنی تو پڑھ تا کہ میں تجھے بدگوئی کروں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کلابل ران تو یہ بھی سخت گستاخی وکفر ہے یا کسی نے دوسرے کو جماعت سے نماز ادا کرنے میں بلایا یا اس نے کہا کہ میں تنہا نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الصلوۃ تنھی یا کسی دوسرے سے کہا کہ تفسیلیه بحو زفان التفشمل مذهب بالريح قال الله تعالىٰ ولاتنا رعو افتفشلو انومنهب ريحكم یعنی تفشیلہ جائز ہے کیونکہ وہ بائی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تنازعوا فتفشلو او مذہب[1] ریحکم تو ان سب صورتوں میں اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر دوسرے سے کہا کہ گھر تو نے ایسا پاک کیا ہے جیسے والسماء والطارق تو بعض نے فرمایا تکفیر کیا جائے گا اور شیخ ابوبکر بن اسحٰق نے فرمایا کہ اگر کہنے والا جاہل ہو تو تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر عالم ہو تو تکفیر کی جائے گی اور اگر کہا کہ قاعا صفصفا شدہ است تو اس میں خطر عظیم ہے یعنی شاید تکفیر تک پہنچے اور اس طرح اگر باندی کی کمر چن یا بقیہ کی نسبت کہا کہ والباقیات الصالحات تو اس میں بھی خطر عظیم ہے اور اگر کہا کہ قرآن اعجمی ہے تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر کہا کہ قرآن میں کلمہ عجمی ہے تو اس کے حق میں تامل ہے ایسا ہی شیخ ابو القاسم مفسر نے ذکر کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کسی نے قرآن کو فارسی میں تعلم کیا تو قتل کیا جائے گا' اِس واسطے کہ وہ کافر ہے:

خزانۃ الفقہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا کہ تو قرآن کیوں نہیں پڑھتا ہے اس نے کہا کہ قرآن سے میں بیزار ہوں تو تکفیر کیا جائے گا اور رسالہ صدر الصدور رسالہ قاضی القضاۃ کمال الدین میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف سے کوئی سورہ یاد رکھتا ہے اور وہی سورہ بہت پڑھتا ہے پس دوسرا کہے کہ این سورہ راز بون گرفتہ یعنی اس سورہ کو تو نے کمزور دبایا ہے تو کافر ہو جائے گا اور تخییر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے قرآن کو فارسی میں تعلم کیا تو قتل کیا جائے گا اس واسطے کہ وہ کافر ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو نماز و روزہ و زکوۃ سے متعلق ہیں۔ کسی نے ایک بیمار سے کہا کہ نماز پڑھ لے اس نے جواب دیا کہ کبھی نہیں پڑھوں گا پھر اس نے نہ پڑھی یہاں تک کہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ وہ کافر مرا ہے اور اگر کسی نے کہا میں نہیں پڑھوں گا تو اس میں احتمال چار صورتوں کا ہے اوّل یہ کہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں دوم یہ کہ تیرے حکم سے نہیں پڑھوں گا کیونکہ ایسے بزرگ نے حکم کیا ہے جو تجھ سے بہتر ہے سوئم یہ کہ نہیں پڑھوں گا از راہ فسق ومجانت (دلیری وبیباکی اور نڈر پن) کے تو یہ تینوں صورتیں کفر نہیں ہیں اور چہارم یہ کہ نہیں پڑھوں گا اس واسطے کہ نماز مجھ پر نہیں واجب ہے اور میں اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی پس اگر کسی نے اسی قدر کہا کہ نہیں پڑھوں گا تو اس سے اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے اس واسطے کہ اس میں انہیں چاروں کا احتمال ہے اور اگر کسی سے کہا گیا کہ نماز پڑھ پس اس نے کہا کہ بھڑوا ہو جو نماز پڑھے اور اپنے اوپر مفت کام بڑھائے یا یوں کہا کہ مدت ہوئی جب سے میں نے بیگار نہیں کی ہے یا کہا کہ یہ کام کون آخر تک پورا کرسکتا ہے یا کہا کہ عقلمند کو ایسے کام میں نہ پڑنا چاہیے جس کو آخر تک نباہ نہ سکے یا کہا کہ اور لوگ میرے واسطے کر لیتے ہیں یا کہا کہ نماز پڑھتا ہوں تو کچھ سرفرازی مجھے نہیں مل جاتی

---

[1] تفشیل ظاہر مراد فعل جماع یا لواطت ۱۲۔

ہے یا کہا کہ تو نے نماز پڑھی تو کیا سرفرازی پائی یا کہا کہ نماز کس کی پڑھوں میرے ماں و باپ تو مر چکے ہیں یا کہا کہ نماز پڑھی نہ پڑھی دونوں یکساں ہیں یا کہا کہ اتنی نماز پڑھی کہ میرا دل کہا گیا یا کہا کہ نماز ایسی چیز نہیں ہے کہ رہے گی تو سڑ جائے گی تو یہ سب کفر ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس حاجت کے واسطے آؤ نماز پڑھیں پس اس نے کہا کہ میں نے بہت نماز پڑھی میری کوئی حاجت نہیں بر آئی اور یہ بطور استخفاف وطنز کے کہا تو کافر ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر نمازیوں سے ایک فاسق نے کہا کہ آؤ اور مسلمانی دیکھو اور اپنی مجلس فسق وفجور کی طرف اشارہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔ اگر کہا کہ بے نمازی کیا اچھا کام ہے تو یہ کفر ہے۔ اگر کسی شخص سے کہا کہ نماز پڑھتا اطاعت کا مزہ تجھ کو حاصل ہو یا فارسی میں کہا کہ نماز کن تا حلاوت نماز کردن بیابی پس اس شخص نے کہا کہ تو نماز نہ پڑھتا بے نمازی کا مزہ تجھ کو حاصل ہو تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر کسی غلام سے کہا گیا کہ تو نماز پڑھ اس نے کہا کہ نہیں پڑھوں گا اس واسطے کہ تو اب میرے مولیٰ کا ہو گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کسی شخص سے کہا گیا کہ نماز پڑھ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مال میں نقصان کر دیا ہے پس میں اس کے حق میں نقصان کروں گا تو یہ کفر ہے ایک شخص فقط رمضان بھر پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ اسی قدر بڑھ جاتی ہے اس واسطے کہ رمضان کی ہر نماز مساوی ستر نمازوں کے ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر کسی نے عمداً قبلہ رخ کے سوائے دوسرے رخ ہو کر نماز پڑھی مگر اتفاقاً یہی رخ قبلہ کا نکلا تو امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ وہ کافر ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے اور اس طرح اگر بغیر طہارت کے پڑھی یا نجس کپڑے سے پڑھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عمداً بغیر وضو پڑھی تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور کتاب التحری میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے قبلہ رخ کے واسطے اپنا ولی قصد کیا پس اس کی تحری کسی جانب پر واقع ہوئی کہ یہ رخ ہے پھر اس نے اس جہت کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ میں ایسے شخص کے حق میں کفر کا خوف کرتا ہوں کہ اس نے قبلہ سے روگردانی کی ہے اور مشائخ نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ اگر اس نے قبلہ رخ کے سوائے دوسری طرف بطور استہزاء[1] واستخفاف کے نماز پڑھی تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص ایسی صورت میں کسی وجہ سے مبتلا ہو گیا مثلاً چند لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور درمیان میں اس کو حدث ہو گیا یعنی بائی نکل گئی یا قطرہ آ گیا اور ظاہر کرنے سے اس کو شرم مانع ہوئی پس اس نے چھپایا اور اس طرح نماز پڑھ لی یا دشمن کے نزدیک تھا پس کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی حالانکہ اس کو طہارت نہ تھی تو ہماری بعض مشائخ نے کہا کہ کافر نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ اس نے بطور استہزاء ایسا نہیں کیا ہے لیکن جو شخص بسبب ضرورت یا حیاء کے اس میں مبتلا ہوا اس کو چاہیے کہ قیام سے قیام نماز کا قصد نہ کرے اور قرأت میں کچھ نہ پڑھے اور جب جھکے تو رکوع کا قصد نہ کرے اور رکوع کی تسبیح نہ پڑھے تا کہ بالا جماع کسی کے نزدیک کافر نہ ہوئے اور اگر نجس کپڑے پر نماز پڑھی تو بعض نے فرمایا کہ کافر نہ ہو جائے اور اگر کسی طفل کا مقتدی بنا یعنی کسی طفل کے پیچھے نماز پڑھی یا کسی مجنون یا عورت یا اجنبی یا جس کو حدث ہوا ہے اور اس نے طہارت نہیں کی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھی یا وقتیہ نماز پڑھی حالانکہ اس پر فائتہ یعنی قضا نماز کا ادا کرنا واجب ہے اور وہ اس کو یاد بھی ہے تو بالاتفاق ایسا شخص کافر نہ ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] استہزاء دل لگی و ٹھٹھول کرنا و استخفاف حقیر و خفیف و کم قدر جاننا ۱۲۔

اگر کسی نے کہا کہ نماز فریضہ ہے مگر اس کا رکوع و سجود نہیں تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اس واسطے کہ وہ تاویل کرتا ہے اور اگر اس نے مطلقاً فرضیت رکوع و سجود سے انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی حتیٰ کہ اگر اسے دوسرے سجدہ کی فرضیت سے بھی انکار کیا تو بھی اس کی تکفیر کی جائے گی اس واسطے کہ وہ اجماع و تواتر کو رد کرتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ اگر کعبہ قبلہ نہ ہوتا اور بیت المقدس قبلہ ہوتا تو میں نماز کعبہ کی جانب پڑھتا اور بیت المقدس کی جانب نہ پڑھتا یا جیسی صورت تجنیس ملتقط میں مذکور ہے ویسے کہے کہ اگر فلاں شخص قبلہ ہو جائے تو میں اس کی طرف منہ نہ کروں یا کہا کہ اگر فلاں جانب قبلہ ہو جائے تو میں اس کی طرف منہ نہ کروں یا جیسی صورت تخییر میں مذکور ہے ویسے کہا کہ قبلۂ نماز دو ہیں ایک کعبہ و دوسرا بیت المقدس تو کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی یہ ینابیع میں ہے۔ شیخ ابراہیم بن یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ریا سے یعنی لوگوں کے دکھلانے کو نماز پڑھی تو اس کے واسطے کچھ ثواب نہیں ہے بلکہ اس پر عذاب ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہ اس پر عذاب ہے اور نہ اس کو کچھ ثواب ہے اور وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے نہیں نماز پڑھی اور مصباح الدین میں مذکور ہے کہ شیخ ابو حفص کبیر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مشرکوں کے پاس آیا حالانکہ وہاں اس نے ایک یا دو نمازیں ترک کر دیں پس اگر تعظیم سے ترک کر دیں تو کافر ہوگا اور اس پر اس نماز کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر اس نے یہ امر بطور فسق کے کیا ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا بلکہ فاسق کبیر ہے اور جو نماز ترک کی ہے اس کو قضا کرے۔

ایک مؤذن نے اذان دی پس اس وقت اس سے ایک نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا تو کافر ہوگا:

تیمیہ میں مذکور ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا حالانکہ وہ دارالاسلام میں ہے پھر ایک مہینہ کے بعد اس سے نماز ہائے پنجگانہ کو دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر فرض ہوئی ہیں تو فرمایا کہ کہا جائے گا کہ ہنوز وہ کافر ہے الا آنکہ وہ نومسلموں میں کم مدت کا مسلمان ہوئے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مؤذن نے اذان دی پس اس وقت اس سے ایک نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا تو کافر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تخییر میں ہے کہ کسی مؤذن نے اذان دی پس ایک شخص نے کہا کہ یہ آواز غوغا ہے تو تکفیر کیا جائے بشرطیکہ اس نے بطریق انکار کے کہا ہوئے اور فصول میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اذان سن کر کہا کہ یہ جرس کی آواز ہے تو تکفیر کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ کسی شخص سے کہا گیا کہ زکوٰۃ ادا کر پس اس نے کہا کہ میں نہیں ادا کروں گا تو تکفیر کیا جائے گا مگر بعض نے کہا کہ مطلقاً اور بعض نے کہا کہ اموالِ باطنہ جن کی زکوٰۃ وہ خود پوشیدہ ادا کرتا ہے ان میں نہیں تکفیر کیا جائے گا اور اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کہ جن کو سلطان یا والی وصول کرتا ہے ان میں ایسا کلمہ کہنے سے تکفیر کیا جائے گا اور چاہیے کہ زکوٰۃ کی صورت بھی اسی تفصیل سے ہو جو نماز میں گذری ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ کاش رمضان کے روزے فرض نہ ہوتے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح وہی ہے جو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ اسکی منت پر ہے چنانچہ اگر اس کی نیت یہ تھی کہ اس نے ایسا لفظ اس وجہ سے کہا کہ وہ حقوق رمضان ادا نہیں کر سکتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر ماہ رمضان آنے کے وقت اس نے کہا کہ آمد ان ماہ گران یعنی وہ بھاری مہینہ آیا یا کہا کہ آمد آن ضیف تفصیل یعنی وہ مہمان آیا ہے جو خاطر پر گراں ہو جاتا ہے تو تکفیر کیا جائے گا۔ اگر ماہ رجب آنے کے وقت اس نے کہا کہ بضمہا اندر افتادیم یعنی میں عذابوں میں پڑ گیا پس اگر اس نے فضیلت دیے ہوئے مہینوں کی اہانت کے واسطے ایسا کہا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر اس نے اپنے نفس کی مشقت کے خیال سے ایسا کہا تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور چاہیے کہ مسئلہ اولیٰ میں بھی جواب اسی تفصیل سے ہوئے اور اگر کسی نے کہا کہ روزہ ماہ رمضان زود بگر آمد تو بعض نے کہا کہ تکفیر کیا جائے گا اور حاکم عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ تکفیر نہیں کیا جائے گا اور اگر کہا

کہ ایسے روزے کب تک کہ میرا دل اکتا گیا تو یہ کفر ہے اور اگر کہا کہ ایسی طاعات اللہ تعالیٰ نے ہم پر عذاب کر دی ہیں پس اگر اس نے اس کی تاویل کی تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ کاش اگر اللہ تعالیٰ ایسی اطاعات کو ہم پر فرض نہ فرماتا تو ہمارے واسطے بہتر ہوتا پس اگر اس نے اس کی تاویل کی تو تکفیر نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ نماز مجھے موافق نہیں آتی ہے یعنی راست نہیں آتی ہے یا حلال نہیں کرتی ہے یا نماز کے واسطے پڑھوں کہ بیوی نہیں رکھتا و بچہ نہیں رکھتا ہوں یا کہا کہ نماز کو میں نے طاق پر رکھ دیا ہے تو ان سب صورتوں میں تکفیر کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو علم و عالموں سے متعلق ہیں نصاب میں مذکور ہے جو کسی عالم سے بغیر کسی سبب ظاہر کے بغض رکھے تو اس پر کفر کا خوف ہے اور اگر کسی شخص مصلح کے حق میں کہا کہ اس کا دیکھنا میرے نزدیک ایسا ہے جیسے سور کا دیکھنا تو اس پر کفر کا خوف ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر بغیر سبب کسی عالم یا فقیہ سے ستم کیا یعنی بدگوئی سے یاد کیا تو اس پر کفر کا خوف ہے اور اگر کسی عالم سے کہا کہ تیرے علم کی دم میں گدھے کا خالیہ مالیجائے دم کے کون ومقعد وغیرہ الفاظ فحش استعمال کیے اور علم سے علم دین مراد لی تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے۔ کسی جاہل نے کہا کہ جو لوگ علم سیکھتے ہیں وہ داستانیں ہیں کہ ان کو سیکھ لیتے ہیں یا کہا کہ بادست انچہ میگویند یعنی جو کچھ کہتے ہیں بیہودہ ہے یا کہا تزویر ست یعنی فریب دہی ہے یا کہا کہ میں علم حیلہ سے منکر ہوں تو سب کفر ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک اونچی جگہ بیٹھ جاتا ہے و دیگر جلسہ والے اس سے بطور استہزاء مسئلہ پوچھتے ہیں پھر اس کو تکیوں سے مارتے ہیں اور یہ سب ہنستے ہیں تو یہ سب کافر کہے جائیں گے اور اسی طرح اگر وہ مقام بلند پر نہ بیٹھا اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے۔ ایک شخص مجلس علم سے آتا تھا اس سے کسی نے کہا کہ تو بت خانہ سے آتا ہے تو تکفیر کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ مجھے مجلس علم سے کیا کام ہے یا کہا کہ جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں اس کو کون ادا کر سکتا ہے تو تکفیر کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ عالموں کے افعال ایسے ہیں جیسے کافروں کے افعال تو اُس کی تکفیر کی جائے گی:

اگر کہا کہ علم کو کاسہ و کیسہ میں نہیں رکھ سکتے ہیں یعنی پیالہ طعام و کیسہ زر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے حالانکہ غرض انہیں دونوں سے ہے یا کہا کہ مجھے جیب میں روپیہ چاہیے ہے میں علم کو کیا کروں تو تکفیر کیا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ مجھے اپنی بیوی و بچوں میں ایسی مشغولی ہے کہ مجلس علم میں نہیں پہنچتا ہوں پس اگر اس نے اس کلام سے علم کی اہانت کا قصد کیا تو مخاطرہ عظیم ہے اور مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اگر کسی عالم سے کہا جا اور علم کو پیالہ میں رکھ کر اپنے کھانے میں لا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر فقیہ علم کی کوئی بات یا کوئی حدیث صحیح بیان کرتا ہو پس دوسرے نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے اور اس کو رد کر دیا یا کہا کہ یہ بات کس کام آئے گی روپیہ چاہیے کہ آج کل لوگوں کی آبرو ہی علم کسی کے کام آتا ہے تو یہ کفر ہے اور اگر کسی نے کہا کہ رند بننا و خلاف شرع کرنا عالم بننے سے اچھا ہے تو یہ کفر ہے اگر کسی عورت نے اپنے خاوند عالم کی نسبت کہا کہ لعنت شوہر عالم پر ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر کسی نے کہا کہ عالموں کے افعال جیسے کافروں کے افعال تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے تمام افعال مراد لیے ہوں کہ اس صورت میں اس کے قول سے حق و باطل میں مساوات ہو جائے گی اور یہ کفر ہے۔ اگر کسی عالم سے کسی واقعہ میں جھگڑا کیا اور عالم نے اس کو کوئی وجہ شرعی بتلائی پس اس نے کہا کہ یہ دانش مندی یعنی عالم پنا نہ کرو کہ پیش نہیں جائے گا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ اگر کسی فقیہ سے کہا کہ ای دانش مندک[1] یا کہا کہ ای علویک تو تکفیر نہ کی جائے گی بشرطیکہ اس کا قصد استخفاف دین نہ ہو۔ حکایت کی گئی ہے کہ ایک فقیہ نے اپنی کتاب ایک شخص کی دکان میں رکھ دی اور چلا گیا پھر اس دوکان کی طرف سے گذرا پس دُکاندار مذکور

[1] کلمہ تحقیر کا ہے جیسے مرد کے واسطے تحقیر اً مردک بولا جاتا ہے ۱۲۔

نے اس سے کہا کہ دسترہ فراموش کر دی یعنی دسترہ اپنا بھول گئے پس فقیہ نے کہا کہ میری کتاب تمہاری دوکان میں ہے دسترہ تو نہیں ہے پس دوکاندار مذکور نے کہا کہ بڑھئی دسترہ[1] سے لکڑی کاٹتا ہے اور تم کتاب سے لوگوں کی گردن کاٹتے ہو پس فقیہ موصوف نے اس امر کی شکایت بحضور شیخ محمد بن الفضلؒ پیش کی پس شیخ موصوف نے اس دوکاندار کے قتل کا حکم دیا ہو یہ محیط میں ہے۔

شیخ عبدالکریم[2] و شیخ ابوعلی سعدیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی پر خفا ہوا کرتا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کو کہا کرتا تھا اور خدائے تعالیٰ کی معصیت سے منع کیا کرتا تھا پس عورت نے اس سے کہا کہ میں خدا کو کچھ نہیں جانتی اور علم کو کچھ نہیں سمجھتی میں نے اپنے تئیں دوزخ میں رکھ دیا ہے پس ہر دو شیخ نے فرمایا کہ اس عورت نے کفر کیا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ طالب علم لوگ فرشتوں کے پروں پر چلتے ہیں پس اس نے کہا کہ یہ تو جھوٹ ہے تو تکفیر کیا جائے گا قال المترجم ظاہراً یہ محمول اس صورت پر ہے کہ قائل مذکور جو بعض احادیث مرویہ میں ہے اور وہی کہ فرشتے طالب علم دین کے واسطے بازو بچھاتے ہیں سن چکا ہو اور نیز اس نے علم دین کے طالب علموں کے واسطے ایسا کہا ورنہ اگر طالب علم فضول مثل منطق و فلسفہ وغیرہ سیکھتا پھرتا ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی یا قائل مذکور اس خبر سے واقف نہ تھا پس اس نے اس طرح کہا تو امید ہے کہ وہ لائق تکفیر نہ ہوگا واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ قیاس امام اعظمؒ کا حق نہیں ہے تو تکفیر کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم ظاہراً اس نے مطلقاً قیاس کی نسبت کہا تو خلجان سے خالی نہیں ہے ورنہ تامل ہے واللہ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ ایک پیالہ پلاؤ کا اللہ سے بہتر ہے تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر کہا کہ ایک پیالہ پلاؤ کا اللہ سے بہتر ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ قال المترجم۔ ظاہراً اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سے بہتر کہنے کی صورت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ایک پیالہ پلاؤ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتر نعمت ہے بخلاف وجہ اوّل کے کہ اس میں یہ احتمال نہیں ہو سکتا اور نہ معنیاً و یلی کی وجہ وجیہ ہے بخلاف صورت دوم کے کہ نظر بخیر و گمان نیک یہ مستبعد رکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی بہ نسبت بہتر تصور کرے کیونکہ کوئی احمق بھی ایسا نہیں سمجھ سکتا ہے اور نیز مشائخ متاخرین نے اس کے معنی میں اور وجہیں بیان کی ہیں مگر بے تکلف و راست یہی وجہ جو فقیر نے اپنی وسعت پر بیان کی ہے اگرچہ کسی بزرگ سے نہیں پائی ہے لہٰذا اگر میرا سہو ہے تو اللہ تعالیٰ عفو فرمائے واللہ غفور رحیم۔

کسی نے اپنے مخاصم سے کہا کہ اذہب معی الی الشرع[3] یا فارسی میں کہا کہ با من بشرع رو یعنی میرے ساتھ شرع کی طرف چل پس اس کے مخاصم نے کہا کہ کوئی پیادہ لے آتا کہ چلوں بے جبر نہیں جاؤں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اس واسطے کہ اس نے شرع سے عناد کیا اور اگر اس نے کہا کہ میرے ساتھ قاضی کے حضور میں چل پس اس نے ایسا جواب دیا تو تکفیر نہ کیا جائے گا کیونکہ قاضی کے عناد سے تکفیر نہ ہوگی اور اگر کسی نے کہا کہ میرے ساتھ شریعت وجہ حیلے فائدہ نہ دیں گے یا کہا کہ میرے واسطے دیوں ہے شریعت کو کیا کروں تو یہ سب کفر ہے اور اگر کسی نے کہا کہ جس وقت روپیہ لیا تھا اس وقت شریعت و قاضی کہاں تھا تو بھی تکفیر کیا جائے گا اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ اگر قاضی (فقط قاضی کہاں تھا کہنے کی صورت میں) سے مراد اس شہر کا قاضی لیا ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اس واقعہ میں حکم شرع یوں ہے پس دوسرے نے کہا کہ میں رسم پر چلتا ہوں نہ شرع پر تو بعض مشائخ کے نزدیک تکفیر کیا جائے گا اور مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو کیا کہتی ہے کہ حکم شرع کیا چیز ہے پس

---

[1] دسترہ بمعنی آری جس سے تجار لکڑی چیرتا ہے ۱۲۔ [2] قال المترجم یہ مسئلہ کلمہ کفریہ متعلق بذات و صفات الٰہی کے بیان میں ہونا بہ نسبت یہاں کے بہتر تھا اگرچہ متعلق بہ صفات نہیں ہے اور اس سے اولیٰ یہ ہے کہ متعلق با ایمان اسلام میں بیان ہوتا فافہم واللہ اعلم ۱۲۔ [3] اقول شاید یہ مراد ہے کہ میرے ساتھ شرع کے موافق چل اگرچہ ظاہر لفظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ قاضی کے یہاں شرعی فیصلہ کے واسطے چل بقرینہ حق ۱۲۔

عورت نے ایک بڑی سی ڈکار لی اور کہا کہ اینک شرع یعنی اس شرع کو تو وہ کافر ہو گئی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہو گئی یہ محیط میں ہے۔

اگر مدعی و مدعا علیہ میں سے یعنی جن دونوں میں باہم جھگڑا ہے ان میں سے ایک شخص عالموں سے حکم شرع کا فتویٰ لکھا کر اپنے مخاصم کے پاس آیا:

ایک شخص کے سامنے کسی نے اماموں کا فتویٰ پیش کیا پس اس نے رد کر دیا اور کہا کہ یہ کیا کھر اانبار فتویٰ لیا ہے تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اس وجہ سے کہ اس نے حکم شرع کو رد کر دیا اور اسی طرح اگر اس نے کچھ نہ کہا فقط فتویٰ زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ یہ کیا شرع ہے تو بھی یہی حکم ہے ایک شخص نے کسی عالم کے پاس ایک صورت پیش کی کہ اس سے میری بیوی پر طلاق ہوئی یا نہیں پس عالم موصوف نے فتویٰ دیا کہ واقع ہو گئی پس فتویٰ پوچھنے والے نے کہا کہ میں طلاق ولاق کیا جانوں بچوں کی ماں میرے گھر میں رہنا چاہیے تو قاضی امام علی سعدی نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر مدعی و مدعا علیہ میں سے یعنی جن دونوں میں باہم جھگڑا ہے ان میں سے ایک شخص عالموں سے حکم شرع کا فتویٰ لکھا کر اپنے مخاصم کے پاس آیا اور کہا کہ یہ فتویٰ ہے پس اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جو انہوں نے فتویٰ دیا ہے یا کہا کہ میں اس پر عمل نہ کروں گا تو اس پر تعزیر واجب ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اب ان کلمات کفر کا بیان ہے جو حلال و حرام فاسقوں و فاجروں وغیرہ کے کلام سے متعلق ہیں۔ اگر کسی نے حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کر لیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی لیکن اگر اس نے کسی حرام کو بدیں غرض کہ اس چیز کی ترویج (رواج دینا و رونق پکڑنا) ہو یعنی اچھی فروخت ہو جائے حلال کہا یا جہالت سے اس کو حلال کہا کہ خود جانتا نہ تھا تو یہ کفر نہ ہو گا اور اعتقاد کرنے کی صورت میں اہم نے جو حکم ذکر کیا ہے وہ ایسی چیزوں کے ساتھ ہے جو بعینہٖ حرام ہوں اور ان سے اس بعینہٖ حرام کو حلال اعتقاد کر لیا حتیٰ کہ کفر ہو گیا اور اگر یہ چیز حرام لغیرہ ہو تو اس کے اعتقاد حلت سے کافر نہ ہو گا اور نیز حرام بعینہٖ کی صورت میں بھی جب ہی تکفیر کی جائے گی کہ جب اس کا حرام ہونا قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اگر اخبار آحاد سے ثابت ہو تو تکفیر نہ کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

قال المترجم حرام چیزیں بنظر اپنی ذات کے دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو بعینہٖ حرام یا میں جیسے سؤر و کتا وغیرہ اور دیگر وہ ہیں کہ بغیرہ حرام ہیں پھر بنظر حرمت بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو قطعی دلیل سے ان کا حرام ہونا ثابت ہے جیسے شراب انگوری وغیرہ اور درم وہ کہ ان کے حرام ہونے پر اخبار آحاد وغیرہ ظنی دلیلیں ہیں اور نیز حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا دو طرح پر ہے ایک یہ جان بوجھ کر کہنا ہے دوم یہ ہے کہ جاہل ہے نہیں جانتا ہے پھر جان بوجھ کر بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اعتقاد سے کہے درم یہ کہ دل سے اعتقاد نہیں ہے منہ سے کسی اپنے مطلب کے واسطے کہتا ہے پس اگر بعینہٖ حرام کو جان بوجھ کر حلال اعتقاد کیا تو کافر ہے اور باقی صورتیں اوپر کی عبارت مذکورہ سے سمجھ لینا چاہیے۔ کسی شخص سے کہا گیا کہ تیرے نزدیک ایک حلال پسند ہے یا دو حرام پس اس نے کہا کہ دونوں میں سے جو جلد حاصل ہو جائے تو اس پر کفر کا خوف ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مال چاہیے کہ خواہ حلال خواہ حرام تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر کہا کہ جب تک حرام پاؤں حلال کے گرد نہ پھروں تو تکفیر نہ کیا جائے گا۔ اگر کسی فقیر کو مال حرام میں سے کچھ دے کر ثواب کی امید رکھی تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر فقیر نے یہ بات جان لی پھر دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے اس کی دعا پر آمین کہی تو کافر ہوا اور ایک شخص سے کہا گیا کہ تو حلال سے کھایا کر پس اس نے کہا کہ میرے نزدیک حرام اس سے پسند ہے تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر اس کے جواب میں یوں کہا کہ تو اس جہاں میں ایک بھی حلال کھانے والا لے آ تا کہ میں اس کو سجدہ کروں تو تکفیر کیا جائے گا۔ اگر کسی سے کہا گیا کہ حلال کھا پس اس نے کہا کہ مجھے حرام چاہیے ہے تو تکفیر کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کرنے کو حلال اعتقاد کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی:

کسی فاسق شراب خوار کے لڑکے نے شراب پی پس اس کے اقارب نے آکر اس پر درہم نثار کیے تو سب کافر ہو جائیں گے اور اگر اس کو بشارت نہ دی لیکن کہا کہ مبارک باد تو بھی کافر ہو جائیں گے اور اگر کسی نے کہا کہ خمر یعنی شراب حرام کی حرمت قرآن سے نہیں ثابت ہوئی ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر کسی نے کہا کہ شراب کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے اور باوجود اس کے وہ شراب پیتا ہے پس اس سے کہا گیا کہ تو کیوں تو بہ نہیں کرتا ہے اس نے کہا کہ ماں کے دودھ سے کوئی صبر کر سکتا ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی اس لیے کہ یہ استفہام ہے یا یہ ہے کہ اس نے دودھ و شراب کو یکساں پسند کیا اور کتاب الحیض مصنفہ امام سرخسی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں وطی کرنے کو حلال اعتقاد کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس طرح اگر اپنی عورت سے لواطت یعنی کون میں جماع کرنے کو حلال اعتقاد کیا تو بھی یہی حکم ہے اور نوادر میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں تکفیر نہ کی جائے گی اور یہی صحیح ہے۔ ایک نے شراب پی اور کہا کہ خوشی اسی کو ہے جو میری خوشی کے ساتھ خوش ہے اور نقصان و ٹوٹا اس کو ہے کہ میری خوشی کے ساتھ خوش نہیں ہے تو یہ کفر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے افعال خلاف شرع مثل شراب خواری و قمار بازی وغیرہ شروع کرنے کے وقت اپنے دوستوں سے کہا کہ آؤ تو کچھ دیر اچھی زندگی کر لیں تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اسی طرح اگر شراب میں مشغول ہوا اور کہا کہ مسلمانی آشکارا کرتا ہوں یا کہا کہ مسلمانی آشکارا ہوئی تو تکفیر کی جائے گی اور اگر فاسقوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر اس سراب میں سے کچھ گر پڑے تو جبرئیل علیہ السلام اپنے پروں پر اس کو اٹھا لیں تو تکفیر کیا جائے گا اگر کسی فاسق سے کہا گیا کہ تو ہر روز صبح اٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ و خلق خدا کو ایذا دیتا ہے پس اس نے کہا کہ اچھا کرتا ہوں تو تکفیر کیا جائے گا۔ اگر کسی نے خلاف شرع گناہوں پر چلنے کو کہا کہ یہ بھی ایک راہ مذہب ہے تو تکفیر کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ تجنیس ناطفی میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ تکفیر نہ کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ کوئی شخص کسی صغیرہ گناہ کا مرتکب ہوا پس اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر پس اس نے کہا کہ میں نے کیا کیا ہے جو مجھے توبہ کرنی چاہیے تو تکفیر کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر طعام حرام کھانے کے وقت کہا کہ بسم اللہ تو امام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ تکفیر کیا جائے گا اور اگر بعد فراغت کے الحمد للہ کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا۔ اگر شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر بسم اللہ کہہ کر پی جائے تو بالاتفاق کافر ہو جائے گا اور اسی طرح اگر زنا کرنے کے وقت یا چوسر کے وقت کعبتین ہاتھ میں لے کر بسم اللہ کہہ کر شروع کرے تو کافر ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر دو آدمیوں میں باہم سخت کلامی ہوئی پس ایک نے ان میں سے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پس دوسرے نے کہا کہ لاحول کچھ کارآمد نہیں ہے یا کہا کہ لاحول کو کیا کروں یا کہا کہ لاحول لا یغنی من جوع[1] یا کہا کہ لاحول کو ثرید کے پیالہ میں نہیں چور کر سکتے ہیں یا کہا کہ بجائے روٹی کے لاحول کچھ فائدہ نہیں دیتی ہے تو ان سب صورتوں میں اس کی تکفیر کی جائے گی۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔ اس طرح اگر تسبیح و تہلیل کے وقت کسی نے ایسی باتیں کہیں یعنی کسی نے تہلیل یا تسبیح کہی اور دوسرے نے اس کی نسبت ایسے کلمات کہے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ سبحان اللہ پس دوسرے نے کہا کہ تو نے سبحان اللہ کی آبرو کھوئی یا کہا کہ کھال کھینچ ڈالی تو یہ کفر ہے اور اگر کسی سے کہا کہ تو کہہ لا الہ الا اللہ پس اس نے کہا میں نہیں کہوں گا تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ کفر ہے اور بعض نے کہا کہ اگر اس سے اس کی یہ مراد ہے کہ تیرے حکم سے نہیں کہوں گا تو تکفیر کی جائے گی اور بعض نے کہا

---

[1] قال المترجم یہ بطور محاورہ کے پڑ گیا یعنی یہ چیز بھوک کو دور نہیں کرتی ہے یعنی لاحول سے کچھ سیری نہیں ہے ۱۲۔

کہ مطلقاً تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ اس کلمہ کے کہنے سے تو نہ کیا سرفرازی پائی تاکہ میں بھی کہوں تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔
ایک شخص نے چند مرتبہ چھینک لی پس حاضرین میں سے ایک شخص نے ہر بار جب اس نے چھینک لی تو یرحمك الله کہا پھر اس نے ایک چھینک لی پس اس نے کہا کہ اس پر حمک اللہ کہنے سے میرا ناک میں دم آگیا یا کہا کہ میرا جی اکتا گیا یا کہا کہ میں ملول ہو گیا تو بعض نے کہا کہ جواب صحیح کے موافق اس کی تکفیر نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔
سلطان کو چھینک آئی پس ایک نے کہا کہ یرحمک اللہ پس کسی دوسرے نے کہا کہ سلطان کے واسطے ایسا مت کہ تو یہ دوسرا تکفیر کیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

روزِ قیامت سے متعلقہ احوالِ کفریہ کا بیان

اب ان کلمات کفر کا بیان ہے جو احوال قیامت و روز قیامت سے متعلق ہیں اور جس نے انکار کیا روز قیامت کا یا جنت کا یا دوزخ کا یا میزان کا یا پل صراط کا یا صحیفوں کا جس میں بندوں کے اعمال لکھے ہیں تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر قبروں وغیرہ سے مردے اٹھائے جانے یعنی بعثت کا انکار کیا تو بھی تکفیر کیا جائے گا اور اگر کسی شخص نے بعثت کا اقرار کیا مگر اس سے انکار کیا کہ بعینہٖ فلاں شخص نہیں اٹھایا جائے گا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی ایسا ہی شیخ زاہد ابواسحٰق کلاباذی نے ذکر کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ابن سلام سے مروی ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہود و نصاری جب اٹھائے جائیں گے تو عذاب دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو ہمارے سب مشائخ و مشائخ بلخ نے فتویٰ دیا کہ اس کی تکفیر کی جائے یہ عتابیہ میں ہے۔ اگر جنت میں داخل ہو کر دیدار الٰہی کے ہونے سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر عذاب القبر سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر بنی آدم کے حشر ہونے سے انکار کیا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر سوائے بنی آدم کے اور دن کے حشر ہونے سے انکار کیا تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ ثواب و عقاب فقط روح کو دیا جائے گا تو اس سے بھی تکفیر نہ کی جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ گناہ مت کر کہ دوسرا جہاں بھی ہے پس اس نے کہا کہ اس جہاں کی کس نے خبر دی تو تکفیر کیا جائے گا۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے پس قرضخواہ نے کہا کہ اگر نہ دے گا تو قیامت میں لے لوں گا پس اس نے کہا کہ قیامت بری تا بد پس اگر اس نے روز قیامت کی اہانت کی نیت سے کہا تو تکفیر کیا جائے گا۔ ایک نے دوسرے پر ظلم کیا پس مظلوم نے کہا کہ آخر قیامت ہست پس ظالم نے کہا کہ فلاں خربقیامت اندر یعنی قیامت میں گدھے کا خایہ تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کسی نے اپنے مخاصم سے کہا کہ میں تجھ سے اپنا حق قیامت میں لے لوں گا پس خصم نے کہا کہ تو اِس انبوہ میں مجھے کہاں پاؤں گا تو مشائخ نے اس کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے:

ایک نے اپنے قرض دار سے کہا کہ میرے درہم میں دے دے کہ قیامت میں درہم نہیں ہوں گے پس قرض دار نے کہا کہ لا اور مجھے دے دے اور اس جہاں میں لے لینا یا کہا کہ میں دے دوں گا تو شیخ فضلی نے جواب دیا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور ہمارے اکثر مشائخ کا بھی یہی قول ہے اور یہی اصح ہے اور اگر کسی نے کہا کہ مجھے محشر سے کیا کام ہے یا کہا کہ میں قیامت سے نہیں ڈرتا ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے مخاصم سے کہا کہ میں تجھ سے اپنا حق قیامت میں لے لوں گا پس خصم نے کہا کہ تو اس انبوہ میں مجھے کہاں پاؤں گا تو مشائخ نے اس کی تکفیر میں اختلاف کیا ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے

کہ تکفیر نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے کوئی بدین جہاں باید بدان جہان ہر چہ خواہی باش یعنی تمام بھلائی اس جہاں میں چاہیے اور وہاں اس جہاں میں جو چاہیے ہو تو تکفیر کی جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک نے کسی زاہد سے کہا کہ بنشین تا از بہشت از اں سو یلطی یعنی بیٹھ تا کہ تو بہشت سے اس طرف نہ جا پڑے تو اکثر اہل علم نے کہا کہ تکفیر کیا جائے گا۔ اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ دنیا کو آخرت کی غرض سے چھوڑ دے اس نے کہا کہ میں نقد کو ادھار کے واسطے نہیں چھوڑتا تو تکفیر کیا جائے گا تجوانے کے نسخہ میں موجود ہے کہ کسی نے کہا کہ ہر کہ درین جہاں بخیر و بود بآن جہان چون کیسہ ریدہ بود یعنی جو شخص اس جہان میں بخیر د ہوگا وہ اس جہاں میں ایسا ہوگا جیسے کسی کی ہمیانی کٹ گئی ہو تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ یہ امر آخرت پر طنز اور اس کا ٹھٹول ہے پس کہنے والے کے حق میں موجب کفر ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ تیرے ساتھ دوزخ کو جاؤں گا مگر اندر نہ جاؤں گا تو تکفیر کیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کہا کہ قیامت میں جب تک رضوان کے سامنے کچھ رشوت نہ لی جائے گا وہ بہشت کا دروازہ نہ کھولے گا تو کافر ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے۔

جو امور شرع میں کرنے چاہیے ہیں اگر ایسے امور کے حکم دینے والے کی نسبت کہا کہ چہ غوغا آمد پس اگر اس نے بطریق ردو انکار کے کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں شخص کے گھر جا کر اس کو امر معروف کر یعنی امور شرعی کرنے کا حکم کر اور منہیات سے منع کر پس اس نے جواب دیا کہ اس نے میرا کیا کیا ہے یا کہا کہ مجھے اس سے آزادی کیا وجہ ہے یا کہا کہ میں نے عافیت اختیار کر لی ہے مجھے اس فضول حرکت سے کیا کام ہے تو یہ سب الفاظ کفر ہیں یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی سے کہا کہ فلاں کو مصیبت پہنچی یا جس کا کوئی مر گیا ہے اس سے کہا کہ تجھے بڑی مصیبت پہنچی تو بعض مشائخ بلخ نے فرمایا کہ کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور بعض مشائخ نے کہا کہ تکفیر نہ کی جائے گی لیکن یہ خطائے عظیم ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ نہ کفر ہے اور نہ خطا ہے اور اسی طرح حاکم عبدالرحمٰن اور قاضی ابو علی سعدی نے میل کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قال المترجم یہی اصح ہے وقد روی انہ ع الاستر جاع یعنی مثل طفو السراج فکیف فیمن مات لہ میت وقد قال تعالیٰ: ﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾[1] نعم لو لم یسترجع لم لستحیق تعم الثواب من قولہ تعالٰی اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ فما قالوا انما یعمل علی ما انا قال ذلک زعملمنہ الظلم فیما وقع ولکن ھذا کفر صریح لا ینبغی ان یختلف فیہ فایتامل۔

اگر غرادار سے کہا کہ ہر چہ از جان دی بکاست بر جان تو زیادت باد جو کچھ اس کی جان سے گھٹا ہے تیری جان پر بڑھ جائے تو کہنے والے کے کفر کا خوف ہے یا کہا کہ زیادت کناد تیری جان پر زیادتی کرے تو یہ خطا و جہل ہے۔ اس طرح اگر کہا از جان فلان بکاست دبجان تو پیوست یعنی فلاں کی جان سے گھٹی و تیری جان کو ملی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ وہ مرا اور جان تجھے سپرد کر دی تو تکفیر کیا جائے گا۔ ایک شخص اپنے مرض سے صحت یاب ہو گیا پس دوسرے نے کہا کہ فلاں خر بار فرستاد تو یہ کفر ہے اور اگر کوئی بیمار ہو

---

[1] ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہنا ایسی صورت میں صحیح میں وارد ہوا ہے جو مثل چراغ گل☆ ہو جانے کے ہو تو اس شخص کے حق میں کیونکر نہ ہوگا ۱۲۔

☆ مترجم کا اشارہ اس حدیث مبارکہ کی طرف ہے جس میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت نبی کریم ﷺ چراغ کی روشنی میں تشریف فرما تھے کہ یکدم ہوا سے چراغ بجھ گیا تو نبی کریم ﷺ نے بے ساختہ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ ارشاد فرمایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑی متعجب ہوئی اور فرمایا نبی کریم ﷺ اتنی سی بات پر آپ ﷺ نے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) مسلمان کو ہلکی سی تکلیف بھی پہنچے اور وہ یہ پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور اس کا مرض سخت ہو گیا اور برابر بیمار دائمی ہوا پس اس نے خدائے تعالیٰ سے کہا کہ اگر چاہیے تو مجھے مسلمان وفات دے اور چاہے تو مجھے کافر وفات دے تو اللہ تعالیٰ سے کافر وا پنے دین سے مرتد ہو جائے گا قال المترجم عبارت اصل یہ ہے فقال المرض ان شئت توفنی مسلم او ان شئت تو فنی کافرًا یصیر کافرا باللہ مرتد اعن دینہ و اقول ھذا کانہ یصحت واصل العبارۃ ھکذا کہ اے خدا تو مجھے وفات دے چاہیے مسلمان و چاہیے کافر اے تو فنی ان شئت مسلما وان شئت کافراً اس واسطے کہ صورت اوّل میں احتمال ہے کہ خاتمہ علی مشیت اللہ تعالیٰ ہے خواہ اسلام یا بکفر اگر چہ اللہ تعالیٰ کی رضا بر کفر نہیں ہے۔ وھذا کما قالو الی قولہ تعالیٰ ولو شاء اللہ الجمعھم علی الھدی و نحوہ واما الثانی فانہ محکوم بھذا الحکم جدًا فافھم۔ اسی طرح اگر کوئی شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوا پس اس نے کہا کہ تو نے میرا مال لیا اور میری اولاد لی اور چنیں و چناں لیا پس وہ کیا ہے کہ اس کو کرے گا یا وہ کیا باقی رہا ہے کہ تو نے اس کے نہیں کیا یا مثل اس کے اور الفاظ کہے تو وہ کافر ہوا یہ محیط میں ہے۔

اب ان الفاظ کفر کا بیان ہے جو متعلق بہ تلقین کفر و حکم یا بارتد اد و تعلیم تشبہ[1] کفارہ و غیرہ از اقرار صریح و کنایہ ہیں۔ اگر کسی نے دوسرے کو کلمہ کفر تلقین کیا تو مرد مذکور کافر ہو جائے گا اگر چہ بطور تعجب کے ہو اور اس طرح اگر کسی نے دوسرے کی عورت کو حکم دیا کہ مرتد ہو کر اپنے شوہر سے بائنہ ہو جا تو یہ حکم دینے والا کافر ہو جائے گا ایسا ہے امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جس نے دوسرے کو کافر ہونے کا حکم کیا تو خود کافر ہو جائے گا خواہ مامور نے کفر کیا یا نہ کیا۔ فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا کہ اگر کسی نے دوسرے کو کلمہ کفر سکھایا تو جب کہ اس کو کلمہ کفر سکھلایا اور ارتداد کا حکم کیا تو کافر ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کسی عورت کو کلمہ کفر سکھلایا تو جب ہے کافر ہو گا کہ جب اس کو مرتد ہو جانے کا حکم کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی دوسرے پر مانند اس کے عضو یا جان وغیرہ تلف کرنے کی تخویف کے ساتھ اکراہ کیا کہ کلمہ کفر زبان سے کہے پس اس نے کلمہ زبان سے نکالا تو اس میں کئی صورتیں ہیں اوّل آنکہ اس نے زبان سے کلمہ کفر کہا حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے اور اس کی خاطر میں کوئی شی سوائے اس چیز کے جس پر اکراہ کیا ہے نہیں گذری یعنی زبان سے کلمہ کفر کہے تو اس صورت میں اس کے کفر کا حکم نہ کیا جائے گا نہ قضاءً اور نہ فیمابینہ و بین اللہ تعالیٰ اور وجہ دوم یہ کہ اس شخص نے بیان کیا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ میں اس کو گذشتہ زمانہ میں اپنے کفر سے دروغ خبر دوں پس میں نے اسی ارادہ سے زبان سے کلمہ کفر نکالا اور اس کے جواب تہدید سے بارادۂ کفر مستقبل کے زبان سے کلمہ کفر نہیں نکالا تو ایسی صورت میں قاضی قضاءً اس کے کفر کا حکم دے گا حتیٰ کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا اور درجہ سوم یہ کہ اس نے کہا کہ میرے دل میں گذرا تھا کہ دروغ اس کو اپنے زمانہ گذشتہ کے کفر سے خبر دوں لیکن میں نے زبان سے نکالنے میں زمانہ ماضی کے اپنے کفر کی بہ طور دروغ خبر دینے کی نیت نہیں کی بلکہ اسکے جواب کلام پر کفر مستقبل کی نیت کی تو ایسی صورت میں یہ شخص قضاءً اور فیمابینہ و بین اللہ تعالیٰ دونوں طرح کافر ہو جائے گا۔

اگر کہا کہ میرے دل میں گذرا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھوں مگر میں نے اس کو ترک کیا اور صلیب کے واسطے نماز پڑھی تو اس صورت میں اس کی تکفیر کی جائے گی:

اگر کسی پر اکراہ[2] کیا کہ اس صلیب کی طرف نماز پڑھے پس اس نے صلیب کے رخ نماز پڑھی تو اس میں تین صورتیں

---

[1] مشابہت کرنا یعنی کسی کی روش کسی امر میں اختیار کرنا ۱۲۔ [2] قال المترجم اکراہ سے مراد وہی اکراہ ہے جو تلف جان یا عضو کے مانند ہو ورنہ اکراہ قید وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے ۱۲۔

ہیں۔ اول آنکہ اس نے کہا کہ میری خاطر میں کچھ نہیں گذرا مگر میں نے صلیب کی طرف اکراہ کی وجہ سے مجبور ہو کر نماز پڑھی تو اس صورت میں قضاء ً و فیمابینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میرے دل میں گذرا کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھتا ہوں اور میں نے صلیب کے واسطے نماز نہیں پڑھی تو اس صورت میں بھی نہ قضاءً و نہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ سی صورت سے تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ میرے دل میں گذرا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھوں مگر میں نے اس کو ترک کیا اور صلیب کے واسطے نماز پڑھی تو اس صورت میں اس کی تکفیر کی جائے گی قضاء ً اور فیمابینہ وبین اللہ تعالیٰ یعنی دونوں طرح سے تکفیر کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی سے کہا گیا کہ بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھ کو قتل کریں گے تو افضل یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور سجدہ نہ کرے یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر عمداً کوئی شخص کلمہ کفر بولا لیکن اس نے کفر کا اعتقاد نہیں کیا تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔ جو شخص کلمہ کفر بولا حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے مگر اس نے اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہے تو یہ عامہ علماء نے کہا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور نادانستگی کا عذر مقبول نہ ہوگا مگر بعض علماء نے اس کی تکفیر کیے جانے میں اختلاف کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ہزل کرنے والے اور استہزاء کرنے والے نے اگر از راہ استخفاف و استہزاء[1] و مزاح کے کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک کفر ہوگا اگرچہ اسکا اعتقاد اسکے خلاف ہو اور اگر کوئی شخص خطا سے کلمہ کفر بولا مثلاً اس کا ارادہ تھا کہ ایسا لفظ بولے جو کفر نہیں ہے پھر اس کی زبان خطا کر گئی اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا تو سب کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مجوس کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو صحیح قول کے موافق اس کی تکفیر کی جائے گی الا آنکہ بضرورت بغرض گرمی یا سردی دفع کرنے کے ایسا کیا ہو تو تکفیر نہ ہوگی۔ اگر اپنی کمر میں زنار باندھی تو بھی تکفیر کیا جائے گا لیکن اگر لڑائی میں مسلمانوں کے واسطے بھید لانے گیا اور باندھ گیا تا کہ کافر لوگ دھوکا کھائیں تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر کسی نے کہا کہ مجوس بہتر ہیں اس چیز سے جس میں ہم ہیں یعنی ہمارے فعل سے فعل مجوس اچھا ہے یا کہا کہ مجوسیت سے نصرانیت بہتر ہے تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر کہا کہ نصرانیت سے مجوسیت بدتر ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر کہا کہ یہ یہودیت سے نصرانیت بہتر ہے تو تکفیر کیا جائے گا یا کسی عامل سے کہا کہ جو تو کرتا ہے اس سے کفر بہتر ہے تو بعض کے نزدیک مطلقاً تکفیر کیا جائے گا اور فقیہ ابواللیثؒ نے کہا کہ جب ہی تکفیر کیا جائے گا کہ اس نے تحسین کفر کا قصد کیا ہو اور اگر اس شخص کے فعل کی تقبیح بیان کرنی منظور ہو تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر مجوسیوں کے نوروز میں نکلا تا کہ جو وہ لوگ اس روز کرتے ہیں اس میں ان کے ساتھ موافقت کرے تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر نوروز کے دن کوئی چیز ایسی خریدی جس کو عادت کے موافق اور دنوں میں نہیں خریدتا تھا آج بغرض تعظیم نوروز کے نہ بغرض کھانے پینے کے اس کو خریدا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر کسی نے نوروز کے مشرکوں کو بغرض تعظیم نوروز کچھ ہدیہ بھیجا اگرچہ ایک انڈا ہو تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر ایسے مجوسی کی دعوت قبول کی جس نے اپنے لڑکے کا سر منڈایا ہے تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر امر کفار کی تحسین کرتا ہے تو بالاتفاق تکفیر کیا جائے گا حتیٰ کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ کھانے کے وقت مجوس کا خاموش رہنا کلام ترک کرنا اچھا ہے یا حالت حیض میں مجوسیوں کا عورت کے ساتھ نہ لیٹنا اچھا ہے تو وہ کافر ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر کسی سے کہا گیا تو مسلمان نہیں ہے اس نے کہا کہ نہیں تو یہ کفر ہے:

اگر کسی انسان کے واسطے تعظیماً بروقت خلعت جانور ذبح کیا یا حلوا وغیرہ بنایا تو شیخ الاسلام ابوبکرؒ نے فرمایا کہ یہ کفر ہے اور ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور شیخ اسمٰعیل زاہد نے فرمایا کہ اگر گائے یا اونٹ جوزاب میں حاجیوں یا

[1] تمسخر و ٹھٹھول کرنا و حقیر جاننا ۱۲۔

نمازیوں کی آمد کے واسطے ذبح کیا تو علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ کفر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک عورت نے اپنی کمر میں ڈورا باندھا اور کہا کہ یہ زنا ہے تو تکفیر کی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ کبرگی بہ ازیں کار کہ تو می کنی یعنی کافر ہونا اس کام سے جو تو کرتا ہے بہتر ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس شخص کے فعل کی تقبیح[1] کا قصد کیا ہے تو کفر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے کہا کافر ہے کروں بہ از خیانت کروں یعنی چوری کرنے سے کافری کرنا بہتر ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی کذانی المحیط اور شیخ ابوالقاسم صفار نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک نے اپنی بیوی کو مارا پس بیوی نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے پس مرد نے کہا کہ ہب انی نست بمسلم یعنی مانا کہ میں مسلمان نہ سہی تو شیخ ابو بکر محمدؒ بن الفضل نے فرمایا کہ اس سے کافر نہ ہو جائے گا اور ہمارے بعض نے اصحاب سے منقول ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا تو مسلمان نہیں ہے اس نے کہا کہ نہیں تو یہ کفر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تجھے کچھ حمیت نہیں ہے اور نہ دین اسلام ہے کہ تو اجنبیوں کے ساتھ مجھے خلوت میں چھوڑنے پر راضی ہوتا ہے پس شوہر نے کہا کہ مجھے حمیت نہیں ہے اور نہ دین سلام ہے تو بعض نے فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اوکافرہ اور یہودیہ او مجوسیہ پس عورت نے کہا کہ میں ایسی ہی ہوں یا کہا کہ میں ایسی ہی بنوں مجھے طلاق دے دی یا کہا کہ اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ کیوں رہتی یا کہا کہ اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتی یا کہا کہ تو مجھے نہ رکھتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں ایسی ہوں تو مجھے مت رکھ تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ اس صورت میں بھی تکفیر کی جائے گی مگر اوّل اصح ہے اور اسی پر شیخ جمال الدین نے فتویٰ دیا ہے اور علی ہذا اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ اے کافر اے یہودی اے مجوسی پس شوہر نے کہا کہ میں ایسا ہے ہوں تو مجھ سے الگ ہو یا کہا اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تجھے نہ رکھتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں ایسا ہوں تو تو میرے ساتھ مت رہ تو اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر یوں کہا کہ یک راہ کہ چنیم یا من مباش تو اظہر یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور بعض نے فرمایا کہ نہیں تکفیر کی جائے گی اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ اے کافر اے یہودی پس اس نے کہا کہ ایسا ہی ہوں میرے ساتھ صحبت نہ رکھ یا کہا کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتا۔ خلاصہ آنکہ آخر تک وہی الفاظ بیان کیے جو ہم نے اوپر بیان کیے ہیں تو ان کا حکم بھی اسی طرح ہوگا جیسا ہم نے جورو مرد کے درمیان ایسے الفاظ جاری ہونے کی صورت میں بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کسی فعل کا ارادہ کیا پس اس کی بیوی نے کہا کہ تو کافر ہے اگر ایسا فعل کرے مگر مرد نے نہ مانا اور وہ فعل کیا تو تکفیر نہ ہوگی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اے کافرہ پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے یا عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ او کافر پس شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو ہے تو ان دونوں میں تفریق واقع[(1)] نہ ہوگی ایسا ہے فقیہ ابواللیثؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ چون منع بخت آگندہ شدہ پس شوہر نے کہا کہ تو ابتک اتنی مدت آتش پرست کے ساتھ رہی یا کہا کہ تو اتنی مدت آتش پرست کے ساتھ کیوں رہی تو یہ شوہر کی طرف سے کفر ہے اور گر شوہر سے کہا کہ اد مغرانہ پس عورت نے کہا کہ مگر تو نے اتنی مدت مغرانہ کو رکھا ہے یا کہا کہ مغرانہ کو کیوں رکھا ہے تو یہ عورت کی طرف سے کفر ہے اور اجنبیہ عورت سے یا کافرہ یا اجنبی مرد سے کہا کہ اوکافر اور جس سے کہا ہے اس نے کچھ نہ کہا یا اپنی بیوی سے کہا کہ اوکافرہ اور عورت نے کچھ نہ کہا یا

---

[1] عیب و برائی ظاہر کرنا ۱۲۔

(۱) کفر نہ ہوگا تفریق ہو جائے ۱۲۔

بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ او کافر شوہر نے کچھ نہ کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش بلخی فرماتے تھے کہ کہنے والا تکفیر کیا جائے گا اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا اور فتویٰ کے واسطے اس جنس کے مسائل میں مختار یہ ہے کہ ایسے کلمات کے کہنے والے نے اگر اس کو برا کہنے کی نیت کی اور درواقع اس کو کافر اعتقاد نہیں کیا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر درواقع اس کو کافر اعتقاد کر کے اپنے اعتقاد کے موافق اس کو ان کلمات سے مخاطب کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے مغ بچہ یا اے کافر بچہ یا اے یہود بچہ تو اکثر علماء نے فرمایا کہ یہ کفر نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ کفر ہوگا اور اگر مرد نے اپنے فرزند کے واسطے ایسے الفاظ کہے تو اس میں بھی اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر مرد مذکور[1] نے اپنے نفس کا ارادہ نہیں کیا ہے تو تکفیر نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک نے کہا کہ یہ زمانہ مسلمانی اختیار کرنے کا نہیں ہے زمانہ کافر ہے:

اگر اپنے جانور کی نسبت کہا کہ اے کافر خداوند تو بالاتفاق تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ اے کافر اے یہودی اے مجوسی پس اس نے کہا کہ لبیک یعنی جی ہاں تو وہ تکفیر کیا جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ آرے چنین گیر یعنی ہاں ایسا پہچان لے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگر اس دوسرے نے کہا کہ خود تو ہی ہے یا کچھ نہ کہا بلکہ خاموش رہا تو تکفیر نہ کیا جائے گا۔ اگر کسی سے کہا کہ مجھے اپنے کافر ہو جانے کا خوف تھا تو تکفیر نہ کیا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ تو نے مجھے یہاں تک رنج پہنچایا کہ میں نے چاہا کہ کافر ہو جاؤں تو تکفیر کیا جائے گا۔ ایک نے کہا کہ یہ زمانہ مسلمانی اختیار کرنے کا نہیں ہے زمانہ کافر ہے تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اور صاحب محیط نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ٹھیک نہیں ہے قال المترجم ہمارے زمانہ میں اگر کسی نے ایسا کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے جیسے ہمارے زمانہ میں جو شخص اپنے دل و اعتقاد راست سے اسلام ورضائے حق عزوجل کے موافق زندگی بسر کر جائے اور اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کرے تو امید ہے کہ مستحق ثواب جمیل و جزائے جزیل ہوگا ثبتنا[2] اللہ تعالی ایانا اهل الاسلام برحمة ورافته منه تعالی علی الصراط القویم بتوفیق الخیر و هو علی کل شئ قدیر اور واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ مسلم و مجوسی دونوں کسی مقام پر یکجا جمع تھے پس کسی نے مجوسی کو پکارا کہ اے مجوسی پس مسلمان نے اس کو جواب دیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس پکارنے والے کے کسی ایک ہی کام میں دونوں لگے ہوئے ہوں پس مسلمان نے یہ گمان کر کے کہ وہ اس کام کے واسطے پکارتا ہے جواب دیا ہو تو مسلمان مذکور پر کفر لازم نہ آئے گا اور اگر دونوں ایک ہی کام میں لگے نہ ہوں تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کہا کہ میں ملحد ہوں تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر اس نے عذر کیا کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ کفر ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا۔ ایک نے کوئی بات کہی کہ قوم نے یہ زعم کیا کہ یہ کفر ہے حالانکہ درحقیقت وہ کفر نہیں ہے پس اس سے کہا گیا کہ تو کافر ہوا اور تیری بیوی پر طلاق واقع ہو گئی پس اس نے کہا کہ کافر شدہ گیر و زن طلاق شدہ گیر یعنی کافر ہوا ایسی سمجھ لے تو کافر ہو جائے گا اور اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی۔ یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

یتیمیہ میں ہے کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں فرعون ہوں یا ابلیس ہوں تو فرمایا کہ ایسی صورت میں کافر کہا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک محض نصیحت کنندہ نے کسی فاسق کو نصیحت کی اور اس کو توبہ کی طرف رجوع کرنے کو چاہا پس اس فاسق نے کہا کہ از پس اینهمه کلاه مغان بر سر نهم یعنی ان سب کے بعد آتش پرستوں کی ٹوپی اپنے سر پر

---

[1] قولہ مرد مذکور یا عورت مذکورہ یعنی یہ نہیں ارادہ کیا کہ مغ کا یا یہود یا مجوس کا بچہ ۱۲۔ [2] اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو اپنی رحمت ورافت کے ساتھ راہ راست پر مع توفیق خیر ثابت رکھے وہ ہر شے پر قادر ہے ۱۲۔

رکھوں گا تو تکفیر کیا جائے گا۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تیرے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے تو اس عورت کی تکفیر کی جائے گی اگر کسی نے کہا کہ ھرچه مسلمانی کردہ ام همه بکافران دادم یعنی جو کچھ میں نے مسلمانی کی ہے وہ سب کافروں کو دے دی بشرطیکہ فلاں کام کروں پھر اس شخص نے فلاں کام کیا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اس پر کفارہ قسم بھی لازم نہ آئے گا۔ ایک عورت نے کہا کہ میں کافر ہوں اگر ایسا کام کروں تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ فی الحال کافر ہو کر اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ یہ تعلیق ویمین ہے اور کفر نہیں ہے قال المترجم قول شیخ علی سغدیؒ اصح ہے اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو نے اس کے بعد مجھ پر جفا کی یا ایذا دی یا کہا کہ اگر تو نے میرے واسطے فلاں چیز نہ خریدی تو میں کافرہ ہو جاؤں گی تو فی الحال کافرہ ہو جائے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

جو چیز کسی وقت میں حلال تھی پھر وہ حرام ہو گئی ہے پس اس کی نسبت تمنا کی کہ کاش حرام نہ ہوتی تو تکفیر نہ کیا جائے گا:

ایک نے کہا کہ کنت مجوسیا[1] الاان اسلمت اور یہ اس نے بر سبیل تمثیل کہا اور اس کا اعتقاد نہیں کیا تو اس کے کفر کا حکم دے دیا جائے گا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر کسی کے واسطے تحیہ کا سجدہ کیا یعنی عبادت کا سجدہ نہیں کیا تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی قال المترجم یعنی قریب بکفر ہے اگرچہ تکفیر نہ کی جائے گی۔ یہ سراجیہ میں ہے اور خزانہ میں لکھا ہے اگر زید نے عمرو سے کہا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل تجھ سے مسلمانی الگ کر لے اور بکر نے کہا کہ آمین تو یہ دونوں کافر ہو جائیں گے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اذیت دی پس اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں مجھے مت رنج دے پس اس ایذا دینے والے نے کہا کہ چاہے مسلمان رہ چاہے کافر تو تکفیر کیا جائے گا اور اس طرح اگر کہا کہ اگر کافر ہو گا تو میرا کیا نقصان ہے تو بھی اس پر کفر لازم ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ کوئی کافر مسلمان ہوا اور مسلمانوں نے اس کو چیزیں اور مال و متاع دیا پس کسی مسلمان نے کہا کہ کاش میں کافر ہوتا تا کہ مسلمان ہو جاتا اور لوگ مجھے بھی چیزیں دیتے یا فقط دل سے اس امر کی تمنا کی تو وہ کافر ہو جائے گا ایسا ہے بعض مشائخ سے منقول ہے۔ اگر کسی نے تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے شراب حرام نہ کی ہوتی تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اگر یہ تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے حرام نہ کیا ہوتا ظلم یا زنا کاری یا ناحق قتل کر دینا تو کافر ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ چیزیں کسی وقت میں حلال نہیں تھیں پس اول صورت میں اس نے ایسی چیز کی تمنا کی جو مستحیل نہیں ہے اور دوسری صورت میں ایسی چیز کی تمنا کی جو مستحیل ہے اور علی ہذا اگر یہ تمنا کی کہ بھائی بہن کا نکاح حرام نہ ہوتا تو تکفیر نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ ابتداء میں یہ حلال تھا مستحیل نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی وقت میں حلال تھی پھر وہ حرام ہو گئی ہے پس اس کی نسبت تمنا کی کہ کاش حرام نہ ہوتی تو تکفیر نہ کیا جائے گا۔

اگر کسی مسلمان نے کوئی نصرانیہ خوبصورت دیکھ کر تمنا کی کہ کاش میں نصرانی ہوتا تا کہ اس سے نکاح کر لیتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ حق کے ساتھ میری مددگاری کر پس اس دوسرے نے کہا کہ حق کے ساتھ تو ہر کوئی مددگاری کرتا ہے میں ناحق کے ساتھ تیری مددگاری کروں گا تو تکفیر کیا جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے قال المترجم اصل عبارت یہ ہے کہ مرا حق یاری وہ فقال ذلك الغير بحق هر كس يارى دهد من ترابنا حق يارى دهم تكفير كذا في الفصول مگر میں اس کی وجہ نہیں سمجھتا ہوں الا آنکہ مراد بواسطہ حق یا یا قسم مراد ہو واللہ اعلم۔ ایک شخص نے دوسرے سے جس سے جھگڑا کر رہا ہے کہا کہ تو ہر روز اپنے مثل اور دس مٹی کے بنا لے یا مٹی کے نہ کہا پس اگر اس کی مراد مثل سے مثل من حيث الخلقته ہے تو تکفیر کیا

---

[1] میں مجوسی ہوں مگر آنکہ مسلمان ہوں ۱۲۔

جائے گا اور اگر یہ مراد ہے کہ اپنے سے کئی گونہ جمع کر لے مجھے کچھ ڈر نہیں ہے مثلاً تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور ہمارے زمانہ میں اسی جنس کا ایک واقعہ ہوا کہ کسی کسان یا مالی نے کہا کہ میں نے یہ درخت پیدا کیا ہے پس بالاتفاق سب مفتیوں نے جواب دیا کہ اس کی تکفیر نہ کیا جائے گی اس واسطے کہ پیدا کرنے سے اس مقام پر عادت کے موافق پڑ لگانا مراد ہے حتیٰ کہ اگر اس نے حقیقت پیدائش مراد لی ہو تو تکفیر کیا جائے گا قال المترجم ہمارے عرف کے خلاف ہے ہاں اگر یہ کہا کہ میرا جمایا ہوا ہے یا اگایا ہوا ہے تو البتہ یہ جواب ہو سکتا ہے کیونکہ پیدا کیا ہوا بمعنی میں نے لگایا ہوا ہمارے عرف میں نہیں ہے فافہم واللہ اعلم۔

ایک شخص ایک قوم سے جھگڑا کرتا تھا پس کہا کہ میں دس آتش پرستوں سے بڑھ کر ستم گار ہوں:

اگر کسی نے کہا کہ رہے وار کار لئیم وآزادواز بخوریم یعنی مسافروں کی طرح کار کروں گا اور آزادوں کی طرف کھاؤں گا تو بعض نے فرمایا کہ یہ خطائے کلام ہے اور وہی ایسا کلام بولتا ہے جو اپنا رزق اپنی کمائی سے جانتا ہے قال المترجم ہمارے نزدیک اس میں کم خوف ہے ہاں اگر اس کی یہ نیت ہو کہ روزی میری کمائی سے ہے تو تکفیر کیا جائے گا۔ اگر کسی نے کہا جب تک فلاں بجائے خود موجود ہے یا جب تک کہ میرا یہ روپیہ کا باز وسلامت ہے مجھے روزی کی کچھ کمی نہیں ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس پر کفر کا خوف ہے اور اگر کسی نے کہا کہ درویشی بدبختی ہے تو یہ خطائے عظیم ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ ایک سجدہ خدا کو کر اور ایک سجدہ مجھ کو تو بعض نے کہا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی قال المترجم یعنی کمال سخت قریب بہ کفر ہے لیکن تکفیر نہ کی جائے گی اور شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شطرنج کھیلتا ہے پس اس کی بیوی نے کہا کہ تو شطرنج نہ کھیلا کر اس واسطے کہ میں نے عالموں سے سنا ہے کہ انھوں نے کہا کہ جو شطرنج کھیلے وہ دشمنان خدائے تعالیٰ سے ہے پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ ایدون کہ من دشمن خدایم نشکیبم و ینازمم پس شیخ نے دریافت کرنے والے سے کہا کہ یہ سخت لفظ ہے ہمارے علماء کے قول پر چاہیے کہ اپنی بیوی سے نکاح کی تجدید کرے اور اس کی بیوی بائنہ[1] ہو گئی اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور شیخ عبدالکریم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک قوم سے جھگڑا کرتا تھا پس کہا کہ میں دس آتش پرستوں سے بڑھ کر ستم گار ہوں یا کہا کہ میں دس مجوسیوں سے بڑھ کر بد ہوں تو فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی اور اس پر لازم ہے کہ توبہ استغفار کرے اور شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ یا ایک درہم دے تا کہ مسجد کی عمارت میں صرف کیا جائے یا مسجد میں نماز کے واسطے حاضر ہو پس اس نے کہا کہ میں نہ مسجد میں آؤں گا اور نہ درہم دوں گا مجھے مسجد سے کیا کام ہے اور وہ اسی پر مصر ہے یعنی عمداً ایسا ہی کرتا ہے تو فرمایا کہ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی لیکن اس کو تعزیر دی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر دعویٰ کیا کہ پانی برسے گا تو دعویٰ علم غیب سے تکفیر کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر نجومی نے کہا کہ تیری بیوی کے پیٹ رہا ہے پس اس نے اس کے قول کا اعتقاد کیا تو کافر ہوا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر بہامہ نے آواز کی پس کہا کہ مریض مر جائے گا یا کہا کہ بار گراں ہونے والا ہے یا عقعق نے آواز کی پس سفر سے لوٹ پڑا تو مشائخ نے ایسے شخص کے کفر میں اختلاف کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے امام فضلی سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ یا احمر یعنی اے سرخ پس اس شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سیب کے گودے سے پیدا کیا ہے اور تجھ کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی ایسی نہیں ہوتی ہے پس آیا تکفیر کیا جائے گا تو فرمایا کہ ہاں اور نیز دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایسا قول کہا جو شرع میں ممنوع ہے پس اس سے ایک نے کہا کہ تو کیا کرتا ہے تجھ پر کفر لازم آ گیا اس نے کہا کہ میں کیا کروں گا جب مجھ پر کفر لازم آ گیا پس آیا تکفیر کیا جائے گا تو

---

[1] اس کے نکاح سے باہر ۱۲۔

فرمایا کہ ہاں اور نیز دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ضاد کی جگہ زاد پڑھتا ہے اور اصحاب النار کی جگہ اصحاب الجنہ پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اُس کی امامت نہیں جائز ہے اور اگر عمداً اُس نے ایسا کیا تو تکفیر کیا جائے گا اور جامع اصغر میں مذکور ہے کہ شیخ علی رازی فرماتے تھے کہ جو شخص اس طرح قسم کھایا کرتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم یا تیری زندگی کی قسم یا تیری جان یا سر وغیرہ ایسے الفاظ کا استعمال کرتا ہے میں اُس کے حق میں کفر کا خوف کرتا ہوں اور اگر کہا کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے مگر بندہ کی طرف سے جنبش چاہتا ہے تو بعض نے کہا کہ یہ شرک ہے ایک نے کہا کہ میں ثواب وعذاب سے بری ہوں تو بعض نے فرمایا کہ اُس کی تکفیر کی جائے گی اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایک نے کہا کہ فلاں کہے گا وہی کروں گا اگرچہ سراسر کفر کہے تو اُس کی تکفیر کی جائے گی ایک نے فارسی میں کہا کہ از مسلمانی بیزارم یا مثلاً اُردو میں کہا کہ میں مسلمانیت سے بیزار ہوں تو بعض نے فرمایا کہ اُس کی تکفیر کی جائے گی اور نقل ہے کہ مامون رشید بادشاہ کے وقت میں ایک فقیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک جولا ہے کو قتل کر ڈالا اس پر کیا واجب ہے اُس نے جواب دیا کہ تغاریت (دیت دلانا) واجب ہے پس مامون رشید نے حکم دیا کہ اس فقیہ کو مارو چنانچہ اُسکے حکم سے یہاں تک مارا گیا کہ مر گیا اور مامون نے کہا کہ یہ حکم شرع کے ساتھ استہزاء ہے اور احکام شرعی سے استہزاء کرنا کفر ہے یہ محیط میں ہے۔

شہنشاہ بدون وصفِ اعظم کے خصائص اسماء اللہ تعالیٰ سے ہے اور کسی بندہ کا وصف اس لفظ سے جائز نہیں:

اگر درویشی راگوید بد تر و سیاہ گلیم (کمل پوش و بد بخت) شدہ است تو یہ کفر ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے ہمارے زمانہ کے سلطان کو کہا کہ عادل ہے تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا چنانچہ امام علم الہدے ابو منصور ماتریدی نے ایسا ہی فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا قال المترجم اگر ہمارے زمانہ کے بادشاہ کو بمعنی شرعی عادل قرار دیا تو بدرجہ اولیٰ تکفیر کیا جائے وھو الاصح اور اگر جابروں میں سے کسی کو فارسی میں کہا کہ اے خدائے تو تکفیر کیا جائے اور اگر کہا کہ ای بار خدائے تو تکفیر نہ کیا جائے بنا بر قول اکثر مشائخ کے اور یہی مختار ہے کذا فی الخلاصہ قال المترجم ہماری زبان میں ان دونوں سے تکفیر کیا جائے گا واللہ اعلم ولم اجد فیہ النص اصول الصفار میں مذکور ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ جمعہ کے روز منبروں پر خطیب جو الفاظ نسبت بادشاہ وقت کے پڑھا کرتے ہیں مثلاً العادل الاعظم شھنشاہ اعظم مالک رقاب امم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ معین خلیفۃ اللہ پس آیا یہ الفاظ علی الاطلاق والتحقیق جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں جائز' اس واسطے کہ ان میں سے بعض الفاظ کفر اور بعضے معصیت و دروغ ہیں چنانچہ شہنشاہ کہ بدون وصف اعظم کے خصائص اسماء اللہ تعالیٰ سے ہے اور کسی بندہ کا وصف اس لفظ سے جائز نہیں ہے اور مالک رقاب امم یہ محض دروغ ہے اور سلطان ارض اللہ و دیگر اس کے امثال سو یہ علی الاطلاق محض دروغ ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

امام ابو منصورؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کے روبرو زمین کو بوسہ دیا یا اس کے واسطے مثل رکوع کے پشت خم کر کے جھک گیا یا صرف اپنا سر آگے ڈال دیا تو اُس کی تکفیر نہ کی جائے گی اس واسطے کہ اُس کی غرض اُس کی عبادت نہیں ہے بلکہ تعظیم ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ان ظالموں میں سے کسی کے واسطے سجدہ کیا تو یہ کبیرہ گناہوں میں ایک بڑا کبیرہ گناہ ہے اور آیا اُس کی تکفیر کی جائے گی تو بعض نے فرمایا کہ مطلقاً تکفیر کی جائے گی اور اکثروں نے فرمایا کہ اس میں چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ اگر اُس نے عبادت کا قصد کیا تو تکفیر کیا جائے گا اور اگر تحیت کا قصد کیا تو تکفیر نہ کیا جائے گا بلکہ اس پر ایسا کرنا حرام ہے بشرطیکہ اُس کا ارادہ کفر کا نہ ہو یہ اکثر عالموں کے نزدیک ہے اور رہا زمین کا بوسہ دینا تو یہ قریب سجدہ ہے فرق اتنا ہے کہ زمین کو بوسہ دینے میں اس قدر رخ و پیشانی کا زمین پر رکھنا نہیں ہوتا ہے جیسے سجدہ میں ہے بلکہ کم ہے یہ ظہیریہ میں ہے قال المترجم اصح یہ ہے کہ جو افعال کمال

تعظیم کے واسطے موضوع ہیں اور وہ وہی ہیں جو مخصوص بہ عبادت الٰہی ہیں اگر ان کو کسی بندہ کے ساتھ برتے تو کفر کا حکم دیا جائے گے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ خراج سلطان کی ملک ہے تو کافر کہا جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس زمانہ میں جب تک خیانت نہ کروں اور جھوٹ نہ بولوں تب تک دن نہیں گذرتا' وہ کہے کہ یہ بات لا الٰہ الاّ اللہ محمدؐ رسول اللہ سے بھی زیادہ سچی ہے تو کافر ہو جائے گا:

رسالہ صدر شہید میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے بدی کی پس اُس نے کہا کہ میں یہ بدی تیری طرف سے جانتا ہوں نہ بحکم خدا تو کافر ہو جائے گا اور نیز اس رسالہ میں مذکور ہے کہ مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شاہی خلعت پہنے واس کی تہنیت کے وقت بغرض رضامندی بادشاہ کے اس کی قربانی کرے تو کافر ہو جائے گا اور یہ قربانی مردار ہوگی اور اُس کا کھانا روا نہ ہو گا اور ہمارے زمانہ میں ایک بات بہت شائع ہو گئی اور بہت سے مسلمانوں کی عورتیں اس میں مبتلا ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب بچوں کے چیچک نکلتی ہے تو اس چیچک کے نام پر دیبی یا بھوانی ماتا ایک مورت مقرر کی ہے کہ اس کو پوجتے ہیں اور بچوں کے اچھے ہو جانے کی اس سے دعا کرتے ہیں اور اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ پتھر ان کو اچھا کر دیتا ہے تو یہ عورتیں اس فعل واس اعتقاد سے کافر ہو جاتی ہیں اور ان کے شوہر جو ان کے فعل سے رضامند ہیں وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں قال اور جو نہیں رضامند ہیں ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرے اسی جنس سے یہ ہے کہ پانی کے کنارے جاتی ہیں اور اس پانی کو پوجتی ہیں اور جو نیت رکھتی ہیں اس کے مواقق اس پانی کے کنارے بکرے کو ذبح کرتی ہیں یہ پانی کے پوجنے والی اور بکرے کے ذبح کرنے والی سب کافر ہیں اور یہ بکری مردار ہو جاتی ہے اس کا کھانا روا نہیں ہے اور اسی طرح جو گھروں میں ایک صورت بنا لیتی ہیں جیسے بت پرستوں کے پوجا کا معمول ہے کہ اُس کی پرستش کرتی ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے وقت شنگرف سے نقش کرتی ہیں اور روغن ڈالتی ہیں اور اس کو بنام بھوانی کہتی ہیں اور پوجتی ہیں اور مثل اس کے جو باتیں کرتی ہیں ان سب سے کافر ہو جاتی ہیں اور اپنے شوہروں سے بائن ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی کہے کہ اس زمانہ میں جب تک خیانت نہ کروں اور جھوٹ نہ بولوں تب تک دن نہیں گذرتا ہے یا کہے کہ جب تک تو خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولے تب تک کھانے کو روٹی نہ پائے گا یا کسی سے کہے کہ تو کیوں خیانت کرتا ہے' کیوں جھوٹ بولتا ہے وہ کہے کہ بغیر اس کے چارہ نہیں ہے تو ایسے تمام الفاظ سے کافر ہو جاتا ہے اور اگر کسی سے کہے کہ جھوٹ نہ بولا جائے اور وہ کہے کہ یہ بات لاالٰہ الاّ اللہ و محمد رسول اللہ سے بھی زیادہ سچی ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی غصہ میں ہو جائے اور دوسرا کہے کہ کافر ہونا اس سے بہتر ہے تو کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو شرع میں ممنوع ہے اور دوسرا کہے کہ تو کیا کہتا ہے کہ تجھ پر کفر لازم ہوتا ہے وہ کہے کہ تو کیا کرے گا اگر مجھ پر کفر لازم آئے گا تو کافر ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اور جس شخص کے دل میں ایسے امر کا خطرہ گذرا جو موجب کفر ہے پس اگر اس امر کو اُس نے زبان سے کہا حالانکہ وہ اس سے بہت کراہیت کر رہا ہے تو یہ محض ایمان ہے اور اگر کسی نے کفر کا مصمم ارادہ کیا اگرچہ سو برس کے بعد کفر کرنے کا ارادہ کیا ہو تو فی الحال کافر ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی نے بطوع خود اپنی زبان سے کفر کہا حالانکہ اس کا دل ایمان پر ہے تو کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مومن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم جن صورتوں میں بالاتفاق تکفیر کی جاتی ہے وہاں واجب ہے کہ توبہ کر کے رجوع کر لے اور ازسرِ نو نکاح کرے اور واضح ہو کہ جن صورتوں میں کفر ہونے میں اختلاف ہے اُن میں اُس کے مرتکب کو حکم کیا جائے گا کہ وہ تجدید نکاح کرے اور توبہ کرے اور اُس سے رجوع کرے اور یہ بطریق احتیاط کے کہا جائے گا

اور جن الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خطا ہیں اور موجب کفر نہیں ہے تو اس کے کہنے والے کو تجدید نکاح اور اُس سے پھر جانے کا حکم نہ کیا جائے گا اگر چہ یہ کہا جائے گا کہ پھر ایسا نہ کہے کیوں کہ گنہگار ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کوئی مسئلہ ایسا پیش آئے کہ اس میں کئی وجہیں ایسی ہیں کہ ان کے لحاظ سے یہ حکم ہوتا ہے کہ تکفیر کی جائے اور ایک وجہ ایسی بھی نکلتی ہے کہ تکفیر نہ کی جائے یعنی شرعاً اس وجہ سے تکفیر سے بچ سکتا ہے تو مفتی کو لازم ہے کہ اسی وجہ کی طرف میل کرے جس سے تکفیر[1] بچتی ہے یہ خلاصہ میں ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ صورت تاویلی کی طرف جس سے تکفیر سے بچ سکتا ہے جب ہی میل کرے گا کہ جب تصریح نہ کی ہو اور اگر کہنے والے نے تصریح کر دی اور صریح ایسا ارادہ بیان کر دیا جو موجب کفر ہے تو ایسی صورت میں تاویل کچھ فائدہ نہ دے گی یہ بحرالرائق میں ہے۔

پھر اگر کہنے والے کی نیت بھی وہی صورت تاویلی ہو جس سے تکفیر سے بچتا ہے تو وہ مسلمان رہا اور اگر کہنے والے کی نیت ایسی وجہ ہو کہ وہ موجب تکفیر ہے تو اُس کو اس مفتی کا فتویٰ کچھ مفید نہ ہوگا بلکہ اُس کو اپنی ذات کی راہ سے لازم ہوگا کہ ایمان کی راہ ڈھونڈے اور وہ یہ ہے کہ اس کو حکم کیا جائے گا کہ توبہ کر کے اُس سے رجوع کرے اور اپنی بیوی سے از سر نو اپنا نکاح کرے یہ محیط میں ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ ہر صبح و شام اس دعا کے پڑھ کر وظیفہ کرے کہ یہ ایسے ورطوں میں پڑنے سے بچاؤ کا سبب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ہر صبح و شام اُس کا ورد رکھے وہ محفوظ رہے گا اور دعا یہ ہے اللّٰھم[2] ان اعوذبك من ان اشرك بك شیئاً وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم' یہ خلاصہ میں ہے۔

باب : ⑩

باغیوں کے بیان میں

باغی کی تعریف واحکام:

اہل بغی ہر ایسے فرقہ کو کہتے ہیں جو قوت منعت رکھتے ہیں کہ تغلب کرلیں اور مجتمع ہو جائیں اور تاویل کے ساتھ اہل عدل کے ساتھ قتال کریں اور کہیں کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور اپنے والی ہونے کا دعویٰ کریں پس اگر چوروں میں سے کوئی قوم کسی شہر پر غالب ہوگئی اور انہوں نے مال لے لیا تو یہ لوگ باغی نہ کہلائیں گے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جب کوئی قوم اطاعت امام المسلمین سے منحرف ہوگئی اور وہ کسی شہر پر غلبہ کر کے قابض ہوگئی تو امام موصوف پہلے ان کو جماعت میں مل جانے اور بغاوت سے باز آنے کی جانب بلائے گا اور اُن کا شبہ رفع کر دے گا اور اُن سے کہے گا کہ توبہ کرلو یہ کافی میں ہے مگر واضح رہے کہ اس طرح بلانا ان کو واجب نہیں ہے اور جب امام المسلمین کو خبر پہنچے کہ وہ لوگ ہتھیار خریدتے ہیں اور قتال کے واسطے سامان کرتے ہیں تو چاہیے کہ ان کو گرفتار کر کے قید کرے یہاں تک کہ وہ اپنے اس ارادے سے باز آئیں اور از سر نو توبہ کر کے حقوق اسلام کی رعایت کے ساتھ جماعت میں شامل رہیں اور یہ بدین غرض کرے کہ بقدر امکان شر دفع ہوئے یہ ہدایہ میں ہے۔

امام اہل عدل کو روا ہے کہ اُن سے قتال شروع کر دے اگر چہ انہوں نے قتال میں پہل نہ کی ہو اور یہ ہمارا مذہب ہے اور جب یہ ثابت ہوا کہ ایسے گروہ باغی کا قتل کرنا جس کو منعت حاصل ہے مباح ہے اگر چہ حقیقۃً ان کی جانب سے قتال نہ پایا جائے تو

---

[1] وہی جہت اختیار کرے جس سے حکم کفر نہ ہوتا ہو۱۲۔ [2] اے میرے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک کروں درحالیکہ میں جانتا ہوں اور تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اس سے کہ جس کو میں نہیں جانتا ہوں۱۲۔

ایسے شخص کا بھی قتل مباح ہوگا جو ان کی قوت بازو ہونا چاہتا ہے اور ان کی طرف جاتا ہے اور اگر امام المسلمین نے اسی گروہ کو ہزیمت دی تو پھر مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ ان بھاگے ہوئے باغیوں کا پیچھا کریں یعنی قتل کرتے جائیں بشرطیکہ ان کے واسطے کوئی ایسا گروہ صاحب منعت نہ رہا ہو کہ اس کی طرف جاملیں اور اگر بھاگے ہوئے باغیوں کے واسطے کوئی ایسا گروہ ہو کہ جس سے جاملیں گے تو اہل عدل کو روا ہوگا کہ ان بھاگے ہوئے باغیوں کا پیچھا کریں اور جو شخص ان باغیوں میں سے اسیر ہوگیا ہے تو امام المسلمین کو یہ روا نہیں ہے کہ اس کو قتل کرے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ اگر قتل نہ کیا جائے گا تو ایسے گروہ کو نہیں مل جائے گا جن کو قوت منعت حاصل ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اگر نہ قتل کیا گیا تو ایسے باغیوں کے گروہ سے مل جائے گا جن کو قوت منعت حاصل ہے تو امام اس کو قتل کرسکتا ہے کذافی المحیط اور چاہے اس کو قید میں رکھے یہ ہدایہ میں ہے اور جب باغیوں کی کوئی جماعت باقی نہ رہی ہو اور قتال میں باغیوں میں سے بعض مجروح ہیں تو اہل عدل کو روا نہیں ہے کہ باغی مجروح کو اجہاز کریں یعنی اس کے بدن پر اور زخم ایسا لگا دیں کہ وہ مردہ ہو جائے اور اگر باغیوں کے واسطے کوئی اور جماعت باقی رہ گئی ہو تو ان کا اجہاز کردے اور باغیوں کی عورتیں و بچے گرفتار کرکے رقیق نہ بنائے جائیں گے اور ان کے اموال جو ہاتھ آئے ہیں وہ ملک میں نہ آئیں گے اور اہل عدل نے باغیوں کے لشکر میں جو کراع و ہتھیار وغیرہ پائے وہ فی الحال ان کو واپس نہ دیئے جائیں گے لیکن اگر اہل عدل کو اُن سے قتال کرنے میں ان کے ان ہتھیاروں و کراع کی حاجت ہو تو اُن سے نفع حاصل کریں پس ہتھیار اپنے موقع پر رکھے جائے گئے جیسے دیگر اموال کا حکم ہے اور کراع فروخت کیے جائیں اور ان کا ثمن رکھ چھوڑا جائے گا کیوں کہ کراع کو دانہ چارہ دینے کی ضرورت پڑے گی اور بیت المال سے امام ان کو دانہ چارہ نہ دے گا اس وجہ سے کہ اس میں باغیوں پر احسان ہے اور اگر امام نے بیت المال سے ان کو دانہ چارہ دیا تو جس باغی کا جانور ہے اُس پر یہ مال قرضہ ہوگا پھر جب لڑائی میں ہتھیار رکھ دیئے اور باغیوں کی منعت[1] زائل تو یہ اموال اُن باغیوں کو واپس کردے گا اور حالت بغاوت و لڑائی میں باغیوں نے جو ہمارے لوگوں کی جانیں کالیں تلف کی ہیں تو جب ان کی منعت زائل ہوجائے وتو بہ کرلیں تو ضامن نہ ہوں گے اور اسی طرح مرتدوں نے جو ہماری جانیں و مال حالت لڑائی میں تلف کیے ہوں اس کے ضامن نہ ہوں گے جب کہ مسلمان ہوجائیں اور قبل قتال کے جو ہمارے مال و جانیں اُنھوں نے تلف کی ہیں اُس کے ضامن نہ ہوں گے جب کہ ان کو قوت منعت حاصل ہو لیکن جو مال ان کے پاس قائم و موجود ہوگا وہ اس کے مالک کو واپس کردیا جائے گا جب کہ اُنھوں نے توبہ کرلی اگرچہ اُن لوگوں نے ان اموال کی نسبت اپنی تاویل فاسد کے موافق مالک ہوجانے کا اعتقاد کیا تھا اور اس تاویل فاسد کے ساتھ منعت بھی موجود تھی اور اسی طرح اہل عدل نے بھی جو ان کی جانیں و مال تلف کیے ہیں ان کے مسلمان ہوجانے کے سبب سے ان کے لیے اُس کے ضامن نہ ہوں گے کذافی الذخیرہ اور جو اُنھوں نے قبل اس کے لیا ہے وہ اُن کے ضامن ہوں گے یہ نہایہ میں ہے۔

اگر باغیوں میں سے کسی کا غلام جو اپنے مولیٰ کے ساتھ لڑتا تھا گرفتار کیا گیا تو وہ قتل کردیا جائے گا:

اگر کسی ایسی جماعت نے جو خانہ کعبہ کے رُخ پر خدائے تعالیٰ کی پرستش کرتے ہیں کوئی رائے ظاہر کی اور لوگوں کو اس رائے کی جانب بلایا اور اس رائے پر قتال کیا اور ان کے واسطے منعت و قوت و شوکت حاصل ہوگئی پس اگر یہ امر اس وجہ سے ہو کہ

---

[1] لڑائی ختم ہوگئی اور باغیوں کی قوت و سرکشی زائل ہوگئی ۱۲۔

سلطان نے ان کے حق میں ظلم کیا ہے تو سلطان کو چاہیے کہ ان پر ظلم نہ کرے اور اگر سلطان ان کے حق میں ظلم کرنے سے باز نہ آیا اور اس گروہ نے سلطان سے قتال کرنا شروع کیا تو لوگوں کو ان کی مدد نہ کرنی چاہیے اور نہ یہ چاہیے کہ سلطان کی مدد کریں اور اگر یہ امر اس سبب سے نہ ہو کہ سلطان نے ان پر ظلم کیا ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور اپنے واسطے ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں تو سلطان کو روا ہے کہ ان سے قتال کرے اور لوگوں کو روا ہے کہ سلطان کی مددگاری کریں یہ سراجیہ میں ہے اور ان کے ساتھ قتال کرنا ہر ایسے طریقہ و ہتھیار سے روا ہے جس سے اہل حرب کے ساتھ قتل کرنا روا ہے مثل تیروں سے مارنے اور منجنیق لگانے اور پانی پہنچا کر غرق کر دینے یا آگ لگا دینے اور شخبوں مارنے وغیرہ کے یہ نہایہ میں ہے اور تجرید میں لکھا ہے کہ باغیوں کے ساتھ عورتوں و بچوں و بوڑھوں و اندھوں میں سے جو کوئی ہوئے قتل نہ کیا جائے گا اور اگر باغیوں میں سے کسی کا غلام جو اپنے مولیٰ کے ساتھ لڑتا تھا گرفتار کیا گیا تو وہ قتل کر دیا جائے گا اور اگر اس کی خدمت کیا کرتا تھا قتال نہیں کرتا تھا تو قتل نہیں کیا جائے گا مگر قید رکھا جائے گا یہاں تک کہ بغاوت زائل ہو جائے اور اگر باغیوں کی عورتیں بھی قتال کرتی ہوں تو وہ بھی قتل کی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر معرکہ قتال میں کوئی باغی کسی اہل عدل کا قریب ایسا ہوا کہ اس کا ذی رحم محرم ہو تو اہل عدل میں یہ شخص خود اس کے قتل کا مرتکب نہ ہو لیکن اگر وہ اس شخص عادل کو ضرر قتل وغیرہ پہنچانا چاہتا ہو تو اپنی جان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اس کو قتل کر سکتا ہے ہاں عادل کو یہ روا ہے کہ اس ذی رحم محرم باغیکا جانور سواری قتل کر دے تاکہ باغی مذکور منزجر ہو جائے پس کوئی دوسرا اس کو قتل کر دے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر باغیوں نے اہل عدل کے ساتھ لڑائی کے واسطے ذمیوں کے کسی گروہ سے مدد مانگی پس ذمیوں نے ان باغیوں کے ساتھ ہو کر اہل عدل سے قتال کیا تو یہ امر ذمیوں کے طرف سے نقض عہد نہ ہوگا اور ذمیوں نے اس قتال میں جو کچھ ہمارا مال لے کر تلف کیا یا جان تلف کی یا زخمی کیا یا ہم نے ان کے ساتھ کیا تو کسی پر اس کی ضمان واجب نہ ہوگی جیسے باغیوں کے حق میں حکم ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر باغی لوگ اپنے لشکر میں ہوں اور وہاں ان میں سے کسی نے دوسرے کو قتل کیا تو قاتل پر قصاص لازم نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر باغی لوگ اہل عدل کے کسی شہر پر غالب ہوئے پھر باغیوں میں سے کسی شخص نے اہل شہر میں سے کسی شخص کو عمداً قتل کر ڈالا پھر اہل عدل اس شہر پر غالب ہوئے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ باغی لوگ کسی اہل عدل کے شہر پر غالب ہوئے اور ہنوز باغیوں کا حکم اس شہر میں جاری نہیں ہوا تھا کہ امام اہل شہر نے ان باغیوں کو پسپا کر لیا تو یہ حکم مذکور ہوگا۔ اگر اس شہر میں باغیوں کا حکم جاری ہو گیا تو اہل عدل کی ولایت و منعت وہاں سے منقطع ہو گئی پس شہر والوں میں سے کسی کے قتل کرنے سے قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا اور نیز امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا کہ اگر اہل عدل میں سے کسی نے باغی کو قتل کیا حالانکہ قاتل اس کا وارث ہے تو وارث رہے گا اور اگر باغی نے اس کو قتل کیا حالانکہ اس کا وارث ہے پھر باغی نے کہا کہ جب میں نے اس کو قتل کیا میں حق پر تھا اور میں اب تک حق پر ہوں تو مقتول کا وارث ہوگا۔ اگر باغی مذکور نے کہا کہ جس وقت میں نے اس کو قتل کیا ہے میں جانتا تھا کہ باطل پر ہوں تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کا وارث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر باغیوں نے مسلمانوں سے عشر و خراج وصول کر لیا تو دوبارہ نہ لیا جائے گا:

باغیوں میں سے جو شخص قتل کیا جائے نہ اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اہل عدل میں سے جو

شخص قتل کیا گیا تو اس کے وہی معاملہ کیا جائے گا جو شہیدوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو شہید کا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اگر باغیوں نے عشر وخراج وصول کرلیا تو دوبارہ نہ لیا جائے گا پھر جو کچھ باغیوں نے وصول کیا ہے اگر اس کو جس طرح صرف کرنا چاہیے اور جہاں صرف کرنا چاہیے ہے صرف کیا ہوئے تو جس سے وصول کیا ہے اس پر قضاءً اعادہ لازم نہیں ہے لیکن جس سے وصول کیا ہے یعنی مالکان اموال کو فتویٰ دیا جائے گا کہ دیانۃ یعنی فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ کی اس کا اعادہ کردیں یعنی خود فقیروں کو دے دیں لیکن ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ خراج میں ان پر دیانت کہ راہ سے بھی اعادہ لازم نہیں ہے۔ اسی طرح عشر میں بھی اگر اہل بغاوت فقیر لوگ ہوں تو اعادہ واجب نہیں ہے یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے اور اہل فتنہ کے ہاتھ ان کے لشکر میں ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے اور اگر ان کے لشکر میں نہیں بلکہ مثلاً کوفہ میں کسی کے ہاتھ ہتھیار فروخت کیے پس اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ اہل فتنہ میں سے ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ حکم نفس سلاح میں ہے یعنی جو ہتھیار بنے بنائے عرف میں ہتھیار کہلاتے ہیں ان کے فروخت کرنے میں یہ حکم ہے اور جو چیز ایسی ہے کہ ابھی اس سے قتال نہیں کیا جا سکتا ہے الا بعد ساخت کے یعنی جو چیز ایسی ہے کہ بدون اس سے بنانے وڈھالنے کے قتال نہیں کرسکتے ہیں جیسے محض لوہا وغیرہ تو اس کے فروخت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ قال المترجم یہ ظاہر یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ محض لوہا وغیرہ مطلقاً ان کے لشکر میں لے جا کر فروخت کرنا بھی مکروہ نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

کتاب اللقیط

لقیط کی شرعی تعریف واحکام:

لقیط[1] شرع میں ایسے زندہ بچہ کو بولتے ہیں جس کو اس کے اہل نے درویشی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بھاگ بچنے کی غرض سے پھینک دیا ہو پھر اُس کا اسطرح ضائع پھینک دینے والا بڑا گنہگار ہے اور اس کا حفاظت میں لے لینے والا بڑے ثواب سے مالدار ہے اور جس نے اُس کو اسطرح پڑا دیکھا اس کو اٹھالینا مندوب ہے لیکن اگر اس کے غالب گمان میں یہ ہو کہ ضائع ہو جائے گا جیسے پانی میں پڑا دیکھا یا درندہ[2] کے سامنے تو اُٹھالینا واجب ہے اور لقیط آزاد ہوتا ہے یعنی اُٹھانے والے کا مملوک نہیں ہوتا ہے اُٹھانے والے کو ملتقط کہتے ہیں اور اسکا ولی سلطان ہے نہ ملتقط وغیرہ چنانچہ اگر ملتقط نے کسی عورت سے اُس کا نکاح کر دیا یا لقیط لڑکی تھی کہ کسی مرد سے بیاہ دی تو روا نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے مگر ملتقط کے ہاتھ سے اُس کو کوئی لے نہیں سکتا ہے اور اگر ملتقط نے خود کسی کی پرورش میں دیدیا تو اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تبیین میں ہے اور اُس کا نفقہ اور اُسکے جرم کا جرمانہ[3] بیت المال پر ہے یعنی گویا وہی اس کی مددگار برادری ہے یہ محیط میں ہے اور لقیط کے تن پر بندھا ہوا مال پایا گیا تو وہ لقیط کا ہوگا اور اسی طرح اگر کسی جانور پر پایا گیا اور اس جانور پر مال بندھا ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر لقیط کے قریب مال رکھا ہوا ملا تو لقیط کے واسطے اُس کا حکم نہ دیا جائیگا کہ یہ اسکا ہے بلکہ یہ مال لقطہ کے حکم میں ہوگا اور اگر لقیط کسی جانور پر سوار پایا گیا تو یہ جانور اسی کا ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اگر کوئی ایک لقیط اُٹھا لایا اور اُسکے ہاتھ سے دوسرے نے چھین لیا اور دونوں نالش میں قاضی کے حضور میں پیش ہوئے:

لقیط کا نفقہ اس مال سے محسوب ہوگا کہ قاضی نے حکم دیا کہ ملتقط اس میں سے اس پر خرچ کرے اور بعض نے فرمایا کہ بغیر حکم قاضی بھی خرچ کر سکتا ہے اور نفقہ مثل تک[4] ملتقط کے قول[5] کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اس کی ولاء بیت المال کے واسطے ہوگی چنانچہ اگر وہ بدون کسی وارث چھوڑنے کے مر گیا اور اُس کا کوئی مولی الموالات بھی نہیں ہے تو اُس کا ترکہ بیت المال میں داخل ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر لقیط کو ملتقط اُٹھا کر قاضی کے پاس لایا اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھ سے اس کو لے لے تو قاضی کو اختیار ہے کہ بدون گواہی کے اس کی تصدیق نہ کرے اس واسطے کہ مسلمانوں کے بیت المال سے اُسکے نفقہ و خرچہ دلانے کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اُسنے گواہ قائم کر دیئے تو قاضی اُسکے گواہوں کو بدون کسی خصم حاضر کے قبول کر لے گا اور جب

---

[1] قال المترجم اس کو میل بھی کہتے ہیں ۱۲۔ [2] ظاہر مراد یہ ہے کہ عنقریب درندہ وہاں آئے گا آنکہ درندہ موجود ہے پس بشرط قدرت اٹھانے واللہ اعلم ۱۲۔ [3] بیت المال سے اس کا نفقہ ملے گا اور اگر جرم کیا تو بھی بیت المال اس کا عاملہ ہوگا ۱۲۔ [4] جتنا ایسے بچہ کا خرچہ پڑتا ہو موافق رسم ملک کے ۱۲۔
[5] مثلاً تین روپیہ مہینہ ایسے بچہ پر خرچ ہوتا ہے اور ملتقط نے کہا میں نے اس مال سے اس پر تین روپیہ خرچ کر دیئے ہیں تو علی قول البعض اس کی تصدیق کی جائے گی اگر زیادہ کہا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا ۱۲۔

قاضی نے اس کے گواہ قبول کیے تو بعد اس کے چاہے لقیط کو اُس سے اپنے قبضہ میں لے لے اور چاہے نہ لے لیکن یہ ضرور کرے گا کہ اُس کا کوئی متولی مقرر کر دے گا جو متولی ہونا قبول کرے اور اس متولی سے کہہ دے گا کہ تو نے اس کی حفاظت اپنے اوپر لازم کی ہے پس تو اُس کی حفاظت میں ہر طرح سے مستعد رہ اور یہ اس وقت ہے کہ قاضی کے علم میں ملتقط کا عاجز ہونا اُس کی حفاظت سے اور اس پر خرچ کرنے سے ثابت نہ ہوا اور اگر قاضی اس کو جانتا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ ملتقط سے لے کر کسی ایسے کے پاس رکھے کہ اُس کی حفاظت کر سکتا ہے تا کہ اس کی حفاظت کرے پھر اگر ملتقط آیا اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے واپس دیا جاوے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے اُس کو واپس دے اور چاہے نہ دے بخلاف اس کے اگر کوئی ایک لقیط اُٹھا لایا اور اُسکے ہاتھ سے دوسرے نے چھین لیا اور دونوں نالش میں قاضی کے حضور میں پیش ہوئے تو قاضی لقیط اوّل کو دیوے گا اور اگر غلام نے کوئی لقیط پایا اور یہ امر فقط اس غلام کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور مولیٰ کہتا ہے تو جھوٹا ہے یہ لقیط نہیں بلکہ میرا غلام ہے پس اگر یہ غلام ملتقط مجحور ہو تو مولیٰ کا قول قبول ہوگا اور اگر ماذون ہو تو قول غلام کا قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر لقیط نے اقرار کیا کہ میں فلاں کا غلام ہوں اور فلاں مذکور اُس کی تکذیب کرتا ہے تو لقیط آزاد ہے اور اگر اُس نے تصدیق کی پس اگر لقیط مذکور پر آزادوں کے احکام نہ جاری ہوئے ہوں جیسے اُس کی گواہی قبول نہ کی گئی ہو یا اُسکے قاذف کو حد نہ ماری گئی ہو وغیرہ ذلک تو اُس کا اقرار صحیح ہوگا ورنہ نہیں یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ملتقط نے ہنوز اُسکے نسب کا دعوےٰ نہیں کیا ہے کہ کسی نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو مدعی سے اُس کا نسب ثابت ہو جائے گا اور بعض نے کہا کہ نسب کے حق میں دعویٰ صحیح ہے ولیکن ملتقط کا قبضہ باطل کرنے کے حق میں صحیح نہ ہوگا مگر قول اوّل اصح ہے اور اگر ملتقط اور کسی اور دونوں نے دعویٰ نسب کیا تو ملتقط کا دعویٰ نسب اولیٰ ہوگا اگرچہ وہ ذمی ہو اور دوسرا مسلمان ہو یہ تبیین میں ہے (یعنے ساتھ ہی ۱۲) پس اگر ایسا ہو کہ مدعی نسب ذمی ہو تو لقیط اسکا بیٹا قرار دیا جائے گا مگر وہ مسلمان ہوگا اور اگر مسلمان و ذمی نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا تو مسلمان کے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں مسلمان ہوں تو جس کے گواہ قائم ہوں اس کے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو دونوں کا فرزند قرار دیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے لیکن ایک نے اس کے بدن کے علامات ٹھیک ٹھیک بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو علامات بیان کرنے والے کے واسطے[1] حکم دیا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے علامات بیان نہ کیں تو دونوں کا فرزند قرار دیا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر ایک ہی نے علامات بیان کیے مگر بعض ٹھیک کہے اور بعض میں خطا کی تو بھی دونوں کا فرزند قرار دیا جائے گا اور اگر دونوں نے علامات بیان کیے مگر ایک نے ٹھیک کہے اور دوسرے نے غلط تو ٹھیک والے کے واسطے حکم ہوگا اور اسی طرح اگر ایک نے کہا کہ لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا لڑکی ہے تو جس کا قول مطابق ہوا اسی کے نام حکم ہوگا اور اگر تنہا ایک ہی مدعی نسب ہو اور اُسنے کہا کہ لڑکا ہے حالانکہ وہ لڑکی ہے یا کہا کہ وہ لڑکی ہے حالانکہ وہ لڑکا ہے تو اس کے واسطے بالکل حکم فرزندی نہ ہوگا اگر لقیط کا دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ میری بیٹی ہے پھر وہ خنثیٰ مشکل[2] ہو تو دونوں کے واسطے اس کے فرزند کا حکم دیا جائے گا اور اگر مشکل نہ ہو بلکہ حکم دیا گیا کہ[3] یہ لڑکا ہے تو اس کے نام حکم ہوگا جو اپنا لڑکا ہونے کا مدعی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک سے زائد نے دعویٰ نسب کیا تو؟

اگر نسب کے دعویٰ کرنے والے دو آدمیوں سے زیادہ ہوں تو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے پانچ مدعیوں تک

---

[1] قال المترجم ظاہرا دونوں مرد اپنے اپنے مدعیہ عورت کی تصدیق کرتے ہیں ولیکن گواہ قائم ہونے کی صورت میں اس کی کچھ ضرورت بنا بر قول امام اعظم نہیں ہے فافہم ۱۲۔ [2] وہ شخص جس میں عورت اور مرد دونوں کی علامت ہو ۱۲۔ [3] اگرچہ علامت لڑکی کی بھی موجود ہے ۱۲۔

جواز کا حکم دیا ہے یہ سراجیہ میں ہے ایک عورت نے لقیط کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے پس اگر اُسکے شوہر نے اس کی تصدیق کی یا قابلہ نے اس کی گواہی دی یا گواہ قائم ہوئے تو عورت کا دعویٰ صحیح ہوگا ورنہ نہیں اور فقط قابلہ کی گواہی پر جب ہی اکتفا کیا جائے گا جب عورت مذکورہ کا شوہر موجود ہو ولادت سے منکر ہو اور اگر عورت کا شوہر ہی نہ ہو تو دو مردوں کی گواہی ضروری ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر عورت نے یوں دعویٰ کیا کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے تو اس کے نام حکم دیا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر دو عورتوں نے لقیط کا دعویٰ کیا تو بنا بر قول صاحبینؒ کے دونوں میں سے کسی سے اُس کا نسب ثابت نہ ہوگا اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے ہر دو عورت سے اُس کا نسب ثابت ہوگا لیکن تعارض و تنازع کے وقت کسی حجت کا ہونا ضروری ہے پس بنا بر روایت ابو حفص کے حجت ایک عورت کی گواہی ہے اور بنا بر روایت ابو سلیمان کے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی ہے پس اگر دونوں نے ایسی حجت قائم کی تو دونوں سے اُس کا نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک نے دو مرد اور دوسری نے دو عورتیں گواہ دیے تو جسکے دو مرد گواہ ہیں اُس کا فرزند قرار دیا جائے گا اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر ایک نے گواہ دیے اور دوسری نے نہیں تو گواہ والی کا فرزند قرار دیا جائے گا اور اگر دو عورتوں نے لقیط کا دعویٰ کیا اور ہر ایک عورت علیحدہ علیحدہ ایک ایک مرد معین سے اس کو جنے پر گواہ لاتی ہے تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ لقیط مذکور ان دونوں عورتوں کا دونوں مردوں سے فرزند قرار دیا جائے گا اور صاحبین نے فرمایا کہ نہ دونوں کا اور نہ دونوں مردوں کا کسی کا فرزند نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا بیٹا اس آزاد عورت سے ہے اور دوسرے مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو جو اُسکے فرزند کا مدعی ہے اُسکے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر ایک نے دعویٰ کیا یہ میرا بیٹا اس آزاد عورت سے ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا باندی عورت سے ہے تو آزاد عورت والے مدعی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر دونوں نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک آزاد عورت معینہ سے اپنا بیٹا ہونے کا لقیط کی نسبت دعویٰ کیا تو دونوں کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور آیا ہر دو عورت سے اُس کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں پس بنا بر قول امامِ اعظمؒ کے ثابت ہوگا اور بنا بر قول صاحبینؒ کے نہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر قابضہ کے واسطے ایک عورت نے گواہی دی اور خارجہ کے واسطے دو مردوں نے گواہی دی تو خارجہ کے واسطے حکم دیا جائے گا:

دو مردوں نے ایک لقیط کے نسب کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور ہر ایک کے فریق گواہوں نے تاریخ بیان کی ہے تو جس کی تاریخ کا لقیط کا سن شاہد ہو اس کے نام حکم دیا جائے گا اور اگر لقیط کا سن مشتبہ ہو کہ ہر دو تاریخ میں سے کسی کے ساتھ متوافق نہ ہو تو بنا بر قول صاحبینؒ کے موافق تمام روایتوں کے تاریخ کا اعتبار ساقط اور دونوں کا فرزند ہونے کا حکم دیا جائے گا اور بنا بر قول امامِ اعظمؒ کے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ روایت ابو حفص میں دونوں کا فرزند ہونے کا حکم دیا جائے گا اور روایت ابو سلیمان میں جس کی تاریخ مقدم ہے اُس کے نام حکم دیا جائے گا اور تاتارخانیہ میں ہے کہ عامہ روایات کے موافق دونوں کا مشترک فرزند ہونے کا حکم دیا جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ بحرالرائق و محیط میں ہے اور اگر کسی شخص کے قبضہ میں ایک طفل ہو وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر گواہ قائم کرتا ہے اور دوسرا شخص دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر گواہ قائم کرتا ہے تو قابض کے واسطے حکم ہوگا ایک عورت کے ہاتھ میں ایک طفل ہے وہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر گواہ پیش کرتی ہے اور دوسری عورت دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس پر گواہ لاتی ہے تو جس کے ہاتھ میں ہے اسی کے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر قابضہ

کے واسطے ایک عورت نے گواہی دی اور خارجہ کے واسطے دو مردوں نے گواہی دی تو خارجہ کے واسطے حکم دیا جائے گا ایک طفل (لقیط) ایک شخص کے ہاتھ میں ہے (غیر قابضہ) اور دوسرے مرد کے تحت میں ایک آزاد عورت ہے اس نے دعویٰ کیا کہ یہ طفل مذکور میرا بیٹا اس عورت مذکورہ سے ہے اور اس پر گواہ قائم کیے اور قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر اُس نے کسی عورت کی طرف نسبت نہ کی تو مدعی کے نام حکم دیا جائے گا اور اگر ذمی نے لقیط کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے لقیط کا نسب ثابت ہوگا اور لقیط خود مسلمان ہوگا بشرطیکہ ذمیوں کے مقام میں نہ پایا گیا ہو اور یہ استحسان ہے یہ تبیین میں ہے اور جس لقیط کی نسبت ذمی نے اپنے پسر ہونے کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ اس سے نسب ثابت کر دیا گیا کہ وہ لقیط اس کا پسر ہوا تو یہ پسر جب ہی مسلمان قرار دیا جائے گا کہ ذمی مذکور نے گواہ قائم کر کے اپنا نسب ثابت نہ کیا ہو اور اگر اُس نے دو مسلمان گواہ قائم کر کے اپنا نسب ثابت کیا ہو تو لقیط کا اُس کے نام حکم ہوگا اور وہ ذمی مذکور کا دین میں تابع ہوگا لیکن اگر اُس نے ذمی گواہ دیے ہوں تو اُس کی تبعیت میں ذمی نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے اور معتبر مکان ہی ہے اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ مسئلہ میں چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کو کوئی مسلمان مسلمانوں کے مقام مثل مسجد یا مسلمانوں کے گاؤں یا مسلمانوں کے شہر میں پائے پس اس صورت میں لقیط مسلمان ہوگا اور دوئم یہ کہ کافر اس کو اہل کفر کے مقام مثل بیعہ وکنیسہ واہل کفر کے کسی گاؤں میں پائے پس وہ کافر ہوگا سوئم آنکہ کافر اُس کو مسلمانوں کے مقام میں پائے اور چہارم آنکہ مسلمان اس کو کافروں کے مقام میں پائے پس ان دونوں صورتوں میں اختلاف روایت ہے چنانچہ کتاب اللقیط کی روایت میں مذکور ہے کہ پانے والے کا اعتبار نہیں بلکہ مقام کا اعتبار کیا جائے گا کذا فی التبیین اور قدوری میں اسی پر اعتماد کر کے احکام کو جاری کیا اور یہی ظاہر الروایہ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر لقیط کو کسی کافر نے پایا پس اگر مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں پایا تو وہ تبعاً مسلمان قرار دیا گیا پس اگر اس نے اس حکم کے برخلاف کفر ظاہر کیا تو قید کیا جائے گا اور اس پر اسلام کے واسطے جبر کیا جائے گا کذا فی خزانۃ المفتین لیکن جس لقیط کی نسبت تبعاً مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا اگر وہ بالغ ہو کر کافر ہوا تو اس پر اسلام کے واسطے جبر کیا جائے گا جیسے مرتد میں ہے لیکن لقیط مذکور استحساناً قتل نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی غلام نے لقیط کے نسب کا دعویٰ کیا تو اُس سے نسب ثابت ہوگا مگر لقیط مذکور آزاد قرار دیا جائے گا اور اگر غلام نے کہا کہ یہ لقیط میرا بیٹا میری بیوی سے ہے حالانکہ وہ باندی ہے پس غلام کے مولیٰ نے اس غلام کی تصدیق کی تو لقیط کا نسب اس غلام سے ثابت ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک لقیط آزاد ہی ہوگا اور اگر مسلمان و ذمی نے لقیط کے نسب میں تنازع کیا تو مسلمان اولیٰ ہے بشرطیکہ آزاد ہو اور اگر غلام ہوگا تو ذمی اولیٰ ہے اور لقیط رقیق نہ قرار دیا جائے گا لاّ گواہوں کی گواہی پر مگر شرط یہ ہے کہ مسلمان ہوں الاّ آنکہ ذمیوں کے مقام میں پائے جانے کی وجہ سے وہ ذمی قرار دیا گیا ہو تو یہ شرط نہیں ہے اور اسی طرح اگر لقیط نے قبل بلوغ کے مدعی رقیت کی تصدیق کی تو لقیط کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی بخلاف اُس کے اگر صغیر کسی کے قبضہ میں ہو اور اس شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور صغیر مذکور نے اُس کی تصدیق کی تو وہ اُس کا غلام ہوگا اگرچہ ہنوز بالغ[1] نہیں ہوا ہے اور اگر اُس نے بعد بالغ ہونے کے تصدیق کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس پر احکام احرار میں سے کوئی حکم جاری ہو چکا ہے یعنی بعد بلوغ کے مثلاً اُس کی گواہی قبول کی گئی یا اُس کے قاذف کو حد ماری گئی پھر اُس نے رقیت کا اقرار کیا تو اس کا ایسا اقرار صحیح نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

---

[1] اس جگہ لفظ بالغ زیادہ کرنے سے وہ وہم رفع ہو گیا جو تصدیق غیر مدرک کے بارہ میں پیدا ہوتا تھا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس سے ادراک سے غیر ادراک کی جانب ترقی ہے فتامل ۱۲۔

اگر ملتقط نے دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا غلام ہے حالانکہ اُس سے پہلے اُس کا لقیط ہونا پہچان لیا گیا ہے تو بدون حجت کے ملتقط کا قول قبول نہ ہوگا:

اگر لقیط عورت ہو کہ اُس نے کسی شخص کی رقیقہ ہونے کا اقرار کیا اور شخص مذکور نے اس کی تصدیق کی تو وہ اس کی باندی ہو جائے گی لیکن اگر یہ عورت کسی شوہر کے تحت میں ہو تو شخص مذکور کا قول (تصدیق کرنے والا) اس شوہر کے نکاح کے ابطال میں قبول نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر اس عورت لقیطہ نے اقرار کیا کہ میں شوہر کے باپ کی بیٹی ہوں اور شوہر کے باپ نے اس کی تصدیق کی تو اُس سے اُس کا نسب ثابت ہوگا اور نکاح باطل ہو جائے گا اور مقر نے اس کو آزاد کر دیا (جس کے واسطے باندی ہونے کا اقرار کرتی ہے) حالانکہ یہ کسی شوہر کے تحت میں ہے تو جیسے کھلی بندیوں کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے ویسے اس کو خیار عتیق حاصل نہ ہوگا اور اگر شوہر نے اس کو ایک طلاق دیدی پھر اُس نے اپنے رقیقہ ہونے کا اقرار کیا تو اُس کی طلاق دو ہو جائیں گی جیسے باندی کی ہوتی ہیں کہ اُس کا شوہر اس پر ایک طلاق کا مالک ہوگا اور اگر وہ اس کو دو طلاق دے چکا ہے پھر اس نے رقیت کا اقرار کیا تو بھی شوہر اس پر ایک طلاق کا مالک ہے کہ اس کو اختیار ہے چاہے اُس سے رجوع کر لے اور ایسا ہی عدت میں حکم ہے کہ اگر دو حیض گذر جانے کے بعد اُس نے اپنے رقیقہ ہونے کا اقرار کیا تو اس کے شوہر کو اختیار رہے گا چاہے تیسرے حیض گذرنے سے پہلے اُس سے رجوع کر لے اور اگر ملتقط نے دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا غلام ہے حالانکہ اُس سے پہلے اُس کا لقیط ہونا پہچان لیا گیا ہے تو بدون حجت کے ملتقط کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر لقیط مر گیا خواہ اُس نے مال چھوڑا یا نہ چھوڑا پھر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا تھا تو بدون حجت پیش کرنے کے اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی (اگرچہ لقیط تصدیق کرے) یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ ایک طفل لقیط ایک شخص مسمی زید کے قبضہ میں ہے کہ وہ اس کی نسبت دعویٰ نہیں کرتا ہے پس ایک عورت ہندہ نے دعویٰ کیا اور گواہ دیئے کہ میں اس طفل کو جنی ہوں مگر باپ کا نام نہیں بیان کیا اور ایک مرد مسمی عمرو نے دعویٰ کیا اور گواہ دیئے کہ یہ میری فراش سے پیدا ہوا ہے مگر اس کی ماں کا نام نہیں لیا تو لقیط مذکور اس مرد مدعی کا اس عورت مدعیہ سے بیٹا قرار دیا جائے گا گویا کہ یہ عورت اُس کو اس مرد کے فراش سے جنی ہے ایسا قرار دیا جائے گا اور اسی طرح اگر طفل مذکور اسی مرد مدعی یا اسی عورت مدعیہ کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہوگا اور قبضہ کی وجہ سے کچھ ترجیح نہ ہوگی۔ ایک لقیط ایک ذمی کے قبضہ میں ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے پس ایک مرد مسلمان آیا اور اُس نے مسلمان گواہ پیش کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا ذمی گواہ قائم کیے اور ذمی قابض نے مسلمان گواہ پیش کیے کہ یہ اُس کا بیٹا ہے تو قبضہ کی وجہ سے ذمی کو مسلمان پر ترجیح دی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر لقیط نے بالغ ہو کر کسی سے موالات کر لی تو اس کی ولاء جائز ہے اور اگر اس سے پہلے اس نے کوئی جنایت کی ہو کہ بیت المال سے اس کا جرمانہ ادا کیا گیا ہو تو اس کی ولاء جائز نہ ہوگی اور ملتقط کو لقیط پر خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو کسی طرح کے تصرف کا مثل بیع و خرید و نکاح کر دینے وغیرہ کا اختیار نہیں ہوتا ہے اُس کو فقط اُس کی حفاظت کرنے کا اختیار ہے اور ملتقط کو اُس کے ختنہ کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے چنانچہ اگر اس کا ختنہ کر دیا اور وہ اُس سے مر گیا تو ملتقط ضامن ہوگا اور ملتقط کو یہ اختیار ہے کہ لقیط جہاں چاہے لے جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ملتقط نے لقیط پر اپنا ذاتی مال بدون حکم قاضی کے خرچ کیا تو وہ اس اَمر میں احسان کرنے والا ہوگا:

ملتقط کو جائز نہیں ہے کہ اُس کو اجارہ پر دے چنانچہ یہ کتاب کراہت میں ذکر فرمایا ہے اور یہی اصح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال پایا گیا اور قاضی نے ملتقط کو حکم کیا کہ اس مال سے اس پر خرچ کرے پس ملتقط نے اس کے واسطے

کھانا کپڑا خریدا تو یہ جائز ہے اور اگر لقیط خطا سے قتل کیا گیا تو اس کی دیت قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور دیت بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر وہ عمداً قتل کیا گیا پس امام المسلمین نے قاتل سے مال پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے لیکن اگر امام نے قاتل کو خون عفو کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر امام نے قاتل سے قصاص لینا چاہا تو اس کو اختیار ہے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور ملتقط نے لقیط پر اپنا ذاتی مال خرچ کیا پس اگر بدون حکم قاضی کے خرچ کیا ہے تو وہ اس امر میں احسان کرنے والا ہوگا اور اگر اُس نے بحکم قاضی خرچ کیا پس اگر قاضی نے اُس کو یوں حکم دیا کہ اس پر اس شرط سے خرچ کر کہ یہ تیرا خرچہ اُس پر قرض ہوگا پھر اگر لقیط کا باپ ظاہر ہوا تو ملتقط مذکور کو اختیار ہوگا کہ اُس سے اپنا خرچہ واپس لے اور اگر اُس کا باپ ظاہر نہ ہوا تو ملتقط کو لڑکے بالغ ہونے کے بعد اس سے واپس لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر قاضی نے ملتقط کو یہی حکم کیا کہ اس پر خرچ کرے اور یہ نہ کہا کہ تیرا خرچہ اس پر قرضہ ہوگا تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ ظاہر الروایہ کے موافق اس کو واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور جو ظاہر الروایہ میں مذکور ہے یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے اور جب لقیط بالغ ہوا اور اُس نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر اقرار کیا کہ میں فلاں کا غلام ہوں اور اس پر اس کی بیوی کا مہر باقی ہے تو وہ اپنی بیوی کے مہر باطل کرنے میں سچا نہ سمجھا جائے گا اس کی بیوی کا مہر اس پر لازم رہے گا اور اسی طرح اگر کچھ قرضہ کر لیا یا کسی آدمی سے مبایعت کی یا کسی کی کفالت کی یا کسی کو ہبہ یا صدقہ دے کر سپرد کیا یا اپنے غلام کو مکاتب کیا یا مدبر یا آزاد کیا پھر اقرار کیا کہ میں فلاں کا غلام ہوں تو ان میں سے کسی چیز کے باطل کرنے میں اُس کے قول کی تصدیق[1] نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قولہ تصدیق نہ ہوگی یعنی اپنے اقرار سے وہ مملوک مقرلہ اقرار دیا جائے گا لیکن اس کا اقرار اس کے تصرفات مذکورہ باطل ہو جانے میں مؤثر نہ ہوگا ۱۲۔

کتاب اللقطہ

[اللقطہ کو لقیط کے بعد لانے میں مصنفؒ نے یقیناً یہ افضلیت پیش نظر رکھی ہوگی کہ انسان کا بچہ لقطہ (گری پڑی چیز) سے ہر حال میں افضل ہے]

ملتقط لقطہ کی شناخت بطور مذکور بازاروں و راستوں پر اتنی مدت تک کرادے کہ اس کے غالب گمان میں آجائے کہ اُس کا مالک اب اس کے بعد جستجو نہیں کرے گا:

قال المترجم لقیط و لقطہ میں یہی فرق ہے کہ لقیط آدمی کا بچہ پڑا ہوا اُٹھایا گیا اور لقطہ مال پڑا ہوا ہے قال فی الکتاب لقطہ وہ مال ہے کہ راستہ میں بے مالک پایا جائے کہ اُس کا مالک بعینہ[1] معلوم نہ ہو یہ کافی میں ہے۔ لقطہ کا اُٹھا لینا دو نوع پر ہے ایک نوع میں اُٹھا لینا فرض ہے وہ یہ ہے کہ اس مال کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو اور دیگر نوع یہ ہے کہ فرض نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اس مال کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو لیکن اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اُس کا اُٹھا لینا مباح ہے ہاں باہم اختلاف اس میں ہے کہ افضل اُٹھا لینا ہے یا نہ اُٹھا لینا سو ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اُٹھا لینا افضل ہے کذا فی المحیط خواہ مال مذکور درہم و دینار ہوں یا اسباب یا بکری گدھا خچر گھوڑا اُونٹ ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ جنگل میں پایا جائے اور اگر آبادی میں ہو تو چوپایہ کا ویسا ہی چھوڑ دینا نہ لینا افضل ہے اور جب لقطہ کو اُٹھا لیا تو اُس کی شناخت کرادے یعنی یوں کہے کہ میں نے لقطہ اُٹھایا ہے یا گم شدہ شے کا پایا ہے یا میرے پاس کچھ چیز ہے جس کو تم ڈھونڈھتا سنو اُس کو میری طرف راہ بتا دینا کہ فلاں کے پاس جاؤ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ملتقط لقطہ کی شناخت بطور مذکور بازاروں و راستوں پر اتنی مدت تک کرادے کہ اس کے غالب گمان میں آجائے کہ اُس کا مالک اب اس کے بعد جستجو نہیں کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ مجمع البحرین میں ہے اور حل و حرم (زمین داخل حرم) کے لقطہ کا ایک ہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے پھر اس مدت مذکورہ تک شناخت کرانے کے بعد ملتقط کو اختیار ہے چاہے اُس کو جستہ للہ اپنی حفاظت میں رکھے اور چاہے مسکینوں کو صدقہ دیدے پھر اگر اس کے بعد اُس کا مالک آیا اور اُس نے صدقہ مذکورہ کو برقرار رکھا تو اُس کو اُس کا ثواب رہے گا اور اگر برقرار نہ رکھا تو اُس کو اختیار ہے چاہے ملتقط[2] سے تاوان لے اور چاہے مسکین سے بشرطیکہ مسکین کے ہاتھ سے وہ مال تلف ہو چکا ہو پس اگر اُسنے ملتقط سے تاوان لیا تو ملتقط مال تاوان کو مسکین سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے مسکین سے تاوان لیا تو وہ بھی اس تاوان کو ملتقط سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مال لقطہ ملتقط یا مسکین کے ہاتھ میں قائم ہو یعنی ویسا ہی موجود ہو تو اپنا مال جس کے پاس ہے اُس سے لے لے یہ شرح مجمع البحرین میں ہے اور جس لقطہ کی نسبت یہ معلوم ہو کہ کسی[3] ذمی کا تھا اُس کا صدقہ کر دینا نہیں چاہیے بلکہ وہ بیت المال میں دیدیا جائے تاکہ مسلمانوں کی حاجات میں صرف ہو یہ سراجیہ میں ہے پھر جس کو بطور لقطہ پائے وہ

---

[1] ماتن نے کہا کہ ہم نے اسی قدر پر کفایت کی اور قیل و قال فلسفیہ کو ترک کیا جو کہ اس مقام پر ہے کہ کیونکہ اصل مراد ہمارے اس قول سے ظاہر ہوگئی تو فضول اقوال کے ساتھ تطویل کی ضرورت نہیں ہے کہ مرد کی خوبی اسلام سے یہ ہے کہ امور لایعنی کو چھوڑے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ۱۲۔

[2] لقطہ پانے والا یعنی کسی کی چیز پڑی پانے والا ۱۲۔ [3] مثلاً سونے کی صلیب جو گلے میں ذمی پہنتے ہیں پائی ہو ۱۲۔

.ونوع کا ہوگا ایک نوع وہ کہ جسکی نسبت یہ معلوم ہو کہ اُس کا مالک طلب نہ کرے گا جیسے جا بجا چھلکی ہوئی خرما کی گٹھلیاں پائیں یا انار کے چھلکے جابجا چھلکے پائے اور اس قسم کے لقطہ کو ملتقط کو لے لینا اور اپنی حاجت میں صرف کرنا روا ہے لیکن بعد اس کے جمع کر لینے کے اگر مالک نے اس کے ہاتھ میں اس کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے کہ لے لے اور وہ جمع کر لینے سے لے لینے والے کی ملک نہ ہو جائے گا ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ و شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب اللقطہ میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے ونوع دیگر آنکہ اُس کی نسبت معلوم ہو کہ اُس کا مالک اُس کو طلب کرے گا جیسے چاندی سونا واسباب وغیرہ اور ایسے لقطہ کی نسبت یہ حکم ہے کہ اس کو روا ہے کہ اُٹھالے اور اُس کی حفاظت کرے اور شناخت کرادے یہاں تک کہ اُس کے مالک کو پہنچا ئے اور انار کے چھلکے یا خرما کی گٹھلیاں اگر یکجا جمع کی ہوئی ہوں تو وہ بھی اس دوسری نوع میں سے ہوں گی اور غصب النوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پایا اسی طرح پاتا گیا یہاں تک کہ دس عدد ہوئے یعنی اس کی کچھ قیمت ہوگئی پھر اگر اُس نے یہ اخروٹ ایک ہی مقام پر پائے ہوں تو وہ بلا خلاف دوسری نوع میں سے ہیں اور اگر اُس نے مواضع متفرقہ میں پائے ہوں تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صدر شہید نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ نوع ثانی میں سے ہوں گے اور فتاوائے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ جو لکڑی پانی میں پائی جائے اس کے لے لینے اور اُس سے نفع اُٹھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ اُس کی کچھ قیمت ہو قال المترجم ظاہراً مراد یہ ہے کہ جھرکس لکڑیاں جلانے کے کام کی تالاب وندی وغیرہ میں ٹوٹ گری ہیں اور واللہ اعلم اسی طرح سیب وامرود اگر نہر جاری میں پائے تو ان کو لے کر اپنے کام میں لانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ بہت ہوں اور اگر گرمی کے ایام میں درختوں کی طرف گذرا اور درختوں کے نیچے پھل گرے ہوئے پائے تو اس مسئلہ میں کئی صورتیں ہیں چنانچہ اگر یہ امر شہروں میں واقع ہوا تو اس کو ان میں سے تناول کرنا روا نہیں ہے الا اس صورت میں کہ یہ بات معلوم ہو کہ اس کے مالک نے اس کو مباح کر دیا ہے خواہ صریحاً یا دلالۃً بحسب عادت اور اگر چار دیواری کے باغ میں اس طرح پایا اور پھل ایسے ہیں کہ باقی رہتے ہیں جیسے اخروٹ وغیرہ تو اس کو ان میں سے لینا روا نہیں ہے تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے مالک نے مباح کر دیئے ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ جب تک ممانعت کرنا صریحاً یا دلالۃً معلوم نہ ہو تب تک لے لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور اگر رساتیق میں جس کو فارسی میں بیراستہ کہتے ہیں ایسا واقعہ ہوا اور یہ پھل باقی رہنے والوں میں سے ہیں تو لے لینا روا نہیں ہے الا آنکہ مباح کر دینا معلوم ہو اور اگر یہ پھل ایسے ہیں کہ باقی نہیں رہتے ہیں تو بلا خلاف اس کو لے لینا روا ہے جب تک کہ ممانعت معلوم نہ ہو اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہے اس صورت میں ہے کہ پھل درخت کے نیچے گرے ہوئے پائے اور اگر اُس نے درختوں پر لگے ہوئے پائے تو افضل یہ ہے کہ کسی پر کیوں نہ ہو بدون اجازت مالک کے نہ لے الا آنکہ یہ مقام ایسا ہو کہ یہاں ایسی کثرت سے پھل پیدا ہوتے ہوں کہ مالکوں پر لے لینا شاق نہ گذرتا معلوم ہو پس ایسی صورت میں اس کو کھا لینا روا ہوگا مگر باندھ لانا روا نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر لقطہ[1] ایسی چیز ہو کہ ایک دو روز گذرنے سے وہ خراب ہو جائے گی جیسے دانہائے انار وغیرہ پس اگر قلیل ہوں تو اُن کو اُسی وقت کھالے خواہ فقیر ہو یا غنی ہو اور اگر بہت ہو تو قاضی کی اجازت لے کر اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن رکھ چھوڑے اور اگر لقطہ ایسی چیز ہو کہ اُس کے واسطے نفقہ وخرچہ کی ضرورت ہے پس اگر اس کو اجارہ پر دینا ممکن ہو تو قاضی کے حکم سے اس کو اجارہ پر دے کر اس کی اُجرت سے اُس کو نفقہ دے۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر وہ کسی کام کی چیز نہ ہو یا اُس نے کوئی کرایہ پر لینے والا نہ پایا اور قاضی کو خوف ہوا کہ اُس کو نفقہ بطور ضمان دلایا جاتا ہے تو اُسکی قیمت[1] کو مستغرق ہو جائے گا تو اُس کو فروخت کر دے اور ملتقط کو حکم دے کہ

---

[1] وہ چیز جو کسی کی راہ وغیرہ میں گر پڑی ہو ۱۲۔

اُس کا ثمن حفاظت سے رکھے یہ فتح القدیر میں ہے پھر جب اُس کا مالک آئے اور مانگے حالانکہ اُس نے بحکم قاضی اُس کو نفقہ دیا ہے تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس کو نہ دے یہاں تک کہ اپنا سب نفقہ وصول کر لے یہ تبیین میں ہے اور جو کچھ نفقہ لقطہ کو ملتقط نے بغیر حکم قاضی دیا ہے اس میں وہ احسان کرنے والا قرار دیا جائے گا کذا فی الکافی اور اگر بحکم قاضی دیا ہے تو اس چیز پر قرضہ ہوگا اور حکم قاضی کی یہ صورت ہے کہ اُس نے ملتقط سے کہا کہ اُس کو نفقہ دے بدین شرط کہ تو واپس لے اور اگر یہ نہ کہا کہ بدین شرط کہ تو واپس لے تو نفقہ اس پر قرضہ نہ ہوگا ہو یہی اصح ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور قاضی اُس کو نفقہ دینے کا حکم نہ دے جب تک کہ وہ گواہ قائم نہ کرے کہ یہ لقطہ ہے۔

اگر قاضی نے یا قاضی کے حکم سے ملتقط نے لقطہ کو فروخت کیا پھر اُس کا مالک آیا تو اسکو یہی ثمن ملے گا:

یہی صحیح ہے اور اگر ملتقط نے گواہ نہ پائے تو قاضی اُس کو یوں حکم کرے کہ ثقہ لوگوں کی جماعت کے سامنے کہے کہ یہ ملتقط یوں کہتا ہے کہ یہ لقطہ ہے مگر میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اور اُس نے مجھ سے درخواست کی میں اس کو حکم دوں کہ تو اُس کو بطور رضامندی نفقہ دے پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں اس کو اس شرط سے نفقہ دینے کا حکم دیتا ہوں کہ یہ بات ایسی ہی ہو کہ جیسی یہ کہتا ہے اور ملتقط کو یہی دو تین روز تک لقطہ کو نفقہ دینے کا حکم کرے گا جتنے روز تک کے واسطے اس کے دل میں یہ آئے کہ اگر اُس کا مالک حاضر ہوگا تو ظاہر ہوگا یہ تبیین میں ہے پھر اگر اتنے روز میں ظاہر نہ ہوا تو اس کے فروخت کرنے کا حکم دے گا اور اُس کے ثمن سے ملتقط کو دو تین روز جتنے دن تک اُس نے نفقہ دیا ہے دیدے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر قاضی نے یا قاضی کے حکم سے ملتقط نے لقطہ کو فروخت کیا پھر اُس کا مالک حاضر آیا تو اس کو یہی ثمن ملے گا اور اگر ملتقط نے بدون حکم قاضی اس کو فروخت کر ڈالا ہے پھر مالک آیا اور وہ مشتری کے ہاتھ میں موجود ہے تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے بیع کی اجازت دے کر ثمن لے لے اور چاہے بیع باطل کر کے اپنی چیز واپس کرے اور اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو چکی ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے بائع سے ضمان لے اور اس صورت میں بیع مذکور نافذ ہو جائے گی از جانب بائع بنا بر ظاہر روایت کے اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے کذا فی المحیط لیکن بائع یعنی ملتقط پر لازم ہوگا کہ مال تاوان یعنی اُس کی قیمت سے جس قدر زائد حصہ ثمن اس کو ملا ہو وہ صدقہ کر دے کذا فی فتح القدیر اور چاہے اس کا مالک اس کے مشتری سے اپنی چیز کی قیمت تاوان لے پھر مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک بکری یا اونٹ پکڑا اور قاضی نے اس کو حکم کیا کہ اس کو نفقہ دے پھر یہ چوپایا مر گیا پھر اُس کا مالک ظاہر ہوا تو ملتقط کو اختیار ہوگا کہ جس قدر اُس نے نفقہ دیا ہے وہ مالک سے واپس لے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور جب لقطہ کی شناخت کرانے کے بعد یہ وقت آیا کہ اب وہ صدقہ کر دیا جائے پس اگر ملتقط خود محتاج ہو تو اس کو روا ہے کہ لقطہ کو اپنی ذات پر خرچ کر ڈالے یہ محیط میں ہے اور اگر ملتقط غنی ہو تو اپنی ذات پر صرف نہ کرے بلکہ کسی اجنبی کو یا اپنے والدین کو یا فرزند یا زوجہ کو بشرطیکہ فقیر ہوں صدقہ دے دے یہ کافی میں ہے اور بعد مدت مذکورہ کے ملتقط غنی کو بھی اپنی ذات پر مال لقطہ امام المسلمین کی اجازت سے بایں وجہ کہ اس پر قرضہ ہوگا صرف کر لینا جائز ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر کسی نے لقطہ اسباب وغیرہ کے مانند پایا اور باوجود شناخت کرانے کے مالک کو نہ پایا اور وہ محتاج ہوا کہ اُس سے منتفع ہو پس اس کو فروخت کر کے اس کا ثمن اپنی ذات پر صرف کیا پھر اس نے کچھ مال پایا تو اُس پر یہ واجب نہ ہوگا کہ جس قدر اُس نے خرچ کیا ہے اُسکے مثل فقیروں کو صدقہ دے دے یہی مختار ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور لقطہ امانت ہوتا ہے جبکہ ملتقط نے گواہ کر لیے

[1] جتنے کی چیز ہے اتنا نفقہ خرچ اس پر ہو جائے گا ۱۲۔

کہ میں اس کو اس واسطے لیتا ہوں کہ حفاظت کرکے اس کے مالک کو واپس دوں پس اگر بدون اُس کے فعل کے مال لقطہ تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مالک مال نے اس کے قول کی کہ میں نے اُس کو اس واسطے لیا تھا کہ مالک کو واپس کر دوں تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو اپنے واسطے لیا تھا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اُس نے لینے کے گواہ نہیں کر لیے تھے پھر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اس کے مالک کو واپس دینے کے واسطے لے لیا تھا اور مالک نے اس کے قول کی تکذیب کی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ضامن ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس وجہ سے اُس نے گواہ نہیں کیے تھے کہ اُس نے اُٹھانے کے وقت کوئی گواہ نہیں پایا اُسکو خوف ہوا کہ گواہ کرانے سے اُس سے کوئی ظالم لے لے گا پس اُس نے گواہ کرانا چھوڑ دیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُس نے گواہ کو پایا پھر گواہ نہ کیا یہاں تک کہ وہاں سے تجاوز کر گیا تو ضامن ہو گیا اس لیے کہ اُس نے باوجود قدرت کے گواہ کر لینا ترک کیا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر گواہ کر لیے کہ میں نے لقطہ اُٹھایا ہے یا گم شدہ جانور پایا ہے یا کہا کہ میرے پاس لقطہ ہے تو جسکو تم لقطہ ڈھونڈھتا پاؤ اس کو میری طرف راہ بتلانا پھر جب اُس کا مالک اُس کے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ تلف ہو گیا تو اُس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اِس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اُس نے دو یا تین لقطہ پائے اور شناخت کرانے میں اسی قدر کہا کہ جس کو لقطہ ڈھونڈھتا دیکھو اُس کو میری طرف راہ بتلا دینا تو یہ سب کے واسطے شناخت کرانا ہو جائے گا اور اگر سب اُس کے پاس تلف ہو گئے تو اُس پر کسی کی ضمان واجب نہ ہوگی اور فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر لقطہ کسی راستہ یا جنگل میں پایا اور لیتے وقت کسی ایسے کو نہ پایا کہ گواہ کرے تو فرمایا کہ جب کسی ایسے کو پائے جو گواہ ہو تو اُس کو گواہ کرے پس ایسا کر لینے سے ضامن[1] نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور ملتقط ضامن یہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ بے جا[2] اُس کو تلف کرے یعنی باقی نہ رکھا ہو یا مالک کی درخواست کے وقت نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر لقطہ کو کسی قوم کے دار میں یا ان کی دہلیز میں یا خالی دار میں پایا ہو تو ضامن ہوگا:

اگر کسی نے کہا کہ میں نے لقطہ پایا تھا وہ میرے قبضہ میں تلف ہو گیا حالانکہ میں نے اس کو اس واسطے لیا تھا کہ اس کے مالک کو واپس کر دوں اور میں نے اس پر گواہ کر لیے تھے اور اُس کا مالک کہتا ہے کہ وہ لقطہ نہ تھا میں نے خود اس کو وہاں رکھ دیا تھا کہ لوٹ کر لے لوں گا پس اگر ہو جگہ جہاں سے پایا ہے ایسی جگہ ہو کہ اُس کے قرب میں کوئی نہ ہو یا راستہ ہو تو قول ملتقط کا قبول ہوگا بشرطیکہ وہ قسم کھا جائے کہ میرے پاس تلف ہو گیا ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ اُس کا اصل قصہ کیا ہے تو ملتقط ضامن ہوگا اور اگر ملتقط نے کہا ہو کہ میں نے اس کو راستہ پر سے لے لیا تھا اور مالک نے کہا کہ تو نے اس کو میرے گھر سے لے لیا ہے تو ملتقط ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر اُس نے لقطہ کو کسی قوم کے دار میں یا ان کی دہلیز میں یا خالی دار میں پایا ہو تو ضامن ہوگا جب کہ اُس کا مالک یوں کہے کہ میں نے اُس کو وہاں رکھ دیا تھا کہ لوٹ کر لے لوں گا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ تو نے اس کو مجھ سے غصب کر کے لیا ہے اور ملتقط نے کہا کہ وہ لقطہ تھا اور میں نے اس کو تیرے واسطے لیا ہے تو ملتقط ضامن ہے اور اس میں کوئی تفصیل نہیں فرمائی ہے اور اگر کسی مسلمان کے قبضہ میں لقطہ ہو اور اس کا کسی نے دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم کیے اور ملتقط نے اُس کا اقرار کیا یا نہیں اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ میں تجھے اس کو واپس نہ دوں گا الا قاضی کے حضور میں تو اس کو ایسا اختیار ہے اور اگر ایسی حالت

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ نہ معلوم ہوا کہ ان کا حال دونوں وقتوں میں کونسا ہے آیا وہ ہے کہ جب وہ ضامن ہونے کے ساتھ متصف ہو گا اور ظاہر یہ کہ نہ ہوگا اور اس وقت تک کہ وہ کسی شخص کو پائے اور اس پر گواہ کرے اس کا حکم موقوف رہے گا پس گویا وہ دو صورتوں میں سے ایک صورت ہے ۱۲۔ [2] شرعاً جوازنہ ہو پس وارد نہ ہوگا بحکم قاضی اس کو فروخت کر دیا وغیرہ قولہ وقت طلب مالک کو نہ دے یعنی بوجہ شرعی پس وارد نہ ہوگا نفقہ کے واسطے روک لینا وغیرہ ۱۲۔

میں اس کے پاس وہ تلف ہو گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر کسی مسلمان کے قبضہ میں لقطہ ہو اور کسی نے اُس کا دعویٰ کر کے دو کافر گواہ قائم کیے تو ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر لقطہ کسی کافر کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو بھی قیاساً یہی حکم ہے اور استحساناً گواہی قبول ہوگی اور اگر کافر و مسلمان کے قبضہ میں ہوا تو دونوں کافروں کی گواہی قیاساً ان میں سے کسی پر جائز نہ ہوگی اور استحساناً کافر پر جائز ہو جائے گی اور جو کچھ کافر کے قبضہ میں ہے اُس کی نسبت مدعی کے واسطے حکم دے دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر زید نے لقطہ کا اقرار عمرو کے واسطے کیا پھر خالد نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا ہے تو اس لقطہ کی ڈگری خالد کے نام ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے لقطہ کا دعویٰ کیا اور اُس کے علامات ٹھیک بیان کر دیئے تو ملتقط کو اختیار ہو چکا ہے اس کو دے کر اُس سے کفیل لے لے اور چاہے اُس سے گواہ طلب کرے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر علامات بیان کرنے پر ملتقط نے اُس کو کوئی دے دیا پھر دوسرے نے آکر گواہ قائم کیے کہ ہو میرا مال ہے پس اگر وہ لقطہ شخص اول کے ہاتھ میں ویسا ہی موجود ہو تو مدعی یعنی گواہ قائم کرنے والا جو اُس کا مالک ہے اوّل سے اُس کو لے لے گا اگر قادر ہوا اور کسی پر ضمان نہ ہوگی اور اگر وہ اوّل کے پاس تلف ہو گیا ہے یا مالک کو اُس سے لے لینے کی قدرت نہ ہوئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے ملتقط سے تاوان لے یا اُس لینے والے سے ضمان لے اور کتاب میں مذکور ہے کہ اگر ملتقط نے بحکم قاضی شخص اوّل کو دیا ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر بغیر حکم قاضی دیا ہے تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ملتقط نے کسی کے واسطے لقطہ کا اقرار کیا اور بغیر حکم قاضی اس کو دے دیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ وہ میرا ہے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے اور اگر بحکم قاضی دیا ہو تو ایک روایت کے موافق ضامن نہ ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ سراجیہ میں ہے ایک نے شناخت کرانے کے واسطے لقطہ اُٹھا لیا پھر اس کو جہاں سے اُٹھایا تھا وہیں ڈال دیا تو کتاب میں مذکور ہے وہ ضمان سے بری ہو جائے گا اور یہ تفصیل نہیں ہے کہ وہاں سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گیا پھر وہیں لا کر ڈال دیا یا وہیں اُٹھایا اور بدون اس جگہ سے تحویل[1] کے وہیں ڈال دیا اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ تاوان سے بری جب ہی ہوگا کہ بدون اس جگہ سے تحویل کے وہیں ڈال دیا ہو اور اگر بعد اس کے جگہ سے تحویل کرنے کے وہیں لا کر ڈال دیا ہو تو ضامن ہوگا اور حاکم شہیدؒ نے بھی مختصر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اگر لقطہ کوئی کپڑا ہو کہ اُس کو پہنا پھر اُس کو اُتار کر جہاں سے لیا ہے وہیں رکھ دیا تو اختلاف ہے:

یہ حکم اس وقت ہے کہ اُس نے شناخت کرانے کے واسطے اُٹھایا ہو یعنی مالک کو دینے کے واسطے لیا ہو اور اگر اپنے کھا جانے کے واسطے لیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ اُسکے مالک کو نہ دے دے اور یہ ایسا ہے جیسے وہ لقطہ کوئی گھوڑا تھا کہ اس پر سوار ہوا پھر اُس سے اتر کر اس کی جگہ اس کو چھوڑ دیا تو بنا بر قول (یعنی اختلاف ہے) امام ابو یوسفؒ کے ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر لقطہ کوئی کپڑا ہو کہ اُس کو پہنا پھر اُس کو اُتار کر جہاں سے لیا ہے وہیں رکھ دیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہ اس وقت ہے کہ کپڑے کو اس طرح پہنا ہو کہ جیسے عادت کے موافق پہنا کرتے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا مثلاً قمیص تھی کہ اس کو اپنے کندھے پر ڈال لیا پھر اُس کو جہاں سے لیا ہے وہیں ڈال دیا تو ضامن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر انگوٹھی مہر ہو کہ اُس کو خواہ داہنے ہاتھ کی یا بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنا پھر اُتار کر وہیں ڈال دی تو ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر اس کو سوائے چھنگلیا کے کسی اور انگلی میں پہن کر اُتار کر وہیں ڈال دیا تو بالاتفاق ضامن نہ ہوگا اور اگر اپنی مہر کی انگوٹھی مُہر کی پہنی اور چھنگلیا پر یہ انگوٹھی ہی میں پہنی پس اگر یہ شخص معروف ہو کہ دو خاتم سے ختم کرتا ہے اور تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر ایسا نہ ہو در صورت یہ کہ بدون تحویل کے وہیں اُتار کر ڈال دی ہے تو بالاتفاق ضامن نہ ہوگا اور

---

[1] ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی چیز کو ہٹا دینا ۱۲۔

اسی طرح اگر پر تلے کے ساتھ گردن میں تلوار ڈالی جیسے تلوار بدن پر لگا لینے کا دستور ہے پھر اتار کر وہیں ڈال دی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور اسی طرح اگر وہ ایک تلوار لگائے ہو پھر اُس نے یہ تلوار بھی جیسے لگائی جاتی ہے اپنے بدن پر سج لی تو یہ بھی استعمال قرار دیا جائے گا اور وہی اختلاف مذکور جاری ہوگا اور اگر وہ دو تلوار ڈالے ہو پھر اُس نے یہ تیسری تلوار لقطہ کی بھی سج لی پھر اُتار کر وہیں ڈال دی تو بالاتفاق ضامن (اس واسطے کہ تین تلوار باندھنے کا دستور نہیں ہے) نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مقبرہ میں جلانے کی لکڑیاں پڑی ہوں تو آدمی کو روا ہے کہ وہاں سے اُٹھا لائے اور یہ اس وقت ہے کہ خشک ہوں اور اگر گیلی ہوں تو مکروہ ہے اور جن دنوں کرم پیلہ (ریشم کے کیڑے) سے قز تیار کی جاتی ہے اگر اُن دنوں راہ میں شہتوت کے درخت کے پتے پڑے ہوں تو اس کو لے لینا روا نہیں ہے اگر لے گا تو ضامن ہوگا۔ اس واسطے کہ یہ چیز ملک منتفع ہے اور اگر ایسے درخت کے پتے راہ میں گر پڑے ہوں کہ اس کے پتوں سے انتفاع حاصل نہیں کیا جاتا ہے تو ان کو لے سکتا ہے۔ ایک نے اپنی مردار بکری راہ میں ڈال دی پھر کسی نے آ کر اُس پشم نوچ لی تو اُس کو روا ہے کہ اُس سے انتفاع حاصل کرے لیکن اگر اس کے بعد اُس بکری کا مالک آیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ اپنی بکری کا یہ صوف جو اُس کے پاس ہے لے لے اور اگر اُس نے اس مردار بکری کی کھال کھینچ کر اُس کی دباغت کر لی ہو پھر اس کے بعد بکری کا مالک آیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ کھال لے لے اور جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوئی ہے اس قدر دے دے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کر کے اس کے لوٹ لینے کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے:

خربوزوں کی فالیز[1] اُجاڑ ہو چکی ہے اس میں خربوزے جھڑ دتا رہ گئے ہیں پس ان کو لوگوں نے جس نے پایا لے لیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر فالیز والوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے کہ جس کا جی چاہے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نشہ میں ایسا چور ہے کہ اُس کی عقل جاتی رہی ہے راستہ میں سو گیا پس اُس کا کپڑا راہ میں گر پڑا پس کسی نے آ کر وہ کپڑا اُٹھا لیا تا کہ حفاظت کرے تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ کپڑا بمنزلہ لقطہ کے ہے اور اگر اُس کے سر کے نیچے سے کپڑا نکال لیا یا اس کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار لی یا اُس کی کمر سے ہمیانی کھول لی یا اُس کی آستین سے درہم نکال لیے درحالیکہ وہ اس چیز کے ضائع ہو جانے کا گمان کرتا تھا پس بدین خیال اُس نے اس غرض سے لے لیے کہ اُس کی حفاظت کرے تو ضامن ہوگا اور اگر چکی گھر میں چکی کی اُڑان کا آٹا جمع ہو گیا یعنی پیسنے میں جیسے ہوا سے در و دیوار پر مثل گرد کے جم جاتا ہے تو بعض نے فرمایا کہ یہ آٹا چکی گھر کا مالک کا ہوگا اور بعض نے فرمایا اس کو اپنے واسطے لے لینے کا اختیار نہیں ہے یہ اُس کا ہوگا جس نے پیش دستی کر کے سب سے پہلے اس کو جھاڑ لیا ہے اور تیل والوں کے یہاں جو ناپ کے کپے سے قطرہ قطرہ ٹپک کر جمع ہو جاتا ہے اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ناپ کے کپے سے اوپر سے ٹپک کر جمع ہوا ہے تو یہ تیل والے کا ہوگا اس واسطے کہ وہ بیچ میں داخل نہیں ہوا تھا اور دوئم یہ کہ کپے مذکور کے اندر سے یا اندر و باہر دونوں سے ٹپک کر جمع ہوا ہے یا نہیں معلوم کہ کیونکر جمع ہوا ہے تو اس میں یہ حکم ہے کہ اگر تیل والے نے ہر مشتری کے لیے کچھ قدر قلیل بڑھا دیا ہو تو جو کچھ ٹپک کر جمع ہوا ہے یہ تیلی کا ہوگا اور اگر کچھ نہیں بڑھایا ہے تو یہ مجموعہ اس تیلی کو حلال نہ ہوگا اس کو صدقہ کر دے اور اُس سے نفع حاصل نہ کرے الا آنکہ محتاج ہوئے۔ ایک قوم نے جنگل کے راستہ میں ایک اونٹ ذبح کیا ہوا پایا پس اگر ان کے گمان میں یہ بات آئی کہ اُس کے مالک نے اُس کو لوگوں کے واسطے مباح کر دیا ہے تو اُس کے لینے اور کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ایک شخص نے اپنا اونٹ ذبح کر کے اس کے لوٹ لینے کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے ایک نے شکر لٹائی

---

[1] بیلدار درخت کی شاخوں و بیلوں کو بولتے ہیں جیسے شاخ کدو و خربوزہ وغیرہ ۱۲۔

اور وہ دوسرے کی گود میں گری اور اُس کی گود سے ایک نے لے لی تو اُس کو لینا روا ہے جبکہ اس شخص نے اپنی گود اس واسطے نہ پھیلائی ہو کہ اس میں شکر آ گرے اور اگر اُس نے اپنی گود اس غرض سے پھیلائی ہو کہ اس میں شکر آ کر گرے تو دوسرا اس کے لے لینے سے اُس کا مالک نہ ہوگا۔ ایک نے دوسرے کو درہم دیئے کہ عروسی شادی وغیرہ میں لٹا دے پس اُس نے لٹائے تو لٹانے والے کو روا نہیں ہے کہ خود بھی لوٹے اور اگر مامور نے دوسرے کو دے دے کہ تو لٹا دے تو مامور دوم کو نہیں روا ہے کہ تیسرے کو دے اور نہ یہ روا ہے کہ اپنے واسطے کچھ رکھے اور شکر کی صورت میں مامور کو روا ہے کہ لٹانے کے واسطے دوسرے کو دے دے اور یہ بھی روا ہے کہ اپنے واسطے کچھ رکھ لے اور جب مامور دوئم نے اس کو لٹایا تو مامور اوّل کو روا ہے کہ خود لوٹے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے چھت پر ایک طشت رکھا اور اُس میں بارش کا پانی جمع ہو گیا اور دوسرے شخص نے آ کر اُس پانی کو نکال لیا پھر دونوں نے جھگڑا کیا پس اگر مالک طشت نے اپنا طشت اسی واسطے رکھا تھا تو پانی اُسی کا ہوگا کیونکہ اُس کے حرز میں وہ محرز[1] ہو گیا اور اگر اُس نے طشت اس واسطے نہیں رکھا تھا تو پانی اُس لے لینے والے کا ہوگا اس واسطے کہ آب مذکور مباح غیر محرز تھا۔ زید و عمرو ہر ایک کے پاس مثلجہ[2] (برف خانہ) ہے۔ پس زید نے عمرو کے مثلجہ سے برف لیکر اپنے مثلجہ میں داخل کیا پس اگر عمرو نے یہ جگہ برف جمع ہونے کے واسطے بنائی ہو بدوں اس کے کہ اس میں جمع کرنے کی حاجت ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید کے مثلجہ سے یہ برف واپس لے بشرطیکہ اُس نے دوسری برف سے خلط نہ کر دیا ہو یا اُس کی قیمت اس روز کی لے جس روز اُس نے دوسری برف میں خلط کیا ہے اور اگر عمرو نے یہ مقام برف جمع ہونے کے واسطے نہ بنایا ہو بلکہ یہ مقام ایسا ہو کہ اس میں خود برف جمع ہو جاتا ہو پس زید نے عمرو کے اس مقام سے نہ اس کے مثلجہ سے یہ برف لے لیا تو یہ برف زید کا ہو جائے گا اور اگر اس کو عمرو کے مثلجہ سے لیا ہو تو غاصب ہوگا پس عمرو کو اس کا برف بعینہ واپس کر دیا جائے گا بشرطیکہ زید نے اُس کو دوسری برف میں خلط نہ کیا ہو اور اگر دوسری برف میں خلط کر دیا ہو تو اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا (یعنی روز خلط کی قیمت کا) یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ زید ایک قوم کی اراضی میں داخل ہوا کہ وہاں سے گوبر و کانٹے جمع کرتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی زمین میں گھاس چھیل لینے کے واسطے داخل ہوا یا بالیاں چننے کے واسطے جن کو صاحب اراضی چھوڑ گیا ہے اور اُس کا چھوڑ دینا مثل اباحت کے ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ اراضی یتیموں کی ہو اور حالت یہ ہو کہ اگر وہ اس کام کے واسطے اجرت پر مقرر کیا جاتا تو بعد ادائے اجرت کے یتیم کے واسطے کچھ باقی رہتا ہو اور یہ ظاہر ہو تو ان بالیوں کا اس طرح چھوڑ دینا روا نہیں ہے اور اگر اس میں سے کچھ بچتا نہ ہو یا بہت کم بچت ہو کہ اس کے واسطے قصد نہیں کیا جاتا ہے تو اُس کے چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور دوسرے کو ان کے چُن لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ تختہ زمین بلا زراعت وعمارت خالی پڑا ہے جس میں اہل کوچہ مٹی و گوبر و راکھ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اُس کا ایک ڈھیر وہاں جمع ہو گیا پس اگر اصحاب کوچہ نے ان چیزوں کو بطور پھینک دینے کے ڈال دیا ہو اور اس زمین کے مالک نے یہ زمین اسی واسطے مقرر کر دی ہو تو یہ کھاد سب اسی کی ہوگی اور اگر مالک زمین نے اس واسطے مقرر نہ کی ہو تو جو شخص اُس کو پہلے اُٹھا لے اُسی کی ہو جائے گی۔ جنگلی کبوتر ایک شخص کے دار میں رہنے لگا اور وہاں اُس نے بچے دیئے اور ایک شخص دیگر نے آ کر یہ بچے لے لیے پس اگر مالک دار نے دروازہ بند کر دیا اور سوراخ دیوار چھوپ دیا ہو تو یہ بچہ مالک مکان کے ہونگے اور اگر مالک مکان نے ایسا نہ کیا ہو تو جس نے لے لئے اُسی کے ہو گئے اور اگر کسی کے پاس کبوتر ہوں اور ان میں ایک کبوتر آیا اور بچے ہوئے تو یہ بچے اُس کے ہوں گے جس کی مادہ یعنی کبوتری ہے اور کبوتروں کا رکھنا مکروہ ہے اگر لوگوں کو مضرت پہنچاتے ہوں اور جس نے کسی آبادی میں برج کبوتران بنائے یعنی

---

[1] احراز کردہ شدہ و محفوظ ۱۲۔ [2] سرد خانہ (برف خانہ) کو کہتے ہیں ۱۲۔

خانوں میں پالے ہوں تو چاہیے کہ ان کی حفاظت کرے اور ان کو دانہ دیئے جائے اور بغیر دانہ نہ چھوڑے حتیٰ کہ وہ لوگوں کو ضرر نہ پہنچانے پائیں اور اگر ان میں کسی دوسرے کے پالو کبوتر مل گئے تو اس کو نہ چاہیے کہ ان کو پکڑے اور اگر پکڑ لیا تو اُس کے مالک کو تلاش کرے اور اگر اُس نے نہ پکڑے ولیکن یہ اس کے یہاں رہنے اور بچے دیئے پس اگر غیر کی کبوتری ہو تو ان بچوں سے تعرض نہ کرے اس واسطے کہ یہ غیر کے ہیں اور اگر کبوتری اُسی کی ہو اور نر غیر کا ہو تو بچہ اُسی کے ہوں گے اس واسطے کہ انڈے و بچے اُس کے ہوتے ہیں جس کی کبوتری ہو اور اگر اُس نے نہ جانا کہ میرے کبوتروں کے برج میں کوئی اجنبی کبوتر ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جس نے باز یا جُرّہ وغیرہ کے مانند کسی پرند کو زشہر یا سواد شہر میں پکڑا اور اُس کے پاؤں میں چھلے یا گھنگرو وغیرہ ایسی چیز ہے اور وہ پہچانا جاتا ہے کہ پالتو ہے تو چاہیے کہ اُس کی شناخت کرادے تا کہ اُس کے مالک کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر ہرن پکڑا جس کی گردن میں پٹہ پڑا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے ایک دار چند سال معلومہ کے واسطے مقاطعہ پر لیا اور اس میں سکونت اختیار کی اور اس میں بہت سا گوبر جمع ہو گیا اور اس کو مقاطع نے جمع کیا ہے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ گوبر اس کا ہوگا جس نے مکان مذکور اسی واسطے رکھا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا ہے تو جس نے پہلے اس کو لے لیا اسی کا ہوگا۔

کوئی مسافر کسی شخص کے مکان میں مر گیا اور اس کا کوئی وارث معروف نہیں:

امام ابوعلی سعدیؒ نے فرمایا کہ یہ اسی کا ہوگا جس نے پہلے اس کو لے لیا اگر چہ اس نے یہ مقام اپنے واسطے اس لئے نہ مہیا کیا ہو حتیٰ کہ فرمایا کہ اگر کسی نے ایک چار دیواری بنا دی اور ایک ایسی جگہ مقرر کر دی کہ جہاں جانور جمع ہوا کریں تو اس کا گوبر اسی شخص کا ہوگا جو پہلے لے لے۔ ایک شخص کا ایک دار ہے کہ اس کو اجارہ پر دیا کرتا ہے پھر کوئی آدمی آیا اور اس دار میں اپنا اونٹ باندھ دیا اور وہاں اس کی لید کثرت سے جمع ہوئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مالک دار نے بروجہ اباحت اس کو چھوڑ دیا ہے اور یہ اس کی رائے نہیں تھی کہ یہاں گوبر میرے واسطے مجتمع ہو تو جس نے اس کو لے لیا وہی اس کا مستحق ہوگا اس واسطے کہ وہ مباح ہے اور اگر مالک دار کی رائے یہ تھی کہ گوبر و لید جمع کرے تو اس کا مستحق وہی مالک دار ہے۔ ایک عورت نے اپنی چادر ایک مقام پر رکھ دی پھر دوسری عورت آئی اور اس نے بھی چادر وہاں رکھی پھر پہلی عورت آئی اور دوسری کی چادر اُٹھائے لے چلی گئی تو دوسری عورت کو روا نہیں ہے کہ پہلی عورت کی چادر سے جو بجائے اس کی چادر کے وہاں یہی انتفاع حاصل کرے اس واسطے کہ یہ انتفاع بملک غیر ہے اور اگر اس کو منظور ہوا کہ اس سے انتفاع حاصل کرے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اس چادر کو اپنی دختر کو بشرطیکہ فقیرہ ہو اس نیت سے صدقہ دے دے کہ اس کا ثواب اس کی مالکہ عورت کو ہوئے بشرطیکہ وہ اس صدقہ پر راضی ہو جائے پھر دختر مذکورہ اس چادر کو اپنی اس ماں کو ہبہ کر دے پھر اس سے انتفاع حاصل کر سکتی ہے اور اگر دختر مذکورہ تونگر ہو تو اس کو انتفاع حاصل کرنا حلال نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی کا جوتا اس طرح بدل گیا اور بجائے اس کے دوسرا چھوڑ گیا تو اس میں بھی ایسا ہی حکم ہے۔ کسی شخص نے پڑی چیز یعنی لقطہ پایا پھر وہ اس کے پاس سے بھی ضائع ہو گیا پھر اس نے کسی دوسرے کے پاس اس کو پایا تو اس کو اس دوسرے کے ساتھ کسی خصومت کا اختیار نہیں ہے۔ کوئی مسافر کسی شخص کے مکان میں مر گیا اور اس کا کوئی وارث معروف نہیں ہے اور مرنے پر اس نے اپنا اس قدر مال چھوڑا کہ پانچ درہم کے مساوی ہے اور مالک مکان مرد فقیر ہے تو مالک مکان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس مال کو اپنی ذات پر صدقہ کر دے اس واسطے کہ یہ مال بمنزلہ لقطہ کے نہیں ہے ایک شخص کہیں چلا گیا حالانکہ وہ اپنا مکان کسی شخص کے قبضہ میں اس غرض سے دے گیا کہ اس کی تعمیر کرے اور اس کو مال دے گیا کہ اس کو حفاظت سے رکھے پھر یہ شخص جو

دے گیا ہے مفقود[1] ہو گیا تو جس کو دے گیا ہے اس کو یہ اختیار ہے کہ اس مال کو حفاظت سے رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ مکان مذکور کی تعمیر کرے الا باجازت[2] حاکم یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فقیہ ابواللیثؒ نے عیون میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنا جانور بطور سانڈ کے چھوڑ دیا پس اس کو کسی شخص نے پکڑ لیا اور اس کی اچھی طرح اصلاح کی پھر چھوڑنے والا آیا اور اس کو لینا چاہا تو دیکھا جائے کہ اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ یہ جانور میں نے اس شخص کا کر دیا جو اس کو پکڑ لے تو یہ شخص اس کو اب نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے یہ نہیں کہا تھا یعنی ایسا لفظ نہیں کہا تھا جس سے پکڑنے کی ملک اس کی طرف سے ثابت ہو جائے تو اس کو یہ اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے اور اسی طرح اگر کسی نے اپنا شکار چھوڑ دیا تو بھی یہی حکم ہے ایسا ہی بعضے مشائخ نے ذکر فرمایا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا یعنی چھوڑنے والے نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کہا تھا اور پکڑنے والے نے کہا کہ اس نے کہا تھا کہ جو پکڑے میں نے اسی کا کر دیا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ قول مالک (اور گواہ دوسرے کے) کا قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

[1] مفقود جس کا پتہ نہ معلوم ہو کہ کہاں ہی مر گیا ہے یا زندہ ہے ۱۲۔ [2] چنانچہ اگر حاکم نے اجازت دے دی تو ضامن نہ ہوگا ۱۲۔

کتاب الاباق☆

جو شخص غلام آبق (بھگوڑے) کو پائے اور مالک کو واپس کردے تو مستحسن عمل کیا:

قال المترجم اباق غلام کا مولیٰ کے پاس سے بھاگ جانا ایسا غلام آبق کہلاتا ہے اور جو شخص اس غلام کو پکڑ لائے بدین کہ اس کے مالک کو واپس کردے اس کا یہ فعل اچھا ہے اور نیز مولیٰ پر لازم ہے کہ ایسے لانے والے کو مال معلوم دیدے۔ جس کو جعل کہتے ہیں اور تفصیل آگے آتی ہے فانتظر۔ جو شخص غلام آبق کو پائے اگر اس کو پکڑ سکے پکڑ لینا اولے وافضل ہے کذا فی السراجیہ۔ پھر پکڑنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کو اپنی حفاظت میں رکھے بشرطیکہ اسپر قادر ہو اور چاہے اس کو امام کو دیدے پس اگر اس نے امام کو دینا چاہا تو امام اس غلام کو اس سے قبول نہ کرے گا مگر جبکہ وہ گواہ قائم کرے اور جب اس نے گواہ قائم کردیے اور امام نے قبول کرلیا تو امام اس غلام کو بغرض تعزیر کے قید خانہ میں رکھے گا اور بیت المال سے اس کو نفقہ دیں گا یہ تبیین میں ہے اور اگر پکڑنے والے نے اس کو بسبب اختیار حاصل کے موافق قول بعض مشائخ کے اپنے پاس رکھا اور سلطان کو نہ دیا اور اپنے پاس سے اس کو نفقہ دیا تو جب اس کا مالک حاضر آئے تو اس سے اپنا نفقہ واپس لے گا بشرطیکہ قاضی کے حکم سے اس کو نفقہ دیا ہو ورنہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور بھٹکے ہوئے میں لینے جو راہ بھول گیا ہو اور بھٹکتا پھرتا ہو اس میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اس کا پکڑ لینا بھی افضل ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا نہ پکڑنا افضل ہے اور اگر وہ امام کے پاس لایا جائے تو امام اس کو قید نہ رکھے گا اور اگر اس کی ذات سے کوئی منفعت ہو تو اس کو اجارہ پر دیدے اور اس کی اجرت میں سے اس کی ذات پر خرچ کرے کذا فی التبیین اور اس کو فروخت نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

حاکم شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کافی میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک غلام آبق کو پکڑ لایا اور سلطان نے اس کو لے کر قید رکھا پھر کسی نے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام اس مدعی کا ہے تو فرمایا کہ سلطان اس سے یہ قسم لے کر کہ میں نے اس کو فروخت نہیں کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے اس کو دیدے اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ اس سے کفیل مانگے لیکن اگر قاضی نے اس سے کفیل لے لیا تو قاضی اس فعل سے بدکردار بھی نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور یہ امر امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمایا کہ آیا قاضی اس مدعی کے مقابلہ میں کوئی خصم قائم کرے گا یا نہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی اس کے مقابلہ میں ایک خصم قائم کرکے اس کے روبرو گواہوں کی سماعت کرے گا اور بعضوں نے کہا کہ بدون اس کے کہ قاضی اس کے مقابلہ میں ایک خصم قائم کرے اس گواہی کی سماعت کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو اور غلام نے خود اقرار کیا کہ میں اس کا غلام ہوں تو فرمایا کہ قاضی اس مدعی کو دے کر اس سے کفیل لے لے گا اور اگر غلام مذکور کا کوئی خواستگار نہ آیا تو فرمایا کہ اگر زمانہ دراز گذر جائے تو امام اس کو فروخت کردے اور اس کا ثمن رکھ چھوڑے یہاں تک کہ اس کا خواستگار آئے اور گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام ہے پس امام اس ثمن کو اس کو دیدے گا اور امام نے جو بیع کردی ہے وہ نہ ٹوٹے گی اور جب

☆ اس کو گریز پا کہتے ہیں اور ہمارے عرف میں بھگوڑا کہتے ہیں۔ (حافظ)

تک امام اس کو قید رکھے تو بیت المال سے اس کا نفقہ دے پھر جب اس کا مالک آئے تو اس سے لے لے یا اگر فروخت کر دے تو اس کے ثمن سے نکال لے یہ غایۃ البیان میں ہے اور بھاگنے والا غلام بسبب خوف اباق کے اجارہ پر نہ دیا جائے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر غلام آبق بغیر حکم قاضی کے بوجہ اقرار غلام کے یا بسبب بیان علامات کے کسی خواستگار کو دیدیا گیا پھر کوئی دوسرا اس کا مستحق ثابت ہوا تو مستحق مذکور دینے والے سے تاوان لے گا پھر دینے والے نے جس کو دیا ہے اس سے واپس لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور آبق کا پھیر لانے والا ہمارے نزدیک استحساناً جعل[1] کا مستحق ہوتا ہے کذا فی الکافی پس جو شخص کے آبق غلام کو مدت سفر یعنی تین روز کی راہ سے پھیر لایا وہ چالیس درہم جعل کا مستحق ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس درہم سے کم ہو اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر کوئی شخص شہر میں یا شہر سے باہر سے مدت سفر سے کم مسافت آبق کو پکڑ لایا تو بقدر مشقت و مقام کے جعل کا مستحق ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ رضخ واجب ہوگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ پھر جب کہ رضخ واجب ہوا پس اگر پھیر لانے والا اور جس کے پاس پھیر لایا ہے دونوں نے کسی قدر پر باہم رضامندی سے قرارداد کر لی تو پھیر لانے والے کو اسی قدر ملے گا اور اگر دونوں نے قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی بقدر دوری مقام کے رضخ کی مقدار مقرر کرے گا ایسا ہی ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ تین روز کی راہ سے پھیر لانے والے کے واسطے چالیس درہم واجب ہوتے ہیں۔ پس بمقابلہ ہر روز مسافت کے تیرہ درہم ایک تہائی درہم ہوا پس اگر ایک روز کی راہ سے لایا ہے تو اسی قدر واجب ہوں گے اور کتاب میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اگر آبق دو شخصوں میں مشترک ہو تو اس کا جعل ان دونوں پر بقدر ہر ایک کے حصہ کے ہوگا:

ینابیع میں مذکور ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ امام کی رائے پر ہے اور یہ آسان ہے بحسب اعتبار و ابانہ میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے اور عتابیہ میں ہے کہ اسی پر فتوے ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اصل میں فرمایا کہ غلام صغیر کے واپس لانے کا حکم مثل غلام بالغ کے واپس لانے کے ہے کہ اگر صغیر کو سفر کی دوری سے واپس لایا تو چالیس درہم واجب ہوں گے اور اگر سفر سے کم دوری سے لایا تو رضخ واجب ہوگا لیکن اگر غلام بالغ کے لانے میں مشقت زیادہ ہو تو بالغ کا رضخ بہ نسبت صغیر کے زیادہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم صغیر میں مذکور ہے یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب صغیر ایسا ہو کہ اباق کو سمجھتا ہو اور اگر ایسا صغیر ہو کہ اباق کو نہیں سمجھتا ہے تو راہ بھولا ہوا ہوگا اور راہ بھولے ہوئے کا واپس لانے والا مستحق جعل نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسی باندی واپس لایا جس کے ساتھ صغیر بچہ ہے تو وہ اپنی ماں کے تابع قرار دیا جائے گا پس جعل میں کچھ بڑھایا نہ جائے گا اور اگر یہ بچہ قریب بہ بلوغ ہو وے تو اسی (۸۰) درہم واجب ہوں گے۔ یہ تبیین میں ہے اور اگر آبق دو شخصوں میں مشترک ہو تو اس کا جعل ان دونوں پر بقدر ہر ایک کے حصہ کے ہوگا پس اگر دونوں مالکوں میں سے ایک حاضر ہوا اور دوسرا غائب ہو تو جو حاضر ہے جب تک وہ پورا جعل داخل نہ کرے تب تک غلام مذکور نہیں لے سکتا ہے اور جب حاضر نے پورا جعل دیدیا تو اپنے شریک کے حصہ میں متطوع نہ ہوگا بلکہ اس سے واپس لے گا اور اگر غلام آبق[2] ایک ہی شخص کا ہو مگر پھیر لانے والے دو آدمی ہوں تو اس کا جعل ان دونوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مالک ایک ہو اور غلام دو ہوں تو اس پر دو جعل واجب ہوں گے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر غلام آبق کسی شخص کے پاس رہن تھا تو جعل مرتہن پر واجب ہوگا خواہ راہن کی حیات میں واپس لایا گیا ہو یا اس کی موت کے بعد پکڑ آیا ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر ہو یا اس سے کم ہو اور اگر اس کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو بقدر قرضہ کے مرتہن پر اور باقی راہن پر ہوگا۔ یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غاصب نے جو غلام غصب کر لیا ہے اس

---

[1] احسان کنندہ ۱۲۔ [2] جس کو گریزپا کہتے ہیں اور ہمارے عرف میں بھگوڑا بولتے ہیں ۱۲۔

کے پاس سے بھاگ گیا اور کوئی اس کو پکڑ کر واپس لایا تو اس کا جعل غاصب پر ہوگا اور اگر آبق ایسا غلام ہو کہ اس کی خدمت کا استحقاق ایک شخص کے واسطے اور رقبہ کی ملکیت دوسرے کے واسطے ہو تو اس کا جعل اسی پر ہوگا جو مستحق خدمت ہے پھر جب مدت خدمت گزر جائے تو مستحق خدمت اس جعل کو اس شخص سے جو رقبہ غلام مذکور کا مالک ہے واپس لے گا یا غلام مذکور اس مال جعل کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور جو شخص آبق کو پکڑ کر واپس لایا ہے اس کو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو روک رکھے یہاں تک کہ تمام جعل کو وصول کرے اور اگر غلام مذکور اس پھیر لانے والے کے پاس بعد ازانکہ قاضی نے اس کو جعل حاصل کرنے تک روک رکھنے کا حکم دیدیا ہے یا قاضی تک مرافعہ کرنے کے قبل ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اس کا جعل بھی واجب نہ ہوگا اور اگر آبق کے پھیر لانے والے نے مولائے غلام سے بیس درہم پر جعل سے صلح کر لی تو جائز ہے اور اگر پچاس درہم پر صلح کی حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ جعل چالیس درہم ہے تو بقدر چالیس کے جائز اور بزحتی باطل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام اپنا کسی دوسرے کو مطلقاً ہبہ کیا پھر وہ موہوب لہ کے پاس سے بھاگ گیا پھر کوئی شخص اس کو گرفتار کر کے واپس لایا تو اس کا جعل موہوب لہ پر ہوگا اگرچہ ہبہ کرنے والا بعد ازانکہ پھیر لانے والے نے غلام مذکور موہوب لہ کو واپس دیا ہے اپنے ہبہ سے رجوع کر لے یہ کافی ہے۔ اور اگر کوئی شخص مدبر یا ام ولد کو گرفتار کر کے واپس لایا تو جعل واجب ہوگا بشرطیکہ مولیٰ کی حیات میں واپس لایا ہو اور اگر پہنچنے سے پہلے مولیٰ مر گیا تو واپس لانے والے کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور غلام ماذون کے واپس لانے میں بھی جعل واجب ہوگا اور اگر مکاتب بھاگ گیا اور کوئی شخص اس کو مولیٰ پاس واپس لایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا۔ یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

ایک غلام بھاگ گیا پھر اس نے عموماً کسی کو قتل کیا یا اس پر کچھ قرضہ چڑھ گیا پھر اس کو کوئی شخص گرفتار کر لایا اور اسی کے پاس غلام مذکور قتل کیا گیا تو وہ جعل کا مستحق نہ ہوگا:

جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ دو شخص ایک غلام کو واپس لائے پس ایک نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا ہے اور دوسرے نے گواہ دے کہ میں نے اس کو دو روز کی راہ سے گرفتار کیا ہے تو مولیٰ پر واجب ہوگا کہ روز اوّل و دوئم کا جعل پورا کر دے جو دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا اور ینابیع میں مذکور ہے کہ اگر ایسا غلام کوئی جنایت کر کے بھاگا ہوا ہو تو انتظار کر کے دیکھا جائے گا کہ مولیٰ کیا اختیار کرتا ہے پس اگر مولیٰ نے فدیہ دینا اختیار کیا تو اس کا جعل مولیٰ پر واجب ہوگا اور اگر مولیٰ نے تاوان جنایت میں ہے غلام اس ولی جنایت کو دیدیا تو جعل مذکور ولی جنایت پر ہوگا اور اگر غلام آبق ایسا ہو کہ مولیٰ نے اس کو تجارت دی ہے حالانکہ حالت اجازت کے تجارتی قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے تو اس کا جعل اس کے مولیٰ پر واجب ہوگا لیکن اگر مولیٰ نے اس سے انکار کیا تو جعل کے واسطے غلام مذکور فروخت کیا جائے گا پھر جو کچھ جعل سے بچے وہ قرض خواہوں کو ملے گا اور جامع میں مذکور ہے کہ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کے پاس ودیعت رکھا اور اس کے پاس سے بھاگ گیا پھر کوئی گرفتار کر کے لایا اور عمرو نے اس کا جعل ادا کر دیا تو احسان کنندہ ہوگا یعنی زید سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور نیز جامع میں ہے کہ ایک غلام بھاگ گیا پھر اس نے عمداً کسی کو قتل کیا یا اس پر کچھ قرضہ چڑھ گیا پھر اس کو کوئی شخص گرفتار کر کے لایا اور اسی کے پاس غلام مذکور قتل کیا گیا تو وہ جعل کا مستحق

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اگر قتل نہ کیا گیا یہاں تک کہ مولیٰ کے پاس پہنچ گیا پس جس صورت میں کہ اس پر قصاص واجب ہوگا اور اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو لانے والے کے واسطے کچھ حق نہ ہوگا اور وجوب دین کی صورت میں مولیٰ پر مزدوری واجب ہوگی اور قرض خواہوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بعوض دین مولیٰ کے یا اس غلام کے دامن گیر ہوں یہاں تک کہ وہ غلام آزاد ہو واللہ اعلم ۱۲۔

نہ ہوگا اور نیز جامع میں مذکور ہے کہ اگر آبق نے گرفتار کرنے والے کے قبضہ میں جنایت کی یا کسی کا مال تلف کر دیا پس اگر غلام مذکور قتل کیا گیا یا ولی جنایت کو دے دیا گیا یا مال تلف کرنے میں فروخت کیا گیا تو گرفتار کرنے والا کچھ مستحق جعل نہ ہوگا اور نیز جامع میں ہے کہ اگر گرفتار کرنے والے کے پاس آبق نے جنایت کی مگر خطا سے یا کسی کا مال تلف کر دیا پھر مولیٰ نے گرفتار کرنے والے کو بغیر اس امر سے آگاہی کے جعل دے دیا یا پھر غلام مذکور کو جنایت کے عوض دے دیا پس اگر ارش جنایت اس غلام کی قیمت کے مساوی ہو تو پورا جعل واپس لے گا اور اگر ارش جنایت سے قیمت زیادہ ہو تو جعل میں سے بقدر حصہ جنایت کے واپس لے گا خواہ ادا کیا اس کے ثمن یا دین یا جنایت سے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی یا اور اقربا میں سے کسی کا غلام واپس لایا تو اس کے واسطے جعل واجب نہ ہوگا جب کہ وہ مولائے غلام کے عیال میں سے ہو اور اگر مولائے غلام کے عیال میں سے نہ ہو تو جعل واجب ہوگا سوائے اس کے کہ اگر بیٹا اپنے باپ کا غلام واپس لایا یا بیوی و مرد میں سے کوئی دوسرے کا غلام واپس لایا تو اس کے واسطے مطلقاً جعل واجب نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یتیم کا غلام آبق اس کا وصی واپس لایا تو مستحق جعل نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور سلطان نے اگر غلام آبق کو گرفتار کر کے تین روز کی راہ سے اس کے مولیٰ کو واپس دیا تو اس کے واسطے جعل نہ ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی طرح اگر راہدار و شحنہ (کوتوال) و کاروان نے راہزنوں سے مال چھین لیا اور مالک کو واپس کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر کسی کے غلام آبق کو اس کا وارث تین روز کی راہ سے لایا تو وارث تین حال سے خالی نہیں اوّل آنکہ اس کا فرزند ہوگا دوم آن کہ فرزند نہیں مگر اس کے عیال میں سے ہوگا سوم آنکہ اس کا فرزند نہ ہوگا اور نہ اس کے عیال میں ہوگا پس اگر تیسری صورت ہو تو اجماع ہے کہ اگر ایسے وارث نے آبق کو گرفتار کر کے مورث کی حیات میں اس کو واپس پہنچایا دیا تو اس کے لیے جعل واجب ہوگا اور اجماع ہے کہ اگر اس نے بعد وفات مورث کے اس کو گرفتار کر کے پہنچایا تو مستحق جعل نہ ہوگا اور اگر اس نے مورث کی حیات میں اس کو گرفتار کیا اور اس کے حیات ہی میں اس کو شہر میں لایا مگر مورث کی وفات کے بعد سپرد کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کے واسطے دیگر وارثان شریک کے حصہ میں جعل واجب ہوگا اور صورت اوّل و دوم میں کسی حال میں جعل کا مستحق نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے اگر تجھ کو کہیں ملے تو اس کو پکڑ لینا پس مامور نے کہا کہ اچھا پس مامور نے اس کو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا اور اس کے مولیٰ کے پاس لایا تو جعل کا مستحق نہ ہوگا اور اگر کسی آبق کو تین روز کی راہ سے پکڑ کر اس کے مولیٰ کو واپس کرنے کے واسطے لایا یہاں تک کہ جب اس شہر میں پہنچا تو ہنوز اس کے مولیٰ تک نہیں پہنچانے پایا تھا کہ غلام مذکور اس کے پاس سے بھاگ گیا پھر کسی اور شخص نے اس کو اسی شہر میں سے گرفتار کیا اور اس کے مولیٰ کو واپس دیا تو اوّل کے واسطے کچھ جعل نہ ہوگا اور دوسرا بقدر اپنی مشقت کے رضخ کا مستحق ہوگا اور منتقی میں مذکور ہے۔

اگر کوئی شخص ایک آبق غلام کو تین روز کی راہ سے پکڑ لایا کہ اس مولیٰ کو واپس کر کے پھر اس سے کسی غاصب نے چھین لیا اور لا کر اس کے مولیٰ کو واپس دے کر جعل لے لیا پھر اوّل گرفتار کرنے والے نے آ کر گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا ہے تو مولائے غلام سے دوبارہ جعل لے لے گا پھر مولائے مذکور غاصب سے جو کچھ اس کو دیا ہے واپس لے گا اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے آبق کو تین روز کی راہ سے گرفتار کیا اور اس کے مولیٰ کو واپس کرنے کے واسطے لے کر ایک روز چلا تھا کہ غلام مذکور اس کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر کی راہ جس میں اس کا مولیٰ موجود ہے چلا مگر اس کی نیت میں یہ نہیں ہے کہ اپنے مولیٰ کے پاس لوٹ جاؤں حتیٰ کہ ایک روز تک اس راہ پر چلا آیا پھر وہ دوبارہ اس کو پہلے گرفتار کرنے والے نے گرفتار کیا اور تیسرے روز راہ چل کر اس کے مولیٰ تک لا کر مولیٰ کو سپرد کیا تو لانے والا روز اول اور روز سوم کے جعل کا مستحق ہوگا یعنی تمام جعل

میں سے دوتہائی حصہ کا مستحق ہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ غلام مذکور گرفتار کرنے والے کے ہاتھ سے بھاگ گیا پھر اس کے مولیٰ نے گرفتار کرلیا یا غلام مذکور کی راہ میں خود ہی آیا کہ اپنے مولیٰ کے پاس واپس آیا تو گرفتار کرنے والے کو کچھ جعل نہ ملے گا اور اگر غلام مذکور گرفتار کرنے والے سے جدا ہو گیا اور اپنے مولیٰ کی طرف رخ کر کے آیا کہ اس کا ارادہ اباق[1] کا نہ تھا تو اوّل گرفتار کرنے والے کو ایک روز کا جعل ملے گا اور نیز منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے غلام آبق کو گرفتار کر کے ایک شخص کو دیا اور حکم کیا کہ اس کو لے جا کر اس کے مولیٰ کو واپس دے کر اس سے جعل وصول کر لینا تو یہ جعل اس گرفتار کرنے والے کا ہوگا اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام کسی شہر کو بھاگ گیا اور کسی نے اس کو گرفتار کیا پھر اس سے کسی شخص نے خریدا اور اس کے مولیٰ کے پاس لایا تو کچھ جعل کا مستحق نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس نے خرید کے وقت گواہ کر لیے ہوں کہ میں اس کو اس واسطے خریدتا ہوں کہ اس کے مولیٰ کو واپس دے دوں تو وہ جعل کا مستحق ہوگا لیکن جو کچھ اس نے ثمن دیا ہے خواہ قلیل یا کثیر اس کو مولیٰ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر گرفتار کنندہ نے اس کو ہبہ کر دیا ہو یا اس کے واسطے اس غلام کی وصیت کر دی ہو یا اس نے میراث میں پایا ہو پھر اس کے مولیٰ کے پاس واپس کرنے لایا تو اس میں وہی حکم ہے جو صورت خرید میں مذکور ہوا ہے یعنی مستحق جعل نہ ہوگا۔

مسئلہ ذیل میں گواہ کر لینے میں یہ شرط نہیں کہ مکرر کئی بار اشہاد کرے بلکہ ایک مرتبہ اگر ایسا کر دیا تو کافی ہے:

اگر کسی نے ایک غلام آبق گرفتار کیا اور اس کے مولیٰ کو واپس کرنے لایا پھر جب ہی مولیٰ کی نظر اس پر پڑی تو مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پھر وہ لانے والے کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو لانے والا اس کے جعل کا مستحق ہوگا اور اگر اسی مسئلہ میں مولیٰ نے اس کو مدبر کر دیا ہو تو لانے والا مستحق جعل نہ ہوگا اور اگر گرفتار کرنے والا اس کو تین روز راہ قطع کر کے لایا اور ہنوز مولیٰ کے پاس نہ پہنچا تھا کہ غلام مذکور اس کے پاس سے بھاگ گیا پھر مولیٰ نے اس غلام کو آزاد کر دیا تو گرفتار کرنے والے کے ہاتھ سے اپنے قبضہ میں لانے والا نہ ہو جائے گا[2] اور اگر گرفتار کرنے والا اس کو اس کے مولیٰ کے پاس لایا اور مولیٰ نے اس پر قبضہ کر کے پھر گرفتار کرنے والے کو ہبہ کر دیا تو مولیٰ پر جعل واجب رہے گا اور اگر قبل قبضہ کرنے کے اس کو ہبہ کر دیا ہو تو گرفتار کرنے والے کے واسطے جعل نہ ہوگا۔ اور اگر قبل قبضہ کرنے کے لانے والے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو مولیٰ پر جعل واجب ہوگا۔ شیخ شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہے کہ واپس لانے والا جب ہی جعل کا مستحق ہوتا ہے کہ جب گرفتار کرنے کے وقت اس نے گواہ کر لیے ہوں کہ میں اس کو اس واسطے گرفتار کرتا ہوں کہ اس کے مولیٰ کو واپس کر دوں اور اگر اس نے اس طرح گواہ کر لینا ترک کیا ہو تو جعل کا مستحق نہ ہوگا اگرچہ اس کے مالک کو لا کر واپس دے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام آبق گرفتار کرنے والے کے پاس قبل اس کے کہ مولیٰ کو واپس کرے مر گیا یا بھاگ گیا پس اگر گرفتار کرنے والے نے گرفتار کرنے کے وقت گواہ کر لیے ہوں کہ میں اس کو اس کے مولیٰ کو واپس دینے کے واسطے گرفتار کرتا ہوں تو گرفتار کنندہ پر ضمان نہ ہوگی اور اسی طرح اگر یوں کہا ہو کہ یہ بھاگا ہوا غلام ہے میں اس کو گرفتار کرتا ہوں پس جس شخص کو تم اپنا بھاگا ہوا غلام جستجو کرتا ہوا پاؤ اس کے میرے پاس راہ بتا دینا تو بھی گواہ کر لینا ہے اور وہ ضامن نہ ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ گواہ کر لینے میں یہ شرط نہیں ہے کہ مکرر کئی بار اشہاد[3] کرے بلکہ ایک مرتبہ اگر ایسا کر دیا تو کافی ہے اگر اس طرح ہو کہ جب دریافت کی جائے تو اس کے پوشیدہ کرنے پر قادر نہ ہو اور یہی حکم نقطہ میں ہے اور اگر اس نے اشہاد کیا تھا باوجودیکہ گواہ کر

---

[1] بھاگنا یعنی بھاگنے کا قصد نہ تھا ۱۲۔ [2] بسبب اس آزاد کرنے کے ۱۲۔ [3] گواہ کرنا ۱۲۔

کینا ممکن تھا تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس پر ضمان واجب ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ آبق تھا اور اگر یہ معلوم نہ ہو اور مولیٰ نے اپنے غلام کے آبق ہونے سے انکار کیا تو قول مولیٰ کا قبول ہوگا اور گرفتار کرنے والا بالاجماع ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

بھگوڑے غلام کو گرفتار کیا ہی تھا کہ اصل مالک نے آ کر حق جتایا:

اور اگر کسی نے غلام آبق گرفتار کیا پھر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور غلام نے اس کا اقرار کیا اور گرفتار کرنے والے نے بغیر حکم قاضی کے اس کو دے دیا پس اس کے پاس ہلاک ہو گیا پھر کوئی دوسرا شخص بذریعہ گواہوں کے اس کا مستحق ثابت ہوا یعنی اس نے دعویٰ کی اور گواہ دیے اور مستحق ثابت ہوا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے یعنی چاہے اس شخص سے تاوان لے جس نے گرفتار کیا تھا اور چاہے اس شخص سے جس کو غلام کے اقرار پر دے دیا ہے پس اگر اس نے گرفتار کرنے والے سے تاوان لیا تو وہ لے لینے والے سے واپس لے گا اور اگر پکڑنے والے نے اوّل کو نہ دیا یہاں تک کہ دو گواہوں نے اس کے پاس گواہی دی کہ یہ اسی کا غلام ہے پس اس نے بغیر حکم قاضی کے طلبگار کو دے دیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہے تو دوسرے کا غلام ہونے کا حکم دے دیا جائے گا پھر اگر اوّل نے اپنے گواہوں کا اعادہ کیا تو حکم قضا رونہ ہوگا۔ اگر کوئی غلام آبق گرفتار کیا اور بغیر حکم قاضی کے اس کو فروخت کر دیا حتیٰ کہ بیع صحیح نہ ہوئی اور مشتری کے پاس غلام مذکور مر گیا پھر ایک شخص نے آکر اس کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کر کے ثابت کیا کہ یہ میرا غلام ہے تو مستحق کو اختیار ہے چاہے مشتری سے تاوان لے پس مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لے گا اور چاہے بائع سے قیمت تاوان لے اور اس صورت مین بائع کی طرف سے بیع نافذ ہو جائے گی اور ثمن اس کا ہو جائے گا لیکن اگر ثمن میں قیمت کی بہ نسبت زیادتی ہو تو زیادتی پھر صدقہ کر دے اور اگر مولیٰ نے انکار کیا کہ میرا غلام بھاگا نہ تھا تو واپس لانے والا مستحق جعل نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ گواہ گواہی دیں کہ اس کا غلام بھاگا ہے یا یہ گواہی دیں کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میرا یہ غلام بھاگا ہے

اگر مولیٰ نے اپنے فرزندِ صغیر کو ہبہ کیا پس اگر غلام مذکور دارالاسلام ہی میں ہنوز سرگرداں ہو تو جائز ہے اور اگر دارالحرب میں پہنچ گیا ہو تو اس میں مشائخ ﷬ نے اختلاف کیا ہے:

کوئی غلام بھاگا اور اپنے ساتھ مولیٰ کا مال لے گیا پھر اس کو کوئی شخص پکڑ لایا اور کہا کہ میں نے اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہیں پائی ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا[1] اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ غلام آبق کا فروخت کرنا اجنبی کے ہاتھ یا اپنے فرزند صغیر کے ہاتھ نہیں جائز ہے اور جس کے قبضہ میں ہے اس کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور اجنبی کے واسطے اس کا ہبہ کر دینا نہیں جائز ہے اور اجنبی سے مراد شخص ہے جس کے پاس یہ بھاگا ہوا غلام نہ ہو ھذا من المترجم اور اگر مولیٰ نے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا پس اگر غلام مذکور دارالاسلام ہی میں ہنوز سرگرداں ہو تو جائز ہے اور اگر دارالحرب میں پہنچ گیا ہو تو اس میں مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کیا ہے اور قاضی الحرمین نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ نہیں جائز ہے اور اپنے کفارۂ ظہار سے اُس کا

---

[1] اگر غلام نے کہا کہ میرے پاس اس قدر مال تھا تو قبول نہ ہوگا ۱۲۔

آزاد کر دینا روا ہے اور اگر مولیٰ نے کسی کو غلام آبق کی جستجو کر کے پکڑ لینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل اس کو پکڑ پایا پھر مولیٰ نے اس کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا حالانکہ بائع و مشتری دونوں میں سے کوئی یہ نہیں جانتا ہے کہ وکیل نے اس کو پایا ہے تو بیع باطل ہے یہاں تک کہ معلوم ہو کہ وکیل نے اس کو پایا ہے اور اگر غلام آبق کو کسی نے گرفتار کیا اور اس کو اجارہ پر دے دیا تو اجرت اسی گرفتار کنندہ کی ہوگی مگر اس کو صدقہ[1] کر دے اور اگر اس نے رکھ چھوڑی اور غلام کے ساتھ یہ اُجرت بھی اس کے مولیٰ کو واپس کر دی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی کمائی ہے اور میں نے تجھے سپرد کر دی تو وہ مولیٰ کی ہوگی مگر مولیٰ کو قیاساً اس کا کھانا روا نہیں ہے اور استحساناً کھانا حلال ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔

[1] غلام مذکور کی خوراک و نفقہ سے جو بچے ۱۲۔

کتاب المفقودؒ☆

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اہل یا شہر سے غائب ہو گیا یا اس کو دشمنوں یعنی حربی کافروں نے گرفتار کر لیا پھر یہ نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے اور نہ اس کا ٹھکانا معلوم ہے اور اس پر ایک زمانہ گذر اپس وہ اس اعتبار سے معدوم ہے اور ایسے شخص کا حکم یہ ہے کہ اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے اور حق غیر میں مردہ ہے چنانچہ اپنی ذات کے حق میں زندہ قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس کی بیوی کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے اور اس کا مال تقسیم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کا اجارہ فسخ نہ ہوگا اور حق غیر میں میت قرار دیئے جانے سے جو شخص اس کے موروثوں میں سے اس کے پیچھے مرا اس کی میراث نہ پائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

جس شخص کو قاضی نے وکیل مقرر کیا ہے اگر اُس کے معاملہ و عقد سے کوئی قرضہ کسی پر واجب ہوا تو بلا خوف اُس کے واسطے مخاصمہ کرے گا:

قاضی اس کی طرف سے ایسا شخص مقرر کر دے گا جو اس کے مال کی حفاظت کرے گا اور اس کی پرداخت کرے گا اور اس کی حاصلات وصول کرے گا اور اس کے اپنے قرضے وصول کرے گا جن کا قرضدار خود اقرار کریں مگر جن کا اقرار نہ کریں اس کی بابت کسی سے مخاصمہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کے ایسے عروض یا عقار[1] کی نسبت جو دوسرے کے قبضہ میں ہے مخاصمہ کر سکتا ہے یعنی یہ بھی نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ یہ شخص نہ خود مالک ہے اور نہ مالک کا نائب ہے بلکہ فقط وکیل بالقبض از جانب قاضی مقرر ہے اور ایسا وکیل بالا اتفاق نالش و خصومت کا اختیار نہیں رکھتا ہے کیونکہ یہ متضمن ہے کہ غائب پر حکم ہو پس جب غائب پر حکم ہونے کو متضمن ہے تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے ہاں اگر کسی قاضی نے جو غائب پر حکم کو جائز رکھتا ہے ایسا حکم دے دیا تو جائز ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے پس مجتہد فیہ میں اس کی قضا بالا اتفاق نافذ ہو جائیگی۔ پھر واضح ہو کہ جس شخص کو قاضی نے وکیل مقرر کیا ہے اگر اس کے معاملہ و عقد سے کوئی قرضہ کسی پر واجب ہوا تو بلا خوف اس کے واسطے مخاصمہ کرے گا اور مفقود کے مال سے جس چیز کے خراب و فاسد ہو جانے کا خوف ہوگا اس کو فروخت کر سکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔

ہر ایسی چیز جو جلد بگڑتی نہیں ہے اس کو فروخت نہ کرے گا نہ نفقہ میں اور غیر نفقہ میں خواہ یہ منقول مال ہو یا غیر منقول عقار ہو یہ غایۃ البیان میں ہے اور اس کے مال سے اس کے ایسے لوگوں کو جن کا نفقہ اس کی موجودگی میں بغیر حکم قاضی کے اس پر واجب تھا ان کو نفقہ دے دیا جاوے جیسے اس کی زوجہ و اس کی اولاد و اس کے والدین اور جو لوگ اس کی موجودگی میں اس سے اپنے نفقہ کے بغیر حکم قاضی کے مستحق نہ تھے تو ان پر اس کا مال خرچ نہ کیا جائے گا جیسے بھائی و بہن وغیرہ اور مال سے ہماری مراد مال نقد ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور تبر چاندی و سونے کے یعنی بغیر سکہ کے اس حکم میں بمنزلہ نقد درہم و دینار کے ہیں اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مال مذکور قاضی کے قبضہ میں ہو اور اگر ودیعت یا قرضہ ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک سے ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جبکہ ودیعت رکھنے والا اور قرضدار دونوں ودیعت و قرضہ و نسب و نکاح کا اقرار کریں اور یہ جب ہی ہے کہ یہ ہر دو امر قاضی کے نزدیک ظاہر نہ ہوں اور اگر دونوں ظاہر ہوں

---

[1] عروض سامان و اسباب و عقار زمین و اراضی ۱۲۔ ☆ مفقود۔ (ع۔صف) کھویا ہوا۔ غائب۔ ناپید۔ ندارد۔ (فیروز اللغات) ... (حافظ)

تو ان دونوں کے اقرار کی ضرورت نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک ظاہر ہوا اور دوسرا ظاہر نہ ہو تو صحیح قول کے موافق جو ظاہر نہیں ہے اس کے اقرار کی ضرورت ہے اور اگر مستودع نے بطور خود دیا قرضدار نے بطور خود بغیر حکم قاضی کے ان لوگوں کو دیا تو مستودع ضامن[1] ہوگا اور قرضدار بری نہ ہوگا اور اگر مستودع یا قرضدار کرنے سرے سے اپنے مستودع و مقروض ہونے سے انکار کیا یا فقط نسب نکاح سے انکار کیا تو اس کے اثبات میں کوئی جو مستحق نفقہ ہے ان کے مقابلہ میں خصم نہ قرار دیا جائے گا اور مفقود اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کی جائے گی اور جب نوے برس گذر جائیں تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایہ کے موافق جب اس کے ہمجولی مر جائیں اور کوئی اس کے ہمجولیوں میں سے زندہ نہ رہے تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا اور واضح ہو کہ اس کے شہر کے اس کے ہمجولیوں کی موت کا اعتبار ہے یہ کافی میں ہے اور مختار یہ ہے کہ یہ امر امام کی رائے کے سپرد ہے یہ تبیین میں ہے۔ پھر جب اس کی موت کا حکم دیا جائے تو اس وقت سے اس کی بیوی وفات کی مدت میں بیٹھے اور اس وقت میں جو لوگ اس کے وارثوں میں موجود ہوں ان کے درمیان اس کا مال تقسیم کیا جائے اور اس سے پہلے مر گیا وہ اس کا وارث نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے پھر اگر اس مدت کے گذر جانے کے بعد اس عورت کا شوہر یعنی مفقود واپس آیا تو اس عورت کا حقدار ہے لیکن اگر اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا ہو تو اس کو اس کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ مدت تمام ہونے کے روز وہ اپنے مال کے حق میں مردہ قرار دیا جائے گا اور مال غیر کے حق میں وہ اسی روز سے مردہ قرار دیا گیا جب سے (پچھلے نوے سال کے اختلاف) مفقود ہونا قرار دیا گیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جو شخص مفقود کے غائب و مفقود ہونے کی حالت میں مرا ہے مفقود اس کا وارث نہ ہوگا اور یہ جو ہم نے کہا کہ مفقود کسی کا وارث نہ ہوگا اس کے یہ معنی ہیں کہ مفقود کا حصہ میراث اس مفقود کی ملک میں شامل[2] نہ کیا جائے گا اور رہا یہ حصہ تو موقوف رکھا جائے گا پھر اگر مفقود مذکور زندہ ظاہر ہوا تو وہ اس کا مستحق ہوگا اور اگر زندہ ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ نوے برس پورے ہو گئے تو جو حصہ اس مفقود کے واسطے رکھا گیا تھا وہ جس میت کی میراث میں سے تھا اس کی موت کے روز کے وارثوں کو واپس دیا جائے گا یعنی قرار دیا جائے گا کہ اس میں سے فلاں کو جو اس وقت زندہ تھا اتنا اور فلاں کو اتنا چاہیے کہ اگرچہ بعض ان میں سے مر چکے ہوں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی میت نے وقت وفات کے مفقود کے واسطے کسی چیز کی وصیت کر دی ہو تو یہ چیز بھی متوقف رکھی جائے گی یہاں تک کہ مفقود کی موت کا حکم دیا جائے گا پس جب اس کی موت کا حکم دیا جائے گا تو یہ چیز اس وصیت کنندہ کی اس وقت کے وارثوں کو حصہ رسد دے دیا جائے گی یہ تبیین میں ہے اور اگر کوئی مرتد مفقود ہو گیا کہ یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ دارالحرب میں پہنچ گیا ہے یا نہیں تو اس کی میراث بھی موقوف رکھی جائے گی یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے کہ وہ دارالحرب میں پہنچ گیا اور اگر مرتد کی اولاد میں سے کوئی مر گیا تو اس کی میراث اس کے وارثوں میں تقسیم کر دی جائے گی اور مرتد کے واسطے کچھ بھی موقوف نہ رکھا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کوئی ایسا وارث ہو جو مفقود کے ہوتے ہوئے بالکل محروم ہو تو اس وقت اسکو بالکل نہ دیا جائے گا:

اگر مفقود کے ساتھ کوئی ایسا وارث ہو کہ ایسا وہ مفقود کے ہوتے ہوئے بالکل محروم تو نہیں ہوتا مگر اس کے حصہ میں نقصان ہوتا ہے تو ایسے شخص کو ہر دو حصہ میں سے کم حصہ دیا جائے گا یعنی حجب حرمان[3] جو اس کا حصہ ہوتا ہے وہ دیا جائے گا اور بلا نقصان حصہ کی مقدار

---

[1] مثلاً مفقود نے آ کر انکار کیا تو ایسا ہوگا ۱۲۔ [2] مترجم کہتا ہے کہ یہ قول ہمارا ہے اس بناء پر یہ حکم اشارۃً ظاہر کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اس لیے کہ حصص میراث کا ملک میں داخل ہونا متوقف نہیں ہوتا اور اس پر ملک کا ثبوت کے بناء پر حکم ادخال و اثبات کے ہے کیونکہ یہ حکم وارث کے واسطے من جانب اللہ تعالیٰ متعلق ہوتا ہے بغیر منع اس وارث اور کسی دوسرے کے بلکہ باوجود اس کے رد کرتے اور کل کے انکار کرنے کے بھی یہی حکم ہے ۱۲۔ [3] حجب حرمان یہ ہے کہ ایک وارث کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص محجوب ہو ۱۲۔

تک جس قدر اور ہے وہ متوقف رکھا جائے گا اور اگر کوئی ایسا وارث ہو جو مفقود دے ہوتے ہوئے بالکل محروم ہوتا ہو تو اس وقت اس کو بالکل نہ دیا جائے گا۔ اس مسئلہ کی صورت یہ زید مرا دو دختر و ایک پسر مفقود و ایک پسر کا پسر و ایک پسر کی دختر وارث چھوڑے اور مال ترکہ کسی اجنبی کے پاس ہے اور سب نے بالاتفاق اقرار کیا کہ زید کا پسر مفقود ہے اور ہر دو دختر نے اپنا حصہ میراث طلب کیا تو درصورت پسر نہ ہوں گے ان کا حصہ میراث دو تہائی مال ہے اور ہونے کی صورت میں ہر ایک کا چہارم چہارم یعنی نصف کل مال ہے کہ نقصان کے ساتھ ہے پس ہر دو حصہ میں سے کمتر حصہ یعنی نصف ان کو اس وقت دیا جائے گا اور پسر کے پسر یعنی پوتے کو جو پسر کے ہوتے ہوئے محروم ہوتا ہے کچھ نہ دیا جائے گا بلکہ باقی سب مال رکھ چھوڑا جائے گا اور جس کے پاس ہے اس کے قبضہ سے بھی نہ نکالا جائے گا آلا انکہ اس سے خیانت ظاہر ہو کہ اس کی طرف سے مامون نہ ہوں تو وہ امانتدار نہ رکا جائے گا پھر جب مدت مذکور گذر جائے اور مفقود کی موت کا حکم دیا جاوے تو باقی میں سے ایک چھٹا حصہ کل مال کا بھی ہر دو دختر کو دے دیا جائے گا تاکہ ان کی دو تہائی پوری ہو جائے اور اگر وہ زندہ نہ ہوں تو ان کے وارث بحسب فرائض مستحق ہوں گے اور جو کچھ مال باقی رہا ہو پسر کے پسر کا ہے اور اس کی نظیر حمل ہے یعنی مفقود کی نظیر میت کا وہ بچہ ہے جو ہنوز پیٹ میں ہو اور پیدا نہیں ہوا ہے کہ اس کے واسطے ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا[1] جائے گا چنانچہ یہی فتوے کے واسطے مختار ہے اور اگر اس کے ساتھ ایسا دوسرا وارث ہو کہ وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا ہے اور حمل کی وجہ سے اس کا حصہ متغیر بھی نہیں ہوتا ہے تو اس کا حصہ اس کو پورا دے دیا جائے گا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل کے ہوتے ہوئے اس کا حصہ متغیر ہوا جاتا[2] ہے تو اس کو ہر دو حصہ میں سے کم حصہ دیا جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر مفقود جنگل میں مر گیا تو اس کے ساتھی کو اختیار ہے کہ اس کا جانور سواری و اسباب فروخت کر دے او درمون کو اس کے لوگوں کو پہنچا دے اور اگر کسی شخص نے مفقود پر قرضہ یا ودیعت یا شرکت ورعقار یا طلاق یا عتاق یا نکاح یا ردلعیب یا مطالبہ باستحقاق میں سے کسی حق کا دعویٰ کیا تو اس کے دعویٰ پر التفات نہ کیا جائے گا اور اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور جس کو قاضی نے وکیل مقرر کر دیا ہے یعنی وکیل بالقبض یا کوئی اس کے وارثوں میں سے مدعی کے مقابلہ میں خصم قرار نہ دیا جائے گا لیکن اگر قاضی کے نزدیک جائز ہو یعنی قضاء علی الغائب کو جائز جانتا ہو پس اس نے گواہوں کی سماعت کر کے حکم دے دیا تو بالاجماع اس کا حکم نافذ ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] پس اگر لڑکی پیدا ہوئی تو باقی وارثان دیگر کو رد کر دیا جائے گا ۱۲۔ [2] حمل کی وجہ سے کسی صورت میں محروم نہیں ہوتا ہے ۱۲۔